المنیر
MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT

فہم معیشت، سلسلہ نمبر 1

کرپشن اور بدعنوانی کے خاتمے کے لیے جامع اصول وضوابط

مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات

- کمانے اور خرچ کرنے میں شرعی اخلاقی پابندیاں کیا کیا ہیں؟
- کمانے اور خرچ کرنے میں شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر چلنا کیوں ضروری ہے؟
- کمانے اور خرچ کرنے میں شرعی، اخلاقی پابندیوں سے متعلق خدشات، سوالات اور اُن کے جوابات
- کمانے اور خرچ کرنے کو عبادت کیسے بنایا جاسکتا ہے؟
- کمانے اور خرچ کرنے میں کیا کیا نیتیں کی جاسکتی ہیں اور کن کن نیتوں سے بچنا ضروری ہے؟
- کسی سے مالی معاملات کرنے کے بعد کیا کیا حق ذمہ میں لازم ہوتے ہیں؟
- کمانے اور خرچ کرنے میں ظلم وعدل، احسان وایثار کی شکلیں کیا کیا ہیں؟
- جامع مستند اور سہل ہونے کے ساتھ ساتھ ہر بات باحوالہ، معاملات کی شکلوں کی وضاحت

مرتب: مفتی منیر احمد صاحب
استاذ: جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ)
فاضل: جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

فہم معیشت، سلسلہ نمبر 1

کرپشن اور بدعنوانی کے خاتمے کے لیے جامع اصول وضوابط

مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات

- کمانے اور خرچ کرنے میں شرعی اخلاقی پابندیاں کیا کیا ہیں؟
- کمانے اور خرچ کرنے میں شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر چلنا کیوں ضروری ہے؟
- کمانے اور خرچ کرنے میں شرعی، اخلاقی پابندیوں سے متعلق خدشات، سوالات اور اُن کے جوابات
- کمانے اور خرچ کرنے کو عبادت کیسے بنایا جاسکتا ہے؟
- کمانے اور خرچ کرنے میں کیا کیا نیتیں کی جاسکتی ہیں اور کن کن نیتوں سے بچنا ضروری ہے؟
- کسی سے مالی معاملات کرنے کے بعد کیا کیا حق ذمہ میں لازم ہوتے ہیں؟
- کمانے اور خرچ کرنے میں ظلم وعدل، احسان وایثار کی شکلیں کیا کیا ہیں؟
- جامع مستند اور سہل ہونے کے ساتھ ساتھ ہر بات باحوالہ معاملات کی شکلوں کی وضاحت

مرتب: مفتی منیر احمد صاحب

استاذ: جامعہ معہد العلوم الاسلامیۃ (رجسٹرڈ)

فاضل: جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

{ جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں }

- کتاب کا نام : مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات
- مرتب : مفتی منیر احمد صاحب
- تاریخ طباعت : شعبان المعظم 1441ھ/ اپریل 2020ء
- ناشر : ادارہ المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن
- ای میل : admin@almuneer.pk
- ویب سائٹ : almuneer.pk
- فیس بک : XQHHU2 IIILFLDO AIM

ملنے کا پتہ

جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ

متصل جامع مسجد الفلاح بلاک "H" شمالی ناظم آباد، کراچی

فون نمبر: 0331-2607204 - 0331-2607207

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	کچھ باتیں کتاب کے بارے میں	1
	کتاب:1 شرعی اخلاقی پابندیاں ضرورت، اہمیت، خدشات اور سوالات	
2	باب:1 کمائی میں شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر چلنا کیوں ضروری ہے؟	12
3	**فصل:1** معاشی بحران اور فساد کا سبب "بے لگام حرص"	12
4	عالمی معاشی بحران	14
5	بحران سے سبق لیتے ہوئے نظام میں تبدیلی کی تلاش	14
6	بحران کا حل کہاں ملے گا؟	14
7	**فصل:2** بے لگام حرص کے برے نتائج	16
8	(1) سخت دلی بے رحمی	16
9	(2) معاشرہ/سوسائٹی کی امن وامان سے محرومی	17
10	(3) عمومی عذاب الٰہی	18
11	(4) مال ودولت کے باوجود سکون سے محرومی	20
12	(5) مال ودولت کے باوجود ہمیشہ کی محتاجی اور فقر	24
13	(6) حرام کی نحوستوں اور آفتوں میں گرفتاری	27
14	**فصل:3** شرعی اخلاقی پابندیوں میں رہ کر کمانے کے فوائد	32
15	(1) خیر وبرکت کا وعدہ ہے	32
16	(2) تقویٰ کی برکتیں ملیں گی	35
17	(3) حلال کی برکتیں ملیں گی	39
18	(4) آخرت کا حساب وکتاب دینا آسان ہوگا	41
19	باب:2 کمانے میں شرعی اخلاقی پابندیوں سے متعلق خدشات/سوالات	43
20	**فصل:1** سیکھنے سے متعلق خدشات، سوالات	44
21	(1) فہم معیشت کورس سیکھنا کیوں ضروری ہے؟	44
22	(2) باقاعدہ سیکھنا کیوں ضروری ہے؟	51
23	**فصل:2** عمل کرنے سے متعلق خدشات، سوالات	53
24	(1) مذہب کا تجارت سے کیا تعلق ہے؟	53
25	(2) پابندیوں کے ساتھ کاروبار مشکل ہے ممکن نہیں	54
26	**فصل:3** سکھانے سے متعلق خدشات، سوالات	59
27	(1) عمل کے ساتھ ہمیں عمل کی دعوت کا بھی حکم ہے	59
28	(2) عمل کی دعوت پر بہت فائدے ہیں	61
29	(3) برائی سے نہیں روکیں گے تو انجامِ بد سے نہ بچ سکیں گے	62
30	(4) آج کون سنتا ہے؟	65
31	مشق	**67**
	کتاب:2 اخلاقی پابندیاں، وضاحت، تفصیلات	
32	باب:1 کیوں کمانا ہے؟	71

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
33	**فصل: 1** دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کی نیتیں	72
34	(1) سوال سے بچنے کی نیت	73
35	(2) کفالت کا فریضہ ادا کرنے کی نیت	77
36	(3) فرض کفایہ پورا کرنے کی نیت	77
33	(4) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی نیت	77
38	(5) سبب اختیار کرنے کے حکم پر عمل کرنے کی نیت	78
39	**فصل: 2** اچھی نیتوں کے فوائد و ثمرات	84
40	(1) غیبی مدد کی ضمانت	84
41	(2) آخرت کا ثواب	85
42	(3) نقصان سے حفاظت	86
43	(4) کمائی بھی عبادت	87
44	(5) معاشرہ کے لیے باعث راحت	87
45	(6) کمائی میں اعتدال اپنی محنت کے بجائے اللہ پر اعتماد	87
46	**فصل: 3** کمائی میں دنیا و آخرت کی ناکامیوں سے بچنے کی نیتیں	90
47	**فصل: 4** بری نیتوں کے نقصانات، معاشرے پر اثرات	92
48	(1) اللہ کی ناراضگی اور پکڑ	92
49	(2) ظلم و زیادتی، قتل و قتال، فتنہ فساد کا عام ہونا	93
50	(3) غفلت کی موت مر جانا	93
51	(4) بے لذت گناہ میں مبتلا ہو جانا	94
52	مشق	95

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
53	باب: 2 کیسے کمانا ہے؟	96
54	**تمہید:** معاملات کی اقسام، احکام، شکلیں	97
55	**فصل: 1** جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا	111
56	**گاھک کے حقوق**	112
57	**پہلا حق:** مال فروخت کرنے میں غلط بیانی سے کام نہ لینا	113
58	(1) جھوٹ اور غلط بیانی کے نقصانات	113
59	(2) جھوٹ اور غلط بیانی کی شکلیں	115
60	(3) غلط بیانی/دھوکہ سے محفوظ رہنے کا نبوی نسخہ	119
61	**دوسرا حق:** مال فروخت کرتے وقت عیب نہ چھپانا	120
62	(1) مال کے عیب چھپانے کا گناہ	120
63	(2) مال کا عیب بیان نہ کرنے کا حکم	122
64	(3) خیار عیب اور علم الٰہی و علم انسانی کا فرق، خوبیاں، خامیاں	123
65	**تیسرا حق:** خریدار کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا	124
66	**چوتھا حق:** ایسا مال فروخت نہ کرنا جس میں خریدار کا دینی ایمانی یا جسمانی نقصان ہو	126
67	(1) مضر اشیاء فروخت کرنے پر وعیدیں اور اس سے بچنے کے فوائد	126
68	(2) مضر اشیاء کی بنیادی شکلیں	127
69	**پانچواں حق:** خریدار کا سودا خراب نہ کرنا	132
70	(1) کسی کا سودا خراب کرنے کی ممانعت	132
71	(2) کسی کا سودا خراب کرنے کی ممنوع شکلیں	132
72	**چھٹا حق:** ذخیرہ اندوزی نہ کرنا	133

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
73	**فروخت کنندہ کے حقوق**	134
74	**پہلا حق:** فروخت کنندہ کے سودے میں مداخلت نہ کرنا	135
75	(1)فروخت کنندہ کا سودا خراب کرنے کی ممانعت	135
76	(2)فروخت کنندہ کا سودا خراب کرنے کی ممنوع شکلیں	136
77	**دوسرا حق:** فروخت کنندہ کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا	136
78	**تیسرا حق:** فروخت کنندہ سے غلط بیانی نہ کرنا	137
79	(1)فروخت کنندہ سے غلط بیانی کی ممانعت	137
80	(2)فروخت کنندہ سے غلط بیانی کی شکلیں	138
81	**اہل شہر کے حقوق**	140
82	**پہلا حق:** ذخیرہ اندوزی نہ کرنا	141
83	(1)ذخیرہ اندوزی کرنے کا گناہ	141
84	(2)ذخیرہ اندوزی کی شکلیں	142
85	**دوسرا حق:** ''تَلَقِّی جَلَب'' نہ کرنا	144
86	''تَلَقِّی جَلَب'' کی شکلیں	144
87	''تَلَقِّی جَلَب'' کا حکم	144
88	**تیسرا حق:** شہریوں کی حاجت کے باوجود باہر والوں کو بیچنا	146
89	''بَیْعِ حاضِرٍ لِلْبادِیْ'' کی شکلیں	146
90	''بَیْعِ حاضِرٍ لِلْبادِیْ'' کا حکم	146
91	**چوتھا حق:** تاجر برادری کا باہم گٹھ جوڑ سے قیمتوں کی مصنوعی گرانی پیدا نہ کرنا	148
92	**مالکان کے حقوق**	150
93	**پہلا حق:** ماتحتوں کا خیانت نہ کرنا	151
94	(1)خیانت کرنے کی ممانعت	151
95	(2)خیانت کی شکلیں	153
96	**دوسرا حق:** مالکان کے ساتھ خیر خواہی کرنا	161
97	(1)خیر خواہی کی ترغیب	161
98	(2)خیر خواہی کی شکلیں	161
99	**تیسرا حق:** مالکان سے جھوٹ نہ بولنا	173
100	(1)مالکان سے جھوٹ بولنے کی ممانعت	173
101	(2)جھوٹ بولنے کی شکلیں	175
102	**ملازمین کے حقوق**	176
103	**تمہید:** ملازمین کے حقوق کی اہمیت، فوائد اور وعیدیں	177
104	**پہلا حق:** طاقت سے زیادہ کام نہ لینا	183
105	(1)طاقت سے زیادہ کام لینے کی ممانعت	183
106	(2)طاقت سے زیادہ کام لینے کی شکلیں	199
107	**دوسرا حق:** ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی، توہین، تحقیر، تذلیل کا معاملہ نہ کرنا	191
108	(1) ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی کی ممانعت اور شکلیں	191
109	**تیسرا حق:** بروقت پوری اجرت ادا کرنا	200
110	(1)بروقت پوری اجرت ادا نہ کرنے کی ممانعت	200
111	(2) بروقت پوری اجرت ادا نہ کرنے کی شکلیں	207
112	**چوتھا حق:** ملازمین کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کو پورا کرنا	209
113	(1)وعدہ خلافی کی ممانعت	209

114	(2) ملازم کے ساتھ وعدہ خلافی کی شکلیں	211
نمبر شمار	**مضامین**	**صفحہ نمبر**
115	**شریک/پارٹنر کا حق**	212
116	**شریک کا حق:** اس کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی نہ کرنا	213
117	(1) شریک کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کی ممانعت	213
118	(2) شریک کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کی شکلیں	215
119	**کاروباری پڑوسی کے حقوق**	216
120	**تمہید:** کاروباری پڑوسی کے حقوق کی اہمیت، ضرورت، وعید	217
121	**پڑوسی کا حق:** اذیت اور تکلیف نہ دینا، خیانت نہ کرنا	221
122	(1) اذیت اور تکلیف دینے، خیانت کرنے کی ممانعت	22
123	(2) اذیت اور تکلیف دینے، خیانت کرنے کی شکلیں	225
124	**بیوی، بچوں، والدین، زیرکفالت رشتہ داروں کے حقوق**	227
125	**پہلا حق:** ان کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے دینا اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا	228
126	وقت نہ دینے اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کی ممانعت	228
127	وقت نہ دینے اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنے کی شکلیں	240
128	**اپنی ذات کے حقوق**	243
129	**پہلا حق:** اپنی جان، صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال رکھنا	244

130	(1) اپنی جان اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے کی ممانعت	244
131	(2) اپنی جان اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے کی شکلیں	247
132	**دوسرا حق:** اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانا	251
133	مشق	253
نمبر شمار	**مضامین**	**صفحہ نمبر**
134	**فصل: 2 ناحق کسی کا مال ہتھیالینا**	255
135	**لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب**	256
136	(1) لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب کی ممانعت	256
137	(2) لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب کی شکلیں	258
138	**چوری خیانت**	267
139	(1) چوری، خیانت کی ممانعت	267
140	(1) چوری، خیانت کی شکلیں	279
141	**سود/ربا**	281
142	(1) سود کی ممانعت، گھناؤنیت، وعیدیں، نقصانات	281
143	(2) سود سے متعلق خدشات وسوالات، اعذار، لائحہ عمل	292
144	(3) سود کی شکلیں	298
145	**جوا/قمار**	301
146	(1) جوے کی ممانعت، گھناؤنیت، سنگینی، وعیدیں، نقصانات	301
147	(2) جوے کی شکلیں	304
148	**فصل: 3 معاملات میں احسان وایثار**	307
149	❑ معاملات میں احسان وایثار کے فضائل	308
150	❑ احسان وایثار کی شکلیں	313

151	(1) جن کے معاملات برے ہیں ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا	313
152	(2) دینے کا حق نہیں بنتا پھر بھی دینا	315
153	(3) لینے کا حق بنتا ہے پھر بھی نہ لینا	318
154	(4) جتنا دینے کا حق بنتا ہے اس سے زیادہ/ بہتر دینا	328
155	(5) جتنا جس طرح لینے کا حق بنتا ہے اس سے کم لینا	329
نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
156	(6) جس وقت حق بنتا ہے اس وقت نہ لینا، مہلت دینا	331
157	باب:3 کیوں خرچ کرنا ہے؟	332
158	**فصل: 1 مال خرچ کرنے میں اچھی نیتیں**	333
159	(1) خرچ کرنے میں اللہ کی رضا کی نیت ہو	333
160	(2) خرچ کرنے میں نفس کی اصلاح کی نیت ہو	340
161	(3) خرچ کرنے میں خوش دلی اور بشاشت ہو	340
162	**فصل: 2 خرچ کرنے میں بری نیتیں**	342
163	(1) خرچ کرنے میں نام ونمود اور شہرت کی نیت نہ ہو	342
164	(2) خرچ کرنے میں احسان جتلانے کی نیت نہ ہو	348
165	(3) خرچ کرنے میں بدلہ کی نیت نہ ہو	350
166	(4) خرچ کرتے ہوئے دل پر بوجھ نہ ہو	350
167	(5) کسی کی نیت پر حملہ نہ ہو	351
168	باب:4 کیسے خرچ کرنا ہے؟	352
169	**فصل: 1 خرچ کرنے کے فضائل**	353
170	(1) خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی، انبیاء کی اور نیک بندوں کی صفت ہے	353
171	(2) ہمیں بھی دوسروں پر خرچ کرنے کا حکم ہے	359

172	(3) دوسروں پر خرچ کرنے کے بڑے فضائل ہیں	362
173	(4) خرچ نہ کرنے پر وعیدیں ہیں	389
174	(5) دینے کی گنجائش نہ ہو تو اچھے انداز سے معذرت کریں	393
175	**بخل کی مذمت**	394
176	**فصل: 2 خرچ کرنے میں ظلم وعدل کی شکلیں**	402
نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
177	1. بیوی پر خرچ کرنا بیوی کا حق ہے	403
178	بیوی پر خرچ کرنے کے فضائل	403
179	2. اولاد پر خرچ کرنا اولاد کا حق ہے	405
180	اولاد پر خرچ کرنے کے فضائل	405
181	3. والدین پر خرچ کرنا والدین کا حق ہے	407
182	والدین پر خرچ کرنے کے فضائل	407
183	4. قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا اُن کا حق ہے	410
184	قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے فضائل	410
185	5. حاجت مندوں پر خرچ کرنا اُن کا حق ہے	415
186	حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے فضائل	415
187	6. اپنی ذات پر خرچ کرنا اُس کا حق ہے	423
188	اپنی ذات پر خرچ کرنے کے فضائل	423
189	7. اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنا اُن کا حق ہے	425
190	اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے کے فضائل	425
191	**فصل: 3 خرچ کرنے میں احسان کی شکلیں**	427
192	(1) قرض	428

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
193	(2)وصیت	430
194	(3)وقف	431
	کتاب:3 حصہ مسائل	
195	باب:1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں اُن میں کوتاہی کرنے کے احکام	441
نمبر شمار	**مضامین**	**صفحہ نمبر**
196	**فصل:1 گاہک کے حقوق کے احکام**	442
197	**پہلا حق:** غلط بیانی کے احکام	443
198	(1) ملکیت بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم	443
199	(2)ضرورت بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم	445
200	(3) جنس بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم	445
201	(4)صفات، کوالٹی بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم	445
202	(5) قیمت بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم	447
203	(6) مقدار بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم	450
204	مشقیں	455
205	**دوسرا حق:** خیارِ عیب کے احکام	458
206	(1)خیارِ عیب کی تعریف	458
207	(2)خیارِ عیب حاصل ہونے کی 3 شرائط	458
208	(3)خیارِ عیب باقی رہنے کی 4 شرائط	462
209	(4) قیمت کی کمی کا حق حاصل ہونے کی شرائط	465
210	(5) کس کس کو خیارِ عیب حاصل ہوتا ہے	470
211	(6) بعض مال عیب دار ہو اس کے احکام	470

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
212	مشق	472
213	**تیسرا حق:** مجبور خریدار سے خرید و فروخت کی شکلیں، احکام	474
214	**چوتھا حق:** مضر اشیاء کی خرید و فروخت کے احکام	475
215	مشق	479
216	**فصل:2 اہلِ شہر کے حقوق کے احکام**	481
217	**پہلا حق:** ذخیرہ اندوزی کا حکم	482
نمبر شمار	**مضامین**	**صفحہ نمبر**
218	**فصل:3 مالکان کے حقوق**	484
219	**پہلا حق:** خیانت کرنے کے احکام	485
220	(1) مقررہ وقت میں خیانت کے احکام	485
221	(2) کاموں میں خیانت کرنے کے احکام	487
222	(3)سہولیات/مراعات میں خیانت کرنے کے احکام	489
223	مشق	490
224	**دوسرا حق:** خیر خواہی/بدخواہی کے احکام	491
225	(1) اطاعت اور مخالفت کے احکام	491
226	(2) اثاثہ جات کی حفاظت و عدمِ حفاظت کے احکام	492
227	(3) اچھی تجاویز اور غلط تجاویز کے احکام	493
228	(4) اختیارات کو صحیح استعمال کرنے اور نہ کرنے کے احکام	493
229	**تیسرا حق:** جھوٹ بولنے کے احکام	502
230	مشق	503
231	**فصل:4 ملازمین کے حقوق کے احکام**	504
232	**پہلا حق:** طاقت سے زیادہ کام لینے کے احکام	505
233	**دوسرا حق:** ملازمین کے ساتھ ظلم، توہین کا معاملہ کرنے کے احکام	506

234	مشق	511
235	**تیسرا حق:** پوری تنخواہ بروقت نہ دینے کے احکام	512
236	(1) تنخواہ نہ دینے کے احکام	512
237	(2) پوری تنخواہ نہ دینے کے احکام	515
238	(3) بروقت تنخواہ نہ دینے کے احکام	518
239	مشق	519

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
240	**چوتھا حق:** ملازمین کے ساتھ کیے گئے وعدہ خلافی کے احکام	520
241	**فصل:5** شریک/پارٹنر کے حقوق کے احکام	521
242	❑ شرکت کی قسمیں	522
243	❑ شرکتِ ملک کے احکام	523
244	❑ شرکتِ عقد کی قسمیں اور احکام	529
245	مشق	538
246	❑ مضاربت کی قسمیں اور احکام	541
247	مشق	544
248	**فصل:6** کاروباری پڑوسی کے حقوق کے احکام	546
249	**فصل: 7** بیوی، بچوں والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کے حقوق کے احکام	547
250	**فصل:8** اپنی ذات کے حقوق کے احکام	550
251	مشق	551
252	باب:2 ناحق کسی کا مال ہتھیا لینے کے احکام	552
253	**فصل:1** لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب کے احکام	553
254	(1) غصب کی توبہ سے متعلق احکام	553

255	(2) غصب شدہ چیز/اس کی قیمت لوٹانے سے متعلق احکام	556
256	(3) غصب شدہ چیز کے استعمال وتصرف کے احکام	560
257	(4) غاصب اور مالک میں اختلاف کی صورت میں احکام	563
258	(5) بیعانہ غصب کرنے کا حکم	565
259	مشق	566
260	**فصل:2** سود کی حقیقت اور احکام	568

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
261	(1) قرض کے معاملات میں سود کے احکام	568
262	(2) تجارتی معاملات میں سود کے احکام	569
263	مشق	577
264	**فصل:3** جوے کی حقیقت اور احکام	579
265	باب:3 خرچ کرنے کے احکام	580
266	**فصل:1** بیوی پر خرچ کرنے کے احکام	581
267	مہر کا حکم	581
268	نفقہ کا حکم	581
269	نفقہ واجب ہونے کی شرائط	582
270	نفقہ میں کیا کیا داخل ہے؟	584
271	نفقہ کی مقدار	584
272	**فصل:2** اولاد پر خرچ کرنے کے احکام	586
273	**فصل:3** والدین پر خرچ کرنے کے احکام	588
274	**فصل:4** قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے احکام	589
275	نفقہ واجب ہونے کی شرائط	589
276	نفقہ میں کیا کیا داخل ہے؟	590

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

کتاب"مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات"اکابرین کی نظر میں

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ

● ممبر:اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان ● صدر:جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان ● ناظم اعلیٰ:وفاق المدارس العربیہ پاکستان

کتاب"**مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات**"میں اخلاقی تعلیمات کے ایک شعبے یعنی مالی معاملات، لین دین، خرید وفروخت اور تجارت کے بارے میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو اجاگر کیا ہے، جناب مؤلف مدظلہ نے انتہائی محنت و جستجو سے سینکڑوں کتابوں سے اخلاقی تعلیمات اخذ کر کے انہیں تجارتی لین دین اور مالی معاملات کی مروّجہ صورتوں پر منطبق کیا ہے، اور انتہائی سہل و مرتب انداز میں باہمی لین دین میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا خاکہ پیش کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ کتاب تجارت سے وابستہ ہر شعبے کے ہر فرد کے لیے مفید اور مستند معلومات کا خزینہ ہے، ترتیب وتدوین معیاری ہونے کی وجہ سے انفرادی مطالعہ کے ذریعہ بھی اس کتاب سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور درسی انداز میں بھی اسے سبقاً سبقاً پڑھایا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر انعام اللہ صاحب مدظلہ

● فاضل: جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی ● ڈائریکٹر جنرل (ریسرچ): اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

برادرِ مکرم جناب مفتی منیر احمد فقہ وافتاء سے غیر معمولی دلچسپی کی وجہ سے جدید مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں، ان کی ترتیب کردہ پیش نظر کتاب"**مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات**"اسلامی نظام معیشت کے بنیادی خدوخال کے حوالے سے بہت قابل قدر کاوش ہے۔ اس کتاب کی **ایک خاص بات** یہ ہے کہ اس میں قرآنی اسلوب دعوت اختیار کیا گیا ہے، یعنی احکام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ احکام کا اخلاقی پہلو بھی ذکر کیا گیا ہے؛ اور ان پر عمل کی طرف راغب کرنے کے لیے ترغیبی احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں۔ **دوسری خوبی** جو اسے اس موضوع کی دیگر کتب سے ممتاز کرتی ہے، یہ ہے کہ یہ کتاب انفرادی کاوش نہیں بلکہ جید مفتیان کرام اور علمائے کرام کی نظروں سے بارہا گزرنے کی وجہ سے اہل علم کی اجتماعی سوچ کی حامل ہے۔ کتاب کی **تیسری انفرادیت** یہ ہے کہ اس میں صرف نظری مباحث نہیں بلکہ تاجروں کی طرف سے پیش کردہ سوالات اور عملی تجربات کی روشنی میں مسائل کو بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کی افادیت کا دائرہ کار بہت وسیع ہوگیا ہے۔

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ

● سیکریٹری جنرل: پاکستان شریعت کونسل ● خطیب: مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

ایک مسلم سوسائٹی کے لئے حلال وحرام اور جائز وناجائز کے شرعی احکام وقوانین کو منظم انداز میں پیش کرنا اور مسلم معاشرہ کو اس شعبہ میں قرآن وسنت کی ہدایات کے دائرے میں پابند رکھنے کی کوشش کرنا ملّی و دینی ضرورت ہونے کے ساتھ ساتھ اجر وثواب کا بہت بڑا عمل بھی ہے۔

محترم مولانا منیر احمد صاحب استاذ جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ کراچی نے اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات کے عنوان سے یہ ضخیم کتاب مرتب کی ہے جو ان کے حسن ذوق کی علامت ہے اللہ تعالیٰ اسے قبولیت سے نوازیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے نفع بخش بنائیں۔ آمین

حضرت مولانا محب اللہ صاحب مدظلہ

● مدیر: مدرسہ بطحاء ٹرسٹ ● استاذ الحدیث: جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

کتاب"**مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات**"میں تجارت اور ملازمت کے بنیادی اصول، قواعد وضوابط تفصیل سے جمع کیے گئے ہیں، جن سے کوئی تاجر اور ملازم ہرگز مستغنی نہیں ہوسکتا، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری تجارت اور ملازمت بھی عبادت بن جائے، اور شرعی اصولوں پر عمل کر کے رزق حلال کمانے کو ہم اپنی زندگی کا مقصد بنالیں اور پھر ہماری بقیہ تمام عبادات بھی مقبول ہوجائیں تو ہمیں اس مجموعہ کو غور سے پڑھنا ہوگا اور اس پر عمل کرنا ہوگا، آج اگر حرص، طمع، لالچ کی وجہ سے اور معاملات کے فساد کی وجہ سے ہماری زندگیاں جہنم کا نمونہ بن چکی ہیں، تو اس مجموعے پر عمل کر کے ہم اپنی زندگیوں کو جنت کا نمونہ بنا سکتے ہیں۔

حضرت ڈاکٹر سید عزیز الرحمن صاحب مدظلہ

● **چیئرمین: دعوۃ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان**

یقیناً یہ ایک مفید کاوش ہے، کتاب کا ایک اہم پہلو اس کی دعوتی اسپرٹ ہے، یہ کتاب مالی حوالوں سے ہماری ذمہ داریوں کے تمام اہم پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ کتاب کا اسلوب سوال وجواب کا ہے، تمام بیانات حوالوں سے مزین ہیں اور کتاب ایک اچھے اور بھرپور کورس کے لیے ہر اعتبار سے مفید ہے، بلکہ ایک فرض کفایہ کی تکمیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالحیٔ المدنی صاحب مدظلہ

● **فاضل: مدینہ یونیورسٹی سعودیہ عربیہ** ● **چیئرمین: شعبہ علوم انسانیہ این ای ڈی یونیورسٹی کراچی**

کتاب ''**مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات**'' عظیم کاوش فی الواقع وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اس میں عام فرد، ادارہ اور حکومت سب کی راہنمائی کے لیے شریعت اسلامیہ کے قیم اور زریں اصول مدون کیے گئے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان صاحب مدظلہ

● **ڈین فیکلٹی آف اسلامی اسٹڈیز، یونیورسٹی آف سندھ جام شورو**

کتاب ''**مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات**'' بہت محنت سے مرتب کی ہے جس کی موجودہ دور میں بہت اہمیت وضرورت ہے جسے پڑھ کر خرید وفروخت کے اہم مسائل سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ موصوف نے بہت سہل انداز میں تمام مسائل کو پیش کرکے عوام الناس کو بہت بڑی سہولت فراہم کردی ہے۔ اس کتاب سے اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور اپنے معاملات کو درست کریں۔

الصادق

● **کاروباری اور مالیاتی اداروں اور اُن کے شعبہ جات کو شریعہ کنسلٹنسی سروسز مہیا کرنے والا ایک ادارہ**

کتاب ''**مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات**'' معاملات اور تجارت سے متعلق بنیادی مسائل کا ایک بہترین مجموعہ ہے، مذکورہ کتاب ہر طبقے کے کاروباری آدمی کے لیے حد درجہ مفید ہے۔ ہمارے ادارہ ''الصادق'' کو اس کتاب سے بہت فائدہ ہوا اور آئندہ مزید ہوگا، اس لیے کہ ادارہ الصادق مختلف کاروباری اداروں کا شریعہ آڈٹ کرنے کے بعد کمپنی کے ہر ڈیپارٹمنٹ کے لیے تحریری پالیسیاں تیار کرتا ہے اور ان کے ہاں ہونے والے ناجائز کاموں کا درست طریقہ تجویز کرتا ہے اور ان موضوعات پر ٹریننگ کرواتا ہے۔ اس پورے عمل میں ہم نے اس کتاب سے خوب فائدہ اٹھایا۔ یہ کتاب ادارے کے ملازمین کو پڑھانا بھی مفید ہوگا۔

تبصرہ: ماہنامہ بینات (صفر المظفر 1440ھ)

● **جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کا ترجمان اور وہاں سے ہر ماہ نکلنے والا رسالہ**

یہ مفید اور قیمتی دلائل سے بھرپور اور براہین سے آراستہ ضخیم کتاب ہے، بہت ہی علمی اور معلوماتی ہے۔ ٹائٹل، کاغذ، طباعت اور جلد بندی ہر اعتبار سے اعلیٰ ذوق کی حامل ہے۔ اُمید ہے کہ قدر دان حضرات اس کی خوب قدر افزائی فرمائیں گے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

کچھ باتیں کتاب کے بارے میں

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کا کام امت کو دین سکھانا ہے، یہی کام علماء کا بھی ہے۔ چنانچہ علماء کی ذمہ داری جہاں مدارس میں آنے والے طلبہ کو عالم بنانا ہے، وہیں ان کے ذمہ امت کے ہر طبقہ کو ان کے شعبہ کا علم سکھانا بھی ہے اور ہر طبقہ کے ذمہ علماء سے اپنے شعبہ کا علم سیکھنا بھی ہے۔ اسی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے آج سے تقریباً آٹھ نو سال پہلے تاجروں، ملازموں کو تجارت کا علم سکھانا شروع کیا جس میں تاجروں کا اچھا خاصہ مجمع شریک ہوتا تھا، ہفتہ میں ایک دن بروز اتوار یہ کلاس ہوتی تھی۔ دوران تدریس خود بھی شدت سے یہ احساس ہوا اور بعض تاجروں کی طرف سے بھی یہ بات سامنے آئی کہ کوئی جامع سہل کورس ہونا چاہیے جس میں صرف تھیوری نہ ہو بلکہ کمانے خرچ کرنے میں عملاً جو کچھ ہو رہا ہے اس کی اصلاح کے لیے آسان انداز میں مسائل کی وضاحت ہو چنانچہ اللہ کا نام لیکر اسی وقت سے یہ کام شروع کر دیا، ہفتہ بھر نوٹس تیار کیے جاتے اور اتوار کے دن تاجروں کو پڑھا دیا جاتا۔

- کتاب کی تیاری میں جو باتیں مدنظر رہیں اور جن مراحل سے یہ کتاب گزری

(1) عمل کے لیے طبیعتیں آمادہ ہوں: کتاب کی تیاری میں یہ بات مدنظر رہی کہ کتاب میں صرف مسائل نہ ہوں ترغیبی مواد اور فضائل بھی بھر پور ہوں تا کہ مسائل کا علم ہو جانے کے بعد مسائل پر عمل کرنے کے لیے طبیعتیں آمادہ بھی ہو جائیں، عمل کا شوق اور رغبت بھی پیدا ہو جائے کمانے میں، خرچ کرنے میں شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر چلنا بھی آسان ہو جائے۔

(2) عمل کی شکل اور طریقہ درست ہو: عمل کا شوق پیدا کرنے کے لیے جس طرح عمل کے فضائل کا جاننا ضروری ہے، اسی طرح عمل کی شکل صحیح اور درست ہو اس کے لیے مسائل کا جاننا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ فضائل کے ساتھ کتاب میں مسائل کو بھی تفصیل کے ساتھ لکھا گیا۔

(3) رکاوٹیں دور ہوں: پھر بعض اوقات مسائل کا علم ہونے کے باوجود کچھ خدشات، سوالات اور وسوسے ذہنوں میں ہوتے ہیں مثلاً مذہب کا تجارت سے کیا تعلق، شرعی اخلاقی پابندیوں کے ساتھ کمانا مشکل ہے عملاً ممکن نہیں۔ اس سے آمدنی

کم ہوجاتی ہے، انسان ترقی نہیں کرسکتا وغیرہ وغیرہ یہ وسوسے اور خدشات جو شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر کمانے اور خرچ کرنے میں انسان کے لیے رکاوٹ بنتے ہیں۔ چونکہ ان خدشات کا بھی حل ہونا ضروری تھا۔لہٰذا کتاب کی تیاری میں شکوک وشبہات کے ازالہ کو بھی مدنظر رکھا گیا۔

(4) عمل عبادت بنے: پھر انسان کا کمانا اور خرچ کرنا عبادت بن جائے جو کہ انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے اس کے لیے ضروری تھا کمانے اور خرچ کرنے میں انسان کی نیتیں درست ہوں غلط نیتیں نہ ہوں، چنانچہ کمانے اور خرچ کرنے میں کیا کیا نیتیں ہوسکتی ہیں اور کن کن نیتوں سے بچنا ضروری ہے ان کی وضاحت بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں کی گئی ہے۔

(5) جامعیت: جس عنوان کی وضاحت کے لیے فضائل اور مسائل ذکر کیے گئے تو جامعیت کے اعتبار سے کوشش یہ کی گئی کہ قرآن کریم، صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث سے اس عنوان سے متعلق کوئی حدیث، مسائل میں کوئی ضروری مسئلہ رہ نہ جائے۔ چنانچہ جہاں کمانے اور خرچ کرنے سے متعلق نیتوں کا ذکر کیا تو مال کمانے اور خرچ کرنے سے متعلق قرآن وحدیث میں ہمیں جتنی اچھی بری نیتیں مل سکیں ان سب کو ذکر کیا گیا۔ (دیکھیں ص: 71 تا 94 اور 333 تا 351)

- خرید وفروخت ملازمت کرتے وقت یعنی مال کماتے وقت اسی طرح مال خرچ کرنے کے اعتبار سے بندوں کے کیا کیا حقوق لازم ہوتے ہیں جہاں ان کا ذکر آیا تو ان کی وضاحت کرتے وقت ان حقوق کی ادائیگی پر آمادہ کرنے کے اور حق تلفی سے روکنے کے لیے جتنے فضائل، وعیدوں کا جمع کرنا ہم سے ممکن ہوسکا اپنی بساط کے مطابق ان کو جمع کردیا۔
- اسی طرح ناحق کسی کا مال ہتھیانے کی جتنی شکلیں ہیں ان کا ذکر کرتے وقت قرآن وحدیث میں اس سے روکنے کے لیے جتنی آیات واحادیث مل سکیں ان سب کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی۔
- اسی طرح مسائل میں بھی جامعیت کی کوشش کی گئی صرف ایک مثال عرض کی جاتی ہے گاہک کے حقوق سمجھاتے وقت جب گاہک کا یہ حق ذکر کیا گیا کہ گاہک کے ساتھ غلط بیانی نہیں کرنی چاہیے اور اس سے متعلق مسائل ذکر کیے گئے تو

(1) ملکیت میں غلط بیانی کرنے کے احکام (خیار استحقاق)

(2) ضرورت میں غلط بیانی کے احکام

(3) جنس میں غلط بیانی کے احکام

(4) صفات میں غلط بیانی کے احکام (خیار وصف)

(5) قیمت میں غلط بیانی کے احکام (خیار مغبون)

(6) مقدار میں غلط بیانی کرنے کے احکام (بیع جزاف) سب کو تفصیل کے ساتھ لکھا گیا۔ (دیکھیں ص: 444 تا 451)

پھر مسائل میں جزئیات زیادہ ذکر کرنے کے بجائے ہر مقام پر اصول ذکر کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ بات سمجھ بھی اچھی طرح آئے اور کتاب سے صرف وہ مسائل ہی حل نہ ہوں جن کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں بلکہ آئندہ پیش آنے والے مسائل

بھی ان اصولوں کی روشنی میں سمجھنا آسان ہوجائیں۔ مثلاً دیکھیں مضر اشیاء کی خرید وفروخت کے احکام، ص:476

(6) مروجہ شکلیں: خرید وفروخت ملازمت وغیرہ میں بندوں پر بندوں کے جو حقوق لازم ہوتے ہیں ان حقوق سے متعلق صرف قرآن وحدیث سے فضائل اور مسائل بیان کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان حقوق میں حق تلفیوں کی جو شکلیں مارکیٹ میں یا اداروں میں رائج ہیں ان کی بھی نشاندہی اور وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے لیے تاجروں سے معلومات بھی لی گئیں، سروے بھی کیے گئے۔

(7) آسان اور متعارف اسلوب: اس بات کی کوشش کی گئی کہ کتاب انتہائی آسان اور سہل اسلوب میں ہو کہ ایک ریڑی والے سے لیکر فیکٹری والے تک کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے تمام مالی معاملات سے متعلق فقہ میں جتنی راہنمائی روایتی اور کتابی انداز میں موجود تھی اسے ''حقوق'' کے عنوان سے جو لوگوں میں متعارف ہے، سمجھایا گیا ہے مثلاً مالی معاملات سے متعلق تمام آسمانی تعلیمات کو اس طرح آسان اسلوب میں سمجھایا گیا کہ جب آپ کماتے ہیں تو

(1) کچھ حقوق اللہ تعالیٰ کے آپ کے ذمہ لازم ہوتے ہیں۔

(2) کچھ حقوق بندوں کے آپ کے اوپر لازم اور عائد ہوتے ہیں۔

(3) اور کچھ آپ کی ذاتی پریشانیاں اور مسائل ہوتے ہیں۔

اب کمانے اور خرچ کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا ہوجائیں، بندوں کے بھی ادا ہوجائیں، ذاتی معاشی پریشانیاں بھی حل ہوجائیں اس کے لیے ہر کمانے اور خرچ کرنے والے پر لازم اور ضروری ہے کہ شریعت ان تینوں باتوں میں جو راہنمائی کرتی ہے انسان کو اس کا پتہ ہو۔ اس کو سیکھے، عمل کرے، آگے سکھائے اسی مقصد کے لیے فہم معیشت کورسز کا یہ سلسلہ ہے۔ پہلی کتاب بندوں کے حقوق کی آگاہی سے متعلق **''مالی معاملات اور خلاقی تعلیمات''** ہے، زندگی رہی تو ان شاء اللہ دوسری کتاب اللہ تعالیٰ کے حقوق کی آگاہی سے متعلق **''مالی معاملات اور شرعی تعلیمات''** اور تیسری کتاب ذاتی معاشی پریشانیوں کے حل سے متعلق **''آپ کی معاشی پریشانیاں اور ان کا حل''** ہوگی۔

الغرض فقہ میں کتاب البیوع اور قرآن وحدیث میں مالی معاملات سے متعلق جتنی ہدایات تھیں اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے، بندوں کے کیا حقوق ہیں، ذاتی پریشانیوں کا کیا حل ہے، کے آسان اور ہر ایک کو جلد سمجھ آنے والے عنوان کے تحت ذکر کردیا **''فللّٰہ الحمد و لہ الشکر''**۔

- بلکہ مالی معاملات کی تمام آسمانی تعلیمات کو حقوق کے عنوان کے تحت ذکر کرنے کا مزید یہ فائدہ بھی ہے کہ آج مغرب جو حقوق، حقوق کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے اور مغرب زدہ ذہنیتیں اس سے متاثر ہوجاتی ہیں اور انہیں حقوق کا علمبردار سمجھتی ہیں انہیں:

1) معاشی نظام میں بھی اسلام کے بتائے ہوئے حقوق کا تعارف ہو اور انہیں یہ پتہ چلے کہ ہم مسلمان یہاں بھی الحمدللہ

خود کفیل ہیں۔ کیونکہ ہم مذہب کو اور انبیاء کرامؑ کو ماننے والے ہیں اور انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی بندوں کو رب کے اور رب کی مخلوق کے حقوق کا تعارف کرانا ہے۔ (باقی چیزوں میں کیا خاصیتیں ہیں وہ تو انسان عقل تجربہ مشاہدے سے بھی معلوم کرسکتا ہے) جن انبیاء کی تعلیمات میں جانوروں تک کے حقوق بتائے گئے ہوں کیسے ممکن ہے کہ کمانا اور خرچ کرنا جو انسان کی بنیادی ضرورت ہے اس سے متعلق حقوق نہ بتائے گئے ہوں۔

2) نیز یہ بات بھی ان کے علم میں آئے کہ مغرب کا یہ تصور کہ میگنا کارٹا (MAGNA -KARTA) (یعنی بنیادی حقوق کی وہ دستاویز جو تیرہویں صدی میں برطانیہ کے بادشاہ جان دوم نے تیار کی تھی) سے پہلے انسانوں کے بنیادی حقوق کا کوئی تحفظ نہیں تھا ہم نے یہ حقوق انسانوں کو فراہم کیے ہیں یہ سب غلط ہے، میگنا کارٹا ہو یا اس کی وضاحتیں (جو امریکہ کے اعلان آزادی میں ہیں) ان سے بہت پہلے رحمۃ للعالمین ﷺ حجۃ الوداع میں انسانی حقوق کو بہت جامع اور واضح انداز میں بتلا چکے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مغرب نے انسانی حقوق کی بنیادی باتیں وہیں سے چرائی ہیں۔

(ملخص ''اسلام اور سیاسی نظریات'' از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب:117)

3) نیز یہ بات بھی ان کے علم میں آئے کہ انسانی معاشی حقوق کے لیے جو قوانین انسانوں نے بنائے ہیں وہ ناقص ہیں جو قوانین اللہ نے بنائے ہیں وہ کامل ہیں کیونکہ اللہ تعالی کا علم محیط ہے، اس کی رحمت کامل ہے، اس کی قدرت لامحدود ہے وہ ہر قسم کی جانبداری سے پاک ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے بنائے ہوئے معاشی قانون بھی ہر حیثیت سے کامل ہوں گے عادلانہ ومنصفانہ ہوں گے، آسان ہوں گے اور ہر فرد کے لیے قابل عمل ہوں گے۔

4) نیز یہ بات بھی پتہ چلے کہ مغرب جب حق کی بات کرتا ہے تو وہ لوگوں کو حق کا مطالبہ سکھا کر لڑواتا ہے اور آسمانی تعلیمات میں جب حق بتائے جاتے ہیں تو سارا زور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی اور اپنے حقوق میں ایثار کی ترغیب پر ہوتا ہے۔

5) یہ ساری وضاحتیں اس لیے ضروری ہیں تاکہ مسلمان معاشی حقوق کو متعین کرنے اور اس کے دائرہ کار، حدود وقیود کی تعیین میں انسانوں کے خالق کے بتائے ہوئے قوانین کو چھوڑ کو انسانی فلسفوں اور قانون کی پیروی کرنے یا قوانین الہی پر ترجیح دینے سے اجتناب کریں۔

● پھر مسائل کو آسان اور سہل کرنے کے لیے جابجا مسائل کو نقشوں کی مدد سے سمجھایا گیا ہے۔

(8) باحوالہ: یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ فضائل ہوں یا مسائل ہر بات مستند و باحوالہ ہو (الحمدللہ 1338 حوالہ جات ہیں اور آیات قرآنیہ اس کے علاوہ ہیں) تاکہ پڑھانے والے علماء کرام کو کہیں خلجان ہو تو اصل حوالہ کی مراجعت سے اطمینان کرسکیں، مزید وضاحت مطلوب ہو تو حوالوں کی مدد سے اصل مرجع اور ماخذ سے وہ بھی بآسانی حاصل کرسکیں۔

● پھر حوالے میں صرف ایک کتاب کے حوالے پر اکتفا نہیں کیا گیا حدیث کے حوالے کے لیے **جامع الاصول** کا حوالہ دیا گیا جس کے ضمن میں صحاح ستہ کے حوالے آ گئے اور مسائل کے حولہ کے لیے **الموسوعة الفقهية الكويتية** اس کے

ساتھ شرح المجلۃ عربی اردو فتاویٰ کے حوالوں کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔
حوالوں کو درمیان کتاب میں ذکر نہیں کیا بلکہ وہاں صرف نمبر دیے گئے ہیں تاکہ عام قاری حوالوں کی کثرت سے پریشان نہ ہو۔
(9) مشقیں: ہر مضمون کے آخر میں مشقیں اور سوالات بھی ہیں تاکہ پڑھنے پڑھانے والوں کے لیے یہ معلوم کرنا اور جائزہ لینا آسان ہو جائے کہ جو کچھ پڑھا پڑھایا گیا ہے، اسے سمجھ بھی لیا ہے یا نہیں۔
(10) اجتماعی کاوش: پھر یہ کتاب صرف انفرادی کاوش نہیں متخصصین علماء اور جید مفتی حضرات کی نگاہوں سے کئی بار گزری ہے اور جا بجا ان کے مشوروں اور تجاویز سے اس میں فائدہ اٹھایا گیا ہے، کئی مقامات کے حل کے لیے بڑے بڑے دارالافتاء سے فتوے بھی لیے گئے۔
(11) یہ کتاب کئی مرتبہ علماء اور عوام کو پڑھائی گئی اس کے بعد اس کے چھپنے کی نوبت آئی۔

❑ کتاب کی ترتیب

کتاب کے چھوٹے بڑے تمام عنوانات کو کتاب، باب اور فصل کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔ تین بڑے عنوانات ہیں: جن کو کتاب 1، کتاب 2 اور کتاب 3 کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

- **کتاب نمبر 1:** شرعی اخلاقی پابندیاں، ضرورت، اہمیت خدشات اور سوالات کا ذکر ہے، اس کے تحت دو باب ہیں۔

باب: 1 کمائی میں شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر چلنا کیوں ضروری ہے اور اس کے تحت تین فصلیں ہیں۔
فصل: 1 معاشی بحران اور فساد کا سبب ''حرص''
فصل: 2 بے لگام حرص کے برے نتائج
فصل: 3 پابندیوں میں رہ کر کمانے کے فوائد

باب: 2 کمانے میں شرعی اخلاقی پابندیوں سے متعلق خدشات/سوالات۔ اس کے تحت بھی تین فصلیں ہیں۔
فصل: 1 سیکھنے سے متعلق خدشات، سوالات
فصل: 2 عمل کرنے سے متعلق خدشات، سوالات
فصل: 3 سکھانے سے متعلق خدشات، سوالات

- **کتاب نمبر 2:** میں اخلاقی پابندیاں، وضاحت تفصیلات ہیں اس کے تحت کل تین باب ہیں۔

باب: 1 کیوں کمانا ہے اور اس کے تحت چار فصلیں ہیں۔
فصل: 1 کمانے میں اچھی نیتیں
فصل: 2 اچھی نیتوں کے فوائد

فصل:3 کمانے میں بُری نیتیں

فصل:4 بُری نیتوں کے نقصانات

باب:2 کیسے کمانا ہے اور اس کے تحت تین فصلیں

فصل:1 میں جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنے کا بیان ہے

فصل:2 میں ناحق کسی کا مال ہتھیا لینے کا ذکر ہے

فصل:3 میں معاملات میں احسان وایثار کے فضائل اور شکلوں کا بیان ہے

باب:3 کیوں خرچ کرنا ہے اور اس کے تحت دو فصلیں ہیں۔

فصل:1 خرچ کرنے میں اچھی نیتیں

فصل:2 خرچ کرنے میں بُری نیتیں

باب:4 کیسے خرچ کرنا ہے، اس کے تحت تین فصلیں ہیں۔

فصل:1 خرچ کرنے کے فضائل، بخل کی مزمت

فصل:2 خرچ کرنے میں ظلم اور عدل کی شکلیں

فصل:3 خرچ کرنے میں احسان کی شکلیں

- **کتاب نمبر3:** حصہ مسائل ہے جس میں مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔

❑ کتاب سے استفادہ کے طریقے

- پہلا طریقہ:

باقاعدہ مکمل کتاب کی تدریس ہو اور یہ سب سے بہتر اور اعلی شکل ہے (تفصیل کے لیے دیکھیں، ص:51)

(1) کون پڑھائے؟: اس کتاب میں قرآن وحدیث اور فقہ کے مسائل ہیں لہٰذا علماء ہی اسے پڑھائیں۔

(2) کہاں پڑھائے؟: مسجد میں، تجارتی مراکز میں، اداروں میں، جہاں بھی ممکن ہو وہاں پڑھائیں۔

(3) کب پڑھائے؟: جن ایام میں، جن اوقات میں مجمع کو سہولت ہو مجمع زیادہ سے زیادہ آسکے ان ایام میں ان اوقات میں پڑھایا جائے خواہ وہ ہفتہ اتوار ہو یا کوئی اور چھٹی کے ایام، یا روزانہ کام کے ایام میں کوئی سہولت کا وقت ہو۔

(4) کس کو پڑھائے؟: چونکہ ہر شخص کماتا بھی ہے اور خرچ بھی کرتا ہے لہٰذا ہر طبقہ کے ہر فرد کو پڑھایا جائے۔

(5) کیسے پڑھائے؟

1) دورانیہ کتنا ہو: دورانیہ آدھا گھنٹہ ایک گھنٹہ دو گھنٹے حسب سہولت ورغبت ہو سکتے ہیں۔ البتہ کل گھنٹے 20 ہوں گے۔

2) اوقات کی تقسیم کیا ہو:

سبق کے اوقات کو پانچ حصوں میں تقسیم کریں

1. کارگزاری: گزشتہ نشست میں جو کچھ پڑھایا گیا یا جو تشکیلیں کی گئیں کچھ دیر ان کی کارگزاری ہو

2. ترغیب: صرف مسائل کا بتا دینا کافی نہیں، بلکہ مسائل پر عمل کرنے کے لیے طبیعتیں آمادہ ہو جائیں یہ بھی ضروری ہے۔ لہٰذا پورے کورس کی ہر نشست میں کچھ وقت ترغیب ضروری ہے، شروع کتاب سے صفحہ 110 تک یہ ترغیبی مواد موجود ہے پانچ، دس منٹ اس میں سے تھوڑا تھوڑا پڑھا دیا جائے۔ جب یہ ختم ہو جائے تو پھر خرچ کرنے کے فضائل اور بخل کی مذمت کتاب 2 باب 4 کی پہلی فصل صفحہ 352 تا 401 پڑھایا جائے۔ اگر حقوق اور ان کے مسائل ابھی باقی ہوں اور ترغیبی حصہ ختم ہو جائے ''توعلم الٰہی اور علم انسانی خوبیاں خامیاں'' کے عنوان سے ترغیب دی جائے اس کے لیے بندہ کی کتاب ''علم دین کن سے سیکھیں'' سے راہنمائی لی جاسکتی ہے۔

3. حقوق اور ان کے مسائل: پانچ دس منٹ کی ترغیب کے بعد کتاب: 2 کے باب: 2 سے حقوق اور کتاب: 3 حصہ مسائل سے ان حقوق سے متعلق مسائل ساتھ ساتھ پڑھائے جائیں۔

4. سوالات کے جوابات: گزشتہ نشست میں شرکاء سے جو تحریری سوالات وصول کیے گئے تھے ان کے جوابات دیے جائیں، پیچیدہ مسائل اگر دارالافتاء بھیجے گئے ہوں یا وہ مسائل زیر غور ہوں تو شرکاء کو اُن کا بتا دیا جائے اور نئے سوالات وصول کر لیے جائیں۔

5. مشورہ ودعاء: آخر میں شرکاء کا آپس میں مشورہ ہو جس میں شرکاء اس بات کو سوچیں (1) جو کچھ پڑھایا گیا اداروں میں مارکیٹوں میں یہ کیسے عمل میں آجائے اپنے اپنے دائرہ اختیار میں کس طرح اس کا نفاذ ہو جائے۔ (2) یہ جو کورس چل رہا ہے اس میں مزید بہتری اور ترقی کی کیا کیا شکلیں ہو سکتی ہیں، اس کو بھی مشورہ میں سوچا جائے۔ (3) کمانے خرچ کرنے سے متعلق جو دین ہے اس کے سیکھنے سکھانے کے یہ حلقے مزید دیگر جگہوں میں بھی کیسے شروع ہو جائیں اس کو بھی سوچا جائے۔ پھر مشورہ کے بعد آخر میں دعا کرائی جائے۔

- دوسرا طریقہ:

منتخب ابواب کی تدریس: اگر کوئی ادارہ تدریس کے لیے زیادہ وقت نہ نکال سکتا ہو لیکن وہ اپنے اور عملہ میں احساس ذمہ داری، دیانت داری پیدا کرنا چاہتا اور اپنے ادارہ کو کرپشن اور بدعنوانی سے پاک کرنا چاہتا ہو تو

ملازمین کو مالکان کے اور کاروباری پڑوسی کے حقوق مزید وقت ہو تو خریدار گاہک اور اہل شہر کے حقوق کا حصہ ترغیب سمیت پڑھا دیئے جائیں۔

اور مالکان کو ملازمین کے حقوق، شریک (پارٹنر) کے حقوق مزید وقت ہو تو خریدار، گاہک اور اہل شہر کے حقوق حصہ ترغیب کے ساتھ پڑھا دیئے جائیں۔

- تیسرا طریقہ:

کتاب کے مضامین سننا: اگر تدریساً کتاب پڑھانے کی ترتیب قائم نہ ہو سکے تو مختلف مواقع میں وقت اور مجمع کی مناسبت سے کتاب کے مضامین بیان کر دیے جائیں۔ مثلاً

- جمعہ کے بیانات میں گزشتہ ترتیب پر کتاب کے مضامین بیان کر دیے جائیں
- یا ہفتہ واری بیانات میں
- ائمہ کرام روزانہ کسی نماز کے بعد
- یا کسی خاص موقع پر جیسے یکم مئی کے موقع پر ملازمین کے حقوق بیان کر دیے جائیں
- یا رمضان کے مہینے میں کسی نماز کے بعد اس کتاب کے مضامین بیان کر دیے جائیں

- چوتھا طریقہ

انفرادی مطالعہ: اگر کوئی شخص کتاب سے از خود استفادہ کرنا چاہتا ہو تو وہ انفرادی طور پر بھی اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ البتہ کتاب: 3 حصہ مسائل میں کوئی بات سمجھ نہ آئے تو اس کو معتمد اور مستند علماء اور مفتیان کرام سے ضرور معلوم کر لیا جائے۔

- جن حضرات کا معیشت اور مالیات سے پڑھنے، پڑھانے کا تعلق ہے وہ اپنے مطالعہ میں رکھ سکتے ہیں۔

❑ اہم گزارش

کرپشن اور بدعنوانی کے نوحے کرنے اور اس پر رونے پیٹنے اور تبصرہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ مالی معاملات اور اخلاق تعلیمات کو مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کا انتخاب کر کے لوگوں کو پڑھایا جائے، سکھایا جائے، سنایا جائے، اپنے دائرہ اختیار میں اس کو نافذ کیا جائے تاکہ معاشرے میں حقوق کی ادائیگی، احساس جوابدہی کا جذبہ پیدا ہو، کرپشن اور بدعنوانی کا خاتمہ ہو۔

شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی شمع خود ہی جلاتے جاتے

منیر احمد
استاذ: جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ

فہم معیشت کورس

لیول 1: مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات

لیول 2: مالی معاملات اور شرعی تعلیمات

لیول 3: آپ کی معاشی پریشانیاں اور اُن کا حل

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

لیول 1: مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات

- **کتاب: 1 شرعی اخلاقی پابندیاں** — ضرورت، اہمیت، خدشات اور سوالات
  - **باب: 1 کمائی میں شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر چلنا کیوں ضروری ہے؟**
    - فصل: 1 معاشی بحران اور فساد کا سبب ''حرص''
    - فصل: 2 بے لگام حرص کے برے نتائج
    - فصل: 3 پابندیوں میں رہ کر کمانے کے فوائد
  - **باب: 2 کمانے میں شرعی اخلاق پابندیوں سے متعلق خدشات/سوالات**
    - فصل: 1 سیکھنے سے متعلق خدشات، سوالات
    - فصل: 2 عمل کرنے سے متعلق خدشات، سوالات
    - فصل: 3 سکھانے سے متعلق خدشات، سوالات
- **کتاب: 2 اخلاقی پابندیاں، وضاحت، تفصیلات**
  - نیت کی درستگی
    - **باب: 1 کیوں کمانا ہے**
      - فصل: 1 کمانے میں اچھی نیتیں
      - فصل: 2 اچھی نیتوں کے فوائد
      - فصل: 3 کمانے میں بری نیتیں
    - **باب: 3 کیوں خرچ کرنا ہے**
      - فصل: 1 خرچ کرنے میں اچھی نیتیں
      - فصل: 2 خرچ کرنے میں بری نیتیں
      - فصل: 4 بری نیتوں کے نقصانات
  - طریقہ کی درستگی
    - **باب: 2 کیسے کمانا ہے، معاملات کی اقسام واحکام اور معاملات کی شکلیں**
      - ظلم وعدل کی شکلیں
        - فصل: 1 جو حقوق ذمہ لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا
          - گاہک کے حقوق
          - فروخت کنندہ کے حقوق
          - اہل شہر کے حقوق
          - مالکان کے حقوق
          - ملازمین کے حقوق
          - شریک کے حقوق
          - کاروباری پڑوسی کے حقوق
          - رشتہ داروں کے حقوق
          - اپنی ذات کے حقوق
        - فصل: 2 ناحق کسی کا مال ہتھیا لینا
          - غصب
          - چوری
          - سود
          - جوا
      - فصل: 3 معاملات میں احسان وایثار
        - معاملات میں احسان وایثار کے فضائل
        - معاملات میں احسان وایثار کی شکلیں
    - **باب: 4 کیسے خرچ کرنا ہے**
      - فصل: 1 خرچ کرنے کے فضائل، بخل کی مزمت
      - فصل: 2 خرچ کرنے میں ظلم اور عدل کی شکلیں
      - فصل: 3 خرچ کرنے میں احسان کی شکلیں
- **کتاب: 3 مسائل**

کتاب:۔1

شرعی اخلاقی پابندیاں، ضرورت، اہمیت، خدشات وسوالات

باب:1 کمائی میں شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر چلنا کیوں ضروری ہے؟
باب:2 کمانے میں شرعی اخلاقی پابندیوں سے متعلق خدشات/سوالات

باب:۔1

کمائی میں شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر چلنا کیوں ضروری ہے؟

(1) معاشی بحران اور فساد کا بنیادی سبب ’’بے لگام حرص‘‘

(2) بے لگام حرص کے بُرے نتائج (3) شرعی اخلاقی پابندیوں میں رہ کر کمانے کے فوائد

فصل:۔1

معاشی بحران اور فساد کا بنیادی سبب ’’بے لگام حرص‘‘

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ موجودہ معاشی بحران (بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں اور اداروں کا بند ہوجانا) اور فساد (لوٹ، کھسوٹ، دھوکہ، خیانت اور کرپشن) کا بنیادی سبب کیا ہے؟

جواب: ایک حدیث میں آتا ہے:

مَا ذِئبَانِ جَائِعَانِ أُرسِلاَ فِی غَنَمٍ بِأَفسَدَ لَهَا مِن حِرصِ المَرءِ عَلَی المَالِ وَالشَّرَفِ لِدِینِهِ۔(1/1)

دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ انسان کی حرص جاہ و دولت پر دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو بھوکے بھڑیوں کو اگر ایک ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے تو وہ بھی اس ریوڑ کو اس طرح تباہ نہیں کرتے جس طرح کہ ایک انسان کی بے لگام حرص (حب جاہ، حب مال) انسانی معاشرے کو تباہ و برباد کرتی ہے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

اتَّقُوا الظُّلمَ فَإِنَّ الظُّلمَ ظُلُمَاتٌ یومَ القِیَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهلَکَ مَن کَانَ قَبلَکُم حَمَلَهُم عَلَی أَن سَفَکُوا دِمَائَهُم وَاستَحَلُّوا مَحَارِمَهُم۔(1/2)

تم ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی شکل میں ظاہر ہوگا (جس کی وجہ سے راستہ

نہیں مل سکے گا، اور طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا) اور تم شدید بخل (اور مال کی حرص) سے بچو، کیونکہ بخل تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے، شدید بخل نے ان کو آپس میں خونریزی پر ابھارا، اور انہوں نے اس کی وجہ سے حرام کاموں کو حلال کرلیا۔

فائدہ: شدید بخل کے نتیجہ میں انسان دوسرے کے مال پر ناحق قبضہ جماتا ہے، چوری کرتا ہے اور ڈاکہ زنی وغیرہ جیسے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، جس کی وجہ سے خونریزی پیدا ہوتی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ صدقہ وخیرات کا اہتمام کیا جائے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

ثَلَاثٌ مُهلِكَاتٌ: شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَإِعجَابُ المَرءِ بِنَفسِهِ مِنَ الخُيَلَاءِ وَثَلَاثٌ مُنجِيَاتٌ: العَدلُ فِى الرِّضَا وَالغَضَبِ وَالقَصدُ فِى الغِنَى وَالفَاقَةِ وَمَخَافَةُ اللهِ فِى السِّرِّ وَالعَلَانِيَةِ۔ (1/3)

تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں، ایک تو ایسا شدید بخل (اور مال کی حرص) جس کی پیروی کی جائے، دوسرے ایسی خواہش کہ جس کی اتباع کی جائے، اور تیسرے آدمی کا اپنے آپ کو بڑائی کی وجہ سے عجب میں مبتلا کرنا۔

اور تین چیزیں نجات دلانے والی ہیں، ایک رضا اور ناراضگی (یعنی خوشی اور غصہ) کی حالت میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنا، دوسرے مالداری اور فاقہ کے وقت میانہ روی (اور اعتدال کو) اختیار کرنا، تیسرے خفیہ اور علانیہ ہر حالت میں اللہ سے ڈرنا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ شدید بخل اور مال کی حرص جس کی انسان پیروی کرے اور ناحق مال بٹورے انسان کو ہلاک کرنے والی چیزوں میں داخل ہے، جس سے دنیا میں بھی فساد پیدا ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب شدید ہے۔ **(1/4)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

أَوَّلُ صَلَاحِ هَذِهِ الأُمَّةِ بِاليَقِينِ وَالزُّهدِ وَأَوَّلُ فَسَادِهَا بِالبُخلِ وَالأَمَلِ۔ (1/5)

اس امت کی پہلی اصلاح یقین اور آخرت کی محبت (اور دنیا سے بے رغبتی) ہے اور اس امت کا پہلا فساد بخل اور حرص (اور دنیا کے بارے میں لمبی امنگیں قائم کرنے) سے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بخل اور مال کی محبت اور حرص اس امت کے فساد کی اولین ترین چیزوں میں سے ہے۔ **(1/6)**

سوال: ماہرین معیشت کی نگاہ میں موجودہ عالمی معاشی بحران کا بنیادی سبب کیا ہے؟

جواب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنی کتاب ''موجودہ عالمی معاشی بحران اور اسلامی تعلیمات'' میں تحریر فرماتے ہیں:

● عالمی معاشی بحران

’’پچھلے دوسال میں پوری دنیا ایک معاشی اور مالیاتی بحران کا شکار ہوئی ہے جس میں بڑے بڑے بینک دیوالیہ ہوگئے۔ سالہا سال سے غیر معمولی نفع کماتی ہوئی عالمی شہرت رکھنے والی کمپنیاں قلاش ہوکر بند ہوگئیں، دوسری کمپنیوں کے حصص کے دام ایک دم سے اتنے کم ہوگئے کہ لوگ بیٹھے بیٹھے اپنی دولت کا بہت بڑا حصہ گنوا بیٹھے۔ اگرچہ بحران کی ابتدا امریکہ سے ہوئی تھی، لیکن اُس کے اثرات پوری دنیا پر پڑے ہیں، اور تجارتی کساد بازاری نے ہر ملک میں مشکلات پیدا کردی ہیں۔

● بحران سے سبق لیتے ہوئے نظام میں تبدیلی کی تلاش

اس بحران کے اسباب اور علاج پر دنیا بھر کے معاشی ماہرین تبصرے کر رہے ہیں ’’ورلڈ اکنامک فورم‘‘ جس کا مرکز سوئٹزرلینڈ میں ہے اس وقت معیشت کے معاملات میں دنیا کا سب سے بڑا اور باوقار فکری ادارہ سمجھا جاتا ہے جو ہر سال جنوری میں اپنا ایک بڑا اجلاس سوئٹزرلینڈ کے شہر ڈیوس میں منعقد کرتا ہے، اور اس میں سربراہان مملکت، وزرائے خزانہ، دنیا بھر کے پالیسی ساز اداروں اور بڑی بڑی کمپنیوں کے سربراہ شریک ہوتے ہیں۔

جنوری 2010ء میں اس فورم کا جو اجلاس منعقد ہوا، اُس کا بنیادی موضوع یہ تھا کہ موجودہ معاشی بحران سے سبق لیتے ہوئے دنیا کے معاشی نظام میں کن تبدیلیوں کے ضرورت ہے۔ اور اس میں دنیا بھر سے تقریباً ڈھائی ہزار ماہرین شریک ہوئے۔ اس اجلاس کے انعقاد سے پہلے اُس کے چیئرمین کی طرف سے مجھے دعوت دی گئی تھی کہ میں نہ صرف اس اجلاس میں شرکت کروں، بلکہ اجلاس سے پہلے ایک مقالے میں یہ بتانے کی کوشش کروں کہ موجودہ معاشی نظام میں مذہبی اقدار اور اصولوں کی روشنی میں کیا خامیاں ہیں، اور انہیں ان اقدار اور اصولوں کے تحت کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟

● بحران کا حل کہاں ملے گا؟

میرے خیال میں اسلام کے معاشی احکام کو دنیا تک پہنچانے کا یہ اچھا موقع تھا، کیونکہ اس بحران کے اسباب کا دقت نظر سے جائزہ لیا جائے تو یہ تمام تر اُن معاملات کا نتیجہ ہے جن پر اسلام نے روزِ اول سے پابندی لگائی ہوئی ہے۔ اگر معیشت و تجارت اسلام کے زرّیں احکام کی پابند ہوتی تو اس قسم کے بحران کبھی رونما نہیں ہوسکتے تھے۔ اس لیے میں بذاتِ خود اس موضوع پر لکھنا چاہتا تھا ورلڈ اکنامک فورم کی اس دعوت نے اس خیال کو مزید تقویت پہنچائی۔ اس پس منظر میں، میں نے یہ مقالہ انگریزی میں تحریر کر کے بھیجا جسے ورلڈ اکنامک فورم نے نے اپنی ویب سائٹ پر درج کیا، اور اُس کا خلاصہ اپنی ایک رپورٹ میں شائع کر کے اپنے سالانہ اجلاس کے دوران ایک پریس کانفرنس میں اُس کی رونمائی کی، اور اسی دوران مجھے بھی مغربی حلقوں کے سامنے مقالے کے اہم نکات واضح کرنے کا موقع ملا۔ اصل مقالہ میری اپنی ویب سائٹ پر بھی موجود ہے، اور جن حضرات نے اُسے پڑھا ہے، ان کی طرف سے تجویز پیش کی گئی ہے کہ اس کا ترجمہ

اردو اور عربی دونوں زبانوں میں ہونا چاہیے۔ ریاض کا ایک اخبار اس کا عربی ترجمہ کر رہا ہے، اور اردو ترجمہ کی ذمہ داری عزیز گرامی مولانا حسان کلیم صاحب نے لی، اور بفضلہٖ تعالیٰ چند ہی دنوں میں ماشاءاللہ بڑی قابلیت کے ساتھ ترجمہ مکمل کر لیا جو اب میری نظرثانی کے بعد شائع ہو رہا ہے۔

اس مضمون میں جو باتیں پیش کر رہا ہوں، بہت ممکن ہے کہ وہ جدید معاشی افکار سے مغلوب ماحول میں بہت زیادہ انقلابی محسوس ہوں لیکن ہمارا موجودہ نظام جس کے بارے میں تجربات نے پوری طرح ثابت کر دیا ہے کہ وہ خامیوں سے پُر ہے اگر ہم اُس میں کوئی ہمہ گیر اصلاح لانا چاہتے ہیں، تو پھر ہمیں انقلابی تبدیلی کی کسی تجویز سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے، بشرطیکہ وہ درست اور مضبوط دلائل پر مبنی ہو۔ موجودہ معاشی بحران چونکہ عالمگیر نوعیت کا ہے، اس لیے اس کا تقاضا ہی یہ ہے کہ موجودہ مالیاتی نظام میں ہمہ گیر تبدیلیاں لائی جائیں۔ ایسے عالمی بحران کے حل کے لیے محض معمولی رفوگری کارآمد نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ہمیں اپنے معاشی نظام کی اوور ہالنگ کی ضرورت ہے، ایسی اوور ہالنگ جو درست اقدار اور اصولوں کی بنیاد پر اُس کی ازسرِنو تشکیل کرے، جس سے ایک ایسا نظام وجود میں آئے جو ایک طرف منصفانہ ہو، اور دوسری طرف اتنا متوازن ہو کہ وہ آئے دن کے جھٹکوں سے محفوظ رہنے کی ذاتی صلاحیت رکھتا ہو۔

اس فورم میں یہ انقلابی تجاویز پیش کرنے کے لیے میری ہمت افزائی ولڈ اکنامک فورم کے چیئرمین کے اُس گراں قدر تبصرے سے ہوئی ہے جو انہوں نے اسی فورم کے گزشتہ اجلاس میں کیا تھا، خاص طور پر ان کے یہ الفاظ بہت اہمیت رکھتے ہیں کہ:

”آج ہم ایک انتہائی نقطہ تک پہنچ چکے ہیں جس کے بعد ہمارے لیے صرف یہی راستہ رہ جاتا ہے
کہ یا تو تبدیلی کریں، یا پھر زوالِ مسلسل اور مصائب کا سامنا کریں“

علامہ اقبالؒ مرحوم نے فرمایا:

دیار مغرب کے رہنے والوں خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

خلاصہ یہ کہ ہمیں ایسی اقدار اور ایسے اصولوں کی ضرورت ہے جو ہمارے موجودہ معاشی ڈھانچے میں موجود ان بنیادی خامیوں کا ازالہ کرسکیں۔ **(2)**

فصل:۔2

بے لگام حرص کے بُرے نتائج اور نقصانات

(1) سخت دلی بے رحمی (2) معاشرہ/سوسائٹی کی امن وامان سے محرومی
(3) عمومی عذاب الٰہی (4) مال ودولت کے باوجود سکون سے محرومی
(5) مال ودولت کے باوجود ہمیشہ کی محتاجی اور فقر (6) حرام کی نحوستوں اور آفتوں میں گرفتاری

سوال: شرعی، اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہوکر کمانے کے کیا کیا نقصانات ہیں؟

جواب: شرعی، اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہوکر کمانے کے نقصانات درج ذیل ہیں:

(1) بے لگام حرص کا پہلا نقصان: سخت دلی، بے رحمی

انسانیت، شرافت، عدل اور رحم دلی کے جتنے اقدار ہیں وہ سب بے لگام حرص کے نیچے دب کر دم توڑ دیتے ہیں پھر انسان مال کمانے کی محبت میں اندھا بے رحم بھیڑیا بن کر ہر ایک پر ظلم کرتا ہے اور حق تلفیاں کرتا ہے، اسے نہ کمزوروں پر رحم آتا ہے نہ رشتہ داری کا پاس ہوتا ہے۔(3)

قرآن کریم میں ہے:

كَلَّا بَل لَّا تُكرِمُونَ اليَتِيمَ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ المِسكِينِ وَتَأكُلُونَ التُّرَاثَ أَكلًا لَّمًّا وَتُحِبُّونَ المَالَ حُبًّا جَمًّا۔

ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے اور میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔(الفجر:20-17)

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِيَّاكُم وَالشُّحَّ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَن كَانَ قَبلَكُم بِالشُّحِّ أَمَرَهُم بِالبُخلِ فَبَخِلُوا وَأَمَرَهُم بِالقَطِيعَةِ فَقَطَعُوا وَأَمَرَهُم بِالفُجُورِ فَفَجَرُوا۔(4)

حرص وطمع سے بچو کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی حرص سے تباہ ہوئیں، اسی نے ان کو بخل کرنے کے کو کہا تو انہوں نے بخل اختیار کیا اسی نے ان کو قطع رحمی یعنی حقوق قرابت کی پامالی کے لیے کہا تو انہوں نے قطع رحمی اختیار کی، اسی نے ان کو بدکاری کے لیے کہا تو انہوں نے بدکاریاں کیں۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

أَشَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ نَحوَ اليَمَنِ فَقَالَ الإِيمَانُ يَمَان هَا هُنَا أَلاَ إِنَّ القَسوَةَ وَغِلَظَ القُلُوبِ فِي الفَدَّادِينَ عِندَ أُصُولِ أَذنَابِ الإِبِلِ حَيثُ يَطلُعُ قَرنَا الشَّيطَانِ فِي رَبِيعَةَ وَمُضَرَ۔(5)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ایمان تو ادھر ہے سختی اور سنگدلی ان کاشتکاروں میں ہے جو اونٹوں کے دموں کے پاس (کھڑے ہوکر چلاّتے) ہیں جہاں سے شیطان کے دونوں سینگ نکلتے ہیں یعنی قبائل ربیعہ ومضر میں (یعنی عراق اور اس کے سرحد پر)

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں:

فدادین کی مذمت اس لیے بیان کی کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو دنیا کے کاموں میں اس طرح مشغول کرلیا کہ جس کی وجہ سے دین سے بالکل غافل ہوگئے اور یہ چیز یعنی دنیا میں ایسا انہاک جو آخرت سے اپنی ذمہ داریوں سے غافل کردے سبب بنی ان کے دلوں کی قساوت اور سختی کا۔(6)

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں:

بندے کو دل کی سختی سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں دیا گیا اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر ناراض ہوتے ہیں تو ان کے دل سخت کرکے اس سے رحم دلی نکال دیتے ہیں۔(سخت دلی کی وجہ سے نعمتیں چھین لی جاتی ہیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں)۔(7)

(2) بے لگام حرص کا دوسرا نقصان: معاشرہ/سوسائٹی کی امن وامان سے محرومی

جب کوئی قوم بے لگام حرص کا شکار ہوجائے اور کمانے، خرچ کرنے میں کسی شرعی اخلاقی قانونی پابندی برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہو اور معاشی معاملات میں دین کی مداخلت اسے گوارا نہ ہو اور اس کی بنیاد یہ مفروضہ ہو کہ:

معاشیات مذہب کے دائرہ کار سے باہر کی چیز ہے

تو چوری ڈکیتی لوٹ کھسوٹ، جھوٹ، دھوکا، خیانت، کرپشن، بددیانتی، بدعنوانی، رشوت، جو عام ہوجاتا ہے۔ پھر لوگ اس سے مانوس ہوجاتے ہیں۔ صحیح، غلط، معروف، منکر کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔ پیمانے بدل جاتے ہے دھوکہ عرف عام بن جاتا ہے، دیانت داری کو سادہ لوحی اور حماقت سمجھا جانے لگتا ہے، رات کو رات کہہ دینے پر دنیا بوکھلا اٹھتی ہے اور جو دھوکہ دہی کے خلاف بولے وہ معتوب خاص وعام ہوجاتا ہے۔

پھر نہ لوگوں کے معاشی حقوق محفوظ رہتے ہیں نہ انسانوں کی جان ومال، عزت وآبرو کا تقدس باقی رہتا ہے۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے شریعت کی پامالی اور کاروبار میں دین کی مداخلت برداشت نہ کرنے کا۔

قرآن کریم میں حضرت شعیبؑ کی قوم کے اسی مزاج کا ذکر ملتا ہے، قوم شعیب کی یہ سوچ تھی کہ دولت میں اضافہ کا ہر ممکن طریقہ درست ہے، خواہ وہ ناپ تول میں کمی کیوں نہ ہو، جب وہ ناپ تول کے بیچتے تھے تو ڈنڈی مارتے تھے اور جب ناپ تول کے لیتے تھے تو پورا لیتے تھے، بلکہ کوشش یہ ہوتی تھی کہ بڑھا کر لیں۔ لوگوں کی چیزیں کم بتا کر اصل سے کم قیمت میں لے لینے میں انہیں کوئی باک نہ تھا۔ حضرت شعیبؑ انہیں اس سے روکتے تھے وہ انہیں سمجھاتے کہ ناپ تول میں صحیح طریقہ اختیار کریں۔ لوگوں کا مال ناحق نہ کھائیں اور حلال پر قناعت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق قوم شعیب کی دلیل یہ تھی کہ انسان کو عقیدہ کی بھی آزادی ملنی چاہیے اور ساتھ میں کمانے میں بھی آزادی ہونی چاہیے انہوں نے کہا:

قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ۔ (ھود:87)

وہ لوگ کہنے لگے اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں، بیشک تم تو بڑے بردبار ہو نیک چلن ہو۔

اور حضور ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ اس امت میں بھی بہت سے لوگ قوم شعیب کی سوچ اور مزاج کے حامل ہوں گے فرمایا:

يأتي على الناس زمان لا يُبالي المرءُ ما أخذَ منه: أمِنَ الحلال أم من الحرام۔ (8)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ہے۔

(3) بے لگام حرص کا تیسرا نقصان: عمومی عذاب الٰہی

قرآن کریم نے پانچ ایسے انبیائے کرامؑ کا انتخاب کیا ہے اور ان کا بار بار تذکرہ کیا ہے جن کی اقوام پانچ مشہور بنیادی امراض میں مبتلا ہوئیں اور اجتماعی طور پر من حیث القوم مبتلا ہونے اور تنبیہ کے باوجود توبہ نہ کرنے پر ان اقوام کو ہلاک کر دیا گیا (یہ سمجھانے کے لیے کہ یہ امراض اتنے خطرناک ہیں کہ جب کسی قوم میں ان امراض میں سے کوئی ایک مرض بھی عام ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا عمومی عذاب ان پر نازل ہوتا ہے)

وہ پانچ امراض یہ تھے:

1) **فساد عقیدہ یعنی کفر و شرک:** اس کے خصوصی بیان کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو چنا گیا۔

2) **جسمانی، سیاسی اور عسکری طاقت کا غلط استعمال:** یہ مرض قوم عاد میں تھا جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔

3) علم وہنر، سائنس وٹیکنالوجی اور ذہنی وفکری صلاحیتوں کا غلط استعمال: یہ عادت قوم ثمود میں تھی جس کی اصلاح کے لیے حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے۔ قوم عاد وثمود کی ان دو غلطیوں کو ''حُبِّ جاہ'' کا مشترکہ نام بھی دیا جا سکتا ہے۔

4) اخلاقی وجنسی بے راہ روی: اس میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بہت بُری طرح مبتلا ہوگئی تھی۔ **(9)**

5) حُبِّ مال، مال کمانے میں حلال وحرام کی تمیز بھلا دینا اور جائز وناجائز کا فرق کیے بغیر زیادہ سے زیادہ مال ودولت کا حصول: یہ مرض حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں بہت زیادہ سرایت کر گیا تھا۔ جس کی بنا پر پوری قوم تباہ ہوئی۔

- اور اس امت کو بھی اس مرض (کمائی میں حلال حرام کی تمیز کھو دینا) میں مبتلا ہونے پر سخت عذاب کی دھمکی ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

ليكونَنّ من أمتي قوم يَستَحِلُّون الحر والحريرَ والخمرَ والمعازفَ ولَينزلَنّ أقوام إلى جَنبِ عَلَمٍ تروح عليهم سارحة لهم فيأتيهم رجل لحاجة فيقولون: ارجع إلينا غداً فيُبَيِّتهم الله ويَضَعُ العَلَمَ ويَمسَخُ آخرين قِرَدةً وخنازير إلى يوم القيامة۔ (10)

میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہوجائیں گے جو زنا کاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے اور کچھ متکبر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی صبح وشام لائیں گے اور لے جائیں گے۔ ان کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ ٹالنے کے لیے اس سے کہیں گے کہ کل آنا لیکن اللہ تعالیٰ رات کو ان کو (ان کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کردے گا پہاڑ کو (ان پر) گرادے گا اور ان میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سور کی صورتوں میں مسخ کردے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت میں بھی جزوی طور پر مسخ ہوگا اور دوسری احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، بعض حضرات سے منقول ہے کہ مسخ سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل بندر اور سور کی طرح ہوجائیں گے۔ بندر میں حرص اور سور میں بے حیائی ضرب المثل ہے، تو اس امت کے کچھ لوگوں کے دلوں میں دنیا کمانے کی حرص ایسی ہوگی کہ حلال و حرام کی بالکل تمیز نہ ہوگی اور ناجائز، حرام کام اور بے حیائی ان کی طبیعت ثانیہ بن جائے گی۔ **(11)**

نیز حدیث میں آتا ہے:

جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو اس کا رزق اٹھالیا جاتا ہے یعنی اس کے رزق سے برکت ختم کردی جاتی ہے۔
جب کوئی قوم عہد توڑنے لگے تو اس پر اس کے دشمن مسلط کردیے جاتے ہیں۔ **(12)**

جس قوم میں رشوت کی وبا عام ہوجاتی ہے اس پر رعب (وخوف) مسلط کر دیا جاتا ہے۔(13)

- **حلال وحرام کی تمیز کھودینا قیامت کی نشانی ہے:**

حدیث میں آتا ہے:

يأتي على الناس زمان لا يُبالي المرءُ ما أخذَ منه: أمِنَ الحلال أم من الحرام۔(14)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال سے ہے یا حرام سے ہے۔

(4) بے لگام حرص کا چوتھا نقصان: مال ودولت کے باوجود سکون سے محرومی

قرآن کریم میں ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الحَيَاةِ الدُّنيا وَتَزهَقَ أَنفُسُهُم وَهُم كَافِرُونَ۔(توبة:55)

تمہیں ان کے مال اور اولاد (کی کثرت) سے تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں سے ان کو دنیوی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جان بھی کفر ہی کی حالت میں نکلے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحنَا عَلَيهِم أَبوَابَ كُلِّ شَيئٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذنَاهُم بَغتَةً فَإِذَا هُم مُبلِسُونَ۔(انعام:44)

پھر انہیں جو نصیحت کی گئی تھی، جب وہ اسے بلا بیٹھے تو ہم نے ان پر ہر نعمت کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جو نعمتیں انہیں دی گئی تھیں، جب وہ ان پر اترانے لگے تو ہم نے اچانک ان کو آ پکڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالکل مایوس ہو کر رہ گئے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَيَحسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُم فِي الخَيرَاتِ بَل لَا يَشعُرُونَ۔(مومنون:56-55)

کیا یہ لوگ اس خیال میں ہیں کہ ہم ان کو جو دولت اور اولاد دیئے جا رہے ہیں، تو ان کو بھلائیاں پہنچانے میں جلدی دکھا رہے ہیں؟ نہیں، بلکہ ان کو حقیقت کا شعور نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبنٌ خَالِعٌ۔(15)

انسان میں سب سے بُری بات کڑھادینے والی حرص اور گھبرا دینے والی بزدلی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حریص اور لالچی آدمی ہر وقت اس غم میں گھلتا اور کڑھتا رہتا ہے کہ یہ نہیں ملا، وہ نہیں ملا، فلاں کے پاس یہ ہے اور میرے پاس یہ نہیں ہے، اسی طرح زیادہ بزدل آدمی خواہ مخواہ موہوم خطرات سے بھی ہر وقت گھبراتا رہتا ہے اور اس کو اطمینان کے سانس لینے نصیب نہیں ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کے دل کی ان دونوں کیفیتوں کو بدترین کیفیت بتلایا، اور فی الحقیقت یہ بدترین اور ذلیل ترین خصلتیں ہیں۔(16)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہم آپ کے اردگرد بیٹھ گئے تو فرمایا:

إن ممّا أَخافُ عليكم بَعدی ما یُفتَحُ عَلیکُم مِن زَهرَةِ الدنیا و زِینَتِها فقال رجلٌ: أَوَ یَأتی الخیرُ بالشَّرِّ یارسولَ اللہ قال: فسکتَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم فقیل له: ما شأنُکَ تُکَلِّمُ رسولَ اللہ و لا یُکَلِّمُکَ قال: ورُئِینا أَنَّهُ یُنزَلُ علیه فأَفَاقَ یمسَحُ عنه الرُّحَضَاءَ وقال: أین هذا السائل وکأنه حَمِدَهُ فقال: إِنَّهُ لا یأتی الخیرُ بالشَّرِّ وفی روایةٍ: فقال: أینَ السائل آنفاً أَوَ خیرٌ هوَ ثلاثاً إن الخیر لا یأتی إلا بالخیر وإِنَّ مما یُنبِتُ الربیعُ یَقتُلُ حَبَطاً أَو یُلِمُّ إلا آکِلَةَ الخَضِرِ فإنها أکلت حتی إِذا امتَدَّت خاصِرَتَاها استقبلت عینَ الشمس فَثَلَطَت وبَالَت ثم رَتَعَت وإِن هذا المال خَضِرٌ حُلوٌ وَنعمَ صاحبُ المُسلِمِ هو لمن أَعطی منه المسکینَ والیتیم وابنَ السبیل أَو کما قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم وإِن مَن یَأخُذُهُ بغیر حقه کالذی یأکل ولا یشبع ویکون علیه شَهِیداً یوم القیامة۔(17)

اپنے بعد میں تمہارے متعلق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی زیب وزینت کھول دی جائے گی۔ ایک آدمی عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! کیا بھلائی کے بعد بُرائی آئے گی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، اُس سے کہا گیا کہ آپ کو کیا ہوا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کررہے ہیں جب کہ وہ آپ سے نہیں کرتے ہم نے دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہورہی تھی۔ پھر آپ نے پسینہ پونچھا اور فرمایا: سائل کہاں ہے؟ گویا وہ آپ کو اچھا لگا۔ فرمایا کہ بھلائی کبھی بُرائی نہیں لاتی مگر موسم بہار ایسی سبز گھاس بھی اُگاتی ہے جو جانور کو ماردیتی یا بیمار کردیتی ہے یہاں تک کہ جب دونوں کوکھیں بھر جائیں اور وہ سورج کی طرف منہ کرکے گوبر اور پیشاب کرے اور چرے، یہ مال سرسبز اور شیریں ہے، وہ مسلمان مالک اچھا ہے کہ اُس میں سے مسکین، یتیم اور مسافر کو دیتا ہے (یا

جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا) اور جو بغیر حق کے اُسے لیتا ہے وہ ایسا ہے کہ کھائے اور سیر نہ ہو اور قیامت کے روز وہ اُس پر گواہ ہوگا۔

حدیث کے ابتدائی جملوں کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بارے میں مجھے خدشہ ہے کہ جب تم دنیا کے ملکوں اور شہروں کو فتح کر کے اپنے تسلط واقتدار کا جھنڈا لہراؤ گے اور اس کے نتیجہ میں تمہیں مال ودولت کی فروانی اور خوشحالی نصیب ہوگی تو یہ چیز تمہیں عبادت وطاعت اور نیک اعمال سے باز رکھنے کی کوشش کرے گی، نفع پہنچانے والے علوم (یعنی دینی علوم وفنون) سے لا پرواہ بنادے گی اور عُجب وتکبر، گھمنڈ وغرور، شان وشوکت کا اظہار اور جاہ ومال سے محبت جیسی برائیاں تمہارے اندر پیدا ہوجائیں گی، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم آخرت کی زندگی کی فکر کرنے اور موت کی تیاری کرنے کے بجائے دنیاوی امور میں پھنس کر رہ جاؤ گے۔

''پھر چراگاہ کی طرف چلا گیا اور سبزہ چرنے لگا'' یعنی جب وہ جانور ضرورت سے زیادہ کھالیتا ہے اور بدہضمی میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اپنے طریقہ سے بدہضمی کا علاج کرتا ہے اور اپنے پیٹ کو صاف کر کے دوبارہ سبزہ چرنے لگتا ہے۔

یہ مثال اس شخص کی ہے جو انسانی خمیر میں شامل حرص وخواہشات کے غلبہ کی وجہ سے بعض اوقات اعتدال کی راہ سے بھٹک کر حد سے تجاوز کر جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے لیکن اپنے طرز عمل سے جلد ہی رجوع کر لیتا ہے اور مستقل بے اعتدالی وگناہ کی راہ پر قائم نہیں رہتا بلکہ آفتاب ہدایت کی روشنی اس کو راہ راست کی طرف متوجہ کر دیتی ہے اور ندامت وتوبہ کے ذریعہ اپنے نفس کو بے اعتدالی اور گناہ کی غلاظت سے پاک کر کے گویا اپنا علاج کر لیتا ہے۔

اس کے برخلاف پہلی قسم کہ جس کو ''وہ جانور کو اس کا پیٹ پھلا کر مار دیتا ہے۔'' کے ذریعہ بیان فرمایا، اس شخص کی حالت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو نفس کی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے، گناہ ومعصیت پر قائم رہتا ہے اور اسی حالت میں مرجاتا ہے، یہاں تک کہ اس کو توبہ وانابت اور رجوع واستغفار کی توفیق بھی نصیب نہیں ہو پاتی۔

ان دونوں قسموں پر غور کرنے سے ایک اور قسم سامنے آتی ہے جس کا تعلق اس شخص سے ہے جو سرے سے بے اعتدالی اور گناہ کی راہ اختیار نہیں کرتا اور نفس کی خواہشات اور ناروا تمناؤں کا اسیر نہیں ہوتا بلکہ دنیا سے بے پرواہ ہوتا ہے اور اپنی تمام تر توجہ آخرت کے مفاد کی طرف مبذول رکھتا ہے، لہٰذا پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو اصطلاحی طور پر ''ظالم'' سے موسوم کیا جاتا ہے، دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو ''مقتصد'' یعنی میانہ رو کہا جاتا ہے اور تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو ''سابق'' یعنی بھلائیوں کو اختیار کرنے میں سبقت لے جانے والا کہا جاتا ہے۔ پس جو شخص ''سابق'' ہوتا ہے وہ سرے سے اپنے ہاتھوں کو گناہ سے آلودہ ہی نہیں کرتا، جو شخص ''مقتصد'' ہوتا ہے وہ اپنے ہاتھوں کو گناہ سے آلودہ تو کرتا ہے لیکن ان کو پھر دھوڈالتا ہے، اور جو شخص ''ظالم'' ہوتا ہے وہ ہاتھ آلودہ ہی اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔(18)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نِعمَّا بِالمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ۔(19)

اچھا مال اچھے شخص کے لیے فائدہ مند ہے (ہر مال ہر شخص کے لیے فائدہ مند نہیں، بعضوں کا مال ان کو سکون سے محروم بھی کر دیتا ہے)

یہ آیات واحادیث دنیوی مال ودولت کے بارے میں ایک بڑی عظیم حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ دولت کی تخلیق انسانوں کو نفع پہنچانے اور ان کی خدمت کے لیے ہوئی ہے، نہ کہ انسانوں کی تخلیق مال ودولت کی خدمت کرنے کے لیے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مال ودولت بذات خود کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے انسان اپنی زندگی کا مقصد بنائے۔ انسان کا اصل مقصدِ زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول اور آخرت کی بہتری کا سامان کرنا ہونا چاہیے۔ البتہ چونکہ دُنیا میں زندہ رہنے کے لیے مال کی ضرورت ہے، اس لیے جائز ذرائع سے اُس کو حاصل کرنا پڑتا ہے، لیکن یہاں بھی یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ دنیا کی ضرورت پوری کرنے کے لیے بھی مال اپنی ذات سے کوئی فائدہ براہِ راست نہیں پہنچاتا، بلکہ وہ راحت وآرام کے وسائل حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ لیکن جب انسان مال کو بذاتِ خود مقصودِ زندگی بنا لیتا ہے، اور ہر وقت اس فکر میں میں پڑا رہتا ہے کہ مال کی گنتی میں کس طرح اضافہ ہو تو وہ بے چارہ یہ بھول جاتا ہے کہ اُس نے اس فکر میں اپنی راحت اور آرام تک قربان کر ڈالا ہے۔ بینک بیلنس میں بیشک اضافہ ہو رہا ہے، لیکن نہ دن کا چین میسر ہے، نہ رات کا آرام، نہ بیوی بچوں سے بات کرنے کی فرصت ہے، نہ آرام کے وسائل سے مزہ لینے کا وقت۔ (20)

- **روپے، پیسے کی حقیقت**

حضرت امام حسن بصریؒ نے انتہائی خوبصورت جملے میں زر (روپے پیسے) کی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''زر تمہارا وہ ساتھی ہے کہ جب تک تم سے جدا نہ ہو جائے، تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا''

یہ مختصر لیکن جاندار تبصرہ اپنے اندر دو بنیادی تصورات لیے ہوئے ہے، یہ دونوں تصورات معاشی سرگرمیوں کو درست سمت تک لے جانے کے لیے بے حد اہم ہیں۔

1) زر بذاتِ خود مقصود نہیں ہے، بلکہ وہ مخصوص مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

2) زر اپنی ذات میں کوئی افادیت نہیں رکھتا، اُس سے فائدہ اسی وقت اٹھایا جا سکتا ہے جب اُسے اپنے سے دور کر کے اُس کے ذریعے کوئی ذاتی فائدہ کی چیز خرید لی جائے۔

- **دنیا کمانے میں زیادہ انہماک کرنے والوں کی علامات**

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی (متوفی: 973ھ) فرماتے ہیں کہ دنیا میں زیادہ انہماک کرنے والوں کی علامات یہ ہیں:

1) وہ آمدنی حاصل کرنے کے لیے ہر موقع کی تاک میں لگا رہتا ہے (احتمالات کو نظر انداز کر دیتا ہے / سوچتا نہیں ہر وقت

یہی دھن رہتی ہے کہ زیادہ آمدنی کی کوئی نئی صورت اختیار کرے حالانکہ مسلمان کو یہ چاہیے کہ جب خدا تعالیٰ کسی ایک طریقہ سے گزر بسر کے موافق اس کو رزق پہنچاتے رہیں تو اسی پر قناعت کرے)

2) دنیا کی طلب میں بہت سفر کرتا اور چلتا پھرتا رہتا ہے کہ اپنی جگہ میں بہت کم رہتا ہے۔

3) دنیوی مصیبت کے وقت اتنی زیادہ عاجزی اور مسکنت اختیار کرتا ہے کہ جماعت کی نماز فوت ہونے پر ویسی مسکنت اور ندامت ظاہر نہیں کرتا۔

4) اس کے چہرے پر فکر اور پریشانی کی وجہ سے سیاہی اور بے رونقی رہتی ہے اگر کبھی وہ ہنستا بھی ہے تو اندر سے گھٹ کر ہنستا ہے۔

5) قرآن مجید سننے سے اپنے دل میں لذت نہیں پاتا۔ (21)

- **آپ اپنے گھر پر کتنا وقت گزارتے ہیں؟**

''آپ اپنے گھر پر روزانہ کتنا وقت گزارتے ہیں؟'' سوال بہت آسان اور مختصر تھا۔ مگر اس معمولی سوال کا جواب بھیانک، الم ناک اور تہلکہ خیز تھا۔ بزنس منیجمنٹ کے طلبہ کو ہدف دیا گیا تھا کہ کراچی کے ایک پوش علاقے کے 10 ایسے عالیشان گھروں کا انتخاب کریں جن کی قیمت کم از کم 50 کروڑ روپے ہو۔ ان 10 گھروں کے مالکان سے یہ چھوٹا سا سوال کرنا تھا: ''آپ اپنے گھر پر روزانہ کتنا وقت گزارتے ہیں؟'' اس سروے پر کئی دن لگ گئے۔ مالکان سے ملاقات اتنی آسان تو نہیں تھی۔ جس شخص سے بھی یہ سوال پوچھا گیا وہ پہلے حیران ہوا اور پھر پریشان۔ جب سروے مکمل ہوا تو اس کے نتائج بہت حیران کن تھے۔ 50 کروڑ روپے کے وسیع وعریض گھروں کے مالکان نے بتایا کہ وہ روزانہ ان قیمتی اور عالی شان گھروں میں ساڑھے چار سے پانچ گھنٹے ہی رک سکتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ اپنے گھر کو اتنا کم وقت کیوں دیتے ہیں؟ تو ان سب کا متفقہ جواب تھا کہ اس سے زیادہ وقت گھر پر گزاریں تو قیمتی گھر اور اس کے اخراجات پورے نہیں کرسکیں گے۔ پھر یہ گھر بیچنا پڑیں گے۔

ایک ارب پتی سے یہ سوال پوچھا گیا تو وہ بھونچکا رہ گیا۔ اس نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ اسے بتایا گیا کہ کالج آف بزنس منیجمنٹ کے طلبہ ہیں۔ وہ کالج میں آکر ان کے استاد سے ملا۔ کہنے لگا: میں گزشتہ 24 سال سے کاروبار کر رہا ہوں۔ میرے اس وسیع وعریض گھر کا ماہانہ خرچ 25 لاکھ روپے ہے۔ پچھلے 24 سال میں سے 17 سال میں نے ہوٹلوں میں قیام کیا کبھی ذہن میں خیال ہی نہیں آیا کہ کیا کر رہا ہوں؟ اپنے گھر، خاندان اور رشتہ داروں کو کتنا وقت دے رہا ہوں؟ بیوی بچوں کے حقوق پوری طرح ادا کر رہا ہوں کہ نہیں؟

(5) بے لگام حرص کا پانچواں نقصان: مال ودولت کے باوجود ہمیشہ کی محتاجی اور فقر

جب انسان رفتہ رفتہ ہر ممکن طریقے سے زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کرنے کی کبھی نہ ختم ہونے والی ہوس کا شکار ہو جاتا

ہے۔ پھر اُسے اپنی ملکیت میں موجود سکّوں اور نوٹوں کی گنتی میں اضافے ہی سے خوشی حاصل ہوتی ہے، اور وہ یہ نہیں سوچتا کہ حقیقت میں وہ ان سکوں اور نوٹوں سے کیا نفع حاصل کر پا رہا ہے؟ قرآن کریم اس طرح کے شخص کا حال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَیلٌ لِکُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةِ الَّذِی جَمَعَ مَالًا وَ عَدَّدَهٗ۔ (همزة:1-2)

بڑی خرابی ہے اُس شخص کی جو پیٹھ پیچھے دوسروں پر عیب لگانے والا، (اور) منہ پر طعنے دینے کا عادی ہو، جس نے مال اکٹھا کیا ہو، اور اُسے گنتا رہتا ہو۔

جب ایک شخص اس قسم کی ہوس کا شکار ہو جائے تو دولت کی کوئی مقدار بھی اسے مطمئن نہیں کر سکتی، نہ کوئی چیز مزید دولت حاصل کرنے کے لیے اس کی پیاس بجھا سکتی ہے، وہ اپنی املاک کی مقدار بڑھانے ہی کی فکر میں لگا رہتا ہے، چاہے منصفانہ ذرائع سے ہو یا غیر منصفانہ ذرائع سے۔ وہ اپنی املاک بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی محنت کے سارے ثمرات اپنے ورثاء کے لے چھوڑ کر خالی ہاتھ اس دنیا سے روانہ ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

أَلهَاکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرتُمُ المَقَابِرَ۔ (تکاثر:-1-2)

ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر (دنیا کا عیش) حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے، یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔

نبی آخری الزمان محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لَو کَانَ لِابنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِن ذَهَبٍ لَأَحَبَّ أَن یَکُونَ لَهُ ثَالِثٌ وَ لَا یَملَأُ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَ یَتُوبُ اللّٰهُ عَلَی مَن تَابَ۔ (22)

اگر ابن آدم کو دو وادیاں سونے کی مل جائیں، تب بھی وہ تیسری وادی کی خواہش کرے گا، یہ تو صرف مٹی ہی ہے جو ابن آدم کا پیٹ بھر سکتی ہے۔

جسے دنیا کی ہوس لگ جائے ایسا شخص ہمیشہ فقیر ہی رہتا ہے۔ **(23)**

ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوصِنِی وَ أَوجِز۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عَلَیکَ بِالإِیَاسِ مِمَّا فِی أَیدِی النَّاسِ وَ إِیَّاکَ وَ الطَّمَعَ فَإِنَّهُ الفَقرُ الحَاضِرُ۔ (24)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! مجھے نصیحت فرمائیں اور مختصر نصیحت فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(1) لوگوں کے پاس جو کچھ (مال واسباب وغیرہ) ہے اس میں امید نہ رکھو۔
(2) اور لالچ سے بچو کیونکہ لالچ فقر کولانے والا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

لَیسَ الغِنَی عَن کَثرَةِ العَرَضِ وَلکِنَّ الغِنَی غِنَی النَّفسِ۔(25)

دولت مندی مال واسباب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اصلی دولت مندی دل کی بے نیازی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

یَا أَبَا ذَرٍّ تَقُولُ کَثرَةُ المَالِ الغِنَی؟ قُلتُ: نَعَم قَالَ: تَقُولُ قِلَّةُ المَالِ الفَقرُ؟ قُلتُ: نَعَم قَالَ ذَلِکَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ: الغِنَی فِی القَلبِ وَالفَقرُ فِی القَلبِ مَن کَانَ الغِنَی فِی قَلبِهِ لَا یَضُرُّهُ مَا لَقِیَ مِنَ الدُّنیَا وَمَن کَانَ الفَقرُ فِی قَلبِهِ فَلَا یُغنِیهِ مَا أَکثَرَ لَهُ فِی الدُّنیَا وَإِنَّمَا یَضُرُّ نَفسَهُ شُحُّهَا۔(26)

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھ سے ارشاد فرمایا: ابوذر! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مال زیادہ ہونے کا نام تونگری ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں حضور! (ایسا ہی سمجھا جاتا ہے) پھر آپ نے فرمایا، کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ مال کم ہونے کا نام فقیری اور محتاجی ہے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں حضور! (ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے) یہ بات آپ نے مجھ سے تین دفعہ ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا، اصلی دولتمندی دل کے اندر ہوتی ہے، اور اصلی محتاجی اور فقیری بھی دل ہی میں ہوتی ہے۔

فائدہ: حقیقت یہی ہے کہ مالداری اور محتاجی، خوشحالی اور بدحالی کا تعلق روپیہ پیسہ سے زیادہ آدمی کے دل سے ہے، اگر دل غنی اور بے نیاز ہے، تو آدمی مالدار اور خوشحال ہے اور اگر دل حرص وطمع کا گرفتار ہے، تو دولت کے ڈھیروں کے باوجود وہ خوشحالی سے محروم اور محتاج وپریشان حال ہے، سعدی علیہ الرحمہ کا مشہور قول ہے:

تونگری بدل ست نہ بہ مال

(مالداری دل سے ہے نہ کہ مال سے)(27)

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ حَکِیمِ بنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللہُ عَنهُ قَالَ: سَأَلتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَأَعطَانِی ثُمَّ سَأَلتُهُ فَأَعطَانِی ثُمَّ قَالَ لِی: یَا حَکِیمُ إِنَّ هَذَا المَالَ خَضِرٌ حُلوٌ فَمَن أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفسٍ بُورِکَ لَهُ فِیهِ وَمَن أَخَذَهُ بِإِشرَافِ

نَفسٍ لَم یُبَارَک لَهُ فِیهِ وَ کَانَ کَالَّذِی یَأکُلُ وَ لَا یَشبَعُ وَ الیَدُ العُلیَا خَیرٌ مِنَ الیَدِ السُّفلَى قَالَ حَکِیمٌ: فَقُلتُ: یَا رَسُولَ اللهِ وَ الَّذِی بَعَثَکَ بِالحَقِّ لَا أَرزَأُ أَحَدًا بَعدَکَ شَیئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنیَا فَکَانَ أَبُو بَکرٍ یَدعُو حَکِیمًا لِیُعطِیَهُ العَطَاءَ فَیَأبَى أَن یَقبَلَ مِنهُ شَیئًا ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِیُعطِیَهُ فَیَأبَى أَن یَقبَلَهُ فَقَالَ: یَا مَعشَرَ المُسلِمِینَ إِنِّی أَعرِضُ عَلَیهِ حَقَّهُ الَّذِی قَسَمَ اللهُ لَهُ مِن هَذَا الفَیءِ فَیَأبَى أَن یَأخُذَهُ فَلَم یَرزَأ حَکِیمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیهِ وَ سَلَّمَ حَتَّى تُوُفِّیَ رَحِمَهُ اللهُ۔(28)

حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مال طلب کیا، آپ نے مجھے عطا فرما دیا، میں نے پھر مانگا، آپ نے پھر عطا فرما دیا، پھر آپ نے مجھے نصیحت فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ: اے حکیم! یہ مال سب کو بھلی لگنے والی اور لذیذ و شیریں چیز ہے، پس جو شخص اس کو بغیر حرص اور طمع کے سیر چشمی اور نفس کی فیاضی کے ساتھ لے اس کے واسطے اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص دل کے لالچ کے ساتھ لے گا اُس کے واسطے اس میں برکت نہیں ہوگی اور اس کا حال جُوْعُ الْبَقَرْ کے اس مریض کا سا ہوگا جو کھائے اور پیٹ نہ بھرے۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی دینے والے کا مقام اونچا ہے اور ہاتھ پھیلا کر لینا ایک گھٹیا بات ہے لہٰذا جہاں تک ہو سکے اس سے بچنا چاہیے۔ حکیم بن حزامؓ کہتے ہیں کہ (حضور ﷺ کی یہ نصیحت سُن کر) میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قسم ہے اُس پاک ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اب آپ کے بعد مرتے دم تک میں کسی سے کچھ نہ لوں گا۔ پھر (حکیمؓ کا یہ حال رہا) کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا سالانہ وظیفہ دینے کے لیے ان کو بلاتے، وہ اس کے لینے سے انکار کرتے۔ پھر عمرؓ نے بھی اپنی خلافت میں ان کو بلایا ان کا وظیفہ دینے کے لیے لیکن انہوں نے انکار کیا۔ عمرؓ کہنے لگے مسلمانو! تم گواہ رہنا حکیم کو اس کا حق جو غنیمت کے مال میں اللہ نے رکھا ہے دیتا ہوں وہ نہیں لیتا۔ غرض حکیمؓ نے آپ ﷺ کے بعد پھر کسی شخص کی کوئی چیز قبول نہیں کی (اپنا وظیفہ بھی بیت المال سے نہ لیا) یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

(6) بے لگام حرص کا چھٹا نقصان: حرام کی نحوستوں اور آفتوں میں گرفتاری

(1) حرام کھانے سے اعمال صالحہ کی توفیق نہیں ہوتی:

دیکھیں عنوان ''حلال کھانے سے اعمال صالحہ کی توفیق ہوتی ہے''۔(ص:40)

(2) حرام کی وجہ سے دعائیں اور عبادات قبول نہیں ہوتی:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ۔ (المؤمنون) وَقَالَ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ۔ (البقرة:172) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ۔ (29)

اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاک چیز ہی قبول کرتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اس چیز کا حکم دیا ہے جس چیز کا حکم اپنے پیغمبروں کو دیا تھا، اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:
اے پیغمبرو! تم نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو! میں تم سب کے کیے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔ **(30)**

اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

اے ایمان والوں! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں، ان میں سے کھاؤ اور حق تعالیٰ کی شکر گزاری کرو اگر تم خاص ان کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔
اس کے بعد اس آدمی کا تذکرہ کیا جو لمبے لمبے سفر کرتا ہے پراگندہ حال، غبار آلود بالوں والا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے یارب، یارب، (اے اے میرے رب، اے میرے رب) کی صدا لگاتا ہے جبکہ حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا سے اس کی نشوونما ہوئی، تو اس آدمی کی دُعا کیسے قبول ہوگی؟ **(31)**

- حرام کا ایک لقمہ کھانے والے کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں، جبکہ چالیس روز تک اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ **(32)**
- حلال کے بغیر حج بھی قبول نہیں ہوتا: دیکھیں عنوان ''حلال سے دعائیں اور عبادات قبول ہوتی ہیں'' (ص:40)

(3) حرام غذا سے پلنے والے جسم پر جنت حرام ہے، جہنم کا مستحق ہے۔

- **حدیث شریف میں آتا ہے کہ:**

جنت میں وہ جسم داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام سے ہوئی ہو۔ **(33)**

- **نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:**

جنت میں وہ گوشت اور خون داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام سے ہوئی ہو، آگ ہی اس کے زیادہ لائق ہے۔

وجہ یہ ہے کہ غذاء سے جسم کی نشوونما ہے اور اُکلِ حرام سے بڑھنے والا جسم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں رغبت نہیں رکھتا، بلکہ ایسا جسم اللہ تعالیٰ کی معصیت میں زیادہ رغبت رکھتا ہے جس کے نتیجے میں اس کی حرکات، اس کی سرگرمیاں اور اس جسم کے تصرفات وافعال سب حرام ہوتے ہیں، جس بدن کا یہ حال ہو وہ آگ کا مستحق بن جاتا ہے: لہٰذا اُکلِ حرام نہ صرف یہ کہ دعا وعبادت کی قبولیت میں رکاوٹ ہے، بلکہ حرام کھانے والا دوزخ کی آگ کا بھی مستحق بن جاتا ہے۔(34)

- نیز حرام کی وجہ سے (4) اعمالِ صالحہ کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی (5) مال میں برکت نہیں رہتی۔

(6) حرام سے بجائے اچھے اعمال کے برے اعمال کا داعیہ پیدا ہوتا ہے (7) حرام جس راستے سے آتا ہے اسی رستے نکل جاتا ہے

(8) حرام کھانے کا اولاد پر برا اثر پڑتا ہے (9) حرام کھانے والے سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ناراض ہوتے ہیں۔(35)

نوٹ: حرام کی شکلیں جاننے کے لیے دیکھیں ص:255 اور حرام سے نکلنے کے طریقے کے لیے دیکھیں، ص:553

• ایک بڑی مشکل

جب کمائی میں بے لگام حرص کے نقصانات اس قدر نمایاں ہیں کہ کوئی بھی اس کو کسی بھی طرح خوبی قرار نہیں دیتا، بلکہ ہر شخص لالچ اور لالچی شخص کو برا ہی کہتا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ لالچ کی برائی کرنے کے باوجود کوئی بھی خود اپنے بارے میں لالچی ہونے کا اعتراف نہیں کرتا، نہ یہ ماننے کے لیے تیار ہوتا ہے کہ اس کا اپنا طرزِ عمل لالچ پر مبنی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ساری دشواری لالچ کی صحیح تعریف پہچاننے میں ہے۔

• مشکل کا حل

کمانے میں ایسی مشغولی اور انہماک جس کی وجہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد، اپنے فرائض اور ذمہ داریوں میں کوتاہی ہو یہ حرص مذموم ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' میں ایک باب ان الفاظ کے ساتھ قائم کیا ہے:

بَابُ مَا يُحَذَّرُ مِن عَوَاقِبِ الاِشتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرعِ أَو مُجَاوَزَةِ الحَدِّ الَّذِى أُمِرَ بِه۔(36)

کھیتی کے سامان میں بہت زیادہ مصروف رہنا یا حد سے زیادہ اس میں لگ جانا، اس کا انجام برا ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاریؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوامامہؓ کی نظر پھالی اور کھیتی کے بعض دوسرے آلات پر پڑی۔ جس پر آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

لَا یَدخُلُ ھٰذَا بَیتَ قَومٍ اِلَّا أَدخَلَهُ اللهُ الذُّلَّ۔(37)

جس قوم کے گھر میں یہ چیز داخل ہوتی ہے تو اپنے ساتھ ذلت بھی لاتی ہے۔

باقی حقوق اللہ اور حقوق العباد، اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے اگر کوئی شخص کمانے میں اپنے آپ کو تھکاتا ہو تو پھر کوئی بری بات نہیں یہ حرص مذموم میں نہیں آتا بلکہ ایسے شخص کے لیے تو حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

اِنَّ اللهَ یُحِبُّ أَن یَّرىٰ عَبدَهٗ تَعِباً فِی طَلَبِ الْکَسبِ۔(38)

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے بندے کو کمائی حاصل کرنے میں تھکا ہوا دیکھے۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے تو فرمایا:

إِنَّ أَکثَرَ مَا أَخَافُ عَلَیکُم مَا یُخرِجُ اللهُ لَکُم مِن بَرَکَاتِ الأَرضِ قِیلَ: وَمَا بَرَکَاتُ الأَرضِ قَالَ: زَھرَةُ الدُّنیَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: ھَل یَأتِی الخَیرُ بِالشَّرِّ فَصَمَتَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّهُ یُنزَلُ عَلَیهِ ثُمَّ جَعَلَ یَمسَحُ عَن جَبِینِهٖ فَقَالَ: أَینَ السَّائِلُ قَالَ: أَنَا قَالَ أَبُو سَعِیدٍ: لَقَد حَمِدنَاهُ حِینَ طَلَعَ ذٰلِکَ قَالَ: لَا یَأتِی الخَیرُ إِلَّا بِالخَیرِ إِنَّ ھٰذَا المَالَ خَضِرَةٌ حُلوَةٌ وَإِنَّ کُلَّ مَا أَنبَتَ الرَّبِیعُ یَقتُلُ حَبَطًا أَو یُلِمُّ إِلَّا اٰکِلَةَ الخَضِرَةِ أَکَلَت حَتّٰی إِذَا امتَدَّت خَاصِرَتَاھَا استَقبَلَتِ الشَّمسَ فَاجتَرَّت وَثَلَطَت وَبَالَت ثُمَّ عَادَت فَأَکَلَت۔ وَإِنَّ ھٰذَا المَالَ حُلوَةٌ مَن أَخَذَهُ بِحَقِّهٖ وَوَضَعَهُ فِی حَقِّهٖ فَنِعمَ المَعُونَةُ ھُوَ وَمَن أَخَذَهُ بِغَیرِ حَقِّهٖ کَانَ کَالَّذِی یَأکُلُ وَلَا یَشبَعُ۔(39)

میں تمہارے متعلق سب سے زیادہ اس سے خوف کھاتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ زمین کی برکتیں تمہارے لیے نکال دے گا۔ پوچھا گیا زمین کی برکتیں کیا ہیں؟ فرمایا کہ دنیا کی چمک دمک، اس پر ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا بھلائی سے برائی پیدا ہوسکتی ہے؟ نبی کریم ﷺ اس پر خاموش ہوگئے اور ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ پر وحی نازل ہورہی ہے۔ اس کے بعد اپنی پیشانی کو صاف کرنے لگے اور دریافت فرمایا، پوچھنے والے کہاں ہیں؟ پوچھنے والے نے کہا کہ حاضر ہوں۔ ابوسعید خدری نے کہا کہ جب اس سوال کا حل ہمارے سامنے آگیا تو ہم نے ان صاحب کی تعریف کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بھلائی سے تو صرف بھلائی ہی پیدا ہوتی ہے

لیکن یہ مال سرسبز اور خوشگوار (گھاس کی طرح) ہے اور جو چیز بھی ربیع کے موسم میں اگتی ہیں وہ حرص کے ساتھ کھانے والوں کو ہلاک کر دیتی ہیں یا ہلاکت کے قریب پہنچا دیتی ہیں۔ سوائے اس جانور کے جو پیٹ بھر کے کھائے کہ جب اس نے کھالیا اور اس کی دونوں کوکھ بھر گئیں تو اس نے سورج کی طرف منہ کر کے جگالی کر لی اور پھر پاخانہ پیشاب کر دیا اور اس کے بعد پھر لوٹ کے کھالیا اور یہ مال بھی بہت شریں ہے جس نے اس حق کے ساتھ لیا اور حق میں خرچ کیا تو وہ بہترین ذریعہ ہے اور جس نے اسے ناجائز طریقہ سے حاصل کیا تو وہ اس شخص جیسا ہے جو کھاتا ہے لیکن آسودہ نہیں ہوتا۔

نظیر اکبرآبادی کا کلام ہے:

ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کالوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا
کیا بدھیا، بھینسا، بیل، شُتر کیا گونی بلا، سربھارا
کیا گیہوں، چاول، موٹھ، مٹر، کیا آگ دھواں، کیا انگارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:۔3

شرعی اخلاقی پابندیوں میں رہ کر کمانے کے فوائد

(1) پابندیوں کے ساتھ کمانے پر خیر و برکت کا وعدہ ہے

(2) پابندیوں کے ساتھ کمانے پر تقویٰ کی برکتیں ملیں گی

(3) پابندیوں کے ساتھ کمانے پر حلال کی برکتیں ملیں گی

(4) پابندیوں کے ساتھ کمانے پر آخرت کا حساب کتاب دینا آسان ہوگا

سوال: شرعی اخلاقی پابندیوں میں رہ کر کمانے کے فوائد کیا کیا ہیں؟

جواب: شرعی اخلاقی پابندیوں میں رہ کر کمانے کے فوائد درج ذیل ہیں:

پہلا فائدہ: پابندیوں کے ساتھ کمانے پر خیر و برکت کا وعدہ ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

بَقِيَّتُ اللهِ خَيرٌ لَّكُم إِن كُنتُم مُّؤمِنِينَ وَ مَا أَنَا عَلَيكُم بِحَفِيظٍ۔ (ھود:86)

اگر تم میری بات مانو تو (لوگوں کا حق ان کو دینے کے بعد) جو کچھ اللہ کا دیا بچ رہا ہے، وہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے، اور (اگر نہ مانو تو) میں تم پر پہرے دار مقرر نہیں ہوا ہوں۔

● **آیت کے فوائد**

1) اس آیت میں ایک ایمان والے کو جو اللہ پر اور اللہ کے غیبی وعدوں پر اور اسلام کے نظامِ معیشت میں کامیابی کا یقین رکھتا ہو معیشت کا ایک عظیم نظریہ اور سوچ دی گئی ہے۔

2) وہ نظریہ یہ ہے کہ ایمان والے کے لیے حلال کی قلیل بچت حرام کی کثرت سے بہتر ہے، حقیقت میں ایسا قلیل قلیل نہیں، نتائج اور ثمرات کے اعتبار سے کثیر ہے اور حرام کا کمایا ہوا کثیر کثیر نہیں بلکہ نتائج اور ثمرات کے اعتبار سے قلیل ہے۔

مطلب یہ کہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے، کمانے اور خرچ کرنے میں شرع اخلاقی پابندیوں کی رعایت کرنے کے بعد اللہ کا دیا ہوا جو بچ جائے گو وہ قلیل ہو وہ اس کثیر سے بہت بہتر ہے جو حق تلفیوں شرعی اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہو کر ناجائز طریقوں سے حاصل کیا جائے۔

3) آج ہر کمانے والا خیر اور برکت کا طلبگار رہتا ہے اس آیت نے یہ بتادیا کہ خیر و برکت کا راستہ صرف ایک ہے کہ کمانے

اور خرچ کرنے میں شریعت کے پابند بن کر چلو اور یہ یقین رکھو کہ شرعی ہدایات تجارت میں رکاوٹ نہیں بلکہ باعث ترقی ہیں۔

4) شرعی ہدایات پر عمل کرنے سے کاروبار میں کیا کیا خیریں اور برکتیں آئیں گی اس کا احاطہ تو اللہ علیم وخبیر ہی کر سکتے ہیں البتہ ایک بندے کے لیے یہ بات نا قابل فہم نہیں ہے کہ شرعی ہدایات کا پابند بن کر کمانے والا حق تلفیوں سے بچتا ہے اور جب ہر حق والے کو اس کا پورا پورا حق ملتا ہے تو اس کا اعتماد بڑھتا ہے اور اعتماد کا کاروباری ترقی میں کیا کردار ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔

مثال: کئی مرتبہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ آپ ایک دکان سے دودھ خریدتے ہیں یا ایک پیٹرول پمپ سے پیٹرول بھرواتے ہیں پھر آپ محسوس کرتے ہیں دودھ خالص ہے، پیٹرول مقدار میں پورا ہے فروخت کرنے والا ایماندار ہے کاروبار میں شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند ہے تو اب آپ از خود دوسروں کو بتاتے پھرتے ہیں کہ فلاں جگہ سے پیٹرول بھروائیں وہ ڈنڈی نہیں مارتا فلاں جگہ سے دودھ خرید و اس کا دودھ خالص ہے۔ اب آپ شرعی ہدایات کی برکت دیکھیں کہ دودھ والے اور پیٹرول پمپ والے کا ہر گاہک اس کے کاروبار کی مفت میں پبلسٹی کر رہا ہے اس کے کاروبار پر لوگوں کا اعتماد اور اس کی وجہ سے رجوع بڑھ رہا ہے۔ **(40)**

نوٹ: یہ آیت دکان میں، آفس میں نگاہوں کے سامنے فریم کر کے لگالیں تا کہ بار بار قرآن کا نظریہ معیشت نگاہوں میں رہنے سے دل میں اتر جائے۔ اور اس کی برکتیں حاصل ہوں۔ نیز اس آیت کا جو مضمون ہے دوسروں کو اس کی دعوت بھی خوب دیں۔

ایک اور جگہ قرآن کریم میں ہے:

وَأَوفُوا الكَيلَ إِذَا كِلتُم وَزِنُوا بِالقِسطَاسِ المُستَقِيمِ ذَلِكَ خَيرٌ وَأَحسَنُ تَأوِيلًا۔ (بنی اسرائیل:35)

اور جب کسی کو کوئی چیز پیمانے سے ناپ کر دو تو پورا ناپو، اور تولنے کے لیے صحیح ترازو استعمال کرو۔ یہی طریقہ درست ہے اور اسی کا انجام بہتر ہے۔

آپس کے لین دین میں جب کوئی چیز ناپو یا تولو تو ناپ تول میں کوئی خیانت نہ کرو۔ ناپو صحیح پیمانے سے اور تولو ٹھیک ترازو سے۔ یہی طریقہ بہتر طریقہ ہے اور انجام کار کے اعتبار سے یہی اچھا ہے۔ یعنی معاشی اور تجارتی نقطۂ نظر سے بھی یہی طریقہ سودمند ہے اور مآل کار کے پہلو سے بھی یہی طریقہ بہتر ہے اس لیے کہ خدا کو پسند یہی طریقہ ہے۔ جو قوم ڈنڈی مارنے کو شیوہ بنالیتی ہے۔ بظاہر اس کے کچھ افراد اپنی دانست میں نفع کماتے ہیں لیکن وہ درحقیقت اس عدل وصداقت کی بنیاد ہی کو ڈھا دیتے ہیں جس پر صالح معاشرہ اور صالح تمدن کا قیام وبقا منحصر ہے۔ **(41)**

- **مزید یہ خیر و برکتیں حاصل ہوں گی**

1) جب مذکورہ خیروں اور برکتوں کا مشاہدہ خود عمل کرنے والے اور دوسروں کو ہوگا تو اپنے یقین میں بھی اضافہ ہوگا اور دوسروں کو بھی عمل کی ترغیب ملے گی، اس طرح تجارت دین کی عملی دعوت بن جائے گی۔

2) جس مارکیٹ اور علاقے میں اسلامی طریقہ پر تجارت ہوگی تو اس مارکیٹ سے فائدہ اٹھانے والوں کو ذہنی جسمانی سکون اور راحت نصیب ہوگی اور پھر ان گاہکوں کی دلی دعاؤں سے تاجروں کے کام بنیں گے، دنیا میں نیک نامی، عزت، تجارت میں وسعت و برکت اور آخرت میں ثواب عظیم ملے گا۔

3) تجارت کے متعلق اسلام کی ہدایات عام ہوں گی، جہالت ختم ہوگی اور کتابوں سے پڑھے اور سیکھے بغیر بھی صرف دیکھنے اور سننے سے تجارت کے بہت سارے احکام لوگوں کو معلوم ہو جائیں گے۔

4) تجارت کے بہت سارے احکام جن پر عمل کرنے میں کوئی مجاہدہ اور مشقت نہیں اٹھانی پڑتی صرف نہ جاننے یا غلط جاننے کی وجہ سے عمل نہیں کر پا رہے تھے، ان پر باسہولت عمل کی توفیق نصیب ہو جائے گی۔

5) تجارت کے احکام نہ جاننے اور عمل نہ کرنے سے اب تک تجارت میں جو بے برکتی اور پریشانیاں، مالی خسارہ اور بحران کا سامنا تھا، علوم وحی اور غیبی اسباب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ان سے نکلنے کی ساری تدبیریں کرنے کے باوجود بھی مسائل حل نہ ہوتے تھے، اب غیبی نصرت اور مدد شامل حال ہونے سے وہ حل ہونے لگیں گے۔

6) اسلامی تجارت کی بنیاد چونکہ اچھے اخلاق، دوسروں کی خیر خواہی اور نفع رسانی پر ہے لہٰذا مارکیٹوں میں تاجروں کے آپس کے جھگڑے، نفرتیں، عداوتیں، رنجشیں، ان کی وجہ سے ٹینشنیں، ذہنی دباؤ اور ہر وقت دوسروں کی طرف سے نقصان کے اندیشوں سے چھٹکارہ نصیب ہوگا اور ہر تاجر دوسرے کی کمپنی، دکان کا محافظ اور معاون ثابت ہوگا۔

7) اچھے تاجر کی اولاد کو بھی امانت، دیانت، ایفائے عہد، نفع رسانی اور خیر خواہی کا سبق ملے گا جو اس تاجر کے لیے صدقہ جاریہ اور اس کی اولاد کے لیے خیر و برکت و عافیت اور انسانیت کے لیے سکون و راحت کا ذریعہ بنے گا۔

- **لہٰذا کثرت نہیں برکت کے طلبگار رہیے**

نمبر شمار	کثرت	برکت
1	کثرت آزمائش ہے۔	برکت نعمت ہے۔ (طٰہٰ:131)
2	کثرت بھی نصیب ہے۔	برکت خوش نصیبی ہے۔
3	کثرت سے ضروریات کا پورا ہو جانا انسانی اندازہ ہے۔	برکت اللہ کی طرف سے گارنٹی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ضروریات یقینا پوری ہوں گی۔ (اعراف:97)

4	کثرت کی خواہش بے چینی اور بے سکونی لاتی ہے۔	برکت کی خواہش صبر وقناعت **(42)**
5	کثرت کا طلبگار ناشکرا بنتا ہے۔	برکت کا طلبگار شکرگزار
6	کثرت والے روزمحشر حساب وکتاب میں پھنسیں گے۔	برکت والے حساب وکتاب کی سختی سے محفوظ رہیں گے۔**(43)**

دوسرا فائدہ: پابندیوں کے ساتھ کمانے پرتقویٰ کی برکتیں ملیں گی

جوشخص شرعی اخلاقی ہدایات کا پابند بن کر کماتا ہے تو اسے بنسبت دوسروں کے بہت سی حرام اور مشتبہ آمدنی اور کامیابی اور ترقی کی بہت سی ظاہری شکلوں سے وقتی طور پر محروم ہونا پڑتا ہے۔ جس سے ایسا نظر آتا ہے کہ یہ شخص مال ودولت عزت وشہرت کامیابی وترقی حاصل نہیں کرسکتا۔ لیکن چونکہ یہ شخص ظاہری محرومیوں کے باوجود شرعی اخلاقی ہدایات کی پابندی نہیں چھوڑتا جما رہتا ہے لوگوں کی' کاروبار کی' معاشرے کی پرواہ نہیں کرتا تو گویا یہ اعلیٰ درجہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَالَّذِی جَاءَ بِالصِّدقِ وَصَدَّقَ بِهٖ أُولٰئِکَ هُمُ المُتَّقُونَ۔(زمر:33)

اور جو لوگ سچی بات لے کر آئیں اور خود بھی اسے سچ مانیں وہ ہیں جو متقی ہیں۔

یعنی تقویٰ والا وہ ہے جو اپنی زندگی کے ہر کام ہر پہلو میں سچائی لے کر آئے اور ابدی سچائی، شرعی ہدایات کو مانے وہ کسی کام میں ظاہری فوائد فوری ثمرہ مال ودولت اور جاہ وعزت کے نقطہ پر نہیں بلکہ سچائی کے پہلو پر نظر رکھتا ہے خواہ کسی قدر بظاہر اس کا نقصان ہو مگر وہ سچائی اور راست بازی سے بال برابر پیچھے نہیں ہٹتا۔**(44)**

ایک صحابی نقل کرتے ہیں:

أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ إِلَى المُصَلَّى فَرَأَى النَّاسَ يَتَبَايَعُونَ فَقَالَ: يَا مَعشَرَ التُّجَّارِ فَاستَجَابُوا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعُوا أَعنَاقَهُم وَأَبصَارَهُم إِلَيهِ فَقَالَ: إِنَّ التُّجَّارَ يُبعَثُونَ يَومَ القِيَامَةِ فُجَّارًا إِلاَّ مَنِ اتَّقَى اللهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ۔(45)

وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے تو دیکھا کہ لوگ خرید وفروخت کررہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اے تاجرو! وہ سب رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اپنی گردنیں اٹھالیں اور آپ کی طرف دیکھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تاجر قیامت کے دن نافرمان اٹھائے جائیں گے البتہ جو اللہ سے ڈرے نیکی کرے اور سچ بولے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شرعی ہدایات کے پابند بن کر چلتے ہیں وہ لوگ متقی ہیں۔

اور تقوی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا وآخرت میں اچھے انجام کے وعدے ہیں اور حقیقی کامیابی بھی یہی ہے۔
قرآن کریم میں ہے:

وَ العَاقِبَةُ لِلمُتَّقِينَ۔(اعراف:128) اورآخری انجام تقویٰ والوں کے لیے ہے۔

ایک اور آیت میں ہے:

إِنَّ العَاقِبَةَ لِلمُتَّقِينَ۔(ھود:49) بلاشبہ انجام کار تقویٰ والوں کے لیے ہے۔

ایک اور آیت میں ہے:

وَ الآخِرَةُ عِندَ رَبِّکَ لِلمُتَّقِينَ۔(زخرف:35)
اور آخرت تیرے پروردگار کے نزدیک تقویٰ والوں کے لیے ہے۔

ایک اور آیت میں ہے:

وَ العَاقِبَةُ لِلتَّقوَی۔(طه:132) اور انجام کار تقوی والوں کے لیے ہے۔

ایک اور آیت میں ہے:

إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصبِر فَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجرَ المُحسِنِينَ۔(یوسف:90)
حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تقوی اور صبر سے کام لیتا ہے، تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

ایک اور آیت میں ہے:

وَ مَن يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَخشَ اللهَ وَيَتَّقهِ فَأُولٰئِکَ هُمُ الفَائِزُونَ۔(نور:52)
اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں، اللہ سے ڈریں، اور اس کی نافرمانی سے بچیں تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

ایک اور آیت میں ہے:

وَ مَن يَتَّقِ اللهَ يَجعَل لَهُ مَخرَجًا۔(طلاق:2)
اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا۔

گویا شرعی اخلاقی ہدایات کی پابندی کرنے والے وقتی عارضی ظاہری ناکامیوں کے بدلہ دائمی حقیقی کامیابیوں کا سودا کرتے ہیں اور شرعی اخلاقی ہدایات سے آزاد ہو کر کمانے والے دائمی حقیقی کامیابیوں کے بدلہ عارضی ظاہری کامیابیوں کو خریدتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

إِنَّکَ لَن تَدَعَ شَيئًا اتِّقَاءَ اللهِ إِلَّا أَعطَاکَ اللهُ خَيرًا مِنهُ۔(46)
جب تم اللہ کے ڈر سے کسی چیز کو چھوڑ دو گے تو اللہ تم کو اس سے بہتر چیز عطا فرمائیں گے۔

جو اللہ کے لیے کوئی چیز چھوڑتا ہے اسے بدلے میں کبھی تو اس جیسی چیز ملتی ہے کبھی کوئی اور اس سے بہتر۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

''سب سے بڑی چیز جو ملتی ہے وہ اللہ کی محبت، اللہ کی رضا، اللہ سے انس، قلبی اطمینان، قوت، نشاط، فرحت، خوشی ملتی ہے۔(47)

مزید فرماتے ہیں کہ

''جب مشغولیت کی وجہ سے حضرت سلیمانؑ کی عصر کی نماز چھوٹ گئی تو اس پر انہوں نے گھوڑوں کو ذبح کیا اس پر اللہ نے ان کے لیے ہواؤں کو مسخر کر دیا۔''(48)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انطلقَ ثلاثةُ نَفَر ممن كان قبلكم حتى آواهم المبيتُ إلى غار فدخلوه فانحدرَت صخرةٌ من الجبل فسَدت عليهم الغارَ فقالوا: إنه لا يُنجيكم من هذه الصخرة إلا أن تَدعُوا الله بصالح أعمالكم قال رجل منهم: اللهم كان لى أبوان شيخانِ كبيران وكنتُ لا أَغبُقُ قبلهما أهلاً ولا مالاً فنأَى بى طلبُ شَجَرٍ يوماً فلم أَرِح عليهما حتى ناما فَحلَبتُ لهما غبوقَهُما فوجدتهما نائمين فكرِهتُ أن أَغبِقَ قبلهما أهلاً أو مالاً فَلَبِثتُ والقَدَحُ على يدى أنتظر استيقاظهما حتى بَرَقَ الفَجر زادَ بعض الرواة: والصِّبيَةُ يَتضاغَونَ عند قدَمىَّ فاستيقظا فشرِبا غبوقَهُما اللهم إن كنتُ فعلتُ ذلک ابتغاءَ وجهک ففرِّج عنا ما نحن فيه من هذه الصخرة فانفرَجت شيئاً لا يستطيعون الخروج قال النبىُّ صلى الله عليه وسلم: قال الآخر: اللهم كانت لى ابنةُ عمّ كانت أحبَّ الناس إلىَّ فأردتُها على نفسها وامتنعت منى حتى ألمت بها سَنَةٌ من السنين فجائتنى فأعطيتُها عشرين ومئةَ دينار على أن تُخَلِّىَ بينى وبين نفسها ففعلت حتى إذا قَدَرتُ عليها قالت: لا أُحِلُّ لَکَ أن تَفُضَّ الخاتَمَ إلا بحقِّه فتحرَّجتُ من الوقوع عليها فانصرفتُ عنها وهى أحبُّ الناس إلىّ وتركتُ الذهب الذى أعطيتها اللهم إن كنتُ فعلتُ ذلک ابتغاءَ وجهک فافرُج عنا ما نحن فيه فانفرجَتِ الصخرة غير أنهم لا يستطيعون الخروج منها قال النبىُّ صلى الله عليه وسلم: وقال الثالث: اللهم

استأجَرتُ أُجَرَاءَ وأعطيتُهم أجرَهم غير رَجُل واحد ترَک الذی له وذهب فَثَمّرتُ أجرَهُ حتی کَثُرَت منه الأموال فجاءنی بعد حین فقال: یا عبد اللّٰہ أَدِّ إلیَّ أجری فقلت: کلُّ ما تری من أجرِک من الإبل والبقر والغنم والرقیق فقال: یا عبد اللّٰہ لا تستهزئ بی فقلتُ: إنی لا أستهزئُ بک فأخذه کلّه فاستاقه فلم یترک منه شیئاً اللهم فإن کنتُ فعلتُ ذلک ابتغاءَ وجهک فافرُج عنا ما نحن فیه فانفرجتِ الصخرة فخرجوا یمشون۔(49)

تم سے پہلے کسی امت کے تین شخص (ایک ساتھ سفر پر) نکلے۔ (چلتے چلتے رات ہوگئی) رات گزارنے کے لیے وہ ایک غار میں داخل ہوگئے۔ اسی دوران پہاڑ سے ایک چٹان گری جس نے غار کے منہ کو بند کر دیا۔ (یہ دیکھ کر) انہوں نے کہا کہ اس چٹان سے نجات کی یہی صورت ہے کہ سب کے سب اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں (چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے عمل کے واسطے سے دعائیں کیں) ان میں سے ایک نے کہا: یا اللہ! (آپ جانتے ہیں کہ) میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے۔ میں اہل وعیال اور غلاموں کو ان سے پہلے دودھ نہیں پلاتا تھا۔ ایک دن میں ایک چیز کی تلاش میں دور نکل گیا، جب واپس لوٹ کر آیا تو والدین سو چکے تھے۔ (پھر بھی) میں نے ان کے لیے شام کا دودھ دوہا (اور اسے پیالے میں لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا) تو دیکھا کہ وہ (اس وقت بھی) سو رہے ہیں۔ میں نے ان کو جگانا پسند نہیں کیا اور ان سے پہلے اہل وعیال یا غلاموں کو دودھ پلانا بھی گوارا نہ کیا۔ میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے ان کے سرہانے کھڑا ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور وہ بیدار ہوئے (تو میں نے انہیں دودھ دیا) اس وقت انہوں نے اپنے شام کے حصے کا دودھ پیا۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف آپ کی خوشنودی کے لیے کیا تھا تو ہم اس چٹان کی وجہ سے جس مصیبت میں پھنس گئے ہیں اس سے ہمیں نجات عطا فرمادیں۔ اس دعا کے نتیجہ میں وہ چٹان تھوڑی سی سرک گئی لیکن باہر نکلنا ممکن نہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ دوسرے شخص نے دعا کی یا اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے (ایک مرتبہ) اس سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئی یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ قحط سالی نے اسے (میرے پاس) آنے پر مجبور کر دیا۔ میں نے اسے اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیے کہ وہ تنہائی میں مجھ سے ملے۔ وہ آمادہ ہوگئی یہاں تک کہ جب میں اس پر قابو پا چکا (اور قریب تھا کہ میں اپنی نفسانی خواہش پوری کروں) تو اس نے کہا کہ میں تمہارے لیے اس بات کو حلال نہیں سمجھتی کہ تم

اس مہر کو ناحق توڑو (یہ سن کر) میں اپنے برے ارادے سے باز آ گیا اور میں اس سے دور ہو گیا حالانکہ مجھے اس سے بہت زیادہ محبت تھی اور میں نے وہ سونے کے دینار بھی چھوڑ دیے جو اسے دیے تھے ۔ یااللہ ! اگر میں نے یہ کام آپ کی رضا کے لیے کیا تھا تو ہماری اس مصیبت کو دور فرما دیں چنانچہ وہ چٹان کچھ اور سرک گئی لیکن (پھر بھی) نکلنا ممکن نہ ہوا۔

تیسرے نے دعا کی یااللہ! کچھ مزدوروں کو میں نے مزدوری پر رکھا تھا، سب کو میں نے مزدوری دے دی صرف ایک مزدور اپنی مزدوری لیے بغیر چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو کاروبار میں لگا دیا یہاں تک کہ مال میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ ایک دن آیا اور کہا: اللہ کے بندے ! مجھے میری مزدوری دے ، میں نے کہا یہ اونٹ، گائے ، بکریاں اور غلام جو تمہیں نظر آ رہے ہیں یہ تمہاری مزدوری ہے یعنی تمہاری مزدوری کو کاروبار میں لگا کر یہ منافع حاصل ہوئے ہیں ۔اس نے کہا: اللہ کے بندے ! مذاق نہ کر، میں نے کہا مذاق نہیں کر رہا، (حقیقت بیان کر رہا ہوں) چنانچہ (میری وضاحت کے بعد) وہ سارا مال لے گیا، کچھ نہ چھوڑا۔ یااللہ! اگر میں نے یہ کام صرف آپ کی رضا کی خاطر کیا تھا تو یہ مصیبت جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں دور فرما دیں۔ چنانچہ وہ چٹان بالکل سرک گئی (اور غار کا منہ کھل گیا) اور سب باہر نکل آئے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قربانی سے اللہ کا حکم پورا کرتا ہے اور اس حکم کو پورا کرنے میں اسے مشقت اور تکلیف آتی ہے تو یہ تکلیف مستقبل کی بڑی بڑی تکلیفوں کے لیے ڈھال بن جاتی ہے۔

تیسرا فائدہ: پابندیوں کے ساتھ کمانے پر حلال کی برکتیں ملیں گی

(1) جسے سچائی، امانت داری اور رزقِ حلال ملا اسے سب کچھ ملا

حدیث میں آتا ہے:

أَربَعٌ إِذَا کُنَّ فِیکَ فَلَا عَلَیکَ مَا فَاتَکَ مِنَ الدُّنیَا: حِفظُ أَمَانَةٍ وَ صِدقُ حَدِیثٍ وَ حُسنُ خَلِیقَةٍ وَ عِفَّةٌ فِی طُعمَةٍ۔ (50/1)

چار نیکیاں ہیں ، اگر تجھ میں پائی جائیں، تو دنیا کی کسی چیز کے فوت ہو جانے کا تجھے کوئی غم نہیں ہونا چاہیے، امانت کی حفاظت ، سچی بات، حسن اخلاق اور کھانے میں پاکدامنی (یعنی گزارے کے لائق حلال روزی ملتی رہے)۔

(2) حلال سے اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں ''حرام سے بچنے اور حلال کے حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم نے مختلف مقامات میں مختلف عنوانات سے تاکید فرمائی ہیں ۔ایک آیت میں اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ انسان کے

اعمال و اخلاق میں بہت بڑا دخل حلال کھانے کو بھی ہے۔ اگر اس کا کھانا پینا حلال نہیں تو اس سے اخلاق حمیدہ اور اعمال صالحہ کا صدور مشکل ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعمَلُونَ عَلِيمٌ۔(مؤمنون:51)

اے گروہ انبیاء حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے اعمال کی حقیقت سے واقف ہوں۔

اس آیت میں حلال کھانے کے ساتھ عمل صالح کا حکم فرما کر اشارہ کر دیا ہے کہ اعمال صالحہ کا صدور جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ انسان کا کھانا پینا حلال ہو۔(50/2)

(3) حلال سے دعائیں اور عبادات قبول ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ آیت تلاوت کی گئی:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الأَرضِ حَلاَلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيطَانِ إِنَّهُ لَكُم عَدُوٌّ مُبِينٌ۔(بقرہ:168)

لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ پیو اور شیطانی راہ نہ چلو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کھڑے ہو کر کہا حضور میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

یاسعد! أطب مطعمک تکن مستجاب الدعوۃ۔(51)

اے سعد! پاک چیزیں اور حلال لقمہ کھاتے رہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا رہے گا۔

- علامہ ابن کثیر اس آیت:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقنَاكُم وَاشكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُم إِيَّاهُ تَعبُدُونَ۔(بقرۃ:172)

ایمان والو جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں اُنہیں کھاؤ، پیو اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے رہو۔

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لقمہ حلال دعا اور عبادت کی قبولیت کا سبب ہے اور لقمہ حرام عدم قبولیت کا۔**(52)**

● علامہ ابن رجب حنبلیؒ اس آیت:

یَاأَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعمَلُوا صَالِحًا إِنِّی بِمَا تَعمَلُونَ عَلِیمٌ۔ (مؤمنون:51)

اے گروہ انبیاء حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے اعمال کی حقیقت سے واقف ہوں۔

کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رسولوں اور ان کی امتوں کو حلال کھانے اور نیک عمل کرنے کا حکم ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جب غذا حلال ہوگی تو عمل مقبول ہوگا اور غذا حلال نہ ہوگی تو عمل بھی مقبول نہ ہوگا۔(53)

● جب حاجی حلال مال کے ساتھ حج کو نکلتا ہے اور سواری پر سوار ہو کر کہتا ہے: لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ تو فرشتہ بھی آسمان سے (اس کی تائید اور تقویت میں) لَبَّیکَ وَسَعْدَیکَ کہتا ہے (یعنی تیرا لبیک کہنا مقبول ہے) وہ فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا توشہ بھی حلال ہے، تیری سواری بھی حلال ہے (کہ حلال مال سے حاصل ہوا ہے) اور تیرا حج مبرور ہے اور کوئی وبال تجھ پر نہیں اور جب آدمی حرام مال کے ساتھ حج کو جاتا ہے اور سواری پر سوار ہو کر لبیک کہتا ہے تو فرشتہ آسمان سے کہتا ہے کہ نہ لبیک نہ سعدیک، یعنی تیری لبیک غیر مقبول ہے، تیرا توشہ حرام ہے، تیرا خرچہ حرام ہے، تیرا حج معصیت ہے، یہ حج مبرور نہیں۔(54)

● نیز حلال غذا سے مزید یہ برکتیں ملتی ہیں

(3) اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور اخلاق رذیلہ سے نفرت ہوتی ہے۔

(4) عبادت میں دل لگتا ہے۔

(5) گناہ سے دل گھبراتا ہے۔

(6) قلب میں نور اور معرفت پیدا ہوتی ہے اور دلوں میں نرمی آتی ہے۔

(7) کمائی میں برکت ہوتی ہے۔

(8) اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا نصیب ہوتی ہے۔

(9) جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات ملتی ہے۔(55)

چوتھا فائدہ: پابندیوں کے ساتھ کمانے پر آخرت کا حساب کتاب دینا آسان ہوگا

ایک حدیث میں آتا ہے:

لاَ تَزُولُ قَدَمُ ابنِ آدَمَ یَومَ القِیَامَةِ مِن عِندِ رَبِّهِ حَتّٰی یُسأَلَ عَن خَمسٍ عَن عُمُرِهٖ فِیمَ أَفنَاهُ وَعَن شَبَابِهٖ فِیمَ أَبلَاهُ وَمَالِهٖ مِن أَینَ اکتَسَبَهُ وَفِیمَ أَنفَقَهُ

وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ۔(56)

قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اللہ رب العزت کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے متعلق نہ پوچھ لیا جائے (1) اس نے عمر کس چیز میں صرف کی (2) جوانی کہاں خرچ کی (3) مال کہاں سے کمایا (4) مال کہاں خرچ کیا (5) جو کچھ سیکھا اس پر کتنا عمل کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی سے قیامت کے دن مال کے حوالے سے دو چیزوں کے متعلق سوال ہوگا "مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ" مال کمایا کہاں سے تھا اور خرچ کہاں پر کیا؟ کمائی کے ذرائع جائز تھے یا ناجائز؟ اور جن چیزوں پر خرچ کیا وہ جائز تھیں یا ناجائز؟ ان دو باتوں میں سارا معاملہ آجاتا ہے۔ کمائی کے ذرائع اور مصرف کے مقامات دونوں جائز ہوں گے تب بات بنے گی ورنہ آدمی گناہ گار ٹھہرے گا۔ اسلام نے کمائی کے ذرائع بھی محدود کیے ہیں کہ فلاں ذریعہ آمدن جائز ہے اور فلاں ناجائز ہے۔ اور خرچ کرنے کے معاملے میں بھی انسان کو کھلی چھٹی نہیں دی گئی کہ جہاں چاہو خرچ کرلو بلکہ مصرف کے مقامات کے متعلق بھی واضح کیا گیا ہے کہ فلاں جگہ خرچ کرنے کے لیے جائز ہے اور فلاں ناجائز۔ اور یہی اسلامی معیشت وتجارت کا بنیادی دائرہ ہے۔

سوال: یہ بات واضح ہوگی کہ بے لگام حرص یعنی شرعی اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہوکر کمانا اس کے نتائج بہت برے ہیں اور پابندیوں کے ساتھ کمانے کے فوائد بہت ہیں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: تین کام کرنے ہیں:

1) شرعی اخلاقی ہدایات سیکھیں

2) اس پر عمل کریں

3) دوسروں کو سکھائیں

باب:۔2

کمانے میں شرعی اخلاقی پابندیوں سے متعلق خدشات وسوالات

فصل:1 سیکھنے سے متعلق خدشات وسوالات
فصل:2 عمل کرنے سے متعلق خدشات وسوالات
فصل:3 سکھانے سے متعلق خدشات وسوالات

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:۔1

سیکھنے سے متعلق خدشات/سوالات

(1) فہم معیشت کورس سیکھنا کیوں ضروری ہے؟ (2) باقاعدہ سیکھنا کیوں ضروری ہے؟

(1) فہم معیشت کورس سیکھنا کیوں ضروری ہے؟

سوال: یہ بات اچھی طرح سمجھ آگئی کہ کمانے میں شرعی اخلاقی پابندیوں پر عمل کرنا ضروری ہے لیکن جب بحیثیت مسلمان الحمدللہ ہم نہ سود لیتے ہیں نہ دیتے ہیں، نہ رشوت لیتے ہیں نہ دیتے ہیں، نہ حرام اشیاء بناتے ہیں نہ بیچتے ہیں، کسی کے مال پر ناحق قبضہ نہیں کرتے تو پھر فہم معیشت کورس سیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: ایک کاروبار کے صحیح ہونے کے لیے صرف ان چند معاملات سے پرہیز کافی نہیں بلکہ معاملات سے متعلق ہر شعبہ والے کو اپنے شعبہ سے متعلق تمام بنیادی احکام کا سیکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ فروخت کنندہ اور خریدار پر واجب ہے کہ معاملات انجام دینے سے پہلے ان کے احکام سیکھنا شروع کردیں (تاکہ معاملات بالکل درست اور حرام وشبہات سے دور ہوں) معاملات کے احکام کو نہ سیکھنا گناہ ہے۔ کیونکہ اگر وہ احکام کو نہیں سیکھیں گے تو کبھی نہ کبھی ناجائز معاملات میں پھنس جائیں گے، اگرچہ ان کا ارادہ ناجائز معاملات کا نہ ہو۔ بلکہ کبھی کبھی تو آدمی ناجائز اور حرام معاملات میں غرق ہوجاتا ہے اس کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ حرام میں پڑ چکا ہے۔ سلفِ صالحین سے منقول ہے کہ جب تک وہ ان احکام کو سیکھ نہیں لیتے جن کے بغیر تجارتی معاملات میں ناجائز اور حرام سے بچنا مشکل ہے، تب تک تجارت کرنے سے بچتے تھے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے:

مَنْ اتَّجَرَ قَبْلَ اَنْ یَّتَفَقَّهَ ارْتَطَمَ فِی الرِّبَا۔(57)

جو شخص تجارتی احکام سیکھنے سے پہلے تجارت شروع کرے گا وہ سود میں پڑ جائے گا۔

اسی لیے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں اعلانات کرواتے تھے کہ:

لَا یَبِیْعُ فِیْ سُوْقِنَا اِلَّا مَنْ تَفَقَّهَ فِی الدِّیْنِ۔(58)

ہمارے بازاروں میں صرف وہ شخص کاروبار کرے جس نے کاروبار کے دینی مسائل خوب سمجھ لیے ہوں

● دور نبوی میں نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کا یہ مزاج بنایا تھا کہ ہر صحابیؓ اپنے شعبہ کا بنیادی دین سیکھتا تھا۔
چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت عدی بن حاتم نےؓ اسلام قبول کیا تو ان کا پیشہ شکار تھا تو آپؐ نے باقاعدہ اس کا دین سیکھا۔(59)

سنار اپنے شعبے کا علم سیکھتے تھے۔حضرت ابومنہالؒ سے روایت ہے کہ میں سونے چاندی کی تجارت کیا کرتا تھا، اس لیے میں نے براء بن عازبؓ اور زید بن ارقمؓ سے اس کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا:

كُنَّا تَاجِرَينِ عَلَى عَهدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّرفِ فَقَالَ: إِن كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأسَ وَإِن كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصلُحُ۔(60)

ہم نبی کریم ﷺ کے عہد میں تاجر تھے، اس لیے ہم نے آپ ﷺ سے سونے چاندی کے متعلق پوچھا تھا۔ آپ ﷺ نے جواب یہ دیا تھا کہ (لین دین) ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن ادھار کی صورت میں جائز نہیں ہے۔

تصویر بنانے والے بھی اپنے شعبہ کے احکام معلوم کرتے تھے:
حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا:

يَا ابْنَ عَبَّاسٍ إِنِّي إِنسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِن صَنعَةِ يَدِي وَإِنِّي أَصنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيرَ فَقَالَ ابنُ عَبَّاسٍ: لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَمِعتُهُ يَقُولُ: مَن صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبوَةً شَدِيدَةً وَاصفَرَّ وَجهُهُ فَقَالَ: وَيحَكَ إِن أَبَيتَ إِلَّا أَن تَصنَعَ فَعَلَيكَ بِهَذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَيءٍ لَيسَ فِيهِ رُوحٌ۔(61/1)

اے ابن عباس! میں ان لوگوں میں سے ہوں، جن کی روزی اپنے ہاتھ کی صنعت پر موقوف ہے اور میں یہ مورتیاں بناتا ہوں۔ ابن عباسؓ نے اس پر فرمایا کہ میں تمہیں صرف وہی بات بتلاؤں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جس نے بھی کوئی مورتی بنائی تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب دیتا رہے گا جب تک وہ شخص اپنی مورتی میں جان نہ ڈال دے اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا (یہ سن کر) اس شخص کا سانس چڑھ گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ افسوس! اگر تم مورتیاں بنانا ہی چاہتے ہو تو ان درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں جان نہیں ہے مورتیاں بنا سکتے ہو۔

الغرض جو شخص با قاعدہ تجارت کے بنیادی اصول نہیں سیکھے گا وہ نہ جاننے کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی حرام میں مبتلا ہوگا، پھر نہ عبادات قبول ہوں گی نہ اس کی دعائیں، پریشانیاں آئیں گی، یہ اعمال کرے گا، پریشانیاں دور نہیں ہوں گی، یہ حیران ہوگا کہ میں نے تو تمام وظیفے پڑھے پھر میرے مسئلے حل کیوں نہیں ہوتے۔

- **صحابہ کرام کا عام مزاج یہ تھا کہ جب تک حلال وحرام کا پتہ نہ چل جائے اس وقت تک وہ اپنے معاملات کو موقوف رکھتے تھے۔**

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت زینبؓ اپنا واقعہ بیان کرتی ہے:

كُنتُ فِي المَسجِدِ فَرَأَيتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: تَصَدَّقنَ وَلَو مِن حُلِيِّكُنَّ وَكَانَت زَينَبُ تُنفِقُ عَلَى عَبدِ اللهِ وَأَيتَامٍ فِي حَجرِهَا قَالَ: فَقَالَت لِعَبدِ اللهِ: سَل رَسُولَ اللهِ ﷺ أَيَجزِي عَنِّي أَن أُنفِقَ عَلَيكَ وَعَلَى أَيتَامٍ فِي حَجرِي مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ: سَلِي أَنتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَانطَلَقتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَوَجَدتُ امرَأَةً مِنَ الأَنصَارِ عَلَى البَابِ حَاجَتُهَا مِثلُ حَاجَتِي فَمَرَّ عَلَينَا بِلَالٌ فَقُلنَا: سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَيَجزِي عَنِّي أَن أُنفِقَ عَلَى زَوجِي وَأَيتَامٍ لِي فِي حَجرِي وَقُلنَا: لَا تُخبِر بِنَا فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: مَن هُمَا قَالَ: زَينَبُ قَالَ: أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ: امرَأَةُ عَبدِ اللهِ قَالَ: نَعَم لَهَا أَجرَانِ أَجرُ القَرَابَةِ وَأَجرُ الصَّدَقَةِ۔ (61/2)

میں مسجد نبی میں تھی، رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا آپ ﷺ فرما رہے تھے "صدقہ کرو خواہ اپنے زیور ہی میں سے دو۔ اور میں اپنا صدقہ اپنے شوہر عبداللہ بن مسعودؓ اور چند یتیموں پر بھی جو میری پرورش میں تھے خرچ کیا کرتی تھی، اس لیے میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے پوچھئے کہ کیا وہ صدقہ بھی مجھ سے کفایت کرے گا جو میں آپ پر اور ان چند یتیموں پر خرچ کروں جو میری پرورش میں ہیں؟ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ تم خود جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لو۔ آخر میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت میں نے آپ ﷺ کے دروازے پر ایک انصاری خاتون کو پایا، جو میری ہی جیسی ضرورت لے کر موجود تھیں۔ ہمارے سامنے سے بلالؓ گزرے تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کیجئے کہ کیا وہ صدقہ مجھ سے کفایت کرے گا جسے میں اپنے شوہر اور اپنی زیر پرورش چند یتیم بچوں پر خرچ کر دوں؟ ہم نے بلالؓ سے یہ بھی کہا کہ ہمارا نام نہ لینا۔ وہ اندر گئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ دو عورتیں مسئلہ دریافت کرتی ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں کون ہیں؟ بلالؓ نے کہہ دیا کہ زینب نام کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کون سی زینب؟ بلالؓ نے کہا عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! بیشک درست ہے، اور انہیں دوگنا

ثواب ملے گا، ایک قرابت داری کا اور دوسرا خیرات کرنے کا۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے:

أَنَّهُ كَانَ غَائِبًا فَقَدِمَ فَقُدِّمَ إِلَيهِ لَحمٌ قَالُوا: هَذَا مِن لَحمِ ضَحَايَانَا فَقَالَ: أَخِّرُوهُ لاَ أَذُوقُهُ قَالَ: ثُمَّ قُمتُ فَخَرَجتُ حَتَّى آتِيَ أَخِي أَبَا قَتَادَةَ وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ وَكَانَ بَدرِيًّا فَذَكَرتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّهُ قَد حَدَثَ بَعدَكَ أَمرٌ۔(61/3)

وہ سفر میں تھے جب واپس آئے تو ان کے سامنے گوشت لایا گیا، کہا گیا کہ یہ ہماری قربانی کا گوشت ہے، ابوسعیدؓ نے کہا کہ اسے ہٹاؤ میں اسے نہیں چکھوں گا۔ ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ میں پھر اٹھ گیا اور گھر سے باہر نکل کر اپنے بھائی ابوقتادۃؓ کے پاس آیا (وہ ماں کی طرف سے ان کے بھائی تھے اور بدر کی لڑائی میں شرکت کرنے والوں میں سے تھے) میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے بعد (قربانی کا گوشت جمع کرنے کی ممانعت کا) حکم بدل گیا ہے (لہٰذا اب آپ کھا سکتے ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت ہے:

أَنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَن يَشتَرِيَهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَاستَأمَرَهُ فَقَالَ: لاَ تَعُد فِي صَدَقَتِكَ۔(61/4)

عمر بن خطابؓ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستہ میں صدقہ کیا، پھر اسے آپ نے دیکھا کہ بازار میں فروخت ہو رہا ہے، اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ اسے وہ خود ہی خرید لیں (لیکن خریدنے سے پہلے خیال ہوا کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھ لوں چنانچہ) اجازت لینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اپنا صدقہ واپس نہ لو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

أَنَّهَا أَرَادَت أَن تَشتَرِيَ بَرِيرَةَ لِلعِتقِ وَأَرَادَ مَوَالِيهَا أَن يَشتَرِطُوا وَلاَئَهَا فَذَكَرَت عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: اشتَرِيهَا فَإِنَّمَا الوَلاَءُ لِمَن أَعتَقَ۔(61/5)

ان کا ارادہ ہوا کہ بریرہؓ کو (جو باندی تھیں) آزاد کر دینے کے لیے خرید لیں۔ لیکن اس کے اصل مالک یہ چاہتے تھے کہ ولاء (میراث) انہیں کے لیے رہے۔ اس کا ذکر عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم خرید کر آزاد کر دو، ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

كُنَّا فِي مَسِيرٍ لَنَا فَنَزَلْنَا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ فَقَالَتْ: إِنَّ سَيِّدَ الحَيِّ سَلِيمٌ وَإِنَّ نَفَرَنَا غَيبٌ فَهَل مِنكُم رَاقٍ فَقَامَ مَعَهَا رَجُلٌ مَا كُنَّا نَأبُنُهُ بِرُقيَةٍ فَرَقَاهُ فَبَرَأَ فَأَمَرَ لَهُ بِثَلَاثِينَ شَاةً وَسَقَانَا لَبَنًا فَلَمَّا رَجَعَ قُلنَا لَهُ: أَكُنتَ تُحسِنُ رُقيَةً أَو كُنتَ تَرقِي قَالَ: لَا مَا رَقَيتُ إِلَّا بِأُمِّ الكِتَابِ قُلنَا: لَا تُحدِثُوا شَيئًا حَتَّى نَأتِيَ أَو نَسأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمَّا قَدِمنَا المَدِينَةَ ذَكَرنَاهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: وَمَا كَانَ يُدرِيهِ أَنَّهَا رُقيَةٌ اقسِمُوا وَاضرِبُوا لِي بِسَهمٍ۔ (61/6)

ہم ایک فوجی سفر میں تھے (رات میں) ہم نے ایک قبیلہ کے نزدیک پڑاؤ کیا۔ پھر ایک باندی آئی اور کہا کہ قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا ہے اور ہمارے قبیلے کے مرد موجود نہیں ہیں، کیا تم میں کوئی بچھو کا جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ ایک صحابی (خود ابوسعید) اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے، ہم کو معلوم تھا کہ وہ جھاڑ پھونک نہیں جانتے لیکن انہوں نے قبیلہ کے سردار کو جھاڑا تو اسے صحت ہو گئی۔ اس نے شکرانے میں تیس بکریاں دینے کا حکم دیا اور ہمیں دودھ پلایا، جب وہ جھاڑ پھونک کر کے واپس آئے تو ہم نے ان سے پوچھا کیا تم واقعی کوئی منتر جانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں میں نے تو صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کر دیا تھا، ہم نے کہا کہ اچھا جب تک ہم رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق نہ پوچھ لیں ان بکریوں کے بارے میں اپنی طرف سے کچھ نہ کہو۔ چنانچہ ہم نے مدینہ پہنچ کر نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے کیسے جانا کہ سورۂ فاتحہ منتر بھی ہے۔ (جاؤ یہ مال حلال ہے) اسے تقسیم کر لو اور اس میں میرا بھی حصہ لگانا۔

حضرت سلیمان بن ابی مسلمؒ سے روایت ہے:

سَأَلتُ أَبَا المِنهَالِ عَنِ الصَّرفِ يَدًا بِيَدٍ فَقَالَ: اشتَرَيتُ أَنَا وَشَرِيكٌ لِي شَيئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِيئَةً فَجَاءَنَا البَرَاءُ بنُ عَازِبٍ فَسَأَلنَاهُ فَقَالَ: فَعَلتُ أَنَا وَشَرِيكِي زَيدُ بنُ أَرقَمَ وَسَأَلنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَن ذَلِكَ فَقَالَ: مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوهُ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَذَرُوهُ۔ (61/7)

میں نے ابوالمنہال سے بیع صرف نقد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک شریک نے کوئی چیز (سونے اور چاندی کی) خریدی نقد پر بھی اور ادھار پر بھی۔ پھر ہمارے یہاں براء بن عازب رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے شریک زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ بیع کی تھی اور ہم نے

اس کے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو نقد ہو وہ لے لو اور جو ادھار ہوا سے چھوڑ دو۔

حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے:

أَنّ رَسولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجوا مَعَهُ فَصَرَفَ طَائِفَةً مِنهُم فِيهِم أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ: خُذُوا سَاحِلَ البَحرِ حَتّى نَلتَقِيَ فَأَخَذُوا سَاحِلَ البَحرِ فَلَمَّا انصَرَفُوا أَحرَمُوا كُلُّهُم إِلَّا أَبُو قَتَادَةَ لَم يُحرِم فَبَينَمَا هُم يَسِيرُونَ إِذ رَأَوا حُمُرَ وَحشٍ فَحَمَلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الحُمُرِ فَعَقَرَ مِنهَا أَتَانًا فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِن لَحمِهَا وَقَالُوا: أَنَأكُلُ لَحمَ صَيدٍ وَنَحنُ مُحرِمُونَ فَحَمَلنَا مَا بَقِيَ مِن لَحمِ الأَتَانِ فَلَمَّا أَتَوا رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا أَحرَمنَا وَقَد كَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَم يُحرِم فَرَأَينَا حُمُرَ وَحشٍ فَحَمَلَ عَلَيهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنهَا أَتَانًا فَنَزَلنَا فَأَكَلنَا مِن لَحمِهَا ثُمَّ قُلنَا: أَنَأكُلُ لَحمَ صَيدٍ وَنَحنُ مُحرِمُونَ فَحَمَلنَا مَا بَقِيَ مِن لَحمِهَا قَالَ: أَمِنكُم أَحَدٌ أَمَرَهُ أَن يَحمِلَ عَلَيهَا أَو أَشَارَ إِلَيهَا۔ قَالُوا: لَا قَالَ: فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِن لَحمِهَا۔ (61/8)

رسول اللہ ﷺ (حج کا) ارادہ کر کے نکلے۔ صحابہ ؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت کو جس میں ابوقتادہ ؓ بھی تھے یہ ہدایت دے کر راستے سے واپس بھیجا کہ تم لوگ دریا کے کنارے کنارے ہو کر جاؤ، (اور دشمن کا پتہ لگاؤ) پھر ہم سے آملو۔ چنانچہ یہ جماعت دریا کے کنارے کنارے چلی، واپسی میں سب نے احرام باندھ لیا تھا لیکن ابوقتادہ ؓ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ یہ قافلہ چل رہا تھا کہ کئی گورخر دکھائی دیئے، ابوقتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک مادہ کا شکار کر لیا، پھر ایک جگہ ٹھہر کر سب نے اس کا گوشت کھایا اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ چنانچہ جو کچھ گوشت بچا وہ ہم ساتھ لائے اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی یارسول اللہ! ہم سب لوگ تو محرم تھے لیکن ابوقتادہ ؓ نے احرام نہیں باندھا تھا پھر ہم نے گورخر دیکھے اور ابوقتادہ ؓ نے ان پر حملہ کر کے ایک مادہ کا شکار کر لیا، اس کے بعد ایک جگہ ہم نے قیام کیا اور اس کا گوشت کھایا پھر خیال آیا کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی سکتے ہیں؟ اس لیے جو کچھ گوشت باقی بچا ہے وہ ہم ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم میں کسی نے ابوقتادہ ؓ کو شکار کرنے کے لیے کہا تھا؟ یا کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا تھا؟ سب نے کہا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر بچا ہوا گوشت بھی کھا لو۔

سوال: بعض لوگ یہ بھی ذہن رکھتے ہیں کہ اگر ہم مسائل علماء سے پوچھیں گے تو مسئلہ کا علم ہونے کے بعد عمل کرنا پڑے گا اس لیے بہتر ہے کہ پوچھو ہی مت؟

جواب: شریعت میں ایک مسلمان کے لیے دارالاسلام میں نہ جاننا عذر نہیں ہے، غلطی نہ جاننے کی وجہ سے کریں یا جاننے کے بعد کریں غلطی غلطی ہے اس پر پکڑ ہوگی۔**(62)**

سوال: اگر علماء سے کاروباری مسائل پوچھ پوچھ کر چلا جائے تو علماء تو ہر چیز کو حرام بنا دیتے ہیں؟

جواب: علماء حرام بتاتے ہیں، حرام بناتے نہیں۔

سوال: علماء کو چاہیے کہ عوام کو صرف حرام حرام نہ بتائیں بلکہ اس کا متبادل بھی بتایا کریں؟

جواب: ہر حرام اور ناجائز کا متبادل نہیں ہوتا اگر ایسا ہو تو پھر تو شریعت میں کوئی ناجائز ہی نہ رہے گا۔ لہٰذا علما سے ہر حرام اور ناجائز کے متبادل کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں۔ ہاں جس چیز کا متبادل ہوتا ہے الحمدللہ وہ علماء عوام کو بتاتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

> ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ بے ٹکٹ ریل کے سفر کرنے میں ابتلاء عام ہے کوئی گنجائش نکالنی چاہیے؟ (جواب) کیا ایسے ابتلاء عام سے کوئی ناجائز چیز جائز ہو جاتی ہے؟ عوام کے نزدیک علماء صرف اس کام کے لیے رہ گئے ہیں کہ جس معصیت میں ان کو ابتلاء ہو جایا کرے اس کو معصیت کی فہرست سے نکال دیا کریں۔**(63/1)**

سوال: پوچھے تو وہ جسے عمل کرنا ہو ہم گناہ گار لوگ ہیں جب ہم سے عمل ہی نہ ہو سکے گا تو پوچھنے کا کیا فائدہ؟

جواب: عمل نہ بھی ہو سکے پھر بھی سیکھنا فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ؛

1) تجارت کے متعلق صحیح علم سامنے آجانے کے بعد گمراہی اور جہالت سے حفاظت ہو جائے گی۔

2) ان شاء اللہ کبھی نہ کبھی عمل کی توفیق بھی نصیب ہو جائے گی۔

3) خود عمل نہ بھی کیا دوسروں کو سکھلا دیا تو بھی ثواب ملے گا۔**(63/2)**

4) نیز حلال کی برکتیں، حرام کی نحوستیں، علم الٰہی کی خوبیاں، زہد، قناعت کی باتیں جب بار بار اس کورس میں سنیں گے تو اس سے عمل کی استعداد بھی پیدا ہوگی۔

5) علم دین سیکھنے کے جتنے فضائل قرآن وحدیث میں آئے ہیں وہ سب ملیں گے۔

1۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے صبح کو چلتا ہے فرشتے اس پر سایہ کرتے ہیں اور اس کے روزگار میں برکت ہوتی ہے اور اس کے رزق میں کمی نہیں ہوتی اور رزق اس کے لیے مبارک ہوتا ہے۔**(64)**

2۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے، ایک کماتا دوسرا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتا، علم سیکھتا، کمائی والے نے اپنے بھائی کی شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شاید اسی کی وجہ سے تمہیں روزی ملتی ہو۔(65)

3۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتے ہیں۔(66)

4۔ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور فرشتے خوش ہو کر پروں سے اس کے لیے سایہ کرتے ہیں۔(67)

5۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو اس حال میں موت آئی کہ وہ علم حاصل کرتا رہا ہوتا کہ وہ علم حاصل کر کے دین اسلام کو زندہ کرے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہوگا۔(68)

6۔ کاروبار کے بنیادی اصول سیکھنے کی وجہ سے مزید سیکھنے کی راہیں کھلیں گی، موقع موقع پر یہ بات سامنے آئے گی کہ فلاں اصول ہم نے سیکھے تھے اس کی رو سے کاروبار کی یہ نوعیت جائز ہے یا ناجائز؟

(2) باقاعدہ سیکھنا کیوں ضروری ہے

سوال: یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ فہم معیشت کورس کے ذریعہ باقاعدہ مسائل تجارت سیکھنے کے بجائے جب کسی مسئلہ میں ضرورت پیش آجائے ہم مفتی حضرات سے وہ مسئلہ پوچھ لیں اور جب تک اس مسئلہ کا علم نہ ہوجائے اس وقت تک اس معاملہ کو موقوف رکھیں۔

جواب: امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تجارت کے بنیادی مسائل کا علم بہرحال پھر بھی سیکھنا ضروری ہے کیونکہ جب تک ان کا علم نہ ہوگا یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ کہاں معاملہ موقوف کرنا چاہیے اور کہاں علماء سے دریافت کرنا چاہیے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تو اس وقت کسی خاص مسئلے کا علم حاصل کروں گا جب مجھے اس کی ضرورت پیش آئے گی، اس سے پوچھا جائے گا کہ آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوگی کہ فلاں مسئلے کے سلسلے میں شریعت کا حکم دریافت کرنا چاہیے؟ آپ تو اپنے معاملات میں مشغول رہیں گے اور یہ سمجھتے رہیں گے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ جائز ہے، حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وہ جائز نہ ہو، اس لیے تجارت کے سلسلے میں مباح اور غیر مباح کا جاننا بے حد ضروری ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اپنے دور خلافت میں بازار کا گشت لگاتے اور بعض جاہل تاجروں کے درّے لگاتے، فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بازار میں صرف وہی لوگ خرید و فروخت کریں جنہیں تجارت کے شرعی احکام کا علم ہو ورنہ ان کے معاملات سودی ہوں گے، خواہ وہ مانیں یا نہ مانیں۔(69)

سوال: یہ ذہن میں آتا ہے کہ اب تو عمر کافی ہوگئی، بات یاد نہیں رہتی، اب حافظہ پہلے جیسا نہیں رہا، پھر کلاس میں پڑھ بھی لیا تو واپس جا کر مشغولیت کی وجہ سے پڑھنے اور یاد کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

جواب: علم دین کا تعلق دماغ سے زیادہ دل اور عمل سے ہے، عمل کی نیت سے درس سنیں اور کرنے کی چیزوں پر عمل شروع کریں، بچنے کی چیزوں سے بچنا شروع کردیں، پس علم بھی محفوظ ہو جائے گا اور عمل بھی ہو جائے گا، وہ چیزیں انسان بھولتا ہے جو عمل میں نہیں ہوتیں۔

سوال: یہ ذہن میں آتا ہے کہ زیادہ دیر زمین پر بیٹھنا مشکل ہوتا ہے؟

جواب: عذر ہے تو ٹیک لگا کر، کرسی پر جیسے سہولت ہو بیٹھ سکتے ہیں۔

سوال: اپنی مشغولیتوں کے اعتبار سے آئندہ اگر پابندی مشکل ہو جائے؟

جواب: کامل فائدہ تو پابندی سے ہی ہوگا، باقی کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے، عزم، ہمت اور دعا کر کے کورس میں آنا تو شروع کردیں۔

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:۔2

عمل کرنے سے متعلق خدشات وسوالات

(1) مذہب کا تجارت سے کیا تعلق ہے؟

(2) شرعی پابندیوں کے ساتھ کاروبار مشکل ہے عملاً ممکن نہیں

---

(1) مذہب کا تجارت سے کیا تعلق ہے؟

سوال: علماء کرام یہ کہتے ہیں کہ کاروبار میں شرعی ہدایات کے پابند بن کر چلوتو بات یہ ہے کہ مذہب ایک الگ چیز ہے تجارت کاروبار ایک الگ چیز ہے۔ مذہب اور شریعت کا تجارت سے کیا تعلق ہے؟ کاروبار اور تجارت تو مذہب سے باہر کی چیز ہے۔

جواب:

- پہلی بات یہ ہے کہ یہ سوال ایک مسلمان کو پیدا ہی نہیں ہونا چاہیے یہ سوچ تو ہلاک شدہ قوموں میں سے قوم شعیب کی تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان کو کمائی میں آزادی ملنی چاہیے۔

قَالُوا يَاشُعَيبُ أَصَلَاتُکَ تَأمُرُکَ أَن نَترُکَ مَا يَعبُدُ آبَاؤُنَا أَو أَن نَفعَلَ فِي أَموَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّکَ لَأَنتَ الحَلِيمُ الرَّشِيدُ۔ (ہود:87)

وہ لوگ کہنے لگے اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں، بیشک تم تو بڑے بردبار ہو نیک چلن ہو۔

- دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ مذہب کا کمائی سے کوئی سے تعلق نہیں تو اس سے تو مذہب اسلام کا دینِ محمدی کا نعوذ باللہ ناقص ہونا لازم آئے گا کہ مذہب اسلام میں عبادات کی تو رہنمائی ہو اور کاروبار و دیگر معاملات کی راہنمائی کہیں اور سے لینا پڑے جبکہ قرآن کریم میں ہے:

اليَومَ أَكمَلتُ لَكُم دِينَكُم وَأَتمَمتُ عَلَيكُم نِعمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسلَامَ دِينًا۔ (مائدۃ:3)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا۔

ایک اور آیت میں ہے:

إِنَّ هَذَا القُرآنَ يَهدِى لِلَّتِى هِىَ أَقوَمُ وَيُبَشِّرُ المُؤمِنِينَ الَّذِينَ يَعمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُم أَجرًا كَبِيرًا۔ (اسراء:9)

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن (ہر معاملہ کا) وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے، اور جو لوگ (اس پر) ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں، انہیں خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

- **تیسری بات** یہ ہے کہ جہاں دوسروں کے شرعی اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہو کر کمانے کی وجہ سے ہمیں یا ہمارے چاہنے والوں کو نقصان ہو رہا ہوتا ہے اس وقت ہم بھی تو یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے شرعی اخلاقی پابندیوں میں رہ کر کمائیں۔ تو جو نقصان آپ کو اپنے لیے پسند نہیں دوسروں کے لیے بھی ناپسند ہونا چاہیے۔

حدیث میں آتا ہے:

لَا يُؤمِنُ أَحَدُكُم حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفسِهِ۔ (70)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتا ہے جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

(2) شرعی پابندیوں کے ساتھ کاروبار مشکل ہے عملاً ممکن نہیں

سوال: شرعی پابندیوں کے ساتھ کمانا تو بہت مشکل ہے ایسے تو انسان ترقی نہیں کر سکتا اگر ان تمام پابندیوں کے ساتھ تجارت کریں تو آمدنی کم ہو جائے گی کامیابی اور ترقی کی بہت سی شکلوں سے محروم ہونا پڑے گا۔ بلکہ تجارت ہی ٹھپ ہو جائے گی۔ علماء کہتے ہیں اس سے معاملہ کر واس سے نہ کرو یہ بیچو یہ نہ بیچو یہ وضاحت نہیں کی یا شرعی قبضہ سے پہلے فروخت کیا تو معاملہ فاسد ہو جائے گا سارا نفع حرام ہو جائے گا۔ ان سب پابندیوں کے ساتھ کاروبار کرنا تو بڑا مشکل ہے؟

جواب:

- **پہلی بات** تو یہ ذہن میں بٹھانے کی ہے کہ جب کسی بڑے صاحب علم و تجربہ اور شفیق و مہربان کی طرف سے پابندیاں لگائی جاتی ہیں تو وہ فائدہ پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے لیے ہوتی ہیں نہ کہ فائدہ سے محروم کرنے اور نقصان پہنچانے کے لیے۔

چنانچہ ہم عام مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک باپ اپنے بچوں کو جب وہ دوڑ رہے ہوں پیچھے سے یہ تنبیہ کرتا ہے کہ تیز مت دوڑو،

دیکھ کر، سنبھل کر چلو، آگے دیکھو، سائیڈ میں دیکھو، سائیکل آ رہی ہے، بچے نے دوڑنا شروع کیا اور پیچھے سے باپ نے پانچ پابندیاں لگا دیں، اور اس کی وجہ کیا ہے کہ ایک باپ اپنے بچے کو نقصان سے بچانا چاہتا ہے، ان پابندیوں سے گویا وہ اس بچے کی خیر خواہی چاہتا ہے۔

ایسے ہی گھر میں کوئی بچہ باورچی خانہ سے چھری اٹھالے اور اس سے کھیلنے کا ارادہ کرے تو سارے گھر والے فکر مند ہو کر دوڑیں گے اور یک آواز ہو کر منع کریں گے، رُکو......! چھری رکھو، تم اس کو ہاتھ میں نہیں پکڑو، تم اس سے نہیں کھیلو اور فوراً وہ چھری اس بچے کے ہاتھ سے لے لی جائے گی، وجہ صاف ظاہر ہے کہ یہاں ماں کی طرف سے چھری پکڑنے پر پابندیاں محض اس لیے لگائی گئیں کہ ماں اپنے بچے کو نقصان سے بچانا چاہتی ہے۔

ایسے ہی آپ کوئی بھی دوا خریدنے جائیں ہر ڈبہ پر دوا کی خوراک سے متعلق استعمال کرنے والے کی عمر سے متعلق مختلف ہدایات لکھیں ہوتی ہیں اور ظاہر ہے یہاں بھی ہدایات/ پابندیاں سراسر خیر خواہی اور نقصان سے بچانے کے لیے لکھی گئی ہیں۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ بڑوں کی طرف سے لگائی گئی پابندیاں فائدے کے لیے ہوتی ہیں نقصان کے لیے نہیں تو وہ اللہ جو سب بڑوں کے بڑے ہیں، حکمت والے ہیں، جن کا علم محیط ہے، جن کی رحمت کامل ہے، جن کی قدرت لامحدود ہے، جو ہر قسم کی جانبداری سے پاک ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اپنے بندوں کے لیے بنائے ہوئے قوانین، اپنے بندوں پر لگائی ہوئی پابندیاں فائدہ سے محروم کرنے اور نقصان پہنچانے کے لیے ہوں، ہر حیثیت سے کامل نہ ہوں، عادلانہ منصفانہ نہ ہوں، آسان نہ ہوں، ہر فرد کے لیے قابل عمل نہ ہوں ہرگز ایسا نہیں۔

اللہ تو خود فرماتے ہیں:

هُوَ اجتَبَاكُم وَمَا جَعَلَ عَلَيكُم فِى الدِّينِ مِن حَرَجٍ۔ (حج:78)

اس نے تمہیں (اپنے دین کے لیے) منتخب کرلیا ہے، اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ اليُسرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ العُسرَ۔ (بقرة:185)

اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور تمہارے لیے مشکل پیدا کرنا نہیں چاہتا۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُرِيدُ اللهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُم۔ (نساء:28)

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے۔

حدیث میں آتا ہے:

بُعِثتُ بِالحَنِيفِيَّةِ السَّمحَةِ۔ (71)

مجھے سچے سیدھے اور آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

إِنَّ الدِّينَ يُسرٌ وَلَن يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ۔ (72)

بلاشبہ دین آسان ہے، اور دین میں جو کوئی سختی کرے گا، تو دین اس پر غالب آجائے گا۔

اور ایک حدیث میں آتا ہے:

إِنَّ خَيرَ دِينِكُم أَيسَرُهُ إِنَّ خَيرَ دِينِكُم أَيسَرُهُ۔ (73)

تمہارا سب سے اچھا دین وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو، تمہارا سب سے اچھا دین وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔

- **مان لیا کہ آمدنی کم ہوجائے گی لیکن ......**

دوسری بات شرعی پابندیوں کے ساتھ کمانے سے اگر آمدنی کم بھی ہوجائے تو ایک ایمان والے کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ نقصان نہیں ہے یہ فائدہ سے محرومی نہیں ہے، یہ شیطانی وسوسے ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں حلال کی قلیل آمدنی حرام کی کثرت سے بہتر ہے، حقیقت میں ایسا قلیل قلیل نہیں بلکہ نتائج اور ثمرات کے اعتبار سے کثیر ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

بَقِيَّتُ اللهِ خَيرٌ لَكُم إِن كُنتُم مُؤمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيكُم بِحَفِيظٍ۔ (ھود:86)

اگر تم میری بات مانو تو (لوگوں کا حق ان کو دینے کے بعد) جو کچھ اللہ کا دیا بچا رہے، وہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے، اور (اگر نہ مانو تو) میں تم پر پہرہ دار مقرر نہیں ہوا ہوں۔

ایک اور آیت میں ہے:

الشَّيطَانُ يَعِدُكُمُ الفَقرَ وَيَأمُرُكُم بِالفَحشَاءِ وَاللهُ يَعِدُكُم مَغفِرَةً مِنهُ وَفَضلًا وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ (بقرہ:268)

شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ بڑی وسعت والا، ہر بات جاننے والا ہے۔

اور شرعی پابندیوں سے آزاد ہوکر کمانے سے اگر آمدنی زیادہ بھی ہوجائے تو یہ کثیر آمدنی کثیر نہیں بلکہ نتائج اور ثمرات کے اعتبار سے قلیل ہے۔

- **مان لیا کہ وقتی طور پر ترقی کی ظاہری شکلوں سے محروم ہونا پڑے گا لیکن ......**

تیسری بات: شرعی پابندیوں کے ساتھ کمانے میں اگر کامیابی اور ترقی کی ظاہری شکلوں سے محروم ہونا پڑے تو یہ ناکامی وقتی اور ظاہری ہوتی ہے حقیقت میں اور انجام کے اعتبار سے دائمی اور حقیقی کامیابی ملتی ہے شرعی پابندیوں سے آزاد ہوکر کمانے میں اگر کامیابی اور ترقی مل بھی جائے تو یہ کامیابی اور ترقی وقتی اور عارضی ہوتی ہے حقیقت میں اور انجام کے

اعتبار سے ناکامی اور محرومی ہوتی ہے۔

سوال: کمانے پر جو پابندیاں شریعت کی طرف سے لگائی جاتی ہیں ان کے کچھ فوائد بتائیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی لگائی ہوئی تمام پابندیاں ہی بندوں کے فائدہ کے لیے ہیں

قرآن کریم میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ۔ (انفال: 24)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب رسول تمہیں اس بات کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

جن کی تفصیل تو آگے کورس میں آئیں گی مختصراً کچھ فوائد یہ ہیں:

(1) شریعت کی طرف سے کچھ پابندیاں خریدار کو نقصان سے بچانے کے لیے لگائی گئی ہیں۔ مثلا: فروخت کنندہ کو پابند کیا کہ مال فروخت کرتے وقت

1) عیب نہ چھپاؤ 2) غلط بیانی نہ کرو 3) مضر اشیاء فروخت نہ کرو 4) خریدار کا سودا خراب مت کرو

(2) کچھ پابندیاں فروخت کنندہ کو نقصان سے بچانے کے لیے لگائی گئی ہیں۔ مثلاً: خریدار کو پابند کیا کہ خریدتے وقت

1) فروخت کنندہ کے سودے میں مداخلت نہ کرو 2) نَجَش (دھوکہ کی بیع) نہ کرو تَلَقِّیِ جَلَب (شہر کے بیوپاری کا باہر جا کر غلہ لانے والوں کو دھوکہ دینا) نہ کرو

(3) کچھ پابندیاں اہل شہر کو نقصان سے بچانے کے لیے ہیں مثلاً: خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کو پابند کیا کہ

1) ذخیرہ اندوزی نہ کرو 2) تَلَقِّی جَلَب (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانا)

3) "بَیعِ حاضِرٍ لِلْبادِی" (شہری کا دیہاتی کے لیے/کو بیچنا) 4) مصنوعی گرانی پیدا نہ کرو

(4) کچھ پابندیاں باہمی جھگڑوں سے بچانے کے لیے ہیں مثلاً:

خریدار اور فروخت کنندہ کو پابند کیا کہ خرید و فروخت کرتے وقت معاملہ ہر لحاظ سے شفاف ہونا چاہیے کسی قسم کا ابہام نہ ہو

(5) کچھ پابندیاں ارتکازِ دولت" (Concentration of Welth) کے نقصانات سے بچانے کے لیے ہیں یعنی سرمایہ اور وسائلِ پیداوار کا چند خاندانوں یا خاص خاص طبقات میں دائر اور محدود ہو جانا اور باقی مخلوقِ خدا کا اُن کے رحم و کرم پر رہ جانا۔ اور دوسری "طلب ورسد" (Demand and Supply) کی مصنوعی جکڑ بندی سے بچانے کے لیے سود، سودی بینکاری، جوا، سود قمار پر مبنی انشورنس، سٹے، ناجائز آڑھت وغیرہ سے منع کیا ہے جس کی وجہ سے ملک کی تقریباً پوری دولت چند افراد اور خاندانوں کے درمیان دائر ہو کر رہ جاتی ہے، جو "طلب ورسد" (Demand and Supply) کی فطری قوتوں کو بھی اپنے مفادات کے تابع کر کے بازار کی قیمتوں کے حاکم بن بیٹھتے ہیں، بیوروکریسی سے

ان کا گٹھ جوڑ ہوتا ہے، دولت کے بل پر یہ صرف امپورٹ، ایکسپورٹ، تھوک مارکیٹ اور صنعت وتجارت ہی پر قابض نہیں ہوتے، بلکہ اسمبلیوں اور اقتدار کے ایوانوں پر بھی یہی براجمان ہوجاتے ہیں، چھوٹے تاجر، دستکار، چھوٹے صنعتکار، اور عوام، سب ان کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں، عوام کی اکثریت اِن ہی کی مزدوری اور نوکری چاکری پر مجبور ہوتی چلی جاتی ہے، اور ان ہی کی من مانی شرائط پر، اور جو اُجرت وہ مقرر کردیں اُسی پر کام کرنے کے سوا عوام کے لیے کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ تنخواہ دار طبقے کی آنے والی نسلیں بھی نوکری چاکری ہی کرتی رہتی ہیں اور معاشرہ دو طبقوں میں بٹ جاتا ہے، ایک طرف مالداروں کا طبقہ جس کی آنے والی نسلوں میں دولت بڑھتی جاتی ہے دوسری طرف وہ طبقہ جو انہی کی نوکری چاکری کرنے پر مجبور ہے۔ پھر چونکہ ملازمت کے مواقع کم اور اس کے طلب گار زیادہ ہوتے ہیں اس لیے وہ مستأجر (Entreprencur) کی من مانی شرائط پر اور اُسی اجرت پر گزر بسر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جو مستأجر ان کو دینے پر تیار ہوجائے۔ اجیر کے پاس عملاً یہ اختیار نہیں رہتا کہ وہ اپنے حسبِ حال ذریعہ معاش کا اِنتخاب کرسکے، یا مستأجر سے ٹھوک بجا کر سودا کاری کرسکے۔ غریب پہلے سے زیادہ غریب، اور مال دار پہلے سے زیادہ مال دار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ **(74)**

(6) کچھ پابندیاں لوگوں کے مال کی حفاظت کے لیے ہیں جیسے غصب چوری، خیانت بلاسبب دوسروں کا مال لینے کی ممانعت۔

(7) کچھ پابندیاں اخلاقی بیماریوں سے بچانے کے لیے ہیں جیسے: اقالۃ (بیچا ہوا مال واپس لینا) اور تنگدست کو مہلت دینے کی ترغیب، بیع المضطر (سخت ضرورت مند کے ساتھ خرید وفروخت) کی ممانعت وغیرہ۔

(8) بہت سی پابندیاں آخرت کے نقصان سے بچانے کے لیے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

رِجَالٌ لَا تُلۡهِيهِمۡ تِجَارَةٌ وَلَا بَيۡعٌ عَن ذِكۡرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَومًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الۡقُلُوبُ وَالۡأَبۡصَارُ۔ (النور:37)

جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں الٹ پلٹ کر رہ جائیں گی۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

طَلَبُ الحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعدَ الفَرِيضَةِ۔ (حلال کا طلب کرنا فرض کے بعد فرض ہے) **(75)**

(9) بہت سی پابندیاں آخرت کے بڑے بڑے فائدے دلانے کے لیے ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ۔ **(76)**

سچا اور امانت دار تاجر انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

فصل:۔3

سکھانے سے متعلق خدشات وسوالات

(1) عمل کے ساتھ ہمیں عمل کی دعوت کا بھی حکم ہے (2) عمل کی دعوت پر بہت فائدے ہیں
(3) برائی سے نہیں روکیں گے تو برائی کے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے (4) آج کون سنتا ہے؟

(1) عمل کے ساتھ ہمیں عمل کی دعوت کا بھی حکم ہے

سوال: اجی ہم تو گناہ گار رہیں ہم سے کمائی سے متعلق ہدایات پر عمل ہی ہو جائے بڑی بات ہے دوسروں کو سکھانا تو بڑے لوگوں کا کام ہے؟

جواب: عمل کے ساتھ ہمیں عمل کی دعوت کا بھی حکم ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

كُنتُم خَيرَ أُمَّةٍ أُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللهِ وَلَو آمَنَ أَهلُ الكِتَابِ لَكَانَ خَيرًا لَهُم مِنهُمُ المُؤمِنُونَ وَأَكثَرُهُمُ الفَاسِقُونَ۔ (آل عمران:110)

(مسلمانو) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ تو مومن ہیں، مگر ان کی اکثریت نافرمان ہے۔

اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن أَحسَنُ قَولاً مِمَّن دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ المُسلِمِينَ۔ (فصلت:33)

اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف دعوت دے، اور نیک عمل کرے، اور یہ کہے کہ میں فرماں برداروں میں شامل ہوں۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى۔ (مائدة:2)

نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَذَا الخَيرَ خَزَائِنُ وَلِتِلكَ الخَزَائِنِ مَفَاتِيحُ فَطُوبَى لِعَبدٍ جَعَلَهُ اللهُ مِفتَاحًا لِلخَيرِ مِغلَاقًا لِلشَّرِّ وَوَيلٌ لِعَبدٍ جَعَلَهُ اللهُ مِفتَاحًا لِلشَّرِّ مِغلَاقًا لِلخَيرِ۔(77)

یہ دین نعمتوں کے خزانے ہے۔ ان نعمتوں کے خزانوں کے لیے کنجیاں ہیں۔ خوش خبری ہو اس بندے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ بھلائی کی چابی (اور) برائی کا تالا بنادیں یعنی ہدایت کا ذریعہ بنادیں۔ اور تباہی ہے اس بندے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ برائی کی چابی (اور) بھلائی کا تالا بنادیں یعنی گمراہی کا ذریعہ بنے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس میں بعض مسلمان قوموں کی تعریف فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا:

یہ کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنے پڑوسیوں میں نہ دین کی سمجھ پیدا کرتی ہیں، نہ اُن کو دین سکھاتی ہیں، نہ اُن کو نصیحت کرتی ہیں، نہ ان کو اچھی باتوں کا حکم کرتی ہیں اور نہ ان کو بری باتوں سے روکتی ہیں۔ اور کیا بات ہے کہ بعض قومیں اپنے پڑوسیوں سے نہ علم سیکھتی ہیں، نہ دین کی سمجھ حاصل کرتی ہیں اور نہ نصیحت قبول کرتی ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں، ان کو نصیحت کریں، انہیں اچھی باتوں کا حکم کریں، بری باتوں سے روکیں اور دوسرے لوگ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھیں، ان سے دین کی سمجھ حاصل کریں اور ان کی نصیحت قبول کریں، اگر ایسا نہ ہوا تو میں ان سب کو دنیا ہی میں سخت سزا دونگا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کونسی قومیں مراد لی ہیں؟ لوگوں نے کہا: اَشعرِی قوم کے لوگ مراد ہیں کہ وہ علم والے ہیں اور ان کے آس پاس کے دیہاتی دین سے ناواقف ہیں۔ یہ خبر اَشْعَری لوگوں کو پہنچی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے بعض قوموں کی تعریف فرمائی اور ہم پر ناراضگی کا اظہار فرمایا، ہمارا کیا قصور ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دوبارہ) ارشاد فرمایا:

یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں، ان کو نصیحت کریں، ان کو اچھی باتوں کا حکم کریں، بری

باتوں سے منع کریں اور ایسے ہی دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے سیکھیں، ان سے نصیحت حاصل کریں، دین کی سمجھ بوجھ لیں ورنہ میں ان سب کو دنیا ہی میں سخت سزا دونگا۔

اشعری لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم دوسروں کو سمجھ دار بنائیں؟ رسول اللہ نے پھر اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا۔ انہوں نے تیسری دفعہ پھر یہی عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اپنا وہی حکم ارشاد فرمایا۔ پھر انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک سال کی مہلت ہم کو دیدیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے لعنت کی گئی تھی اور یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ جس برائی میں وہ مبتلا تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے، ان کا یہ کام واقعی برا تھا۔(78)

(2) عمل کی دعوت پر بہت فائدے ہیں

حدیث میں آتا ہے:

قَامَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ ؟ قَالَ : خَيْرُ النَّاسِ اَقْرَؤُهُمْ وَاَتْقَاهُمْ وَاَمَرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَوْصَلُهُمْ لِلرَّحِمِ۔(79)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا: یارسول اللہ! لوگوں میں بہترین شخص کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ قرآن شریف کا پڑھنے والا، سب سے زیادہ تقوے والا، سب سے زیادہ نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کو کہنے والا اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو۔

ایک اور حدیث میں ذکر ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: مَن دَلَّ عَلَى خَيرٍ فَلَهُ مِثلُ أَجرِ فَاعِلِهِ۔(80)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے بھلائی کی طرف رہنمائی کی اسے بھلائی کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

إِنَّ الدِّينَ بَدَأَ غَرِيبًا وَيَرجِعُ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلغُرَبَاءِ الَّذِينَ يُصلِحُونَ مَاأَفسَدَ النَّاسُ مِن بَعدِى مِن سُنَّتِي۔(81)

دین شروع میں اجنبی تھا اور عنقریب پھر پہلے کی طرح اجنبی ہوجائے گا لہٰذا ان مسلمانوں کے لیے خوشخبری ہے جن کو دین کی وجہ سے اجنبی سمجھا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اس طریقے کو درست کریں گے جس کو میرے بعد لوگوں نے بگاڑ دیا ہوگا۔

(3) برائی سے نہیں روکیں گے تو برائی کے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے

قرآن کریم میں ہے:

فَلَولَا كَانَ مِنَ القُرُونِ مِن قَبلِكُم أُولُو بَقِيَّةٍ يَنهَونَ عَنِ الفَسَادِ فِى الأَرضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّن أَنجَينَا مِنهُم وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُترِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجرِمِينَ۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهلِكَ القُرَى بِظُلمٍ وَأَهلُهَا مُصلِحُونَ۔

(ھود:117-116)

تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں، بھلا ان میں ایسے لوگ کیوں نہ ہوئے جن کے پاس اتنی بچی کھچی سمجھ تو ہوتی کہ وہ لوگوں کو زمین میں فساد مچانے سے روکتے؟ ہاں تھوڑے سے لوگ تھے جن کو ہم نے (عذاب سے) نجات دی تھی۔ اور جو لوگ ظالم تھے، وہ جس عیش و عشرت میں تھے، اسی کے پیچھے لگے رہے، اور جرائم کا ارتکاب کرتے رہے۔ اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں پر ظلم کر کے انہیں تباہ کردے جبکہ ان کے باشندے صحیح روش پر چل رہے ہوں۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

مَثَلُ القَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللهِ وَالوَاقِعِ فِيهَا كَمَثَلِ قَومٍ استَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فَأَصَابَ بَعضُهُم أَعلَاهَا وَبَعضُهُم أَسفَلَهَا فَكَانَ الَّذِينَ فِى أَسفَلِهَا إِذَا استَقَوا مِنَ المَاءِ مَرُّوا عَلَى مَن فَوقَهُم فَقَالُوا: لَو أَنَّا خَرَقنَا فِى نَصِيبِنَا خَرقًا وَلَم نُؤذِ مَن فَوقَنَا فَإِن يَترُكُوهُم وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا وَإِن أَخَذُوا عَلَى أَيدِيهِم نَجَوا وَنَجَوا جَمِيعًا۔ (82)

اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے اور اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے ان لوگوں کی طرح ہے (جو ایک بڑی کشتی پر سوار ہوں)۔ قُرعہ سے کشتی کی منزلیں مقرر ہوگئی ہوں کہ بعض لوگ کشتی کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے کے حصہ میں ہوں۔ نیچے کی منزل والوں کو جب پانی لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اوپر آتے ہیں اور اوپر کی منزل پر بیٹھنے والوں کے پاس سے گزرتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ اگر ہم اپنے (نیچے کے) حصے میں سوراخ کرلیں (تا کہ اوپر جانے کے بجائے سوراخ سے ہی پانی لے لیں) اور اپنے اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں

(تو کیا ہی اچھا ہو) اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کو ان کی اس رائے سے نہ روکیں (اور وہ سوراخ کرلیں) تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے اور اگر وہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں گے (سوراخ نہیں کرنے دیں گے) تو وہ خود بھی اور دوسرے تمام مسافر بھی بچ جائیں گے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ العَامَّةَ بِعَمَلِ الخَاصَّةِ حَتَّى تَعمَلَ الخَاصَّةُ بِعَمَلٍ تَقدِرُ العَامَّةُ أَن تُغَيِّرَهُ وَلَا تُغَيِّرُهُ فَذَاکَ حِينَ يَأذَنُ اللهُ فِی هَلَاکِ العَامَّةِ والخاصۃِ۔(83)

اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کی غلطیوں پر سب کو (جو اس غلطی میں مبتلا نہیں ہیں) عذاب نہیں دیتے البتہ سب کو اس صورت میں عذاب دیتے ہیں جب کہ فرمانبردار باوجود قدرت کے نافرمانی کرنے والوں کو نہ روکیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ زَيْنَب بِنْتِ جَحْشٍ رضی اللہ عنہا قَالتْ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ! اَفَنَهلِکُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟قَالَ: نَعَم إذا كثُرَ الْخَبَثُ۔(84)

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ ایسی حالت میں بھی ہلاک ہوجائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں جب برائی عام ہوجائے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

إنَّ أَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقصُ عَلَى بَنِی إسرَائِيلَ كَانَ الرَّجُلُ يَلقَى الرَّجُلَ فَيَقُولُ: يَا هَذَا اتَّقِ اللهَ وَدَع مَا تَصنَعُ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَکَ ثُمَّ يَلقَاهُ مِنَ الغَدِ فَلَا يَمنَعُهُ ذَلِکَ أَن يَكُونَ أَكِيلَهُ وَشَرِيبَهُ وَقَعِيدَهُ فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِکَ ضَرَبَ اللهُ قُلُوبَ بَعضِهِم بِبَعضٍ ثُمَّ قَالَ: لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِی إسرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابنِ مَريَمَ إلَى قَولِهِ فَاسِقُونَ المائدة: ثُمَّ قَالَ: كَلَّا وَاللهِ لَتَأمُرُنَّ بِالمَعرُوفِ وَلَتَنهَوُنَّ عَنِ المُنكَرِ وَلَتَأخُذُنَّ عَلَى يَدَیِ الظَّالِمِ وَلَتَأطُرُنَّهُ عَلَى الحَقِّ أَطرًا وَلَتَقصُرُنَّهُ عَلَى الحَقِّ قَصرًا۔(85)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں سب سے پہلے کمی یہ پیدا ہوئی کہ جب ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور اس سے کہتا فلانے! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جو کام تم کر رہے ہو اسے چھوڑ دو اس لیے کہ وہ کام تمہارے لیے جائز نہیں۔ پھر دوسرے دن اس سے ملتا تو اس کے نا ماننے پر بھی وہ اپنے تعلقات کی وجہ سے اس کے ساتھ کھانے پینے میں اور اٹھنے بیٹھنے میں ویسا ہی معاملہ کرتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے تھا۔ جب عام طور پر ایسا ہونے لگا اور اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداروں کے دل نافرمانوں کی طرف سخت کر دیے۔ رسول اللہ ﷺ نے لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابنِ مَريَمَ سے فٰسِقُوْن تک پڑھا (پہلی دو آیات کا ترجمہ یہ ہے) ''بنی اسرائیل پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل جاتے تھے۔ جس برائی میں وہ مبتلا تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ واقعی انکا یہ کام بیشک برا تھا''۔ اس کے بعد رسول ﷺ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ تم ضرور نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو، ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اس کو حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو اور اسے حق پر روکے رکھو۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

عَنْ أَبِی بَكرٍ الصِّدِّیقِ أَنَّهُ قَالَ: أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّكُم تَقرَئُونَ هَذِهِ الاٰیَةَ: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا عَلَیكُم أَنفُسَكُم لاَ یَضُرُّكُم مَن ضَلَّ إِذَا اهتَدَیتُم وَإِنِّی سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوا الظَّالِمَ فَلَم یَأخُذُوا عَلَى یَدَیهِ أَوشَكَ أَن یَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ مِنهُ۔ (86)

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا: لوگو! تم یہ آیت پیش کرتے ہو ''یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا عَلَیكُم أَنفُسَكُم لاَیَضُرُّكُم مَن ضَلَّ إِذَا اهتَدَیتُم'' (اے ایمان والوں اپنی فکر کرو، جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں) اور میں نے رسول اللہ ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب لوگ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اسے ظلم سے نہ روکیں، تو وہ وقت دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عمومی عذاب میں مبتلا فرما دیں۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِهِ لَتَأمُرُنَّ بِالمَعرُوفِ وَلَتَنهَوُنَّ عَنِ المُنكَرِ أَو لَیُوشِكَنَّ

اللّٰہُ أَن یَبعَثَ عَلَیکُم عِقَابًا مِنہُ ثُمَّ تَدعُونَہُ فَلَا یُستَجَابُ لَکُم۔ (87)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم پر اپنا عذاب بھیج دیں گے پھر تم دعا بھی کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول نہ کریں گے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

أَوحَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰی جِبرِیلَ عَلَیہِ السَّلَامُ: أَنِ اقلِب مَدِینَۃَ کَذَا وَکَذَا بِأَھلِھَا قَالَ: یَا رَبِّ إِنَّ فِیھِم عَبدَکَ فُلَانًا لَم یَعصِکَ طَرفَۃَ عَینٍ۔ قَالَ: فَقَالَ: اقلِبھَا عَلَیہِ وَعَلَیھِم فَإِنَّ وَجھَہُ لَم یَتَمَعَّرْ فِیَّ سَاعَۃً قَطُّ۔ (88)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو شہر والوں سمیت الٹ دو۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا: اے میرے رب! اس شہر میں آپ کا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لمحہ بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ سے ارشاد فرمایا کہ تم اس شہر کو اس شخص سمیت سارے شہر والوں پر الٹ دو کیونکہ شہر والوں کو میری نافرمانی کرتا ہوا دیکھ کر اس شخص کے چہرے کا رنگ ایک گھڑی کے لیے بھی نہیں بدلا۔

(4) آج کون سنتا ہے؟

سوال: آج مانتا کون ہے؟ عمل کون کرتا ہے؟ سنتا کون ہے۔ لہٰذا سکھانے کا کیا فائدہ؟

جواب: قرآن کریم میں ہے:

وَإِذ قَالَت أُمَّۃٌ مِنھُم لِمَ تَعِظُونَ قَومًا اللّٰہُ مُھلِکُھُم أَو مُعَذِّبُھُم عَذَابًا شَدِیدًا قَالُوا مَعذِرَۃً إِلٰی رَبِّکُم وَلَعَلَّھُم یَتَّقُونَ۔ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُکِّرُوا بِہِ أَنجَینَا الَّذِینَ یَنھَونَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذنَا الَّذِینَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِیسٍ بِمَا کَانُوا یَفسُقُونَ۔ فَلَمَّا عَتَوا عَن مَا نُھُوا عَنہُ قُلنَا لَھُم کُونُوا قِرَدَۃً خَاسِئِینَ۔

(اعراف:166-164)

اور (وہ وقت انہیں یاد دلاؤ) جب انہی کے ایک گروہ نے (دوسرے گروہ سے) کہا تھا کہ: تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کر رہے ہو جنہیں اللہ یا تو ہلاک کرنے والا ہے، یا کوئی سخت قسم کا عذاب دینے والا ہے؟ دوسرے گروہ کے لوگوں نے کہا کہ: یہ ہم اس لیے کرتے ہیں تاکہ تمہارے رب

کے حضور بری الذمہ ہوسکیں اور شاید اس (نصیحت سے) یہ لوگ پرہیز گاری اختیار کرلیں۔
پھر جب یہ لوگ وہ بات بھلا بیٹھے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو برائی سے روکنے والوں کو تو ہم نے بچالیا، اور جنہوں نے زیادتیاں کی تھیں، ان کی مسلسل نافرمانی کی بنا پر ہم نے انہیں ایک سخت عذاب میں پکڑلیا۔ چنانچہ ہوا یہ کہ جس کام سے انہیں روکا گیا تھا جب انہوں نے اس کے خلاف سرکشی کی تو ہم نے ان سے کہا: جاؤ، ذلیل بندر بن جاؤ۔

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مشق

(1) مال ودولت کے حوالے سے آپ کے نزدیک کیابات صحیح ہے؟
مال و دولت خیر ہی خیر ہے ❑ مال و دولت خیر بھی ہے ❑ وجہ بتائیں ______________

____

(2) اللہ تعالیٰ سے دعاؤں میں مال و دولت اور مالداری مانگنی چاہیے ❑ اللہ تعالیٰ سے دعاؤں میں صرف مال ودولت اور مالداری نہیں مانگنی چاہیے ❑ وجہ بتائیں ______________

____

(3) مال ودولت ہر شخص کے کام آتا ہے ❑ مال و دولت ہر وقت ہر ایک کے کام نہیں آتا ❑ وجہ بتائیں: ______

____

(4) انسان جتنی محنت کرے گا اتنی روزی ملے گی ❑ روزی اللہ کی طرف سے مقرر اور طے شدہ ہے ❑
(5) فقیری ومحتاجی اور غناء ومالداری کسے کہتے ہیں؟______________

____

____

____

(6) غربت سراسر برائی ہے؟ ❑ غربت سراسر برائی نہیں ہے ❑ وجہ بتائیں: ______________

____

(7) انسان کے لیے مال کی کثرت بہتر ہے یا برکت؟ اور یہ بتائیں کہ برکت کسے کہتے ہیں؟______________

____

____

____

____

____

(8) قرآن کریم میں ہے: ''لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا پروردگار اسے آزماتا ہے اور انعام واکرام سے نوازتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ: میرے پروردگار نے میری عزت کی ہے۔ اور دوسری طرف جب اسے آزماتا ہے اور اس کے رزق میں تنگی کردیتا ہے تو کہتا ہے کہ: میرے پروردگار نے میری توہین کی ہے۔ ہرگز ایسا نہیں چاہیے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے''۔ (سورۂ فجر: 17-15)

اس آیت میں غور کر کے بتائیں کہ اگر کوئی بندہ مال و دولت کے ملنے پر یہ کہتا ہے "رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ" (میرے رب نے میری عزت کی) تو اس نے کیا غلط کہا کہ جس کا شکوہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔ نیز مال و دولت کی کمی بیشی کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضگی۔ نیز عزت ذلت کا معیار قرار دینا صحیح ہے یا نہیں؟

____

____

____

____

(9) دنیا میں کوئی امیر ہے کوئی غریب اس اونچ نیچ کی اللہ تعالیٰ نے جو حکمتیں بیان کی ہیں وہ بیان کریں۔

____

____

____

____

(10) انسان کو کمانے میں مکمل آزادی ہونی چاہیے کہ جس طرح چاہے کمائے، مذہب اور شریعت کا تجارت سے کوئی تعلق نہیں ☐ کمانے میں مکمل آزادی نہیں ہونی چاہیے بلکہ کچھ پابندیاں ضروری ہیں ☐ وجہ بتائیں: ______________

____

(11) آج دنیا نے بہت ترقی کر لی ہے لہٰذا انسانی عقل اور تجربے کی بنیاد پر بنائے گئے تجارتی قوانین اور پابندیوں کو سیکھنا اور کماتے وقت صرف ان کی پابندی کرنا کافی ہے ☐ انسان کتنی بھی ترقی کر لے وحی الٰہی کی روشنی کے بغیر صرف عقل کی بنیاد پر بنائے گئے قوانین کافی نہیں لہٰذا کمانے کے متعلق شرعی پابندیوں کو سیکھنا اور ان کی پابندی کرنا ضروری ہے ☐
وجہ بتائیں: ______________

____

(12) شرعی اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہو کر (یعنی بے لگام حرص کے ساتھ) کمانے کے کیا کیا نقصانات ہیں؟

____

____

____

____

(13) مال ودولت بڑھانے کی فکر میں لگنا سراسر غلط ہے ☐ صحیح ہے ☐ صحیح ہے بلکہ قابلِ تعریف ہے ☐ ایک حد تک صحیح ہے ☐ وجہ بتائیں:____________________

____

(14) مال ودولت کمانے میں حرص ولالچ کا مظاہرہ توسب کے نزدیک براہے۔کمانے میں حرص ولالچ کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

____

____

(15) کیا شرعی پابندیوں کے ساتھ کمانا ناممکن ہے ☐ کچھ مشکل ہے ناممکن نہیں ☐ وجہ بتائیں:__________

____

(16) آپ کے خیال میں شرعی پابندیوں کے ساتھ کمانے میں کیا دشواریاں پیش آتی ہیں؟__________

____

____

(17) شرعی پابندیوں کے ساتھ کمانے کے کچھ فوائد بتائیں؟__________

____

____

____

____

(18) کمائی سے متعلق شرعی مسائل کا باقاعدہ سیکھنا ضروری ہے ☐ باقاعدہ سیکھنا ضروری نہیں جو مسئلہ پیش آئے صرف اسی کا پوچھ لینا کافی ہے ☐ وجہ بتائیں____________________

____

کتاب:۔2

اخلاقی ہدایات/ پابندیاں، وضاحت،تفصیلات

❑ کمانے میں :

باب:1 کیوں کمانا ہے؟

باب:2 کیسے کمانا ہے؟

❑ خرچ کرنے میں:

باب:3 کیوں خرچ کرنا ہے؟

باب:4 کیسے خرچ کرنا ہے؟

باب:1

کیوں کمانا ہے؟

فصل 1: کمائی میں دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کی نیتیں
فصل 2: اچھی نیتوں کے فوائد و ثمرات
فصل 3: کمائی میں دنیا و آخرت کی ناکامیوں سے بچنے کی نیتیں
فصل 4: بری نیتوں کے نقصانات اور معاشرے پر اثرات

مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل :۔ 1

کمائی میں دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کرنے کی نیتیں

(1) سوال سے بچنے کی نیت (2) کفالت کا فریضہ ادا کرنے کی نیت
(3) فرض کفایہ پورا کرنے کی نیت (4) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی نیت
(5) سبب اختیار کرنے کے حکم پر عمل کرنے کی نیت

❑ تمہید

سوال: کمائی میں دنیا وآخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے کن نیتوں کا کرنا ضروری ہے؟

جواب: ایک حدیث میں آتا ہے:

مَن طَلَبَ الدُّنیَا حَلَالًا استِعفَافًا عَنِ المَسأَلَةِ وَسَعیًا عَلَی أَهلِهِ وَتَعَطُّفًا عَلَی جَارِهِ لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالَی یَومَ القِیَامَةِ وَوَجهُهُ مِثلُ القَمَرِ لَیلَةَ البَدرِ۔ (89)

جوشخص کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے بچنے، اپنے اہل وعیال کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے اور اپنے ہمسایہ کے ساتھ احسان کرنے کی خاطر جائز وسائل وذرائع سے دنیا (کے مال واسباب) کو حاصل کرے، وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ (کمال نور اور نہایت مسرت وسرور کی وجہ سے) چودھویں رات کے چاند کی مانند (روشن ومنور ہوگا!

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِن کَانَ خَرَجَ یَسعَی عَلَی وَلَدِهِ صِغَارًا فَهُوَ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ وَإِن کَانَ خَرَجَ یَسعَی عَلَی أَبَوَینِ شَیخَینِ کَبِیرَینِ فَهُوَ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ وَإِن کَانَ یَسعَی عَلَی نَفسِهِ یُعِفُّهَا فَهُوَ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ۔ (90)

اگر کوئی اپنے چھوٹے بچوں کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے گھر سے نکلے تو وہ ''راہِ خدا'' میں ہے، اور اگر کوئی اپنے بوڑھے ماں باپ کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے گھر سے نکلے تو وہ بھی ''راہِ خدا'' میں ہے، اور اگر کوئی اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے اور کسی کے سامنے

ہاتھ پھیلانے سے بچنے کے لیے گھر سے نکلے تو وہ بھی ''راہِ خدا'' میں ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کمائی میں دنیا وآخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل نیتیں ضروری ہیں:

(1) سوال سے بچنے کی نیت

یعنی کمانے والا یہ نیت کرے کہ میں دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے/سوال کی ممانعت سے بچنے کی نیت سے کماتا ہوں۔(91)

حدیث میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ المَسأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّت لَهُ المَسأَلَةُ فَسَأَلَ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمسِكُ وَرَجُلٍ أَصَابَتهُ جَائِحَةٌ فَاجتَاحَت مَالَهُ فَحَلَّت لَهُ المَسأَلَةُ فَسَأَلَ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِن عَيشٍ، وَرَجُلٍ أَصَابَتهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُولَ: ثَلَاثَةٌ مِن ذَوِي الحِجَى مِن قَومِهِ قَد أَصَابَت فُلَانًا الفَاقَةُ فَحَلَّت لَهُ المَسأَلَةُ فَسَأَلَ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِن عَيشٍ أَو سِدَادًا مِن عَيشٍ ثُمَّ يُمسِكُ وَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ المَسأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحتٌ يَأكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحتًا۔(92)

سوال کرنا درست نہیں ہے مگر تین آدمیوں کے لیے، ایک تو وہ شخص جس پر ضمانت کا بوجھ پڑا ہو (اور وہ ادا نہیں کر سکتا) تو سوال اس کے لیے درست ہے جب تک ضمانت سے بری نہ ہو پھر سوال سے رکنا چاہیے۔

دوسرا وہ شخص جس کو کوئی مصیبت یا آفت ایسی آئے کہ اس ک مال کو تباہ کر دے تو اس کے لیے بھی سوال درست ہے، یہاں تک کہ کچھ مال حاصل کرے۔ جو اس کے گزر بسر کے لیے کافی ہو۔

تیسرا وہ شخص جس کو کوئی ایسی حاجت پیش آئے کہ تین عقلمند آدمی اس کی قوم کے کہنے لگیں بیشک فلاں کو سخت حاجت پیش آئی ہے اس کے لیے بھی سوال کرنا درست ہے یہاں تک کہ گزارے کے لائق پیدا کر لے پھر باز رہے ان صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے، جو شخص سوال کر کے کھائے وہ حرام کھاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

أَنَّ رَجُلًا مِنَ الأَنصَارِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَسأَلُهُ، فَقَالَ: لَكَ فِي بَيتِكَ شَيءٌ؟ قَالَ: بَلَى حِلسٌ نَلبَسُ بَعضَهُ وَنَبسُطُ بَعضَهُ وَقَدَحٌ نَشرَبُ فِيهِ المَا

قَالَ: ائْتِنِی بِهِمَا، قَالَ: فَأَتَاهُ بِهِمَا فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ: مَن يَشتَرِی هَذَينِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرهَمٍ قَالَ: مَن يَزِيدُ عَلَى دِرهَمٍ؟ مَرَّتَينِ أَو ثَلَاثًا، قَالَ رَجُلٌ: أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرهَمَينِ فَأَعطَاهُمَا إياه وأخذ الدرهمين فَأَعطَاهُمَا للأَنصَارِی وَقَالَ: اشتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانبِذهُ إِلَى أَهلِكَ وَاشتَرِ بالآخَرِ قَدُومًا فَأتِنِی بِهِ. فَفَعَلَ فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَشَدَّ فِيهِ عُودًا بِيَدِهِ وَقَالَ: اذهَب فَاحتَطِب وَلَا أَرَاكَ خَمسَةَ عَشَرَ يَومًا فَجَعَلَ يَحتَطِبُ وَيَبِيعُ فَجَاءَ وَقَد أَصَابَ عَشرَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ: اشتَرِ بِبَعضِهَا طَعَامًا وَبِبَعضِهَا ثَوبًا ثُمَّ قَالَ: هَذَا خَيرٌ لَكَ مِن أَن تَجِيءَ وَالمَسأَلَةُ نُكتَةٌ فِی وَجهِكَ يَومَ القِيَامَةِ إِنَّ المَسأَلَةَ لَا تَصلُحُ إِلَّا لِذِی فَقرٍ مُدقِعٍ أَو لِذِی غُرمٍ مُفظِعٍ أَو لذی دَمٍ مُوجِعٍ۔(93)

ایک انصاری صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں! ایک کمبل ہے جس کا ایک حصہ ہم اوڑھتے اا ور ایک حصہ بچھاتے ہیں، اور ایک پیالہ ہے جس سے ہم پانی پیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ، وہ گیا اور ان کو لے آیا، رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ میں لیا پھر فرمایا: انہیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص بولا: میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں لیتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک درہم پر کون بڑھاتا ہے؟ یہ جملہ آپ ﷺ نے دو یا تین بار فرمایا، ایک شخص بولا: میں انہیں دو درہم میں لیتا ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے یہ دونوں چیزیں اس شخص کے ہاتھ بیچ دیں، پھر دنوں درہم انصاری کو دیئے اور فرمایا: ایک درہم کا اناج خرید کر اپنے گھر والوں کو دے دو، اور دوسرے کا ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لاؤ، اس نے ایسا ہی کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کلہاڑے کو لیا، اور اپنے ہاتھ سے اس میں ایک لکڑی جما دی اور فرمایا: جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر لاؤ (اور بیچو) اور پندرہ دن تک میرے پاس نہ آؤ، چنانچہ وہ لکڑیاں کاٹ کر لانے لگا اور بیچنے لگا، پھر وہ آپ ﷺ کے پاس آیا، اور اس وت اس کے پاس دس درہم تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ کا غلہ خرید لو، اور کچھ کا کپڑا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے بنسبت اس کے کہ تم قیامت کے روز ایسی حالت میں حاضر ہو کہ مانگنے کا داغ تمہارے چہرہ پر ہو مانگنا درست نہیں سوائے اس کے لیے جو انتہائی محتاج ہو یا سخت مقروض ہو یا تکلیف دہ خون بہا کی ادائیگی میں گرفتار ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

اِنَّ أَطْیَبَ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ۔ (94)

یقیناً سب سے عمدہ چیز جو تم کھاؤ وہ ہے جو تمہاری کمائی کی ہے۔

حضرت مقدامؓ سے روایت ہے:

مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ أَنْ یَأْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِهِ وَاِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاؤُدَ کَانَ یَأْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِهِ۔ (95)

کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ اللہ کے نبی حضرت داؤدؑ بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھاتے تھے۔

حضرت آدمؑ کھیتی کا کام، حضرت داؤدؑ لوہار کا کام، حضرت نوحؑ بڑھئی کا کام اور حضرت ادریسؑ کپڑے سینے کا کام کرتے تھے، حضرت موسیٰؑ بکریاں چرایا کرتے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجارت پیشہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا سب سے پاکیزہ کمائی کون سی ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا:

عَمَلُ الرَّجُلِ بِیَدِهِ وَکُلُّ بَیْعٍ مَبْرُوْرٍ۔ (96)

آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر بیع مبرور (یعنی وہ تجارت اور خرید و فروخت جو شرعاً درست ہو)

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

مَن سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا یُغنِیهِ جَاءَ یَومَ القِیَامَةِ وَمَسأَلَتُهُ فِی وَجهِهِ خُمُوشٌ أَو خُدُوشٌ أَو کُدُوحٌ قِیلَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ وَمَا یُغنِیهِ قَالَ خَمسُونَ دِرهَمًا أَو قِیمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ۔ (97)

جس نے سوال کیا اس حال میں کہ اس کے پاس اتنا مال ہے جو اسے سخی کر دے وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس سوال کی وجہ سے اس کا منہ چھلا ہوگا۔ (راوی کو شک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خموش فرمایا یا خدوش یا کدوح) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفایت کے بقدر مال کتنا ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پچاس درہم یا اتنی قیمت کا سونا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو فرمایا:

لَقَد عَلِمَ قَومِی أَنَّ حِرفَتِی لَم تَکُن تَعجِزُ عَن مَؤُنَةِ أَهلِی وَشُغِلتُ بِأَمرِ المُسلِمِینَ فَسَیَأکُلُ آلُ أَبِی بَکرٍ مِن هَذَا المَالِ وَیَحتَرِفُ لِلمُسلِمِینَ فِیهِ۔ (98)

میری قوم جانتی ہے کہ میرا (تجارتی) کاروبار میرے گھر والوں کی گزران کے لیے کافی رہا ہے،

(میں اور میرے گھر والے کسی پر بوجھ نہیں بنے نہ میں نے کسی کے آگے ہاتھ پھیلایا) لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں، اس لیے آل ابوبکر اب بیت المال میں سے کھائے گی، اور ابوبکر مسلمان کا مال تجارت بڑھاتا رہے گا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں:

لَمَّا قَدِمنَا المَدِينَةَ آخى رَسولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بَينِى وَبَينَ سَعدِ بنِ الرَّبيعِ فَقَالَ سَعدُ بنُ الرَّبيعِ: إِنِّى أَكثَرُ الأَنصَارِ مَالًا فَأَقسِمُ لَکَ نِصفَ مَالِى۔۔۔۔۔۔ فَقَالَ لَهُ عَبدُ الرَّحمَنِ: لاَ حَاجَةَ لِى فِى ذَلِکَ هَل مِن سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ قَالَ: سُوقُ قَينُقَاعٍ قَالَ: فَغَدَا إِلَيهِ عَبدُ الرَّحمَنِ فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمنٍ قَالَ: ثُمَّ تَابَعَ الغُدُوَّ۔(99)

جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ سعد بن ربیعؓ نے کہا کہ میں انصار کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں میں سے ہوں، اس لیے اپنا آدھا مال میں آپ کو دیتا ہوں۔۔۔۔۔ اس پر میں (عبدالرحمن بن عوف) نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی بازار ہے جہاں کاروبار ہوتا ہو؟ سعدؓ نے ''سوق قینقاع'' کا نام لیا۔ جب صبح ہوئی تو میں پنیر اور گھی لایا (بازار میں بیچنے کے لیے)، پھر تجارت کے لیے بازار آنے جانے لگا۔

سوال: دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا اور سوال کرنا کیوں حرام ہے؟

جواب: سوال اصل میں اس لیے حرام ہے کہ سوال کئی حرام باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔

پہلی وجہ اوّل: اللہ تعالیٰ کی شکایت کا ظاہر کرنا: پس جس طرح کہ مملوک غلام اگر بھیک مانگے تو اُس کے مانگنے سے اس کے آقا کو عار آتی ہے ایسے ہی بندے کا سوال اللہ تعالیٰ کو بُرا لگتا ہے اور یہ بات اس کی مقتضی ہے کہ سوال حرام ہو اور بلا ضرورت حلال نہ ہو جیسے مردار بلا ضرورت حلال نہیں۔

دوسری وجہ: اپنے آپ کو غیر اللہ کے سامنے ذلیل کرنا: حالانکہ مومن کی یہ شان نہیں کہ اپنے آپ کو غیر اللہ کے سامنے ذلیل کرے بلکہ اس پر واجب تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو خدا ہی کے سامنے ذلیل کرے کیونکہ اس میں دنیا اور آخرت کی عزت اور شرافت ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

لَا يَنبَغِى لِلمُؤمِنِ أَن يُذِلَّ نَفسَهُ۔(100)

کسی مومن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

ماضی میں یہ مال ناپسندیدہ چیز تھی، جبکہ آج وہ مومن کی ڈھال ہے، اور فرمایا: اگر (ہمارے پاس) دینار نہ ہوتے تو یہ بادشاہ ہمیں بے وقعت سمجھتے۔ (101)

تیسری وجہ: جس سے سوال کیا ہے اس کو ایذاء دینا: اس لیے کہ بعض وقت دینے کو اُس کا دل نہیں چاہتا ہے اور یہ شرم بھی معلوم ہوتی ہے کہ نہ دینے سے بخیل سمجھا جائے پس دینے میں تو مال کا نقصان ہے اور نہ دینے میں عزت کا نقصان ہے اور دونوں میں سے ہر ایک سے اس کو ایذا ہوتی ہے اور ایذا دینا حرام ہے بلاضرورت حلال نہیں۔

پھر یہ کہ اگر اس نے دیا تو یہ شرما شرمی یا ریا کے واسطے دے گا پس لینے والے پر اس کا لینا بھی حرام ہے۔ (102)

(2) کفالت کا فریضہ ادا کرنے کی نیت

یعنی کمانے والا یہ نیت کرے کہ میں اہل وعیال اور جن کا نفقہ میرے ذمہ ہے ان کی کفالت (ضروریات پوری کرنے) کا فریضہ ادا کرنے کے لیے کماتا ہوں۔ (103)

(3) فرض کفایہ پورا کرنے کی نیت

یعنی کمانے والا یہ نیت کرے کہ میں اپنے پیشہ اور تجارت سے فرض کفایہ میں سے ایک فرض (خلقِ خدا کو ہلاکت سے بچانا) ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں۔ (کیونکہ اگر کوئی نہ کمائے یا سب کمائی کے لیے ایک ہی پیشہ اختیار کریں تو انسانیت ضائع ہو جائے گی)۔ (104)

(4) اللہ کی مخلوق اور اللہ کے دین پر خرچ کرنے کی نیت

یعنی کمانے والا یہ نیت کرے کہ میں عزیز واقارب، غریبوں، پڑوسیوں کی اعانت اور دین کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کے لیے کماتا ہوں۔ (105)

قرآن کریم میں ہے:

الَّذِينَ يَلمِزُونَ المُطَّوِّعِينَ مِنَ المُؤمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَايَجِدُونَ إِلَّا جُهدَهُم فَيَسخَرُونَ مِنهُم سَخِرَ اللّٰہُ مِنهُم وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (التوبة:79)

(یہ منافق وہی ہیں) جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مؤمنوں کو بھی طعنے دیتے ہیں، اور ان لوگوں کو بھی جنہیں اپنی محنت (کی آمدنی) کے سوا کچھ میسر نہیں ہے، (یعنی جو کماتے ہی اس لیے ہیں تاکہ اللہ کے راستہ میں صدقہ کریں) اس لیے وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے، اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَأمُرُ بِالصَّدَقَةِ فَيَحتَالُ أَحَدُنَا حَتَّى يَجِيءَ بِالمُدِّ وَإِنَّ لِأَحَدِهِم اليَومَ مِائَةَ أَلف۔(106)

رسول اللہ ﷺ جب ہمیں صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی آدمی بازار جاتا اور مزدوری کر کے ایک مد حاصل کرتا اور آج ان میں سے بعض کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں۔

(5) سبب اختیار کرنے کا جو اللہ نے حکم دیا ہے اس حکم پر عمل کرنے کی نیت

یعنی کمانے والا یہ نیت کرے کہ میں کمائی کے لیے جو پیشہ / سبب اختیار کر رہا ہوں وہ حکم الٰہی پر عمل کی نیت سے اختیار کر رہا ہوں، نہ اس نیت سے کہ یہ پیشہ مجھے رزق دے گا، پیشہ تو رزق کا صرف ظاہری سبب ہے، رازق نہیں، اس پیشہ/سبب پر نتیجہ (رزق کا ملنا) موقوف نہیں، رزق کے معاملہ میں میرا بھروسہ اللہ کی ذات پر ہی ہے۔(107)

❑ **بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ رزق دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں، لہٰذا سبب اختیار کر کے بھروسہ اللہ ہی پر رکھنا ہے:**

حدیث میں آتا ہے:

لَو أَنَّكُم تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُم كَمَا يَرزُقُ الطَّيرَ تَغدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا۔(108)

اگر تم اللہ پر اس طرح بھروسہ کرو جس طرح بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے، صبح کو وہ بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

- قرآن کریم میں ہے: ''وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الأَرضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزقُهَا'' (ھود:6) زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمہ نہ لے رکھا ہو۔ ''إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو القُوَّةِ المَتِين'' (ذاریات:58) اللہ تو خود ہی رازق ہے، مستحکم قوت والا۔
- اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہمارا کوئی رازق نہیں: ''هَل مِن خَالِقٍ غَيرُ اللهِ يَرزُقُكُم مِنَ السَّمَاءِ وَالأَرضِ'' (فاطر:3) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟۔ '' وَإِن يُرِدكَ بِخَيرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضلِهِ'' (یونس:107) اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں۔ '' وَاللهُ يَحكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكمِهِ'' (رعد:41) اور اللہ حکم کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔ '' وَاللهُ غَالِبٌ عَلَى أَمرِهِ'' (یوسف:21) اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے۔

ایک حدیث میں ہے: ''لَا مَانِعَ لِمَا أَعطَيتَ وَلَا مُعطِيَ لِمَا مَنَعتَ'' (109) وہ دینے پر آجائے تو آنے والے رزق کو کوئی روک نہیں سکتا اور رکاوٹ ڈال نہیں سکتا اور وہ نہ دینا چاہے تو کسی تدبیر سے، تجربہ سے، اپنی محنت سے، ڈگری اور عہدے سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

● ہر چھوٹا بڑا تاجر، ہر امیر وغریب، پڑھا لکھا اوران پڑھ ہر چیز کی طرح روزی کے ملنے میں، کاروبار کے چلنے، سودے اور معاملات کے طے ہونے میں، اور طے ہونے کے بعد ان سے نفع ملنے، پھر اس نفع سے فائدہ اٹھانے میں پورا پورا اللہ کا محتاج ہے۔

قرآن کریم میں آتا ہے: ''يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الفُقَرَاءُإِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الغَنِيُّ الحَمِيدُ'' (فاطر:15) اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے، ہر تعریف کا بذات خود مستحق ہے۔'' أَمَّن هَذَا الَّذِي يَرزُقُكُم إِن أَمسَكَ رِزقَهُ'' (ملک:21) اگر وہ اپنا رزق بند کر دے تو بھلا وہ کون ہے جو تمہیں رزق عطا کر سکے۔'' أَفَرَأَيتُم مَا تَحرُثُونَ أَأَنتُم تَزرَعُونَهُ أَم نَحنُ الزَّارِعُونَ'' (واقعة:64) اچھا یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو کیا اسے تم اگاتے ہو یا اگانے والے ہم ہیں (یعنی محنت کے بعد نتائج میں تم ہمارے محتاج ہو)۔'' إِنَّ الَّذِينَ تَعبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ لَا يَملِكُونَ لَكُم رِزقًا'' (عنکبوت:17) تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔

● جو مال جب جس کو جتنا ملا وہ اسی کا تھا اور ہے اسی کی عطا فضل اور دین سے ملا ہے۔ کوئی غریب ہے تو اس کے چاہنے سے کوئی مال دار ہے تو اسی کی مرضی سے، چلتا کاروبار بند ہو گیا تو پیچھے اس کا ارادہ کارفرما ہے۔ بند کاروبار کو چلا دینا، گاہکوں کو بھیج دینا، سودا نہیں ہو رہا طے کرا دینا، پسند نہیں آ رہا دل پسند بنا دینا یہ اسی کے اختیار میں ہے۔ اس دنیا میں جس کو چاہتا ہے اپنی حکمت بالغہ کے تحت خوب رزق عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رزق کی تنگی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:'' نَحنُ قَسَمنَا بَينَهُم مَعِيشَتَهُم فِي الحَيَاةِ الدُّنيَا وَرَفَعنَا بَعضَهُم فَوقَ بَعضٍ دَرَجَاتٍ'' (زخرف:32) دنیوی زندگی میں ان کی روزی کے ذرائع بھی ہم نے ہی ان کے درمیان تقسیم کر رکھے ہیں، اور ہم نے ہی ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات میں فوقیت دے رکھی ہے۔'' وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعضَكُم عَلَى بَعضٍ فِي الرِّزقِ'' (نحل:71) اور اللہ نے تم میں سے کچھ لوگوں کو رزق کے معاملے میں دوسروں پر برتری دے رکھی ہے۔'' انظُر كَيفَ فَضَّلنَا بَعضَهُم عَلَى بَعضٍ'' (الاسراء:21) دیکھو ہم نے کس طرح ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے۔'' وَأَنَّهُ هُوَ أَغنَى وَأَقنَى'' (نجم:48) وہی ہے جو کسی کو غنی اور کسی کو فقری کرتا ہے۔'' إِنَّ رَبَّكَ يَبسُطُ الرِّزقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا'' (اسراء:30) حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں وسعت عطا فرما دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگی پیدا کر دیتا ہے یقین رکھو کہ وہ اپنے بندوں کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہے انہیں پوری طرح دیکھ رہا ہے۔'' إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيءٍ عَلِيمٌ'' (عنکبوت:62) اسے ہر چیز کا مکمل علم ہے۔

❑ بیشک روزی اللہ ہی دیتا ہے، لیکن سبب اختیار کرنے کا حکم بھی اللہ ہی نے دیا ہے

شریعت نے ایک مسلمان کا یہ جو ذہن بنایا ہے کہ روزی اللہ ہی دیتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کسب معاش کے

لیے ہاتھ پیر ہی نہ مارے کوئی سبب ہی اختیار نہ کرے۔

قرآن کریم میں ہے:

لَيسَ عَلَيكُم جُنَاحٌ أَن تَبتَغُوا فَضلًا مِن رَبِّكُم فَإِذَا أَفَضتُم مِن عَرَفَاتٍ فَاذكُرُوا اللهَ عِندَ المَشعَرِ الحَرَامِ وَاذكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُم وَإِن كُنتُم مِن قَبلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ (البقرة:198)

تم پر (بذریعہ تجارت) اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی، حالانکہ تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنيَا وَأَحسِن كَمَا أَحسَنَ اللهُ إِلَيكَ وَلَا تَبغِ الفَسَادَ فِي الأَرضِ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ المُفسِدِينَ۔ (القصص:77)

اور دنیا میں سے بھی اپنے حصے کو نظر انداز نہ کرو۔ اور جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی (دوسروں پر) احسان کرو۔ اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش نہ کرو۔ یقین جانو اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ **(110)**

ایک اور آیت میں ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الأَرضِ وَابتَغُوا مِن فَضلِ اللهِ۔

(الجمعة:10)

جب نماز مکمل کر دی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو

ایک اور آیت میں ہے:

وَأَحَلَّ اللهُ البَيعَ۔ (البقرة۔275) (اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے)

ایک اور آیت میں ہے:

وَأَشهِدُوا إِذَا تَبَايَعتُم۔ (البقرة۔282)

جب ایک دوسرے سے خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالو

● ایک حدیث میں آتا ہے:

لَأَن يَأخُذَ أَحَدُكُم أَحبُلًا فَيَأخُذَ حُزمَةً مِن حَطَبٍ فَيَبِيعَ فَيَكُفَّ اللهُ بِهِ وَجهَهُ خَيرٌ مِن أَن يَسأَلَ النَّاسَ أُعطِيَ أَم مُنِعَ۔ (111)

اگر کوئی اپنی رسی اٹھائے، اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، اس کو بیچے، اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کی آبرو بچائے رکھے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے، وہ دیں یا نہ دیں۔

حدیث میں آتا ہے:

كَانَ أَصحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم عُمَّالَ أَنفُسِهِم وَكَانَ يَكُونُ لَهُم أَروَاحٌ فَقِيلَ لَهُم: لَوِ اغتَسَلتُم۔(112)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنے ہاتھوں سے مزدوری کرتے تھے اور ان کے جسم سے بو آتی تھی ان سے کہا گیا کہ کاش تم غسل کر لیتے

- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی رزق کی تلاش سے ہاتھ باندھ کر بیٹھ نہ جائے اور کہے: خدایا! روزی دے، اور تمہیں معلوم ہے کہ آسمان سونے چاندی نہیں برساتا۔**(113)**
- امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اپنے گھر اور مسجد میں بیٹھ جائے، اور کہے کہ میں کوئی کام نہیں کروں گا یہاں تک کہ میرا رزق آئے؟ امام احمد نے فرمایا: یہ شخص جاہل ہے، کیا اس نے یہ فرمان نبوی نہیں سنا: "جَعَلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رَمْحِيْ" (میرا رزق میرے نیزے کے سایہ میں رکھا گیا ہے)۔**(114)**

❑ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ رزق گھٹاتے بڑھاتے بھی اللہ ہی ہیں، اس میں بے شمار حکمتیں ہیں:

پہلی بات: تو یہ سمجھنا چاہیے کہ "انَّ اللهَ يَحْكُمُ مَايُرِيْدُ" (مائدہ:1) (جس چیز کا ارادہ فرماتے ہیں اس کا حکم دے دیتے ہیں) اس کا ہر حکم یقیناً حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ رزق کی وسعت اور تنگی کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ اپنی اسی حکمت اور مصلحت کے تحت فرماتے ہیں جو ضروری نہیں کہ ہر ایک کی خواہشات کے مطابق ہو یا اس کی سمجھ میں بھی آ جائے۔**(115/1)**

دوسری بات: دین کی جو بات عقل میں نہیں آتی اور بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہو اس کے بارے میں ایک مسلمان کی شان یہی ہونی چاہیے کہ بس اسے اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر مان لے اور اس شرعی حکم میں مصلحت، علت حکمت ڈھونڈنے کے بجائے یہ سوچے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہیں (نساء:92) اور حکیم کا کوئی کام حکمت اور مصلحت کے خلاف نہیں ہوتا، لہٰذا اس حکم میں بھی ضرور مصلحتیں ہوں گی جو میری ناقص عقل میں نہیں آ رہیں۔

تیسری بات: اس میں مختلف حکمتیں میں بھی ہیں:

(1) تا کہ لوگ ایک دوسرے سے کام لے سکیں: "لِيَتَّخِذَ بَعضُهُم بَعضًا سُخرِيًّا" (زخرف:32) (تا کہ لوگ ایک دوسرے سے کام لے سکیں) سب کی آمدنی برابر ہوتی تو کوئی کسی کے کام نہ آتا۔**(115/2)** اگر سب کی معاشی کیفیت وہ ہوتی جو مزدور کی ہوتی ہے تو پھر پورا ملک مزدوروں سے بھرا ہوگا لیکن ان سے کام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور اگر پوری آبادی

کی معاشی حالت وہ ہو جو ایک بڑی فیکٹری کے مالک کی ہوتی ہے تو سب اپنے دفتروں میں انتظار ہی کرتے رہتے کہ کام کرنے والے آئیں اور کام کریں، لیکن کوئی کام کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوتا۔

(2) تاکہ عام بغاوت اور سرکشی نہ ہو "وَلَو بَسَطَ اللهُ الرِّزقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوا فِي الأَرضِ وَلٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ" (شوریٰ:27) اور اگر اللہ اپنے تمام بندوں کے لیے رزق کو کھلے طور پر پھیلا دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے، مگر وہ اپنے خاص اندازے سے جتنا چاہتا ہے (رزق) اتارتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر، ان پر نظر رکھنے والا ہے۔

(3) تاکہ صبر اور شکر کی آزمائش ہو "وَرَفَعَ بَعضَكُم فَوقَ بَعضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبلُوَكُم فِي مَا آتَاكُم" (انعام:165) (اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تاکہ تم کو آزماوے ان چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں) کبھی مال کی کمی بیشی سے امتحان اور آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ خدائی فیصلوں میں بندے کی رضا اور تسلیم (یعنی قضاء الٰہی پر راضی رہنا) کا امتحان لیا جائے۔ مثلاً غنی امیر حالت غنا اور مالداری میں کہاں تک شکر کرتا ہے اور فقیر حالت فقر میں کس حد تک صبر کا ثبوت دیتا ہے۔ پھر جو صابر بندے اس امتحان میں پورے اترتے ہیں ان کو انعامات، رحمتیں اور بشارتیں ملتی ہیں۔

"وَلَنَبلُوَنَّكُم بِشَيءٍ مِنَ الخَوفِ وَالجُوعِ وَنَقصٍ مِنَ الأَموَالِ وَالأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتهُم مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ أُولٰئِكَ عَلَيهِم صَلَوَاتٌ مِن رَبِّهِم وَرَحمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ المُهتَدُونَ" (البقرۃ:57-56-155) (ہم تمہارا امتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے اور آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو فوراً کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں ہیں، اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں۔)

(4) تاکہ تواضع اور تکبر کی آزمائش ہو "وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعضَهُم بِبَعضٍ لِيَقُولُوا أَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللهُ عَلَيهِم مِن بَينِنَا" (انعام:53) (اور ہم نے اسی طرح آزمائش میں ڈالا ہے بعض کو بعض کے ذریعہ تاکہ وہ کہیں کیا یہ لوگ ہیں جن پر ہمیں چھوڑ کر اللہ نے احسان فرمایا) اس میں یہ بتایا ہے کہ اس دنیا میں غنی اور فقیر کا جو فرق رکھا گیا ہے اور دوسری حیثیتوں سے جو امتیاز ہے اس میں حکمت ہے اور وہ حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض کے ذریعے آزمائش میں ڈالا ہے جو غنی ہیں وہ فقیر کو حقیر سمجھتے ہیں۔

اسی طرح دوسری طرح کی جو چھوٹائی بڑائی پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے بڑے بننے والے چھوٹوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں۔ یہ ایک آزمائش ہے جن لوگوں کو کسی طرح کی برتری حاصل ہے وہ بجائے نعمت دینے والے کا شکر ادا کرنے کے ان لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں جو اس نعمت سے محروم ہیں اگر چھوٹے لوگ نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ نعمت دینے والے کی طرف

متوجہ ہوتے اور اس کا شکر ادا کرتے۔ لیکن مال ودولت اور اختیار اقتدار کے نشہ میں دوسروں کو حقیر جاننے کا طریقہ اختیار کرلیتے ہیں اور اس طرح سے امتحان میں فیل ہوجاتے ہیں اگر سب ہی برابر ہوتے تو کوئی کسی کو حقیر نہ جانتا۔ جو لوگ مال ودولت اور اقتدار والے ہیں ان کے تکبر کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے کو ہر خیر کا مستحق سمجھتے ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کو دینی برتری ملنے کا بھی اہل نہیں سمجھتے۔ (116)

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل :۔2

اچھی نیتوں کے فوائد وثمرات

(1) غیبی مدد کی ضمانت (2) آخرت کا ثواب (3) نقصان سے حفاظت
(4) کمائی بھی عبادت (5) معاشرہ کے لیے باعث راحت
(6) کمائی میں اعتدال اپنی محنت کے بجائے اللہ پر اعتماد

سوال: اچھی نیتوں سے کمانے پر کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب:

(1) اچھی نیت کی وجہ سے غیبی مدد کی ضمانت

● پہلی نیت (سوال کی ممانعت سے بچنے کی نیت) سے کمانے والا چونکہ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے کماتا ہے۔

اورحدیث میں آتا ہے:

ثَلاثَۃٌ حَقٌّ عَلَی اللہِ عَونُھم: المُجَاھِدُ فِی سَبِیلِ اللہِ وَالمُکَاتَبُ الَّذِی یُرِیدُ الأَدَاءَ وَالنَّاکِحُ الَّذِی یُرِیدُ العَفَافَ۔(117)

اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں کی معاونت اپنے ذمے لی ہے ایک مجاہد فی سبیل اللہ دوسرا مکاتب جوادائیگی قیمت کا ارادہ رکھتا ہواور تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو پرہیزگاری کی نیت سے نکاح کرے۔

(جیسے پرہیزگاری کی نیت سے نکاح کرنے والے کی مدد اللہ کے ذمے ہے ایسے ہی سوال سے بچنے کے لیے جو کمائے گا اس کی مدد بھی اللہ کے ذمہ ہے)

ایک اورحدیث میں آتا ہے:

أَنَّ نَاسًا مِنَ الأَنصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَأَعطَاھُم ثُمَّ سَأَلُوہُ فَأَعطَاھُم حَتّٰی إِذَا نَفِدَ عِندَہُ قَالَ: مَا یَکُونُ عِندِی مِن خَیرٍ فَلَن أَدَّخِرَہُ عَنکُم وَمَن یَستَعفِف یُعِفَّہُ اللہُ وَمَن یَستَغنِ یُغنِہِ اللہُ وَمَن یَتَصَبَّر یُصَبِّرہُ اللہُ وَمَا أَعطَی اللہُ أَحَدًا مِن عَطَاءٍ أَوسَعَ مِنَ الصَّبرِ۔(118)

انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ کچھ طلب کیا، آپ نے ان کو

عطا فرمادیا، (لیکن ان کی مانگ ختم نہیں ہوئی) اور انہوں نے پھر طلب کیا، آپ نے پھر ان کو عطا فرمادیا، یہاں تک کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ سب ختم ہوگیا، اور کچھ نہ رہا، آپ نے ان انصاریوں سے فرمایا: سنو! جو مال و دولت بھی میرے پاس ہوگا اور کہیں سے آئے گا، میں اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا اور اپنے پاس ذخیرہ جمع نہیں کروں گا (بلکہ تم کو دیتا رہوں گا، لیکن یہ بات خوب سمجھ لو، کہ اس طرح مانگ مانگ کر حاصل کرنے سے آسودگی اور خوش عیشی حاصل نہیں ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ) **جو کوئی خود عفیف بننا چاہتا ہے یعنی دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے اپنے کو بچانا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور سوال کی ذلت سے اُس کو بچا لیتا ہے، اور جو کوئی بندوں کے سامنے اپنی محتاجی ظاہر کرنے سے بچنا چاہتا ہے، یعنی اپنے کو بندوں کا محتاج اور نیاز مند بنانا نہیں چاہتا، تو اللہ تعالیٰ اس کو بندوں سے بے نیاز کر دیتا ہے،** اور جو کوئی کسی کٹھن موقع پر اپنی طبیعت کو مضبوط کر کے صبر کرنا چاہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے (اور صبر کی حقیقت اس کو نصیب ہو جاتی ہے) اور کسی بندہ کو بھی صبر سے زیادہ وسیع کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی۔

- دوسری اور تیسری نیت (1. کفالت 2. خدمت خلق اور دین کی خدمت کی نیت) سے کمانے والا چونکہ انسانیت کی معاونت اور دین کی خدمت کی نیت سے کما رہا ہے اور حدیث میں آتا ہے:

وَ اللّٰہُ فِی عَونِ العَبدِ مَا کَانَ العَبدُ فِی عَونِ أَخِیہِ۔ (119)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس وقت تک مدد کرتے رہیں گے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللّٰہَ یَنصُرکُم وَ یُثَبِّت أَقدَامَکُم۔ (محمد: 7)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدم جما دے گا۔

(2) اچھی نیت کی وجہ سے آخرت کا ثواب

- شروع کی تین نیتوں (1. سوال سے بچنا، 2. کفالت کا فریضہ، 3. فرض کفایہ کی نیتوں) سے کمانا فرض ہے اور فرائض کی ادائیگی پر بہت ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا ان نیتوں سے کمانے پر بھی بہت ثواب ملے گا۔ **(120)**
- چوتھی نیت (خدمت خلق اور خدمت دین کی نیت) سے کمانا مستحب ہے اور مستحب کی ادائیگی پر بھی ثواب ملتا ہے بلکہ اکثر فقہاء کے نزدیک اس نیت سے کمانا نوافل کی مشغولی سے افضل ہے۔ **(121)**
- خدمت خلق اور خدمت دین کی نیت (چوتھی نیت) سے کمانے کے بعد اگر کسی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے مال نہ

بھی ملا تب بھی اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا پورا پورا ثواب ملے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

إِنَّمَا الدُّنيَا لأَربَعَةِ نَفَرٍ عَبدٍ رَزَقَهُ اللهُ مَالاً وَعِلمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَيَعلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَفضَلِ المَنَازِلِ وَعَبدٍ رَزَقَهُ اللهُ عِلمًا وَلَم يَرزُقهُ مَالاً فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ: لَو أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلتُ بِعَمَلِ فُلاَنٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجرُهُمَا سَوَاءٌ۔(122)

دنیا چار اقسام کے لوگوں پر مشتمل ہے: ایک ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دونوں دولتوں سے نوازا ہو اور وہ اس میں تقویٰ اختیار کرتا ہو، صلہ رحمی کرتا اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہو یہ سب سے افضل ہے۔

دوسرا وہ شخص جسے علم تو عطا کیا گیا لیکن دولت سے نہیں نوازا گیا چنانچہ وہ صدق دل کے ساتھ اپنی اس تمنا کا اظہار کرے کہ کاش میرے پاس دولت ہوتی جس سے میں فلاں شخص کی طرح عمل کرتا (مذکورہ بالا نیک شخص کی طرح) ان دونوں شخصوں کے لیے برابر اجر و ثواب ہے۔

(3) اچھی نیت کی وجہ سے نقصان سے حفاظت

- اچھی نیتوں کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر کمائی میں مال ہاتھ لگ گیا تو دنیا و آخرت دونوں میں نفع ملا اور اگر مال حاصل نہ ہوا نقصان ہو گیا تو آخرت کا فائدہ تو یقینی ہے ہی۔(123)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَجَبًا لِأَمرِ المُؤمِنِ إِنَّ أَمرَهُ كُلَّهُ خَيرٌ وَلَيسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلمُؤمِنِ إِن أَصَابَتهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيرًا لَهُ وَإِن أَصَابَتهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيرًا لَهُ۔(124)

بندہ مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اگر اس کو خوشی اور راحت و آرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے، اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ (اس کو بھی اپنے حکیم و کریم رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔

- نیز اگر کمائی میں نقصان ہو جائے تو اچھی نیتوں کی وجہ سے دنیا میں یہ فائدہ ہوگا کہ جب یہ یقین ہوگا کہ اس نقصان کا بدلہ آخرت میں تو ملنا ہی ہے تو اس نقصان کے باوجود انسان ڈپریشن، ذہنی دباؤ، ٹینشنوں سے محفوظ رہے گا۔

(4) اچھی نیت کی وجہ سے کمائی بھی عبادت

- جو شخص اچھی نیتوں کے ساتھ کمائی میں مشغول ہوگا وہ ہر وقت عبادت میں مشغول شمار ہوگا۔ (125)

(5) کمائی میں اچھی نیتیں معاشرہ کے لیے باعث راحت

جو شخص اللہ کی مخلوق کے فائدے اور فرض کی ادائیگی کی نیت سے مال کمائے گا تو وہ کوئی ایسی تجارت/ پیشہ اختیار نہیں کرے گا جس میں لوگوں کا دینی ایمانی ضرر ہو جیسے لہو ولعب، باطل عقائد ورسومات کی تکمیل، فحاشی وعریانی پر مشتمل اشیاء کی تجارت۔ اسی طرح کوئی ایسی تجارت/ پیشہ بھی اختیار نہیں کرے گا جس میں لوگوں کا جسمانی ضرر ہو، جیسے ایکسپائر ادویات / اشیاء وغیرہ، نشہ آور اشیاء کی تجارت۔ چنانچہ ان اچھی نیتوں کی برکت سے معاشرہ مضر اشیاء کے دینی اور دنیاوی نقصانات سے محفوظ رہے گا۔ (126)

(6) کمائی میں اعتدال، اپنی محنت کے بجائے اللہ پر اعتماد

سبب اختیار کرنے کا جو حکم اللہ نے دیا ہے اس حکم پر عمل کرنے کی نیت (پانچویں نیت) سے جو کمائے گا یعنی جو پیشہ کو رزق کا صرف ظاہری سبب سمجھ کر اختیار کرے گا رازق نہیں اور اس پیشہ اور سبب پر نتیجہ کو موقوف نہیں سمجھے گا۔ اور رزق کے معاملہ میں پورا بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھے گا اور یہ یقین رکھے گا کہ رزق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتا ہے، وہی جس کا چاہتے ہیں رزق بڑھا دیتے ہیں جس کا چاہتے ہیں گھٹا دیتے ہیں اس نیت کی وجہ سے مندرجہ ذیل فوائد اور ثمرات حاصل ہوں گے۔

(1) رزق کے معاملے میں جتنا اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ اور توکل ہوگا۔ اور تدبیر کے ساتھ جتنا یقین تقدیر پر ہوگا تو ایسا شخص تجارت کے ظاہری اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ رزق کے گھٹنے بڑھنے کے غیبی اسباب کا بھی خیال رکھے گا۔ اور ان کو نظر انداز نہیں کرے گا۔ اور احادیث میں رزق کی برکت سے متعلق جو دعائیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھائی ہیں ان کو سیکھ کر ان کا اہتمام کرے گا۔ اور چونکہ وہی اصل ہے لہٰذا ایسا شخص قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی نصرتوں، برکتوں کا مشاہدہ کرے گا۔ (127)

(2) تجارتی اسباب کے اختیار کرنے میں اعتدال سے کام لے گا۔ نیز کسی ناجائز اور حرام ذرائع سے آمدنی کو اختیار نہیں کرے گا۔

حدیث میں آتا ہے:

أَيُّهَا النَّاسُ لَيسَ مِن شَيئٍ يُقَرِّبُكُم إِلَى الجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُم مِنَ النَّارِ إِلَّا قَد أَمَرتُكُم بِهِ وَلَيسَ شَيئٌ يُقَرِّبُكُم مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُم مِنَ الجَنَّةِ إِلَّا قَد نَهَيتُكُم عَنهُ وَإِنَّ الرُّوحَ الأَمِينَ وَفِي رِوايةٍ: وإِن رُوحَ القُدُسِ نَفَثَ فِي

رُوعِی أَنَّ نَفسًا لَن تَمُوتَ حَتَّی تَستَکمِلَ رِزقَهَا أَلَا فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجمِلُوا فِی الطَّلَبِ وَلَا یَحمِلَنَّکُمُ استِبطَاءُ الرِّزقِ أَن تَطلُبُوهُ بِمَعَاصِی اللهِ فَإِنَّهُ لَا یُدرَکُ مَا عِندَ اللهِ إِلَّا بِطَاعَتِهِ۔(128/1)

ہر وہ چیز جو تمہیں جنت کے قریب کر سکتی تھی اور جہنم سے دور لے جا سکتی تھی میں نے تمہیں اس سے دور کا ہے، اور جبرئیل امین نے بذریعہ وحی مجھے بتایا ہے کہ کوئی جاندار (چاہے انسان ہو یا جانور یا درندہ) اس وقت تک ہرگز نہیں مر سکتا جب تک اپنا رزق مکمل حاصل نہ کر لے، اور رزق کی تاخیر سے تم پر ہرگز یہ اثر نہ ہو کہ تم اسے اللہ کی نافرمانی کے طریقوں سے حاصل کرنے لگو (کیونکہ رزق کے خزانے تو اللہ کے پاس ہیں) اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعہ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

لَا تَسأَلِ المَرأَةُ طَلَاقَ أُختِهَا لِتَستَفرِغَ صَحفَتَهَا وَلتَنکِح فَإِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔(128/2)

کوئی عورت اپنی کسی (دینی) بہن کی طلاق کا مطالبہ (شوہر سے) نہ کرے کہ اس کے گھر کو اپنے ہی لیے خاص کر لینا چاہے۔ بلکہ اسے نکاح (دوسری عورت کی موجودگی میں بھی) کر لینا چاہیے کیونکہ اسے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے مقدر میں ہوگا۔

(3) جب تقدیر پر یقین ہوگا کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے رزق کی کمی بیشی اسی کے چاہنے سے ہے تو ایسا شخص تجارتی ترقیوں اور کامیابیوں کو اپنی تدبیر یا سمجھ بوجھ اور تجربہ کا نتیجہ سمجھ کر اترانے فخر و غرور، تکبر، ناز، اکڑ، سرکشی، ناشکری اور بڑے بول میں مبتلا نہ ہوگا۔ جیسے قارون اور بہت سے اس میں مبتلا ہوئے، اور اس کے نتیجے میں اپنا سب کچھ برباد کر بیٹھے۔

قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ الاِنسَانَ لَیَطغٰی، أَن رَآهُ استَغنٰی (علق:7-6)

حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے

قرآن کریم میں ہے:

وَکَم أَهلَکنَا مِن قَریَةٍ بَطِرَت مَعِیشَتَهَا فَتِلکَ مَسَاکِنُهُم لَم تُسکَن مِن بَعدِهِم إِلَّا قَلِیلًا وَکُنَّا نَحنُ الوَارِثِینَ۔ (قصص:58)

اور کتنی ہی بستیاں وہ ہیں جو اپنی معیشت پر اتراتی تھیں ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا، اب ان کی رہائش گاہیں تمہارے سامنے ہیں جو ان کے بعد تھوڑے عرصے کو چھوڑ کر کبھی آباد ہی نہ ہو سکیں، اور ہم ہی تھے جو ان کے وارث بنے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَت آمِنَةً مُطمَئِنَّةً يَأتِيهَا رِزقُهَا رَغَدًا مِن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَت بِأَنعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الجُوعِ وَالخَوفِ بِمَا كَانُوا يَصنَعُونَ۔ (النحل:112)

اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے جو بڑی پر امن اور مطمئن تھی اس کا رزق اس کو ہر جگہ سے بڑی فراوانی کے ساتھ پہنچ رہا تھا، پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی، تو اللہ نے ان کے کرتوت کی وجہ سے ان کو یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف ان کا پہننا اوڑھنا بن گیا۔

اہل مکہ کو اہل سبا کا انجام یاد دلا کر ان کو یاد دہانی فرمائی کہ تمہیں بھی اللہ نے جو چیز حلال طیب بخشی ہیں ان کو کھاؤ برتو اور اس کی نعمتوں پر اسی کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی پرستش کرنے والے ہو۔ جس طرح اہل سبا کو امن وچین کی زندگی حاصل تھی اسی طرح اہل مکہ کو بھی امن واطمینان کی زندگی حاصل تھی۔ خانہ کعبہ کا مرکز ہونے کی وجہ سے یہ شہر امن وامان کا شہر تھا، کسی کی مجال نہیں تھی کہ بلدِ امین پر حملہ کرنے کی جرأت کر سکے۔ تمام ملک سے تجارتی قافلے یہاں بے خوف وخطر آتے اور اس شہر کے باشندوں کی خوش حالی کا ذریعہ بنتے۔ خود اہل مکہ کے تجارتی قافلے ہر موسم میں بے خوف وخطر دور دور کے سفر کرتے لیکن ان کو نقصان پہنچانا تو الگ رہا راستہ کے بدوی قبائل ان کی حفاظت کے لیے بدرقہ فراہم کرتے کہ یہ بیت اللہ کے خادم اور متولی ہیں۔ ان نعمتوں کا حق یہی تھا کہ یہ ان سے فائدہ اٹھاتے اور اللہ کے شکر گزار رہتے لیکن انہوں نے شرک میں مبتلا ہو کر اللہ کے بخشے ہوئے جانوروں کی قربانی اپنے مزعومہ شریکوں کے تھانوں اور استھانوں پر دی، محض اپنے مشرکانہ اوہام کے تحت اپنے جی سے ان کو حلال وحرام ٹھہرایا اور اس طرح اسی کفرانِ نعمت کے جرم کے مرتکب ہوئے جس کے مرتکب ہو کر اہل سبا کیفر کردار کو پہنچے۔ **(129)**

فصل:۔3

(2) کمائی میں دنیاوآخرت کی ناکامیوں سے بچنے کے لیے ان نیتوں سے بچنا ضروری ہے

سوال: کمائی میں دنیاوآخرت کی ناکامیوں سے بچنے کے لیے کن نیتوں سے بچنا ضروری ہے؟

جواب: حدیث میں آتا ہے:

مَن طَلَبَ الدُّنيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مفاخرا مرائِيا لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيهِ غَضبَانُ۔(130)

جوشخص مال ودولت میں اضافہ کرنے (اپنی امارت ودولت مندی کے ذریعہ غرباء وفقراء پر) فخرکرنے کے، اور(محض اپنا اثرورسوخ قائم کرنے کے لیے صدقہ وخیرات اورداددہش کی صورت میں) نام ونمود کے لیے (حرام وسائل وذرائع تو الگ رہے) جائز وسائل وذرائع سے (بھی) دنیا(کے مال واسباب) حاصل کرے تووہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پرغضب ناک ہوگا۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

إِن كَانَ خَرَجَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيطَانِ۔(131)

اگرکوئی ریاکاری اورفخر پسندی کے جذبے سے (کمانے کے لیے) نکلےتووہ شیطان کے راستہ میں نکل گیا۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کمائی میں دنیاوآخرت کی ناکامیوں سے بچنے کے لیے درجہ ذیل نیتوں سے بچنا ضروری ہے:

(1) مال بڑھانے کے لیےکمانا: یعنی اس نیت سے مال بڑھانے کے لیےکمانا تاکہ زیادہ سے زیادہ خواہشات پوری ہوسکیں،آخرت بنانے کی نیت نہ ہو۔(132)

(2) مالداری جتلانے کے لیےکمانا: یعنی دوسروں پراپنی مالداری کی برتری جتلانے اورفخر کے لیے کمانا۔

(3) نام ونمود، دکھلاوہ، شہرت حاصل کرنے کے لیے کمانا: یعنی اس نیت سے کمانا کہ زیادہ مال حاصل کرکے رفاہی کاموں میں خرچ کروں گا تاکہ میرا بھی نام ہو اور معاشرہ میں اثر ورسوخ قائم ہو۔

(4) عیاشی، گناہوں، ناجائز خواہشات پوری کرنے کے لیے کمانا۔

حدیث میں آتا ہے:

وَعَبدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَلَم يَرزُقهُ عِلمًا فَهُوَ يَخبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيرِ عِلمٍ لاَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلاَ يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلاَ يَعلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَخبَثِ المَنَازِلِ وَعَبدٍ لَم يَرزُقهُ اللّٰهُ مَالاً وَلاَ عِلمًا فَهُوَ يَقُولُ: لَو أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلاَنٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزرُهُمَا سَوَاءٌ۔ (133)

ایسا مالدار جو علم کی دولت سے محروم ہو اور اپنی دولت کو ناجائز جگہوں پر خرچ کرے نہ اس کے کمانے میں خدا کا خوف ملحوظ رکھے اور نہ اس سے صلہ رحمی کرے اور نہ ہی اس کی زکوۃ وغیرادا کرے۔ یہ شخص سب سے بدتر ہے۔

ایسا شخص جس کے پاس نہ دولت ہے اور نہ علم لیکن اس کی تمنا ہے کہ کاش میرے پاس دولت ہوتی تو میں فلاں کی طرح (گناہوں، عیاشی میں) خرچ کرتا یہ شخص بھی اپنی نیت کا مسؤل ہے اور ان دونوں کا گناہ بھی برابر ہے۔

فائدہ: بری نیت سے مراد یہ ہے کہ اس نے ناجائز کاموں میں خرچ کرنے کا عزم کرلیا لیکن مال نہ ہونے کی وجہ سے خرچ نہ کرسکا، البتہ اگر صرف ناجائز کام میں خرچ کرنے کا وسوسہ ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔

فصل:۔4

بری نیتوں سے کمانے کے نقصانات اور معاشرے پر اثرات

پہلا نقصان: اللہ کی ناراضگی اور پکڑ — دوسرا نقصان: ظلم وزیادتی، قتل وقتال، فتنہ فساد کا عام ہونا

تیسرا نقصان: غفلت کی موت مرجانا — چوتھا نقصان: بے لذت گناہ میں مبتلا ہوجانا

سوال: بری نیتوں سے کمانے کے کیا کیا نقصانات ہیں اور معاشرے پر اس کے کیا اثرات ہیں؟

جواب:

پہلا نقصان: اللہ کی ناراضگی اور پکڑ:

حدیث شریف میں ہے:

وَمَن طَلَبَ الدُّنیا حَلَالًا مُکَاثِرًا مفاخرا مرائِیا لَقِی اللہ وَھُوَ عَلَیہِ غَضبَانُ۔(134)

(جوان تین بری نیتوں) خواہشات پوری کرنے کے لیے، مال بڑھانے، فخر اور نام ونمود کے لیے کمائے گا وہ قیامت میں اس حال میں اللہ سے ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بہت غصہ ہوں گے اور ناراض ہوں گے۔

فائدہ: سوچنے اور عبرت حاصل کرنے کی بات ہے کہ جب زیادہ مال ودولت جمع کرنے کی حرص، ایک دوسرے پر اظہار فخر اور نام ونمود کے لیے دنیا کمانے اور سامان دنیا حاصل کرنے میں حلال ذرائع اختیار کرنے والے کا یہ حشر ہوگا تو ان لوگوں کا کتنا برا انجام ہوگا جو مذکورہ بالا غیر شرعی مقاصد کے لیے حرام وسائل وذرائع سے مال ودولت حاصل کرتے ہیں؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں حرام مال کمانے والوں کا ذکر شاید اسی طرف اشارہ کرنے کے لیے نہیں فرمایا کہ یہ کام کسی مسلمان کا تو ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اول تو وہ مذکورہ مفاسد کی خاطر دنیا کمائے اور پھر وسائل وذرائع بھی حرام وناجائز اختیار کرے، یا ایسے لوگوں کا ذکر اس لیے نہیں فرمایا کہ ان کا انجام بد حدیث کے انداز بیان اور طرز مضمون سے خود بخود واضح ہوجاتا ہے۔(135)

دوسرا نقصان: ظلم وزیادتی، قتل وقتال، فتنہ فساد کا عام ہونا

جب قومیں ان نیتوں (خواہشات پوری کرنے، مال بڑھانے، فخر اور نام ونمود) سے کماتی ہیں تو ان میں ظلم وزیادتی، قتل وقتال، فتنہ وفساد عام ہوجاتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

إنّه سيصيب أمّتى داء الأمم قالوا: وما داء الأمم قال: الأشر والبطر والتّكاثر والتّنافس فى الدّنيا والتّباعد والتّحاسد حتّى يكون البغى ثمّ الهرج۔(136)

میری امت کو عنقریب قوموں کی بیماری لگ جائے گی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔قوموں کی بیماری کیا ہے؟ فرمایا! تکبر، اترانا، مال کی کثرت کا اظہار، دنیاوی اسباب میں مقابلہ آرائی ایک دوسرے سے بُعد، باہم حسد کرنا یہاں تک کہ سرکشی ہوگی، پھر فتنہ پھیلے گا۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

ما أخشى عليكم الفقر ولكن أخشى عليكم التّكاثر .(137)

میں تمہارے اوپر فقر سے نہیں ڈرتا لیکن مال کی کثرت کے اظہار سے ڈرتا ہوں

تیسرا نقصان: غفلت کی موت مرجانا

جن لوگوں کو مال بڑھانے اور دوسروں پر مالداری کی برتری جتلانے کی دھن سوار ہوجاتی ہے تو یہ دھن انہیں موت اور آخرت سے ایسا غافل کردیتی ہے کہ وہ غفلت کی موت مرکر قبروں میں پہنچ جاتے ہیں اور انہیں آخرت کی تیاری کا موقع ہی نہیں مل پاتا۔قرآن کریم میں آتا ہے:

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ، حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔(تکاثر:2-1)

ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر (دنیا کا عیش) حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو

اور حدیث شریف میں ہے:

أَتَيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقرَأُ: أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ: يَقُولُ ابنُ آدَمَ: مَالِي مَالِي قَالَ: وَهَل لَكَ يَا ابنَ آدَمَ مِن مَالِكَ إِلَّا مَا أَكَلتَ فَأَفنَيتَ أَو لَبِستَ فَأَبلَيتَ أَو تَصَدَّقتَ فَأَمضَيتَ۔(138)

(صحابی فرماتے ہیں ایک دن) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ "أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ" پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم میرا مال، میرا مال

کہتا ہے (لوگوں کا اپنے مال ومتاع پر فخر کرنا بالکل بے حقیقت بات ہے، واقعہ یہ ہے کہ) اے ابن آدم! تجھے تیرے مال سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اور تو جتنا فائدہ اٹھاتا ہے وہ بس اتنا ہے کہ تو کچھ چیزوں کو کھالیتا ہے اور اس کو ختم کر دیتا ہے، کچھ چیزوں کو پہنتا ہے اور ان کو بوسیدہ کر دیتا ہے اور کچھ چیزوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے اور اس کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنالیتا ہے۔

چوتھا نقصان: بےلذت گناہ میں مبتلا ہونا

چوتھی نیت کا وبال یہ ہے کہ اگر اس کو گناہوں کے کام میں مال خرچ کرنے کے لیے نہ بھی ملے تب بھی گناہ گار ہوگا۔

المنبر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مشق: کیوں کمانا ہے

(1) کیا کمانے میں انسان کی اچھی یا بری نیتیں جو وہ دل میں رکھتا ہے اس کے کام یا کاروبار پر اثر انداز ہوتی ہیں ☐ نہیں ☐ وجہ بتائیں_______________

____

(2) کمائی میں دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے کن نیتوں کا کرنا ضروری ہے؟_______________

____

____

____

(3) اچھی نیتوں سے کمانے پر کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟_______________

____

____

(4) کمائی میں دنیا و اخرت کی ناکامیوں سے بچنے کے لیے کن نیتوں سے بچنا ضروری ہے؟_______________

____

____

(5) بری نیتوں سے کمانے کے کیا کیا نقصانات ہیں اور معاشرے پر اس کے کیا کیا اثرات ہیں؟_______________

____

____

____

باب:۔2

کیسے کمانا ہے؟

تمہید: معاملات کی اقسام، احکام، شکلیں

- ظلم وعدل کی شکلیں

فصل1: جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

فصل2: ناحق کسی کا مال ہتھیا لینا

- احسان وایثار کی شکلیں

فصل3: معاملات میں احسان وایثار

معاملات کی اقسام واحکام

سوال: ایک انسان اپنے کاروبار اور معاملات کا اخلاقی جائزہ کیسے لے؟

جواب: اللہ تعالی نے ہمیں معاملات میں ظلم و ناانصافی سے منع کیا ہے اور عدل وانصاف احسان و ایثار کا حکم دیا ہے بس اب یہ دیکھ لیا جائے کہ ہمارے معاملات ظلم و ناانصافی والے ہیں یا عدل واحسان و ایثار والے ہیں۔

سوال: (1) ظلم و ناانصافی والے معاملات (2) عدل وانصاف والے معاملات (3) احسان وایثار والے معاملات ہر ایک کا حکم بتایئے۔

جواب:

(1) ظلم و ناانصافی والے معاملات:

ظلم و ناانصافی والے معاملات کی وجہ سے آدمی فاسق و گنہگار ہو جاتا ہے، ایسے معاملات آخرت میں پکڑ کا باعث بنیں گے، بسا اوقات دنیا میں بھی اس کا انجام بہت برا نکلتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' نامۂ اعمال تین طرح کے ہیں:

الدَّواوِینُ ثَلَاثَةٌ: دِیوَانٌ لَا یغفِرُهُ اللهُ: الإِشرَاکُ بِاللهِ۔ یَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجلَّ إِنَّ اللهَ لَا یَغفِرُ أَن یُشرَکَ بِهِ، وَدِیوَانٌ لَا یترُکُهُ اللهُ: ظُلمُ العِبَادِ فِیمَا بینَهُم حَتَّی یَقتَصَّ بَعضُهُم مِن بَعضٍ وَدِیوَانٌ لَا یَعبَأُ اللهُ بِهِ ظُلمُ العِبَادِ فِیمَا بینَهم وبینَ اللهِ فَذَاکَ إِلَی اللهِ فَذَاکَ إِلَی اللهِ: إِن شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِن شَاءَ تجاوز عَنه۔ (139)

ایک تو وہ نامۂ اعمال ہے جس کو اللہ تعالی نہیں بخشتا اور وہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک کیا گیا ہو یعنی کفر و شرک کا گناہ جس نامۂ اعمال میں ہوگا اس کی بخشش ممکن نہیں ہوگی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ خدا شرک کو نہیں بخشتا۔

دوسرا نامۂ اعمال وہ ہے جس کو اللہ تعالی یوں ہی نہیں چھوڑ دے گا بلکہ اس کے بارے میں ضرور حکم کرے گا اور وہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں بندوں کے آپس کے مظالم درج ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالی کے حکم کے مطابق ایک دوسرے سے بدلہ لیں گے یعنی اللہ تعالی مظلوم کو ظالم سے اس کے ظلم کا بدلہ دلوائے گا یا یہ ہوگا کہ اللہ تعالی جس پر اپنا فضل کرنا چاہے گا اس کو صاحب حق کے مطالبہ سے بری

کرادے گا بایں طور کہ وہ صاحب حق کو اپنے خزانہ رحمت سے اس کے حق کے بقدر یا اس سے زائد نعمتیں عطاء فرما کر راضی کر دے گا اور کہے گا کہ اب تم اس شخص کو معاف کر دو جس نے تم پر ظلم کیا تھا یا تمہارا کوئی حق غصب کیا تھا چنانچہ وہ راضی وخوش ہو کر اس شخص کو معاف کر دے گا اس طرح اللہ تعالی کی وہ نعمتیں گویا اس کے حق کا بدلہ اور دنیا کی دیت کے قائم مقام ہو جائیں گی اور

تیسرا اعمال نامہ وہ ہے جس کی اللہ تعالی کو پرواہ نہیں ہوگی یعنی اگر وہ چاہے تو اس اعمال نامہ کے مطابق سزا وعذاب کا فیصلہ صادر کرے اور اگر چاہے تو اس پر کوئی کارروائی نہ کرے اور وہ اعمال نامہ وہ ہے جس میں بندوں کا اللہ کے ساتھ ظلم کرنا یعنی ان کی طرف سے حقوق اللہ میں تقصیر وکوتاہی کا مرتکب ہونا درج ہے چنانچہ یہ اعمال نامہ اللہ تعالی کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ چاہیں تو بندے کو اس کے عمل کے مطابق سزا دیں اور چاہیں اس سے درگزر وعفو کا معاملہ کریں اور اس کو کوئی سزا نہ دیں۔

- حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لَتُؤَدَّنَّ الحُقُوقُ إِلَى أَهلِهَا يَومَ القِيَامَةِ حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الجَلحَاءِ مِنَ الشَّاةِ القَرنَاءِ۔ (140)

قیامت کے دن حق داروں کو ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کا قصاص (بدلہ) سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔

- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ نے (صحابہؓ سے) فرمایا:

أَتَدرُونَ مَا المُفلِسُ۔ قَالُوا: المُفلِسُ فِينَا مَن لَا دِرهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ۔ فَقَالَ: إِنَّ المُفلِسَ مِن أُمَّتِي مَن يَأتِي يَوم القِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأتِي وَقَد شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا۔ وَأَكَلَ مَالَ هَذَا۔ وَسَفَکَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعطَى هَذَا مِن حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِن حَسَنَاتِهِ فَإِن فَنِيَت حَسَنَاتُهُ قَبلَ أَن يَقضِيَ مَا عَلَيهِ أُخِذَ مِن خَطَايَاهُم فَطُرِحَت عَلَيهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔ (141)

تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ بعض صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ تو درہم ودینار (روپیہ پیسہ) ہو اور نہ سامان واسباب (یعنی انہوں نے اپنے جواب میں مفلس اس شخص کو بتایا جو مال وزر اور روپیہ پیسہ سے تہی دست ہو جیسا کہ عام طور پر دنیا والے سمجھتے ہیں صحابہؓ کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ حضور ﷺ کی مراد دنیاوی طور پر مفلس شخص کے بارے میں پوچھنا نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کے سوال کا تعلق اس شخص سے ہے جو آخرت کے اعتبار سے مفلس ہو) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت مرحومہ میں مفلس شخص درحقیقت وہ ہے جو قیامت کے دن میدان حشر میں (دنیا سے) نماز روزہ اور زکوۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں لے کر آئے گا

مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی تھی کسی پر تہمت لگائی تھی کسی کو (ناحق) مارا پیٹا تھا (غرض یہ کہ اس نے جہاں تمام مالی وبدنی عبادتیں کی تھیں وہیں ان برائیوں کا مرتکب بھی ہوا تھا چنانچہ اس کی نیکیوں میں سے پہلے کسی ایک مظلوم وصاحب حق کو اس کے حق کے بقدر نیکیاں دی جائیں گی) اس طرح اس نے دنیا میں جس کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا ہوگا اور جس جس کو ناحق ستایا ہوگا ان سب کو الگ الگ اپنے حق کے بقدر اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا) یہاں تک کہ اگر اس کے ان گناہوں کا فیصلہ ہونے سے پہلے اس کی تمام نیکیاں ختم ہوجائیں گی (یعنی اگر اس کی تمام نیکیاں ان سب حق والوں کو دے دینے کے بعد بھی حقوق العباد کو تلف کرنے کی سزا پوری نہیں ہوگی) تو ان حق داروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کیے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

مَن كَانَت لَهُ مَظلِمَةٌ لِأَخِيهِ مِن عِرضِهِ أَو شَيئٍ مِنهُ اليَومَ قَبلَ أَن لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرهَمٌ إِن كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنهُ بِقَدرِ مَظلِمَتِهِ وَإِن لَم يَكُن لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِن سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيهِ۔ (142/1)

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق رکھتا ہو اور وہ حق خواہ (غیبت و برائی کرنے اور روحانی وجسمانی ایذارسانی وغیرہ کی صورت میں) آبروریزی کا ہو یا کسی اور چیز سے متعلق ہو (جیسے کوئی مالی مطالبہ یا ناحق خون وغیرہ) تو اس کو چاہیے کہ وہ اس حق کو آج ہی کے دن (یعنی اسی دنیا میں) معاف کرالے اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے (یعنی قیامت کا دن کہ جس میں) وہ نہ تو درہم رکھتا ہوگا نہ دینار (کہ جو اس حق کے بدلہ کے طور پر دے سکے) اگر (اس نے اپنے حق کو معاف کردیا تو بہتر ہے ورنہ پھر) ظالم کے اعمال نامہ میں جو کچھ نیکیاں ہوں گی تو ان میں سے اس کے ظلم کے برابر یا واجب حق کے بقدر نیکیاں لے لی جائیں گی (اور مظلوم یا حق دار کو دے دی جائیں گی) اور اگر وہ کچھ بھی نیکیاں نہیں رکھتا ہوگا تو اس صورت میں اس مظلوم یا حق دار کے گناہوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) گناہ لے کر ظالم پر لاد دیے جائیں گے۔

- ایک شخص نے عبداللہ بن عمرؓ کو خط لکھا کہ علم کا خلاصہ بتادیں آپؓ نے فرمایا:

علم کی باتیں تو بہت ہیں لیکن ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرو کہ تمہارے اوپر کسی کا جانی، مالی اور عزت آبرو کے اعتبار سے کوئی حق نہ ہو، اور یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ جڑے رہو۔ **(142/2)**

(2) عدل وانصاف والے معاملات:

عدل وانصاف والے معاملات آخرت میں نجات کا باعث ہوں گے، ایسے معاملات کے دنیا میں بھی اچھے اثرات ونتائج

نکلتے ہیں لوگوں کا اعتماد بڑھتا ہے جو کاروبار میں ترقی کا باعث بنتا ہے۔(143)

نیز معاملات میں ظلم وناانصافی سے بچنا عدل وانصاف کرنا واجب ہے۔

(3) احسان وایثار والے معاملات:

احسان وایثار والے معاملات آخرت میں بے پناہ ترقی اجر وثواب کا ذریعہ ہیں معاملات میں احسان وایثار شرعاً اگرچہ واجب نہیں، واجب تو صرف ظلم نہ کرنا اور عدل کرنا ہے۔

- لیکن حقیقت یہ ہے کہ معاملات میں عدل وانصاف سے صرف نجات ملتی ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی انسان کاروبار کرے اور نتیجہ میں اسے صرف اس کا اصل سرمایہ واپس مل جائے کوئی نفع نہ ہو اور احسان وایثار ایسا ہے جیسے کوئی کاروبار کرے اور نتیجہ میں اسے اصل سرمایہ بھی واپس ملے اور نفع بھی ہو۔

لہٰذا ایمان والوں کو چاہیے کہ معاملات میں صرف عدل وانصاف پر اکتفاء وقناعت نہ کریں بلکہ احسان وایثار سے کام لیں۔

- اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں: {وَاَحۡسِنۡ کَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ} (قصص:77) اور جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی (دوسروں پر) احسان کرو۔

> حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو خاص طور پر نعمتیں اس لیے دیتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو نفع پہنچائیں۔ جب تک وہ لوگوں کو نفع پہنچاتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان نعمتوں میں ہی رکھتے ہیں اور جب وہ ایسا کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے نعمتیں لے کر دوسروں کو دے دیتے ہیں۔(144)

- نیز قرآن کریم میں ہے: {وَ ابۡتَغِ فِیۡمَاۤ اٰتٰىکَ اللّٰہُ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ} یعنی کاروبار تجارت یہ صرف دنیا کمانے کے لیے ہی نہیں بلکہ ان سے زیادہ تر آخرت کمانی چاہیے۔
- پھر جو معاملات میں صرف عدل وانصاف پر اکتفاء کرتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے باڈر اور حدود پر چلنے والے کہ باڈر اور حدود پر چلنے والوں کے بارے میں ہر وقت یہ خطرہ ہوتا ہے کہیں وہ دوسروں کی حدود میں داخل نہ ہو جائیں ایسے ہی جو معاملات میں عدل وانصاف پر چل رہا ہے گویا وہ باڈر اور حدود پر چل رہا ہے کہ ذرا غفلت اور سستی ہوئی تو قدم ظلم کی حدود میں داخل ہو جائیں گے اسی لیے جو یہ چاہتا ہے کہ میں کبھی معاملات میں کسی پر ظلم نہ کروں تو اس کو چاہیے احسان والے معاملات کرے کہ اگر کبھی غفلت ہو بھی گئی اور احسان والے معاملات نہ ہو سکے تو انصاف والے ہو جائیں گے۔
- نیز معاملات میں احسان اس لیے بھی کرنا چاہیے کہ عدل وانصاف تو فرض ہے اور احسان نفل ہے اور اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ بندہ سے فرائض کی ادائیگی میں جو کمی ہو جاتی ہے تو اگر بندہ کے پاس نوافل بھی ہوں تو ان نوافل سے فرائض کی کمی کی تلافی کر دی جاتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ:

إِنّ أَوّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ العَبدُ يَومَ القِيَامَةِ مِن عَمَلِهِ صَلاتُهُ فَإِن صَلُحَت فَقَد أَفلَحَ وَأَنجَحَ وَإِن فَسَدَت فَقَد خَابَ وَخَسِرَ فَإِن انتَقَصَ مِن فَرِيضَتِهِ شَيئٌ قَالَ الرَّبُّ عَزّ وَجَلّ: انظُرُوا هَل لِعَبدِی مِن تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انتَقَصَ مِنَ الفَرِيضَةِ ثُمّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ۔ (145)

قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور بامراد اور اگر نماز بے کار ثابت ہوئی تو وہ نامراد خسارہ میں ہوگا اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ دیکھو بندے کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائے گی اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ زکوۃ وغیرہ کا حساب ہوگا۔

لہٰذا معاملات میں بھی انسان کو فرائض یعنی عدل وانصاف کے ساتھ نوافل یعنی احسان وایثار کا بھی ذخیرہ رکھنا چاہیے۔

❑ مالی احتیاط کے چند واقعات

● **سونے کا گھڑا:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (بنی اسرائی میں) ایک شخص نے دوسرے شخص سے مکان خریدا اور مکان کے خریدار کو اس مکان میں ایک گھڑا ملا جس میں سونا تھا جس سے وہ مکان اس نے خریدا تھا اس سے اس نے کہا بھائی گھڑا لے جا۔ کیونکہ میں نے تم سے گھر خریدا ہے سونا نہیں خریدا تھا۔ لیکن پہلے مالک نے کہا کہ میں نے گھر کو ان تمام چیزوں سمیت تمہیں بیچ دیا تھا جو اس کے اندر موجود ہوں۔ یہ دونوں ایک تیسرے شخص کے پاس اپنا مقدمہ لے گئے۔ فیصلہ کرنے والے نے ان سے پوچھا کیا تمہاری کوئی اولاد ہے؟ اس پر ایک نے کہا کہ میرا ایک لڑکا ہے اور دوسرے نے کہا کہ میری ایک لڑکی ہے۔ فیصلہ کرنے والے نے ان سے کہا کہ لڑکے کا لڑکی سے نکاح کر دو اور سونا انہیں پر خرچ کر دو اور خیرات بھی کر دو۔ (146/1)

● **قرض کی بروقت ادائیگی کی فکر:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا: انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لا جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے پھر انہوں نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لا۔ قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی تاکہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے طے پائی تھی۔ (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کیا۔ پھر ایک ہزار دینار اور ایک (اس

مضمون کا) خط کہ اس کی طرف سے قرض دینے والے کی طرف (یہ دینار بھیجے جارہے ہیں) اور اس کا منہ بند کر دیا۔ اور اسے دریا پر لے آئے، پھر کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بھی تجھ پر راضی ہوا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں۔ لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچادے) چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں بہادی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھا کہ کس طرح کوئی جہاز ملے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر میں جاسکیں۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں انہیں ایک لکڑی ملی۔ وہی جس میں مال تھا۔ انہوں نے لکڑی اپنے گھر میں ایندھن کے لیے لے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (کچھ دنوں کے بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے۔ اور یہ (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دوبارہ) ایک ہزار دینار ان کی خدمت میں پیش کر دیے۔ اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچے کے لیے سوار ہوا۔ مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں آپ کو کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرضہ ادا کر دیا۔ جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ صاحب اپنا ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔ **(146/2)**

- **ایک کھجور نے پوری رات نیند اڑا دی:** حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو رات کے وقت اپنے پہلو میں پڑی ہوئی کھجور ملی۔ آپ نے اسے نوش فرمالیا، لیکن پھر آپ کو نیند نہ آئی۔ ازواجِ مطہرات ؓ میں سے کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! آج رات آپ کو نیند نہیں آئی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے پہلو کے نیچے پڑی ہوئی کھجور ملی میں نے اسے کھالیا، لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو صدقہ کی کھجوریں بھی تھیں کہیں یہ ان میں سے نہ ہو (اس خیال کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی)۔ **(146/3)**

- **ایک مشتبہ لقمہ کا بھی پیٹ میں رکھنا گوارا نہ کیا:** حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ میرے علم میں حضرت ابوبکر ؓ کے علاوہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس نے کھانا کھا کر قے کر دیا ہو۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ ان کے پاس کھانا لایا گیا جسے انھوں نے کھالیا۔ پھر انہیں کسی نے بتایا کہ یہ کھانا تو حضرت ابنِ نُعیمان ؓ لائے تھے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: تم نے مجھے ابنِ نُعیمان ؓ کے منتر پڑھنے کی اجرت میں سے کھلا دیا؟ پھر انہوں نے قے فرمائی۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابنِ نعیمانؓ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے اور بڑے خوب صورت تھے۔ کچھ لوگوں نے ان کے پاس آ کر کہا: کیا آپ کے پاس ایسی عورت کا کوئی علاج ہے جس کو حمل نہیں ٹھہرتا؟ انہوں نے کہا ہے۔ اس منتر کے بدلے میں ان لوگوں نے انہیں بکری اور گھی ہدیہ میں دیا۔ (یہ واقعہ زمانہ جاہلیت میں پیش آیا تھا) حضرت ابنِ نعیمانؓ اس میں سے کچھ لے کر حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس میں سے کچھ کھالیا (پھر ان کو اس واقعے کا پتا چلا) تو کھانے سے فارغ ہو کر حضرت ابوبکرؓ اٹھے اور جو کچھ کھایا تھا وہ سب قے کر دیا اور پھر فرمایا: آپ لوگ ہمارے پاس کھانے کی چیز لے آتے ہو اور ہمیں بتاتے بھی نہیں کہ یہ چیز کہاں سے آئی ہے۔ (146/4)

● **اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو بھی میں اس کو نکالتا:** حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا جو مقررہ مقدار میں کما کر انہیں دیا کرتا تھا۔ ایک رات وہ کچھ کھانا لایا، حضرت ابوبکرؓ نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمالیا۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ ہر رات دریافت فرمایا کرتے تھے (کہ کہاں سے کما کر لائے ہو؟) لیکن آج رات آپ نے مجھ سے نہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: بھوک کی شدت کی وجہ سے نہ پوچھ سکا۔ اب بتاؤ یہ کھانا کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا: میں زمانہ جاہلیت میں ایک قوم کے پاس سے گزرا تھا اور میں نے ان کے ایک بیمار پر دم کیا تھا۔ انھوں نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آج میرا گزر اُدھر کو ہوا تو ان کے ہاں شادی ہو رہی تھی انہوں نے مجھے یہ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: تم تو مجھے ہلاک کرنے لگے تھے۔ اس کے بعد حلق میں انگلی ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ اور وہ بھی بھوک کی شدت میں کھایا گیا نہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا: پانی سے ہی قے ہو سکتی ہے۔ انہوں نے پانی کا بہت بڑا پیالہ منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے یہاں تک کہ مشکل سے وہ لقمہ نکالا۔ کسی نے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم فرمائیں! یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو بھی میں اس کو نکالتا۔ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو بدن حرام مال سے پرورش پائے آگ اس کے لیے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پرورش نہ پا جائے۔ (146/5)

● **حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مال واپس کرنا:** حضرت حسنؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: سب سے بڑی عقل مندی تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ پھر آگے اور حدیث ذکر کی جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ اگلے دن صبح کو حضرت ابوبکرؓ بازار جانے لگے تو ان سے حضرت عمرؓ نے پوچھا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: بازار۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اب آپ پر اتنی بڑی ذمہ داری (خلافت کی وجہ سے) آ گئی ہے کہ جس کی وجہ سے اب آپ بازار نہیں جا سکتے۔ (سارا وقت خلافت کی ذمہ داریوں میں لگائیں گے تو پھر یہ ذمہ داریاں پوری ہو

سکیں گی) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: سبحان اللہ! اتنا لگنا پڑے گا کہ اہل وعیال کے لیے کمانے کا وقت نہ بچے (تو پھر انہیں کہاں سے کھلاؤں گا؟) حضرت عمرؓ نے کہا: ہم (آپ کے لیے اور آپ کے اہل وعیال کے لیے بیت المال میں سے) مناسب مقدار میں وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: عمرؓ کا ناس ہو! مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے اس مال میں سے کچھ لینے کی گنجائش نہ ہو۔ چناں چہ (مشورہ سے ان کا وظیفہ مقرر ہوا اور) انہوں نے دو سال سے زائد عرصہ (خلافت) میں آٹھ ہزار درہم لیے۔ جب ان کی موت کا وقت آیا تو فرمایا: میں نے عمر سے کہا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس مال میں سے لینے کی گنجائش بالکل نہیں ہے، لیکن عمرؓ اس وقت مجھ پر غالب آ گئے اور مجھے ان کی بات مان کر بیت المال میں سے وظیفہ لینا پڑا، لہٰذا جب میں مرجاؤں تو میرے مال میں سے آٹھ ہزار لے کر بیت المال میں واپس کر دینا۔ چناں چہ جب وہ آٹھ ہزار (حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد) حضرت عمرؓ کے پاس لائے گئے تو آپ نے فرمایا: اللہ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے! انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا (کہ آدمی اپنی ساری جان اور سارا مال دین پر لگا دے اور دنیا میں کچھ نہ لے)۔ (146/6)

- حضرت ابوبکر بن حفص بن عمرؓ کہتے ہیں: حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آئیں اس وقت آپ کو نزع کی تکلیف ہو رہی تھی اور آپ کا سانس سینے میں تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ نے یہ شعر پڑھا:

لَعَمْرُکَ مَا یُغْنِی الثَّرَاءُ عنِ الْفَتِیإذَا حَشْرَجَتْ یَوْمًا وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ۔

تیری جان کی قسم! مال اور قوم کی کثرت نوجوان کو اس دن کوئی فائدہ نہیں دے سکتی جس دن سانس اُکھڑنے لگے اور سینہ گھٹنے لگے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کی طرف غصہ سے دیکھا اور فرمایا: اے ام المؤمنین! یہ بات نہیں ہے، یہ تو وہ حالت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے:

وَجَائَتْ سَکرَۃُ المَوتِ بِالحَقِّ ذٰلِکَ مَا کُنتَ مِنهُ تَحِیدُ. (ق:19)

اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی، یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا۔

میں نے تمہیں ایک باغ دیا تھا لیکن میرا دل اس سے مطمئن نہیں، اس لیے تم اسے میری میراث میں واپس کر دو۔ میں نے کہا: بہت اچھا۔ اور پھر میں نے وہ باغ واپس کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ہم جب سے مسلمانوں کے خلیفہ بنے ہیں ہم نے مسلمانوں کا نہ کوئی دینار کھایا ہے اور نہ کوئی درہم، البتہ ان کا موٹا جھوٹا کھانا ضرور کھایا ہے، اور ایسے ہی ان کے موٹے اور کھردرے کپڑے ضرور پہنے ہیں۔ اور اس وقت ہمارے پاس مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں سے اور تو کچھ نہیں ہے، البتہ یہ تین چیزیں ہیں: ایک حبشی غلام اور دوسرا پانی والا اونٹ اور تیسرے پرانی اونی چادر۔ جب میں مرجاؤں تو یہ تینوں چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا اور ان کی ذمہ داری سے مجھے فارغ کر دینا۔ چناں چہ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی

کیا۔ جب قاصد وہ چیزیں لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو وہ رونے لگے اور اتنے روئے کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے اور وہ فرما رہے تھے: اللہ تعالی ابوبکرؓ پر رحم فرمائے! انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اللہ ابوبکر پر رحم فرمائے! انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ (دنیا میں کچھ نہ لینے کا ایسا اونچا معیار قائم کیا ہے کہ بعد والوں کے لیے اسے اختیار کرنا بہت مشکل ہے) اے غلام! ان چیزوں کو اٹھا کر رکھ لو۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا: سبحان اللہ! آپ حضرت ابوبکرؓ کے اہل وعیال سے حبشی غلام، پانی والا اونٹ اور پرانی اونی چادر جس کی قیمت پانچ درہم ہے چھین رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا: آپ یہ چیزیں حضرت ابو بکرؓ کے اہل وعیال کو واپس کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: نہیں، اس ذات کی قسم ہے جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا! یہ میرے زمانہ خلافت میں نہیں ہوگا نہیں ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ تو موت کے وقت ان چیزوں سے جان چھڑا کر گئے اور میں یہ چیزیں ان کے اہل وعیال کو واپس کر دوں، اور موت اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ (یعنی میں واپس کروں گا تو یہ تو خوش ہو جائیں گے لیکن اللہ ناراض ہو جائیں گے، اس لیے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ مجھے بھی دنیا سے جانا ہے تو وہاں جا کر ابوبکرؓ کو کیا منہ دکھاؤں گا)۔ **(146/7)**

شہد کا برتن: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ بنائے گئے، آپ تقریبا گیارہ سال مسلمانوں کے خلیفہ رہے، آپ بہت امانت دار اور اللہ سے ڈرنے والے تھے، اسی لیے آپ بیت المال (جہاں مسلمانوں کی ہر طرح کی مال ودولت جمع ہوتی تھی) میں جمع مال ودولت کو مسلمانوں کی امانت سمجھتے اور خود کو اس کا نگراں خیال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ آخیر عمر میں آپ سخت بیمار ہو گئے، تو علاج کے طور پر آپ کو شہد کھانے کے لیے کہا گیا، اس وقت کہیں شہد مل نہیں رہا تھا، بہت تلاش کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ بیت المال میں شہد کا ایک چھوٹا سا پیالہ ہے، چوں کہ آپ بیت المال سے کوئی چیز استعمال کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے، اس لیے آپ لاٹھی پر سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے، پھر لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا: لوگو! مجھے علاج کے طور پر شہد کھانے کے لیے کہا گیا ہے اور شہد بیت المال کے علاوہ کہیں نہیں مل رہا ہے، اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو، تو میں شہد کا وہ پیالہ لے لوں اور اگر تم لوگ اجازت نہیں دو گے، تو میں نہیں لوں گا، کیونکہ اجازت کے بغیر بیت المال سے کچھ لینا میرے لیے حرام اور ناجائز ہے۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو خوشی خوشی اجازت دے دی، پھر جا کر اس شہد کو آپ نے استعمال کیا۔ **(146/8)**

- **اجتماعی مال میں احتیاط:** حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا جو انہیں بہت پسند آیا۔ جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ دودھ کہاں سے ملا؟ انہوں نے بتایا کہ میں فلاں پانی پر گیا تھا وہاں صدقہ کے جانور پانی پینے آئے ہوئے تھے، ان لوگوں نے ان جانوروں کا دودھ نکال کر ہمیں دیا، میں نے اپنے

اس مشکیزہ میں وہ دودھ ڈال لیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے منہ میں انگلی ڈال کر وہ سارا دودھ قے کر دیا۔

حضرت مِسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں: تقوی اور احتیاط سیکھنے کے لیے ہم لوگ ہر وقت حضرت عمرؓ کے ساتھ لگے رہتے تھے۔

- حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ ایک دن کوفہ میں باہر نکلے اور ایک دروازے پر کھڑے ہو کر انہوں نے پانی مانگا تو اندر سے ایک لڑکی لوٹا اور رومال لے کر نکلی۔ آپ نے اس سے پوچھا: اے لڑکی! یہ گھر کس کا ہے؟ اس نے کہا: فلاں درہم پرکھنے والے کا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ درہم پرکھنے والے کے کنوئیں سے پانی نہ پینا اور ٹیکس وصول کرنے والے کے سایہ میں ہرگز نہ بیٹھنا۔
- حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آج مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ مسجد کے دروازے پر میری ایک دکان ہو اور مسجد کی نماز باجماعت مجھ سے ایک بھی فوت نہ ہو اور مجھے اس دکان سے روزانہ چالیس دینار نفع ہو جو میں سب اللہ کے راستے میں صدقہ کردوں۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیوں ناپسند ہے فرمایا حساب کی سختی کی وجہ سے۔ **(146/9)**
- مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ شاگردوں کے ساتھ تفریح کی غرض سے مدینہ منورہ کے نواح میں نکلے، کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا تو قریب سے ایک چرواہے نے گذرتے ہوئے سلام کیا، حضرت ابن عمرؓ اسے کھانے کی دعوت دی تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میرا روزہ ہے، فرمایا اس قدر شدید گرمی میں؟ کہنے لگا تیزی کے ساتھ گذرتے ہوئے دنوں کو اسی طرح قیمتی بنایا جاسکتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے امتحاناً اس سے فرمایا: ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں فروخت کردیں، ہم آپ کو اس کی قیمت بھی ادا کریں گے اور افطار کرنے کے لئے گوشت بھی دیدیں گے، کہنے لگا، یہ بکریاں میری نہیں آقا کی ہیں، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ایک بکری آقا کو نہ ملی تو وہ کیا بگاڑ سکتا ہے؟ (اس کے گم ہونے کا بہانہ کیا جاسکتا ہے) کہنے لگا: فأین اللہ؟ (اللہ کہاں جائے گا؟) ان کے اس جملے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور بار بار اس کا یہ جملہ دہراتے ہیں: اللہ کہاں جائے گا، اللہ کہاں جائے گا۔

مدینہ منورہ واپس ہوئے تو مالک سے وہ غلام چرواہا اور ساری بکریاں خریدیں، غلام کو آزاد کردیا اور بکریاں اس کو ہبہ کیں۔

مال کی محبت عجیب روگ ہے، جسے لگ جائے بڑی مشکل سے وہ اس سے پناہ حاصل کرتا ہے، یہاں آکر بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگانے لگ جاتے ہیں، دن رات سربسجود ایسے عابد بھی ہیں کہ جہاں معاملہ دنیا اور مال کا آ گیا، ان کا حبِ مال ان کے تقوی کو شکست دے گیا، میدانِ جہاد میں جان ہتھیلی پر رکھ کر سرفروشانہ کارنامے انجام دینے والے ایسے جانباز مجاہد بھی بکثرت پائے جاتے ہیں کہ جب مالِ غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ شروع ہوا، اس میں کہیں دین اور دنیا کے تقاضے مختلف ہوگئے اور محبت مال کے قتیل بن گئے، آہ! یہ دنیا کن کن خوبصورتیوں کے ساتھ آتی ہے اور دل کی کائنات پر چھا جاتی ہے، لیکن عہد صحابہؓ کا وہ چرواہا محبتِ مال کی زلفوں کا اسیر نہ تھا، وہ تقوی کی حقیقی بلندیوں پر تھا **(146/10)**

● **امانت اور دیانت کی اعلیٰ مثالیں:** مسلمانوں کی امانت داری اور خدا خوفی کا یہ حال تھا جسے جو چیز ملی اس نے امیر لشکر کی خدمت میں پیش کر دی، بعض چیزوں کی مالیت آج کل کے حساب سے کروڑوں روپے تھی، مگر مجاہدین نے ذرا بھی ہیرا پھیری نہ کی، ایک اللہ کے بندے کے ہاتھ ایسا ڈبہ لگا جس میں کسریٰ کا تاج تھا، اس نے جوں کا توں پیش کر دیا، یہ طلائی تاج جو نایاب ہیروں اور موتیوں سے مرصع تھا اتنا وزنی تھا کہ آدمی سر پر اس کا وزن برداشت نہیں کر سکتا تھا، اسے تختِ شاہی کے دائیں بائیں لگے ستونوں کے درمیان زنجیروں کے ذریعہ لٹکایا جاتا تھا، بادشاہ تخت پر بیٹھ کر اپنا سر تاج میں لگا لیتا تھا۔ بعض مجاہدین کو خوبصورت ڈبوں میں کسریٰ کے ملبوسات ملے جن میں لگے ایک ایک موتی کی قیمت لاکھوں روپے تھی۔

حضرت قعقاع بن عمروؓ کو ایسے صندوق ملے جن میں کسریٰ، ہرقل، خاقان چین اور ہندوستان کے مہاراجوں کی نہایت نفیس اور نادر تلواریں، ذرہیں اور خود تھے جن میں سے ہر چیز اپنی ایک تاریخی حیثیت رکھتی تھی۔

یہ سب چیزیں حضرت سعدؓ کے قدموں میں لا کر رکھ دی گئیں تو ان کے منہ سے نکلا: بے شک یہ امانت دار لوگوں کا لشکر ہے۔

سب سے عجیب واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان ایک صندوقچہ لیے ہوئے ان افسران کے پاس آیا جو حضرت سعدؓ کے حکم سے غنیمت کا سامان جمع کر رہے تھے، صندوقچہ کھولا گیا تو وہ ایسے نایاب موتیوں اور جواہرات سے بھرا ہوا تھا، جن کی قیمت اب تک جمع کئے گئے سارے مال واسباب سے کہیں زیادہ تھی، وصول کرنے والے افسران حیران ہو کر بولے: تم نے ان میں سے خود کچھ نہیں لیا؟ جواب ملا: واللہ! اگر اللہ کے ساتھ ہونے کا احساس نہ ہوتا تو میں یہ صندوقچہ تمہارے پاس لے کر ہی نہ آتا، پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ جواب دیا: میں نے یہ عمل اس لیے کیا ہی نہیں کہ تم میری تعریف کرو، میں اللہ کی حمد کرتا ہوں اس توفیق پر اور اس کے ثواب پر خوش ہوں۔

یہ کہہ کر وہ اپنے قبیلے کی بھیڑ میں غائب ہو گیا، بعد میں تحقیق کی گئی تو پتا چلا کہ وہ حضرت عامر بن قیسؒ ہیں۔

یہ چیزیں مالِ غنیمت کے پانچویں حصے میں شامل کر کے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں بھیج دی گئیں، انہوں نے دیکھ کر بے ساختہ فرمایا: جن لوگوں نے اتنی قیمتی چیزیں بھی جوں کی توں بھیج دیں، وہ یقیناً دیانت دار ہیں حضرت علیؓ نے کہا: امیر المومنین! آپ پاکباز ہیں، اس لیے آپ کی رعایا بھی باکردار ہے۔ **(146/11)**

● **حضرت عثمانؓ کا واقعہ:** صحابہ کے دور میں گورنر کو بھی بیت المال سے کچھ لینا ہوتا تو اسے نگران سے منظوری لینا پڑتی تھی۔ رقم کے لین دین کے سلسلے میں بڑی سے بڑی شخصیت سے رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ ایک ایک درہم کا حساب ہوتا تھا تاکہ مسلمانوں کے سرکاری خزانے کا ایک ذرہ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ اگر غلطی سے بھی رقم آگے پیچھے ہو جاتی تو پوچھ کچھ ضرور ہوتی اور بعض اوقات خلیفہ تادیبی کارروائی بھی کرتے۔ حضرت عثمانؓ بھی اس معاملے میں نرمی نہیں برتتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جو کوفہ کے عامل تھے، صوبائی نگران بیت المال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھ کر خزانے سے کچھ رقم قرض لی۔ بعد میں اپنے مالی حالت کی ناسازگاری کی وجہ سے وہ طے شدہ وقت پر یہ رقم بیت المال

میں نہ لوٹا سکے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تقاضے کے باوجود جب گورنر ادائیگی نہ کرسکے تو خلیفہ کو اطلاع دے دی گئی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت سعدؓ کے مرتبے اور مقام کے باوجود اس موقع پر انہیں معزول کرنا ہی بہتر سمجھا تاکہ عوام میں یہ تاثر نہ پھیلے کہ حکام اپنے عہدے سے ناجائز مفادات حاصل کر رہے ہیں۔اوپر کے یہ اثرات نیچے تک پڑتے تھے۔اس لیے افسران اور ماتحتوں میں بھی دیانت داری اور مالی احتیاط عام تھی۔افسران کی جانب سے دیانت داری کی نصیحتیں بار بار کی جاتی تھیں۔حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری سال ایک محاذ پر لڑنے والے کلیب جرمیؒ اپنے صاحبزادے کو اپنا واقعہ یوں سناتے تھے:

ہم نے ''توج'' کا محاصرہ کیا۔ بنی سلیم کے مُجاشع بن مسعودؓ ہمارے امیر تھے۔قلعہ فتح ہو گیا۔ میرا کرتا بہت پھٹا پرانا تھا۔ میں ایک عجمی کی لاش کی طرف بڑھا، اس کی قمیص اتاری، اسے چٹانوں پر رکھ کر خوب رگڑا، دھویا اور پاک صاف کر کے پہن لیا۔ پھر سوئی دھاگا حاصل کیا، ایک دیہات میں جا کر اپنے کرتے کی سلائی کرائی۔اس دوران امیر لشکر مجاشع بن مسعود نے کھڑے ہو کر اعلان کیا: ''لوگو! مال غنیمت میں سے کچھ نہ دبانا۔ جو کسی چیز میں خیانت کرے گا قیامت کے دن اس چیز سمیت حاضر ہو گا چاہے وہ دھاگا ہی کیوں نہ ہو۔''

یہ سنتے ہی میں نے وہ قمیص اتار دی۔ پھر اپنے کرتے کو بھی ادھیڑنے لگا۔ بیٹے اللہ کی قسم! میں نے پوری احتیاط کی کہ کوئی دھاگا تک ٹوٹنے نہ پائے ۔ پھر مال غنیمت سے لی گئی وہ قمیص ، وہ دھاگا اور وہ سوئی سب چیزیں وہیں واپس پہنچا دیں۔(146/12)

عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ خراسان میں حدیث اور فقہ کے ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں ،وہ اپنے زمانے میں مسلمانوں کے امام سمجھے جاتے تھے، ان کو دوسروں کے حقوق کا بہت خیال تھا، وہ ہر ایک کی امانت ادا کرتے ،کسی کی امانت میں خیال کرنا ان کو بالکل گوارہ نہ تھا؛ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ امانت میں خیانت اور کسی کی کوئی چیز لے کر اپنے پاس رکھ لینا اور اس کو واپس نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

وہ خود اپنا ایک عجیب وغریب واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ملک شام میں تھا، مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت پڑی، میرے پاس قلم نہیں تھا: اس لیے میں نے ایک آدمی سے ایک قلم مانگ کر لیا،لیکن لکھنے کے بعد وہ قلم اس آدمی کو واپس کرنا بھول گیا اور اس کو لیے ہوئے خراسان چل دیا، جب میں بہت دور خراسان کے مرو نامی شہر پہنچ گیا،تو مجھے یاد آیا، دیکھا کہ وہ قلم تو میرے ہی پاس ہے، مجھے بہت افسوس ہوا کہ میں دوسرے کا قلم لے کر چلا آیا، یہ تو اس کی امانت تھی، اگر میں اس کو لیے ہوئے یوں ہی چلا گیا،تو پھر یہ امانت میں خیانت ہوگی، اس لیے میں نے سوچا کہ چاہے جتنی پریشانی اٹھانی پڑے، بہر حال مجھے اس قلم کو واپس کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر میں فوراً ملک شام کی طرف لوٹا اور اس آدمی کو تلاش کر کے اس کا قلم اُسے واپس کر دیا۔(146/13)

- **حضرت یحییٰ اندلسیؒ کا واقعہ:** یحییٰ اندلسی (اندلس جو کسی وقت میں علم وفن کا، خصوصیت سے علم حدیث کا مرکز تھا حافظ ابن عبدالبر اور علامہ حمیدی شیخ اکبر جیسی شخصیتیں وہاں کی مٹی سے پیدا ہوئیں) حدیثِ پاک کا درس دیتے تھے اور بے شمار اشخاص ان سے استفادہ کرتے تھے۔

ایک دن حضرت یحییٰ نے پڑھانے کی طویل چھٹی کر دی، طلبہ نے معلوم کیا کہ حضرت! اتنی لمبی چھٹی جس کی مدت بھی متعین نہیں کس بناء پر کی گئی، فرمایا مجھے افریقہ کے آخری کنارے پر قیروان جانا ہے، عرض کیا کہ حضرت کیوں؟ وہاں جانا بڑا ہی مشکل ہے بڑے بڑے بند ہیں اور زہریلے جانور، فرمایا کہ ایک بقال یعنی لالہ کے میری طرف ساڑھے تین آنے یعنی ایک درہم ہے، ان کے ادا کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایک درہم ہی تو ہے؟ فرمایا مجھے ایک حدیث پہنچی ہے اور پھر اپنی سند کے ساتھ حدیث پڑھی کہ ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ یعنی چھ لاکھ کا نفلی صدقہ کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا ایک درہم حق والے کا ادا کرنے کا ثواب ہے۔ **(146/14)**

- **حضرت شبلیؒ کا واقعہ:** حضرت شبلیؒ کے خادم سے جعفر بن نصیرؒ نے پوچھا کہ تم نے حضرت شبلیؒ کے انتقال کے وقت کیا منظر دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے ایک درہم کا ظلم ایک شخص پر ہو گیا تھا۔ میں اس کی طرف سے کئی ہزار درہم صدقہ کر چکا ہوں مگر میرے دل پر اب تک اس درہم کا بوجھ ہے کہ کیوں رہ گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مجھے وضو کرا دو۔ میں نے وضو کرایا اور ڈاڑھی میں خلال کرنا بھول گیا، وہ خود ضعف کی وجہ سے کر نہ سکتے تھے، زبان بند ہو چکی تھی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی ڈاڑھی کے اندر کر دیا اور انتقال ہو گیا۔ یہ سن کر جعفرؒ رونے لگے کہ جس شخص کا ایسی حالت میں بھی شریعت کا ادب اور ایک مستحب نہ چھوٹے اس کا کیا کہنا۔ **(147)**

- حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ہم لوگ حقوق کی ادائیگی میں بہت تساہل اور غفلت کرتے ہیں اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ پر دوسروں کے مال پر ظلم سے قبضہ کر لیتے ہیں اور دل میں خوش ہوتے ہیں کہ کس کی مجال ہے جو ہم سے مطالبہ کر سکے یا ہم پر الزام قائم کر دے لیکن کل جب ہر مظلوم قوی ہو گا اس وقت اپنے اس ظلم کی حقیقت واضح ہو گی جب ایک دانق (جو تقریباً دو پیسے کے برابر ہوتا ہے) کے بدلہ میں سات سو مقبول نمازیں ادا کرنا پڑیں گی حالانکہ اتنی مقبول نمازیں شاید ہمارے پاس ہوں بھی نہیں لیکن فی روپیہ ادائیگی قیامت میں کرنا پڑے گی۔ **(148)**

معاملات میں ظلم وعدل کی شکلیں

سوال: ظلم اور عدل کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ظلم کا مطلب ہے کسی کے حق میں ناحق تصرف کرنا حد سے گزر جانا اور عدل کہتے ہیں مستحق کو اس کا واجبی حق دینا۔

سوال: واضح کریں کن معاملات کو ظالمانہ معاملات کہا جائے گا؟ اور کون سے معاملات عدل وانصاف والے معاملات کہلائیں گے؟

جواب: حق والے کو حق نہ دینا یا پورا نہ دینا، بروقت نہ دینا، رلا رلا کے دینا، تڑپا تڑپا کے دینا ظالمانہ معاملہ ہے، حق والے کو حق پورا پورا بروقت دینا عدل وانصاف والا معاملہ ہے۔

سوال: ظلم وناانصافی والے معاملات سے بچنے کے لئے ایک مسلمان کو کن کن باتوں کا اہتمام کرنا ہوگا؟

جواب: (1) ہر حق والے کا حق پہچاننا

(2) پھر اس کو پورا پورا ادا کرنا

(3) بروقت ادا کرنا **(149)**

(4) اگر کسی کی حق تلفی ہوگئی ہے تو اس کا حق ادا کرنا یا شرعی طریقہ کے مطابق معافی تلافی کروانا۔

سوال: جب ہم کاروبار کرتے ہیں تو ہم کچھ چیزیں خریدتے بھی ہیں/ کرایہ پر بھی لیتے ہیں، کچھ چیزیں فروخت بھی کرتے ہیں/ کرایہ پر بھی دیتے ہیں اور کبھی ہم کسی کے ماتحت کام کرتے ہیں اور کبھی دوسرے ہمارے ماتحت کام کرتے ہیں، ایسے ہی جس مارکیٹ میں ہم کاروبار کر رہے ہوتے ہیں وہاں اور لوگ بھی ہمارے ساتھ کاروبار کر رہے ہوتے ہیں، اسی طرح کبھی ہم اکیلے کاروبار کرتے ہیں تو کبھی شراکت کے ساتھ، پھر جس وقت ہم کاروبار کر رہے ہوتے ہیں تو جس طرح ہمارے کاروبار کے کچھ تقاضے، ذمے داریاں ہوتی ہیں عین اس وقت ہمارے اہل وعیال، بیوی بچے، ماں باپ ایسے ہی ہمارے اوپر ہماری ذات کے بھی کچھ تقاضے کچھ حقوق ہوتے ہیں، تو اب آپ یہ بتایئے کہ ان میں سے ہر ایک کے کیا کیا حقوق ہیں؟ **(150)**

جواب: ان سب کے حقوق کی تفصیلات اگلی فصل میں ملاحظہ فرمائیں۔

فصل:۔1

جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

- گاہک کے حقوق
- فروخت کنندہ کے حقوق
- اہل شہر کے حقوق
- مالکان کے حقوق
- ملازمین کے حقوق
- شریک کے حقوق
- کاروباری پڑوسی کے حقوق
- بیوی، بچوں، والدین اور رشتہ داروں کے حقوق
- اپنی ذات کے حقوق

مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل :۔ 1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

گاہک کے حقوق

گاہک کا پہلا حق: مال فروخت کرنے میں غلط بیانی نہ کرنا

گاہک کا دوسرا حق: مال فروخت کرتے وقت عیب نہ چھپانا

گاہک کا تیسرا حق: خریدار کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا

گاہک کا چوتھا حق: ایسا مال فروخت نہ کرنا جس میں خریدار کا دینی، ایمانی یا جسمانی نقصان ہو

گاہک کا پانچواں حق: خریدار کا سودا خراب نہ کرنا

گاہک کا چھٹا حق: ذخیرہ اندوزی نہ کرنا

گاہک کا پہلا حق: مال فروخت کرنے میں غلط بیانی سے کام نہ لینا

(1) جھوٹ اور غلط بیانی کے نقصانات (2) جھوٹ اور غلط بیانی کی شکلیں

(3) غلط بیانی/ دھوکہ سے محفوظ رہنے کا نبوی نسخہ (4) غلط بیانی کے احکام

(1) جھوٹ اور غلط بیانی کے نقصانات

سوال: جھوٹ اور غلط بیانی سے انسانی کو کاروبار میں کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

جواب: (1) سچے تاجروں کے لیے حدیث میں جو عظیم الشان بشارتیں آئی ہیں یہ شخص ان سے محروم ہوجاتا ہے:

- ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَاءِ۔(151)

سچا اور امانت دار تاجر انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

- ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّاجِرُ الْاَمِیْنَ الصَّدُوْقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ.(152)

امانتدار سچا اور مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔

- ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو آپس میں کاروبار کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: {یَامَعْشَرَ التُّجَّارِ فَاسْتَجَابُوْا لِرَسُوْلِ اللهِ} اے تاجروں کی جماعت! چنانچہ وہ اللہ کے رسول کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اپنی گردنیں اور اپنی آنکھیں آپ ﷺ کی طرف اٹھالیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: {اِنَّ التُّجَّارَ یُبْعَثُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فُجَّارً اِلَّا مَنِ اتَّقَی اللهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ} بے شک تاجر قیامت کے دن فاجروں کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے مگر جس نے اللہ کا تقوی اختیار کیا اور نیکی کی اور سچ بولا (اسے اس طرح نہیں اٹھایا جائے گا)(153)

(2) جھوٹ اور غلط بیانی کرنے والے کے کاروبار میں برکت نہیں رہتی:

- حدیث میں آتا ہے:

اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَیَّنَا بُوْرِکَ لَهُمَا فِیْ بَیْعِهِمَا وَاِنْ کَذَبَا وَکَتَمَا فَمُحِقَتْ بَرَکَةُ بَیْعِهِمَا۔(154)

بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو (اپنے تجارتی معاملہ کو باقی رکھنے یا فسخ کردینے کا) اختیار

ہوتا ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں (یعنی جب تک ایجاب وقبول پورا نہ ہوا ہو) (یاد رکھو) جب بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں (فروخت کی جانے والی چیز اور اس کی تعریف میں) سچ بولتے ہیں اور (اس چیز اور قیمت میں جو عیب ونقصان ہوتا ہے اس کو) ظاہر کر دیتے ہیں تو ان کے تجارتی معاملے میں برکت ہوتی ہے اور جب وہ عیب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

(3) جھوٹ اور غلط بیانی کرنے والا اللہ ورسول کا نافرمان بن جاتا ہے:

- حضرت واثلہ بن اسقع ؓ فرماتے ہیں کہ ہم تجارت پیشہ لوگ تھے رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

یَامَعْشَرَ التُّجَار ایا کم و الکذب۔(155)

اے تاجروں کی جماعت جھوٹ سے بچو۔

- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

نَهَىٰ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ النَّجْشِ۔(156)

حضور ﷺ نے نجش (دھوکہ کی بیع) سے منع فرمایا۔

- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَىٰ۔۔۔۔اَنْ يَّتَنَا جَشُوْا۔(157)

نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ لوگ بیع نجش (دھوکہ کی بیع) کریں۔

(4) جھوٹ اور غلط بیانی کرنے والا ان وعیدوں کا مستحق ہو جاتا ہے جو جھوٹوں کے لیے آئی ہیں:

1) منافقوں کی خصلت اور عادت اس کے اندر آجاتی ہے۔ (158)

2) اس کی منہ کی بدبو سے فرشتے بھی ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔ (159)

3) حضرت صفوان بن سلیمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں ہو سکتا ہے، پھر آپؐ سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہو سکتا ہے۔ پھر جب آپؐ سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بہت جھوٹا ہو سکتا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔(160)

4) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں {اَلنَّاجِشُ اٰكِلُ رِبًا خَائِنٌ} ناجش یعنی خریدار کو دھوکہ دینے والا سود کھانے والا ہے، دھوکہ باز اور خائن ہے۔ (161)

5) جھوٹ بولنے والے پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے جو اس کے کاروبار کے لیے بہت نقصان دہ ہوتا ہے۔

سوال: بسا اوقات انسان اپنے مال کی صفات بیان کرنے میں کچھ مبالغہ آرائی بھی کر جاتا ہے تو کیا وہ بھی جھوٹ اور غلط بیانی کی وعیدوں کا مستحق ہوگا؟

جواب: گاہک کے سامنے یا اشتہار میں اپنے مال کی صفات اور کوالٹی بیان کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

1۔ خالص سچ، یہ تو جائز ہے 2۔کسی قدر مبالغہ، یہ مکروہ ہے 3۔ خالص جھوٹ، یہ دھوکہ ہے اور وعید میں داخل ہے(162)

(2) جھوٹ اور غلط بیانی کی شکلیں

سوال: مال فروخت کرنے میں عموماً کہاں کہاں غلط بیانی کی جاتی ہیں؟

جواب: مال فروخت کرتے وقت غلط بیانی کی بنیادی طور پر سات صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: ملکیت بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا۔

دوسری صورت: ضرورت بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا۔

تیسری صورت: جنس بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا۔

چوتھی صورت: صفات اور کوالٹی بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا۔

پانچویں صورت: قیمت بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا۔

چھٹی صورت: مقدار بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا۔

ساتویں صورت: غلط بیانی کی یقین دہانی کے لیے جھوٹی قسمیں کھانا۔

- **غلط بیانی کی پہلی صورت: ملکیت بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا:** مثلاً غصب چوری کی گاڑی یا زمین وغیرہ اپنی ملکیت ظاہر کرتے ہوئے آگے فروخت کر دینا
- **غلط بیانی کی دوسری صورت: ضرورت بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا:** مثلاً ایک چیز کی گاہک کو ضرورت نہیں اس کی ضرورت بنا کر اسے غلط بیانی کرنا جیسے بعض ڈاکٹر بلا ضرورت ٹیسٹ کرواتے ہیں یا جیسے مکینک ریپئرنگ کرتے ہوئے صحیح پارٹس اور پرزوں کو خراب بتا کر تبدیل کرواتے ہیں۔
- **غلط بیانی کی تیسری صورت: جنس بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا:** جیسے کوئی سنار گاہک سے یہ کہے کہ یہ انگوٹھی سونے کی ہے بعد میں پتہ چلا کہ وہ سونے کی نہیں تھی اس پر تو سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا یا مثلاً یہ کہا کہ یہ خالص شہد ہے بعد میں پتہ چلا کہ وہ سرے سے شہد ہی نہیں تھا۔
- **غلط بیانی کی چوتھی صورت: صفات اور کوالٹی بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا:** مثلاً: کم درجہ کی چیز کو اعلیٰ درجہ کی کہنا چائنا کی چیز کو جاپان کی کہنا، جعلی ٹریڈ مارک استعمال کرنا، یا گاہک کی مطلوبہ صفات نہ ہوں پھر بھی کہنا کہ اس میں ہیں (اس قسم کا

معاملہ بیع (نجش میں بھی داخل ہے)۔(163)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے لوگوں نے کہا کہ:

> بعض جانوروں کے بیچنے والے تاجر اپنے باڑوں کے نام خراسان اور سجستان رکھتے ہیں، اور پھر فروخت کرتے وقت کہتے ہیں یہ جانور کل ہی خراسان سے آیا ہے اور یہ آج سجستان سے آیا ہے، ابراہیم نخعیؒ نے ان اس کو سخت مکروہ سمجھا اور ناپسند کیا (کیونکہ یہ جھوٹا ورفریب ہے اور خریدار کو دھوکہ دینا ہے)(164)

• **غلط بیانی کی پانچویں صورت: قیمت بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا:** مثلاً یہ کہنا کہ آپ کو پوری مارکیٹ میں یہ چیز اتنے میں نہیں ملے گی، آپ سے بالکل نفع نہیں لے رہا، اتنے میں تو میری خرید ہی نہیں ہے۔

اسی طرح کوئی شخص کسی آدمی کو کوئی چیز خریدنے کے لئے وکیل مقرر کرتا ہے کہ فلاں چیز میرے لئے بازار سے خرید کر دے دو، دونوں کے درمیان کسی نفع لینے دینے کا طے نہیں ہوا، وکیل متعینہ چیز ایک مقررہ قیمت پر خرید کر اپنے موکل کے حوالے کرتے ہوئے قیمت خرید سے زائد قیمت بتاتا ہے، مثلاً سو روپے اس چیز کی قیمت خرید تھی لیکن وکیل نے اس کی قیمت ایک سو دس روپے بتا کر قیمت موکل سے وصول کی تو قیمت خرید سے زائد قیمت وکیل کے لیے حلال نہیں ہے۔(165)

• **غلط بیانی کی چھٹی صورت: مقدار بیان کرنے میں غلط بیانی کرنا:** مثلاً کوئی چیز کسی مخصوص پیمانہ، یا مخصوص عدد، یا وزن، یا پیمائش کی بنیاد پر خرید لی گئی ہو پھر مطلوبہ مقدار سے کم نکلے۔

• **غلط بیانی کی ساتویں صورت: غلط بیانی کی یقین دہانی کے لیے جھوٹی قسمیں کھانا:** مثلاً ملکیت، ضرورت، جنس، صفات، قیمت، مقدار بیان کرتے وقت جھوٹی قسم کھانا۔

• **ساتویں صورت: غلط بیانی کی یقین دہائی کے لیے جھوٹی قسمیں کھانے کا حکم:**

سوال: تجارت میں قسمیں کھانا کیسا ہے؟

جواب: اچھا نہیں ہے اس کی وجہ سے کاروبار کی برکت بھی ختم ہوجاتی ہے بیع مبرور نہیں رہتی اور یہ اللہ تعالی کے نام کی حرمت وعظمت کے بھی خلاف ہے۔ {وَ لَا تَجۡعَلُوا اللّٰہَ عُرۡضَۃً لِّاَیۡمَانِکُمۡ۔۔۔} (سورۃ البقرۃ:224) اگر جھوٹی قسمیں ہیں تو کبیرہ گناہ بھی ہے بلکہ ایک کبیرہ گناہ ہے جس سے آبادیاں کھنڈر بن جاتی ہیں۔ (166)

• ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر بیع مَبۡرُور کو پاکیزہ (جائز حلال) کمائی قرار دیا ہے(167)

• علامہ امیر صنعانیؒ فرماتے ہیں: ''بیع مبرور وہ ہے جس میں سودا بیچتے وقت جھوٹی قسم نہ کھائی گئی ہو اور نہ ہی کسی قسم کا دھوکہ دیا گیا ہو۔''(168)

● ایک حدیث میں ہے:

اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلَفِ فِي الْبَيْعِ فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ۔(169)

یعنی فروخت کرنے میں زیادہ قسمیں کھانے سے بہت بچو کیونکہ اس سے (اگرچہ) دکان داری خوب چل جاتی ہے لیکن بعد میں یہ برکت کھودیتی ہے۔

● حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَرْبَعَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللهُ: اَلْبَيَّاعُ الْحَلَّافُ وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالشَّيْخُ الزَّانِي، وَالْإِمَامُ الْجَائِرُ۔(170)

چار بندوں سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں بہت زیادہ قسمیں کھا کر خرید وفروخت کرنے والا متکبر فقیر بوڑھا بدکار اور ظالم حکمران۔

● ایک اور حدیث میں ہے:

مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ اَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَارَسُولَ اللهِ فَقَالَ وَاِنْ قَضِيبٌ مِنْ أَرَاكٍ۔(171)

جس شخص نے (جھوٹی) قسم کھا کر کسی مسلمان کا کوئی حق لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے لیے دوزخ واجب کردی ہے اور جنت کو اس پر حرام کردیا ہے ایک شخص نے سوال کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ کوئی معمولی سی چیز ہو (تب بھی یہی سزا ہوگی؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگرچہ پیلو (کے درخت) کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔

● حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيمَةِ اُشَيْمِطٌ زَانٍ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ وَرَجُلٌ جَعَلَ اللهُ بِضَاعَتَهُ لَا يَشْتَرِي اِلَّا بِيَمِينِهِ وَلَا يَبِيعُ اِلَّا بِيَمِينِهِ۔(172)

تین آدمی ایسے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائیں گے: (1) بوڑھا بدکار (2 فقیر متکبر (3 اور ایسا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے سامان دے رکھا ہے اور وہ اسے بغیر قسم کے نہ خریدتا ہے نہ ہی بیچتا ہے۔

● حضرت عبدالرحمن شبلؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اِنَّ التُّجَّارَ هُمُ الْفُجَّارُ قَالُوا يَارَسُوْلَ اللهِ اَلَيْسَ قَدْ اَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ؟ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنَّهُمْ يَحْلِفُوْنَ فَيَاْثَمُوْنَ وَيُحَدِّثُوْنَ فَيَكْذِبُوْنَ۔(173)

بے شک تاجر گناہ گار لوگ ہیں۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

حلال نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں لیکن یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں اور گناہ گار ہوتے ہیں اور بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔

- حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ:

اِنَّ رَجُلًا اَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَدْ اُعْطِيَ بِهَا مَالَمْ يُعْطَ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَنَزَلَتْ: (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِاللهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً) (سورۃ آل عمران:77)

بازار میں ایک شخص نے سامان دکھا کر قسم کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگ چکی ہے حالانکہ اس کی اتنی قیمت نہیں لگی تھی اس قسم سے اس کا مقصد ایک مسلمان کو دھوکہ دینا تھا اس پر یہ آیت اتری ''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے بدلہ میں بیچتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں''(174)

- حضرت قیس بن ابوغرزہؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو فرمایا:

يَامَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلِفُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ۔(175)

اے تاجروں کے گروہ بلاشبہ خرید وفروخت میں لغو باتیں اور قسمیں اٹھائی جاتی ہیں پس تمہیں چاہیے کہ صدقہ وخیرات کرو۔

- جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہے کہ:

يَامَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الشَّيْطَانَ وَالاِثْمَ يَحْضُرَانِ الْبَيْعَ فَشُوْبُوْا بَيْعَكُمْ بِالصَّدَقَةِ۔(176/1)

اے تاجروں کی جماعت بلاشبہ خرید وفروخت میں شیطان اور گناہ (دونوں) بھی موجود ہوتے ہیں اس لیے تجارت کے ساتھ صدقہ وخیرات بھی کیا کرو۔

- ابوقلابہ کہتے ہیں:

قبیلہ ہذیل نے زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی کو اپنے قبیلے سے نکال دیا تھا (اپنی برادری سے باہر کر دیا تھا اور قاعدہ یہ تھا کہ جس کو ذات سے نکال باہر کر دیتے اسے یہ لوگ خلیع کہتے) پھر وہ شخص بطحاء میں یمن والوں میں کسی کے گھر میں رات کو (چوری کرنے کے لیے) گھسا۔ اتفاق سے گھر والوں میں سے ایک شخص جاگ اٹھا اور تلوار سے حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ پھر قبیلہ ہذیل کے لوگ آئے اور انہوں نے یمنی کو (جس نے قتل کیا تھا) پکڑ کر حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے حج کے زمانہ میں اور کہا کہ اس نے ہمارے آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ یمنی نے کہا کہ ان لوگوں نے اسے اپنی برادری سے نکال دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ قبیلہ ہذیل کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو برادری سے باہر نہیں کیا تھا۔ آخر ان میں سے انچاس آدمیوں نے (جھوٹی) قسم کھائی پھر ایک شخص اسی قبیلہ ہذیل کا شام سے آیا اس سے بھی لوگوں نے کہا تو بھی قسم کھالے (تاکہ

پچاس کا عدد ہورا ہو جائے) لیکن اس نے اپنی قسم کے بدلہ میں ایک ہزار درہم دیا پھر ہذیل نے اس کی جگہ ایک دوسرے آدمی کو شریک کیا پھر اس قاتل کو مقتول کے بھائی کو دے کر اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں ملا دیا گیا (یعنی حوالہ کر دیا تاکہ اس کو قتل کرے) پھر یہ دونوں قاتل اور مقتول اور وہ پچاس آدمی جنہوں نے قسم کھائی تھی وہاں سے چلی یہاں تک کہ نخلہ پر پہنچے (مکہ سے ایک رات کی مسافت پر واقع ہے) تو بارش ہونے لگی تو یہ لوگ (بارش سے بچنے کے لیے) پہاڑ کے غار میں ہو گئے پھر وہ غار ان پچاسوں پر گر پڑا جنہوں نے قسمیں کھائی تھیں اور سب کے سب مر گئے۔ اور دونوں ہاتھ ملانے والے وہاں سے بھاگ نکلے لیکن ایک پتھر نے ان دونوں کا پیچھا کیا اور مقتول کے بھائی کی ٹانگ توڑ دی اور ایک زندہ رہا پھر مر گیا۔ (176/2)

(3) غلط بیانی/ دھوکہ سے محفوظ رہنے کا نبوی نسخہ

- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب (حبان بن منقذ) نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا کہ مجھے بیع میں دھوکہ دیا جاتا ہے (یعنی خرید وفروخت میں لوگ مجھ کو ٹھگ لیتے ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا جب بیع (خرید و فروخت) کرو تو کہہ دیا کرو "لَا خِلَابَةَ" یعنی دھوکہ نہیں ہونا چاہیے۔ (177)
- مسلم شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے بعد جب بھی وہ خرید وفروخت کرتے تو یہی کہتے "لَا خِلَابَةَ" یعنی دھوکہ نہیں ہونا چاہیے۔ (178)
- ایک صحابی حضرت حبان بن منقذ تھے، ان کی عقل کمزور تھی، اس لیے کاروبار کرتے تھے اور گھاٹا پاتے تھے، سامان کتنے میں خریدا، یہ بات بھول جاتے تھے اور اپنے خیال میں نفع رکھ کر بیچ دیتے تھے، اس طرح نقصان اٹھاتے تھے، مثلاً گھر سے ہزار روپے لے کر چلے، دن بھر بیچا، خریدا اور شام کو نو سو روپے لے کر لوٹے، سو روپے کا گھاٹا ہو گیا۔

ان کے گھر والے ان کو کاروبار سے منع کرتے تھے مگر وہ مانتے نہیں تھے، چنانچہ وہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور ان پر حجر (شرعاً کسی کو جنون یا کم عقلی یا کم عمری کی بناء پر تصرف کرنے سے روکنے) کا مطالبہ کیا، نبی ﷺ نے ان کو بلا کر کاروبار سے منع کیا مگر انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ سے کاروبار کیے بغیر رہا نہیں جاتا، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو ایک ایسی تدبیر بتائی کہ نہ لگے مہندی نہ لگے پھٹکری اور رنگ آئے چوکھا۔ فرمایا! جب کوئی چیز بیچو تو کہہ دیا کرو "هَاءَ وَ هَاءَ وَ لَا خِلَابَةَ" لو اور لاؤ، سودے میں کوئی دھوکہ نہیں ہونا چاہیے! بے غل وغش معاملہ ہے۔ "وَلِيَ الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ!" اور مجھے تین دن تک معاملہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا۔ (یہ الفاظ مستدرک حاکم میں ہیں) اس تدبیر کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب بھول یاد آئے گی تو معاملہ ختم کر دیں گے اور نقصان سے بچ جائیں گے، چنانچہ انھوں نے ہر ایک سے یہ کہنا شروع کر دیا۔ (179)

(4) غلط بیانی کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص: 443 تا 455)

گاہک کا دوسرا حق: مال فروخت کرتے وقت عیب نہ چھپانا

(1) مال کے عیب چھپانے کا گناہ (2) مال کا عیب بیان نہ کرنے کا حکم

(3) خیار عیب اور علم الٰہی و علم انسانی کا فرق، خوبیاں، خامیاں

(4) خیار عیب (Option of Detect) کے احکام

(1) مال کا عیب چھپانے کا گناہ

سوال: مال کا عیب چھپانے یا نہ بتانے کا کیا گناہ ہے؟

جواب: ایک حدیث میں ہے:

اَلْمُسْلِمُ اَخُوالْمُسْلِمِ وَلَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ اَخِیْہِ بَیْعًا فِیْہِ عَیْبٌ اِلَّابَیَّنَہٗ۔(180)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو کوئی عیب دار چیز فروخت کرے الا یہ کہ سودے کا عیب بیان کردے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

بَیعُ الْمُحَفَّلَاتِ خِلَابَۃٌ وَلَاتَحِلُّ الْخِلَابَۃُ لِمُسْلِمٍ۔(181)

محفلات (دودھ میں پانی ملا کر) کا بیچنا فریب اور دھوکہ ہے اور مسلمان کو دھوکہ دینا حلال اور جائز نہیں۔

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے (جو ایک دکاندار کا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر داخل کیا تو آپ کی انگلیوں نے گیلا پن محسوس کیا، آپؐ نے اس سے کہا (تمہارے ڈھیر کے اندر) یہ گیلا پن کیسا ہے؟ اس نے عرض کیا، یارسول اللہ! غلہ پر بارش کی بوندیں پڑ گئی تھیں (تو میں نے اوپر کا بھیگ جانے والا غلہ نیچے کر دیا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (**أَفَلَا جَعَلْتَہٗ فَوْقَ الطَّعَامِ کَیْ یَرَاہُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ**) اس بھیگے ہوئے غلہ کو تم نے ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رہنے دیا تاکہ خریدنے والے لوگ اس کو دیکھ سکتے (سن لو) جو آدمی دھوکے بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اسی حدیث کی بعض دوسری روایتوں میں ہے۔ {**وَالْمَکْرُ وَالْخَدَعُ فِی النَّارِ**} یعنی اس طرح کی دغابازی اور فریب کا انجام جہنم ہے۔(182)

نوٹ: اپنے مال میں سے جو خراب اور ناقص ہے اس کو چھپا کر رکھنا اور جو اچھا اور عمدہ ہے اس کو اوپر رکھنا اور خریدار کے سامنے یہ ظاہر کرنا کہ سارا مال ایسا ہی ہے حالانکہ اندر سے یا نیچے سے خراب اور ناقص مال چھپا ہوا ہو، اس قسم کا معاملہ بیع

نجش میں بھی داخل ہے جس کی ممانعت آئی ہے۔ جیسے: آم، سیب، امرود اور انگور وغیرہ کی پیٹی میں کہ اوپر بڑا اور اچھا مال رکھ کر نیچے چھوٹا اور خراب مال رکھ کر بیچنا۔ اور پورے عمدہ مال کے برابر قیمت لینا۔(183)

- ایک اور حدیث میں ہے:

مَنْ بَاعَ عَيْباً وَلَمْ يُنَبِّهْ لَمْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللهِ اَوْلَمْ تَزَلِ الْمَلاَئِكَةُ تَلْعَنُهُ۔ (184)

جس شخص نے کوئی عیب والی چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی اور خریدار کو وہ عیب نہیں بتلایا تو اس پر ہمیشہ کا عذاب رہے گا یا آپؐ نے یہ فرمایا کہ اللہ کے فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَمُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔ (185)

بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو (اپنے تجارتی معاملہ کو باقی رکھنے یا فسخ کردینے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں (یعنی جب تک ایجاب وقبول پورا نہ ہوا ہو) (یادرکھو) جب بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں (فروخت کی جانے والی چیز اور اس کی تعریف میں) سچ بولتے ہیں اور (اس چیز اور قیمت میں جو عیب ونقصان ہوتا ہے اس کو) ظاہر کردیتے ہیں تو ان کے تجارتی معاملے میں برکت عطاء کی جاتی ہے اور جب وہ عیب چھپاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ختم کردی جاتی ہے۔

- **مال کا عیب بتانا:** ایک شخص تیز رفتار گھوڑے پر سوار، اسے سرپٹ دوڑاتے ہوئے مکہ معظّمہ کی طرف رواں دواں تھا، بال گرد وغبار سے بھرے ہوئے تھے، آنکھیں اداس تھیں، چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اسے کسی قافلے کی تلاش ہے اور وہ جلد از جلد اپنی منزل تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے چلا جارہا تھا کہ چند راہ گیر نظر آئے، ان سے قافلے کے بارے میں پوچھا، کسی نے بتایا کہ اس طرف لوگوں کے ایک قافلے کو جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے، یہ سن کر اس نے وہ راہ لی، گرد وغبار کے بادل اڑاتا ہوا وہ تیز رفتار گھوڑے پر چلا جارہا تھا کہ دور سے کچھ لوگ نظر آئے، قریب ہونے پر معلوم ہوا کہ یہ تو وہی قافلہ ہے جس کی تلاش میں وہ میلوں کا سفر کرکے آرہا ہے۔ مقصود کو اتنا قریب دیکھ کر اس کا مرجھایا ہوا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور بے چین دل خوشی سے لبریز ہوگیا۔

قافلہ تیز رفتاری سے چلا جارہا تھا، مگر اس کے گھوڑے کے برق رفتاری فاصلے کو کم سے کم تر بنارہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ مسافروں کے سروں تک پہنچ گیا۔ مطلوبہ شخص کو سامنے پاکر اس نے اسے مخاطب کیا اور پوچھا:

’’کیامشہور کپڑا بیچنے والے احمد بن طبیب سے آپ نے کپڑا خریدا تھا؟‘‘

’’جی ہاں۔‘‘اس نے تجسس بھری نگاہوں سے اس آنے والے اجنبی کی طرف دیکھ کر کہا۔

’’دراصل بات یہ ہے کہ جب میرے ملازم نے کپڑا بیچ کر پیسے مجھے دیے تو میں نے پوچھا: کپڑا کسے بیچا ہے؟ اس نے بتایا: ایک مسافر کو، میں نے پوچھا: کیا اس کپڑے کا عیب بتادیا تھا؟ تو احمد نے کہا: وہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔

یہ سن کر مجھے بے حد پریشانی ہوئی ، میں نے اسے برا بھلا کہا، احمد کا کہنا تھا کہ میں کیا کرسکتا ہوں، جو کچھ ہوا اسے بھول جایے، آئندہ احتیاط کروں گا،لیکن میں اس کے پیچھے پڑ گیا اور اسے آپ کا نشان تلاش کرنے کا کہا، بڑی مشکل سے آپ کے ٹھکانے کا علم ہوا،لیکن اس وقت تک آپ حاجیوں کے قافلے کے ساتھ مکہ معظّمہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

میں نے برق رفتار گھوڑا کرائے پر لیا اور آخر کار ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ تک آ پہنچا ہوں، تاکہ آپ کو بتایا جاسکے کہ کپڑے میں عیب ہے۔‘‘

مسافر کبھی کپڑے کو دیکھتا اور کبھی میلوں دور سے آنے والے اس عظیم تاجر کو جس نے محض کپڑے کا نقص بتانے کے لیے اتنی تکلیف اٹھائی تھی، وہ بہت دیر تک خاموش رہا اور پھر کہنے لگا: کیا وہ دینار جو میں نے آپ کے ملازم کو دیے تھے،آپ کے پاس ہیں؟ تاجر نے جواب دیا، ہاں یہ لیں۔

مسافر نے وہ دینار لیے اور دور پھینک دیے؟ مسافر نے جواب دیا: وہ کھوٹے تھے۔ میں غیر مسلم ہوں،لیکن آپ کی سچائی اور دیانت داری دیکھ کر میری ضمیر نے مجھے اجازت نہ دی کہ میں آپ کے ساتھ دھوکا اور فریب کروں جب کہ آپ نے صرف کپڑے کا نقص بتانے کے لیے اتنی مشقت اٹھائی۔اس عظیم تاجر کا نام خریف ؒ تھا۔ان کے بیٹے ابن خریف کی زبانی ان کی ایمان داری کا یہ واقعہ تاریخ کے اوراق کی زینت بنا۔

(2) مال کا عیب بیان نہ کرنے کا حکم

سوال : اگر کسی کے مال میں کوئی عیب ہو تو کیا فروخت کرتے ہوئے اس کو بیان کرنا واجب ہے، اگر نہ بیان کیا تو کیا گناہ ہوگا؟

جواب: اگر کسی کے مال میں عیب ہو اور وہ خریدار کو بتادے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

- اگر کسی کے مال میں عیب ہو اور وہ تمام عیوب سے براءت ظاہر کردے تو یہ جائز ہے۔
- اگر کسی کے مال میں عیب ہو، وہ خریدار کو نہ عیب بتائے نہ عیب سے براءت ظاہر کرے بلکہ خاموش رہے، یہ خاموشی ناجائز ہے، ایسا کرنا گناہ ہے، ایسا کرنے سے آدمی فاسق ہوجاتا ہے، اگرچہ خریدار نے عیب کی وضاحت نہ بھی طلب کی ہو۔ **(186)**

(3) خیارعیب اور علم الٰہی و علم انسانی کا فرق، خوبیاں، خامیاں

سوال: اگر کسی کے مال میں عیب ہو تو اس کو فروخت کرنے کے متعلق شریعت کا اصول (جس میں فریقین کی رعایت ہے) واضح ہو گیا کہ معاملہ بالکل شفاف ہونا چاہیے اس طرح کہ یا تو خریدار کو عیب بتانا ہو گا یا براءت ظاہر کرنی ہوگی، خاموشی جائز نہیں تو کیا ملکی قانون بھی یہی ہے یا کچھ فرق ہے؟

جواب: ملکی قانون میں خریدار کے سامنے عیب کی وضاحت کرنا اور معاملہ کو بالکل شفاف کرنا فروخت کنندہ کی ذمہ داری نہیں، نہ یہ دھوکا شمار ہوگا نہ اس کی وجہ سے خریدار کو خیارعیب حاصل ہوگا، خریدار کو چاہیے کہ خود مال کو پرکھے، البتہ اگر خریداری کے وقت مخصوص صفات کو ذکر کیا گیا تھا یا فروخت کنندہ نے یہ کہا تھا کہ بے عیب مال ہے، پھر اس کے برخلاف نکلا تو اس صورت میں ملکی قانون میں بھی خریدار کو خیارعیب حاصل ہوگا۔ (187)

(4) خیارعیب (Option of Detect) کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص: 458 تا 472)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

گاہک کا تیسرا حق: خریدار کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا

(1) خریدار کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے خریدنے کا حکم

(2) مجبور خریدار کسے کہتے ہیں (3) مجبور خریدار سے خرید وفروخت کی شکلیں واحکام

(1) خریدار کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے خریدنے کا حکم

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

> عنقریب لوگوں پر ایسا شدید بخل کا زمانہ آنے والا ہے کہ مالدار کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنے مال کو دانتوں سے بہت مضبوط دبائے گا حالانکہ لوگ اس کے مامور نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ ''ایک دوسرے پر احسان کرنے کو نہ بھولو''۔ آگے اسی بخل کی ایک شق بیان فرماتے ہیں کہ مجبور قسم کے لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت کی جائے گی حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع المضطر (سخت ضرورت مند کے ساتھ خرید وفروخت) سے منع فرمایا ہے۔(188)

(2) مجبور خریدار کسے کہتے ہیں

بعض اوقات آدمی فقر وفاقہ یا کسی حادثہ میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے یا کسی ناگہانی پریشانی میں گھر جانے کی وجہ سے جس میں اسے اپنی یا اپنے اہل وعیال کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہوتے ہیں، اس بناء پر وہ اپنی کوئی چیز بیچنے یا خریدنے پر سخت مجبور اور مضطر ہوتا ہے، ایسے شخص کی خرید وفروخت کو فقہ کی اصطلاح میں بیع المضطر کہتے ہیں۔

اور جس شخص کی مجبوری اس درجہ کی نہ ہو کہ اسے اپنی یا اپنے اہل وعیال کی جان جانے کا خطرہ ہو، مثلاً کوئی شخص قرض ادا کرنے کی مجبوری کی وجہ سے یا مالی وسعت نہ ہونے کی وجہ سے اپنی کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی کوئی چیز فروخت کر رہا ہے تو اسے فقہ کی اصطلاح میں مضطر/ مجبور نہیں کہا جائے گا۔(189)

- بعض اوقات گاہک کو اور بھی مختلف طریقوں سے تنگ اور پریشان کیا جاتا ہے، جن کے احکام بیع مضطر میں اگرچہ داخل نہیں لیکن وہ بھی غیر مناسب ہیں۔ جیسے کسی کمپنی کا خریدار سے نمونہ لیکر اس کے چیک کرنے کا وقت طے نہ کرنا، ٹال مٹول کرنا، صحیح وقت نہ بتانا۔
- جس طرح خریدار کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا صحیح نہیں اسی طرح ادارہ میں ملازمت کی درخواست دینے والے، انٹرویو

دینے والے افراد، ڈاکٹر کے پاس آنے والے مریض، تعلیمی اداروں میں آنے والے طلبہ وطالبات کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا، وقت دینے، بات سننے، جواب دینے کے اعتبار سے بے جا تنگ کرنا، عزت نفس کو مجروح کرنا بھی درست نہیں۔ جیسے بعض لوگ انٹرویو والوں کو انٹرویو کا یا انٹرویو کے رپلائے کا وقت صحیح نہیں بتاتے، وقت مقررہ پر انٹرویو شروع نہیں کرتے، فرضی انٹرویو لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

(3) مجبور خریدار سے خرید وفروخت کی شکلیں واحکام

(دیکھیں حصہ مسائل ص:474)

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

گاہک کا چوتھا حق: ایسا مال فروخت نہ کرنا جس میں خریدار کا دینی ایمانی یا جسمانی نقصان ہو

(1) مضر اشیاء فروخت کرنے پر وعیدیں اور اس سے بچنے کے فوائد
(2) مضر اشیاء (جو فروخت کی جاتی ہیں ان) کی بنیادی شکلیں
(3) مضر اشیاء فروخت کرنے کے احکام

(1) مضر اشیاء فروخت کرنے پر وعیدیں اور اس سے بچنے کے فوائد

سوال: مضر اشیاء فروخت کرنے کا کیا گناہ ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ (190)

نہ پہلے کسی مسلمان کو نقصان پہنچاؤ اور نہ کسی کے پہنچائے ہوئے نقصان کے بدلے اسے تکلیف/نقصان پہنچاؤ

معلوم ہوا کہ نہ تو کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ ہی خود کو۔ اس لیے تجارت کی ہر وہ صورت ناجائز ہوگی جس میں خریدنے والے یا بیچنے والے کا نقصان ہو۔ (191)

- ایک اور حدیث میں ہے:

مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (192)

جو شخص کسی (مسلمان کو بلاوجہ شرعی) کوئی ضرر ونقصان پہنچائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرر ونقصان پہنچائے گا اور جو شخص (کسی مسلمان کو) مشقت وتکلیف میں ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو مشقت وتکلیف میں مبتلا کرے گا۔

- اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

مَلعُونٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مَكَرَ بِهٖ (193)

وہ شخص ملعون ہے جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر وفریب کرے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو خواہ ظاہری طور پر ضرر و نقصان پہنچائے اور خواہ پوشیدہ طور پر، اس کو بارگاہ رب العزت کے قرب اور رحمت الٰہی سے دور قرار دیا گیا ہے۔ (194)

- ایک اور حدیث میں ہے:

لَاوَرَعَ کَالْکَفِّ (195)

مسلمانوں کو ایذا پہنچانے سے بچنے کے برابر کوئی پرہیز گاری نہیں۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَیُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَجِھَادٌ فِیْ سَبِیْلِہٖ۔ قَالَ قُلْتُ فَأَیُّ الرِقَابِ أَفْضَلُ قَالَ أَغْلَاھَا ثَمَنًا وَأَنْفَسُھَا عِنْدَ أَھْلِھَا قُلْتُ فَاِنْ لَمْ أَفْعَلْ قَالَ تُعِیْنُ صَانِعًا أَوْ تَصنع لاخرق قُلْتُ فَاِنْ لَمْ أَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاس من الشَّرِّ فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ تَصَدَّقُ بِھَا عَلٰی نَفْسِکَ۔ (196)

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا ''کونسا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو گراں قیمت ہو اور اپنے مالک کو بہت پیارا ہو، میں نے عرض کیا کہ ''اگر میں ایسا نہ کرسکوں؟ (یعنی از راہ کسل نہیں بلکہ از راہ عجز و عدم استطاعت ایسا غلام آزاد نہ کرسکوں؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کام کرنے والے کی مدد کرو یا جو شخص کسی چیز کو بنانا نہ جانتا ہو اس کی وہ چیز بنادو، میں نے عرض کیا: اگر میں یہ (بھی) نہ کرسکوں (تو کیا کروں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو برائی پہنچانے سے اجتناب کرو یاد رکھو یہ ایک اچھی خصلت ہے جس کے ذریعہ تم اپنے نفس کے ساتھ بھلائی کرتے ہو۔

(2) مضر اشیاء (جو فروخت کی جاتی ہیں ان) کی بنیادی شکلیں

سوال: مضر اشیاء جو فروخت کی جاتی ہیں، بنیادی طور پر ان کی کتنی شکلیں ہیں؟

جواب: (1) کچھ مضر اشیاء وہ ہوتی ہیں جن میں خریدار کا دینی و ایمانی ضرر ہوتا ہے۔

(2) کچھ مضر اشیاء وہ ہوتی ہیں جن میں خریدار کا جسمانی ضرر ہوتا ہے۔

❑ دینی وایمانی ضرر کی مثالیں:

(1) لہوولعب، باطل عقائد، رسومات کی تکمیل، فحاشی وعریانی پر مشتمل اشیاء:

- آلات لہوولعب، گانے اورفحش سی ڈیز، ٹی وی، وی سی آر، رسائل، ناول، کارٹون، ویڈیو گیمز، ڈھول گٹار وغیر فروخت کرنا۔ یا ایسے شخص کو Blank سی ڈیز فروخت کرنا جوان پر شرکیہ یا فحش مواد ریکارڈ کر کے فروخت کرے۔
- خواتین کا غیر شرعی لباس (جو شرم وحیا کے تقاضے کو پورا نہ کرتا ہو) فروخت کرنا، مردوں اور عورتوں کا ایسا لباس فروخت کرنا جس میں غیروں کی مشابہت ہو، غیر مسلموں کے غیر شرعی تہوار مثلاً ویلنٹائن ڈے کے موقع پر بے شرمی اور بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہوئے نامحرم خواتین کو دینے کے لیے سرخ پھول اور محبت کے کارڈ فروخت کرنا۔
- شطرنج، تاش وغیرہ فروخت کرنا۔
- ان لوگوں کو زمین یا دکان فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا جو اس پر سینما ہال، جوئے یا بے حیائی کا اڈہ بنانا چاہتے ہوں یا ایسے لوگوں کو سیمنٹ، بجری وغیرہ فروخت کرنا۔
- غلط عقائد پر مشتمل کتابیں، رسائل ویڈیوز فروخت کرنا، ویب سائٹ بنانا، ایسے اشتہارات کی تشہیر میں تعاون کرنا، رمضان میں دن کے وقت ایسے شخص کو کھانے پینے کی اشیاء فروخت کرنا جو روزہ توڑنے کا ارادہ رکھتا ہو۔
- ناجائز اور غلط رسومات اور تہواروں کی تکمیل کے لیے اشیاء مہیا کرنا۔(197)
- مورتیوں، تصویر والی گڑیوں کی خرید وفروخت کرنا۔
- ایسے ہی سنار وغیرہ کا سونے، چاندی کی صلیب کا نشان بنا کر فروخت کرنا، یا ہندوؤں کے مذہبی نشانات بنا کر فروخت کرنا۔
- نیز چیزوں پر عورتوں کی اخلاق باختہ تصاویر لگا کر فروخت کرنا یا اشتہارات میں تصاویر کا استعمال کرنا۔

- وعید:

جس طرح اسلام دولت کمانے کے لیے کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا بالکل اسی طرح انسانی کمزوریوں مثلاً جنسی جذبات کو ''EXPLOIT'' کر کے دولت کمانے کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

فحاشی وعریانی پر مشتمل اشیاء کو فروخت کرنے اور فحاشی وعریانی اور بے دینی کو فروغ دینے والوں کے لیے قرآن کریم میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

- ایک آیت میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنيَا وَ الآخِرَةِ۔ (سورۃالنور:19)

جولوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند ہیں ان کے لیے دنیا اورآخرت میں دردناک عذاب ہے۔

- ایک اورآیت میں فرمایا:

وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثمِ وَ العُدوَانِ (سورۃالمائدۃ:2)

اورگناہ اورسرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو

- تصویر کے متعلق حدیث میں آتا ہے:

أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ (198)

لوگوں میں سب سے سخت عذاب روزِ قیامت تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

- ایک اورروایت میں ہے:

اِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُوْرَةٌ۔ (199)

جس گھر میں (کسی جاندار کی) تصویر ہواس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

- قرآن وحدیث کی ان تعلیمات پر اگرعمل کیا جائے تو ساری فلم انڈسٹری اورقحبہ گری، رقص خانوں، چکلوں، شراب خانوں جوئے کے اڈوں کا کاروبار اورفحش لٹریچر کی طباعت واشاعت اورخرید وفروخت کا دھندا ہی ختم ہوجائے گا۔

بقول علامہ اقبال:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکان نہیں
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

(2) حرص وہوس، تعیّشات اوراسراف کی عادت ڈالنے ولی اشیاء:

جیسے: تہواروں اورخوشی کے مواقع پرآتش بازی، پٹاخے پھلجڑیاں۔ بسنت جیسے ہندورانہ تہوار میں پتنگوں اورڈور کی فروخت کرنا۔ وہ ریشمی کپڑے جوصرف مرد ہی پہن سکتے ہیں اورزردوزی کے مردانہ جوتے وغیرہ۔

- **وعید:**

اپنے ذرا سے فائدے کے لیے ایسی اشیاء فروخت کرنا جس سے مسلم معاشرہ حرص وہوس اور تعیش پسندی کا عادی بنتا ہے، یہ حضور ﷺ کی محنت پر پانی پھیرنے کے مترادف ہے۔

حضور ﷺ کی پوری حیات مبارکہ زہد وقناعت سے بھرپور ہے اور آپ ﷺ پوری زندگی اسی کی دعوت دیتے رہے اور حضور ﷺ کی تعلیمات وہدایات کے برخلاف اپنی مصنوعات اور چیزوں کے ذریعہ امت کو تعیّشات، حرص وہوس اور فضول خرچی اور اسراف کی دعوت دینا انتہائی برا عمل ہے۔

اپنے آشیاں کے چارنکتوں کے لیے برق کی زد میں گلستاں کا گلستاں رکھ دیا

❑ جسمانی ضرر کی مثالیں:

جیسے لوگوں کو ایکسپائر ادویات واشیاء فروخت کرنا، جو لوگوں کی ہلاکت کا سبب بن سکتی ہیں۔

- اسی طرح ہروئن، چرس، افیون، بھنگ، تمباکو سگریٹ پان، بیڑی، گٹکا، مین پوری، ماوا، شیشہ، حقہ اور سگار وغیرہ بیچنا۔

- **وعید:**

- اسلام انسان کو اپنے نفع کے لیے دوسرے کو نقصان پہنچانے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تَقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ (اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو) (سورۃ النساء:29)

یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو **(200)**

- سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس طرح ان مضر صحت مصنوعات کو فروخت کر کے لوگوں کی جان ومال اور صحت کو غارت کر کے ہم اپنا بینک بیلنس بڑھا رہے ہیں، کیا ان مضر صحت اشیاء کا شکار ہماری اپنی اولاد نہیں ہوسکتی؟ اگر ہماری اپنی اولاد ان مضر صحت اشیاء کا شکار ہو کر جان وصحت سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے تو ایسی صورت میں ہماری اپنی کیفیت کیا ہوگی؟ ہمارے اپنے تأثرات اور جذبات کیا ہوں گے؟

ان مضر اشیاء میں سے چند کی تفصیل:

سگریٹ:

عصر حاضر کے تمام ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سگریٹ نوشی جسم کے لیے انتہائی ضرر رساں ہے، اس لیے علماء کرام نے بھی سگریٹ نوشی کو مکروہ قرار دیا ہی اور اس کی تجارت بھی مکروہ ہے۔ بلکہ بعض فقہاء کرام نے تو اس کی حرمت کا بھی خیال ظاہر فرمایا ہے۔

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

ایک اخباری رپورٹ کے مطابق سگریٹ اور بیڑی کے ایک کش کے ساتھ دس لاکھ بیکٹیریاز اور جراثیم بدن میں داخل ہوجاتے ہیں اور انسان کے پھیپھڑوں، غذا کی نالی اور انتڑیوں پر قابض ہوجاتے ہیں اور اس پر مہلک اثرات ڈالتے ہیں اور عام طور پر تمباکو میں پائے جانے والے زہریلے مادے کی وجہ سے کینسر ہی نہیں بلکہ خون کی بھی کئی بیماریاں جنم لیتی ہیں، اسی طرح السر، دمہ، ٹی بی اور پیٹ اور منہ کی کئی مہلک بیماریاں اس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور بالآخر انسان کو موت کے منہ میں دھکیل دیتی ہیں۔

دنیا کی بڑی لیباٹریوں نے واضح کیا ہے کہ سگریٹ وغیرہ میں 4700 مہلک اجزاء پائے جاتے ہیں اور ان میں 43 اجزاء ایسے ہیں جو سو فیصد کینسر کا سبب بنتے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

(1) نیکوٹین: اس سے دمے کی بیماری، دماغ اور قلب میں ضعف طاری ہوتا ہے۔

(2) اکسیڈ کربون: جو انتہائی مفاسد کا حامل ہوتا ہے۔

(3) زرنیخ: جو حشرات الارض کیڑے مکوڑے مارنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(4) کادمیون: زہر آلود ہوتا ہے جو عام طور پر بیڑیوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(5) فوز مالوہید: مردہ لاشوں کو تعفن سے بچانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(6) D.D.T یعنی کیڑے مار دوا۔

(7) امونیا: زمین اور فرش اور ٹائلس وغیرہ صاف کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(8) استیون: ناخن پالش ختم کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

(9) تولوین: فیکٹریوں میں مشین کی صفائی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(10) میٹاتول: پٹاخوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(11) سیائیدھیڈ روجن: انتہائی زہریلا مادہ ہوتا ہے۔

گٹکا/ ماوا/ مین پوری:

یہ ساری چیزیں انتہائی ضرر رساں اور مہلک ہیں، معلومات کے مطابق ان میں بالکل غیر معیاری چیزیں استعمال کی جاتی ہیں بلکہ یہاں تک بات سنی گئی کہ اس میں مردہ جانوروں کا خون بھی ڈالا جاتا ہے، اخباری اطلاعات کے مطابق ہر سال سینکڑوں لوگ اس مرض کا شکار ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، یہ اشیاء عموماً منہ کے کینسر کا باعث بنتی ہیں جس کی وجہ سے انسان موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

(3) مضر اشیاء کی خرید و فروخت کا حکم:

(دیکھیں حصہ مسائل، ص: 475 تا 479)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

گاہک کا پانچواں حق: خریدار کا سودا خراب نہ کرنا

(1) کسی کا سودا خراب کرنے کی ممانعت (2) کسی کا سودا خراب کرنے کی ممنوع شکلیں

(1) کسی کا سودا خراب کرنے کی ممانعت

سوال: کسی کا سودا خراب کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی کا سودا خراب کرنے کی حدیث میں ممانعت آتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

لَايَسُمِ الْمُسْلِمَ عَلٰى سَوْمِ أَخِيْهِ۔ (201)

ایک مسلمان اپنے بھائی کے سودے پر اپنا سودا نہ کرے۔

اس طرح کسی کا سودا خراب کرنا ظلم ہے، مکروہ تحریمی ہے۔ (202) مکروہ تحریمی کے ارتکاب کی وجہ سے گناہ بھی ہوگا۔ (203) اور فریقین کو چاہیے کہ گناہ سے بچنے کے لیے اس معاملہ کو ختم کر دیں نہ خریدار اس مال کو استعمال کرے نہ فروخت کنندہ قیمت کو استعمال کرے۔ (204)

نوٹ: کسی کا سودا خراب کرنے کی ممانعت کا حکم عام ہے۔ خواہ مسلمان ہو یا کافر، معاملہ خواہ بیع کا ہو یا اجارہ کا۔ دونوں صورتوں میں کسی کے سودے کو خراب کرنا جائز نہیں۔ (205)

(2) کسی کا سودا خراب کرنے کی ممنوع شکلیں

سوال: کسی کا سودا خراب کرنے کی ممنوع شکلیں کونسی ہیں؟

جواب: جب فروخت کنندہ اور خریدار کا کسی قیمت پر اتفاق ہو جائے تو یا فروخت کنندہ اسی قیمت پر چیز دینے کے لیے تقریباً تیار ہو جائے۔ ایسے وقت میں کسی تیسرے کا اس معاملہ میں دخل اندازی کرنا اور خود خریدنے کی کوشش کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مثلاً: زید اور بکر کسی خاص قیمت کے عوض ایک سودا کرنے پر راضی ہو گئے ہیں، اب فروخت کنندہ جو بکر ہے، خالد اس کے پاس

آ کر اس کو کہتا ہے کہ تم اسی قیمت پر یا اس سے بھی زیادہ قیمت پر میرے ہاتھ فروخت کر دو، تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔
البتہ اگر ابھی صرف بات چل رہی تھی فریقین کسی قیمت پر ابھی تک رضا مند اور آمادہ نہیں ہوئے تھے، ایسے وقت میں کسی تیسرے کا سودے میں دخل اندازی کرنا اور اپنی پیشکش کرنا منع نہیں ہے۔(206)

گاہک کا چھٹا حق: ذخیرہ اندوزی نہ کرنا

(دیکھیں اہل شہر کا پہلا حق:141)

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:۔1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

فروخت کنندہ کے حقوق

فروخت کنندہ کا پہلا حق: فروخت کنندہ کے سودے میں مداخلت نہ کرنا

فروخت کنندہ کا دوسرا حق: فروخت کنندہ کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا

فروخت کنندہ کا تیسرا حق: غلط بیانی نہ کرنا/فروخت کنندہ کی ناواقفی سے فائدہ نہ اٹھانا

فروخت کنندہ کا پہلا حق: فروخت کنندہ کے معاملہ یا سودے میں مداخلت نہ کرنا

(1) فروخت کنندہ کا معاملہ/سودا خراب کرنے کی ممانعت

(2) فروخت کنندہ کا معاملہ / سودا خراب کرنے کی ممنوع شکلیں

(1) فروخت کنندہ کا معاملہ/سودا خراب کرنے کی ممانعت:

سوال: فروخت کنندہ کا سودا خراب کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی کے سودے پر سودا کر کے مداخلت کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ۔(207)

آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

المؤمنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ فَلَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ۔(208)

مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اور کسی بھی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے (مومن) بھائی کے سودے پر سودا کرے۔

- اس طرح کسی کا سودا خراب کرنا ظلم ہے، مکروہ تحریمی ہے۔ مکروہ تحریمی کے ارتکاب کی وجہ سے گناہ بھی ہوگا۔ **(209)**

اور فریقین کو چاہیے کہ گناہ سے بچنے کے لیے اس معاملہ کو ختم کر دیں نہ خریدار اس مال کو استعمال کرے نہ فروخت کنندہ قیمت استعمال کرے۔ **(210)**

نوٹ: کسی کا سودا خراب کرنے کی ممانعت کا حکم عام ہے۔ خواہ مسلمان ہو یا کافر، معاملہ خواہ بیع کا ہو یا اجارہ کا۔ دونوں صورتوں میں کسی کے سودے کو خراب کرنا جائز نہیں۔ **(211)**

(2) فروخت کنندہ کا معاملہ / سودا خراب کرنے کی ممنوع شکلیں

سوال: فروخت کنندہ کے سودے کو خراب کرنے کی ممنوع شکلیں کونسی ہیں؟

جواب: اس کی تین صورتیں ہیں:

- **پہلی صورت:** دو آدمیوں میں سودا طے ہو رہا ہو فروخت کنندہ نے ایک قیمت پر تقریباً رضامندی ظاہر کردی ہو، درمیان میں ایک تیسرا آدمی آ کر خریدار سے کہتا ہے کہ میں اس جیسی چیز یا اس سے بہتر کم قیمت پر تم کو دے دوں گا۔
- **دوسری صورت:** ایک شخص نے کوئی مال خرید لیا ابھی قیمت کی ادائیگی باقی تھی ایک تیسرا شخص آ کر گاہک سے کہتا ہے کہ میں ایسی چیز اس سے کم قیمت پر دیتا ہوں، اب خریدار پہلا سودا ختم کر کے اس تیسرے شخص سے خریدتا ہے۔(212)
- **تیسری صورت:** کسی کمپنی/ادارہ میں کسی ملازم کی اچھی کارکردگی دیکھ کر کسی دوسری کمپنی/ادارہ کا اپنی کمپنی/ادارہ میں لینے کے لیے اس ملازم کو معاہدہ توڑنے (ہیڈ ہنٹنگ) پر ابھارنا۔

فروخت کنندہ کا دوسرا حق: فروخت کنندہ کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا

(تفصیل کے لیے دیکھیں: گاہک کا تیسرا حق: گاہک کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا ص:124)

فروخت کنندہ کا تیسرا حق: غلط بیانی نہ کرنا/فروخت کنندہ کی ناواقفی سے فائدہ نہ اٹھانا

(1) فروخت کنندہ سے غلط بیانی کی ممانعت

(2) فروخت کنندہ سے غلط بیانی کی شکلیں

(3) نَجَشُ (دھوکہ کی بیع) اور تَلَقِّي جَلَبْ (شہر سے باہر کے بیوپاریوں کو دھوکہ دینے) کا حکم

(1) فروخت کنندہ سے غلط بیانی کی ممانعت

سوال: فروخت کنندہ سے غلط بیانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے:

حدیث میں آتا ہے:

نَهَی رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَنِ النَّجْشِ۔(213)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع نجش (دھوکہ کی بیع) سے منع فرمایا ہے

ایک اور حدیث میں ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نَهَى أَنْ يَتَنَاجَشُوْا۔(214)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ لوگ بیع نجش کریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ لوگ غلّہ وغیرہ ضروریات کی چیزیں باہر سے لاکر شہروں کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں آتے تھے۔ (ان تجارتی قافلوں کو جلب کہا جاتا ہے) چالاک تاجر ایسا کرتے تھے کہ بازار اور منڈی پہنچنے سے بہت پہلے راستہ ہی میں ان کے پاس پہنچ کر مال کا سودا کر لیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

لَاتَلَقَّوُا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّى فَاشْتَرَى مِنْهُ فَإِذَا أَتَى سَيِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ۔(215)

باہر سے شہر میں غلہ لانے والوں سے آگے جا کر نہ ملو، جس کسی سے راستے ہی میں ملاقات کر کے اس کا سامان خرید لیا گیا تو منڈی میں پہنچنے کے بعد مال کے مالک کو اختیار ہے (چاہے سودا باقی رکھے اور چاہے تو منسوخ کر دے)

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِىْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ نَبِيْعَهُ حَتَّى يَبْلُغَ بِهِ سُوْقَ الطَّعَامِ۔(216)

ہم قافلوں سے جا کر ملتے اور ان سے (راستے ہی میں) غلہ خرید لیتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان سے بیع کرنے سے منع فرما دیا، حتی کہ وہ اسے لے کر غلے کے بازار میں پہنچ جائیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے:

لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ۔(217)

سامان تجارت لے کر آنے والے قافلوں سے آگے جا کر نہ ملو۔

(2) فروخت کنندہ سے غلط بیانی کی شکلیں

سوال: فروخت کنندہ سے غلط بیانی کرنے کی ممنوع شکلیں کونسی ہیں؟

جواب: ایک شکل نجش ہے:

(1) فروخت کنندہ کے سامنے کسی چیز کی اتنی برائی بیان کرنا اور عیب بیان کرنا کہ وہ کم قیمت پر اپنی چیز فروخت کرنے پر راضی ہو جائے۔

(2) دلال کا اپنے آپ کو خریدار ظاہر کر کے فروخت کنندہ کے سامنے یہ بتانا کہ تمہاری اس چیز کی قیمت مثلاً سو روپے سے زیادہ کہیں نہیں مل سکتی مجھے ساری مارکیٹوں کا پتہ ہے۔ لہٰذا مجھے سو روپے پر دے دو جبکہ دلال سے کسی اور نے خفیہ طے کیا ہے کہ یہ چیز اگر تم اتنی کم قیمت پر دو گے تو تم کو اتنا کمیشن ادا کروں گا و راس چیز کی قیمت مارکیٹ میں سو روپے سے زیادہ ہے فروخت کنندہ اگر تحقیق کر کے فروخت کرے تو زیادہ پر فروخت کر سکتا ہے، لیکن وہ دلال کی بات پر اعتبار کر کے سو روپے پر مال دے دیتا ہے تو یہ دھوکہ اور خیانت ہوئی اور نجش ہے جو کہ حرام ہے۔ غرض یہ کہ دھوکہ دینا خواہ دلال کی جانب سے ہو یا خریدار اور فروخت کنندہ کی طرف سے سب ناجائز و حرام ہے۔ ہاں اگر کسی چیز کی واقعی قیمت پر فروخت کرنے کے لیے نقصان سے بچانے کے لیے اگر کوئی شخص کسی چیز کی صحیح قیمت کا اندازہ بائع یا مشتری کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے تو یہ نجش اور دھوکہ میں نہیں آئے گا۔(218)

المیزان مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

دوسری شکل تلقی جلب ہے:

شہر کے بیوپاری باہر جا کر غلہ لانے والوں کو دھوکہ دیں کہ شہر کے نرخ گرے ہوئے ہیں اور اس طرح خود ان سے سستے داموں خرید لیں اور غلہ والوں کو شہر کے اصل نرخ کا علم ہی نہ ہو۔(219)

(3) نجش اور تلقی جلب کا حکم

(دیکھیں حصہ مسائل:144)

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل :۔ 1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

اہل شہر کے حقوق

اہل شہر کا پہلا حق: ذخیرہ اندوزی نہ کرنا

اہل شہر کا دوسرا حق: تَلَقِّی جلَب (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانا) نہ کرنا

اہل شہر کا تیسرا حق: شہریوں کی حاجت کے باوجود باہر والوں کے لیے/کو بیچنا

اہل شہر کا چوتھا حق: تاجر برادری کا باہمی گٹھ جوڑ سے قیمتوں کی مصنوعی گرانی پیدا نہ کرنا

اہل شہر کا پہلا حق: ذخیرہ اندوزی نہ کرنا

(1) ذخیرہ اندوزی کرنے کا گناہ (2) ذخیرہ اندوزی کی شکلیں
(3) ممنوع ذخیرہ اندوزی کی شرائط واحکام

(1) ذخیرہ اندوزی کرنے کا گناہ

سوال: ذخیرہ اندوزی کرنے کا کیا گناہ ہے؟

جواب: حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ۔ (220) ذخیرہ اندوزی صرف گناہ گار ہی کرتا ہے۔

- ایک حدیث میں ہے:

الجَالِبُ مَرزُوقٌ وَالمُحتَكِرُ مَلعُونٌ۔ (221)

یعنی جالب (باہر سے غلہ وغیرہ منگوا کر یا اپنی زمین کا غلہ فروخت کرنے والے تاجر) کے رزق کا اللہ کفیل ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے (یعنی اللہ تعالی کی طرف سے پھٹکارا ہوا اور اس کی رحمت وبرکت سے محروم ہے)

- ایک اور حدیث میں ہے:

مَنِ احْتَكَرَ عَلَى المُسْلِمِيْنَ طَعَامًا ضَرَبَهُ اللهُ بِالجُذَامِ وَالإِفْلَاسِ. (222)

جو شخص مسلمانوں کا غلہ روکے رکھے یعنی باوجود ضرورت کے فروخت نہ کرے اللہ تعالی اس پر کوڑھ اور تنگدستی مسلط فرمادیتے ہیں۔

- حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو احتکار سے منع کیا لیکن وہ نہ مانا، حضرت عمرؓ نے کہہ دیا تھا کہ حضور ﷺ نے ایسے آدمی کے متعلق جذام اور افلاس کا خطرہ ظاہر فرمایا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس احتکار کرنے والے کو ''رَأَيْنَا مَجْذُوْماً'' میں نے دیکھا کہ وہ کوڑھی ہو گیا ہے۔ **(223)**

- ایک اور حدیث میں ہے:

مَنِ احْتَكَرَ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللهِ وَبَرِئَ اللهُ مِنْهُ۔ (224)

جس نے چالیس راتیں غلے کو ذخیرہ کیا تو وہ اللہ سے بری ہو گیا اور اللہ تعالی اس سے بری ہوں گے۔

(2) ذخیرہ اندوزی کی شکلیں

سوال: ذخیرہ اندوزی کی کیا کیا شکلیں ہوتی ہیں:

جواب: (1) جب غلہ وغیرہ کا ریٹ بڑھ رہا ہوتا ہے تو تاجر یا زمیندار حضرات اس نیت سے اشیاء اسٹاک کر لیتے ہیں کہ جب تک ریٹ فلاں حد تک نہیں پہنچے گا ہم اپنی اشیاء مارکیٹ میں نہیں لائیں گے حالانکہ ان اشیاء کی مارکیٹ میں اسی وقت ضرورت بھی ہوتی ہے۔

(2) حکومت کوئی چیز زائد سمجھ کر ایکسپورٹ کر دیتی ہے لیکن بعد ازاں اس کی قلت واقع ہو جاتی ہے۔ پھر حکومت وہی چیز کسی دوسرے ملک سے امپورٹ کرتی ہے اس وقفہ میں تاجر لوگ ذخیرہ اندوزی کے ذریعے اشیاء کی قیمتیں آسمان تک پہنچا دیتے ہیں اور خوب منافع کماتے ہیں جبکہ غریب عوام مہنگے داموں ہی اشیاء خریدنے پر مجبور ہوتی ہے۔

(3) کچھ ہوشیار تاجر خفیہ ذرائع سے یہ پتہ چلاتے ہیں کہ آئندہ سال سرکاری بجٹ میں کن اشیاء کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں اور پھر ان اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کر کے ان کی فروخت روک لیتے ہیں بعد ازاں جب وہ اشیاء مہنگی ہو جاتی ہیں تو پھر انہیں فروخت کر کے خوب کمائی کرتے ہیں۔

(4) بڑے بڑے مالدار تاجر جو گھر بیٹھے ٹیلیفون پر ہی کاروبار چلاتے ہیں، یہ لوگ اندازہ لگاتے ہیں کہ کونسی اشیاء آئندہ دنوں میں مہنگی ہونے والی ہیں پھر ان اشیاء کی مل یا فیکٹری میں رابطہ کرتے ہیں اور انہیں بہت بڑا آرڈر دے دیتے ہیں جسے پورا کرنے میں فیکٹری کو دو تین ماہ درکار ہوں اور اتنے بڑے آرڈر کی صورت میں جہاں کچھ قیمت ایڈوانس ادا کر دیتے ہیں وہاں عام ریٹ سے کم ریٹ پر ہی سودا کرتے ہیں جس پر فیکٹری والے بھی بخوشی رضامندی ظاہر کر دیتے ہیں۔ دریں اثناء وہ چیز مارکیٹ میں آنا بند ہو جاتی ہے، نتیجتاً ایک طرف لوگ پریشان ہوتے ہیں اور دوسری طرف اس کی قیمت بڑھنا شروع ہو جاتی ہے کیونکہ پھر وہ چیز جس کے پاس بھی ہوتی ہے وہ اپنی مرضی کی قیمت پر اسے بیچتا ہے فیکٹری والے جب ریٹ بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں تو اس تاجر کو کچھ دے دلا کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ تاجر بہت زیادہ منافع کمانے کی خواہشمند ہوتا ہے اس طرح اس چیز کی قیمت مزید بڑھ جاتی ہے اور یوں بعض اوقات فیکٹری والے تاجر کو اس کا ایڈوانس اور ساتھ میں کچھ منافع دے کر راضی کر لیتے ہیں اور بعض اوقات تاجر اپنا آرڈر پورا کرانے میں ہی مصر ہوتا ہے اور وہ چیز حاصل کر کے مارکیٹ میں مہنگے داموں فروخت کرتا ہے۔ یوں ایک چیز کی موجودگی کے باوجود مارکیٹ میں اس کی مصنوعی قلت پیدا کر دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں بلاوجہ ایک چیز کا ریٹ بہت بڑھا دیا جاتا ہے اور لوگوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں کا بہت زیادہ فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(2) ممنوع ذخیرہ اندوزی کی شرائط واحکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:482)

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

اہل شہر کا دوسرا حق: تَلَقِّی جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانا) نہ کرنا

(1) تَلَقِّی جَلَب۔ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانے) کی شکلیں

(2) تَلَقِّی جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانے) کا حکم

(1) تَلَقِّی جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانے) کی شکلیں

سوال: تَلَقِّی جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانا) کسے کہتے ہیں؟ اس کی کیا کیا شکلیں ہیں؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوگ غلہ وغیرہ ضروریات کی چیزیں باہر سے لاکر شہروں کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے اور یہ چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں آتے تھے، (ان تجارتی قافلوں کو ''جلب'' کہا جاتا تھا) چالاک تاجر ایسا کرتے تھے کہ بازار اور منڈی پہنچنے سے بہت پہلے راستہ ہی میں ان کے پاس پہنچ کر مال کا سودا کر لیتے تھے۔ اس طریقہ میں خرابی یہ تھی کہ باہر سے آنے والا سارا غلہ اور دیگر سامان ان چالاک سرمایہ دار تاجروں کے ہاتھ میں چلا جاتا تھا پھر یہ اس کو عام صارفین کے ہاتھ من مانے داموں پر بیچتے اور زیادہ سے زیادہ نفع کماتے۔ اگر مال بازار میں آ کر بکتا تو لانے والوں کو بھی مناسب قیمت ملتا اور عام ضرورت مند بھی مناسب داموں پر خرید سکتے۔ (225/1)

(2) تَلَقِّی جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانے) کا حکم

سوال: تَلَقِّی جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانے) کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے:

لَاتَلَقَّوُا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّی فَاشْتَرٰی مِنْهُ فَإِذَا أَتٰی سَيِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ۔ (225/2)

باہر سے شہر میں غلہ لانے والوں کو آگے جا کر نہ ملو، جس کسی سے راستے ہی میں ملاقات کر کے اس کا سامان خرید لیا گیا تو منڈی میں پہنچنے کے بعد مال کے مالک کو اختیار ہے (چاہے سودا باقی رکھے اور چاہے تو منسوخ کر دے)

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِىْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم أَنْ نَبِيْعَهُ

حَتّٰی یَبْلُغَ بِہٖ سُوْقَ الطَّعَامِ۔(225/3)

ہم قافلوں کو جا کر ملتے اور ان سے (راستے میں) غلہ خرید لیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں ان سے بیع کرنے سے منع فرمادیا، حتی کہ وہ اسے لے کر غلے کے بازار میں پہنچ جائیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے:

لَا تَلَقَّوُا الرُّکْبَانَ۔(225/4)

سامان تجارت لے کر آنے والے قافلوں کو آگے جا کر نہ ملو۔

(مزید دیکھیں حصہ مسائل، ص:483)

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

اہل شہر کا تیسرا حق: شہریوں کی حاجت کے باوجود باہر والوں کے لیے/کو بیچنا

(1) "بَیع حاضِرٍ لِلبَادِی" (شہری کا دیہاتی کے لیے/ دیہاتی کو بیچنے) کی شکلیں

(2) "بَیع حاضِرٍ لِلبَادِی" (شہری کا دیہاتی کے لیے/ دیہاتی کو بیچنے) کا حکم

(1) "بَیع حاضِرٍ لِلبَادِی" (شہری کا دیہاتی کے لیے/کو بیچنے) کی شکلیں

سوال: "بَیع حاضِرٍ لِلبَادِی" کسے کہتے ہیں؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں:

- **پہلی صورت:** ایک دیہاتی اپنا تجارتی مال لے کا شہر آیا۔ وہ اسی دن جو بھی قیمت ملے گی مال فروخت کر کے گھر لوٹ جائے گا۔ اب اس کے پاس ایک شہری آتا ہے، اور کہتا ہے: آج بھاؤ کم ہے، مت بیچ، مال میرے پاس رکھ دے، چند دنوں کے بعد میں اس کو زیادہ قیمت پر فروخت کروں گا، تو یہ ممنوع ہے۔ کیونکہ دیہاتی بذاتِ خود بیچے گا تو سستا بیچے گا اور شہریوں کو نفع ہوگا۔ اور دیہاتی کو بھی نفع ہوگا۔ کیونکہ نفع کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ کچھ دنوں کے بعد مال زیادہ قیمت پر بکے اور اس کو وہ شخص خریدے جس کو اس مال کی حاجت ہے۔ اور حاجت مند کے لیے زیادہ قیمت دینا کچھ دشوار نہیں۔ دوسری صورت: یہ ہے کہ تھوڑے نفع میں بیچ دے، اور دوسرا مال لائے۔ اسی طرح کرتا رہے تو تھوڑا نفع بھی زیادہ نفع ہو جائے گا۔ اور نفع کی یہ دوسری صورت ملکی مصلحت سے زیادہ ہم آہنگ ہے اور اس میں برکت بھی زیادہ ہے۔ **(226)**
- **دوسری صورت:** جب شہر میں غلہ کی کمیابی ہو شہر کا کوئی بیوپاری زیادہ قیمت کے لالچ میں غلہ دیہات والوں یا کسی دوسرے علاقہ والوں کے ہاتھ فروخت کرے۔ **(227/1)**

(2) "بَیع حاضِرٍ لِلبَادِی" (شہری کا دیہاتی کے لیے/کو بیچنے) کا حکم

سوال: "بَیع حاضِرٍ لِلبَادِی" (شہری کا دیہاتی کے لیے/کو بیچنا) کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے:

حدیث میں آتا ہے:

نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ (227/2)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہری کو دیہاتی کا سامان فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

لَا يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوْا النَّاسَ يَرْزُقِ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ (227/3)

شہری دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے، لوگوں کو آزاد چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ان میں بعض کو بعض کے ذریعہ رزق عطاء فرماتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

نُهِيْنَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ۔ (227/4)

ہمیں منع کیا گیا کہ کوئی شہری دیہاتی کا سامان فروخت کرے خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہی ہو

(مزید دیکھیں حصہ مسائل، ص:483)

النیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

اہل شہر کا چوتھا حق: تاجر برادری کا باہمی گٹھ جوڑ سے قیمتوں کی مصنوعی گرانی پیدا نہ کرنا

(1) مصنوعی گرانی پیدا کرنے کا حکم

سوال: مصنوعی گرانی پیدا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت کا اصل حکم تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی چیزوں کی خرید وفروخت کرنے میں اور اس پر نفع کمانے میں خود مختار اور آزاد ہے، شریعت کی طرف سے اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ اور نہ شرعاً چیزوں کی قیمت کے لیے کوئی حد مقرر ہے۔ (227/5)

بلکہ آزاد بازار میں طلب ورسد کے توازن سے شرح منافع وجود میں آتی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے، قرآن کریم میں ہے:

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا۔ (سورة الزخرف:32)

ہم نے ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا ہے، اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی ہے، تا کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے

ایک دوسرے سے کام اس طرح لیں گے کہ کام لینے والا، کام کی طلب ہے، اور کام دینے والا، کام کی رسد ہے، اس طلب ورسد کی باہمی کشمکش اور باہمی امتزاج سے ایک متوازن شرح منافع وجود میں آتی ہے۔

اور حدیث شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے، چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ”بیع الحاضر للبادی“ (شہری کے لیے دیہاتی کو سامان بیچنا) کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے یہ جملہ ارشاد فرمایا ہے:

دَعُوا النَّاسَ يرزق اللهُ بَعۡضَهُمۡ مِنۡ بَعۡضٍ۔ (227/6)

لوگوں کو آزاد چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ان میں بعض کو بعض کے ذریعہ رزق عطاء فرماتا ہے

مطلب یہ ہے کہ خرید وفروخت کے معاملہ میں لوگوں کو اپنے خیال پر آزاد چھوڑ دو، درمیان میں تیسرے شخص کی مداخلت نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ جب دیہاتی اپنا مال لا کر شہر میں فروخت کرے گا، تو وہ اپنا نفع رکھ کر فروخت کرے گا،

اور دوسری جانب خریدنے والا اتنی قیمت ادا کرے گا، جو اس کے لیے مناسب اور بہتر ہوگی، اب اس وقت ان دونوں بائع ومشتری کے درمیان طلب ورسد کا توازن قائم ہوگا، اور اس سے مناسب شرح منافع وجود میں آئے گی، اب اگر تیسرا شخص ان دونوں کے درمیان آجائے تو وہ طلب ورسد کے قدرتی نظام میں بگاڑ پیدا کرے گا، جبکہ حدیث مذکور سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرید وفروخت کے درمیان طلب ورسد کے باہمی توازن کو تسلیم فرمایا ہے اور اس کو باقی رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔(227/7)

لہٰذا آج کل ایک ہی طرح کے بعض بڑے تاجر اور کمپنیاں گٹھ جوڑ کر کے اپنی اشیاء کی قیمت مقرر کر لیتے ہیں کہ اس قیمت سے کم کوئی تاجر فروخت نہ کرے گا۔ اس سے بھی عام صارف کو نقصان پہنچتا ہے اور یہ لوگ اپنی مرضی کی قیمتیں وصول کرتے ہیں۔ ایسا کرنا بھی مذکورہ حدیث کی ممانعت میں داخل ہے۔(227/8)

(مزید دیکھیں حصہ مسائل، ص:483)

فصل :۔1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

مالکان کے حقوق

وَأَيُّمَا عَبدٍ مَملُوكٍ أَدّٰى حَقَّ اللهِ عَلَيهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ فَلَهُ أَجرَانِ۔(228)

جوکوئی غلام انسان اللہ کا حق ادا کرنا جواس کے ذمہ ہے اوراس کے ساتھ اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کرتا ہے اس کے لیے دو اجر ہیں۔

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مالکان کا پہلا حق: ماتحتوں کا خیانت نہ کرنا

مالکان کا دوسرا حق: ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا

مالکان کا تیسرا حق: مالکان سے جھوٹ نہ بولنا

مالکان کا پہلا حق: ماتحتوں کا خیانت نہ کرنا

(1) خیانت کرنے کی ممانعت (2) خیانت کی شکلیں

(3) خیانت کا حکم

(1) خیانت کرنے کی ممانعت

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں خیانت کرنے کی ممانعت بیان کریں۔

جواب: قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُم وَأَنتُم تَعلَمُونَ۔ (سورۃ الانفال:27)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے بے وفائی نہ کرنا، اور نہ جانتے بوجھتے اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہونا۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ خَيرَ مَنِ استَأجَرتَ القَوِىُّ الأَمِينُ۔ (سورۃ القصص:26)

آپ کسی سے اُجرت پر کام لیں تو اس کے لیے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی۔

اس آیت میں اچھے ملازم کی دو صفات بیان کی گئی ہے: ایک کام کی اہلیت وصلاحیت دوسرے امانت ودیانت۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيلٌ لِلمُطَفِّفِينَ۔ (سورۃ المطففین:1)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔

تطفیف کے معنی ناپ تول میں کمی کرنا ہے، قرآن کریم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ تطفیف یعنی ایک حق دار کا حق پورا نہ کرنا اس میں کمی کرنا حرام ہے، یہ صرف ناپ تول کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جس سے کسی کا حق پورا کرنا یا نہ کرنا جانچا جاتا ہے اس کا یہی حکم ہے، مثلاً مزدور وملازم نے جتنے وقت کی خدمت کا معاہدہ کیا اس میں سے وقت چرانا اور کم کرنا اس میں داخل ہے، وقت کے اندر جس طرح محنت سے کام کرنے کا عرف میں معمول ہے اس میں سستی کرنا بھی تطفیف ہے، اس میں عام لوگوں میں یہاں تک کہ اہل علم میں بھی غفلت پائی جاتی ہے، اپنی ملازمت کے فرائض میں کمی

کرنے کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا۔(229)

حدیث مبارکہ میں ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَعَدَ بَينَ يَدَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِى مَملُوكِينَ يُكَذِّبُونَنِي وَيَخُونُونَنِي وَيَعصُونَنِي وَأَشتِمُهُم وَأَضرِبُهُم فَكَيفَ أَنَا مِنهُم قَالَ يُحسَبُ مَا خَانُوكَ وَعَصَوكَ وَكَذَّبُوكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُم فَإِن كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُم بِقَدرِ ذُنُوبِهِم كَانَ كَفَافًا لَا لَكَ وَلَا عَلَيكَ وَإِن كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُم دُونَ ذُنُوبِهِم كَانَ فَضلًا لَكَ وَإِن كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُم فَوقَ ذُنُوبِهِم اقتُصَّ لَهُم مِنكَ الفَضلُ قَالَ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَعَلَ يَبكِي وَيَهتِفُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَا تَقرَأُ كِتَابَ اللهِ {وَنَضَعُ المَوَازِينَ القِسطَ لِيَومِ القِيَامَةِ فَلَا تُظلَمُ نَفسٌ شَيئاً وَإِن كَانَ مِثقَالَ} فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَجِدُ لِي وَلِهٰؤُلَاءِ شَيأً خَيرًا مِن مُفَارَقَتِهِم أُشهِدُكُم أَنَّهُم أَحرَارٌ كُلُّهُم۔(230)

ایک شخص آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھا اور عرض کیا: کہ میرے غلام مجھ سے جھوٹ بولتے، خیانت کرتے اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔لہٰذا میں انہیں گالیاں دیتا اور مارتا ہوں مجھے بتایئے کہ میرا اور ان کا کیا حال ہوگا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی خیانت، نافرمانی اور جھوٹ بولنے کا تمہاری سزا سے تقابل کیا جائے گا اگر سزا ان کے جرموں کے مطابق ہوئی تو تم اور وہ برابر ہو گئے نہ ان کا تم پر حق رہا اور نہ تمہارا ان پر اور اگر تمہاری سزا ان کے جرموں سے تجاوز کر گئی تو تم سے بدلہ لیا جائے گا۔پھر وہ شخص روتا چلاتا ہوا وہاں سے چلا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن کریم نہیں پڑھا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ونضع الموازین القسط" الآیۃ (یعنی ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے اور کسی شخص پر ظلم نہیں ہوگا) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں ان کے اور اپنے لیے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھتا کہ انہیں آزاد کر دوں۔میں آپ ﷺ کو گواہ بنا کر ان سب کو آزاد کرتا ہوں۔

(2) خیانت کی شکلیں

سوال: دوران ملازمت خیانت کی مروجہ صورتیں کیا کیا ہیں؟

جواب: بنیادی شکلیں یہ ہیں:

1. مقررہ وقت (Duty Time) میں خیانت کی شکلیں:

- **پورا وقت نہ دینا:** کام کے لیے جو ایام واوقات ملازم کے لیے متعین کردیئے گئے یا جو عرف میں کام کے سمجھے جاتے ہیں ان ایام واوقات میں غیر حاضر رہنا، یا جلدی جلدی کام نمٹا کر باقی وقت میں ڈیوٹی نہ کرنا، گپ شپ یا باتوں میں مشغول رہنا۔ **(231)**

یا ڈیوٹی ٹائم میں کمپنی کی اجازت کے بغیر ذاتی کام کرنا، مثلاً لمبی فون کالز، گیم کھیلنا اور ذاتی مقاصد کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال کرنا (جس کی اجازت نہ ہو)۔ **(232)**

یا اس طرح ڈیوٹی کے اوقات میں کسی اور کمپنی کا کام کرنا۔ **(233)**

2. کاموں میں خیانت کی شکلیں:

- **تندہی، مستعدی سے کام نہ کرنا:** یعنی ملازم وقت تو پورا دے رہا ہے، لیکن کام چوری، کام میں سستی ٹال مٹول کر رہا ہے اپنی صلاحیت کو صحیح طرح استعمال نہیں کر رہا، غفلت، لاپرواہی دکھا رہا ہے۔ **(234)**
- حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سورہ مطففین کی ابتدائی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

> ان احکام نے ''کام چوری'' کو گناہِ عظیم قرار دے کر اجیر (مزدور) کو بھی یہ جتلا دیا ہے کہ جس آجر کا کام کرنا اس نے قبول کیا ہے اس کی ذمے داری اٹھا لینے کے بعد اب وہ خود اس کا اپنا کام بن گیا ہے اور اس کے ذمے ضروری ہے کہ وہ پوری دیانت داری، مستعدی اور لگن کے ساتھ انجام دے، ورنہ وہ آخرت کی اس بہتری کو حاصل نہ کر سکے گا جو اس کا اصل منتہائے مقصود ہے۔ **(235)**

- مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ ابوالمکارم علاؤالدولہ سمنانی رحمہ اللہ زراعت اور کاشت کاری کے حوالے سے فرماتے ہیں:

> کسی کے پاس ایسی زمین ہے جو ہزار من سالانہ غلے کی پیداوار دے سکتی ہے لیکن اس کی کاہلی وسستی سے نو سو من (بجائے ایک ہزار من کے) پیداوار ہوتی ہے اور اس کی اس تقصیر کی وجہ سے سو من غلہ مخلوق کے حلق تک نہ پہنچ سکا تو اس سے اس کے بارے میں (روز قیامت) باز پرس ہوگی۔

چونکہ اس باز پرس کا سبب مخلوق خدا کا نقصان ہے اس لیے اس فہرست میں وہ مزدور بھی شامل ہے جس کی کوتاہی کی

بنا پر مطلوبہ پیداوار نہ ہوسکی، بلکہ وہ مزدور زیادہ مجرم ہے اس لیے کہ اس نے اس طرح خیانت کے جرم کا بھی ارتکاب کیا ہے۔(236)

- **کام خود نہ کرنا دوسروں کے سپرد کردینا:** یعنی اپنے کام خود انجام دینے کے بجائے دوسروں کے حوالہ کردینا۔(237)
- **بغیر پیسے کے کام نہ کرنا:** یعنی ملازم جن کاموں کی ادارہ سے تنخواہ وصول کرتا ہے ملازم کا ان کاموں کو بھی بغیر رشوت لیے نہ کرنا۔

اصول 1: اصول یہ ہے کہ کسی کا حق تلف کرنے کے لیے یا اپنی باطل غرض اور ناحق مطالبہ پورا کرنے کے لیے کسی بااختیار شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق کرلینا رشوت کہلاتا ہے۔ جیسے:

- رشوت دے کر نوکری حاصل کرنا
- تعلیمی اداروں میں امتحان میں نقل کرنے کے لیے پیسے دینا
- امتحان میں پاس ہونے کے لیے پرچوں کی چیکنگ کے دفتر میں پیسے دے کر اچھے نمبر لگوانا
- پلاٹ پر خلاف قانون تعمیر کی منظوری کے لیے حکومت کے لوگوں کو پیسے دے کر بلڈنگ یا گھر وغیرہ بنانا
- غیر قانونی طریقہ سے حج وعمرہ ادا کرنے کے لیے مثلاً وزٹ ویزہ، بزنس ویزہ اور تعلیمی ویزہ پر جا کر حج وعمرہ کرنے کے لیے رشوت دینا۔(238)

جس کام کا کرنا کسی کے ذمہ واجب ہے اس کے کرنے پر معاوضہ لینا یا جس کام کا چھوڑنا کسی پر لازم ہے اس کے کرنے پر معاوضہ لینا، رشوت کہلاتا ہے اور یہ حرام ہے۔ جیسے:

سرکاری ملازمین کا مثلاً شناختی کارڈ یا پاسپورٹ آفس وغیرہ میں اپنی ذمہ داری کا کام کرنے پر لوگوں سے پیسے کا مطالبہ کرنا اور بغیر پیسے لیے کام نہ کرنا یا بہت دیر لگانا اور پیسے لے کر کام جلدی کرنا۔(239)

- البتہ جس کام کا کرنا ملازم پر لازم نہیں اور نہ ہی اس کام سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہو ایسے کام پر کچھ معاوضہ لے لینا حرام تو نہیں لیکن مکروہ ہوگا باقی دینے والے پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔(240)

اگر کسی کام پر معاوضہ نہیں لے رہا بلکہ دوسرے کے لیے سفارش کرکے اس پر کسی قسم کا معاوضہ وصول کرے یا ہدیہ اور تحفہ کے نام سے کچھ لے تو وہ بھی ناجائز ہے، خواہ سفارش جائز ہو یا ناجائز ہو۔ جائز سفارش پر معاوضہ لینا اس لیے جائز نہیں کہ سفارش کرنا کوئی مال نہیں ہے بلکہ سفارش کرنا بندہ کے اوپر بندہ کا حق ہوتا ہے اور اس پر عبادت جیسا اجر وثواب ملتا ہے۔ اور اگر ناجائز کام کی سفارش کرتا ہے تو اس پر گناہ اور عذاب ملے گا ناجائز کام میں سفارش کرکے معاوضہ لینا تو اس سے بدترین گناہ ہے ایک تو ناجائز اور غلط سفارش کی دوسرا یہ کے اس پر ناحق اجرت وصول کی۔(241)

رشوت کی مثالیں:

- افسران کا ملازمین کے تقرر کے وقت اہلیت کے باوجود رشوت لینا یا رشوت لے کر نا اہل کو بھرتی کرنا۔
- ملازمین کو ان کے حقوق دینے/ بروقت دینے میں رشوت لینا۔
- کسٹم افسران کا عوام سے رشوت مانگنا اور رشوت نہ ملنے کی صورت میں عوام کو تنگ کرنا اور زیادہ ٹیکس عائد کرنا۔
- افسران کا ٹھیکہ داروں کو بلا رشوت ٹھیکہ نہ دینا یا ٹھیکیداروں کا بل پاس کروانے پر رشوت لینا۔(242)
- اسی طرح اگر گاڑی والے کے پاس اپنی گاڑی کے صحیح کاغذات موجود ہیں اور سرکاری ٹیکس ادا کیا ہے۔اور کوئی قانونی خلاف ورزی نہ کی پھر بھی بلا وجہ متعلقہ ادارے والوں کا تنگ کرنا اور پیسے لیے بغیر نہ چھوڑنا۔
- اندرون ملک ایک شہر سے دوسرے شہر کوئی سامان لانے اور لیجانے میں ملکی قانون کی خلاف ورزی نہ کی پھر بھی متعلقہ ادارے والوں کا رشوت مانگنا۔
- ادارہ کے ایک شعبہ کا ملازم دوسرے شعبہ کے بل پاس کرنے یا جلدی پاس کرنے پر پیسے لے ایسے ہی فائل نکالنے، دکھانے پر معاوضہ لے۔
- اسی طرح سرکاری ملازمین کے ذمہ جو کام ہیں اس کے کرنے پر عوام سے کمیشن لینا۔
- بجلی، پانی، ٹیلیفون، گیس اور دیگر مواصلاتی نظام فراہم کرنے والے اداروں کے افسران کا عوام سے رشوت لے کر جائز بلوں کو غیر قانونی طور پر کم کر دینا۔
- رش کے موقع پر کس کو جلد باری دینے کے لیے عملے کا اس سے رشوت لینا۔(243)
- جو لوگ حکومت کی جانب سے لوگوں کے مقدمات اور معاملات پر فیصلے کے لیے مامور ہیں اور وہ اپنی ملازمت کی تنخواہ اور حق خدمت حکومت سے لیتے ہیں ان پر لوگوں کے مقدمات اور معاملات کا فیصلہ بلا کسی عوض کر دینا شرعاً ضروری ہے اس واسطے اگر وہ کچھ لیے بغیر فیصلہ نہیں کرتے یا اس میں ٹال مٹول کرتے ہیں تو ناجائز اور غلط کرتے ہیں۔

امام ابوبکر جصاص نے لکھا ہے:

> **وَ اتَّفَقَتِ الْاُمة عَلیٰ اَنْ اخذالرّشوۃعَلیٰ اِمْضَاءِ الْحُکْمِ سحتٌ وَ السُّحتُ حَرَامٌ بِالنَّصِّ۔(244)**
>
> امت کے علماء کا اس پر اتفاق ہی کہ حکم جاری کرنے پر رشوت لینا سحت ہے اور سحت یعنی رشوت از روئے نص حرام ہے۔

پھر اگر صحیح فیصلہ کرنے میں رشوت لیتے ہیں تو یہ الگ گناہ کبیرہ ہے لیکن اگر رشوت کسی غلط فیصلہ کرنے پر لیتا ہے تو اس کا گناہ دوگنا اور ڈبل ہے ایک تو رشوت لینے اور دینے کا گناہ دوسرا غلط اور ناجائز فیصلہ کرنے اور کرانے کا گناہ ہے۔

البتہ وہ مظلوم جس کا کچھ دیے بغیر حق مارا جاتا ہے یا کچھ دیے بغیر جانی یا مالی یا آبروریزی کے ضرر اور نقصان سے نہیں بچتا ایسے مظلوم کے لیے رشوت دے کر اپنا حق بچانا یا جانی یا مالی نقصان سے بچنا جائز ہے جبکہ رشوت لینے والے کے لیے وہ ہر حال میں گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔

چنانچہ احکام القرآن میں لکھا ہے:

وَوَجه اٰخرمِنَ الرِّشْوة وَهُوَ الَّذِیْ یَرْشُوْ السُّلْطان لِدَفْعِ ظُلْمِه عَنْه فَهٰذِهٖ الرِّشْوَة مُحَرَّمَة عَلٰی اٰخِذهَا غَیْرُ مَحْظُوْرَة عَلٰی مُعْطِیْها۔ (245)

رشوت کی ایک دوسری قسم یہ ہے کہ حاکم کے ظلم سے بچنے اور رفع ضرر کے لیے رشوت دی جاتی ہو۔
یہ رشوت لینے والے کے لیے تو حرام ہے لیکن دینے والے کے لیے حرام نہیں رخصت ہے۔

معلوم ہوا کہ ضرر اور نقصان سے بچنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے مگر منفعت حاصل کرنے کے واسطے رشوت دینا یا کسی ناجائز چیز کو حاصل کرنے کے لیے صحیح یا غلط کو ثابت کرنے کے لیے رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ (246)

- **عہدہ/ منصب کی وجہ سے تحفہ تحائف وصول کرنا:**

اصول 2: اگر ملازم کو اس کا کوئی عزیز اور دوست تحفہ دے تو دیکھا جائے کہ:

- اس کے لیے اس تحفہ کی پیش کش اس کے عہدے اور اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنے تعلقات اور دیرینہ مراسم کی وجہ سے ہے اور یہ ہمیشہ کا معمول ہے تو وہ تحفہ اس کے لیے جائز ہوگا۔
- اور اگر تحفہ کی پیش کش محض اس کے عہدہ کی وجہ سے ہو تو وہ تحفہ اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔

جیسا کہ قاضی اور دیگر حکام کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی قاضی و حاکم کی دعوت کی جائے یا اسے کوئی تحفہ دیا جائے تو وہ اس وقت قبول کر سکتا ہے جب کہ وہ یہ جانے کہ یہ پیش کش میرے موجودہ عہدے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے اور ہمیشہ کے معمول کے مطابق ہے۔ (247)

مثالیں:

- بعض ملازمین اپنی ملازمت منتقل (ٹرانسفر) کرنے یا مزید ترقی کے لیے یا خلاف ضابطہ چھٹی کے لیے افسران کو تحفہ تحائف دیتے ہیں، یہ رشوت ہے۔
- پرچیز آفیسر اور منیجر کا مال کی خریداری کا آرڈر دینے کے لیے رقم لینا اور سپلائر کا آرڈر لینے کے لیے اسے رقم دینا۔
- اپنا کام با آسانی کرنے کے لیے یا اپنے غیر قانونی کام کرانے کے لیے جو رقوم ہدایا اور تحفہ تحائف دیئے جاتے ہیں وہ بھی رشوت ہیں۔
- محض کمیشن تحفہ تحائف مراعات اور سہولیات وصول کرنے کی خاطر ڈاکٹرز کا غیر معیاری غیر ضروری اور مہنگی ادویات یا

کسی خاص کمپنی کی ادویات تجویز کرنا۔

- یا محض کمیشن، تحفہ وتحائف ومراعات اور سہولیات وصول کرنے کی خاطر ڈاکٹرز کا مخصوص لیبارٹری کے غیر ضروری ٹیسٹ لکھنا یا مریض کو غیر معیاری لیبارٹریز کی طرف بھیجنا۔

- **وعید:**

- اللہ تعالی نے باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے سے منع فرمایا ہے (بقرہ:188، نساء:29) اور باطل طریقے میں رشوت خوری بھی شامل ہے
- نیز یہودیوں کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا {سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ} (مائدہ:42) یہ کان لگا لگا کر جھوٹی باتیں سننے والے، جی بھر بھر کر حرام کھانے والے ہیں۔

یہاں حرام سے مراد رشوت ہے۔

- ایک حدیث میں ہے: {لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الرَّاشِيْ وَالمُرْتَشِيْ} رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ **(248)**

دینے والے پر اس لیے کہ وہ جرم کی اعانت کرتا ہے اور جرم کی اعانت قانون اور اخلاق دونوں میں منع ہے۔ **(249)**

- ایک دوسری روایت میں ہے {لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي} رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ **(250)**

- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا {مَامِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الرُّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ} جس قوم میں رشوت کی وبا عام ہوجاتی ہے اس پر رعب (خوف) مسلط کر دیا جاتا ہے۔ **(251)**

فائدہ: غیروں کی ہیبت تو اس طرح مسلط ہوجاتی ہے کہ راشی رشوت لینے والا اپنا ضمیر وایمان بیچ ڈالتا ہے اور جب وہ ضمیر وایمانداری کی دولت سے محروم ہوجاتا ہے تو اس کے اندر سے وہ ساری توانائی اور قوت ختم ہوجاتی ہے جو اس کو غیروں کے مقابلہ پر عظمت وبرتری کا احساس دلاتی ہے اپنوں کا خوف اس طرح مسلط ہوجاتا ہے کہ اگر حاکم وکارکن رشوت نہیں لیتا تو وہ اپنا حکم اپنے ہر ادنی واعلی پر جاری کرتا ہے اور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا لیکن جب وہ رشوت سے آلودہ ہوجاتا ہے تو پھر اس پر ایک خوف مسلط ہوجاتا ہے جو اسے قدم قدم پر اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی اور احکام کے اجراء سے جھجکاتا رہتا ہے کہ اس کے کسی حکم یا کسی کاروائی سے کوئی ایسا شخص ناراض نہ ہوجائے جس سے اس کو رشوت کی صورت میں ناجائز مالی فائدے حاصل ہیں یا جو اس کے رشوت ستانی کے جرم کا رازدار ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب رشوت کی وبا عام ہوجاتی ہے اور اس کی وجہ سے ہر حاکم وکارکن ہیبت وخوف میں مبتلا ہوجاتا ہے تو

پورا نظام حکومت بہت خوفناک قسم کی بدحالی و بے اعتمادی اور لاقانونیت کا شکار ہوجاتا ہے اور ساری قوم بے اطمینانی اور مصائب و پریشانی میں گھر کر رہ جاتی ہے۔(252)

- خیبر کے یہودیوں سے زمین کی آدھے آدھ پیداوار پر مصالحت ہوئی تھی جب پیداوار کی تقسیم کا وقت آتا تو آنحضرت ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ صحابی کو بھیجتے وہ ایمانداری سے پیداوار کے دو حصے کر دیتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ ان دو میں سے جو چاہو لے لو یہودیوں نے اپنے دستور کے مطابق ان کو بھی رشوت دینی چاہی آپس میں چندہ کر کے اپنی عورتوں کے کچھ زیور اکھٹے کئے اور کہا کہ یہ قبول کرو اور اس کے بدلہ تقسیم میں ہمارا حصہ بڑھادو۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے یہودیو! اللہ کی قسم تم اللہ کی ساری مخلوق میں مجھے مبغوض ہو لیکن یہ مجھے تم پر ظلم کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتا اور جو تم نے رشوت پیش کی ہے وہ حرام ہے ہم (مسلمان) اس کو نہیں کھاتے'' یہودیوں نے ان کی تقریر سن کر کہا کہ ''یہی وہ (انصاف) ہے جس سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔'' (253/1)
- اسی لیے آنحضرت ﷺ نے عمال کو رعایا سے ہدیہ اور تحفہ قبول کرنے کی ممانعت فرمائی۔(253/2)
- اور حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو جس کا نام ابن لُتبِیہ تھا زکوۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا چنانچہ جب وہ شخص (زکوۃ وصول کر کے) مدینہ واپس آیا (تو مسلمانوں سے) کہنے لگا کہ اتنا مال تو تمہارا ہے (یعنی یہ مال زکوۃ میں وصول ہوا ہے۔ اس کے مستحق تم ہو) اور یہ اتنا مال تحفہ کے طور پر مجھے دیا گیا ہے (جب نبی کریم ﷺ نے یہ سنا) تو آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں پہلے تو آپ نے خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور اس کے بعد فرمایا کہ ''بعد ازاں میں تم میں سے چند آدمیوں کو ان امور کے لیے مقرر کرتا ہوں جن کے لئے خدا تعالی نے مجھے حاکم بنایا ہے چنانچہ تم میں سے ایک شخص (جسے میں نے زکوۃ وصول کرنے پر مقرر کیا ہے اپنا کام کر کے) آتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تمہارے لئے ہے اور یہ مال مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے۔ (اور اس سے پوچھو) تو وہ شخص اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر کیوں نہیں بیٹھا رہا (کہ تحفہ دینے والے اسے گھر ہی بیٹھے تحفہ بھیج دیتے) تب وہ دیکھتا کہ اس کے پاس تحفہ بھیجا جاتا ہے یا نہیں؟ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے یاد رکھو تم میں سے جو شخص کوئی بھی چیز لے گا اسے وہ قیامت کے دن (رسوائی و ذلت کے طور پر) اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے لائے گا اگر وہ اونٹ ہوگا (جس کو اس نے بغیر استحقاق لیا ہوگا) تو اس کی آواز ہوگی اگر وہ بیل ہوگا تو اس کی آواز ہوگی اور اگر وہ بکری ہوگی تو اس کی آواز ہوگی (یعنی وہ دنیا میں جو بھی چیز بغیر استحقاق کے لے گا وہی چیز قیامت کے دن اس کی گردن پر سوار ہوگی اور بولتی ہوگی) اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک (اتنے اونچے) اٹھائے کہ ہم نے آپ ﷺ کی مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر فرمایا اے پروردگار (تو نے جو کچھ فرمایا تھا) میں نے لوگوں تک پہنچا دیا اے پروردگار میں نے لوگوں تک پہنچا دیا۔'' (254)

تشریح: ارشاد گرامی ''وہ دیکھتا کہ اس کے پاس تحفہ بھیجا جاتا ہے یا نہیں'' کا مطلب یہ ہے اس شخص کو تحفہ وتحائف کی پیشکش اس کی ذات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے عہدہ کی وجہ سے ہے اگر وہ زکوۃ وصول کرنے کے لئے عامل مقرر نہیں کیا جاتا بلکہ وہ اپنے گھر بیٹھا رہتا ہے تو اسے کوئی تحفہ کیوں دیتا؟

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر عامل کو اس کا کوئی عزیز و دوست تحفہ دے تو دیکھا جائے گا اگر اس کے لیے اس تحفہ کی پیش کش اس کے عامل ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنے تعلقات اور دیرینہ مراسم کی وجہ سے ہے اور یہ ہمیشہ کا معمول ہے تو وہ تحفہ اس کے لیے جائز ہوگا اور اگر تحفہ کی پیش کش محض اس کے عہدے کی وجہ سے ہے تو وہ تحفہ اس کے لیے جائز نہیں ہوگا جیسا کہ قاضی ودیگر حکام کے بارے مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی قاضی وحاکم کی دعوت کی جائے یا اسے کوئی تحفہ دیا جائے تو وہ اسے اس وقت قبول کرسکتا ہے جب کہ وہ یہ جانے کہ یہ پیش کش میرے موجودہ عہدے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے اور ہمیشہ کے معمول کے مطابق ہے۔**(255)**

- حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

  جو شخص دوسرے کے لیے کسی قسم کی سفارش کرتا ہے۔ پھر اس کے لیے سفارش طلب کرنے والا کچھ ہدیہ کے نام سے دیتا ہے سفارش کرنے والا اسے قبول کرلیتا ہے تو اس نے سود کا ایک بہت بڑا باب کھولا ہے۔**(256)**

- مسروق تابعی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا حاکم سے فیصلہ حاصل کرنے پر رشوت دینے کو آپ سحت یعنی رشوت سمجھتے ہیں (جس کی ممانعت قرآن میں ہے) فرمایا نہیں بلکہ فیصلہ پر رشوت لینے کفر سمجھتا ہوں رشوت تو یہ ہیکہ ایک شخص کے حاکم سے مراسم اور تعلقات ہوں اور دوسرے آدمی کی کوئی حاجت حاکم کے پاس ہے جس کو وہ کچھ دیے بغیر حاصل نہیں کرسکتا تو مراسم والا سفارش کر کے حاجت مند کی حاجت پوری کردیتا ہے اور اس پر ہدیہ کے نام سے کچھ لیتا ہے یہی رشوت ہے۔**(257)**

- **طے شدہ وقت میں کام نہ کرنا:** یعنی کام کے جو طے شدہ اوقات ہیں ملازم کا ان اوقات کے علاوہ میں کام کرنا مثلا نماز یا کھانے کے لیے درمیان میں نصف گھنٹہ وقت دیا جاتا ہو، اگر اس دوران محکمہ کے کام میں مشغول رہا جائے اور مقررہ وقت سے نصف گھنٹہ پہلے چھٹی کی جائے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اجارہ کے معاہدہ کے وقت اگر وقت کی تخصیص ہوئی کہ فلاں وقت میں کام کرنا ہوگا تو دوسرے وقت کام کرنے سے ملازم اجرت کا مستحق نہیں ہوتا اور اگر صرف مقدار معین ہوئی اور وقت کی تخصیص نہیں ہوئی تو اجرت کا مستحق ہوگا۔**(258)**

3. سہولیات، مراعات میں خیانت کی شکلیں:

(1) کمپنی کی اشیاء کو ذاتی استعمال میں لانا: ملازم جس ادارے میں کام کر رہا ہو، اس ادارے کا جتنا سامان ہے وہ سب اس

کے پاس امانت ہے، اس کو ذاتی کاموں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔(259)

- ادارے میں لگے ہوئے ٹیلی فون کو ذاتی ضرورت کے لیے استعمال کرنا
- اسٹیشنری کا سامان وغیرہ گھر لے جا کر یا دفتر میں ہی ذاتی کام میں استعمال کرنا
- کمپنی کی ادویات فروخت کرنا
- آفس کے اخبار گھر لے جانا
- کمپنی کی گاڑی ذاتی استعمال میں لانا
- کمپنی کے نمونہ جات فروخت کرنا

(2) سہولیات/مراعات متعینہ مقدار سے زیادہ استعمال کرنا: کمپنی کی سہولیات/مراعات اپنے استحقاق سے زیادہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

- ملازم کے لیے جس مقدار اور جس صفت کی چائے منظور ہے اس سے زیادہ یا اس صفت سے اچھی چائے پینا۔
- عارضی استعمال کے لیے دیے گئے لباس/یونیفارم غفلت کی وجہ سے خراب کر دینا یا گم کر دینا۔
- استعمال کے لیے دیئے گئے موبائل، گاڑی وغیرہ کو غلط اور غیر محتاط طریقے سے استعمال کرنا۔

(3) ملازم کا اپنی سہولیات/مراعات کسی اور کو دینا: کمپنی نے جو سہولیات اپنے ملازمین کے لیے جاری کی ہیں ملازم کے لیے ان سہولیات اور مراعات کو کسی غیر کو دینا جائز نہ ہوگا۔

- کمپنی کے نمونہ جات اپنے احباب، تعلقات والوں کو دینا۔ یا اپنے تعلقات والوں کو کمپنی کی مصنوعات کم قیمت پر یا مفت دینا۔
- ریلوے کے ملازم کا اجنبی شخص کو رشتہ دار بنا کر بغیر ٹکٹ سفر کروانا۔(260)

(3) خیانت کرنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:485 تا 490)

مالکان کا دوسرا حق: ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا

(1) خیر خواہی کی ترغیب (2) خیر خواہی کی شکلیں

(3) خیر خواہی بدخواہی کا حکم

(1) خیر خواہی کی ترغیب

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں مالکان کے ساتھ خیر خواہی کی اہمیت بیان کریں؟

جواب: قرآن کریم میں آتا ہے:

فَقَالَت هَل أَدُلُّكُم عَلَى أَهلِ بَيتٍ يَكفُلُونَهُ لَكُم وَهُم لَهُ نَاصِحُونَ۔(قصص: 12)

(موسیٰؑ کی) بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جس کے لوگ تمہارے لیے اس بچے کی پرورش کریں، اوراس کے خیر خواہ رہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

اَلْعَبْدُ اِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ۔ (261)

غلام (ملازم) جب اپنے مالک کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی عبادت اچھے طریقے سے کرے تو اس کو (ہر عمل) کے ثواب دوسروں کے مقابلے میں دوہرا ملے گا۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

خَيْرُ الْكَسْبِ كَسْبُ يَدِ الْعَامِلِ اِذَا نَصَحَ۔ (262)

کام کرنے والے کی بہترین کمائی ہاتھ کی کمائی ہے جبکہ وہ خیر خواہی کرے

- مالکان کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ مالکان کے ادارے کو اپنا ادارہ سمجھے اور ان کے کام کو اپنا کام سمجھے

(2) خیر خواہی کی شکلیں:

خیر خواہی کی پہلی شکل: اطاعت کرنا، معاہدہ کی پابندی کرنا

حدیث میں آتا ہے:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص

آ کر بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ! میرے پاس غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے مال میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، چنانچہ میں (از راہ تادیب وتنبیہ) ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں تو ان کی وجہ سے قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے ہاں) میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا (یعنی کیا مجھے ان کو برا بھلا کہنے ڈانٹنے ڈپٹنے اور مارنے پیٹنے کا حساب دینا ہوگا اور ان چیزوں کی وجہ سے میرا مؤاخذہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا) اور ہر شخص کے ایک ایک عمل اور ایک ایک چیز کی پوچھ پاچھ ہوگی) تو ان غلاموں نے تمہارے مال میں جو خیانت کی ہوگی، تمہاری جو نافرمانی کی ہوگی اور تمہارے ساتھ جو جھوٹ بولا ہوگا، ان سب کا حساب ہوگا، اسی طرح تم نے ان کو جو کچھ سزا دی ہوگی اس کا بھی حساب ہوگا، پس اگر تمہاری دی ہوئی سزا (رائج ضابطہ اخلاق وقانون اور عام عادت ومعمول کے مطابق) ان کے جرائم کے بقدر ثابت ہوئی تو تمہارا معاملہ برابر سرابر رہے گا کہ نہ تمہیں کوئی ثواب ملے گا اور نہ تم پر کوئی عذاب ہوگا، کیونکہ اس صورت میں کہا جائے گا کہ تم نے ان کے ساتھ حالات کے مطابق اور مباح معاملہ کیا ہے جس پر تم کسی مؤاخذہ وعذاب کے مستوجب نہیں ہوگے) اور تم نے ان کو سزا دی ہوگی وہ اگر ان کے جرائم سے کم ثابت ہوگی تو وہ تمہارا زائد حق ہوگا (یعنی تمہارا ان کو ان کے جرائم سے کم سزا دینا ان پر تمہارے لیے ایک ایسے حق کو واجب کردے گا اگر تم چاہوگے تو اس کے عوض تمہیں انعام دیا جائے گا ورنہ نہیں) اور تمہاری دی ہوئی سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو پھر ان کے لیے تم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرے گا کہ تم نے چونکہ اپنے غلاموں کو ان کے جرائم سے زیادہ سزا دی تھی جس کا تمہیں کوئی حق نہیں تھا لہٰذا اب تم اپنے ان غلاموں کو اس زیادتی کا بدلہ دو) وہ شخص (آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سن کر) الگ جا بیٹھا اور رونے چلانے لگا پھر رسول کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد کو مؤکد اور ثابت کرنے کے لیے) فرمایا کہ کیا تم (قرآن کریم میں) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے ہو کہ:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔ (انبیاء:47)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اور قیامت کے دن ہم عدل وانصاف کا میزان قائم کریں گے (جس کے ذریعہ سب کے اعمال کا ٹھیک وزن کیا جائے گا) پس کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا (یعنی جس کا بھی حق ہوگا وہ اس کو یقینا دلوایا جائے گا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو (اس سے صرف نظر نہیں کیا جائے گا بلکہ) ہم اس کو (بھی وہاں) حاضر کریں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں (یعنی ہمارے وزن اور حساب کے بعد حساب کتاب کی اور کسی مرافعہ کی ضرورت

نہیں ہوگی کیونکہ ہم سے بڑھ کر عدل وانصاف کرنے والا اور کوئی نہیں ہے اور اس وقت ہمارا فیصلہ بالکل آخری فیصلہ ہوگا جس پر کسی کو شک وشبہ کرنے کی ہم گنجائش ہی نہیں چھوڑیں گے)''اس شخص نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! میں اپنے اوران غلاموں کے حق میں ان کی جدائی سے بہتر اور کوئی بات نہیں جانتا (یعنی اس صورت میں میرا خیال ہے کہ قیامت کے دن کے محاسبہ ومؤاخذہ سے بچنے اور وہاں کی جواب دہی سے محفوظ رہنے کی خاطر میرے اور میرے ان غلاموں، دونوں کے حق میں سب سے بہتر بات یہی ہے کہ وہ مجھ سے الگ ہوجائیں بایں طور کہ میں ان کو آزادی دے دوں) لہٰذا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب غلام آزاد ہیں۔''**(263)**

سوال: ملازم کے لیے کن کن کی، کس کس چیز میں اطاعت ضروری ہے؟

جواب: ملازم کے لیے مالکان اور مالکان نے ملازم کو جس کے ماتحت بنایا ہے ان کی اطاعت لازم ہے۔**(264)**

- ہر وہ کام یا بات جس کے کرنے نہ کرنے کی معاہدہ میں صراحت کردی گئی تھی ان کی پابندی کرنا ملازم پر لازم ہے بشرطیکہ وہ کام شریعت کے خلاف نہ ہو۔

اور جن کاموں کے متعلق معاہدہ میں کوئی صراحت نہ ہوئی ہو ان کے بارے میں عرف پر عمل کیا جائے گا، جیسے وہ کام جو عرف میں کسی کام کے تابع شمار ہوتے ہوں ان کا کرنا بھی ملازم پر لازم ہوگا۔**(265)**

- ایسے ہی وہ حکومتی قوانین جو ادارہ کی طرف ملازمین پر لازم کیے گئے ہوں ان کی پابندی بھی ملازمین پر لازم ہے بشرطیکہ وہ شرعی اعتبار سے جائز ہوں اور ملازمین کی مصلحت کے لیے ہوں۔

اسی طرح مالکان کے ساتھ عزت وتکریم کا معاملہ کرنا بدتمیزی، بدزبانی سے پرہیز کرنا۔**(266)**

ایک حدیث میں ہے:

لَيسَ مِنَّا مَن لَم يَرحَم صَغِيرَنَا وَيُوَقِّر كَبِيرَنَا وَيَأمُر بِالمَعرُوفِ وَيَنهَ عَنِ المُنكَرِ. (267/1)

وہ شخص ہماری اتباع کرنے والوں میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم وشفقت نہ کرے ہمارے بڑوں (خواہ جوان ہوں یا بوڑھے) کا احترام ملحوظ نہ رکھے، نیکی وبھلائی کا حکم نہ دے اور بدی وبرائی سے منع نہ کرے۔

خیرخواہی کی دوسری شکل: ادارے کے اثاثہ جات، معلومات اور رازوں کی حفاظت کرنا

- حدیث میں آتا ہے:

إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالحَدِيثِ ثُمَّ التَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ۔(267/2)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

جب کوئی شخص کوئی بات کرے پھر ادھر اُدھر مڑ مڑ کر دیکھے تو وہ امانت ہے (اسے افشاء نہیں کرنا چاہیے)

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

اَلْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ۔ (267/3) (مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہیں)

یعنی ایک مجلس کی بات دوسری جگہ جا کر بیان نہیں کرنی چاہیے۔

شارحین اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اپنے ہم نشیں کی بات کا افشاء نہیں کیا جائے، اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اہل امانت کی صحبت اختیار کی جائے اور اہل خیانت سے احتراز کیا جائے۔

علامہ عسکری سے منقول ہے کہ آدمی لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے، پھر وہ لوگ بات میں مشغول ہو جاتے ہیں، بسا اوقات اس میں وہ بات ہوتی ہے جس کے افشاء کو وہ حضرات ناپسند کرتے ہیں، تو وہ لوگ اسے اپنے راز کے سلسلہ میں اس پر اطمینان رکھتے ہیں، تو یہ بات اس کے نزدیک امانت کی طرح سے ہے۔

رجب بن احمد فرماتے ہیں کہ مجالس میں جو اقوال و افعال ہوتے ہیں وہ سب کے سب اہل مجلس کے لیے امانت ہوتے ہوتے ہیں جس میں خیانت کرنا، اس کی چیزوں کو ظاہر کرنا اور لوگوں کے درمیان اس کا اعلان کرنا جائز نہیں ہوگا۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ راز کا افشاء کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اس میں تکلیف پہنچانا اور احباب اور دوستوں کے حق کے ساتھ غفلت برتنا ہے۔ اور اگر راز کے افشاء میں ضرر پہنچانا ہو تو حرام ہے اور اگر اس میں ضرر پہنچانا نہ ہو تو قابل ملامت حرکت ہے۔

حضرت ابن مفلح فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی بات غور سے سننا جائز نہیں ہے جو آپس میں مشورہ کر رہے ہوں اور جو شخص بات کرتے ہوئے ادھر ادھر مڑ کر دیکھے (کسی دوسرے کے سننے کے خوف کی وجہ سے) تو اس راز کی حفاظت کرنا ضروری ہے، اس کی اشاعت سے بچنا واجب ہے اس لیے کہ وہ امانت کے طور پر رکھی ہوئی چیز کی طرح ہے۔ **(267/4)**

● کمپنی کی تمام اشیاء مثلاً مشینری، اسٹیشنری کا سامان کمپیوٹر، لیپ ٹاپ اور پنکھے اور لائٹس اور کمپنی کے لیے خریداری کے وقت کمپنی کو ملنے والے تحائف وغیرہ ملازم کے پاس امانت ہوتے ہیں، خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کو اپنی چیز سمجھ کر استعمال کیا جائے، ان کے استعمال میں کسی قسم کی بے احتیاطی اور غفلت نہ برتی جائے۔

● ملازم کے پاس ادارے کے کاروبار سے متعلق خفیہ معلومات جسے دوسروں سے مخفی رکھنے کا کہا گیا امانت ہے۔ ایسے ہی اگر ادارے کی انتظامیہ چند لوگوں کو علیحدہ بٹھا کر کوئی انتظامی یا کاروباری نوعیت کا مشورہ کرے تو اس کی تمام راز کی باتیں ہر ایک کے لیے امانت ہیں۔ خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان باتوں کو دوسروں کے سامنے نقل نہ کیا جائے۔

خیرخواہی کی تیسری شکل: اچھی تجاویز/مشورے دینا

- ایک حدیث میں ہے:

الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ (268)

جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہے

- ایک اور حدیث میں ہے:

الدِّيْنُ النَّصِيْحة (269)

دین خیرخواہی کا نام ہے

- خیرخواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر ادارہ ملازم سے کسی معاملے میں مشورہ طلب کرے، تو ملازم اپنے ذاتی مفاد پس پشت ڈال کر اپنے علم کے مطابق جس میں ادارے کی فلاح وبہبود نظر آئے اس بات کا پوری دیانت داری کے ساتھ مشورہ دے۔ **(270/1)**
- خیرخوا کا تقاضہ یہ ہے کہ ادارہ چھوڑ کر جانے والے ملازم کی کارکردگی چھوڑنے کی وجوہات وغیرہ کے بارے میں اگر رائے لی جائے۔ (جیسا کہ HR والوں سے لی جاتی ہے) تو دیانت داری کے ساتھ جو صحیح بات ہو وہ بتائی جائے، ملازمت کا سرٹیفیکٹ جاری کرتے ہوئے بھی جانبداری جھوٹ سے بچتے ہوئے صحیح، سچی بات لکھیں۔

خیرخواہی کی چوتھی شکل: دیئے گئے اختیارات صحیح استعمال کرنا

❑ تمام عہدے امانت ہیں

- قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا۔ (نساء:58)

(مسلمانو) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ۔

- ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے درخواست کی اے اللہ کے رسول! آپ مجھے کسی جگہ کا حاکم مقرر فرمالیں گے؟ آپ ﷺ نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا:

يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا۔ (270/2)

ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ (منصب) ایک امانت ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن شرمندگی اور رسوائی کا باعث ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے امانت کا حق کے مطابق قبول کیا اور اس میں جو ذمہ داری اس پر عائد ہوئی تھی اس (اچھی طرح) ادا کیا۔

❑ عہدے اہلیت والوں ہی کو دینے چاہیے

امام بخاریؒ نے اپنی ''صحیح بخاری'' میں ایک باب قائم کیا ہے ''بَابُ اسۡتِئۡجَارُ الرَّجُلِ الصَّالِحِ'' (کسی نیک آدمی کو اجارہ پر لینا) اس کے تحت امام بخاریؒ نے درج ذیل آیت اور دو روایتیں نقل فرمائی۔

- قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَأۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡأَمِينُ۔ (قصص:26)

آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لیے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی۔

- حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الۡخَازِنُ الۡأَمِينُ الَّذِی يُؤَدِّی مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفۡسُهُ أَحَدُ الۡمُتَصَدِّقِينَ۔ (270/3)

امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے ، اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ (صدقہ ادا کردے) وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے۔

- حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے:

أَقۡبَلۡتُ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَمَعِی رَجُلاَنِ مِنَ الۡأَشۡعَرِيِّينَ فَقُلۡتُ: مَا عَمِلۡتُ أَنَّهُمَا يَطۡلُبَانِ الۡعَمَلَ فَقَالَ: لَنۡ أَوۡ لاَ نَسۡتَعۡمِلُ عَلَی عَمَلِنَا مَنۡ أَرَادَهُ۔ (270/4)

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ میرے ساتھ (میرے قبیلہ) اشعر کے دو مرد اور بھی تھے۔ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ دونوں صاحبان حاکم بننے کے طلب گار ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حاکم بننے کا خود خواہشمند ہو، اسے ہم ہرگز حاکم نہیں بنائیں گے۔

- اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت کو بادشاہ مقرر کرتے ہوئے اُن کی دو صفات کا تذکرہ فرمایا:

إِنَّ اللهَ اصۡطَفَاهُ عَلَيۡكُمۡ وَزَادَهُ بَسۡطَةً فِی الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ۔ (بقرۃ:247)

اللہ نے ان کو تم پر فضیلت دے کر چنا ہے اور انہیں علم اور جسم میں (تم سے) زیادہ وسعت عطا کی ہے۔

- حضرت یوسفؑ نے عہدۂ وزارت سنبھالتے ہوئے دو صفات کا اظہار کیا:

اجۡعَلۡنِی عَلَی خَزَائِنِ الۡأَرۡضِ إِنِّی حَفِيظٌ عَلِيمٌ۔ (یوسف:55)

آپ مجھے ملک کے خزانوں (کے انتظام) پر مقرر کر دیجیے۔ یقین رکھیے کہ مجھے حفاظت کرنا خوب آتا ہے (اور) میں (اس کام کا) پورا علم رکھتا ہوں۔

- جب حضرت بلالؓ کا بطور مؤذن تقرر ہوا تو اس کی وجہ اُن میں مطلوبہ اہلیت کا ہونا بیان فرمایا:

فَقُمۡ مَعَ بِلَالٍ فَأَلۡقِ عَلَيۡهِ مَا رَأَيۡتَ فَلۡيُؤَذِّنۡ بِهِ فَإِنَّهُ أَنۡدَی صَوۡتًا مِنۡكَ۔ (270/5)

تم بلال کے ساتھ اُٹھ کر جاؤ اور جو کلمات تم نے خواب میں دیکھے ہیں وہ اُنہیں بتاتے جاؤ تاکہ اس مطابق وہ اذان دیں۔ کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند ہے۔

❑ نااہل کو عہدہ دینا خیانت ہے، اس شعبہ کی بربادی ہے

- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من استعمل رجلا من عِصَابَة وَفِيهِم من هُوَ أرضى لله مِنهُ فقد خَان الله وَرَسُوله وَالمُؤمنِينَ۔ (270/6)

جس نے کچھ لوگوں میں سے کسی ایسے شخص کو کوئی عہدہ سپرد کیا جس سے بہتر آدمی ان میں موجود تھا تو اس نے اللہ کی خیانت کی، اور اس کے رسول کی، اور سب مسلمانوں کی۔

- حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا ضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ: كَيفَ إِضَاعَتُهَا يَا رَسُولَ الله قَالَ: إِذَا أُسنِدَ الأَمرُ إِلَى غَيرِ أَهلِهِ فَانتَظِرِ السَّاعَةَ۔ (270/7)

جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ ''پوچھا: یارسول اللہ! امانت کس طرح ضائع کی جائے گی؟ فرمایا'' جب کام نااہل لوگوں کے سپرد کردیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

(1) تقرری/ برطرفی کے اختیارات:

ملازم کو ادارے کی طرف سے جو اختیارات دیے جائیں وہ امانت ہیں، ملازم کو چاہیے کہ ان اختیارات کو ادارہ کی خیرخواہی میں استعمال کرے، بدخواہی میں نہ کرے۔

جیسے: جن افراد کو ملازمین کی تقرری اور برطرفی شارٹ لسٹنگ وغیرہ کا اختیار دیا گیا ہو، ان کا متعلقہ شعبہ سے متعلق اہلیت، امانت، دیانت اور ادارے کی پالیسیوں کا نظرانداز کر کے محض ذاتی مفاد تعلق، رشتہ داری یا ذاتی عداوت کی بناء پر کسی کو بھرتی کرنا یا کسی کو برطرف کرنا بدخواہی ہے۔ (271)

تنازعات حل کرنے کے اختیارات:

ادارہ کی طرف سے جن افراد کو ملازمین کے باہمی تنازعات حل کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، فیصلہ کرنا بھی بہت بڑی ذمہ داری اور امانت ہے، جس میں خیرخواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی ایک فریق کی طرف داری کیے بغیر عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ اس میں قرابت، خاندان، علاقہ اور مذہب ومسلک وغیرہ کو دخل دینا درست نہیں۔

اسی طرح صلح کروانے کی غرض سے کسی سے جرمانہ وصول کرنا یا دلی رغبت کے بغیر مٹھائی وصول کرنا درست نہیں۔

وعید:

قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُم أَن تُؤَدُّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهلِهَا وَإِذَا حَكَمتُم بَينَ النَّاسِ أَن تَحكُمُوا بِالعَدلِ۔ (سورۃ النساء:58)

بیشک اللہ تمہیے حکم دیتا ہے کہ امانات ان کے اہل کو ادا کرو اور لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن کریم نے لفظ امانت بصیغہ جمع استعمال فرمایا جس میں اشارہ ہے کہ امانت صرف یہی نہیں کہ کس کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو جس کو عام طور پر امانت کہا اور سمجھا جاتا ہے، بلکہ امانت کی کچھ اور قسمیں بھی ہیں، جو واقعہ آیت کے نزول کا ابھی ذکر کیا گیا خود اس میں بھی کوئی مالی امانت نہیں، بیت اللہ کی کنجی کوئی خاص مال نہ تھا بلکہ کنجی خدمت بیت اللہ کے ایک عہدہ کی نشانی تھی، حکومت کے مناصب اللہ کی امانتیں ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ حکومت کے عہدے اور منصب جتنے ہیں وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں، جس کے امین وہ حکام اور آفسرز ہیں جن کے ہاتھوں میں عزل ونصب کے اختیارات ہیں، ان کے لیے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کردیں جو اپنی عملی یا علمی قابلیت کے اختیار سے اس کا اہل نہیں ہے، بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کے لیے اپنے دائرہ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں۔ کسی منصب پر غیر اہل کو بٹھانے والے ملعون ہیں۔ پوری اہلیت والا سب شرائط کا جامع کوئی نہ ملے تو موجودہ لوگوں میں قابلیت اور امانت داری کے اعتبار سے جو سب سے زیادہ فائق ہو اس کو ترجیح دی جائے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ وُلِّيَ مِنْ أمرِ المُسلِمِينَ شَيْئًا فأمَّرَ عَلَيهِمْ أحداً محابَاة فَعَلَيهِ لَعْنَة الله، لايَقْبَل اللهُ مِنهُ صَرفًا ولا عدلاً حَتّى يَدْخُلَهُ النَّار۔ (272)

جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی وتعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کیے ہوئے دیدیا اس پر اللہ کی لعنت ہے نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

مَنْ تَوَلّى مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلاً وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ فِيْهِمْ مَنْ هُوَ أَوْلىٰ بِذَالِكَ وَاَعْلَمَ مِنْهُ بِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ فَقَدْ خَانَ

اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَجَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔(273)

وَفِی روایۃ: مَنِ اسْتَعْمَلَ رَجُلاً مِنْ عِصَابَۃٍ وَفِیْ تِلْکَ الْعِصَابَۃِ مَنْ هُوَ أَرْضیٰ مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللّٰہَ وَخَانَ رَسُوْلَہٗ وَخَانَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔(274)

جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لیے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ سے خیانت اور رسول سے اور سب مسلمانوں سے۔

آج جہاں نظام حکومت کی ابتری نظر آتی ہے وہ سب اس قرآنی تعلیم کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشتوں سے عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلیٰ غَیْرِ أَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ۔(275)

جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کر دی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو (اب فساد کا کوئی علاج نہیں) قیامت کا انتظار کرو

یہ ہدایت صحیح بخاری کتاب علم میں ہے۔

(2) خرید و فروخت، کرایہ پر چیز لینے، دینے کے اختیارات:

- ادارہ/ مالکان کیساتھ خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر چیز خرید و فروخت میں شرعی اصول وضوابط کو مدنظر رکھے اور حقوق اللہ، حقوق العباد اور حکومتی قوانین کا خیال رکھے(276) غیر شرعی عقود سے خود بھی بچے اور ادارہ/ مالکان کو بھی بچائے اس کے نقصانات سے منتظمین کو آگاہ کرے۔
- اثاثہ جات کو خریدتے وقت کچھ رقم خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان کمیشن کے طور پر رکھ لینا، اس صورت میں بل قیمت خرید سے بڑھ کر بنوانا اور کمیشن فروخت کنندہ سے کیش کی شکل میں وصول کرنا، یہ صورت بدعنوانی کی عام سی صورت ہے کیونکہ اثاثہ جات لاکھوں روپے کے خرید لیے جاتے ہیں اور پھر ان پر کمیشن کی اچھی خاصی رقم الگ سے وصول کر لی جاتی ہے۔
- اگر ادارہ کے لیے مال خرید رہے ہیں تو مطلوبہ معیار کے مطابق چیزیں خریدیں ذاتی تعلق یا ذاتی مفاد کے خاطر مارکیٹ ریٹ سے مہنگی یا مطلوبہ معیار (جس کا اسے پابند کیا گیا ہے) سے ہلکی چیزیں خریدنا خیر خواہی کے خلاف ہے۔ جیسے: اثاثہ جات اچھی کوالٹی کے نہ خریدنا جبکہ قیمت معیاری اشیاء کی وصول کرنا، اضافی اور زائد پیسے اپنے پاس رکھنا، اس صورت میں قیمت پوری وصول کی جاتی ہے اور چیزیں سیکنڈ کوالٹی کی خرید کر دفتر میں رکھوا دی جاتی ہیں۔

مالکان کی خیرخواہی کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ مال کی خریداری میں ادارہ کے مفاد کو سامنے رکھا جائے اور فروخت کنندہ کی طرف سے کسی قسم کی لالچ ،تحفہ وانعام کو خاطر میں نہ لایا جائے۔ اسی طرح ایک ہی فروخت کنندہ سے دوتین کوٹیشن نہ بنوائی جائیں۔

- مال خرید کر ٹیکنگ کر دی مگر کچھ عرصہ بعد اسے ناکارہ تصور کر دیا جائے ایسی صورت میں اچھا مال جس کی ٹیکنگ بھی ہوگئی مگر بعد میں اس مال کو ناقابل استعمال قرار دیا جاتا ہے پھر مال کو اِدھر اُدھر اونے پونے داموں بیچ دیا جاتا ہے۔
- اگر مال فروخت کر رہے ہیں تو مال کی تیاری میں ادارے کے معیار کا خیال رکھیں۔

گاہک کے ساتھ کوئی ایسا رویہ جو ادارہ کے لیے نقصان دہ ہو اس سے پرہیز کریں۔

(3) مال/ رقم کی وصولی وادائیگی کے اختیارات:

- مال کی ترسیل/ پہنچانے میں وقت کا خاص خیال رکھیں۔ دوران ترسیل ادارہ کے مال (نقدی، اشیاء) کی حفاظت اپنے مال کی طرح کریں۔
- مال ٹیکنگ سے پہلے ہی غائب کرادینا، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مال اسٹور تک آگیا ہو اور بلوں کی ادائیگی بھی کر دی ہو مگر مال کسی دوسری جگہ شفٹ کر دیا جائے۔ وہ مال اگرچہ خود اِدھر اُدھر کیا مگر اسے چوری کے زمرے میں ڈال دیا جائے ایسی صورت میں مال خورد برد ہو جاتا ہے اور کسی کو سمجھ بھی نہیں آتا کہ مال کدھر گیا؟
- الغرض خرید وفروخت میں مال کی تیاری وترسیل میں گاہک، ملازمین اور انٹرویو کے لیے آنے والے افراد کے ساتھ رویہ میں کوئی ایسا کام جس سے ادارے کی ساکھ اور نام کو نقصان پہنچے اس سے اجتناب کریں۔ یہ ادارہ کی خیرخواہی کے خلاف ہے۔(277)

(4) مالیات/ حسابات کے اختیارات:

خیرخواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ شعبہ مالیات کے ذمہ داران سپلائزر کی رقم، ملازمین کی تنخواہیں اور مراعات بروقت ادا کریں، بلاوجہ یا کسی ذاتی عناد کی وجہ سے اس میں تاخیر یا ٹال مٹول نہ کریں، یہ ادارہ کی خیرخواہی کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں سپلائزر کی طرف سے سپلائی بند ہو جائے گی اور ملازمین ہڑتال کریں گے یا کام میں سستی دکھائیں گے جس کی وجہ سے ادارہ کا نقصان ہوگا۔

- حدیث میں آتا ہے:

الخَازِنُ الأَمِينُ الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ أَحَدُ المُتَصَدِّقِينَ۔(278)

امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے ، اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ (صدقہ

ادا کردے) وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے۔

خیرخواہی کی پانچویں شکل: ناجائز مطالبات منوانے کے لیے دباؤ/ بلیک میل نہ کرنا

● خیرخواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ ملازمین ادارے کے ماحول کو خوشگوار رکھیں، کوئی ایسا عمل نہ کریں جس سے ادارہ میں بدنظمی، انتشار ہو اور ادارہ کی املاک یا کام کے تسلسل کو نقصان پہنچے، یا ملازمین مالکان کے خلاف ہو جائیں۔ جیسے ناجائز مطالبات منوانے کے لیے یونین بنانا دوسرے ملازمین کو زبردستی اس میں شریک کرنا۔ پھر دھمکی، جبر، دباؤ سے اپنے ناجائز مطالبات منوانا، توڑ پھوڑ کر کے ادارہ کی املاک کو نقصان پہنچانا، ہڑتالیں کرنا، سیاست بازی کرنا۔

● حدیث میں آتا ہے:

لاَ حِلفَ فِی الإِسلاَمِ فَقَالَ: قَد حَالَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ بَینَ قُرَیشٍ وَالأَنصَارِ فِی دَارِی۔(279)

اسلام میں جاہلیت والے (غلط قسم کے) عہد و پیمان نہیں ہیں۔ توانہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے تو خود انصار اور قریش کے درمیان میرے گھر میں عہد و پیمان کرایا تھا۔

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

أَوفُوا بِحِلفِ الجَاهِلِیَّةِ فَإِنَّهُ لاَ یَزِیدُهُ یَعنِی الإِسلاَمَ إِلاَّ شِدَّةً وَلاَ تُحدِثُوا حِلفًا فِی الإِسلاَمِ۔(280)

جاہلیت کے عہد پورے کرو، کیونکہ اسلام اسے مضبوط کرتا ہے لیکن اسلام میں کوئی اور نیا عہد نہ کرو۔

اَوْفُوْا بِحَلْفِ: یعنی زمانہ جاہلیت کے معاہدے جو باہمی مدد کے سلسلہ میں ہوں ان کو پورا کرو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ۔ اس سے مراد وہ قسمیں ہیں جو دین کے مخالف نہ ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى البِرِّ وَالتَّقوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثمِ وَالعُدوَانِ۔ (مائدۃ:2)

نیکی اور تقوی پر معاونت کرو اور گناہ اور دشمنی میں مت تعاون کرو۔

حاصل یہ ہے: کہ ایام جاہلیت میں جو حلف فتنے بازی اور قتال پر لیے گئے ان سے تو منع فرما دیا گیا۔ اور ان کو رد کرتے ہوئے فرمایا: لَاحِلْفَ فِی الْاِسْلَام.... اور جو معاہدات مظلوم کی نصرت و مدد اور صلہ رحمی وغیرہ کے سلسلہ میں ہوں۔ اسلام ان کو مزید تقویت مہیا کرتا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد نبوت میں فرمایا: أَیُّمَا حِلْفٍ کَانَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ لَمْ یَزِدْهُ الِاسْلَامُ اِلَّا شِدَّةً۔ "اسلام میں حلف یعنی قسما قسمی کو رواج نہ دو"۔(281/1)

حدیث میں آتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَیکُم عُقُوقَ الأُمَّهَاتِ وَمَنعًا وَهَاتِ وَوَأدَ البَنَاتِ وَکَرِهَ

لَكُم: قِيلَ وَقَالَ وَكَثرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ المَالِ۔ (281/2)

اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی حرام قرار دی ہے اور (جو) حقوق (ذمہ میں لازم ہو اس کو) نہ دینا اور (جو حق نہیں بنتا اس کے) ناحق مطالبات کرنا بھی (اللہ تعالیٰ نے) حرام قرار دیا ہے، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (بھی حرام قرار دیا ہے) اور "قیل و قال" (فضول باتیں) کثرت سوال اور مال کی بربادی کو بھی ناپسند کیا ہے۔

(3) خیر خواہی بد خواہی کا حکم

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:491 تا 501)

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مالکان کا تیسرا حق: مالکان سے جھوٹ نہ بولنا

(1) مالکان سے جھوٹ بولنے کی ممانعت (2) جھوٹ بولنے کی شکلیں

(3) جھوٹ بولنے کے احکام

(1) مالکان سے جھوٹ بولنے کی ممانعت

سوال: ملازمین کا اپنے مالکان سے جھوٹ بولنے کے بارے میں احادیث میں کیا ممانعت آئی ہے؟

جواب: ایک حدیث میں آتا ہے:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آکر بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ! میرے پاس غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے مال میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، چنانچہ میں (ازراہ تادیب وتنبیہ) ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں تو ان کی وجہ سے قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے ہاں) میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا (یعنی کیا مجھے ان کو برا بھلا کہنے ڈانٹنے ڈپٹنے اور مارنے پیٹنے کا حساب دینا ہوگا اور ان چیزوں کی وجہ سے مجھ سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا) اور ہر شخص کے ایک ایک عمل اور ایک ایک چیز کی پوچھ گچھ ہوگی) تو ان غلاموں نے تمہارے مال میں جو خیانت کی ہوگی، تمہاری جو نافرمانی کی ہوگی اور تمہارے ساتھ جو جھوٹ بولا ہوگا، ان سب کا حساب ہوگا، اسی طرح تم نے ان کو جو کچھ سزا دی ہوگی اس کا بھی حساب ہوگا، پس اگر تمہاری دی ہوئی سزا (رائج ضابطہ اخلاق وقانون اور عام عادت معمول کے مطابق) ان کے جرائم کے بقدر ثابت ہوئی تو تمہارا معاملہ برابر سرابر رہے گا کہ نہ تمہیں کوئی ثواب ملے گا اور نہ تم پر کوئی عذاب ہوگا، کیونکہ اس صورت میں کہا جائے گا کہ تم نے ان کے ساتھ حالات کے مطابق اور مباح معاملہ کیا ہے جس پر تم کسی مؤاخذہ وعذاب کے مستوجب نہیں ہوگے) اور تم نے ان کو سزا دی ہوگی وہ اگر ان کے جرائم سے کم ثابت ہوگی تو وہ تمہارا زائد حق ہوگا (یعنی تمہارا ان کو ان کے جرائم سے کم سزا دینا ان پر تمہارے لیے ایک ایسے حق کو واجب کردے گا اگر تم چاہوگے تو اس کے عوض تمہیں انعام دیا جائے گا ورنہ نہیں) اور تمہاری دی ہوئی سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو پھر ان کے لیے تم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ

کرے گا کہ تم نے چونکہ اپنے غلاموں کو ان کے جرائم سے زیادہ سزا دی تھی جس کا تمہیں کوئی حق نہیں تھا لہٰذا اب تم اپنے ان غلاموں کو اس زیادتی کا بدلہ دو) وہ شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر) الگ جا بیٹھا اور رونے چلانے لگا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کو مؤکد اور ثابت کرنے کے لیے) فرمایا کہ کیا تم (قرآن کریم میں) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے ہو کہ:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔ (انبیاء:47)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اور قیامت کے دن ہم عدل وانصاف کا میزان قائم کریں گے (جس کے ذریعہ سب کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک وزن کیا جائے گا) پس کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا (یعنی جس کا بھی حق ہوگا وہ اس کو یقیناً دلوایا جائے گا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو (اس سے صرف نظر نہیں کی جائے گا بلکہ) ہم اس کو (بھی وہاں) حاضر کریں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں (یعنی ہمارے وزن اور حساب کے بعد حساب کتاب کی اور کسی مرافعہ کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ ہم سے بڑھ کر عدل وانصاف کرنے والا اور کوئی نہیں ہے اور اس وقت ہمارا فیصلہ بالکل آخری فیصلہ ہوگا جس پر کسی کو شک وشبہ کرنے کی ہم گنجائش ہی نہیں چھوڑیں گے)''۔ اس شخص نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں اپنے اور ان غلاموں کے حق میں ان کی جدائی سے بہتر اور کوئی بات نہیں جانتا (یعنی اس صورت میں میرا خیال ہے کہ قیامت کے دن کے محاسبہ ومؤاخذہ سے بچنے اور وہاں کی جواب دہی سے محفوظ رہنے کی خاطر میرے اور میرے ان غلاموں، دونوں کے حق میں سب سے بہتر بات یہی ہے کہ وہ مجھ سے الگ ہو جائیں بایں طور کہ میں ان کو آزادی دے دوں) لہٰذا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب غلام آزاد ہیں۔'' **(282)**

جھوٹ بولنے اور غلط بیانی کرنے والا ان وعیدوں کا مستحق ہو جاتا ہے جو جھوٹوں کے لیے آئی ہیں:

(1) منافقوں کی خصلت اور عادت اس کے اندر آ جاتی ہیں۔ **(283)**

(2) اس کے منہ کی بو سے فرشتے بھی ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔ **(284)**

(3) حضرت صفوان بن سلیمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا، کیا مؤمن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں ہو سکتا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مؤمن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہو سکتا ہے۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کہ کیا مؤمن بہت جھوٹا ہو سکتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ **(285)**

(2) جھوٹ بولنے کی شکلیں

سوال: ملازمین کا اپنے مالکان سے جھوٹ بولنے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب: جھوٹ بولنے کی مروجہ شکلیں یہ ہیں:

تقرری میں: جعلی کاغذات اور سندات دیکھا کر کسی ادارہ میں ملازمت حاصل کرنا۔ **(286)**

اخراجات میں: کسی کام پر ہونے والے جو اخراجات ادارہ سے وصول کرنے ہیں، اسے بڑھا چڑھا کر زیادہ بتا کر وصول کرنا۔ **(287)** یا سستا مال خرید کر زیادہ کا بل بنوانا اور خفیہ کمیشن رکھنا۔

الاؤنس حاصل کرنے میں: غلط بیانی کر کے مختلف قسم کے الاؤنس حاصل کرنا، مثلاً اپنے آپ کو بیمار ظاہر کر کے یا اجنبی شخص کو قریبی رشتہ دار ظاہر کر کے طبی سہولیات حاصل کرنا۔ یا کسی دوسرے کے مکان کے کاغذات دفتر میں جمع کر کے ماہانہ کرایہ لینا یا دوسرے کی گاڑی کے کاغذات جمع کروا کر سواری الاؤنس لینا۔

وقت/اوورٹائم میں: اوورٹائم لگائے بغیر یا غلط اوورٹائم لکھ کر اس کی تنخواہ وصول کرنا۔ بیماری کی چھٹیاں لینے کے لیے جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ بنانا اور اس سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر بیماری کی چھٹیاں منظور کروانا تاکہ تنخواہ کی کٹوتی نہ ہو۔ **(288)**

تنخواہ بڑھانے میں: غلط بیانی کر کے ادارہ سے تنخواہ بڑھوانا۔ **(289)**

(3) جھوٹ بولنے کا حکم

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:502)

فصل:۔1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

ملازمین کے حقوق

تمہید: ملازمین کے حقوق کی ادائیگی کی اہمیت، فوائد اور ادا نہ کرنے پر وعیدیں، واقعات

ملازمین کا پہلا حق: طاقت سے زیادہ کام نہ لینا

ملازمین کا دوسرا حق: ملازمین کے ساتھ ظلم و زیادتی، توہین، تحقیر، تذلیل کا معاملہ نہ کرنا

ملازمین کا تیسرا حق: بروقت پوری اجرت (جتنا حق بنتا ہو) ادا کرنا

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

تمہید: اہمیت، فوائد اور وعیدیں

(1) سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے جن آٹھ قسم کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اُن میں غلام اور لونڈیاں بھی ہیں، انسان کے ماتحت جو افراد ہوتے ہیں حسن سلوک کے اس حکم میں وہ بھی داخل ہیں۔ مثلاً گھر، دکان اور کارخانوں کے ملازم اور نوکر چاکر وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ (سورۃ النساء:36)

اور ان کے ساتھ (حسن سلوک کرو) جو تمہارے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہیں۔

(2) آپ ﷺ کی زندگی کی آخری وصیت کے الفاظ یہ تھے:

اَلصَّلٰوۃَ وَمَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ **(290)**

نماز اور اپنے ماتحتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھو۔

اس حدیث میں ماتحتوں کے حقوق نماز کے ساتھ جوڑ کر یہ بتادیا کہ جو اہمیت نماز کی ہے وہی اہمیت ماتحتوں کے حقوق کی بھی ہے۔ **(291)**

(3) حدیث میں آتا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حُسنُ المَلَكَةِ يُمنٌ وَ سُوءُ الخُلُقِ شُؤمٌ۔ **(292)**

غلام، باندی (اسی طرح ماتحتوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا برکت کا باعث ہے اور برا برتاؤ کرنا نحوست ہے۔

فائدہ: اپنے ملازمین اور خدمت گاروں سے شفقت اور نرمی والا معاملہ کرنے سے وہ مالکان کے ساتھ مخلص ہوجاتے ہیں اور ان کے اندر مالکان کی اشیاء اور چیزوں کی حفاظت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ **(293)**

- اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب مالک اپنے مملوک کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرتا ہے تو وہ اپنے مالک و آقا کا بہت زیادہ تابعدار اور خیر خواہ بن جاتا ہے اس کے برعکس اگر اپنے مملوک کے ساتھ بدسلوکی و بدخواہی کا معاملہ کیا جاتا ہے تو ان کے دلوں میں مالک کی طرف سے بغض و نفرت کے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں۔ اور آخر کار وہ اپنے مالک کی جان و آبرو اور مال و دولت کی ہلاکت و نقصان کے ارتکاب سے بھی گریز نہیں کرتے۔ **(294)**

(4) ملازمین کے حقوق ادا کرنا، ان کے ساتھ خیرخواہی کرنا اتنا بڑا عمل ہے کہ بڑی بڑی مشکلات اس عمل کی بدولت حل ہوجاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

تم سے پہلے کسی امت کے تین شخص (ایک ساتھ سفر پر) نکلے۔ (چلتے چلتے رات ہوگئی) رات گزارنے کے لیے وہ ایک غار میں داخل ہوگئے۔ اسی دوران پہاڑ سے ایک چٹان گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ (یہ دیکھ کر) انہوں نے کہا کہ اس چٹان سے نجات کی یہی صورت ہے کہ سب کے سب اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں (چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے عمل کے واسطے سے دعائیں کیں) تیسرے نے دعا کی یا اللہ! کچھ مزدوروں کو میں نے مزدوری پر رکھا تھا، سب کو میں نے مزدوری دے دی صرف ایک مزدور اپنی مزدوری لیے بغیر چلا گیا تھا۔ میں نے اس کی مزدوری کی رقم کاروبار میں لگا دی یہاں تک کہ مال میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ ایک دن آیا اور کہا: اللہ کے بندے! مجھے میری مزدوری دے، میں نے کہا یہ اونٹ، گائے، بکریاں اور غلام جو تمہیں نظر آرہے ہیں یہ تمہاری مزدوری ہے یعنی تمہاری مزدوری کاروبار میں لگا کر یہ منافع حاصل ہوئے ہیں۔ اس نے کہا: اللہ کے بندے! مذاق نہ کر، میں نے کہا مذاق نہیں کر رہا، (حقیقت بیان کر رہا ہوں) چنانچہ (میری وضاحت کے بعد) وہ سارا مال لے گیا، کچھ نہ چھوڑا۔ یا اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف آپ کی رضا کی خاطر کیا تھا تو یہ مصیبت جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں دور فرما دیں۔ چنانچہ وہ چٹان بالکل سرک گئی (اور غار کا منہ کھل گیا) اور سب باہر نکل آئے۔ (295)

(5) حدیث میں آتا ہے:

ثَلَاثٌ مَن کُنَّ فِیهِ نَشَرَ اللهُ عَلَیهِ کَنفَهُ وَأَدخَلَهُ جَنَّتَهُ: رِفقٌ بِالضَّعِیفِ وَشَفَقَةٌ عَلَی الوَالِدَینِ وَإِحسَانٌ إِلَی المَملُوکِ۔ (296)

جس میں تین صفات ہوں اللہ تعالیٰ اس کی موت کو آسان کر دیتا ہے اور اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ کمزور کے ساتھ نرمی، والدین کے ساتھ مہربانی اور غلاموں کے ساتھ احسان۔

(6) حدیث میں آتا ہے:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَیِّءُ الْمَلَکَةِ۔ (297)

اپنے مملوک (لونڈی، غلام) کے ساتھ برائی و بدسلوکی کرنے والا جنت میں (ابتدائی مرحلہ میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ) داخل نہیں ہوگا۔

(7) حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ابغُونِی الضُّعَفَاءَ فَإِنَّمَا تُرزَقُونَ أَوْ تُنصَرُونَ بِضُعَفَائِکُم (298)

تم لوگ مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں رزق کا دیا جانا۔ یا یہ فرمایا کہ تمہیں اپنے

دشمن کے مقابلہ پر مدد کا ملنا انہی لوگوں کی برکت سے ہے جو تم میں کمزور ہیں۔

وفی روایة: هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ۔(299)

تمہیں (دشمنان دین کے مقابلہ پر) مدد وسہارا اور رزق کن لوگوں کی برکت سے ملتا ہے انہی کی برکت سے جو ضعیف وہ ناتواں اور غریب و نادار ہیں۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

أَلا أُخبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔(300)

میں تمہیں جنتی آدمی کے متعلق نہ بتادوں۔ وہ دیکھنے میں کمزور ناتواں ہوتا ہے (لیکن اللہ کے یہاں اس کا مرتبہ یہ ہے کہ) اگر کسی بات پر اللہ کی قسم کھالے تو اللہ اسے ضرور پوری کر دیتا ہے اور کیا میں تمہیں دوزخ والوں کے متعلق نہ بتادوں ہر بدخو، بھاری جسم والا اور تکبر کرنے والا۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

تحاجَّتِ الجنةُ والنار فقالت النارُ: أُوثِرتُ بالمتكبِّرين والمتجبِّرين وقالت الجنةُ: فمالي لا يدخلني إلا ضعفاءُ الناس وسقَطُهم زاد في رواية: وغِرّتُهم فقال الله عز وجل للجنة: أنت رحمتي أرحمُ بكِ مَن أشاء من عبادي وقال للنار: إنما أنت عذابي أُعذِّبُ بكِ من أشاء من عبادي ولكل واحدة منهما ملؤها فأما النار: فلا تمتلئ حتى يضع رِجلَه فتقول: قَط قَط قَط فهُنالِك تمتلئ ويزوي بعضها إلى بعض ولا يظلِمُ الله مِن خَلقِهِ أحداً وأما الجنة فإن الله ينشئ لها خلقاً۔(301)

جنت اور دوزخ نے بحث کی، دوزخ نے کہا میں متکبروں اور ظالموں کے لیے خاص کی گئی ہوں۔ جنت نے کہا مجھے کیا ہوا کہ میرے اندر صرف کمزور اور کم رتبہ والے لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت سے کہا کہ تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعہ میں اپنے بندوں میں جس پر چاہوں رحم کروں اور دوزخ سے کہا کہ تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ میں اپنے بندوں یں سے جسے چاہوں عذاب دوں۔ جنت اور دوزخ دونوں بھریں گی۔ دوزخ تو اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک اللہ رب العزت اپنا قدم اس نہیں رکھ دے گا۔ اس وقت وہ بولے گی کہ بس بس بس! اور اس وقت بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے پر چڑھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور جنت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا۔

❑ تین حیرت انگیز واقعات اور ان تینوں سے ملنے والا ایک سبق

- **پہلا واقعہ:**

بس پہاڑی علاقے سے گزر رہی تھی، اچانک بجلی چمکی، بس کے قریب آئی اور واپس چلی گئی، بس آگے بڑھتی رہی، آدھ گھنٹے بعد بجلی دوبارہ آئی، بس کے پچھلے حصے کی طرف لپکی لیکن واپس چلی گئی، بس آگے بڑھتی رہی، بجلی ایک بار پھر آئی، وہ اس بار دائیں سائیڈ پر حملہ آور ہوئی لیکن تیسری بار بھی واپس لوٹ گئی، ڈرائیور سمجھدار تھا، اس نے گاڑی روکی اور اونچی آواز میں بولا ''بھائیو! بس میں کوئی گناہگار سوار ہے، یہ بجلی اسے تلاش کر رہی ہے، ہم نے اگر اسے نہ اتارا تو ہم سب مارے جائیں گے'' بس میں سراسیمگی پھیل گئی اور تمام مسافر ایک دوسرے کو شک کی نظروں سے دیکھنے لگے، ڈرائیور نے مشورہ دیا، سامنے پہاڑ کے نیچے درخت ہے، ہم تمام ایک ایک کر کے اترتے ہیں اور درخت کے نیچے کھڑے ہوجاتے ہیں، ہم میں سے جو گناہ گار ہوگا بجلی اس پر گر جائے گی اور باقی لوگ بچ جائیں گے، یہ تجویز قابل عمل تھی، تمام مسافروں نے اتفاق کیا، ڈرائیور سب سے پہلے اترا اور دوڑ کر درخت کے نیچے کھڑا ہوگیا۔ بجلی آسمان پر چمکتی رہی لیکن وہ ڈرائیور کی طرف نہیں آئی، وہ بس میں واپس چلا گیا، دوسرا مسافر اترا اور درخت کے نیچے کھڑا ہوگیا، بجلی نے اس کی طرف بھی توجہ نہیں دی، تیسرا مسافر بھی صاف بچ گیا یوں مسافر آتے رہے، درخت کے نیچے کھڑے ہوتے رہے اور واپس جاتے رہے یہاں تک کہ صرف ایک مسافر بچ گیا، یہ گندہ مجہول سا مسافر تھا، کنڈیکٹر نے اسے ترس کھا کر بس میں سوار کرلیا تھا، مسافروں نے اسے برا بھلا کہنا شروع کردیا۔ لوگوں کا کہنا تھا ''ہم تمہاری وجہ سے موت کے منہ پر بیٹھے ہیں، تم فوراً بس سے اتر جاؤ'' وہ اس سے ان گناہوں کی تفصیل بھی پوچھ رہے تھے جن کی وجہ سے ایک اذیت ناک موت اس کی منتظر تھی، وہ مسافر اترنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن لوگ اسے ہر قیمت پر بس سے اتارنا چاہتے تھے، مسافروں نے پہلے اسے برا بھلا کہہ کر اترنے کا حکم دیا، پھر اسے پیار سے سمجھایا اور آخر میں اسے گھسیٹ کر اتارنے لگے۔ وہ کبھی کسی سیٹ کی پشت پکڑ لیتا تھا، کبھی کسی راڈ کے ساتھ لپٹ جاتا تھا اور کبھی دروازے کو جپھا مار لیتا تھا لیکن لوگ باز نہ آئے، انہوں نے اسے زبردستی گھسیٹ کر اتار دیا، ڈرائیور نے بس چلا دی، بس جوں ہی ''گناہ گار'' سے چند میٹر آگے گئی، دھاڑ کی آواز آئی، بجلی بس پر گری اور تمام مسافر چند لمحوں میں جل کر بھسم ہوگئے، وہ گناہگار مسافر دو گھنٹوں سے مسافروں کی جان بچا رہا تھا۔

- **دوسرا واقعہ:**

مجھے کسی صاحب نے ایک دلچسپ واقعہ سنایا، وہ ترکی کے راستے یونان جانا چاہتے تھے، ایجنٹ انہیں ترکی لے گیا، یہ ازمیر شہر میں دوسرے لوگوں کے ساتھ برفباری کا انتظار کرنے لگے، سردیاں یورپ میں داخلے کا بہترین وقت ہوتا تھا، برف کی وجہ سے سیکیورٹی اہلکار مورچوں میں دبک جاتے تھے، بارڈر پر گشت رک جاتا تھا، ایجنٹ لوگوں کو کشتیوں میں

سوار کرتے تھے اور انہیں یونان کے کسی ساحل پر اتار دیتے تھے، یہ ایجنٹوں کی عام پریکٹس تھی۔ ان صاحب نے بتایا ''ہم ترکی میں ایجنٹ کے ڈیرے پر پڑے تھے، ہمارے ساتھ گجرانوالہ کا ایک گندہ سا لڑکا تھا، وہ نہاتا بھی نہیں تھا اور دانت بھی صاف نہیں کرتا تھا، اس سے خوفناک بو آتی تھی، تمام لوگ اس سے پرہیز کرتے تھے، ہم لوگ دسمبر میں کشتی میں سوار ہوئے، ہم میں سے کوئی شخص اس لڑکے کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتا تھا، ہم نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ رونا شروع ہو گیا، ایجنٹ کے پاس وقت کم تھا چنانچہ اس نے اسے ٹھڈا مار کر کشتی میں پھینک دیا، کشتی جب یونان کی حدود میں داخل ہوئی تو کوسٹ گارڈ ایکٹو تھے۔ یونان کو شاید ہماری کشتی کی مخبری ہو گئی تھی، ایجنٹ نے مختلف راستوں سے یونان میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر ہر راستے پر کوسٹ گارڈ تھے، اس دوران اس لڑکے کی طبیعت خراب ہو گئی، وہ الٹیاں کرنے لگا، ہم نے ایجنٹ سے احتجاج شروع کر دیا، ایجنٹ ٹینشن میں تھا، اسے غصہ آ گیا، اس نے دو لڑکوں کی مدد لی اور اسے اٹھا کر یخ پانی میں پھینک دیا، وہ بے چارہ ڈبکیاں کھانے لگا، ہم آگے نکل گئے، ہم ابھی آدھ کلو میٹر آگے گئے تھے کہ ہم پر فائرنگ شروع ہو گئی، ایجنٹ نے کشتی موڑنے کی کوشش کی۔ کشتی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور وہ پانی میں الٹ گئی، ہم سب پانی میں ڈبکیاں کھانے لگے، میں نے خود کو سردی، پانی اور خوف کے حوالے کر دیا، میری آنکھ کھلی تو میں اسپتال میں تھا، مجھے عملے نے بتایا کشتی میں سوار تمام لوگ مر چکے ہیں، صرف دو لوگ بچے ہیں، میں نے دوسرے شخص کے بارے میں پوچھا، ڈاکٹر نے میرے بیڈ کا پردہ ہٹا دیا، دوسرے بیڈ پر وہی لڑکا لیٹا تھا جسے ہم نے اپنے ہاتھوں سے سمندر میں پھینکا تھا، سمندر کی لہریں اسے دھکیل کر ساحل تک لے آئی تھیں مجھے کوسٹ گارڈز نے بچا لیا تھا جب کہ باقی لوگ گولیوں کا نشانہ بن گئے یا پھر سردی سے ٹھٹھر کر مر چکے تھے، مجھے اس وقت یاد آیا میں نے اس لڑکے کو لائف جیکٹ پہنائی تھی، ایجنٹ جب اسے پانی میں پھینکنے کے لیے آ رہا تھا تو میں نے فوراً باکس سے جیکٹ نکال کر اسے پہنا دی تھی، یہ وہ نیکی تھی جس نے مجھے بچا لیا، مجھے جوں ہی یہ نیکی یاد آئی۔ مجھے چھ ماہ کا وہ سارا زمانہ یاد آ گیا، جو ہم نے اس لڑکے کے ساتھ گزارا تھا، ہم نہ صرف ترکی میں اس کی وجہ سے بچتے رہے تھے بلکہ وہ جب تک ہماری کشتی میں موجود رہا ہم کوسٹ گارڈز سے بھی محفوظ رہے، یخ پانی سے بھی اور موت سے بھی، ہم نے جوں ہی اسے کشتی سے دھکا دیا موت نے ہم پر اٹیک کر دیا، میں نے پولیس سے درخواست کی ''میں اپنے ساتھی سے ملنا چاہتا ہوں'' پولیس اہلکاروں نے بتایا ''وہ پولیس وین میں تمہارا انتظار کر رہا ہے'' میں گاڑی میں سوار ہوا اور جاتے ہی اسے گلے سے لگا لیا۔ مجھے اس وقت اس کے جسم سے کسی قسم کی کوئی بو نہیں آ رہی تھی، مجھے معلوم ہوا میرے ساتھیوں کو اس کے جسم سے اپنی موت کی بو آتی تھی، یہ ان لوگوں کی موت تھی جو انہیں اس سے الگ کرنا چاہتی تھی اور وہ جوں ہی الگ ہوئے سب موت کی آغوش میں چلے گئے۔

- **تیسرا واقعہ**

میرے ایک بزرگ دوست جوانی میں ارب پتی تھے لیکن ان کی زندگی کا آخری حصہ عسرت و تنگی میں گزرا، مجھے انہوں نے ایک دن اپنی کہانی سنائی، انہوں نے بتایا "میرے والد مل میں کام کرتے تھے، گزارہ مشکل سے ہوتا تھا، ان کا ایک کزن معذور تھا، کزن کے والدین فوت ہو گئے، اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں رہا، میرے والد کو ترس آ گیا، وہ اسے پالنے گھر لے آئے، ہم پانچ بہن بھائی تھے، گھر میں غربت تھی اور اوپر سے ایک معذور چچا سر پر آ گرا، والدہ کو وہ اچھے نہیں لگتے تھے، وہ سارا دن انہیں کوستی رہتی تھیں۔ ہم بھی والدہ کی وجہ سے ان سے نفرت کرتے تھے لیکن میرے والد کو ان سے محبت تھی، وہ انہیں ہاتھ سے کھانا بھی کھلاتے تھے، ان کا بول براز بھی صاف کرتے تھے اور انہیں کپڑے بھی پہناتے تھے، اللہ کا کرنا یہ ہوا، ہمارے حالات بدل گئے، ہمارے والد نے چھوٹی سی بھٹی لگائی، یہ بھٹی کارخانہ بنی اور وہ کارخانہ کارخانوں میں تبدیل ہو گیا، ہم ارب پتی ہو گئے، 1980ء کی دہائی میں ہمارے والد فوت ہو گئے، وہ چچا ترکے میں مجھے مل گئے، میں نے انہیں چند ماہ اپنے گھر رکھا لیکن میں جلد ہی تنگ آ گیا۔ میں نے انہیں پاگل خانے میں داخل کرا دیا، وہ پاگل خانے میں رہ کر انتقال کر گئے بس ان کے انتقال کی دیر تھی ہمارا پورا خاندان عرش سے فرش پر آ گیا، ہماری فیکٹریاں، ہمارے گھر اور ہماری گاڑیاں ہر چیز نیلام ہو گئی، ہم روٹی کے نوالوں کو ترسنے لگے، ہمیں اس وقت معلوم ہوا ہمارے معذور چچا ہمارے رزق کی ضمانت تھے، ہم ان کی وجہ سے محلوں میں زندگی گزار رہے تھے، وہ گئے تو ہماری ضمانت بھی ختم ہو گئی، ہمارے محل ہم سے رخصت ہو گئے، ہم سڑک پر آ گئے۔

- **تینوں واقعات سے ملنے والا سبق**

یہ تینوں واقعات آپ کے لیے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ ہم کن لوگوں کی وجہ سے زندہ ہیں، ہم کن کی وجہ سے کامیاب ہیں اور ہم کن کی بدولت محلوں میں زندگی گزار رہے ہیں، ہم یہ بھی نہیں جانتے ہم کس کو بس سے اتاریں گے، ہم کس کو کشتی سے باہر پھینکیں گے اور ہم کس کے کھانے کی پلیٹ اٹھائیں گے اور وہ شخص ہمارا رزق، ہماری کامیابی اور ہماری زندگی ساتھ لے جائے گا، ہم ہرگز ہرگز نہیں جانتے لہٰذا ہم جب تک اس شخص کو نہیں پہچان لیتے ہمیں اس وقت تک کسی کو بس، کشتی اور گھر سے نکالنے کا رسک نہیں لینا چاہیے، کیوں؟ کیونکہ ہو سکتا ہے ہمارے پاس جو کچھ ہو وہ سب اس شخص کا ہو اور اگر وہ چلا گیا تو سب کچھ چلا جائے، ہم ہم نہ رہیں، مٹی کا ڈھیر بن جائیں۔

ملازمین کا پہلا حق: طاقت سے زیادہ کام نہ لینا

(1) طاقت سے زیادہ کام لینے کی ممانعت (2) طاقت سے زیادہ کام لینے کی شکلیں
(3) طاقت سے زیادہ کام لینے کے احکام

(1) طاقت سے زیادہ کام لینے کی ممانعت

❑ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے تو انسانوں کے لیے کہاں گنجائش ہوگی؟

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں ملازمین سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے کی ممانعت بیان کریں۔

جواب: اسلام کی تعلیمات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ کسی بھی معاملے میں نہیں ڈالا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ اليُسرَ وَ لَا يُرِيدُ بِكُمُ العُسرَ ۔(بقرۃ:185)

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفسًا إِلَّا وُسعَهَا ۔(بقرۃ:286)

اللہ تعالیٰ نے تم کو مکلف نہیں بنایا مگر تمہاری وسعت کے مطابق۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَ مَا جَعَلَ عَلَيكُم فِى الدِّينِ مِن حَرَجٍ ۔(حج:78)

اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں ہے۔

لہٰذا جب اللہ تعالیٰ بندوں پر کامل قدرت، حاکمیت اور اختیارات کے باوجود ہر اعتبار سے اپنے محکوم بندوں پر ان کی طاقت اور وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا تو ایک انسان کے لیے جو خود محکوم ہے اپنے جیسے محکوم انسان پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی کیسے اجازت ہوگی۔**(302)**

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ مَنْ وُلِّيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئً فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وُلِّيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ۔ (303)

اے اللہ جس شخص کو میری امت کا کوئی معاملہ سپرد کیا جائے اور وہ اس میں سختی کرے تو آپ بھی اس کے ساتھ سختی والا معاملہ فرمائے۔ اور جس شخص کو میری امت میں سے کوئی معاملہ سپرد کیا جائے اور وہ اس میں نرمی کرے تو آپ بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائے۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (304)

جو شخص کسی (مسلمان کو بلا وجہ شرعی) کوئی ضرر و نقصان پہنچائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرر و نقصان پہنچائے گا اور جو شخص (کسی مسلمان کو) مشقت و تکلیف میں ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو مشقت و تکلیف میں مبتلا کرے گا۔

- اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

مَلْعُونٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مَكَرَ بِهِ (305)

وہ شخص ملعون ہے جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر و فریب کرے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو خواہ ظاہری طور پر ضرر و نقصان پہنچائے اور خواہ پوشیدہ طور پر، اس کو بارگاہ رب العزت کے قرب اور رحمت الٰہی سے دور قرار دیا گیا ہے۔ (306)

❑ ماتحتوں کے کام میں تخفیف پر اجر ہے

حضرت عمرو بن حریثؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مَا خَفَّفْتَ عَنْ خَادِمِكَ مِنْ عَمَلِهِ كَانَ لَكَ أَجْرٌ فِيْ مَوَازِيْنِكَ۔ (307)

تم اپنے خادم کی ذمہ داریوں میں جتنی تخفیف کرو گے اس کے بدلے میں اتنا ہی تمہارے نامۂ اعمال کے پلڑے میں اس کا اجر ہو گا۔

❑ صالح انسان ماتحتوں کو مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا

حضرت شعیبؑ کو گھر میں ایک ایسے مرد کی ضرورت تھی جو گھر کے باہر کے کاموں کی دیکھ بھال کرے اور گھر کی خواتین کو بکریاں چرانے اور انہیں پانی پلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ چنانچہ اس کام کے لیے جب انہوں نے حضرت موسیٰؑ کا تقرر کرنا چاہا تو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ یوں معاملہ طے کیا:

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ

فَإِن أَتمَمتَ عَشرًا فَمِن عِندِکَ وَمَا أُرِیدُ أَن أَشُقَّ عَلَیکَ سَتَجِدُنِی إِن شَاءَاللّٰہُ مِنَ الصَّالِحِینَ۔ (سورہ قصص:27)

میں چاہتا ہوں کہ ان دو لڑکیوں میں سے ایک سے تمہارا نکاح کردوں۔ بشرطیکہ تم آٹھ سال تک اجرت پر میرے پاس کام کرو، پھر اگر تم دس سال پورے کردو تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہوگا، اور میرا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ تم پر مشقت ڈالوں، ان شاء اللہ تم مجھے ان لوگوں میں سے پاؤ گے جو بھلائی کا معاملہ کرتے ہیں۔

اس آیت نے واضح کردیا کہ ایک مسلمان آجر (مالک) جس کی اصل منزل مقصود "صالح" ہونا ہے، اس وقت تک صالح نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے اجیر (مزدور/ ملازم) کو غیر ضروری مشقت سے بچانے کا داعیہ اور خواہش نہ رکھتا ہو. (308)

محلیٰ میں ابن حزم مزدوروں سے کام (جسمانی/ ذہنی) لینے کا ایک حکیمانہ اصول تحریر فرماتے ہیں:

وَلیَستَعمِلھُمَا فِیمَا یُحسِنانہ وَیُطِیقَانِہٖ بِلَا اِضرَارٍ بِھِمَا۔ (309)

کام لینے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دونوں طرح کے اجیروں سے (مزدور یا غلام) اس حد تک کام لے کہ وہ اچھی طرح کام انجام دے سکیں، اور بقدر طاقت کام لیا جائے، ان کی صحت کو نقصان پہنچائے بغیر۔

- مزدوروں پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ وہ مشقت میں پڑ جائیں

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ملازموں سے متعلق ارشاد فرمایا:

عَنْ مَعْرُوْرِ بنْ سُوَیْدٍ قال رَأَیتُ أَبَا ذَرٍّ الغِفَارِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ وَعَلَیہِ حُلَّۃٌ وَعَلَی غُلَامِہِ حُلَّۃٌ فَسَأَلنَاہُ عَن ذٰلِکَ فَقَالَ إِنِّی سَابَبتُ رَجُلًا فَشَکَانِی إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ أَعَیَّرتَہُ بِأُمِّہِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ إِخوَانکُم خَوَلُکُم جَعَلَھُم اللّٰہُ تَحتَ أَیدِیکُم فَمَن کَانَ أَخُوہُ تَحتَ یَدِہِ فَلیُطعِمہُ مِمَّا یَأکُلُ وَلیُلبِسہُ مِمَّا یَلبَسُ وَلَا تُکَلِّفُوھُم مَا یَغلِبُھُم فَإِن کَلَّفتُمُوھُم مَا یَغلِبُھُم فَأَعِینُوھُم۔ (310)

معرور بن سُوید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو دیکھا کہ انہوں نے جو جوڑا پہنا ہوتھا ان کے غلام نے بھی اسی طرح کا جوڑا پہنا ہوا تھا۔ ان سے اس بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو گالی دی تو اس نے نبی کریم ﷺ سے میرا شکوہ کیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم نے اسے ماں کی گالی دی ہے، پھر فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضے میں دیا ہے۔ جس کا کوئی بھائی اس کے قبضے میں ہو تو اسے بھی وہی

کھلائے جوخود کھاتا ہو اور اسے بھی وہی پہنائے جو خود پہنتا ہو اور ان سے ایسا مشکل کام نہ لو جو وہ کر نہ سکیں۔ اگر انہیں کسی مشکل کام پر لگاؤ تو خود بھی ان کی مدد کرو۔

تشریح: اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- مزدور اور جو مزدوری پر لوگوں سے کام لیتے ہیں، آنحضرت ﷺ کا منشاء ہے کہ ان کو وہ اپنا بھائی خیال کرے اور دونوں میں تعلقات کی نوعیت ایسی ہو جیسے بھائی بھائی میں ہوتی ہے۔ (311)
- وقت اور کام دونوں کے حساب سے مزدوروں پر اتنا بوجھ نہ لادا جائے جو ان کو مغلوب کر کے تھکا دے، **لَاتُکَلِّفُوھُم مَا یَغلِبُھُم** یہ ایسا فقرہ ہے جس سے موجودہ زمانے میں وقت اور کام کی نوعیت کے مسئلہ کو طے کیا جا سکتا ہے۔ (312)

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

لِلْمَمْلُوکِ طَعَامُہٗ وَکِسْوَتُہٗ وَلَایُکَلِّفُ عَنِ الْاَعْمَالِ اِلَّایُطِیْقُہٗ۔ (313)

غلام کے لیے اس کا کھانا اور لباس ہے اور تم اس کو ایسے عمل کا مکلف نہ بناؤ جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔

علامہ نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

حدیث میں غلاموں کو بھی وہی کھانا کھلانے کا حکم ہے جو مالک کھائے اور وہی لباس پہنانے کا حکم ہے جو مالک پہنے۔ یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں۔

نیز مزید فرماتے ہیں:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غلاموں سے ایسا کام لینا جو ان کی طاقت سے باہر ہو یہ جائز نہیں ہے اگر ایسا کام لینا ہو پھر یا تو خود ان کی مدد کرے یا کسی اور سے مدد کروائے۔

مذکورہ دونوں احادیث اگرچہ غلاموں کے بارے میں ہیں لیکن اس کا مصداق اجیر (Labour) بھی ہے، اس لیے کہ غلام جس کی ملکیت میں کچھ بھی نہیں ہوتا، اور اس کو آزاد آدمی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے تو جب اس کے لیے یہ حکم ہے تو دوسرے ملازم جو کہ آزاد ہیں ان کے لیے یہ احکامات بدرجہ اولیٰ ہوں گے۔

- امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر بن الخطابؓ ہر ہفتہ کے دن مدینے کے اطراف میں جاتے تھے اور اگر کسی غلام کو کسی ایسے کام میں مشغول پاتے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے اس کام سے ہٹا دیتے تھے۔ (314)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی آمدنی کم ہوتی حضرت عمرؓ اس کی آمدنی میں اضافہ فرماتے تھے، امام مالک فرماتے ہیں: اور لوگوں نے غلاموں کو پُر مشقت کام میں لگانے کی جو بدعت ایجاد کر لی ہے میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔

اور اگر غلام کو دن میں استعمال کرے تو رات میں اس آرام کرنے دے، اسی طرح اس کے برعکس اور گرمی میں اسے قیلولہ کے وقت میں آرام کا موقع دے اور سونے اور فرض نماز کے ادا کرنے کا موقع دے اور سردی میں دن کے ساتھ رات کے

ایک حصے میں اس سے کام لے، اوران تمام چیزوں میں عام رواج کی پیروی کرے۔اور اگر غلاموں کے ساتھ سفر کرے تو آقا پر ضروری کہ وہ انہیں سواری پر سوار کرے، خواہ مجبوری کی صورت میں باری باری بیٹھنے کی نوبت آئے۔**(315)**

- حضرت عمرؓ کا سفر بیت المقدس میں نصف راستہ خود سوار ہونا اور نصف راستہ غلام کا اونٹ پر سوار کرانے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے۔
- رمضان کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ نیز یہ فرمایا کہ جو شخص اپنے غلام (اور ملازم وخادم) کے بوجھ کو اس مہینے کم اور ہلکا کردے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزاد فرمادیتے ہیں۔**(316)**

حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ مالکان کو چاہیے کہ وہ رمضان کے مہینے میں خاص طور سے ملازموں کے کام میں تخفیف کردیں۔اس لیے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں۔ کام کی زیادتی سے ان کو روزہ میں دقت ہوگی (البتہ اگر کام زیادہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ رمضان کے لیے ایک آدھ ہنگامی ملازم بڑھالیے جائیں) مگر یہ جب ہے کہ ملازم روزہ دار بھی ہو ورنہ اس کے لیے رمضان اور غیر رمضان برابر ہے اور اس ظلم و بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا منہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر تعمیل میں کچھ تساہل ہو تو برسنے لگے وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (سورہ شعراء: 227) اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ وہ کس انجام کی طرف پلٹ رہے ہیں۔**(317)**

- ❑ **ہماری شریعت میں تو غیر مسلم اقلیتوں سے بھی کام لیتے وقت ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے پر سخت وعید آئی ہے۔**

حضرت صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا مَن ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَو انتَقَصَهُ أَو كَلَّفَهُ فَوقَ طَاقَتِهِ أَو أَخَذَ مِنهُ شَيئًا بِغَيرِ طِيبِ نَفسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَومَ القِيَامَةِ۔(318)

یاد رکھو! جس شخص نے اس (غیر مسلم) شخص پر ظلم کیا جس سے معاہدہ ہوچکا ہے (جیسے ذمی اور مستامن) یا اس کے حقوق کو نقصان پہنچایا، یا اس پر اس کی طاقت واستطاعت سے زیادہ بار ڈالا (جیسے کسی ذمی سے اس کی حیثیت واستطاعت سے زیادہ جزیہ لیا یا اس حربی مستامن سے جو دارالاسلام میں تجارت کی غرض سے آیا ہو اس کے مال تجارت میں سے عشر یعنی دسویں حصے سے زیادہ لیا) اور یا اس کی مرضی وخوشنودی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے دن اس شخص کے خلاف احتجاج کروں گا۔

❑ پھر ہمارے دین میں انسان تو انسان جانوروں سے بھی ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے کی ممانعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

أَردَفَنِی رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ خلفهُ ذَاتَ یَومٍ فَأَسَرَّ إِلَیَّ حَدِیثًا لَا أُحدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِن النَّاسِ وَکَانَ أَحَبُّ مَا استَتَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ هَدَفًا أَو حَائِشَ نَخلٍ قَالَ فَدَخَلَ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِن الأَنصَارِ فَإِذَا جَمَلٌ فَلَمَّا رَأَی النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ حَنَّ وَذَرَفَت عَینَاهُ فَأَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ ذِفرَاهُ فَسَکَتَ فَقَالَ مَن رَبُّ هَذَا الجَمَلِ لِمَن هَذَا الجَمَلُ فَجَاءَ فَتًی مِن الأَنصَارِ فَقَالَ لِی یَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ أَفَلَا تَتَّقِی اللهَ فِی هَذِهِ البَهِیمَةِ الَّتِی مَلَّکَکَ اللهُ إِیَّاهَا فَإِنَّهُ شَکَا إِلَیَّ أَنَّکَ تُجِیعُهُ وَتُدئِبُهُ۔ (319)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ سوار کیا ایک دن اور آہستہ سے مجھے ایک بات کہی، اور کہا کسی سے نہ کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاجت ضروری کے واسطے چھپنے کی جگہوں میں دو جگہیں بہت پسند تھیں یا تو کوئی اونچا مقام ہو یا درختوں کا جھنڈ ہو ایک بار کسی انصاری کے باغ میں آپ تشریف لے گئے ادھر سے ایک اونٹ آیا اس نے آپ کو دیکھ کر رونا شروع کیا (یعنی آواز رونے جیسی نکالی) اور آنکھوں سے آنسو بہانا شروع کیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا وہ چپ ہو گیا اس کے بعد پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے، ایک جوان انصار میں سے آیا اور کہنے لگا میرا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو خدا سے نہیں ڈرتا اس جانور کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک کیا اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی تیری کہ تو اس کو بھوکا مارتا ہے اور تھکاتا ہے۔

حضرت سہلؓ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ بِبَعِیرٍ قَد لَحِقَ ظَهرُهُ بِبَطنِهِ فَقَالَ اتَّقُوا اللهَ فِی هَذِهِ البَهَائِمِ المُعجَمَةِ فَارکَبُوهَا صَالِحَةً وَکُلُوهَا صَالِحَةً۔ (320)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اونٹ دیکھا جس کا پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا سے ڈرو، ان بے زبان جانوروں کے بارے میں ان پر سواری کرو اچھی طرح اور ان کو کھلاؤ اچھی طرح۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَالَ إِیَّاکُم أَن تَتَّخِذُوا ظُهُورَ دَوَابِّکُم مَنَابِرَ فَإِنَّ اللهَ إِنَّمَا سَخَّرَهَا لَکُم

لِتُبلِّغَکُم إِلَى بَلَدٍ لَم تَکُونُوا بَالِغِیهِ إِلّا بِشِقِّ الأَنفُسِ وَ جَعَلَ لَکُم الأَرضَ فَعَلَیهَا فَاقضُوا حَاجَتَکُم۔ (321)

اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر بنانے سے بچو، کیونکہ اللہ نے ان جانوروں کو تمہارے تابع کر دیا ہے تا کہ وہ تمہیں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچائیں جہاں تم بڑی تکلیف اور مشقت سے پہنچ سکتے ہو، اور اللہ نے تمہارے لیے زمین بنائی ہے، تو اسی پر اپنی ضروریات کی تکمیل کیا کرو۔

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ مَرَّ عَلَى قَومٍ وَهُم وُقُوفٌ عَلَى دَوَابَّ لَهُم وَرَوَاحِلَ فَقَالَ لَهُم ارکَبُوهَا سَالِمَةً وَ دَعُوهَا سَالِمَةً وَ لَا تَتَّخِذُوهَا کَرَاسِیَّ لِأَحَادِیثِکُم فِی الطُّرُقِ وَالأَسوَاقِ فَرُبَّ مَرکُوبَةٍ خَیرٌ مِن رَاکِبِهَا وَأَکثَرُ ذِکرًا لِلّٰهِ تَبَارَکَ وَتَعَالَى مِنهُ۔ (322)

کہ رسول اللہ ﷺ کچھ آدمیوں کے پاس سے گزرے جو اپنے جانوروں پر بیکار بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ان جانوروں پر سوار ہوا کرو اچھے طریقے سے، راستے اور بازاروں میں آپس کی باتوں کے دوران ان کو بیٹھنے کی کرسیاں نہ بناؤ، اس لیے کہ بعض اوقات سواری اپنے اوپر سوار شخص سے اچھی ہوتی ہے، وہ اپنی سوار سے زیادہ اللہ کا ذکر کرتی ہے۔

(2) طاقت سے زیادہ کام لینے کی شکلیں:

سوال: ملازمین سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے کی کون کونسی شکلیں ہیں؟

جواب: وقت کے اعتبار سے: اصول صحت کی رو سے جو کام تسلسل سے جتنی دیر کیا جا سکتا ہے، اس وقت سے زیادہ ملازمین کو اس کام میں مشغول کرنا۔ مثلاً: جو کام روزانہ تسلسل سے آٹھ گھنٹے کیا جا سکتا ہے اس کے لیے ملازم سے روزانہ آٹھ گھنٹے سے زیادہ ڈیوٹی لینا۔ یا ملازم سے اتنی دیر تک کام لینا کہ جس کے بعد وہ گھریلو ذمہ داریوں پرسنل لائف کے لیے بھی مناسب وقت نہ نکال سکے۔

- افراد کے اعتبار سے: جس کام کے لیے جتنے افراد درکار ہوں وہ کام اس سے کم افراد سے لینا۔ مثلاً ایک کام ایسا ہے جو دس افراد کرتے ہیں تو وہ کام چار بندوں سے لینا۔
- جسمانی/ ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے: جس کام کے لیے جتنی جسمانی اور ذہنی صلاحیت درکار ہو وہ کام اس سے کم جسمانی اور ذہنی صلاحیت والے فرد سے لینا۔ مثلاً ایک کام ایسا ہے جو صحت مند اور جوان آدمی کر سکتا ہے اسے بوڑھے،

بچے یا جسمانی/ ذہنی اعتبار سے کمزور آدمی سے لینا۔ یاد رکھیں! صحت کا حادثات کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ زیادہ صحت مند لوگ حادثات کا شکار کم ہوتے ہیں جبکہ کمزور جسم کمزور دل مریض، نشہ آور ادویہ استعمال کرنے والے لوگ زیادہ حادثات کا شکار بنتے ہیں۔ (323)

- **موسم کے اعتبار سے:** جس موسم میں ڈیوٹی کے اوقات کے درمیان وقفہ درکار ہو اس میں وقفہ نہ دینا۔ مثلاً: گرمیوں کے موسم میں ملازمین کو دوپہر کے وقت آرام اور وقفے کی ضرورت ہوتی ہے تو ملازمین کو اس میں آرام اور وقفے کا وقت نہ دینا۔

اسی طرح جس موسم میں ایک وقت کام ہو سکتا ہو اس میں دو وقت کام لینا: مثلاً سردیوں کے موسم میں ملازمین سے دن کے ساتھ ساتھ رات کے وقت بھی کام لینا۔

- **آلات کے اعتبار سے:** جن کاموں سے یا جس ماحول میں کام کرنے سے ملازم کی جان جانے یا صحت متاثر ہونے کا خدشہ ہو ان کے لیے اس کام اور ماحول کے مناسب آلات مہیا نہ کرنا۔

جیسے کام کے لیے جتنی روشنی کی ضرورت ہو اس کا انتظام نہ کرنا صنعتی حادثوں میں 25 فیصد حادثوں کی وجہ روشنی کا فقدان ہوتا ہے۔ اسی طرح کام کی جگہ میں جتنی درجہ حرارت کی ضرورت ہو اس کا انتظام نہ کرنا۔

اسی طرح ملازم کو کام کے دوران جن آلات کی ضرورت ہو یا آلات کی جس سیٹنگ (تنصیب) کی ضرورت ہو ان کے لیے وہ آلات وہ سیٹنگ مہیا نہ کرنا۔ جس کی وجہ سے وہ مشقت میں پڑ جائے۔

المیزان مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(3) طاقت سے زیادہ کام لینے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:505)

ملازمین کا دوسرا حق: ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی، توہین، تحقیر، تذلیل کا معاملہ نہ کرنا

(1) ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی کی ممانعت اور شکلیں

(2) ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی کے احکام

(1) ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی، توہین، تحقیر اور تذلیل کا معاملہ کرنے کی ممانعت اور شکلیں:

سوال: قرآن وحدیث میں ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی، توہین، تحقیر، تذلیل والا معاملہ کرنے کی کیا ممانعت آئی ہے؟

جواب:

❑ ملازمین پر ظلم کرنے کا انجام:

(1) حضرت عمار بن یاسرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ضَرَبَ مَمْلُوكَهُ ظُلْمًا أُقِيدَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (324)

جو آقا اپنے غلام کو ناحق مارے گا قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا۔

(2) ایک اور حدیث میں ہے:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آکر بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ! میرے پاس غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے مال میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، چنانچہ میں (از راہ تادیب وتنبیہ) ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں تو ان کی وجہ سے قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے ہاں) میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا (یعنی کیا مجھے ان کو برا بھلا کہنے ڈانٹنے ڈپٹنے اور مارنے پیٹنے کا حساب دینا ہوگا اور ان چیزوں کی وجہ سے مجھ سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا) اور ہر شخص کے ایک ایک عمل اور ایک ایک چیز کی پوچھ گچھ ہوگی) تو ان غلاموں نے تمہارے مال میں جو خیانت کی ہوگی، تمہاری جو نافرمانی کی ہوگی اور تمہارے ساتھ

جو جھوٹ بولا ہوگا، ان سب کا حساب ہوگا، اسی طرح تم نے ان کو جو کچھ سزا دی ہوگی اس کا بھی حساب ہوگا، پس اگر تمہاری دی ہوئی سزا (رائج ضابطہ اخلاق و قانون اور عام عادت معمول کے مطابق) ان کے جرائم کے بقدر ثابت ہوئی تو تمہارا معاملہ برابر سرابر رہے گا کہ نہ تمہیں کوئی ثواب ملے گا اور نہ تم پر کوئی عذاب ہوگا، کیونکہ اس صورت میں کہا جائے گا کہ تم نے ان کے ساتھ حالات کے مطابق اور مباح معاملہ کیا ہے جس پر تم کسی مؤاخذہ و عذاب کے مستوجب نہیں ہوگے) اور تم نے ان کو سزا دی ہوگی وہ اگر ان کے جرائم سے کم ثابت ہوگی تو وہ تمہارا زائد حق ہوگا (یعنی تمہارا ان کو ان کے جرائم سے کم سزا دینا ان پر تمہارے لیے ایک ایسے حق کو واجب کر دے گا اگر تم چاہو گے تو اس کے عوض تمہیں انعام دیا جائے گا ورنہ نہیں) اور تمہاری دی ہوئی سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو پھر ان کے لیے تم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرے گا کہ تم نے چونکہ اپنے غلاموں کو ان کے جرائم سے زیادہ سزا دی تھی جس کا تمہیں کوئی حق نہیں تھا لہٰذا اب تم اپنے ان غلاموں کو اس زیادتی کا بدلہ دو) وہ شخص (آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سن کر) الگ جا بیٹھا اور رونے چلانے لگا پھر رسول کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد کو مؤکد اور ثابت کرنے کے لیے) فرمایا کہ کیا تم (قرآن کریم میں) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے ہو کہ:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔ (أنبياء:47)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اور قیامت کے دن ہم عدل و انصاف کا میزان قائم کریں گے (جس کے ذریعہ سب کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک وزن کیا جائے گا) پس کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا (یعنی جس کا بھی حق ہوگا وہ اس کو یقینا دلوایا جائے گا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو (اس سے صرف نظر نہیں کی جائے گا بلکہ) ہم اس کو (بھی وہاں) حاضر کریں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں (یعنی ہمارے وزن اور حساب کے بعد حساب کتاب کی اور کسی مرافعہ کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ ہم سے بڑھ کر عدل و انصاف کرنے والا اور کوئی نہیں ہے اور اس وقت ہمارا فیصلہ بالکل آخری فیصلہ ہوگا جس پر کسی کو شک وشبہ کرنے کی ہم گنجائش ہی نہیں چھوڑیں گے)''، اس شخص نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اپنے اور ان غلاموں کے حق میں ان کی جدائی سے بہتر اور کوئی بات نہیں جانتا (یعنی اس صورت میں میرا خیال ہے کہ قیامت کے دن کے محاسبہ و مؤاخذہ سے بچنے اور وہاں کی جواب دہی سے محفوظ رہنے کی خاطر میرے اور میرے ان غلاموں، دونوں کے حق میں سب سے بہتر بات یہی ہے کہ وہ مجھ سے الگ ہو جائیں بایں طور کہ میں ان کو آزادی دے دوں) لہٰذا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب غلام آزاد ہیں۔'' **(325)**

(3) حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَن لَائَمَکُم مِن مَملُوکِکُم فَأَطعِمُوہُ مِمَّا تَأکُلُونَ وَاکسُوہُ مِمَّا تَلبَسُونَ وَمَن لَم یُلَائِمکُم مِنھُم فَبِیعُوہُ وَلَا تُعَذِّبُوا خَلقَ اللّٰہِ۔(326)

جو غلام تمہارے (مزاج کے) موافق ہو اس کو جو تم کھاتے ہو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو وہ پہناؤ اور جو تمہارے موافق نہ ہو اُسے بیچ ڈالو اور اسے عذاب اور تکلیف مت دو۔

(4) فقیہ ابواللیثؒ نے تنبیہ الغافلین میں عطاء بن یسارؒ سے روایت کی ہے کہ ابوذرؓ نے اپنے غلام کے منہ پر مارا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی فریاد رسی کی اور فرمایا:

مسلمانوں کے منہ پر مت مارو اور اُن کو جو تم کھاتے ہو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو پہناؤ پھر اگر وہ تمہارے ساتھ دھوکہ بازی کریں تو ان کو بیچ ڈالو۔(327)

(5) حضرت ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ:

کُنتُ أَضرِبُ غُلَامًا لِی بِالسَّوطِ فَسَمِعتُ صَوتًا مِن خَلفِی اِعلَمْ أَبَا مَسعُودٍ فَلَم أَفھَم الصَّوتَ مِن الغَضَبِ قَالَ فَلَمَّا دَنَا مِنِّی إِذَا ھُوَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ھُوَ یَقُولُ اعلَم أَبَا مَسعُودٍ اعلَم أَبَا مَسعُودٍ قَالَ فَأَلقَیتُ السَّوطَ مِن یَدِی فَقَالَ اعلَم أَبَا مَسعُودٍ أَنَّ اللّٰہَ أَقدَرُ عَلَیکَ مِنکَ عَلَی ھَذَا الغُلَامِ قَالَ فَقُلتُ لَا أَضرِبُ مَملُوکًا بَعدَہُ أَبَدًا۔(328)

میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی اے ابومسعودؓ جان لے۔ میں زیادہ غصہ کی وجہ سے سمجھ نہیں سکا، جب وہ میرے قریب آئے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور فرمارہے تھے: اے ابومسعود جان لے! اے ابومسعود جان لے! میں نے کوڑا اپنے ہاتھ سے نیچے پھینک دیا تو آپ نے فرمایا: اے ابومسعود جان لے! کہ اللہ تیرے اس غلام پر قادر ہونے سے زیادہ تجھ پر قادر ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ میں اس کے بعد کبھی بھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا۔

(6) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَن لَطَمَ مَملُوکَہُ أَو ضَرَبَہُ فَکَفَّارَتُہُ أَن یُعتِقَہُ۔(329)

وَفِیْ رِوَایَۃِ مُسلِمٍ: مَن ضَرَبَ غُلَامًا لَہُ حَدًّا لَم یَأتِہِ أَو لَطَمَہُ فَإِنَّ کَفَّارَتَہُ أَن یُعتِقَہُ۔(330)

جس نے اپنے غلام کو ایسی خطا پر مارا جو اُس نے نہیں کی یا تھپڑ مارا تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ اُس کو آزاد کردے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسی غلطی پر غلام کو آزاد کرنا واجب نہیں، ہاں اپنے ظلم کے گناہ کے

کفارہ کے لیے ایسا کرنا مستحب ہے۔

- معاویہ بن سویدؓ سے روایت ہے کہ:

لَطَمتُ مَولًى لَنا فَهَرَبتُ ثُمَّ جِئتُ قُبَيلَ الظُّهرِ فَصَلَّيتُ خَلفَ أَبِى فَدَعَاهُ وَدَعَانِى ثُمَّ قَالَ امتَثِل مِنهُ فَعَفَا ثُمَّ قَالَ كُنَّا بَنِى مُقَرِّنٍ عَلَى عَهدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لَيسَ لَنَا إِلَّا خَادِمٌ وَاحِدَةٌ فَلَطَمَهَا أَحَدُنَا فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعتِقُوهَا قَالُوا لَيسَ لَهُم خَادِمٌ غَيرُهَا قَالَ فَليَستَخدِمُوهَا فَإِذَا استَغنَوا عَنهَا فَليُخَلُّوا سَبِيلَهَا۔ (331)

میں نے اپنے ایک آزاد کیے ہوئے غلام کو تھپڑ لگایا اور بھاگ گیا پھر ظہر سے تھوڑی دیر پہلے آیا اور اپنے والد کے پیچھے نماز پڑھی تو میرے والد نے مجھ کو اور اس کو بلا بھیجا پھر اس سے کہا تو بدلہ لے لے (یعنی تو بھی ایک تھپڑ مار لے حالانکہ وہ ان کے گھر کا غلام تھا) لیکن اس نے معاف کر دیا فرماتے ہیں ہم مقرن کے بیٹے ہیں ہم سات لوگ تھے، رسول اللہ ﷺ کے وقت میں اور سوائے ایک خادم کے اور کوئی خادم نہ تھا ہم میں سے کسی نے اس کو ایک تھپڑ مارا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو آزاد کردو، ہم لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اور کوئی خادم ہمارے پاس نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا جب تک یہ لوگ غنی نہ ہوں تب تک یہی خادم خدمت کرے جب غنی ہو جائیں تو اس کو آزاد کردیں۔

- ہلال بن یساف سے روایت ہے کہ:

عَجِلَ شَيخٌ فَلَطَمَ خَادِمًا لَهُ فَقَالَ لَهُ سُوَيدُ بنُ مُقَرِّنٍ عَجَزَ عَلَيكَ إِلَّا حُرُّ وَجهِهَا لَقَد رَأَيتُنِى سَابِعَ سَبعَةٍ مِن بَنِى مُقَرِّنٍ مَا لَنَا خَادِمٌ إِلَّا وَاحِدَةٌ لَطَمَهَا أَصغَرُنَا فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَن نُعتِقَهَا۔ (332)

ایک شیخ نے اپنے خادم کو تھپڑ مارنے میں جلدی کی تو سوید بن مقرن نے ان سے کہا: یہ آپ کو بھاری پڑے گا الا یہ کہ تم اس کو آزاد کردو۔ اس لیے کہ میں بنی مقرن کے سات لوگوں میں سے ایک تھا ہمارے پاس ایک ہی خادم تھا ہمارے کسی بچے نے اس کو تھپڑ مارا تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس خادم کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

(7) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ فَذَكَرَ اللهَ فَارْفَعُوْا أَيْدِيَكُمْ۔ (333)

جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کو مارے پس وہ اللہ کا نام لے لے تو اسے چاہیے کہ رُک جائے۔

(8) کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اپنی لونڈیوں کو برتن توڑنے پر مت مارا کرو کیونکہ برتنوں کی بھی آدمیوں کی طرح عمر ہوتی ہے

اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

برتن توڑنے پر غصہ مت کرو اور مت جھنجھلاؤ کیونکہ ان کی عمریں انسانوں کی سی ہیں۔(334)

(9) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَم نَعفُو عَنِ الخَادِمِ فَصَمَتَ ثُمَّ أَعَادَ عَلَيهِ الكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ قَالَ اعفُوا عَنهُ فِي كُلِّ يَومٍ سَبعِينَ مَرَّةً۔(335)

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم خادم کو کتنی بار معاف کر دیا کریں لیکن آپ چُپ ہو رہے اُس نے دوبارہ عرض کیا تو آپ پھر خاموش رہے تیسری مرتبہ پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔(یعنی خوب کثرت سے معاف کیا کرو)

(10) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ:

مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَادِمًا لَهُ، وَلَاامْرَأَةً وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهٖ شَيْئًا۔(336)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنے خادم کو یا کسی عورت کو نہیں مارا اور نہ کبھی بھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے مارا۔

(11) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:

خَدَمتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ عَشرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي: أُفٍّ وَلاَ: لِمَ صَنَعتَ وَلاَ: أَلَّا صَنَعتَ۔(337)

میں نے دس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا۔ کسی کام کرنے میں یہ نہیں فرمایا کہ کیوں کیا، اور نہ کرنے پر یہ نہیں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔

ایک اور روایت میں حضرت انسؓ کے یہ الفاظ بھی ہیں:

فَإِنْ لَامَنِيْ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ إِلَّا قَالَ : دَعُوْهُ فَلَوْ قُدِّرَ أو قال : لَوْ قُضِيَ أَنْ يَّكُوْنَ كَانَ۔(338)

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے کوئی مجھے ملامت کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: اسے چھوڑ دو اسی طرح مقدر میں ہوگا، یا فرماتے: اگر وہ کام (ہمارے) نصیب میں ہوتا تو ضرور ہو جاتا۔

- بلاوجہ نقصان کی ذمہ داری ملازم پر ڈالنا بھی ظلم ہے

ملازم (اجیر خاص) امین ہے، اسے مالکان/ کمپنی کی طرف سے جو چیزیں کام کے لیے دی گئی ہیں وہ سب امانت ہیں اور امانت کا اصول یہ ہے کہ امانت والی چیز امین کے کسی عمل کے بغیر یا امین کے ایسے عمل سے جس میں کوتاہی نہ ہو ضائع ہو جائے تو اس پر ضمان (تاوان) نہیں آتا اور اگر امین کے کسی ایسے عمل سے ضائع ہو جس میں امین کی طرف سے کوتاہی (تقصیر ہو) تو ضمان آتا ہے۔

چنانچہ اگر ملازم کے عمل اور کوتاہی کی وجہ سے چیز ضائع ہوتی ہو تو ضمان آئے گا، اور اگر اس کے عمل اور کوتاہی سے نہ ہوئی ہو تو ضمان نہیں آئے گا۔ ایسی صورت میں ملازمین سے ضمان یا تاوان وصول کرنا ظلم ہے۔(339)

- بلاوجہ ذہنی دباؤ میں رکھنا

بعض مالکان ملازمین کو خواہ مخواہ ذہنی دباؤ میں رکھتے ہیں، کام کا وقت ختم ہونے پر کام دیتے ہیں، ہفتوں اور دنوں کا کام اور ان کی رپورٹس منٹوں میں طلب کرتے ہیں۔

- ملازم بحیثیت انسان حقیر نہیں:

• مالکان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ ملازمین کے ساتھ عزت اور تکریم کا معاملہ کریں ایک تو اس وجہ سے کہ ہمیں اس کا حکم ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَ اخفِض جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ المُؤمِنِینَ۔(شعراء:215)

اور جو مومن تمہارے پیچھے چلیں، ان کے لیے انکساری کے ساتھ اپنی شفقت کا بازو جھکا دو۔

اس آیت میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مومنین کے ساتھ انکساری اور تکریم کے ساتھ پیش آنے کا حکم ہے تو عام مالکان کے لیے بطریقہ اولیٰ یہ حکم ہوگا کہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ عزت، تکریم اور انکساری والا معاملہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالکان کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اپنے ملازموں، مزدوروں اور ماتحتوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھیں، ان کو وہی شفقت و محبت دیں جو اپنی اولاد کو دیتے ہیں اور ان کی عزت و تکریم کا خیال رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَأَکرِمُوهُم کَکَرَامَةِ أَولَادِکُم وَ أَطعِمُوهُم مِمَّا تَأکُلُونَ۔(340)

ان کی ایسی عزت افزائی کرو جیسی اپنی اولاد کی کرتے ہو اور انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔

سیدنا حضرت عمرؓ کا قول ہے:

لَحَا اللهُ قَوْمًا يَرْغَبُوْنَ عَنْ أَرِقَّائِهِمْ أَنْ يَأْكُلُوْا مَعَهُمْ۔(341)

اللہ تعالیٰ بُرا کرے ان لوگوں کا جو اپنے غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے سے احتراز کرتے ہیں۔

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

● دوسرے اس وجہ سے کہ ملازم کوئی حقیر چیز نہیں ہے، بلکہ وہ بھی بحیثیت انسان اتنا ہی باعزت اور قابل احترام ہے جتنا کہ مالک ہے۔ بلکہ ایک انسان کی برتری اور عظمت کا معیار تقویٰ ہے نہ کہ دنیا کی دولت اور مال۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (سورۃ الحجرات:13)

بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یَاَایُّھَاالنَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِد، واِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِد، الا لافَضْلَ لِعَرَبِی عَلیٰ عَجَمِیّ، وَلَاعَجَمِیَّ عَلیٰ عَرَبِیّ ولا لِاَحْمَرَ عَلیٰ اَسْوَدَ وَلَالِاَسود علی احمر الابالتقویٰ۔ (342)

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ، بیشک تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارے باپ ایک ہیں، خبردار! کسی عربی کو عجمی پر فوقیت حاصل نہیں، اور نہ کسی عجمی کو عربی پر فوقیت حاصل ہے، اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے، اور نہ کسی کالے کو گورے پر کوئی برتری ہے مگر تقویٰ کی وجہ سے (یعنی اگر کسی کو دوسرے سے فوقیت اور برتری کی کوئی وجہ اور کوئی پیمانہ ہے تو وہ تقویٰ ہے، جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر فوقیت اور برتری حاصل ہو سکتی ہے)۔

❑ ملازم بحیثیت پیشہ حقیر نہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاکیزہ بندوں کی جماعت حضرات انبیاءؑ کو براہ راست اور اس کے ضمن میں تمام انسانوں کو حلال کمانے اور حلال کھانے اور پہننے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

یَااَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعمَلُوا صَالِحًا۔ (سورہ مؤمنون:51)

اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں میں سے (جو چاہو) کھاؤ، اور نیک عمل کرو۔

تو جو بندہ اللہ کے اس حکم کی بجا آوری کے لیے کوئی جائز اور حلال ملازمت اختیار کرے تو وہ شخص صد قابل احترام اور لائق تکریم ہے، ایسے شخص کے ساتھ توہین وتحقیر اور تذلیل کا معاملہ (برے القاب، برے نام، توہین آمیز لہجہ، رویہ، ہر وقت اخراج کی دھمکی، حوصلہ شکنی) کرنے کی کیسے گنجائش ہوگی؟

❑ وعیدیں:

نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ جس کی یہ عادت پڑ جائے کہ غلاموں کو ہر روز اور ہر وقت گالیاں دیا کرے تو اُس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی اور کبھی کبھی ہو تو گواہی مقبول ہوگی وہ بھی جبکہ تہمت زنا نہ ہو اور اگر زنا کی تہمت لگائے تو وہ عادل

نہیں رہتا اور (تہمت لگانے والے آقا کو) کوڑے مارنا واجب ہے لیکن دنیا میں نہ مارے جائیں گے اس لیے کہ دنیا میں غلام کی وجہ سے مولیٰ پر عقاب نہیں ہوتا بلکہ آخرت میں لگیں گے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث میں آیا ہے۔ **(343)**

(1) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَن قَذَفَ مَملوكَهُ وَهُوَ بَرِيئٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ لَهُ يَومَ القِيَامَةِ حَدًّا۔ (344)

جو شخص اپنے غلام پر تہمت لگائے حالانکہ وہ اس سے بری ہو تو قیامت کے دن اسے کوڑے مارے جائیں گے۔

(2) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَتِ امْرَأَتُهُ لِجَارِيَتِهَا: يَا زَانِيَة، فَقَالَ لَهَا سَعد: أَعَلِمْتِ ذٰلِكَ مِنْهَا؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكًا بِالزِّنَاءِ: أَقَامَ عَلَيْهِ الْحَدَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اِلَّا أَنْ يَكُوْنَ كَمَا قَالَ، فَاسْتَحَلَّتْهَا، فَأَحَلَّتْهَا۔ (345)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنی باندی کو کہا اے زانیہ! تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا آپ نے دیکھا ہے (زنا کرتے ہوئے) تو انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائے، تو اس پر قیامت کے دن حد قائم ہوگی الا یہ کہ اس نے واقعی زنا کیا ہو۔ یہ سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنی باندی سے معافی تلافی کی درخواست کی تو باندی نے ان کو معاف کر دیا۔

❑ ملازم کی عزت اور مرتبہ کا خیال رکھنا ضروری ہے:

جس مقصد کے لیے ملازم رکھا گیا ہے اس سے وہی کام لینا چاہیے، اس کی مرضی دلی رغبت کے بغیر ذاتی کام نہ لیے جائیں۔ نیز ایسے کام بھی نہ لیے جائیں جو اس کی عزت و مرتبہ کے خلاف ہو یا اس کے لیول سے کم ہو جیسے تعلیم کے لیے تقرر کیے گئے اساتذہ سے صفائی کا کام لینا وغیرہ۔

❑ چھوڑ کر جانے والے ملازم کے ساتھ بھی احترام والا معاملہ کرنا:

اگر کوئی ملازم خود کمپنی چھوڑ کر جاتا ہے یا ادارہ اس کی ملازمت ختم کر دے تو ایسی صورت میں بھی ملازم کے ساتھ اعزاز والا معاملہ کرنا چاہیے، خاص طور پر جب ادارہ اس کی ملازمت ختم کرے تو کمپنی کو چاہیے کہ اس کو ادارے کی چیزیں استعمال کرنے کی اجازت دے، مثلاً ''PC'' استعمال کرے تاکہ جاب تلاش کر سکے، یہ بھی مشورہ دیا جاتا ہے کہ ایسے ملازمین کو ''HDS'' جہاں تک ممکن ہو مشورہ بھی دے۔

❑ بدلے کی اجازت ہے لیکن ظلم کی نہیں:

بعض اوقات کمپنی کو چھوڑ جانے والا ملازم پیسہ حاصل کرنے کے لیے مالک پر جھوٹا مقدمہ درج کروا دیتا ہے، اور مالک اپنے سابق ملازم کو سبق سکھانے کے لیے اس سے بڑا، جھوٹا مقدمہ کر دیتا ہے، اور مالک کے نقطہ نظر میں یہی ایک طریقہ ہوتا ہے مالک کے حقوق کو بچانے کے لیے، یہ ظلم اور زیادتی ہے جو مکمل حرام ہے، انسان کو بدلہ میں اپنے آپ کو بچانے کی اجازت ہوتی ہے اور حقیقت پر مبنی بات کرنے کی اجازت ہوتی ہے نہ کہ جھوٹ بولنے کی۔**(346)**

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فَمَنِ اعتَدَی عَلَیکُم فَاعتَدُوا عَلَیهِ بِمِثلِ مَا اعتَدَی عَلَیکُم۔

(بقرہ:194)

چنانچہ اگر کوئی شخص تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہو۔

(2) ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:506)

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

ملازمین کا تیسرا حق: بروقت پوری اجرت (جتنا حق بنتا ہو) ادا کرنا

(1) ملازمین کی تنخواہ نہ دینے، پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کی ممانعت/ وعیدیں

(2) ملازمین کی تنخواہ نہ دینے، پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کی شکلیں

(3) ملازمین کی تنخواہ نہ دینے، پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کے احکام

(1) ملازمین کی تنخواہ نہ دینے، پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کی ممانعت، وعیدیں

سوال: قرآن وحدیث میں ملازمین کی تنخواہ نہ دینے، پوری نہ دینے، بروقت نہ دینے کی کیا ممانعت اور وعیدیں آئی ہیں؟

جواب:

❑ تنخواہ نہ دینا:

- قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ (بقرۃ:188)

آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ

- ایک اور آیت میں ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ (نساء:29)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ، لین دین آپس کی رضامندی سے ہونا چاہیے

- حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ اُعْطِيَ بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اِسْتَاجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ۔ (347)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: تین طرح کے افراد ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن میں جھگڑا کروں گا اور جس سے میں جھگڑا کروں اسے مقہور کر کے چھوڑوں گا، ایک وہ شخص ہے جس نے میرا نام

مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

لے کر وعدہ کیا پھر اس کو توڑ ڈالا، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گیا اور تیسرا وہ شخص جس نے اجرت پر کسی شخص کو رکھا اور اس سے پوری مزدوری لی مگر اس کی اجرت پوری نہیں دی۔

- ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

کسی سے کام لے کر اس کی واجبی اجرت نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی آزاد شخص کو خرید کر اس کی قیمت کھا جائے۔ (اور اس کی ممانعت ابھی حدیث قدسی میں بیان ہو چکی) اس لیے کہ جب اس نے بغیر عوض کے اپنی منفعت کو پورا کر لیا تو گویا اس نے اس شخص کی ذات کو فروخت کر کے اسے اپنی روزی بنا لیا، اسی طرح بغیر اجرت کے کام لینا اس کو غلام سمجھنے کے مترادف ہے۔ (348)

تنخواہ نہ دینا ظلم ہے اور ظلم پر قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ (349) تنخواہ نہ دینا گناہ کبیرہ ہے۔ (350)

- حضرت خیثمہؒ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؓ کے پاس آپ کا خزانچی آیا، تو ابن عمرؓ نے پوچھا: کہ تو نے غلاموں کو ان کا حق دے دیا، اس نے کہا نہیں، فرمایا: جاؤ ان کو ان کا کھانا دیدو، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوتَهُ۔ (351)

آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے مملوک کے حق کو روک کر بیٹھ جائے۔

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسِهِ۔ (352)

کسی آدمی کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہوتا۔

- ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ:

وَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ فَلْيَرُدَّهَا۔ (353)

جو کوئی (بلا اجازت) اپنے بھائی کی چھڑی بھی اٹھائے اسے واپس کر دے۔

- ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ۔ (354)

یقیناً تمہاری جانیں اور تمہارے مال اور تمہاری آبرو تم پر (ہمیشہ کے لیے) اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کے دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں ہے۔ اور (اے لوگوں) تم عنقریب اپنے پروردگار سے ملوگے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔

- حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اعمال نامے تین طرح کے ہیں:

ایک تو وہ نامۂ اعمال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اور وہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کیا گیا ہو یعنی کفر وشرک کا گناہ جس نامۂ اعمال میں ہوگا اس کی بخشش ممکن نہیں ہوگی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا شرک کو نہیں بخشتا۔

دوسرا نامۂ اعمال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ یوں ہی نہیں چھوڑ دے گا بلکہ اس کے بارے میں ضرور حکم کرے گا اور وہ نامۂ اعمال وہ ہے جس میں بندوں کے آپس کے مظالم درج ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے سے بدلہ لیں گے یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو ظالم سے اس کے ظلم کا بدلہ دلوائے گا یا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جس پر اپنا فضل کرنا چاہے گا اس کو صاحب حق کے مطالبہ سے بری کرا دے گا بایں طور کہ وہ صاحب حق کو اپنے خزانہ رحمت سے اس کے حق کے بقدر یا اس سے زائد نعمتیں عطاء فرما کر راضی کر دے گا اور کہے گا کہ اب تم اس شخص کو معاف کر دو جس نے تم پر ظلم کیا تھا یا تمہارا کوئی حق غصب کیا تھا چنانچہ وہ راضی وخوش ہو کر اس شخص کو معاف کر دے گا اس طرح اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں گویا اس کے حق کا بدلہ اور دنیا کی دیت کے قائم مقام ہو جائیں گی اور

تیسرا اعمال نامہ وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں ہوگی یعنی اگر وہ چاہے تو اس اعمال نامہ کے مطابق سزا وعذاب کا فیصلہ صادر کرے اور اگر چاہے تو اس پر کوئی کارروائی نہ کرے اور وہ اعمال نامہ وہ ہے جس میں بندوں کا اللہ کے ساتھ ظلم کرنا یعنی ان کی طرف سے حقوق اللہ میں تقصیر وکوتاہی کا مرتکب ہونا درج ہے چنانچہ یہ اعمال نامہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ چاہیں تو بندے کو اس کے عمل کے مطابق سزا دیں اور چاہے اس سے درگزر وعفو کا معاملہ کریں اور اس کو کوئی سزا نہ دیں۔(355)

- حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن حق داروں کو ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کا قصاص (بدلہ) سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔(356)

- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ نے (صحابہؓ سے) فرمایا:

تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ بعض صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ تو درہم ودینار (روپیہ پیسہ) ہو اور نہ سامان واسباب (یعنی انہوں نے اپنے جواب میں مفلس اس شخص کو بتایا جو مال وزر اور روپیہ پیسہ سے تہی دست ہو جیسا کہ عام طور پر دنیا والے سمجھتے ہیں صحابہؓ کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ حضور ﷺ کی مراد دنیاوی طور پر مفلس شخص کے بارے میں پوچھنا نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کے سوال کا تعلق اس شخص سے ہے جو آخرت کے اعتبار سے

مفلس ہو) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت مرحومہ میں مفلس شخص درحقیقت وہ ہے جو قیامت کے دن میدان حشر میں (دنیا سے) نماز روزہ اور زکوۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی تھی کسی پر تہمت لگائی تھی کسی کو (ناحق) مارا پیٹا تھا (غرض یہ کہ اس نے جہاں تمام مالی و بدنی عبادتیں کی تھیں وہیں ان برائیوں کا مرتکب بھی ہوا تھا چنانچہ اس کی نیکیوں میں سے پہلے کسی ایک مظلوم و صاحب حق کو اس کے حق کے بقدر نیکیاں دی جائیں گی) اس طرح اس نے دنیا میں جس کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا ہوگا اور جس جس کو ناحق ستایا ہوگا ان سب کو الگ الگ اپنے حق کے بقدر اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا) یہاں تک کہ اگر اس کے ان گناہوں کا فیصلہ ہونے سے پہلے اس کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی (یعنی اگر اس کی تمام نیکیاں ان سب حق والوں کو دے دینے کے بعد بھی حقوق العباد کو تلف کرنے کی سزا پوری نہیں ہوگی) تو ان حق داروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کیے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ **(357)**

- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق رکھتا ہو اور وہ حق خواہ (غیبت و برائی کرنے اور روحانی وجسمانی ایذا رسانی وغیرہ کی صورت میں) آبرو ریزی کا ہو یا کسی اور چیز سے متعلق ہو (جیسے کوئی مالی مطالبہ یا ناحق خون وغیرہ) تو اس کو چاہیے کہ وہ اس حق کو آج ہی (یعنی اسی دنیا میں) معاف کرا لے اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے (یعنی قیامت کا دن کہ جس میں) وہ نہ تو درہم رکھتا ہوگا نہ دینار (جو اس حق کے بدلہ کے طور پر دے سکے) اگر (مظلوم نے اپنے حق کو معاف کر دیا تو بہتر ہے ورنہ پھر) ظالم کے اعمال نامہ میں جو کچھ نیکیاں ہوں گی تو ان میں سے اس کے ظلم کے برابر یا واجب حق کے بقدر نیکیاں لے لی جائیں گی (اور مظلوم یا حق دار کو دے دی جائیں گی) اور اگر وہ کچھ بھی نیکیاں نہیں رکھتا ہوگا تو اس صورت میں اس مظلوم یا حق دار کے گناہوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) گناہ لے کر ظالم پر لاد دیے جائیں گے۔ **(358)**

- حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہم لوگ حقوق کی ادائیگی میں بہت تساہل اور غفلت کرتے ہیں اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ پر دوسروں کے مال پر ظلم سے قبضہ کر لیتے ہیں اور دل میں خوش ہوتے ہیں کہ کس کی مجال ہے جو ہم سے مطالبہ کر سکے یا ہم پر الزام قائم کر دے لیکن کل جب ہر مظلوم قوی ہوگا (اس وقت اپنے اس ظلم کی حقیقت واضح ہوگی جب ایک دانق (جو تقریباً دو پیسے کے برابر ہوتا ہے) کے بدلہ میں سات سو مقبول نمازیں ادا کرنا پڑیں گی حالانکہ اتنی مقبول نمازیں شاید ہمارے پاس ہوں بھی نہیں لیکن فی

روپیہ ادائیگی قیامت میں کرنا پڑے گی۔ (359)

❑ تنخواہ پوری نہ دینا:

- **ہمیں یہ حکم ہے کہ ہر حق والے کو اس کا حق پورا پورا دیں**
- قرآن کریم میں ہے:

وَاَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ۔ (سورہ رحمٰن:9)

اور انصاف کیساتھ وزن کو ٹھیک رکھو، اور تول میں کمی نہ کرو۔

- شعیبؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآئَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۔ (سورہ ھود:85)

اور اے میری قوم کے لوگو! ناپ تول پورا پورا کیا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔

- نیز فرمایا:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ۔ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ۔

(سورہ شعراء:182-181)

پورا پورا ناپ کر دیا کرو، اور ان لوگوں میں سے نہ بنو جو دوسروں کو گھاٹے میں ڈالتے ہیں۔ اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔

- علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے لین دین میں عدل قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے چھوڑنے پر وعید بیان کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ

- نیز فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

اے مالدارو! تمہیں دو چیزیں سونپ دی گئی ہیں اور تم سے پہلے لوگ اس کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے، وہ دو چیزیں یہ ہیں: کیل اور وزن (یعنی ہر حق والے کو اس کا حق پورا پورا دینا) (360)

- **حق والوں کا پورا حق نہ دینے پر سخت وعیدیں آئی ہیں**
- قرآن کریم میں ہے:

وَيلٌ لِلمُطَفِّفِينَ الَّذينَ إِذَا اكتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَستَوفُونَ وَإِذَا كَالُوهُم أَو وَزَنُوهُم يُخسِرُونَ۔ (سورہ مطففین:3-1)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی۔ جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے ہیں۔ اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔

- قرآن وحدیث میں ناپ تول میں کمی کرنے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ عام طور سے معاملات کا لین دین انہی دو طریقوں سے ہوتا ہے انہی کے ذریعہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حقدار کا حق ادا ہو گیا یا نہیں، لیکن یہ معلوم ہے کہ مقصود اس سے ہر ایک حقدار کا حق پورا پورا دینا ہے اس میں کمی کرنا حرام ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ صرف ناپ تول کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ چیز جس سے کسی کا حق پورا کرنا یا نہ کرنا جانچا جاتا ہے اس کا یہی حکم ہے خواہ ناپ تول سے ہو یا عدد و شمار سے یا کسی اور طریقے سے ہر ایک میں حقدار کے حق سے کم دینا بحکم تطفیف حرام ہے۔
- حضرت امام مالکؒ نے فرمایا:

پورا حق دینا یا کم کرنا ہر چیز میں ہے یہاں تک کہ نماز، وضوء، طہارت میں بھی اور اسی طرح دوسرے حقوق اللہ اور عبادات میں کمی کوتاہی کرنے والا تطفیف کرنے کا مجرم ہے اسی طرح حقوق العباد میں جو شخص مقررہ حق سے کم کرتا ہے وہ بھی تطفیف کے حکم میں ہے۔ **(361)**

- حضرت نافعؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

جب حضرت ابن عمرؓ تاجروں کے پاس سے گزرتے تو ان سے فرمایا کرتے تھے کہ اللہ سے ڈرو ناپ تول پورا پورا کر لیا کرو، اس لیے کہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو قیامت کے دن روک دیا جائے گا، یہاں تک وہ اپنے منہ تک پسینے میں ڈوب جائیں گے۔

- ابن حجرؒ سے منقول ہے کہ:

ناپ تول میں کمی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ **(362)**

- **پوری تنخواہ نہ دینے والے کا رزق اوپر سے بند کر دیا جاتا ہے**
- حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

جب کسی قوم میں مالِ غنیمت کے اندر خیانت کھلم کھلا ہونے لگے تو ان کے دلوں میں دشمن کا رعب ڈال دیا جاتا ہے۔ جب کسی قوم میں زنا عام طور سے ہونے لگے تو اس میں اموات کی کثرت ہو جاتی ہے۔ جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے تو اس کا رزق اٹھا لیا جاتا ہے یعنی اس کے رزق میں برکت ختم کر دی جاتی ہے۔ جب کوئی قوم فیصلوں کے کرنے میں ناانصافی کرتی ہے تو ان میں خون ریزی پھیل جاتی ہے۔ جب کوئی قوم عہد توڑنے لگے تو اس پر اس کے دشمن مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ **(363)**

- عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اے مہاجرین کے گروہ! پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہو اور اللہ کی پناہ مانگتا ہوں میں اس

سے کہ تم ان میں مبتلا ہو جب کسی قوم میں اعلانیہ فسق وفجور ہوتا ہے تو ان میں طاعون آتا ہے اور ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں کہ اگلے لوگوں میں وہ بیماریاں کبھی نہیں ہوئی تھیں اور جب کوئی قوم ناپ تول میں چوری کرتی ہے تو ان پر قحط اترتا ہے اور سخت مصیبت پڑتی ہے اور بادشاہ وقت ان پر ظلم کرتا ہے اور جب کوئی قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتی تو اللہ تعالیٰ ان پر بارش روک دیتا ہے اور اگر دنیا میں چوپائے نہ ہوتے تو بالکل پانی نہ برستا اور جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا عہد توڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایک دشمن مسلط کرتا ہے جو ان کی قوم کا نہیں ہوتا اور جو مال ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے ان سے چھین لیتا ہے اور جب مسلمان حاکم اللہ کی کتاب پر نہیں چلتے اور اللہ نے جو اتارا اس کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے اندر لڑائی ڈال دیتا ہے۔(364)

❑ **تنخواہ بروقت نہ دینا:**

- **ہمیں حکم ہے کہ ہر حق والے کو بروقت اس کا حق دیدیں**
- قرآن کریم میں ہے:

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔(سورہ طلاق:6)

پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت عطا کرو

- قرآن کریم میں ہے:

وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ۔(سورہ انعام:141)

اور جب ان کی (کھیتی کی) کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو۔

مالک کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ ملازم کی اُجرت/تنخواہ بروقت اس کو خود ہی ادا کردے، تاکہ ملازم کو اپنی اُجرت مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔قرآن کریم میں سیدنا موسیٰؑ کا واقعہ بیان ہوا ہے جس میں آپؑ نے سیدنا شعیبؑ کی بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ پانی پلانے کے بعد آپؑ ابھی وہیں موجود تھے کہ سیدنا شعیبؑ کی ایک بیٹی آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

اِنَّ اَبِیْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا۔(قصص:25)

میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ وہ آپ کو اس (محنت) کا معاوضہ دیں جو آپ نے ہمارے لیے (بکریوں) کو پانی پلایا ہے۔

آیت کریم میں "يَدْعُوْكَ" کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ مزدور کو مزدوری خود بلا کر دینی چاہیے تاکہ اُسے مانگنے کی حاجت نہ پڑے۔(365)

- حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَعْطِ الأَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَجُفَّ عِرْقُہٗ۔ (366)

اجیر کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اجرت ادا کردو۔

- حضرت ابوہریرۃؓ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ۔ (367)

مالدار کا حق کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے

(2) ملازمین کی تنخواہ نہ دینے، پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کی شکلیں

سوال: ملازمین کی اجرتیں نہ دینے، پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب:

❑ تنخواہ نہ دینے کی مروجہ شکلیں

- موجودہ زمانہ میں تقریباً ہر ادارہ میں معاہدہ ملازمت میں ایک شق لازمی طور پر ہوتی ہے کہ اگر ملازم نے ایک ماہ پہلے بتائے بغیر ملازمت چھوڑ دی تو اسے جاری مہینے یا آخری مہینے کی تنخواہ نہیں دی جائے گی، یہ ظلم ہے۔
- ادارہ کو نقصان ہونے کی صورت میں ملازمین کو اجرت نہ دینا، ان کو بھی ادارہ کے نقصان میں شریک کرنا۔
- جو چھٹیاں معاہدہ اور عرف کے مطابق ہوں ملازم کو ان کی تنخواہ نہ دینا۔

❑ تنخواہ پوری نہ دینے کی مروجہ شکلیں

- بعض اوقات انسان اپنی مفلسی، تنگ دستی اور مالی پریشانیوں کے سبب کم اجرت پر بھی زیادہ کام کرنے پر رضامندی ظاہر کردیتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ اس پر خوش نہیں ہوتا نہ اس کے ساتھ یہ انصاف ہے، ایسے موقع پر آجر اس کی بے چارگی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اسے کم اجرت پر راضی کرلیتا ہے، چونکہ یہ بھی ایک قسم کا جبر ہے اس لیے اسلام نے اس کے بھی ممانعت کی ہے۔
- ملازمین سے اضافی کام یا اضافی اوقات میں کام لینے کی صورت میں اضافی اجرت (اوور ٹائم) نہ دینا۔
- تاخیر کی روک تھام کے لیے تنخواہ سے ناجائز کٹوتی کرنا۔

پہلی صورت: بعض اداروں میں یہ قانون اختیار کیا جاتا ہے کہ ادارے کے اوقات کار صبح 8 بجے سے ہیں اور ملازمین کو آٹھ بجکر دس منٹ تک آنے کی اجازت ہے جس پر کوئی لیٹ نہیں لگائی جاتی۔ آٹھ بجکر دس منٹ کے بعد سے لیکر نو بجے تک

جو ملازم ادارے میں داخل ہوتا ہے اس کی لیٹ لگائی جاتی ہے۔ نو بجے کے بعد آنے کے لیے اس کو پہلے سے گیٹ پاس پر اجازت لینی ہوتی ہے۔ تین لیٹس کے بعد عام طور پر چوتھی لیٹ پر آدھے دن اور پانچوں لیٹ پر ایک دن کی چھٹی کے پیسے کاٹ لیے جاتے ہیں۔ چاہے اس کی لیٹ ایک منٹ کی ہو یا آدھے گھنٹے کی۔

دوسری صورت: بعض اداروں میں یہ صورت اختیار کی جاتی ہے کہ اگر ملازم دو گھنٹے یا اس سے زیادہ تاخیر سے آیا ہے اس کی آدھے دن کی تنخواہ کٹ جائے گی اور اگر دو گھنٹے سے کم تاخیر کی لیکن ایسا ایک مہینے میں تین دفعہ سے زیادہ ہو گیا تو پورے مہینے میں سے ایک مکمل دن کی تنخواہ کٹ جائے گی۔

- ادارہ چھوڑ کر جانے والے ملازم کے بقایا جات نہ دینا۔

❑ تنخواہ بروقت نہ دینے کی مروجہ شکلیں

- بعض اوقات ادارہ چھوڑ کر جانے والے ملازم کے آخری بقایا جات کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر کی جاتی ہے، غیر ضروری کاغذی کارروائی میں پھنسا دیا جاتا ہے یا ضروری کارروائی میں بلاوجہ ٹال مٹول کی جاتی ہے۔

(3) ملازمین کی تنخواہ نہ دینے، پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:512)

المیزان مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

ملازمین کا چوتھا حق: ملازمین کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کو پورا کرنا

(1) وعدہ خلافی کی ممانعت (2) ملازم کے ساتھ وعدہ خلافی کی شکلیں
(3) ملازم کے ساتھ وعدہ خلافی کے احکام

(1) وعدہ خلافی کی ممانعت

سوال: قرآن وحدیث میں وعدہ خلافی کی ممانعت اور اس سے متعلق کیا وعیدیں آئی ہیں؟

جواب:

قرآن کریم میں ہے:

یَاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا أَوفُوا بِالعُقُودِ۔ (المائدۃ:1)

اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَوفُوا بِالعَھدِ إِنَّ العَھدَ کَانَ مَسؤُلًا۔ (اسراء:34)

اور عہد کو پورا کرو، یقین جانو کہ عہد کے بارے میں (تمہاری) باز پرس ہونے والی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفعَلُونَ۔ (صف:2)

اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟

حدیث میں آتا ہے:

لا ایمان لمن لا عھدہ لہ۔ (368)

جس شخص کا عہد نہیں اس کا کوئی دین ہی نہیں۔

اور حدیث میں ہے

المُسلِمُونَ عِندَ شُرُوطِھِم۔ (369)

مسلمان اپنی لگائی گئی شرطوں کے پابند ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

أَربَعٌ مَن کُنَّ فِیہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَن کَانَت فِیہِ خَصلَۃٌ مِنھُنَّ کَانَت فِیہِ

خَصلَةٌ مِن النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (370)

چار باتیں جس کسی میں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس میں انمیں سے ایک بات ہو اس میں ایک نفاق کی علامت ہے، تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے (وہ چار باتیں یہ ہیں) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب لڑے تو بے ہودگی کرے۔

سوال: قرآن وحدیث میں وعدہ پورا کرنے سے متعلق کیا کیا فوائد وفضائل آئے ہیں؟

جواب:

(1) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ ان لوگوں کی تعریف بیان فرمائی ہے جو وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی صفات بیان فرمائیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

وَالمُوفُونَ بِعَهدِهِم إِذَا عَاهَدُوا۔ (بقرة:177)

اور جب کوئی عہد کر لیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

بَلٰی مَن أَوفٰی بِعَهدِهٖ وَاتَّقٰی فَإِنَّ اللهَ یُحِبُّ المُتَّقِینَ۔ (آل عمران:76)

بھلا پکڑ کیوں نہیں ہوگی؟ (قاعدہ یہ ہے کہ) جو اپنے عہد کو پورا کرے گا اور گناہ سے بچے گا تو اللہ ایسے پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

ایک اور جگہ عقلمندوں کی تعریف میں ارشاد فرمایا ہے:

الَّذِینَ یُوفُونَ بِعَهدِ اللهِ وَلَا یَنقُضُونَ المِیثَاقَ۔ (رعد:20)

(یعنی) وہ لوگ جو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں، اور معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

ایک اور جگہ کامیاب مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِینَ هُم لِأَمَانَاتِهِم وَعَهدِهِم رَاعُونَ۔ (مؤمنون:8)

جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں

ایک حدیث میں آتا ہے:

ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُم اللهُ وَلَا یَنظُرُ إِلَیهِم وَلَا یُزَكِّیهِم وَلَهُم عَذَابٌ أَلِیمٌ رَجُلٌ عَلٰی فَضلِ مَاءٍ بِطَرِیقٍ یَمنَعُ مِنهُ ابنَ السَّبِیلِ وَرَجُلٌ بَایَعَ رَجُلًا لَا یُبَایِعُهُ إِلَّا

لِلدُّنيَا فَإِن أَعطَاهُ مَا يُرِيدُ وَفَى لَهُ وَإِلَّا لَم يَفِ لَهُ وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلعَةٍ بَعدَ العَصرِ فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَد أَعطَى بِهَا كَذَا وَكَذَا فَأَخَذَهَا۔(371)

تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) گفتگو نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ایک وہ شخص جس کے پاس راستے میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور مسافروں کو نہ دے دوسرے وہ شخص جو کسی سے بیعت صرف دنیا کی خاطر کرے اگر وہ اس کی مرضی کے مطابق دیتا ہے تو بیعت پر قائم رہتا ہے ورنہ بیعت توڑ دیتا ہے تیسرے وہ شخص جو کسی سے عصر کے بعد کسی سامان کا مول کرے اور اللہ کی جھوٹی قسم کھائے کہ اس کو یہ چیز اتنے اتنے داموں میں ملی ہے اور خریدار اس کو خرید لے۔

(2) معاملات میں اجتماعیت آپس کے اتفاق اور جوڑ کو برقرار رکھنے میں ایفاء عہد کا بڑا دخل ہے جب وعدے پورے نہیں کیے جاتے تو آپس میں ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، پھر معاملات خراب ہوتے ہیں، نفرتیں پھیل جاتی ہے، نااتفاقی اور توڑ پیدا ہوتا ہے، جو ساری خرابیوں کا جڑ ہے۔

(3) ایفاء عہد یہ انبیاء کرام کے عمدہ اخلاق میں سے ایک خصلت ہے، حضرت اسماعیلؑ کے متعلق قرآن میں آیا ہے:

إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الوَعدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا۔(مریم:54)

بیشک وہ وعدے کے سچے تھے اور رسول اور نبی تھے

(2) ملازم کے ساتھ وعدہ خلافی کی شکلیں

(1) متعین مدت (مثلاً ایک سال) کے بعد عہدہ یا تنخواہ بڑھانے، کام کا لوڈ کم کرنے کا وعدہ کرکے پورا نہ کرنا۔

(2) معاہدہ میں طے شدہ تعطیلات نہ دینا یا معاہدہ کے خلاف تعطیلات پر کٹوتی کرنا۔

(3) مختلف سہولیات، مراعات، متفرق الاؤنس کا وعدہ کرکے پورا نہ کرنا، مثلاً: رہائش، سواری، تعلیم، علاج معالجہ وغیرہ کی سہولیات کا وعدہ کرکے پورا نہ کرنا۔

(4) ملازمین سے کام نکالنے کے لیے کمیشن، مختلف انعام کے ان سے خوش کن وعدے کرکے پھر پورا نہ کرنا۔

(5) مختلف قسم کے بونس (ٹارگٹ پورا کرنے، رمضان، عیدین وغیرہ) کے وعدے کرکے ان وعدوں کو پورا نہ کرنا۔

(6) ادارہ کی جانب سے ریٹائرمنٹ کے بعد پنشن کی ادائیگی کا وعدہ کرکے پنشن نہ دینا۔

(3) ملازم کے ساتھ وعدہ خلافی کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:520)

فصل:۔1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

شریک/ پارٹنر کے حقوق

شریک کا حق: شریک/ پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی، خیانت اور جھگڑے نہ کرنا

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

شریک کا حق: شریک/ پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی نہ کرنا

(1) شریک/ پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کی ممانعت

(2) شریک/ پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کی شکلیں

(3) شریک/ پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کے احکام

(1) شریک/ پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کی ممانعت

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں شریک/ پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کی ممانعت بیان کریں؟

جواب: قرآن کریم میں ہے:

لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ (بقرۃ:279) نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللهَ يَأمُرُ بِالعَدلِ وَ الإِحسَانِ وَ إِيتَاءِ ذِى القُربَى وَيَنهَى عَنِ الفَحشَاءِ وَ المُنكَرِ وَ البَغيِ يَعِظُكُم لَعَلَّكُم تَذَكَّرُونَ۔ (نحل:90)

بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو

ایک اور جگہ حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد ہے:

وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الخُلَطَاءِ لَيَبغِى بَعضُهُم عَلَى بَعضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُم۔ (ص:24)

اور بہت سے لوگ جن کے درمیان شرکت ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اور وہ بہت کم ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

يَا عِبَادِى إِنِّى حَرَّمتُ الظُّلمَ عَلَى نَفسِى وَجَعَلتُهُ بَينَكُم مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا۔ (372)

اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر دیا ہے اور میں اس کو تم لوگوں پر بھی حرام کرتا ہوں، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

إِنَّ اللهَ أَوحَى إِلَيَّ أَن تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ وَلَا يَبغ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ۔(373)

اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ ہی کوئی کسی پر زیادتی کرے

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ۔(374)

نہ پہلے کسی مسلمان کو نقصان پہنچاؤ اور نہ کسی کے پہنچائے ہوئے نقصان کے بدلے اسے تکلیف/نقصان پہنچاؤ

ایک حدیث میں آتا ہے:

الغَزوُ غَزوَانِ فَأَمَّا مَن ابتَغَى وَجهَ اللهِ وَأَطَاعَ الإِمَامَ وَأَنفَقَ الكَرِيمَةَ وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ وَاجتَنَبَ الفَسَادَ فَإِنَّ نَومَهُ وَنُبهَهُ أَجرٌ كُلُّهُ وَأَمَّا مَن غَزَا فَخرًا وَرِيَاءً وَسُمعَةً وَعَصَى الإِمَامَ وَأَفسَدَ فِي الأَرضِ فَإِنَّهُ لَم يَرجِع بِالكَفَافِ۔(375)

جہاد دو طرح کا ہے ایک وہ جہاد ہے جو رضاء الٰہی کی خاطر کیا جاتا ہے اور اس میں امام کی فرمانبرداری کی جاتی ہے اور بہتر سے بہتر مال اس میں خرچ کیا جاتا ہے ساتھی کے ساتھ نرمی برتی جاتی ہے اور فساد سے پرہیز کیا جاتا ہے پس ایسے جہاد میں تو سونا اور جاگنا بھی عبادت ہے۔ دوسرا جہاد وہ ہے جس میں فخر شامل ہو اور جو دکھانے اور سنانے کی غرض سے کیا جاتا ہے جس میں امام کی نافرمانی ہو اور زمین میں فساد مطلوب ہو ایسے جہاد کا کوئی اجر نہیں۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَينِ مَا لَم يَخُن أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ فَإِذَا خَانَهُ خَرَجتُ مِن بَينِهِمَا۔(376)

میں دو شراکت کرنے والوں کے درمیان تیسرا نگہبان ہوں جب تک ان دونوں شرکاء میں سے کوئی ایک خیانت کا ارتکاب نہیں کرتا تو میں نگہبانی کرتا ہوں اور جب ان میں سے کوئی ایک خیانت کرتا ہے تو میں درمیان سے نکل جاتا ہوں۔

أَنَاثَالِثُ الشَّرِيكَينِ: یعنی ان کی حفاظت کرتا اور ان کو برکت دیتا ہوں اور ان کے مال کو محفوظ کرتا اور ان دونوں کو رزق وخیر دیتا ہوں اور ان کے معاملات میں ان کا مددگار رہتا ہوں۔ میری مدد ان کے شامل حال رہتی ہے۔

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

خَرَجتُ مِن بَینِهِمَا: یعنی ان سے حفاظت اٹھالیتا ہوں جس سے مال کی برکت چلی جاتی ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ شرکت مستحب ہے کیونکہ اس سے اللہ کی برکت اترتی ہے۔ اس کے بالمقابل جو شخص اکیلا ہوا سے یہ برکت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ دونوں میں سے ہر شریک حفاظت مال اور ترقی کی کوشش کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کی اس وقت تک مدد کرتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے۔(377)

حضرت سائب سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو لوگ میری تعریف اور میرا ذکر کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا أَعلَمُكُم يَعنِى بِهِ قُلتُ: صَدَقتَ بِأَبِى أَنتَ وَأُمِّى: كُنتَ شَرِيكِى فَنِعم الشَّرِيكُ كُنتَ لَاتُدَارِى وَلَاتُمَارِى۔(378)

میں ان کو تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، میں نے عرض کیا: سچ کہا آپ نے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ میرے شریک تھے تو آپ ایک بہترین شریک تھے، نہ آپ لڑتے تھے اور نہ جھگڑتے تھے۔

(2) شریک/پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کی شکلیں

(1) اپنے کام/ذمہ داریوں میں کوتاہی، دوسرے سے طے شدہ کام سے زیادہ کام لینا، طے شدہ ذمہ داریوں سے زیادہ کا ذمہ دار بنانا۔

(2) اختیارات کا غلط استعمال کرنا: خود سارے اختیار لے کر دوسرے کو بے دخل کر دینا، اس کے حق کے بقدر نہ دینا۔

(3) نفع، سہولیات، مراعات اپنے حق سے زیادہ لینا، وقت سے پہلے لینا، دوسرے کو اس کے حق سے کم دینا، بروقت نہ دینا ٹال مٹول کرنا۔

(4) اپنے حصہ کا نقصان، ضمان تاوان قبول نہ کرنا، دوسرے پر اس کے حصہ سے زیادہ تاوان ڈالنا۔

(5) ہر وقت ذہنی دباؤ میں رکھنا۔ چھوٹی چھوٹی معمولی معمولی باتوں پر الجھنا۔

(3) شریک/پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل ص:521 تا 544)

فصل:۔1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

کاروباری پڑوسی کے حقوق

تمہید: اہمیت، ضرورت، وعید

کاروباری پڑوسی کا حق: اذیت اور تکلیف نہ دینا، خیانت نہ کرنا

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

تمہید: اہمیت، ضرورت، وعید

(1) پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید:

حدیث میں آتا ہے:

مَازَال جِبْرِیْل یُوصِینی بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّہُ سَیُوَرِّثُہُ

جبرئیل امین مجھے پڑوسی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے محسوس ہوا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے۔(379)

- حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

أُوصِیکُم بِالْجَارِ حَتّٰی أَکْثَرَ فَقُلْتُ: إِنَّہُ لَیُوَرِّثُہُ۔(380)

میں تمہیں پڑوسیوں کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی دفعہ ارشاد فرمائی کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ پڑوسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارث بنادیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کے حق اور اس کے ساتھ اکرام ورعایت کا رویہ رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیلؑ مسلسل ایسے تاکیدی احکام لاتے رہے کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کو وارث بھی بنادیا جائے گا' یعنی حکم آجائے گا کہ کسی کے انتقال کے بعد جس طرح اس کے ماں باپ' اس کی اولاد اور دوسرے اقارب اس کے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح پڑوسی کا بھی اس میں حصہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس ارشاد کا مقصد صرف یہ واقعہ کا بیان نہیں ہے بلکہ پڑوسیوں کے حق کی اہمیت کے اظہار کے لیے یہ ایک نہایت مؤثر اور بلیغ ترین عنوان ہے۔(381)

(2) برے پڑوسی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے

حدیث میں آتا ہے:

اللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامَۃِ، فَإِنَّ جَارَ الْبَادِیَۃِ یَتَحَوَّلُ۔(382)

اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں برے پڑوس سے اپنے سکونت کے گھر میں کیونکہ جنگل (یعنی سفر) کا پڑوسی تو چلا بھی جاتا ہے (اور سکونت کے گھر والا دیرپا ہوتا ہے)

(3) بہترین شخص وہ ہے جو پڑوسیوں کے لیے اچھا ہو

حدیث میں آتا ہے:

خَیْرُ الأَصْحَابِ عِنْدَ اللہِ خَیْرُھُمْ لِصَاحِبِہٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللہِ خَیْرُھُمْ

لِجَارِہٖ"۔(383)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہے اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہے۔

(4) اچھے پڑوسی کا ملنا خوش نصیبی کی علامت ہے

حدیث میں آتا ہے:

مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ الْجَارُ الصَّالِحُ وَالْمَرْكَبُ الْهَنِیُّ وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ۔ (384)

انسان کی خوش بختی اور خوش نصیبی ہے کہ اسے اچھا، نیک پڑوسی مل جائے، اچھی سواری اور کشادہ گھر مل جائے۔

(5) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک علامت ایمان ہے

حدیث میں آتا ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ۔(385)

جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے

(6) پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کامل ایمان کی علامت ہے

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَن يَأخُذُ عَنّي هَؤُلاءِ الكَلِمَاتِ فَيَعمَلُ بِهِنَّ أَو يُعَلِّمُ مَن يَعمَلُ بِهِنَّ فَقَالَ أَبُو هُرَيرَةَ: فَقُلتُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَأَخَذَ بِيَدِی فَعَدَّ خَمسًا وَقَالَ: .... وَأَحسِن إِلَى جَارِكَ تَكُن مُؤمِنًا۔(386)

کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات سیکھ لے اور پھر اس پر خود عمل کرے یا اس شخص کو سکھا دے جو اس پر عمل کرے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں سیکھنے کے لیے تیار ہوں، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ لیا اور پانچ باتیں گنوائیں (ان میں سے ایک یہ تھی) اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو کامل مؤمن بن جاؤ گے۔

(7) پڑوسی کے ساتھ برے سلوک کرنے والے کے لیے جہنم کی وعید ہے

حدیث میں ہے:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔(387)

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کی تکلیف اور اذیت سے محفوظ نہ ہو

• حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کسی عورت کا تذکرہ کیا

إِنَّ فُلَانَةَ يُذكَرُ مِن كَثرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيرَ أَنَّهَا تُؤذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ: هِيَ فِي النَّارِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّ فُلَانَةَ يُذكَرُ مِن قِلَّةِ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَلَا تُؤذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ: هِيَ فِي الجَنَّةِ۔ (388)

کہ وہ بہت زیادہ نماز، روزہ، صدقات کی پابند ہے لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف دیتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جہنم میں ہوگی پھر ایک اور عورت کا تذکرہ کیا کہ اس کے روزے، صدقات، نمازیں کم ہیں لیکن وہ اپنے پڑوسی کو زبان سے تکلیف نہیں دیتی، آپؐ نے فرمایا وہ جنت میں ہوگی۔

(8) صحابہ کاروباری پڑوسی کی رعایت میں اپنا نفع قربان کردیتے تھے:

حضرت عمر بن شریدؓ کہتے ہیں ہمیں سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس کھڑا تھا کہ مسور بن مخرمہؓ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابورافعؓ بھی آگئے اور فرمایا:

يَا سَعدُ ابتَعِ مِنِّي بَيتَيَّ فِي دَارِكَ فَقَالَ سَعدٌ: وَاللهِ مَا أَبتَاعُهُمَا فَقَالَ المِسوَرُ: وَاللهِ لَتَبتَاعَنَّهُمَا فَقَالَ سَعدٌ: وَاللهِ لَا أَزِيدُكَ عَلَى أَربَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةً أَو مُقَطَّعَةً قَالَ أَبُو رَافِعٍ: لَقَد أُعطِيتُ بِهَا خَمسَ مِائَةِ دِينَارٍ وَلَولَا أَنِّي سَمِعتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ مَا أَعطَيتُكَهَا بِأَربَعَةِ آلَافٍ وَأَنَا أُعطَى بِهَا خَمسَ مِائَةِ دِينَارٍ فَأَعطَاهَا إِيَّاهُ۔ (389/1)

اے سعد! تمہارے قبیلہ میں جو میرے دو گھر ہیں، انہیں تم خرید لو۔ سعدؓ بولے کہ بخدا میں تو انہیں نہیں خریدوں گا۔ اس پر مسورؓ نے فرمایا کہ نہیں جی تمہیں خریدنا ہوگا۔ سعدؓ نے فرمایا کہ پھر میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ اور وہ بھی قسط وار۔ ابورافعؓ نے فرمایا کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے پڑوس کا زیادہ حقدار ہے۔ تو میں ان گھروں کو چار ہزار پر تمہیں ہرگز نہ دیتا۔ جب کہ مجھے پانچ سو دینا ران کے مل رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گھر ابورافعؓ نے سعدؓ کو دے دیے۔

(9) سب کو اپنے نصیب کا ملتا ہے لہٰذا ساتھ کام کرنے والے ساتھیوں کی ٹانگیں نہ کھینچیں:

حدیث میں آتا ہے:

لَا تَسأَلِ المَرأَةُ طَلَاقَ أُختِهَا لِتَستَفرِغَ صَحفَتَهَا وَلتَنكِح فَإِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔ (389/2)

کوئی عورت اپنی کسی (دینی) بہن کی طلاق کا مطالبہ (شوہر سے) نہ کرے کہ اس کے گھر کو اپنے ہی لیے خاص کر لینا چاہے۔ بلکہ اسے نکاح (دوسری عورت کی موجودگی میں بھی) کر لینا چاہیے کیونکہ اسے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے مقدر میں ہوگا۔

❑ اچھے پڑوسی ہونے کی علامت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیسے معلوم ہوگا جب میں نیک کام کروں کہ میں نے نیک کام کیا اور جب برا کام کروں تو برا کام کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَمِعتَ جِيرَانَکَ يَقُولُونَ: أَن قَد أَحسَنتَ فَقَد أَحسَنتَ وَإِذَا سَمِعتَهُم يَقُولُونَ: قَد أَسَأتَ فَقَد أَسَأتَ۔ (390)

جب تیرے پڑوسی تجھ سے کہیں تو نے اچھا کیا تو تو نے اچھا کام کیا اور جب کہیں برا کیا تو سمجھ لے کہ برا کام کیا ہے۔

❑ پڑوسی کسے کہتے ہیں؟

- پڑوسیوں کے حکم میں ہر وہ شخص داخل ہے جو کسی ادارے یا کسی مارکیٹ میں اکھٹے کام یا کاروبار کر رہا ہو۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، نیک ہو یا برا، شہری ہو یا دیہاتی مسافر، اپنا ہو یا پرایا، نفع پہنچانے والا ہو یا ضرر پہنچانے والا ہو۔ (391) البتہ یہ الگ بات ہے کہ فرق مراتب ضروری ہے۔ (392)
- پڑوسی صرف برابر والے کو نہیں کہتے بلکہ پڑوسیوں میں وہ سب لوگ داخل ہوتے ہیں جو ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتے ہوں۔ (393)

کاروباری پڑوسی کا حق: اذیت اور تکلیف نہ دینا، خیانت نہ کرنا

(1) کاروباری پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے اور خیانت کرنے کی ممانعت

(2) کاروباری پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے اور خیانت کرنے کی شکلیں

(3) کاروباری پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے اور خیانت کرنے کے احکام

(1) کاروباری پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے اور خیانت کرنے کی ممانعت

سوال: قرآن وحدیث میں پڑوسیوں کو اذیت، تکلیف دینے اور ان کے ساتھ خیانت کرنے کی کیا ممانعت آئی ہے؟

جواب: قرآن وحدیث میں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کو جسمانی، ذہنی، قلبی اذیت اور تکلیف دینے اور ان کے ساتھ خیانت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

- چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وَاعبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشرِکُوا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالوَالِدَیْنِ اِحسَانًا وَّبِذِی القُربٰی وَالیَتٰمٰی وَالمَسٰکِینِ وَالجَارِ ذِی القُربٰی وَالجَارِ الجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنْبِ وَابنِ السَّبِیلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیمَانُکُم اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ مَن کَانَ مُختَالًا فَخُورًا۔ (النساء:36)

اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ رکھو) بیشک اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا

مفسرین نے فرمایا ہے:

"الصَّاحِبِ بِالجَنْبِ" (ساتھ بیٹھے ہوئے شخص) میں وہ شخص بھی داخل ہے جو کسی کام و پیشہ یا صنعت وحرفت یا دفتر کی ملازمت وغیرہ میں شریک ہو۔ بلکہ بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ جب گھر کے پڑوسی کے لیے حسن سلوک کا حکم ہے، جبکہ اس کے اور آپ کے درمیان دیوار حائل ہوتی ہے تو ساتھ کام کرنے والا وہ پڑوسی جس کے اور آپ کے درمیان کوئی حائل بھی نہیں ہوتا اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا بطریق اولی ضروری ہوگا۔ **(394)**

- حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَاللہِ لَایُؤْمِنُ ،وَاللہِ لَایُؤْمِنُ ،وَاللہِ لَایُؤْمِنُ ، قِیلَ وَمَنْ یَارَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ لَایَامَنُ جَارُہُ بَوَائِقَہُ۔(395)

اللہ کی قسم مومن نہیں ،اللہ کی قسم مومن نہیں ،اللہ کی قسم مومن نہیں ، پوچھا گیا کون یارسول اللہ ﷺ؟ فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی اذیت سے محفوظ نہ ہو

علامہ ابن بطال اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے اس حدیث میں پڑوسی کے حق کو بہت تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا اور اس کے لیے آپ ﷺ نے قسم کے الفاظ استعمال فرمائے اور اس بات کو مزید مؤکد کرنے کے لیے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔(396)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ ؓ سے سوال کیا:

مَا تَقُولُونَ فِی الزِّنَا قَالُوا: حَرَّمَہُ اللہُ وَرَسُولُہُ فَھُوَ حَرَامٌ إِلَی یَومِ القِیَامَۃِ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ لِأَصحَابِہِ: لَأَن یَزنِیَ الرَّجُلُ بِعَشرَۃِ نِسوَۃٍ أَیسَرُ عَلَیہِ مِن أَن یَزنِیَ بِامرَأَۃِ جَارِہِ قَالَ: فَقَالَ: مَا تَقُولُونَ فِی السَّرِقَۃِ قَالُوا: حَرَّمَھَا اللہُ وَرَسُولُہُ فَھِیَ حَرَامٌ قَالَ: لَأَن یَسرِقَ الرَّجُلُ مِن عَشرَۃِ أَبیَاتٍ أَیسَرُ عَلَیہِ مِن أَن یَسرِقَ مِن جَارِہِ۔(397)

زنا کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا زنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے وہ قیامت تک حرام رہے گا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے یہ ہلکا ہے بنسبت اس سے کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔

آپ ﷺ نے پھر سوال کیا: چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: چوری کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا پس وہ حرام ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص دس گھروں سے چوری کرے یہ ہلکا ہے بنسبت اس چوری سے جو وہ اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرے۔

- حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَشکُو جَارَہُ فَقَالَ: اذھَب فَاصبِر فَأَتَاہُ مَرَّتَینِ أَو ثَلَاثًا فَقَالَ: اذھَب فَاطرَح مَتَاعَکَ فِی الطَّرِیقِ فَطَرَحَ مَتَاعَہُ فِی الطَّرِیقِ فَجَعَلَ النَّاسُ یَسأَلُونَہُ فَیُخبِرُھُم خَبَرَہُ فَجَعَلَ النَّاسُ یَلعَنُونَہُ: فَعَلَ اللہُ بِہِ وَفَعَلَ وَفَعَلَ فَجَاءَ إِلَیہِ جَارُہُ فَقَالَ لَہُ: ارجِع لَاتَرَی مِنِّی شَیًٔا تَکرَھُہُ۔(398)

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، اپنے پڑوسی کی شکایت کر رہا تھا، آپ نے فرمایا: جاؤ صبر کرو پھر وہ آپ کے پاس دوسری یا تیسری دفعہ آیا، تو آپ نے فرمایا: جاؤ اپنا سامان نکال کر راستے میں ڈھیر کر دو تو اس نے اپنا سامان نکال کر راستہ میں ڈال دیا، لوگ اس سے وجہ پوچھنے لگے اور وہ پڑوسی کے متعلق لوگوں کو بتانے لگا، لوگ (سن کر) اس پر لعنت کرنے اور اسے بددعا دینے لگے کہ اللہ اس کے ساتھ ایسا کرے ایسا کرے، اس پر اس کا پڑوسی آیا اور کہنے لگا: اب آپ (گھر میں) واپس ہو جائیں آئندہ مجھ سے کوئی ایسی بات نہ دیکھیں گے جو آپ کو ناپسند ہو۔

- **حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ کیا:**

إِنَّ فُلَانَةً يُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ أَنَّهَا تُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ: هِيَ فِي النَّارِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَإِنَّ فُلَانَةً يُذْكَرُ مِنْ قِلَّةِ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَلَا تُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ: هِيَ فِي الْجَنَّةِ۔ (399)

کہ وہ بہت زیادہ نماز، روزہ، صدقات کی پابند ہے لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف دیتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جہنم میں ہوگی پھر ایک اور عورت کا تذکرہ کیا کہ اس کے روزے، صدقات، نمازیں کم ہیں لیکن وہ اپنے پڑوسی کو زبان سے تکلیف نہیں دیتی، آپؐ نے فرمایا وہ جنت میں ہوگی۔

- **علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (متوفی: 973ھ) اپنی کتاب میں البحر المورود فی المواثیق والعہود (ہم سے عہد لیا گیا) میں فرماتے ہیں:**

اپنے تجارت پیشہ دوستوں وغیرہ کو یہ حکم کریں کہ وہ بازار میں (اپنے) ہمسایہ (تاجروں) کے ساتھ (مروت اور) ادب کا لحاظ رکھا کریں اور ظالم تاجروں کا طریقہ اختیار نہ کریں کہ سستے سودے پر اس طرح نہ لپک پڑیں جیسے شکاری درندہ شکار پر دوڑا کرتا ہے اور اپنے غریب ہمسایوں کو (خالی ہاتھ) چھوڑ دیں کہ وہ حسرت کی نگاہوں سے اس (سودے) کو تکتے رہیں، پھر (طرہ یہ کہ بعض تاجر) ایسی بری حرکت کے بعد فائدے (اور منافع حاصل کر کے اس وقت بھاگ جاتے ہیں جب کہ بازار پر کوئی تہمت (یا شکایت) آتی ہے یا تاوان (اور جرمانہ) ڈالا جاتا ہے اور ان مصیبتوں کے لیے غریب تاجروں کو چھوڑ جاتے ہیں حالانکہ ان کے لیے مناسب یہ تھا کہ جس طرح وہ فائدہ حاصل کرنے میں سب سے آگے رہتے ہیں اسی طرح تاوان کہ رقم بھی سب سے پہلے ادا کریں۔

پھر (یہ یاد رکھو! کہ) جو لوگ ایسے وقت میں بھاگ جاتے ہیں اور جرمانہ ادا کرنے میں غریبوں کے ساتھ شریک نہیں ہوتے حق تعالیٰ بسا اوقات ان کے مال پر (کوئی) دوسری آفت اور مصیبت

ڈال دیتے ہیں (کبھی مال چوری ہوجاتا ہے، کبھی آگ لگ جاتی ہے، کبھی اس کے قرضدار قرض سے انکار کرکے رقم دبالیتے ہیں) تو اگر (کسی وقت) کوئی اس کا مال ظلماً چھین لے یا (قرض وغیرہ کا) انکار کردے (اور اس طرح رقم دبالے) تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے (بلکہ اپنے کیے کو بھگتے، کیونکہ یہ مصیبت اس نے اپنے ہاتھوں اپنے سر لی ہے) اور حق تعالیٰ اپنے بندہ کی اسی وقت مدد فرماتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) کی مدد کرتا ہے۔ واللہ اعلم **(400/1)**

- **حدیث میں آتا ہے:**

لَيسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يَشْبَعُ وَ جَارُهٗ جَائِعٌ۔ (400/2)

وہ شخص کامل مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

- **ایک اور حدیث میں ہے:**

مَا آمَنَ بِيْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَ جَارُهٗ جَائِعٌ إِلٰى جَنْبِهٖ وَ هُوَ يَعْلَمُ بِهٖ۔ (401)

وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو خود پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی اس کے ساتھ بھوکا ہو اور اس کو اس کا علم بھی ہو

- **شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:**

آج سے تقریباً چالیس سال پہلے 1966ء کی بات ہے، مکہ مکرمہ میں عمرہ کے لیے میرا جانا ہوا۔ ایک بازار میں ہم گئے تو ایک صاحب جو وہاں جا کر مقیم ہوگئے تھے، انہوں نے بتایا کہ یہاں تو عجیب منظر ہے کہ جیسے ہی اذان ہوئی تو اپنی دکان کو کھلا چھوڑ کر اور سامان پر بس کپڑا ڈال کر نماز کے لیے چلے گئے، کوئی چوری اور ڈاکے کا خطرہ نہیں ہے۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ میں نے اس سے زیادہ عجیب حالت دیکھی کہ میں ایک مرتبہ اسی بازار میں ایک دکان والے کے پاس کپڑا خریدنے گیا، میں نے ایک کپڑا دیکھ کر اسے پسند کرلیا، دام پوچھے تو دام بھی مناسب تھے، میں نے کہا کہ اتنا کپڑا پھاڑ دو، دکاندار نے پوچھا کہ آپ کو یہ کپڑا پسند ہے؟ میں نے کہا: ہاں، دام بھی ٹھیک ہیں؟ میں نے کہا: ٹھیک ہیں، پھر دکاندار نے کہا کہ ایسا کریں کہ یہی کپڑا سامانے والی دکان سے لے لیں، میں نے کہا کہ وہاں سے کیوں لوں؟ سودا تو آپ سے ہوا ہے، دکاندار نے کہا کہ اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں، آپ کو یہی کپڑا اسی دام میں وہاں سے مل جائے گا، وہاں سے لے لو، میں نے کہا کیا وہ آپ کی دکان ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، میری دکان نہیں ہے، میں نے کہا کہ میرا سودا تو آپ سے ہوا ہے، میں تو آپ ہی سے لوں گا، اور میں نے کہا کہ جب تک آپ وجہ نہیں بتائیں گے اس وقت تک نہیں لوں گا، دکاندار نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میرے پاس صبح سویرے سے لے کر اب تک آٹھ دس گاہک آچکے ہیں، اور سامنے والی دکان میں صبح سے لے کر اب تک کوئی گاہک نہیں آیا، اس لیے میں نے چاہا کہ اس کی بھی بکری ہوجائے

، اس لیے تمہیں اس کے پاس بھیج رہا ہوں۔ یہ ہے مسلمان معاشرے کی ایک جھلک جو اس وقت تک باقی تھی۔(402)

- سوق مناحیلہ جو کہ دمشق شام میں واقع ایک قدیم تاریخی بازار ہے، بعض مؤرخین نے اس کو 1800 سال پرانا بازار قرار دیا ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ بازار کے لوگ ایک گھرانے کی طرح رہتے تھے اور ان میں ایک عمل بہت عام تھا کہ جب صبح سب لوگ دکانیں کھولتے تھے تو جب پہلا گاہک کسی دکاندار سے کوئی چیز خریدتا تو وہ دوسرے گاہک کو اس وقت تک کوئی چیز فروخت نہیں کرتا جب تک کہ پڑوسی دکاندار کی ابتداء (بونی) نہ ہو جائے اور گاہک کو پڑوس دکاندار کے پاس یہ کہتے ہوئے بھیجتے تھے کہ میں نے کھاتہ کھول لیا ہے آپ میرے پڑوسی سے جا کر خرید لیں تا کہ اس کی بھی ابتداء ہو جائے۔
- برطانیہ، چین اور ملائشیا کے مشہور سپر سٹورز میں کام کرنے والے ایک لائق فائق منیجر کو بن داؤد سپر سٹور مکہ مکرمہ میں کام کرنے کا اتفاق ہوا۔ وہ برطانوی نژاد تھا اور بزنس مینجمنٹ کی کتابوں میں اس نے ہمیشہ اپنے مدمقابل منافس (compititor) کو نیچا دکھا کر آگے بڑھنا ہی سیکھا تھا۔

مکہ مکرمہ میں کچھ عرصہ اس نے بطور ریجنل منیجر کے اپنے خدمات سرانجام دیں۔ دریں اثناء اس نے دیکھا کہ ایک دوسرے نام کے سپر سٹور کی برانچ اس کے سٹور کے بالکل سامنے کھلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اس نے سوچا کہ یہ لوگ ادھر آ کر اس کی سیلز پر اثر انداز ہوں گے۔ لہٰذا اس نے فوراً بن داؤد سپر سٹور کے مالکان کو ایک رپورٹ پیش کی جس میں اس نئے سپر سٹور کے متعلق کچھ معلومات، مشورے اور آئندہ کا لائحہ عمل اختیار کرنے تجاویز دیں۔

اس کو زندگی میں حیرت کا شدید ترین جھٹکا لگا جب مالکان نے اس کو نئے سپر سٹور کے ملازمین کا سامان رکھوانے سٹور کی تزئین و آرائش اور ان کے چائے پانی کا خاص خیال رکھنے کا کہا۔ اس کی حیرت کو ختم کرنے کے لیے بن داؤد سٹورز کے مالکان نے کہا کہ ''وہ اپنا رزق اپنے ساتھ لائیں گے اور ہمارا رزق ہمارے ساتھ ہوگا، اپنے لکھے گئے رزق میں ہم ایک ریال کا اضافہ نہیں کر سکتے اگر اللہ چاہے، اور نئے سٹور والوں کے رزق میں ہم ایک ریال کی کمی نہیں کر سکتے اگر اللہ چاہے'' تو کیوں نا ہم بھی اجر کمائیں اور مارکیٹ میں نئے آنے والے تاجر بھائی کو خوش آمدید کہہ کر ایک خوشگوار فضا قائم کریں۔

(2) کاروباری پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے اور خیانت کرنے کی شکلیں

سوال: کاروباری پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب: (1) کاروباری پڑوسی کا گاہک گندا کرنا، گاہک توڑنا، مخالف کمپنی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے ہیڈ ہنٹنگ کرنا، ملازمین کو معاہدہ توڑنے پر ابھارنا، ورغلانا، پیشکش کرنا۔

(2) کاروباری پڑوسی کو اپنا حریف (کمپیٹر) اور مقابل سمجھ کر اس سے حسد کرنا مقابلہ بازی کرنا حالانکہ رزق اللہ کی طرف سے مقدر ہے کوئی کسی کا رزق نہ گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے کوئی کسی کے مقدر پر اثرانداز نہیں ہوسکتا

(3) دکان کے باہر سامان اس ترتیب سے رکھنا کہ پڑوسی کی دکان چھپ جائے

(4) صفائی کر کے کچرا پڑوسی کی دکان کے سامنے ڈالنا۔(403)

(5) کاروباری پڑوسی کے اہم ملازم کو خریدنے کی کوشش کرنا جیسا کہ سیزن میں اس طرح کی مذموم کوششیں کی جاتی ہیں

(6) اس کی مصنوعات (پروڈکٹ) کی برائیاں بیان کرنا

(7) اپنے پڑوسی کے سپلائر کو مال سپلائی کرنے سے منع کرنا

(8) پڑوسی دکاندار کے سودے میں مداخلت کرنا، یعنی اگر گاہک سے بھاؤ تاؤ چل رہا ہو تو اپنا ریٹ دینا۔

سوال: ایک ادارے میں ساتھ کام کرنے والے پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے اور خیانت کرنے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب: ایک ادارے میں ساتھ کام کرنے والے پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے اور خیانت کرنے کی مروجہ شکلیں یہ ہیں:

(1) اپنے کسی قول و فعل سے اس کو ایذا پہنچانا، کوئی ایسی گفتگو کرنا جس سے اس کی دل آزاری ہو، کوئی ایسا کام کرنا جس سے اس کو تکلیف ہو۔

(2) اپنے کام/ ذمہ داریوں میں کوتاہی، ساتھی سے طے شدہ کام سے زیادہ کام لینا، طے شدہ ذمہ داریوں سے زیادہ کا ذمہ دار بنانا۔

(3) اختیارات کا غلط استعمال کرنا۔ خود سارے اختیار لے کر دوسرے کو بے دخل کر دینا، اس کے حق کے بقدر نہ دینا۔

(4) سہولیات، مراعات اپنے حق سے زیادہ لینا، وقت سے پہلے لینا، دوسرے کو اس کے حق سے کم دینا، بروقت نہ دینا ٹال مٹول کرنا۔

(5) اپنے حصہ کا نقصان، ضمان تاوان قبول نہ کرنا، ساتھی پر اس کے حصہ سے زیادہ تاوان ڈالنا۔

(6) ساتھی کو ہر وقت ذہنی دباؤ میں رکھنا، چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں پر اس سے الجھنا۔

(3) کاروباری پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے اور خیانت کرنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل ص:546)

فصل:۔1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کے حقوق

ان کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے دینا، اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا

المیزان مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

پہلا حق: ان کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے دینا اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا

(1) بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنے کی ممانعت

(2) بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنے کی شکلیں اور نقصانات

(3) بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنے کے احکام

(1) بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنے کی ممانعت

سوال: قرآن وحدیث میں بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے کی کیا ممانعت آئی ہے؟

جواب:

❑ بیوی سے متعلق

قرآن کریم میں ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالمَعرُوفِ۔ (نساء:19)

اوران کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو

ایک اور آیت میں ہے:

وَلَهُنَّ مِثلُ الَّذِی عَلَیهِنَّ بِالمَعرُوفِ۔(بقرۃ:228)

اوران عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے(مردوں کو) ان پر حاصل ہیں۔

حدیث میں آتا ہے:

اِنَّ لِزَوجِکَ عَلَیکَ حَقًّا۔ (بیشک آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے)(**404**)

حدیث میں آتا ہے:

استَوصُوا بِالنِّسَاءِ خَیرًا فَإِنَّهُنَّ عِندَکُم عَوَانٍ۔(405)

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو، اس لیے کہ عورتیں تمہارے ماتحت ہیں

مذکورہ آیت اور حدیث میں شوہروں کو حکم ہے کہ بیویوں کے ساتھ اچھے انداز، مناسب اور معقول طریقہ سے زندگی گزاریں انہیں تکلیف اور اذیت نہ دیں اور اچھے انداز سے زندگی گزارنے میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے دیا جائے۔

کاروبار کی ایسی مشغولیت اور ایسا انہماک کہ بیوی، بچے ملاقات ہی کو ترس جائیں، ہفتوں بچوں سے ملاقات ہی نہ ہو۔ مل جل کر بیٹھنے کا وقت ہی نہ ملے یہ ان کی حق تلفی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود دینی مشغولیتوں، عالمی ذمہ داریوں کے اپنی بیویوں کو بھرپور وقت دیا کرتے تھے، اشراق کے بعد وقت دیتے عصر کے بعد دیتے، رات کو دیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّی الصُّبحَ جَلَسَ فِی مُصَلَّاهُ وَجَلَسَ النَّاسُ حَولَهُ حَتّٰی تَطلُعَ الشَّمسُ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰی نِسَائِهِ امرَأَةً امرَأَةً یُسَلِّمُ عَلَیهِنَّ وَیَدعُو لَهُنَّ فَإِذَا کَانَ یَومُ إِحدَاهُنَّ جَلَسَ عِندَهَا۔(406)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تو مصلے پر ہی تشریف فرما ہوتے لوگ آپ کے آس پاس بیٹھ جاتے، سورج طلوع ہونے تک، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے پاس الگ الگ تشریف لے جاتے ان کو سلام کرتے، دعائیں دیتے، پھر اس دن جن کی باری ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کے ساتھ ٹھہر جاتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وَکَانَ إِذَا انصَرَفَ مِنَ العَصرِ دَخَلَ عَلٰی نِسَائِهِ فَیَدنُو مِن إِحدَاهُنَّ۔(407)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز سے فارغ ہوکر اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے

اوران میں سے کسی ایک کے قریب بھی بیٹھتے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے

كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ تِسْعُ نِسْوَةٍ وَكَانَ إِذَا قَسَّمَ بَيْنَهُنَّ لَا يَنْتَهِي إِلَى الْمَرْأَةِ الْأُولَى إِلَّا فِي تِسْعٍ فَكُنَّ يَجْتَمِعْنَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فِي بَيْتِ الَّتِي يَأْتِيهَا۔(408)

نبی کریم ﷺ کی نو بیویاں تھیں پس جب آپ ﷺ ان کے درمیان باری مقرر فرماتے تو ہر عورت کے پاس نویں دن ہی تشریف لاتے اور وہ سب ہر رات اس گھر میں جمع ہو جاتیں جس میں آپ ﷺ نے تشریف لانی ہوتی۔

قرآن کریم میں ہے:

وَلَن تَستَطِيعُوا أَن تَعدِلُوا بَينَ النِّسَاءِ وَلَو حَرَصتُم فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ المَيلِ فَتَذَرُوهَا كَالمُعَلَّقَةِ۔(نساء:129)

اورعورتوں کے درمیان مکمل برابری رکھنا تو تمہارے بس میں نہیں، چاہے تم ایسا چاہتے بھی ہو۔ البتہ کسی ایک طرف پورے پورے نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ایسا بنا کر چھوڑ دو جیسے کوئی بیچ میں لٹکی ہوئی چیز

اس آیت میں متعدد بیویوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو اس بات سے منع فرمایا کہ کسی ایک بیوی کی طرف مکمل جھکاؤ ہو، اس طرح کہ سارا وقت ساری توجہ اسی کے لیے ہو اور دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دیا جائے، فرمایا قانون کے مطابق ہر ایک کے ساتھ عدل قائم کرنا چاہیے۔

- جب ایک بیوی میں اس طرح مشغول ہونا کہ دوسری بیوی سے اعراض بے توجہی لازم آئے جائز نہیں۔تو کاروبار اور کمائی میں ایسا مشغول ہو جانا کہ بیوی، بچوں کے لیے وقت ہی نہ بچے کب جائز ہوگا؟

❏ بچوں سے متعلق

قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُم وَأَهلِيكُم نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالحِجَارَةُ عَلَيهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُم وَيَفعَلُونَ مَا يُؤمَرُونَ۔(تحریم:6)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے کسی حکم میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ

ان کو وہ احکام اور وہ چیزیں سکھاؤ جو ان کو جہنم کی آگ سے بچائے۔**(409)**

حدیث میں آتا ہے:

اِنَّ لِوَلَدِکَ عَلَیکَ حَقًا۔ (بیشک آپ کی اولاد کا بھی آپ پر حق ہے)۔(410)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کُلُّکُم رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسؤُولٌ عَنْ رعِیَّتِہ: الإمامُ راعٍ و مَسؤُولٌ عنْ رَعِیَّتِہ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ أَھْلِہٖ وَ مَسؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔(411)

تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام نگراں ہے اور اس سے سوال اس کی رعایا کے بارے میں ہوگا۔ انسان اپنے گھر کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے: بچہ اپنے والدین کے پاس ایک امانت ہے، اور اس کا پاک وصاف دل ایک نفیس سادہ جوہر ہے جو ہر نقش ونگار سے خالی ہوتا ہے، اس میں ہر نقش قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، اس کے اندر ہر اس چیز کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی طرف اس کو مائل کیا جائے، اگر اسے خیر کا عادی بنایا جائے اور اسے خیر کی تعلیم دی جائے تو خیر پر ہی اس کی نشوونما ہوگی، اور دنیا وآخرت دونوں کی سعادت سے بہرہ ور ہوگا، اس کے ثواب میں اس کے والدین اور ہر استاذ اور ادب سکھانے والا شریک ہوگا، اگر اس بچے کو برائی کا عادی بنایا جائے اور اس کی تعلیم وتربیت میں بے توجہی برتی جائے تو وہ بدقسمت ہوگا اور برباد ہوجائے گا، اور اس کی پوری ذمہ داری اس کے ولی اور سرپرست پر ہوگی، باپ جس طرح اپنے بچے کو دنیا کی آگ سے بچانے کی فکروتدبیر کرتا ہے، اسے آخرت کی آگ سے بچانے کی سعی وکوشش بھی کرنی چاہیے، بلکہ آخرت کی آگ سے بچانا زیادہ اہم ہے، آخرت کی آگ سے حفاظت کی صورت یہ ہے کہ اس کو ادب سکھائے، مہذب بنائے، اس کو محاسن اخلاق کی تعلیم دے برے ساتھیوں سے بچائے، عیش وتنعم کا عادی نہ ہونے دے زیب وزینت اور آرام طلبی کے اسباب اس کو عزیز نہ ہونے دے۔ ورنہ بڑا ہوکر اسی کی طلب وتلاش میں اپنی عمر کھپادے گا اور ہمیشہ کے لیے برباد ہوجائے گا۔(412)

- اور ظاہر ہے کہ ان اخلاق وعادات کے پیدا کرنے کے لیے آپ کو اپنی اولاد کو وقت دینا ہوگا۔

ولید بن مغیرہ پر اللہ تعالیٰ نے جو دنیا میں انعامات فرمائے تھے ان میں ایک یہ بھی فرمایا کہ

وَ بَنِینَ شُھُودًا۔ (مدثر:13) (اور بیٹے دیے جو سامنے (پاس) موجود رہتے ہیں)

اس کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جیسا کہ اولاد کا پیدا ہونا اور اس کا باقی رہنا اللہ کے انعامات ہیں اسی طرح اولاد کا اپنے پاس حاضر ہونا بھی ایک بڑا انعام ہے۔ والدین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب کے سکون کا سب سے بڑا ذریعہ ہے ان کی حاضری اپنی خدمت اور کاروبار میں امداد کا فائدہ مزید

براں ہے۔ اس معکوس ترقی نے جو یہ زمانہ کر رہا ہے صرف سونے چاندی کے سکوں بلکہ ان سکوں کے اقرار ناموں (نوٹوں) کا نام عیش و آرام رکھ لیا ہے۔ جس کے لیے باپ بڑے فخر سے اولاد کو چھوڑ کر دوسرے ملک چلا جاتا ہے اور اس پر خوش ہوتا ہے۔ اگرچہ سالہاں سال بلکہ عمر بھر اولاد کی صورت بھی نہ دیکھے، مگر اپنی بڑی تنخواہ اور آمدنی کے ذریعہ اپنی برادری میں اپنی برتری ثابت کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ آرام وراحت کے مفہوم سے بھی بے خبر ہو گئے۔(413)

- ایک بچہ اپنے والد کے پاس آیا جو اپنے آفس کے کام میں مصروف تھا بچے نے اپنے والد سے پوچھا بابا! ایک گھنٹے میں آپ کتنے پیسے کماتے ہیں؟ والد نے غصے سے اس کے جانب دیکھا اور کہا تم مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟ جاؤ اور جا کر کھیلو بچے نے کچھ دیر خاموشی کے بعد دوبارہ یہی سوال کیا بابا! آپ ایک گھنٹہ میں کتنے پیسے کما لیتے ہیں؟ باپ نے غصے میں جواب دیا، میں ایک گھنٹے میں سو روپے کماتا ہوں۔ یہ سن کر بچے نے کہا کیا آپ مجھے 50 روپے دے سکتے ہیں؟ باپ نے بچے کو ڈانٹ کر وہاں سے بھگا دیا، بچہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد باپ کو احساس ہوا کہ اس نے اپنے کام کی پریشانی کی وجہ سے بچے کو ڈانٹ دیا ہے تو وہ بچے کے پاس آیا اور اس کو پچاس روپے بھی دیے بچے نے پچاس روپے لیے اور اپنے پاس سے بچاس روپے نکالے باپ نے جب دیکھا کہ اس کے پاس پہلے سے پیسے ہیں تو اس نے پوچھا جب آپ کے پاس پہلے سے پیسے تھے تو مجھ سے کیوں مانگے؟ بچے نے جواب دیا میرے پاس پیسے کم تھے اب یہ پیسے پورے ہو گئے ہیں بابا! اب میں آپ کا ایک گھنٹہ خرید سکتا ہوں یہ سو روپے لے لیں اور شام میں جلدی گھر آجائیے گا میں آپ کا انتظار کروں گا۔
- ہم اکثر اپنے کام میں اتنے مصروف ہو جاتے ہیں کہ اپنے گھر والوں کو ٹائم نہیں دیتے اپنے گھر والوں کو وقت دیں ان کو بھی آپ کے ساتھ کی ضرورت ہے۔

❑ والدین سے متعلق

قرآن کریم میں ہے:

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالوَالِدَينِ إِحسَانًا إِمَّا يَبلُغَنَّ عِندَكَ الكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَو كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنهَرهُمَا وَقُل لَهُمَا قَولًا كَرِيمًا وَاخفِض لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحمَةِ وَقُل رَبِّ ارحَمهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ (اسراء:24-23)

اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو۔ بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو۔ اور ان کے

ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ، اور یہ دعا کرو کہ: یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا:

أیُّ العَمَلِ أحبُّ إلی اللهِ تَعالی قال: الصَّلاۃُ لِمِیقَاتِهَا قُلْتُ: ثُمَّ أیُّ قالَ: بِرُّ الْوَالِدَیْنِ۔ (414)

اللہ کی بارگاہ میں کونسا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا، پھر پوچھا، اس کے بعد، فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے:

جَاءَ رَجُلٌ إِلیٰ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاسْتَأْذَنَهُ فِیْ الْجِهَادِ فَقَالَ: أَحَیٌّ وَالِدَاکَ قالَ: نَعَمْ قالَ: فَفِیْهِمَا فَجَاهِدْ۔ (415)

ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر انہیں میں جہاد کرو۔ (یعنی ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرو)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے:

جَاءَ رَجُلٌ إِلیٰ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ: جِئْتُ أُبَایِعُکَ عَلیٰ الْهِجْرَةِ وَتَرَکْتُ أَبَوَیَّ یَبْکِیَانِ قَالَ: فَارْجِعْ إِلَیْهِمَا فَأَضْحِکْهُمَا کَمَا أَبْکَیْتَهُمَا۔ (416)

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر کہا: میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لیے آیا ہوں، اور میں نے اپنے ماں باپ کو روتے ہوئے چھوڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ، اور انہیں ہنساؤ جیسا کہ رلایا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْیَمَنِ هَاجَرَ إِلیٰ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَکَ أَحَدٌ بِالْیَمَنِ قَالَ: أَبَوَایَ قالَ: أَذِنَا لَکَ قالَ: لَا قَالَ: فَارْجِعْ إِلَیْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا فَإِنْ أَذِنَا لَکَ فَجَاهِدْ وَإِلاَّ فَبِرَّهُمَا۔ (417)

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یمن سے ہجرت کر کے آیا، آپ نے اس سے فرمایا: کیا یمن

میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میرے ماں باپ ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا: انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ اور اجازت لو، اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ ان دونوں کی خدمت کرو۔

مذکورہ احادیث میں آپ ﷺ نے بہت سے صحابہ کرام کو والدین کی اجازت کے بغیر یا جہاں والدین کو اپنی اولاد کو ضرورت تھی اس وقت ان صحابہ کو جہاد جیسے بڑے عمل سے منع فرمایا، تو اس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بیٹے کا والدین کو چھوڑ کر کاروبار میں، کمائی میں اس طرح منہمک ہوجانا کہ والدین کو دینے کے لیے وقت نہ ہو اس کا معاملہ کتنا سنگین ہوگا۔ جن والدین نے اپنی زندگی کے بہترین اوقات اولاد کو دیدیے آج اولاد کے لیے ان کی دوالانے، ان کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے، خوشی غمی میں لے جانے کے لیے وقت نہ ہو۔ بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں ہوتے ہیں کہ ہم تو ماہانہ اتنی بڑی رقم ان کو ان کی ضروریات کے لیے دیتے ہیں، ہم نے تو بیماری میں ان کی دیکھ بھال کے لیے نرس (Nurse) کا بندوبست کر رکھا ہے، تو یاد رکھیں ان سب کے ساتھ آپ کے والدین کو آپ کے وقت کی ضرورت ہے، آپ کی دلجوئی، محبت، پیار کی ضرورت ہے، پیسہ اور اجنبی اس کمی کو کبھی پورا نہیں کر سکتے، خدارا! اس بات کو اس کی اہمیت کو ابھی سمجھ لیں ورنہ بڑھاپے میں بہت مشکل ہوجائے گا۔ ہمارا ہمارے والدین کے ساتھ رویہ یہ ایک کمیٹی ہے جو بڑھاپے میں کھلے گی۔

مسئلہ: علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر نفل یا سنت پڑھتے ہوئے باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی پکاریں، اور انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں نماز پڑھ رہا ہے تو ایسے وقت بھی نماز توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے، چاہے کسی مصیبت سے پکاریں یا بغیر ضرورت پکاریں دونوں کا ایک حکم ہے۔ اگر نماز توڑ کر نہیں بولے گا تو گناہ ہوگا اور اگر وہ جانتے ہوں کہ نماز پڑھ رہا ہے پھر بھی پکاریں تو نماز نہ توڑے، لیکن اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دے۔(418)

اگر والدین ملاقات کے لیے بلائیں تو فون پر رابطہ، ایس ایم ایس کرنا کافی نہیں بلکہ ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔(419)

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنَّ رجلاً يأتيكم من اليمن يقال له: أُوَيس لا يَدَعُ باليمن غيرَ أمّ له قد كان به بَياض فدعا الله فأذهبه عنه إلا موضع الدِّينار أو الدِّرهم فمن لَقِيه منكم فَلْيَستَغفِر لكم۔(420)

تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا جسے اویس کہا جاتا ہے۔ وہ یمن کو اپنی والدہ کے

سوانہیں چھوڑے گا اسے برص کی بیماری ہوگی۔ وہ اللہ سے دعا کرے گا تو اللہ اس سے اس بیماری کو دور فرما دے گا سوائے ایک دینار یا ایک درہم کے (یعنی دینار یا درہم کے بقدر برص کی بیماری کا نشان باقی رہ جائے گا) تو تم میں سے جو کوئی بھی اس سے ملاقات کرے تو وہ اپنے لیے ان سے مغفرت کی دعا کرائے۔

حضرت اویس قرنیؓ نے والدہ کے ساتھ رہنے ان کو وقت اور توجہ دینے اور ان کی خدمت کی وجہ سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف صحبت حاصل نہ کر سکے۔ آپ ﷺ کو اس کا علم ہو گیا آپ ﷺ نے ان کے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ ان کی فضیلت بیان فرمائی، حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تمہارے زمانہ میں اویس آئے گا، اس سے اپنے لیے دعا کرانا۔

جب والدہ کو وقت دینے کے لیے اور ان کی خدمت کے لیے شرف صحابیت کو چھوڑا جا سکتا ہے تو مال و دولت، پیسہ کیا چیز ہے کہ جس کی وجہ سے بندہ اپنے آپ کو والدین کو وقت دینے، توجہ دینے اور ان کی خدمت سے محروم کرے۔

- ذیل میں ایک جائزہ ''میں والدین کا کتنا فرماں بردار ہوں'' کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ جس کو پُر کر کے ہر شخص خود اپنی شخصیت کا جائزہ لے سکتا ہے کہ میں والدین کا فرماں بردار ہوں یا نافرمان؟ میری عادات اور اخلاق سے میرے والدین کو اذیت ہوتی ہے یا وہ خوش ہوتے ہیں۔

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

میں والدین کا کتنا فرماں بردار ہوں؟ (خود احتسابی جائزہ)

● 1. اذیت (والدین کو میری ان باتوں سے اذیت اور تکلیف ہوتی ہے)

نوٹ: بہت زیادہ کے لیے یہ نشان لگائیں ✓✓✓ کافی کے لیے ✓✓ معمولی کے لیے ✓ اور بالکل نہیں کے لیے یہ ✗

(1) میری ذات سے ان کو تکلیف ہوتی ہے: مار پیٹ کی وجہ سے ☐ آرام میں خلل ڈال کر ☐ کام لے کر ☐ کام میں ہاتھ نہ بٹا کر ☐ کام بڑھا کر ☐

(2) میری ذات سے ان کو تکلیف ہوتی ہے: تلخ لہجے سے ☐ بدزبانی سے ☐

(3) میری ذات سے ان کو تکلیف ہوتی ہے: تحقیر آمیز رویہ سے ☐ اہمیت نہ دینے سے ☐ بے توجہی ولا پروائی کی وجہ سے ☐

(4) میری ذات سے ان کو تکلیف ہوتی ہے: منہ بنا لینے سے ☐ بات نہ کرنے سے ☐

(5) میری ذات سے ان کو ذہنی تکلیف ہوتی ہے: خواہشات کی ضد کی وجہ سے ☐ دیر سے آنے جانے کی وجہ سے ☐ بات نہ ماننے کی وجہ سے ☐ ٹال مٹول کی وجہ سے ☐ جھوٹ کی وجہ سے ☐ ٹی وی، کمپیوٹر اور موبائل میں مشغولیت کی وجہ سے ☐ بُری صحبت کی وجہ سے ☐ بہن بھائیوں سے لڑنے جھگڑنے کی وجہ سے ☐ تعلیم میں غفلت اور بے توجہی کی وجہ سے ☐ دین پر عمل کرنے میں سستی کی وجہ سے ☐ کھانے پینے میں صحت کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے ☐ صفائی ستھرائی میں غفلت کی وجہ سے ☐ خود غرضی اور اپنے آپ میں مگن رہنے کی وجہ سے ☐ سسرالی پریشانیاں/ دیگر جھگڑے وغیرہ سنانے کی وجہ سے (یعنی پریشان کن خبریں والدین کو بتانے کی وجہ سے) ☐ دوسروں سے والدین کے رویہ/ سلوک کی شکایتیں کرنے کی وجہ سے ☐

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

● 2. اطاعت (میں والدین کی اس طرح اطاعت کرتا ہوں)

(1) جو بھی جائز بات/ کام کہا جائے اسے: خوشی خوشی فوراً کر دیتا ہوں ☐ تاخیر سے ☐ بھول جاتا ہوں ☐ بوجھ سمجھ کر کرتا ہوں ☐ منع کر دیتا ہوں ☐

(2) ناجائز کاموں میں بھی اطاعت کرتا ہوں ☐

(3) ناجائز کاموں میں اطاعت نہیں کرتا لیکن میرا رویہ/سلوک ان کے ساتھ اچھا ہوتا ہے ☐ برا ہوتا ہے ☐

● 3. محبت/ اظہار محبت (میں والدین سے اس طرح محبت/ اظہار محبت کرتا ہوں)

(1) ان کی پسند ناپسند کا خیال رکھتا ہوں: اکثر ☐ کبھی ☐ کبھی کبھی ☐ نہیں ☐

(2) ان سے دور رہ کر ان سے رابطہ رکھتا ہوں/ ان کو یاد رکھتا ہوں: اکثر ☐ کبھی ☐ کبھی کبھی ☐ نہیں ☐

(3) ان کی ناراضگی پر پریشان ہو جاتا ہوں؟ ناراض ہونے پر ان کو مناتا ہوں: ہاں ☐ نہیں ☐ فوراً ☐ تاخیر سے ☐ نہیں مناتا ☐

(4) چھٹی والے دن زیادہ وقت دیتا ہوں: والدین کو ☐ بیوی کو ☐ بچوں کو ☐ دوستوں کو ☐

(5) اپنی خوشیوں/تفریحات (کھانا، پینا/ ہوٹلنگ/گھومنا پھرنا) میل ملاقات میں ان کو شریک کرتا ہوں — اکثر / کبھی / کبھی کبھی / نہیں

(6) ہدیہ،تحفہ/محبت کے بول/ پسندیدہ اداؤں/ لاڈ پیار کے ذریعہ اظہار محبت کرتا ہوں — اکثر / کبھی کبھی / نہیں

(7) ان کی ذات ان کی باتوں اور ان کے کاموں میں دلچسپی لیتا ہوں — ہاں / نہیں

(8) عام روٹین سے ہٹ کر کچھ کرنا ہو تو والدین سے اجازت لیتا ہوں — اکثر لیتا ہوں / کبھی لیتا ہوں / کبھی کبھی لیتا ہوں / نہیں لیتا

●4. خدمت/ جسمانی خدمت (والدین کی اس طرح خدمت کرتا ہوں)

(1) اپنے اور والدین دونوں کے کام خود کرتا ہوں — سب / اکثر / کچھ

(2) اپنے کام خود کرتا ہوں والدین کے نہیں کرتا — سب / اکثر / کچھ

(3) والدین کے کام بھی نہیں کرتا اپنے کام بھی والدین سے کرواتا ہوں — اسب / اکثر / کچھ

(4) اپنے کام بھی والدین سے کرواتا ہوں اور اپنے متعلقین (اہل وعیال کے بھی) — سب / اکثر / کچھ

(5) بیماری وغیرہ میں/ بڑھاپے میں/ صفائی ستھرائی وغیرہ کی ضرورت ہو تو خوشی خوشی خود خدمت کرتا ہوں ☐ کراہت و ناگواری سے کرتا ہوں ☐ ملازم وغیرہ سے کرواتا ہوں ☐

(6) ہاتھ پیر وغیرہ دبوانے سے اگر والدین خوش ہوتے ہیں تو از خود دباتا ہوں ☐ کہنے سے دباتا ہوں ☐ روز دباتا ہوں ☐ کبھی کبھی ☐ کبھی نہیں ☐

(7) والدین جب کسی کام یا کسی ضرورت کا ارادہ کرتے ہیں (مثلاً کوئی چیز اٹھانا چاہتے ہیں تو میں آگے بڑھ کر خود کرتا ہوں ☐ ایسا نہیں کرتا ☐

(8) میں اپنے مفاد کو قربان کر دیتا ہوں والدین کے مفاد کی وجہ سے، اس طرح

میں ایسا ہوں	کیفیت	اخلاقی درجہ	نمبر شمار
	اپنی ضرورت قربان کر دیتا ہوں والدین کی خواہش کی وجہ سے	سب سے اعلیٰ اخلاق	1
	اپنی ضرورت کو قربان کر دیتا ہوں والدین کی ضرورت کی وجہ سے	اس سے کم	2
	اپنی خواہش کو قربان کر دیتا ہوں والدین کی ضرورت کی وجہ سے	اس سے کم	3
	اپنی خواہش کو قربان کر دیتا ہوں والدین کی خواہش کی وجہ سے	اس سے کم	4
	اپنی کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے مندرجہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرتا ہوں	یہ اخلاق کا دھوکہ ہے اخلاق نہیں	5

میں والدین کے مفاد کو قربان کر دیتا ہوں اپنے مفاد کی وجہ سے، اس طرح

میں ایسا ہوں	کیفیت	بداخلاقی درجہ	نمبر شمار
	والدین کی ضرورت کو قربان کر دیتا ہوں اپنی خواہش کی وجہ سے	سب سے اعلیٰ درجہ کی بداخلاقی (ظلم)	1
	والدین کی خواہش کو قربان کر دیتا ہوں اپنی خواہش کی وجہ سے	عدمِ ایثار	2
	والدین کی خواہش کو قربان کر دیتا ہوں اپنی ضرورت کی وجہ سے	عدمِ ایثار	3

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

4	عدمِ ایثار	والدین کی ضرورت کو قربان کر دیتا ہوں اپنی ضرورت کی وجہ سے	

والدین کی مالی خدمت اس طرح کرتا ہوں

(1) ان کی ضروریات کا خیال از خود رکھتا ہوں — والدین کو ضروریات بتانی پڑتی ہیں، بتانے کے بعد

تمام ضروریات کا | اکثر ضروریات کا | نہیں — فوراً پوری کرتا ہوں | تاخیر سے | بھول جاتا ہوں | بتانے کے باوجود پوری نہیں کرتا

(2) اپنی ماہانہ آمدنی کا اتنے فیصد والدین پر خرچ کرتا ہوں ☐

(3) کھانے، پینے، پہننے اوڑھنے کے لیے جب اپنے اہل وعیال کے لیے خریداری کرتا ہوں تو والدین کے لیے بھی کرتا ہوں ☐

● **5. ادب (میں والدین کا اس طرح ادب کرتا ہوں)**

(1) بات چیت/ رویہ میں: پست آواز، دھیما لہجہ، خندہ پیشانی، اچھے القاب (باباجانی/ امی جان وغیرہ) سے پیش آتا ہوں ☐ نہیں ☐

(2) رہن سہن میں: ان بے ادبیوں سے بچتا ہوں ان کی طرف پاؤں پھیلانا ☐ پیٹھ کرنا ☐ جب کسی کام کے لیے بلائیں تو فوراً جواب نہ دینا ☐

اپنی تقریبات/محفل میں ان کو امتیازی مقام نہ دینا ☐ ان کی شرکت کو عار سمجھنا ☐

(3) تقدیم وتاخیر میں: راحت وآرام کے کاموں (کھانا پینا/سونا/ بیٹھنا/ چلنا وغیرہ میں) والدین کو مقدم رکھتا ہوں ان سے پہلے نہیں کرتا ☐

(4) کام کاج سے واپسی پر پہلے والدین کے پاس جاتا ہوں ☐ دوستوں کے پاس ☐ بیوی بچوں کے پاس ☐

● **6. دعا/ زیارت/ ادائیگی حقوق (کا اس طرح خیال کرتا ہوں)**

(1) ان کے لیے دعائیں کرتا ہوں — جب بھی دعا کرتا ہوں تو والدین کے لیے بھی کرتا ہوں | ہفتہ مہینے میں کر لیتا ہوں | نہیں کرتا

(2) مرحوم والدین کی قبر پر جاتا ہوں — ہر ہفتہ | خاص موقعوں پر | ☐

(3) مرحوم والدین کے قریبی دوستوں تعلق والوں سے خصوصی حسن سلوک کرتا ہوں؟ ہاں | نہیں | کبھی کرتا ہوں کبھی نہیں

(4) مرحوم والدین کی وصیت پوری اور قرضوں وغیرہ کی ادائیگی میں کر چکا ہوں ☐ ادائیگی کے لیے فکر مند ہوں ☐ کوئی فکر نہیں ☐

❑ رشتہ داروں سے متعلق

قرآن کریم میں ہے:

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا۔ (اسراء:26)

اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو، اور مسکین اور مسافر کو (ان کا حق) اور اپنے مال کو بے ہودہ کاموں میں نہ اڑاؤ۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى۔

(النساء:36)

اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں کے ساتھ بھی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِینَ یَنقُضُونَ عَهدَ اللهِ مِن بَعدِ مِیثَاقِهِ وَ یَقطَعُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَن یُوصَلَ وَ یُفسِدُونَ فِی الأَرضِ أُولٰئِکَ لَهُمُ اللَّعنَةُ وَ لَهُم سُوءُ الدَّارِ۔

(رعد:25)

اور (دوسری طرف) جولوگ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو مضبوطی سے باندھنے کے بعد توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹ ڈالتے ہیں، اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے حصے میں لعنت آتی ہے، اور اصلی وطن میں برا انجام انہی کا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

فَهَل عَسَیتُم إِن تَوَلَّیتُم أَن تُفسِدُوا فِی الأَرضِ وَ تُقَطِّعُوا أَرحَامَکُم أُولٰئِکَ الَّذِینَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُم وَ أَعمیٰ أَبصَارَهُم۔ (محمد:23-22)

پھر اگر تم نے (جہاد سے) منہ موڑا تو تم سے کیا توقع رکھی جائے؟ یہی کہ تم زمین میں فساد مچاؤ، اور اپنے خونی رشتے کاٹ ڈالو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، چنانچہ انہیں بہرا بنا دیا ہے اور ان کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے:

ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اس نے پوچھا پھر کونسا عمل؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صلہ رحمی۔ اس نے پوچھا: اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ عمل کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، اس نے پوچھا: پھر کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قطع رحمی. **(421)**

حدیث میں آتا ہے:

بُلُّوا أَرْحَامَکُمْ وَ لَوْ بِالسَّلَامِ۔(422)

اپنے ناطوں کو تر رکھو (یعنی ان کی رعایت کرو) اگرچہ سلام کے ذریعہ ہو

مذکورہ آیات واحادیث میں رشتہ داروں کو ان کا حق دینے ان کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرنے اور صلہ رحمی کا حکم ہے۔ نیز قطع تعلق کی ممانعت کی گئی ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ان کو وقت دیا جائے، کبھی کبھی ان سے ملتے

رہیں۔ اگر رشتہ دار محتاج ہوں تو صرف ملاقات کرنا ان کو وقت دینا کافی نہیں، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہوگا۔ بشرطیکہ اس کی استطاعت ہو۔(423)

لہٰذا کاروبار میں اس طرح مشغول ہونا کہ رشتہ داروں سے ملنے کا وقت ہی نہ ہو اور نہ خوشی اور غمی میں ان کے ساتھ شریک ہونے کا وقت ہو یہ ان کی حق تلفی ہے۔

(2) بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنے کی شکلیں اور نقصانات

سوال: کاروبار میں مشغولیت کی وجہ سے بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟ نیز اس کے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

جواب: اس حوالے سے ایک سروے کیا گیا اور اس سروے میں خواتین سے درج ذیل سوالات کیے گئے تھے:

(1) مال کمانے کی دوڑ میں وہ کیا بے اعتدالیاں ہیں جو مردوں سے سرزد ہوتی ہیں؟ جس سے گھریلو زندگی متاثر ہوتی ہے

(2) کس کس بے اعتدالی سے کن کن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

(3) ایک عورت کو اپنی گھریلو زندگی میں جن مسائل کا سامنا ہوتا ہے یہ مسئلہ (مال کمانے میں بے اعتدالی) ان مسائل میں کتنا بڑا شمار ہوتا ہے؟

ان سوالات کے جوابات تقریباً سب خواتین کے مشترک تھے اور اکثر کے جوابات یہ تھے:

(1) سالہاں سال کے لیے گھر سے غائب ہوجانا: بہت سے مرد بیوی، بچے اور والدین کو چھوڑ کر زیادہ کمانے کی حرص میں بیرون ملک کمانے چلے جاتے ہیں اور پھر سالہاں سال تک پلٹ کر نہیں پوچھتے، پیچھے بیوی، بچے ملاقات کو ترستے رہتے ہیں۔ بلاتے رہتے ہیں اور وہاں سے یہی جواب ملتا ہے کہ بس جلد آرہا ہوں اور جلد آرہا ہوں اس ''جلد آرہا ہوں'' میں بھی پانچ، چھ سال گزر جاتے ہیں۔

- **نقصانات**

- مردوں کی گھر سے اس طویل غیر حاضری کی وجہ سے بچوں کی تربیت متاثر ہوتی ہے، نگرانی اور توجہ نہ ہونے کی وجہ سے اکثر بچے بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں۔
- ایسے واقعات بھی کم نہیں کہ مرد بیرون ملک کمانے میں مشغول ہیں اور پیچھے بیویاں گناہ میں مبتلا ہوگئیں۔
- بعض اوقات جوان اولاد کمانے کے لیے بیرون ملک چلی جاتی ہے، پیچھے بوڑھے والدین اپنی زندگی کی آخری عمر جس

میں انہیں بہت زیادہ راحت کی، اولاد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے انتہائی کسمپرسی میں گزار رہی ہوتی ہیں، بیماری میں کوئی ڈاکٹر کے پاس لے جانے والا نہیں ہوتا۔ دوا منگوانے کے لیے غیروں، اجنبیوں کی منتیں کرنی پڑتی ہیں۔ ہسپتال میں داخل ہوں تو اپنوں میں سے کوئی ساتھ رکنے والا تسلی دینے والا نہیں ملتا۔

یاد رکھیں! مال نہیں ماں بڑی چیز ہے مال بعد میں بھی مل سکتا ہے ماں پھر نہ ملے گی، بوڑھے والدین کو صرف پیسے کی نہیں آپ کی، آپ کے وقت، آپ کی اپنائیت، محبت اور دلجوئی کی ضرورت ہوتی ہے۔

یاد رکھیں! تعلقات کبھی بھی فطری موت نہیں مرتے اسے مارنے والے ہمارے رویئے، ہماری بے توجہی ہوتی ہے۔

(2) دیر سے گھر آنا: بعض مرد بڑے فخر سے اپنی کاروباری مشغولیت کو بیان کرتے ہیں کہ ہمارے جانے کا وقت ہے آنے کا وقت نہیں، بعض کہتے جب ہم آتے ہیں تو بچے سو چکے ہوتے ہیں، جب ہم جانے کے لیے سو کر اٹھتے ہیں تو بچے جا چکے ہوتے ہیں، ہمیں ہفتوں بچوں سے ملاقات کا موقع نہیں ملتا۔

بعض کاروبار سے آتے تو جلدی ہیں لیکن اس کے بعد ذہن فریش کرنے کے لیے دوستوں کے پاس چلے جاتے ہیں اور رات دیر تک ان کے ساتھ گپ شپ اور تفریح میں وقت گزار دیتے ہیں۔ ان کا جلدی آنا نہ آنا گھر والوں کے لیے برابر ہوتا ہے۔

(3) توجہ نہ دینا: بعض مرد دن بھر کی کاروباری مشغولیت کے بعد جب گھر آتے ہیں تو گھر میں بھی ان کی کاروباری مشغولیت شروع ہو جاتی، کبھی فائلیں کھول کر مشغول ہو جاتے ہیں، کبھی لیپ ٹاپ پر ای میل کے پڑھنے، بھیجنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور کبھی فون پر کاروباری رابطے شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کا گھر میں ہونا اور آفس/ دکان میں ہونا برابر ہوتا ہے۔

- بعض مرد کاروبار کی فکریں، ٹینشن اور جھگڑے، آفس، دکان میں چھوڑنے کے بجائے انہیں گھر میں لے کر آتے ہیں۔ کاروباری ٹینشن اور غصہ کی وجہ سے نہ سیدھے منہ بیوی، بچوں، والدین سے بات کرتے ہیں نہ بات کا صحیح جواب دیتے ہیں، باہر کا غصہ گھر میں نکالتے ہیں۔
- بعض مرد کاروبار میں اپنے آپ کو جسمانی و ذہنی اتنا تھکا دیتے ہیں کہ جب وہ گھر آتے ہیں تو ان کے اندر مزید کسی کے ساتھ ملنے جلنے یا بات کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ پس وہ آتے ہی بستر پر گر جاتے ہیں اور سو جاتے ہیں۔
- بعض مرد دن بھر کام کرنے کے بعد جب گھر واپس آتے ہیں تو بجائے بیوی، بچوں، والدین کو وقت دینے کے رات دیر تک موبائل استعمال کرنے میں یا ٹی وی دیکھنے میں لگ جاتے ہیں۔ بعض اوقات موبائل یا ریموٹ ہاتھ میں ہوتا ہے اور آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔
- بعض مرد اپنے آپ کو کاروبار، کمائی میں اتنا مشغول کر لیتے ہیں کہ پھر اپنی گھریلو ذمہ داریاں پوری نہیں کر پاتے۔ جو کام

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مردوں کو کرنے ہوتے ہیں وہ کام عورتوں کو کرنے پڑتے ہیں، مثلاً باہر سے راشن، سودا سلف لانا، بیوی، بچوں کی ضرورت، کپڑے وغیرہ لانا یا ڈاکٹر کے پاس لے جانا وغیرہ، گھر کی مرمت وغیرہ کے کام۔ جس کی وجہ سے عورت کو مجبوراً گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے، غیروں کے ساتھ اختلاط اور معاملات کرنے پڑتے ہیں جو پھر فتنہ کا باعث بنتے ہیں۔

- **نقصانات**

کمانے میں ان بے اعتدالیوں سے جب بیوی، بچوں، والدین کو پوری توجہ نہیں ملتی تو خانگی زندگی بری طرح متاثر ہو جاتی ہے، رابطوں کی کمی فاصلوں کو جنم دیتی ہے، فاصلوں سے غلط فہمیاں، بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں اور بدگمانی تعلقات کی کشتی کے اندر قطرہ قطرہ داخل ہوتا وہ پانی ہے جو آخر کار کشتی کو لے ڈوبتا ہے۔

- **سوشل میڈیا سے اینٹی سوشل نہ بنیں**

ماہرین نفسیات وسماجیات کا کہنا ہے کہ سوشل میڈیا کا حد سے زیادہ استعمال لوگوں (بالخصوص نوجوانوں اور نوعمر لڑکے لڑکیوں) کو اینٹی سوشل (Anti Social) بنا رہا ہے۔ ان میں نیند کی کمی، بے خودی، ڈپریشن چڑچڑاپن، یکسوئی کا خاتمہ، حقیقی معاشرے سے کنارہ کشی، غیر سماجی رویے اور تعلیمی و دفتری اوقات کے ضیاع جیسے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔
سوشل میڈیا کے مضر اثرات سے بچنے کے لیے سوشل نیٹ ورک سائٹس پر محدود وقت گزاریں، نمازوں کی پابندی کریں، والدین، بہن بھائی، بیوی بچے، رشتہ دار، دوست احباب اہل محلہ اور پڑوسیوں کو بھرپور وقت دیکر اپنے سوشل ہونے کا ثبوت دیں۔

- **ایک غلط فہمی کا ازالہ**

جب خواتین مردوں سے کاروباری مشغولیت کی وجہ سے وقت نہ دینے گھریلو مسائل میں توجہ نہ دینے کا شکوہ کرتی ہیں تو بعض مردوں کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہم بیوی بچوں کے لیے ہی تو کماتے ہیں ان کے لیے ہی تو دن رات محنت کر رہے ہیں۔ ان مردوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صرف پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا، وقت دینا، توجہ دینا، تربیت کے لیے وقت نکالنا یہ بھی بیوی بچوں کی بنیادی ضرورت ہے جس کی ذمہ داری مردوں پر ہے پیسہ ان سب کی کمی کو پورا نہیں کر سکتا۔

(3) بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل ص:547)

فصل :۔ 1 جو حقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنا

اپنی ذات کے حقوق

اپنی ذات کا پہلا حق: اپنی جان، صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال رکھنا

المیزان مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

اپنی ذات کا دوسرا حق: اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانا

اپنی ذات کا پہلا حق : اپنی جان، صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال رکھنا

(1) اپنی جان، صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے کی ممانعت
(2) اپنی جان، صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے کی شکلیں
(3) اپنی جان، صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے کے احکام

(1) اپنی جان، صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے کی ممانعت

سوال: قرآن وحدیث میں اپنی جان صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے سے متعلق کیا ممانعت آئی ہے؟

جواب: ہماری جان اللہ تعالیٰ کی ملک ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بطور امانت دے رکھی ہے، اس لیے اس کے حکم کے موافق اس کی حفاظت ہمارے ذمے ہے اور اس کی حفاظت یہ ہے کہ

اس کی صحت کی حفاظت کریں

اس کی قوت کی حفاظت کریں

ایسے ہی ذہنی یکسوئی (جمعیت خاطر) کی حفاظت کریں

اور اس کی عزت کی حفاظت کریں

یعنی اپنے اختیار سے کوئی ایسا کام نہ کریں جس کی وجہ سے ہماری عزت نفس متاثر ہو، صحت خراب ہو، قوت میں کمزوری آجائے، ذہنی یکسوئی میں اس طرح خلل آجائے کہ انسان ٹینشن میں مبتلا ہوجائے، چڑچڑا ہوجائے، ہر وقت اسے غصہ آنے لگے۔**(424)**

قرآن کریم میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰہَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔ (نساء:29)

اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقین جانو اللہ تم پر بہت مہربان ہے

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا تُلقُوا بِأَيدِيكُم إِلَى التَّهلُكَةِ۔ (بقرة:195)

اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو

حدیث میں آتا ہے:

فإنَّ لِجسدِک علیک حقًّا و إنَّ لِعَینِکَ علیک حقًّا . . .

(وفی روایة) و إنَّ لِنَفْسِک علیک حقًّا۔ (425)

بیشک تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور ایک روایت میں ہے بیشک تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

لا ینبغی للمؤمن أن یُذِلَّ نفسَہُ قالوا: کیف یُذِلُّ نفسه قال: یتعرّض مِن البلاء لما لا یطیق۔ (426)

مومن کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے، صحابہ نے عرض کیا: اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا: اپنے آپ کو ایسی مصیبت سے دوچار کرے جسے جھیلنے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔

- انسان پر اپنی جان، عزت کی حفاظت لازم ہے اسی لیے جو شخص کام کاج کر سکتا ہو شریعت نے اس پر لازم کیا ہے کہ کام کاج کرے اور اپنی ضروریات کا از خود بندوبست کرے، بے کار بیٹھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے، اور نہ اپنی ضروریات کے لیے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا کر اپنے آپ کو ذلیل کرے۔ **(427)**

قرآن کریم میں ہے:

وَ الَّذِینَ إِذَا أَنفَقُوا لَم یُسرِفُوا وَ لَم یَقتُرُوا وَ کَانَ بَینَ ذٰلِکَ قَوَامًا۔ (فرقان: 67)

اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ ان کا طریقہ اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال کا طریقہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

ابدَأ بنفسک فتصدّق علیها۔ (428)

اپنی ذات سے ابتداء کرو اور اس پر خرچ کرو

ایک اور حدیث میں ہے

لا تحل الصدقةُ لغنيٍّ و لا لِذِی مِرَّةٍ قویّ۔ (429)

کسی مالدار کے لیے مانگنا جائز نہیں اور نہ کسی ہٹے کٹے کے لیے مانگنا جائز ہے۔

- انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اس کے باوجود عبادت میں اس طرح غلو کرنا کہ جس کی وجہ سے صحت، قوت متاثر ہوجائے شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ تو کمائی اور کاروبار میں اس طرح مشغول ہونا اور غلو کرنا کہ جس سے صحت، قوت اور عزت متاثر ہوجائے تو اس کا حکم کتنا سخت ہوگا۔(430)

حدیث میں آتا ہے:

خُذُوا من الأعمال ما تطیقون فإنَّ اللہ لا یَمَلُّ، حتَّی تَملُّوا۔(431)

اعمال وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں تھکتا، تم خود ہی اکتا جاؤ گے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

سَدِّدُوا وقاربُوا وأبشِرُوا واعلموا انَّہُ لَا یُدخِلُ الجَنَّةَ عَمَلُهُ قالوا: ولا أنتَ یا رسولَ اللہ قال: ولا أنا إلا أن یَتغَمَّدَنی اللہُ بِمَغفِرَةٍ ورَحمَةٍ۔(432)

دیکھو جو نیک کام کرو ٹھیک طور سے کرو اور حد سے نہ بڑھو بلکہ اس کے قریب رہو (میانہ روی اختیار کرو) اور خوش رہو اور یاد رکھو کہ کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: اور آپ بھی نہیں یا رسول اللہ! فرمایا اور میں بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ اپنی مغفرت و رحمت کے سایہ میں مجھے ڈھانک لے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

لا تُشدِّدوا علی أنفسکم فَیُشَدَّدَ علیکم فإنَّ قومًا شَدَّدُوا علی أنفسهم فشُدِّدَ علیهِم، فتلک بقایاهم فی الصَّوامِعِ والدِّیار رَهبانِیَّةً ابتَدَعوها ما کتبناها علیهم۔(433)

اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ تم پر سختی کی جائے، اس لیے کہ کچھ لوگوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کر دی، تو ایسے ہی لوگوں کے باقی ماندہ لوگ گرجا گھروں میں ہیں انہوں نے رہبانیت کی شروعات کی جو کہ ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

دخل رسولُ اللہ صلی اللہ علیه وسلم المسجد فإذا حَبلٌ مَمدُودٌ بین السَّاریتین فقال: ماهذا الحبلُ: قالوا: حَبلٌ لزینبَ فإذا فَترت تعلَّقت به فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم: لا حُلُّوهُ لیُصلِّ أحدُکم نَشاطَهُ فإذا فَتَر فَلیَقعُد۔(434)

نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی نظر ایک رسی پر پڑی جو دوستونوں

کے درمیان تنی ہوئی تھی۔ دریافت فرمایا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ زینبؓ نے باندھی ہے جب وہ (نماز میں کھڑی کھڑی) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹکی رہتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں یہ رسی نہیں ہونی چاہیے اسے کھول ڈالو، تم میں ہر شخص کو چاہیے جب تک دل لگے نماز پڑھے، تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

ایک اور روایت میں ہے:

كان النبيُ ﷺ فی سفر فرأی رجلاً قد اجتمع الناسُ عليه وقد ظُلِّل عليه فقال: ماله قالوا: رَجَل صائم فقال رسولُ الله ﷺ: ليس من البرِّ الصومُ فی السفر۔(435)

رسول اللہ ﷺ ایک سفر (غزوہ فتح) میں تھے آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر رکھا ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا اچھا کام نہیں ہے۔

- لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو کمائی اور کاروبار میں اس طرح مشغول نہ کرے جس کی وجہ سے صحت خراب ہو جائے، قوت میں کمزوری آجائے، ذہنی یکسوئی میں اس درجہ خلل آجائے کہ انسان ہر وقت ٹینشن میں اور غصہ میں ہو، دین و دنیا کا کوئی کام ٹھیک طور پر انجام نہ دے سکے۔ بلکہ اچھا کمانے والا وہ ہے جو اعتدال سے اپنی ذات کے حق کا خیال رکھتے ہوئے کمائے۔(436)

حدیث میں آتا ہے:

مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ رِفْقُهُ فِي مَعِيْشَتِه۔ (437)

انسان کی سمجھداری کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے معاشی معاملات میں میانہ روی سے چلے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیں؛ عنوان: ''بے لگام حرص کے برے نتائج اور نقصانات'' نقصان نمبر: 4)

(2) اپنی جان صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے کی شکلیں

سوال: کاروبار کی وجہ سے اپنی جان، صحت، قوت ذہنی یکسوئی اور عزت کا خیال نہ رکھنے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب: مروجہ شکلیں یہ ہیں:

(1) اپنی جان کا خیال نہ رکھنا:

جیسے بعض لوگ سمندری یا زمینی راستہ سے غیر قانونی طور پر باڈر پار کر کے کمانے کے لیے دوسرے ملک جاتے ہیں جس میں ان کی جان کو خطرہ ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض لوگ اندرون ، یا بیرون ملک میں ایسی اشیاء کی تجارت یا ملازمت کرتے ہیں جن پر قانونی طور پر سزائے موت ہوتی ہے۔

یا بعض لوگ ایسے خطرناک سرکس کھیلوں کو اپنا پیشہ بناتے ہیں جس میں ہر وقت جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

جن کاموں یا جس ماحول کے لیے جن مخصوص الآت کے بغیر جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے بعض لوگ اس کام کو یا اس ماحول میں بغیر آلات کے کام کرتے ہیں۔

(2) اپنی صحت، قوت، ذہنی یکسوئی کا خیال نہ رکھنا:

- اصول صحت کے رو سے جو کام تسلسل سے جتنی دیر کیا جاسکتا ہے، اس وقت سے زیادہ اس کام میں مشغول ہونا یا بلا وقفہ تسلسل سے اس کام میں مشغول ہونا، کمانے کی مشین بن جانا۔ مثلاً جو کام روزانہ تسلسل سے آٹھ گھنٹے کیا جاسکتا ہے اس کام میں روزانہ آٹھ گھنٹہ سے زیادہ مشغول ہونا۔ جس موسم میں یا کام میں ڈیوٹی اور کاروبار کے اوقات کے درمیان وقفہ درکار ہو اس میں وقفہ نہ کرنا۔
- جس کام کے لیے ایک سے زیادہ افراد درکار ہوں وہ کام اکیلے کرنا مثلاً ایک کام ایسا ہے جو دو، تین افراد کر سکتے ہیں اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر اس کام کو اکیلے کرنا۔
- اپنی جسمانی، ذہنی صلاحیت سے زیادہ کام کرنا۔ جیسے ایک شخص جسمانی طور پر کمزور ہے یا ابھی بیماری سے اٹھا ہے یا عمر کم ہے یا عمر زیادہ ہے وہ عام صحتمند جوان افراد جتنا کام اپنے ذمہ لے لے۔
- جن کاموں سے یا جس ماحول میں مخصوص آلات کے بغیر صحت متاثر ہونے کا خدشہ ہو اس کام کو یا اس ماحول میں بغیر آلات کے کام کرنا۔
- کاروبار میں اس طرح مشغول ہو جانا کہ جسمانی ذہنی ضروریات پورا کرنے کے لیے وقت نہ بچے، مثلاً نینداور آرام کے لیے مناسب وقت نہ نکالنا، جسمانی ورزش کے لیے وقت نہ نکالنا، اپنے کھانے پینے کا خیال نہ رکھنا۔
- کاروبار اور پیسہ کو اپنے ذہن، دل، دماغ پر سوار کر لینا، ہر وقت ہر جگہ اسی کو سوچنا اسی کو بولنا اسی کے بارے میں فکر کرنا اسی کے لیے پریشان ہونا جس کی وجہ سے ذہنی یکسوئی میں خلل آجائے، اور ذہنی ٹینشن میں مبتلا ہو جائے، طبیعت میں چڑچڑاپن اور غصہ آجائے۔

نقصانات

کاروبار اور کمائی میں اس طرح کی مشغولیت اور مصروفیات کی وجہ سے:

- انسان کی زندگی اکتاہٹ والی زندگی بن جاتی ہے

- ورزش اور آرام کے لیے وقت نہیں ملتا
- صحت، قوت متاثر ہوجاتی ہے
- رشتہ داروں سے، دوست واحباب سے ملاقات کے لیے وقت نہیں بچتا
- کام کی کوالٹی متاثر ہوجاتی ہے
- انسان کمائی کی مشین بن کر رہ جاتا ہے
- سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ انسان ہمیشہ پریشان اور بے سکون رہتا ہے

کسی دانا نے کیا خوب کہا:

> زندگی کو ایک کھیل تصور کیجیے، جس میں آپ پانچ عدد گیندوں سے بیک وقت کھیل رہے ہیں اور وہ کام، فیملی، صحت، دوست اور روح (عبادت) ہیں۔ ان سب کو ایک وقت میں آپ ہوا میں اچھال رہے ہوتے ہیں۔ آپ جلد اور بآسانی یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ کام ایک ربڑ کی بال ہے۔ اگر تم اس کو پھینکو گے تو یہ دوبارہ ابھر کر آئے گا، لیکن باقی چار چیزیں فیملی، صحت، دوست اور عبادت یہ شیشے سے بنی ہیں۔ اگر آپ ان میں سے کسی ایک کو پھینکیں گے تو یہ بری طرح ٹوٹ جائیں گی اور کرچی کرچی ہوجائیں گی، یہ پھر دوبارہ جڑ نہیں سکیں گی، صرف یہی نہیں بلکہ یہ آپ کو بری طرح زخمی بھی کریں گی۔ آپ کو سمجھ جانا چاہیے کہ آپ ان سے کسی قیمت پر جھگڑا پسند نہیں کریں گے۔

لہٰذا کاروبار اور کمائی کے اوقات کار میں مؤثر طریقے سے کام کریں اور بروقت کاروبار چھوڑ دیں۔ اپنی فیملی، دوست اور آرام کو درکار وقت دیں۔

(3) اپنی عزت نفس کا خیال نہ رکھنا

- ملکی قانون کی خلاف ورزی کرنا، مثلاً ایسا کاروبار، پیشہ یا ملازمت اختیار کرنا جس پر حکومت کی طرف سے پابندی ہو خلاف ورزی کی صورت میں جیل جانے، گرفتاری یا لوگوں کے سامنے رسوائی اور تذلیل کا سبب ہو، جیسے اسمگلنگ کرنا، ٹیکس سے، یا اس کی مطلوبہ مقدار سے بچنے کے لیے غلط بیانی کرکے اپنے آپ کو قانونی خطرہ میں ڈالنا۔
- ایسا پیشہ یا ملازمت اختیار کرنا جس میں مسلمان کی اہانت، تذلیل وتنقیص ہوتی ہو، مثلاً کسی غیر مسلم کے ہاں کوئی ایسی ملازمت کرنا جس میں مسلمان کی اہانت یا تذلیل ہوتی ہو۔
- ایسا پیشہ اختیار کرنا یا ایسی حرکات کرنا جس کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں بے عزت ہوجائے، مثلاً جن کے لیے سوال کی ممانعت ہو ان کا سوال کرنا۔

غلط فہمی :1

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم دن رات جو محنت کرتے ہیں، اپنی صحت آرام اور راحت ہی کے لیے تو کرتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے، حقیقت میں انہوں نے مال کی دوڑ میں مال کمانے کو پہلے نمبر پر اور اپنے آپ کو سب سے آخر میں رکھا ہے۔ کمانے میں نہ اپنی صحت کا خیال ہے نہ آرام کا نہ کھانے پینے کا۔ مال کمانے کی اس دوڑ کے بعد جو کچھ بچتا ہے کچھ ڈاکٹر اور ہسپتال لے جاتے ہیں، کچھ تھانوں اور عدالتوں کی نذر ہو جاتا ہے پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ ہم اپنے لیے کما رہے ہیں۔

غلط فہمی :2

بعض لوگ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ ہم بہت مصروف ہیں اس لیے اپنی ورزش صحت، آرام سکون کھانے پینے کے لیے وقت نہیں نکال سکتے یہ بھی ایک غلط فہمی اور ایک بہانہ ہے اس لیے کہ اگر ورزش کے لیے صبح نہیں جاسکتے تو شام کو وقت نکالیں، شام کو نہیں جاسکتے تو دوپہر کو وقت نکالیں، غرض کبھی بھی وقت نکالیں۔

(3) صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:550)

المیزان مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

اپنی ذات کا دوسرا حق: اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانا

اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی تاکید

سوال: قرآن کریم میں اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی کیا تاکید آئی ہے؟

جواب: قرآن کریم میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُم وَأَهلِيكُم نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالحِجَارَةُ عَلَيهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُم وَيَفعَلُونَ مَا يُؤمَرُونَ۔

(التحریم:6)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے کسی حکم میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رِجَالٌ لَا تُلهِيهِم تِجَارَةٌ وَلَا بَيعٌ عَن ذِكرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَومًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ القُلُوبُ وَالأَبصَارُ۔ (نور:37)

جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں الٹ پلٹ کر رہ جائیں گی۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلهِكُم أَموَالُكُم وَلَا أَولَادُكُم عَن ذِكرِ اللهِ وَمَن يَفعَل ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الخَاسِرُونَ۔ (منافقون:9)

اے ایمان والو! تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں۔ اور جو لوگ ایسا کریں گے، وہ بڑے گھاٹے کا سودا کرنے والے ہوں گے۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کاروبار اور پیشہ میں کوئی ایسا معاملہ نہ کرے جو آخرت کے عذاب کا سبب بن جائے۔ یعنی کاروبار میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی مکمل رعایت کریں۔

حقوق اللہ کی تفصیل کے لیے ''اپنے کاروبار کا شرعی جائزہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

حقوق العباد کی تفصیل اسی کتاب ''اپنے کاروبار کا اخلاقی جائزہ'' میں تفصیل سے گزر چکی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ

- جائز معاملات خرید وفروخت، ملازمت وغیرہ کرنے کے بعد جو حقوق بندہ کے ذمہ لازم ہوتے ہیں اب تک ان حقوق کی ادائیگی میں ظلم و ناانصافی کی شکلوں کا بیان تھا۔
- اب آگے ظلم و ناانصافی کی ان شکلوں کا بیان ہے جو ناحق کسی کا مال ہتھیا لینے کی وجہ سے ہوتی ہیں جیسے: غصب، چوری، سود، جوا، رشوت۔ (438)

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مشق: کیسے کمانا ہے؟

(1) ایک انسان اپنے کاروبار اور معاملات کا اخلاقی جائزہ کیسے لے سکتا ہے؟

(2) مالی حقوق میں ظلم کی بنیادی دو شکلیں کیا ہیں؟

(3) ظلم و ناانصافی والے معاملات سے بچنے کے لیے ایک مسلمان کو کن کن باتوں کا اہتمام کرنا ہوگا؟

(4) مالی معاملات کرنے کے بعد کس کے کیا کیا حق ذمہ میں لازم ہوتے ہیں؟

1) گاہک کے حقوق:

2) فروخت کنندہ کے حقوق:

3) اہل شہر کے حقوق:

4) مالکان کے حقوق:

5) ملازمین کے حقوق:

6) شریک کے حقوق:

7) کاروباری پڑوسی کے حقوق:

8) بیوی، بچوں، والدین اور رشتہ داروں کے حقوق:

9) اپنی ذات کے حقوق:

فصل:۔2

ناحق کسی کا مال ہتھیا لینا

- ❑ لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب
- ❑ چوری، خیانت
- ❑ سود/ ربا
- ❑ جوا/ قمار

المیزان مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب

(1) لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب کی ممانعت (2) لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب کی شکلیں

(3) لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب کے احکام

(1) لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب کی ممانعت

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب کی ممانعت بیان کریں؟

جواب:

- قرآن کریم میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِنكُم۔ (نساء:29)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، الایہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے)

- حدیث میں آتا ہے:

فإن الله تبارک وتعالى قد حرّم عليكم دمائكم وأموالكم وأعراضكم إلا بحقها كحُرمَةِ يومِكم هذا في بلدكم هذا في شهركم هذا۔ (439)

اللہ تعالیٰ نے تمہارا خون! تمہارا مال اور عزت ایک دوسرے پر (ناحق) اسطرح حرام کردی ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں ہے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

لَا يَحِلُّ لِامرِئٍ أَن يَأْخُذَ مَالَ أَخِيهِ بِغَيرِ حَقِّهِ۔ وَذَلِکَ لِمَا حَرَّمَ اللهُ مَالَ المُسلِمِ عَلَى المُسلِمِ۔ (440)

کسی شخص کے لیے اپنے کسی بھائی کا مال ناحق لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال حرام قرار دیا ہے۔

- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ انتَهَبَ نُهبَةً فَلَيسَ مِنَّا۔ (441) (جس شخص نے لوٹ مار کی وہ ہم میں سے نہیں)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

وَلَا یَنْتَهِبُ نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔(442)

لوٹ مار کرنے والا جب لوٹ مار کرتا ہے اور لوگ اس کو (کھلم کھلا) لوٹ مار کرتے ہوئے دیکھتے ہیں (لیکن خوف و دہشت کے مارے بے بس ہو جاتے ہیں اور چیخ و پکار کے علاوہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ پاتے) تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔

- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یَحلِبَنَّ أحدُکم ماشِیَةَ أحدٍ إلا بإذنه أیُحِبُّ أحدُکم أن تُؤتَی مَشرَبتُه فَتُکسَرَ خزَائِنُه فیُنتَثَل طعامُه إنما تَخزُنُ لهم ضُرُوعُ مواشیهم أطعِمَتهم فلا یحلُبَنَّ أحدٌ ماشِیَةَ أحدٍ إلا بإذنه۔(443)

کوئی شخص کسی دوسرے کے دودھ کے جانور کو مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ ایک غیر شخص اس کے گودام میں پہنچ کر اس کا ذخیرہ کھولے اور وہاں سے اس کا غلہ چرا لائے، لوگوں کے مویشی کے تھن بھی ان کے لیے کھانا یعنی (دودھ کے) گودام ہیں، اس لیے انہیں بھی مالک کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلى الیَدِ ما أخذت حتی تُؤدِّیَ۔(444)

لینے والے ہاتھ کی ذمہ داری ہے کہ جو لیا ہے اسے واپس کرے

- ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یأخُذَنَّ أحدُکم عصا أخیه لاعباً جادّاً و من أخذ عصا أخیه فلیردَّها إلیه۔(445)

تم میں سے کوئی شخص کھیل کود میں ہو یا سنجیدگی میں اپنے بھائی کی لاٹھی نہ لے اور جو اپنے بھائی کی لاٹھی لے، تو وہ اسے واپس کر دے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

إنَّ الدُّنیا حلوَةٌ خَضِرَةٌ وَإنَّ رِجَالًا یَتَخَوَّضُونَ فِی مَالِ اللّٰهِ بِغَیرِ حَقٍّ لَهُمُ النَّارُ یومَ القِیَامَةِ۔(446)

دنیا سرسبز و شیریں ہے اور اللہ کے مال میں بہت سے گھسنے والے ایسے ہیں جنہیں اللہ سے ملنے کے دن جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

(2) لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب کی شکلیں

سوال: لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب: لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب کی مروجہ شکلیں درج ذیل ہیں:

(1) کسی کا قرض دبا لینا

- **حضور ﷺ مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے**

حضرت سلمۃ بن اکوع ؓ سے روایت ہے:

قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِندَ النَّبِيِّ ﷺ إذ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيهَا فَقَالَ: هَل عَلَيهِ دَينٌ قَالُوا: لاَ قَالَ: فَهَل تَرَكَ شَيئًا قَالُوا: لاَ فَصَلَّى عَلَيهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخرَى فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ صَلِّ عَلَيهَا قَالَ: هَل عَلَيهِ دَينٌ قِيلَ: نَعَم قَالَ: فَهَل تَرَكَ شَيئًا قَالُوا: ثَلاَثَةَ دَنَانِيرَ فَصَلَّى عَلَيهَا ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيهَا قَالَ: هَل تَرَكَ شَيئًا؟ قَالُوا: لاَ قَالَ: فَهَل عَلَيهِ دَينٌ؟ قَالُوا: ثَلاَثَةُ دَنَانِيرَ قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُم قَالَ أَبُو قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَعَلَيَّ دَينُهُ فَصَلَّى عَلَيهِ۔ (447)

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک جنازہ لایا گیا، اور عرض کیا گیا کہ حضرت اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجیے! آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس آدمی پر کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ قرض نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے اس جنازہ کی نماز پڑھا دی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس میت پر کسی کا قرضہ ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہاں اس پر قرض ہے، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے (جس سے قرض ادا ہو جائے) لوگوں نے عرض کیا کہ اس نے تین دینار چھوڑے ہیں تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی، پھر تیسرا جنازہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں بھی دریافت فرمایا کہ کیا اس مرنے والے پر کچھ قرضہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں اس پر تین دینار کا قرضہ ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے (جس سے قرض ادا ہو سکے) لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ نہیں چھوڑا تو آپ ﷺ نے حاضرین صحابہ سے فرمایا کہ اپنے اس ساتھی کی نماز جنازہ تم لوگ پڑھ لو۔ تو ابو قتادہ

انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور اس کی نماز پڑھا دیں اور اس پر جو قرض ہے وہ میں نے اپنے ذمہ لے لیا (میں ادا کروں گا) تو اس کے بعد آپ ﷺ نے اس جنازے کی بھی نماز پڑھا دی۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ طرز عمل بظاہر زندوں کو تنبیہ کے لیے تھا کہ وہ قرضوں کے ادا کرنے میں غفلت اور کوتاہی نہ کریں اور ہر شخص کی یہ کوشش ہو کہ اگر اس پر کسی کا قرضہ ہے تو وہ اس سے سبکدوش ہونے کی فکر اور کوشش کرے اور دنیا سے اس حال میں جائے کہ اس کے ذمہ کسی کا کچھ مطالبہ نہ ہو۔

ایک اور حدیث اسی بارے میں مروی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ طرزِ عمل (کہ قرض دار میت کی نماز جنازہ سے خود معذرت فرما دیتے اور صحابہ کرام سے فرما دیتے تھے کہ تم لوگ پڑھ لو) ابتدائی دور میں تھا بعد میں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتوحات کا دروازہ کھل گیا اور افلاس و ناداری کا دور ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ اگر کوئی مسلمان اس حال میں انتقال کر جائے کہ اس پر قرض ہو (اور ادائیگی کا سامان نہ چھوڑا ہو) تو وہ قرض میرے ذمہ ہے میں اس کو ادا کروں گا۔ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ کسی مسلمان کے ذمہ کسی دوسرے کا حق باقی نہ رہ جائے۔

بہر حال ان سب حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قرض ادا نہ کرنا اور اس حال میں دنیا سے چلے جانا بڑا سنگین گناہ ہے اور اس کا انجام بہت ہی خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات سے سبق لینے کی ہم سب کو توفیق دے اور دنیا سے اس حال میں اٹھائے کہ کسی بندہ کا قرض اور کوئی حق ہمارے ذمہ نہ ہو۔ **(448)**

- **قرض شہادت سے بھی معاف نہیں**

- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

القَتلُ فی سبیل اللہ یکفِر کلَّ خطیئۃ إلا الدَّین۔ (449)

اللہ کے راستہ میں شہید ہو جانا ہر گناہ کے لیے کفارہ ہے مگر دَین معاف نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ راہ خدا میں شہید ہونا ایسا مقبول عمل ہے کہ وہ آدمی کے سارے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور اس کی برکت سے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے اور بخش دیے جاتے ہیں، لیکن اگر اس پر کسی بندہ کا قرض تھا تو اس کے حساب میں وہ گرفتار رہے گا کیونکہ وہ حق العبد ہے، اس سے نجات اور رہائی کی صورت یہی ہے کہ وہ قرضہ ادا کیا جائے۔ (یا جس کا قرضہ ہے وہ اللہ کے لیے معاف کر دے) **(450)**

- حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے خطاب فرمایا:

أنَّ الجهادَ فی سبیل اللہ و الإیمانَ باللہ أفضلُ الأعمال فقام رجلٌ فقال: یا رسولَ اللہ أرأیتَ إن قُتِلتُ فی سبیل اللہِ أتُکفَّر عنی خطایای فقال له

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نعم إن قُتِلتَ فی سبیل اللہ وأنتَ صابرٌ مُحتَسِبٌ مُقبِلٌ غیرَ مُدبِرٍ ثم قال رسولُ اللہ ﷺ: کیف قلتَ قال: أرأیتَ إن قُتِلتُ فی سبیل اللہ أتکفَّر عنّی خطایای فقال رسولُ اللہ ﷺ: نعم إن قتلتَ فی سبیل اللہ وأنتَ صابرٌ مُحتَسِبٌ مُقبِلٍ غیر مدبر إلا الدَّینَ فإن جبریل علیہ السلام قال لی ذلک۔ (451)

جہاد فی سبیل اللہ ایمان باللہ کے ساتھ افضل ترین اعمال میں سے ہے۔ تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اللہ کے راستہ میں شہید کر دیا جاؤں تو کیا اللہ میری سب خطائیں معاف کر دے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں جبکہ تم اللہ کے راستہ میں اس طرح شہید ہو کہ صبر کرنے والے ہو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہو، آگے بڑھنے والے ہو بھاگنے والے نہ ہو پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم نے کیا پوچھا؟ انہوں نے (پھر سوال دہرایا اور) عرض کیا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں اللہ کے راستہ میں شہید کر دیا جاؤں تو کیا اللہ میری (ساری) خطائیں معاف کر دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں جبکہ تم صبر کرنے والے ہو ثواب کی امید رکھتے ہو آگے بڑھنے والے ہو بھاگنے والے نہ ہو (تب سب گناہ معاف ہو جائیں گے) مگر دین (یعنی بندہ کا حق) معاف نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بات حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائی ہے۔

- حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے روایت ہے:

کُنّا جُلُوسًا بِفِنَاءِ المَسجِدِ حَیثُ تُوضَعُ الجَنَائِزُ وَرَسُولُ اللہِ ﷺ جَالِسٌ بَینَ ظَهرَینَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللہِ ﷺ بَصَرَهُ قِبَلَ السَّمَاءِ فَنَظَرَ ثُمَّ طَأطَأَ بَصَرَهُ وَوَضَعَ یَدَهُ عَلَی جَبهَتِهِ ثُمَّ قَالَ: سُبحَانَ اللہِ سُبحَانَ اللہِ مَاذَا نَزَلَ مِنَ التَّشدِیدِ قَالَ: فَسَکَتنَا یَومَنَا وَلَیلَتَنَا فَلَم نَرَهَا خَیرًا حَتَّی أَصبَحنَا۔ قَالَ مُحَمَّدٌ: فَسَأَلتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ: مَا التَّشدِیدُ الَّذِی نَزَلَ قَالَ: فِی الدَّینِ وَالَّذِی نَفسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَو أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِی سَبِیلِ اللہِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِی سَبِیلِ اللہِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِی سَبِیلِ اللہِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَیهِ دَینٌ مَا دَخَلَ الجَنَّةَ حَتَّی یَقضِیَ دَینَهُ۔ (452)

ہم لوگ ایک دن مسجد کے باہر کے میدان میں جہاں جنازے لا کر رکھے جاتے ہیں بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرماتے، اچانک آپ ﷺ نے نگاہ مبارک آسمان کی طرف اٹھائی اور کچھ دیکھا۔ پھر نگاہ نیچی فرمالی، اور (ایک خاص فکرمندانہ انداز میں)

اپنا ہاتھ پیشانی مبارک پر رکھ کر بیٹھ گئے، اور اسی حالت میں فرمایا ''سبحان اللہ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے اس کا ہر حکم اور فیصلہ برحق) کس قدر سخت وعید اور سنگین فرمان نازل ہوا ہے'' حدیث کے راوی محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اس دن اور اس رات ہم سب خاموش رہے (اور منتظر رہے کہ کیا ظہور میں آتا ہے مگر) خیریت ہی رہی تو اگلے دن صبح کو میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت وہ کیا سخت اور بھاری چیز تھی جو کل نازل ہوئی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نہایت سخت وعید اور بھاری فرمان قرضہ کے بارے میں نازل ہوا ہے (اس کے بعد آپ ﷺ نے اس خداوندی فرمان اور وعید کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا) قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر کوئی آدمی راہِ خدا میں یعنی جہاد میں شہید ہو اور وہ شہادت کے بعد پھر زندہ ہوجائے اور پھر جہاد میں شہید ہو اور اس کے بعد پھر زندہ ہوجائے اور پھر راہِ خدا میں شہید ہو اور پھر زندہ ہو اور اس کے ذمہ قرض ہو تو وہ جنت میں اس وقت تک نہ جا سکے گا جب تک اس کا قرض ادا نہ ہوجائے۔

- **قرض دبانے کی نیت سے قرض لینے کا انجام**
- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ ھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ وَ مَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللّٰہُ۔(453)

جو شخص لوگوں سے مال (ادھار) لے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کر دیں گے اور جو شخص کسی سے (ادھار) لے اور اس کا ارادہ ہی ادا نہ کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیں گے۔

- **قرض کی ادائیگی کا انتظام کیے بغیر اگر انتقال ہوجائے تو بہت بڑا گناہ ہے**
- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن أَعظَمَ الذُّنُوبِ عند اللہ أن یلقاہ بھا عبدٌ بعد الکبائر التی نھی اللہ عنھا أَن یموتَ رجل و علیہ دَینٌ لا یَدَ عُ لہ قضاء۔(454)

اللہ کے نزدیک ان کبائر کے بعد جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے سب سے بڑ گناہ یہ ہے کہ آدمی مرے اور اس پر قرض ہو اور وہ کوئی ایسی چیز نہ چھوڑے جس سے اس کا قرض ادا ہو۔

- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نفس المؤمن مُعَلّقة بِدَینہ حتی یقضی عنہ۔(455)

مومن کی جان اس کے قرض کی وجہ سے اٹکی رہتی ہے (جنت میں جانے سے) جب تک کہ اس کی

ادائیگی نہ ہو جائے۔

(2) کسی کا بیعانہ ایڈوانس، ٹوکن منی ضبط کر لینا

جیسے: خریدار کا سودے سے انکار کرنے کی صورت میں فروخت کنندہ کا بیعانہ کی رقم پوری یا کچھ ضبط کر لینا۔
بیچنے والے کا سودے سے انکار کرنے کی صورت میں خریدار کا اس سے بیعانہ کی رقم دوگنی واپس لینا۔
کسی کا بیعانہ، ایڈوانس، ٹوکن منی ضبط کرنا ظلم ہے۔

ایک روایت میں ہے:

نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ. (456)

نبی کریم ﷺ نے بیعانے کی بیع سے منع فرمایا ہے

(3) کسی کی زمین، پلاٹ، مکان، دکان، جائیداد دبالینا

- حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ۔ (457)

جس شخص نے تھوڑی سی زمین بھی ناحق لے لی قیامت کے دن وہ اس کی وجہ سے سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔

- ایک اور روایت میں ہے:

مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طَوَّقَهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ۔ (458)

جس نے ایک بالشت زمین بھی زیادتی کرتے ہوئے کسی سے چھین لی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اتنا حصہ زمین کا ساتوں زمینوں سے اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیں گے۔

- حضرت یعلی بن مرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِغَيْرِ حَقِّهَا كُلِّفَ اَنْ يَحْمِلَ تُرَابَهَا الْمَحْشَرَ۔ (459)

جو شخص زمین کا کوئی بھی حصہ ناحق (یعنی از راہ ظلم) لے گا اسے حشر کے دن اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس زمین کی (ساری) مٹی اپنے سر پر اٹھائے۔

- ایک روایت میں ہے:

اَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يَحْفِرَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ آخِرَ سَبْعِ اَرَضِيْنَ ثُمَّ يُطَوَّقُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ (460)

جو شخص (کسی کی بالشت بھر بھی زمین از راہ ظلم لے گا اسے اس کی قبر میں) اللہ تعالیٰ اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ اس زمین کو ساتویں طبقہ زمین تک کھودتا رہے پھر وہ زمین اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی اور وہ قیامت تک اسی حال میں رہے گا حتیٰ کہ (قیامت کے دن) لوگوں کا حساب کتاب ہوجائے۔

تشریح: حدیث میں ہے کہ غاصب قیامت کے روز غصب کردہ زمین اور اس کے ساتوں طبقے لے کر اٹھے گا اس کا حشر زمینوں کے بوجھ اٹھاتے ہوئے ہوگا دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غاصب کو زمین کے ساتویں طبقے کے نیچے دھنسا دیا جائے گا ان دونوں معنوں میں تضاد نہیں ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ مختلف اوقات میں اس کے مختلف حالات ہوں گے اور سب سے آخر میں اسی سے بدلہ دینے کو کہا جائے گا جب بدلہ نہیں دے سکے گا تو اپنی نیکیاں مالک اور مظلوم کو دے گا نیکیاں اگر نہ ہوں گی تو ظالم مظلوم کے گناہوں کو اٹھاتے ہوئے جہنم میں جائے گا۔

(4) یتیم کا مال دبا لینا

- **پہلی شکل** یہ ہے کہ یتیم کا مال الگ کر کے حفاظت کرنے کے بجائے اپنے تصرف میں لائے اور خود کھا جائے جب دینے کا وقت آئے تو اِدھر اُدھر کے بہانے کر کے اور اس پر اخراجات کے بہانے، تعلیم وغیرہ کے بہانے کر کے اس کا سارا مال ہضم کر جائے۔ یہ صورت بھی ناجائز اور ظلم ہے بلکہ یہ صورت یتیم کے مال کھانے کی بدترین صورت ہے۔ ہاں مال اگر اتنا ہی کم تھا کہ یتیم کے ضروری اخراجات اور تعلیم میں معقول اخراجات کرنے کے بعد کچھ نہ بچا ہو پھر تو کوئی گناہ نہیں ہے۔
- **دوسری شکل** یہ ہے کہ یتیم لڑکا یا لڑکی ہو اس کے حصے میں بہت مال آ رہا ہو اس خیال سے کہ مال کہیں چلا نہ جائے بلکہ اپنے قبضے میں رہے اس کے شادی سرپرست اپنی اولاد سے کرنے پر یتیم لڑکی یا لڑکے کو مجبور کرے، زبردستی نکاح کرائے جبکہ لڑکی لڑکے کے لیے کسی نہ کسی جہت سے مناسب نہ ہو یا کم از کم یتیم لڑکی یا لڑکا نکاح پر رضامند نہ ہو پھر بھی سرپرست مال کی خاطر یتیم کو نکاح پر مجبور کرے کہ اس کا مال ہاتھ آ جائے پھر نکاح کے بعد اس کے حقوق ادا نہ کرے نہ اس کا مال اس کے حوالے کرے یہ صورت بھی ناجائز ہے۔
- **تیسری شکل** یہ ہے کہ یتیم لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جانے اور سن شعور میں پہنچ جانے کے بعد جب وہ اپنے حصے کا سرپرست اور شریک ترکہ سے مطالبہ کرے تو سرپرست یتیموں کے حصے یا تو دینے سے انکار کر دیں یا ٹال مٹول کریں یا اس میں حیلے اور بہانے سے ان کے حصے میں کچھ کم کر کے دیں ان کے اچھے مال کے بدلہ میں گھٹیا درجہ کا مال دیں یہ سب صورتیں ناجائز اور ظلم عظیم اور گناہ کبیرہ ہیں اور موجب جہنم ہیں۔
- **چوتھی شکل** یہ ہے کہ یتیم کا مال الگ نہ کرے بلکہ مشترک ترکہ میں رہنے دے ایک عرصہ کے بعد جب ترکہ تقسیم کرنے لگے تو یتیم کا حصہ اصل اور حاضر منافع کے ساتھ نہ دے بلکہ جس وقت یتیم حصہ دار بنا تھا اس وقت کے حساب سے یتیم

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

کا حصہ دے دے یہ صورت ظلم اور ناجائز ہے جس کو قرآن میں منع کیا گیا ہے ایسے موقع پر یتیم کو بھی اصل اور حاضر منافع میں حصہ ملے گا، سرپرست کو چاہیے کہ اس کو موجودہ اور حاضر منافع ملا کر حصہ دے۔

یہ سب شکلیں ظلم اور زیادتی میں آتی ہیں جو کہ ناجائز و حرام ہیں جب تک ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جاتا اور ان یتیموں کا مال ایک ایک پائی حساب کر کے ان کے حوالہ نہیں کیا جاتا سرپرست اور اس کے حامی لوگ ظلم اور گناہ کبیرہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔(461)

- قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔(نساء:10)

یقین رکھو کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور انہیں جلدی ہی ایک دہکتی آگ میں داخل ہونا ہوگا۔

- ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَ آتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُم وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُم إِلَى أَمْوَالِكُم إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا۔(نساء:2)

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو، اور اچھے مال کو خراب مال سے تبدیل نہ کرو، اور ان (یتیموں) کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر مت کھاؤ، بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔

- حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ . . . اَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ۔(462)

(لوگو) سات ہلاک کر دینے والی باتوں سے بچو......ان میں یتیم کا مال کھانا بھی ہے۔

(5) میراث دبا لینا

(1) بعض لوگ تو میراث میں عورت کا حق ہی تسلیم نہیں کرتے۔

(2) بعض لوگ عقیدۃً تو عورتوں کو وراثت میں حصہ دار سمجھتے ہیں لیکن جب دینے کا موقع آتا ہے تو مختلف حیلے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔مثلاً

(الف) شادی شدہ بہنوں کو یہ کہہ کر میراث میں حصہ نہیں دیتے کہ والد صاحب نے تمہاری شادی کے موقع پر تمہارا جو جہیز تیار کر کے دیا تھا اس سے تمہارا حق ادا ہو گیا۔

(ب) بہنوں کو میراث سے محروم کرنے کے لیے زبردستی کسی نہ کسی طرح بہنوں سے ان کا حصہ معاف کروا لیتے ہیں۔

(ج) جو عورت شوہر کے خاندان سے نہ ہو اسے میراث کا حصہ نہیں دیتے۔

(د) بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو اسے شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہیں۔

(ھ) شوہر کے انتقال کے بعد گھر کے ساز و سامان پر بیوہ قبضہ کر لیتی ہے اور ورثاء کو حصہ نہیں دیتی۔

(و) والد مرحوم کے ساتھ ان کی زندگی میں کاروبار میں معاونت کرنے والا اور کاروبار سنبھالنے والے بیٹوں کا اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے کاروبار پر قبضہ کر لینا اور مالک بن کر بیٹھ جانا اور دیگر وارثوں کا حق نہ دینا۔

(3) بعض لوگ جائیداد کو ظاہر ہی نہیں کرتے اور بعض لوگ سب جائیداد تو ظاہر کر دیتے ہیں لیکن قیمت کم لگاتے ہیں۔

(4) بعض لوگ میراث کی تقسیم میں ٹال مٹول کرتے ہیں بروقت تقسیم نہیں کرتے رُلا رُلا کر ورثاء کو ان کا شرعی حصہ دیتے ہیں۔

- قرآن کریم میں ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا۔ (نساء:23)

ہر ایسے مال کے لیے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جائیں ہم نے وارث مقرر کر دیے ہیں اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں ان کو ان کا حصہ دے دو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ (فجر:19.20)

اور تم لوگ میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔

- حدیث میں آتا ہے:

مَنْ قَطَعَ مِيرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيرَاثَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (463)

جس شخص نے اپنے وارث کا حق مارا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے اس کے حصہ سے محروم کر دیں گے۔

(6) ناحق جھوٹے مقدمہ بازی یا اپنے اثر رسوخ سے کسی کا مال دبا لینا

عدالت میں جھوٹا دعویٰ کرنا اور اسی طرح ناجائز طور پر کسی کا مال، کسی کی جائیداد یا کسی کی اور چیز حاصل کرنا یا اس کے لیے جھوٹی قسم کھانا، بدترین اور شدید ترین گناہوں میں سے ہے۔

- حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (464)

جو کوئی ایسی چیز پر دعوی کرے جو فی الحقیقت اس کی نہیں ہے، تو وہ ہم میں سے (یعنی ہمارا آدمی

اور ہمارا ساتھی) نہیں ہے، اور اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

- حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وأَوْجَبَ لَهُ النَّارَ قَالُوْا: وَإِنْ كَانَ شَيْئاً يَسِيراً قَالَ: وَإِنْ كَانَ قَضِيباً مِنْ أَرَاكٍ۔ (465)

جس کسی نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا کوئی حق مارا (اور عدالتی فیصلے سے اس کی کوئی چیز حاصل کر لی) تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کے لیے دوزخ واجب کر دی ہے۔ لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ! اگر چہ وہ چیز بالکل معمولی اور تھوڑی سی ہو (تب بھی یہی سزا ہوگی؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر چہ (جنگلی درخت) پیلو کی ایک ٹہنی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے عدالت میں جھوٹی قسم کھا کے کسی دوسرے بندے کی بالکل معمولی اور بے قیمت چیز بھی حاصل کی تو اس نے بھی اتنا بڑا گناہ کیا جس کی سزا میں اس کو دوزخ کا عذاب ضرور بھگتنا ہوگا اور مومنین صالحین والی جنت سے محروم رہے گا۔

- **خود حضور ﷺ کے فیصلہ سے بھی دوسرے کی چیز حلال نہیں ہو سکتی**

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أَنا بَشَرٌ وإِنَّكم تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ ولَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَن يَكُوْنَ أَلحَنَ بِحُجَّتِهِ من بعضٍ فأَقضِي نَحوَ ما أَسمَعُ فَمن قضيتُ له بِحَقِّ أَخيه فإنما أَقطَعُ له قطعةً من النَّار۔ (466)

میں ایک انسان ہوں اور تم لوگ میرے پاس اپنے نزاعات اور مقدمات لاتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک زیادہ اچھا بولنے والا اور بہتر انداز میں تقریر کر کے اپنی دلیل پیش کرنے والا ہو دوسرے سے اور پھر میں اس کی بات سن کر اسی کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ دے دوں تو اس طرح میں جس کے لیے اس کے بھائی کی چیز کا فیصلہ کر دوں تو وہ اس کو ہرگز نہ لے (اس کے جھوٹے دعوے یا جھوٹی قسم کے نتیجہ میں) اس کو جو دیتا ہوں وہ (انجام کے لحاظ سے) اس کے واسطے دوزخ کا ایک حصہ ہے۔

(3) لوٹ مار، بھتہ خوری، غصب (حرام بلاعوض، ملک غیر) کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل: 553 تا 566)

چوری، خیانت

(1) چوری، خیانت کی ممانعت (2) چوری، خیانت کی شکلیں

(3) چوری، خیانت کے احکام

(1) چوری، خیانت کی ممانعت

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں چوری، خیانت کی ممانعت بیان کریں

جواب:

❑ چوری کی ممانعت

- قرآن کریم میں ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (مائدۃ:38)

اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے دونوں کے ہاتھ کاٹ دو تا کہ ان کو اپنے کیے کا بدلہ ملے، اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہو اور اللہ صاحب اقتدار بھی ہے اور صاحب حکمت بھی۔

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ (467)

چوری کرنے والا جس وقت چوری کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔

❑ خیانت سے روکنے کے لیے اہم ہدایات

- قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا اَمَانَاتِكُمْ

(انفال:27)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے بے وفائی نہ کرنا اور نہ جانتے بوجھتے اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہونا۔

- ایک حدیث میں آتا ہے

اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰی مَنِ ائتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ۔ (468)

جس نے تیرے پاس امانت رکھی ہے اس کی امانت ادا کر اور جو تجھ سے خیانت کرے اس سے خیانت نہ کر۔

- حضور ﷺ جب جہاد کے لئے لشکر یا کسی کو کسی علاقہ کا گورنر بنا کر بھیجتے تو باقاعدہ یہ ہدایت دیتے:

وَلَا تَغُلُّوْا (مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا) (469)

- حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے عامل بنا کر یمن بھیجا جب میں یمن کے لیے روانہ ہوا اور کچھ دور چلا گیا تو آپ نے (مجھے بلانے کے لیے ایک شخص کو) میرے پیچھے بھیجا میں لوٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا:

اَتَدْرِیْ لِمَ بَعَثْتُ اِلَیْکَ لَا تُصِیْبَنَّ شَیْئًا بِغَیْرِ اِذْنِیْ فَاِنَّهٗ غُلُوْلٌ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لِهٰذَا دَعَوْتُکَ فَامْضِ لِعَمَلِکَ۔ (470)

تم جانتے ہو میں نے تمہیں بلانے کے لیے (آدمی) کیوں بھیجا تھا؟ تم (اپنی مدت ملازمت کے دوران) میری اجازت کے بغیر کچھ نہ لینا کیونکہ یہ خیانت ہے اور جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن وہ چیز لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہے یہی کہنے کے لیے میں نے تمہیں بلایا تھا اب تم اپنے کام پر جاؤ۔

- حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰی عَمَلٍ فَرَزَقْنٰهُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَهُوَ غُلُوْلٌ۔ (471)

جس شخص کو ہم نے کسی کام پر مامور کیا اور اس کے اس کام کی اجرت وتنخواہ مقرر کر دی اس کے بعد اگر وہ (اپنی تنخواہ سے زائد) کچھ وصول کرے گا تو یہ مال غنیمت میں خیانت ہے۔

- حضرت عدی بن عمیرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگو! تم میں سے جو شخص ہماری طرف سے کسی کام کا عامل بنایا جائے اور وہ اس کام سے حاصل (ہونے والی) آمدنی میں سوئی برابر یا اس سے زائد ہم سے چھپائے تو وہ خیانت کرنے والا ہے اور وہ قیامت کے دن اس (خیانت کی ہوئی چیز) کو لے کر آئے گا یہ سن کر ایک انصاری شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے جو ذمہ داری میرے سپرد کی ہے وہ واپس لے لیجیے آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ اس نے عرض کیا میں نے جو آپ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے (یعنی آپ نے اس کام کے سلسلہ میں جو وعید بیان فرمائی ہے اس کی وجہ سے میں بہت خوفزدہ ہو گیا ہوں کیونکہ یہ کام لغزش سے تو خالی ہے نہیں اگر میں کسی لغزش میں مبتلا ہو گیا تو قیامت کے دن کیا جواب دوں گا؟) آپ نے فرمایا ہاں میں پھر یہی کہتا ہوں کہ ہم شخص کو عامل مقرر کریں اس کو

چاہیے کہ وہ جو کچھ وصول کرے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ سب ہمارے پاس لے کر آئے اور اس میں سے اس کو (اس کی اجرت و تنخواہ کے طور پر) جس قدر دیا جائے وہ اس کو لے لے اور جو نہ دیا جائے اس سے باز رہے (اب اس واضح ہدایات اور تنبیہ کے بعد جو شخص اس کام کو انجام دے سکے وہ اس کی ذمہ داری قبول کرے اور جو شخص ان شرائط کے ساتھ اس کی انجام دہی میں اپنے کو معذور سمجھے وہ اس کی ذمہ داری قبول نہ کرے)(472)

- **خیانت وہ بدترین گناہ ہے جس کے ارتکاب کے وقت ایمان باقی نہیں رہتا**

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا يَغُلُّ اَحَدُ كُمْ حِيْنَ يَغُلُّ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاِيَّا كُمْ اِيَّا كُمْ۔ (473)

خیانت کرنے والا جس وقت خیانت کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا لہذا تم (اس گناہ سے) بچو۔

- **خیانت کرنے والے کو قیامت میں بے عزت ہونا پڑیگا**

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَدُّوا الْخِيَاطَ وَ الْمَخِيْطَ وَ اِيَّا كُمْ وَ الْغُلُوْلَ فَاِنَّهٗ عَارٌ عَلٰى اَهْلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (474)

تاگے اور سوئی کی (بھی) ادائیگی کرو (یعنی مال غنیمت میں سے اس قدر معمولی چیزیں بھی چھپا کر نہ رکھو) اور تم (مال غنیمت میں یا مطلق) خیانت کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خیانت خیانت کے مرتکب لوگوں کو قیامت کے دن بے عزت کردے گی۔

- **انسان کی خیانت قیامت میں اس کے اوپر سوار ہوگی**

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا (اور اس خطبہ کے دوران) مال غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا چنانچہ آپ نے اس کو بہت بڑا گناہ بتایا اور بڑی اہمیت کے ساتھ اس کو بیان کیا اور پھر فرمایا:

خبردار! میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ اپنی گردن پر بلبلاتے اونٹ کو لادے ہوئے (میدان حشر میں آئے) (یعنی جو شخص مال غنیمت میں سے مثلاً اونٹ کی خیانت کرے گا تو وہ شخص میدان حشر میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کی گردن پر وہی اونٹ سوار ہوگا اور بلبلا رہا ہوگا) اور پھر مجھ سے یہ کہے کہ یا رسول اللہ میری فریادرسی (شفاعت) کیجئے اور میں اس کے جواب میں یہ کہدوں کہ میں (اب) تمہاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں (یعنی میں تمہیں اللہ کے عذاب سے چھٹکارا نہیں دلا سکتا) کیونکہ میں نے تمہیں (دنیا میں) شریعت کے احکام پہنچا دیے تھے۔

(اور خبردار) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اپنی گردن پر ہنہناتے ہوئے گھوڑے کو لادے ہوئے (میدان حشر میں آئے) اور مجھ سے یہ کہے کہ یارسول اللہ میری فریادرسی کیجیے اور میں اس کے جواب میں یہ کہہ دوں کہ (اب) تمھاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچا دیے تھے (یعنی تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ مال غنیمت میں خیانت یا کسی چیز میں ناحق تصرف بہت بڑا گناہ ہے)۔

(اور خبردار) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اپنی گردن پر ممیاتی ہوئی بکری لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے اور پھر مجھ سے یہ کہے کہ یارسول اللہ میری فریادرسی کیجیے اور میں اس کے جواب یہ کہدوں کہ میں (اب) تمھاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچا دیے تھے۔

(اور خبردار) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اپنی گردن کسی چلاتے ہوئے آدمی کو (یعنی اس غلام یا باندی کو جو اس نے غنیمت کے قیدیوں میں سے خیانت کر کے لیا ہو) لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے اور پھر مجھ سے یہ کہے کہ یارسول اللہ میری فریادرسی کیجیے اور میں اس کے جواب یہ کہدوں کہ میں (اب) تمھاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچا دیے تھے۔

(اور خبردار) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اپنی گردن پر لہراتے ہوئے کپڑے رکھے ہوئے (میدان حشر میں) آئے اور پھر مجھ سے یہ کہے کہ یارسول اللہ میری فریادرسی کیجیے اور میں اس کے جواب یہ کہدوں کہ میں (اب) تمھاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچا دیے تھے۔

(اور خبردار) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں کہ وہ اپنی گردن پر سونا چاندی لادے ہوئے (میدان حشر میں) آئے اور پھر مجھ سے یہ کہے کہ یارسول اللہ میری فریاد رسی کیجیے اور میں اس کے جواب یہ کہدوں کہ میں (اب) تمہاری کسی چیز کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچا دیے تھے۔ **(475)**

- **خیانت والے کا پل صراط پر گزرنا مشکل ہو جائے گا**

حضرت حذیفہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کے سلسلے کی (تفصیلی) حدیث نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا:

امانت اور صلہ رحمی یعنی رشتہ داری کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کے دائیں اور بائیں جانب کھڑی ہو جائیں گی (جو امانت دار اور خیانت دار رشتے ناتے جوڑنے والے اور توڑنے والوں کے حق میں یا ان کے خلاف احتجاج کریں گی اور دھرنے دیں گی) **(476)**

- **خیانت کرنے والے کے لیے دوزخ کی آگ ہوگی**

- حضرت خولۃ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

اِنّ ھٰذِہِ الْمَالَ خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ فَمَنْ اَصَابَہٗ بِحَقِّہٖ بُوْرِکَ لَہٗ فِیْہِ وَرُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِیْمَا شَاءَتْ بِہٖ نَفْسُہٗ مِنْ مَالِ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ لَیْسَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا النَّارِ۔(477)

بلاشبہ یہ مال سبز و شیریں چیز ہے (یعنی انسان کی نظر کو بھاتا ہے اور دل کو لبھاتا ہے) لہٰذا جو شخص اس (مال کو حق یعنی حلال ذریعہ سے حاصل کرتا ہے اس کے لیے) اس میں برکت عطاء کی جاتی ہے اور یادرکھو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خدا اور اس کے رسول کے مال یعنی غنیمت سے جس چیز کو ان کا دل چاہتا ہے اپنے تصرف میں لے آتے ہیں قیامت کے دن ان کے لیے صرف دوزخ کی آگ ہوگی۔

- حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے موقوفاً روایت ہے:

اللہ کی راہ میں مارا جانا ہر گناہ کا کفارہ ہے سوائے خیانت کے، قیامت کے دن بندہ کو لایا جائے گا، اگرچہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہی ہوا ہو اور کہا جائے گا کہ تم امانت لاؤ اور ادا کرو، وہ کہے گا خداوندا! اب کیسے لاؤں، دنیا تو ختم ہو چکی، کہا جائے گا اس کو دوزخ کے طبقہ ہاویہ میں لے جاؤ، وہاں امانت کی چیز مثال بن کر اصل صورت میں سامنے آئے گی، تو وہ اس کو دیکھ کر پہچان جائے گا اور اس کا پیچھا کرے گا، یہاں تک کہ اس کو پکڑ لے گا اور اس کو اپنے کندھوں پر لاد کر لے چلے گا، جب دوزخ سے نکلنا چاہے گا تو وہ بوجھ اس کے کندھے سے گر پڑے گا اور وہ پھر اس کے پیچھے ہمیشہ ہمیشہ گرتا چلا جائے گا پھر انہوں نے فرمایا نماز امانت ہے، وضو امانت ہے، تول بھی امانت ہے، ناپ بھی امانت ہے اور بہت سی چیزیں گنوا کر فرمایا اور ان سب سے زیادہ سخت معاملہ امانت کی چیزوں کا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث حضرت براء بن عازبؓ صحابی کو سنائی، انہوں نے تصدیق کی اور فرمایا کیا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی "اِنَّ اللہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا" (نساء:8)**(478)**

- حضرت عیاض ابن حمارؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

دوزخیوں کی پانچ قسمیں ہیں: (یعنی جو لوگ اپنے افعال بد کے وبال میں پڑ کر مستوجب عذاب ہوتے ہیں وہ پانچ طرح کے ہیں گویا یہاں ان افعال بد اور بری خصلتوں کی برائی بیان کرنا اور ان کی سختی و شدت کو ظاہر کرنا مقصود ہے جو دوزخ کے عذاب کا باعث ہیں جیسا کہ پہلے ان چیزوں کی تعریف و مدح ذکر کی گئی۔ جو جنت میں لے جانے والی ہیں)

ایک تو کمزور عقل والا کہ اس کی عقل کی کمزوری اس کو ناشائستہ امور سے باز نہ رکھے (یعنی وہ شخص جو

اپنی عقل پر نفسانی خواہشات اور خود غرضی کے جذبات کے غالب آجانے کی وجہ سے ثبات واستقامت ترک کر دیتا ہے اور گناہوں اور بری باتوں سے باز رہنے پر قادر نہیں رہتا) وہ لوگ کہ جو تمہارے تابع اور تمہارے خادم ہیں ان کو نہ بیوی کی خواہش ہوتی ہے اور نہ مال کی پرواہ (یعنی جو لوگ تمہارے مالداروں اور مقتدروں کے آگے پیچھے پھرتے نظر آتے ہیں اور ان کی خدمت واطاعت کا دم بھرتے ہیں ان کے مدنظر نہ تو کسی کی بھلائی دوستی ہوتی ہے اور نہ ان کو واقعۃ خدمت واطاعت سے کوئی غرض ہوتی ہے بلکہ وہ تو محض اپنی نفسانی خواہشات اور خود غرضی کے تابع ہوتے ہیں ان کا اصل مقصد اچھے اچھے کھانوں سے اپنا پیٹ بھرنا اچھے درجہ کا لباس اور دوسری چیزیں حاصل کرنا ہوتا ہے نہ انہیں بیوی کی پرواہ ہوتی ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنی جنسی خواہش جائز طور پر پوری کر سکیں اور نہ انہیں اس مال وزر کی طلب ہوتی ہے جو حلال ذرائع جائز وسائل اور محنت ومشقت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ بدکاریوں حرام خوریوں اجنبی عورتوں اور حرام ومشتبہ اسباب میں مگن اور خوش رہتے ہیں اور یہ چیز بھی انسانی عقل کی کمزوری اور ضمیر کی مردنی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حلال وپاک چیزوں سے اعراض کرنا اور حرام ومشتبہ چیزوں کو مطلوب ومقصد قرار دینا نہ عقل کا تقاضا ہو سکتا ہے اور نہ ضمیر کے مطابق)

دوسرے وہ شخص جو خائن وبددیانت ہے کہ اس کی طمع کسی پوشیدہ چیز کو بھی اس کے ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تا کہ وہ اس میں بددیانتی کر سکے خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی اور کمتر چیز کیوں نہ ہو (یعنی اس کی طمع وحرص اس کو کسی حال میں چین سے نہیں بیٹھنے دیتی یہاں تک کہ وہ چھپی ہوئی چیزوں کی بھی تلاش وجستجو میں لگا رہتا ہے اور جب وہ چیزیں اس کے ہاتھ لگ جاتی ہیں تو ان میں بھی بددیانتی کرتا ہے خواہ وہ چیزیں کتنی ہی بے وقعت اور کمتر کیوں نہ ہوں نیز بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ خفاء چونکہ ظہور کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لیے لایخفی لہ طمع کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خائن کہ وہ اس چیز میں بھی خیانت کرتا ہے جو اس کے سامنے نہیں ہوتی اور نہ وہ اس قابل ہوتی ہے کہ وہ اس کی طمع وحرص کر سکے)

اور تیسرے وہ شخص جو صبح وشام تمہیں تمہارے اہل وعیال میں دھوکہ دینے کے چکر میں رہتا ہے (یعنی جس شخص کو تم اپنے گھر والوں کی حفاظت اور اپنے مال واسباب کی نگرانی سپرد کرتے ہو یا جو شخص از خود تمہارے ساتھ لگا رہتا ہے اور اپنی عفت و پاکدامنی تم پر ظاہر کر کے یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ تمہارے گھر بار اور اہل خانہ کی حفاظت ونگرانی میں مصروف ہے لیکن حقیقت میں وہ ہر لحہ تمہارے اہل خانہ اور تمہارے مال واسباب پر بری نظر رکھتا ہے) نیز آنحضرت ﷺ نے بخیل اور جھوٹے اور بدخلق فحش گو کا ذکر کیا۔ **(479)**

- **خیانت کے ہوتے ہوئے بڑے سے بڑا عمل اور بڑی سے بڑی نسبت کام نہیں آئے گی۔**

- **چادراور جوتے کے تسمہ کی خیانت کا انجام**

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے:

ایک شخص نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک غلام ہدیہ کے طور پر پیش کیا جس کا نام مِدْعَم تھا (ایک دن غالباً کسی میدان جنگ میں) وہ رسول کریم ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک کسی نامعلوم شخص کا تیر آ کر اس کو لگا جس سے جاں بحق ہو گیا لوگوں نے کہا مدعم کو جنت مبارک ہو یعنی مدعم خوش قسمت رہا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوا اور جنت میں پہنچ گیا (یہ سن کر) رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ چادر جس کو مدعم نے خیبر کے دن مال غنیمت میں سے اس کی تقسیم سے قبل لے لیا تھا آگ بن کر مدعم پر شعلے برسا رہی ہے۔ جب ان لوگوں نے اس شدید وعید وتنبیہ کو سنا جنہوں نے مال غنیمت میں خیانت کرنے کو سہل سمجھ لیا تھا اور یہ گمان کر لیا تھا کہ چھوٹی موٹی اور حقیر چیزوں کو لے لینے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا تو کانپ گئے اور انہوں نے مال غنیمت میں سے جو چھوٹی موٹی چیزیں لے لی تھیں وہ لا لا کر واپس کرنے لگے یہاں تک کہ ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے (واپس کرنے کے لیے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آپ ﷺ نے (اس کو دیکھ کر) فرمایا کہ یہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا آگ کے دو تسمے ہیں یعنی خیانت کی چیز ہر حالت میں دوزخ کی آگ کو سزاوار کرے گی خواہ وہ کتنی ہی معمولی اور حقیر کیوں نہ ہو۔ **(480)**

- **چوغے کی خیانت کا انجام**

حضرت عبداللہ سے روایت ہے:

ایک شخص کا نام کِرْکِرَہ تھا (کسی غزوہ میں) رسول اللہ ﷺ (کی طرف سے سامان واسباب) کا نگران مقرر تھا جب ان کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ (کرکرہ) دوزخ میں ڈالا گیا ہے چنانچہ لوگوں نے (اس کا سامان) دیکھنا شروع کیا تو اس میں ایک عبا (یعنی بغیر آستین کا چوغا) پایا جو اس نے مال غنیمت میں سے خیانت کر کے لے لیا تھا۔ **(481)**

- **معمولی چادر کی خیانت کا انجام**

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے:

حضرت عمر ابن خطابؓ نے ہم سے یہ بیان کیا کہ جب خیبر کا دن آیا (یعنی جب غزوہ خیبر ختم ہو گیا) تو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے چند لوگ آئے اور (آپس میں) کہنے لگے کہ فلاں شخص شہید ہو گئے تھے ان کے نام لے لے کر ان کی شہادت کا ذکر کرتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ ایک شخص کی لاش پر سے گزرے اور کہا کہ یہ فلاں شہید ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ

ہرگز نہیں (تم لوگ جس معنی میں اسے شہید کہتے ہو وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ) میں نے اس شخص کو مال غنیمت میں سے ایک چادر یا فرمایا کہ ایک دھاری دار کملی چرانے کے سبب دوزخ میں (جلتے) دیکھا ہے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مجھ کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ ابن خطاب جاؤ اور لوگوں کے درمیان تین مرتبہ یہ منادی کر دو کہ جنت میں (ابتداءً) صرف مومن (یعنی کامل مومن) ہی داخل ہوں گے حضرت عمرؓ کہتے ہیں چنانچہ میں نکلا اور تین مرتبہ یہ منادی کی کہ خبردار جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔**(482)**

- **دو درہم کے ہار کی خیانت کا انجام**

حضرت یزید بن خالدؓ سے روایت ہے:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ایک شخص کا خیبر کے دن انتقال ہو گیا صحابہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لو (میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا) لوگوں (کا یہ سننا تھا کہ ان) کے چہروں کا رنگ اس (خوف کی) وجہ سے بدل گیا کہ نہ معلوم کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس کی نماز جنازہ اس وجہ سے نہیں پڑھوں گا کہ تمہارے اس ساتھی نے اللہ کی راہ میں (یعنی مال غنیمت میں) خیانت کا ارتکاب کیا تھا چنانچہ جب ہم نے اس کے اسباب کی تلاشی لی تو اس میں ہمیں یہودیوں (یعنی یہودی عورتوں) کے پہننے کے (گلے کے) ہار ملے جو دو درہموں کے برابر بھی نہیں تھے (یعنی ان کی قیمت دو درھم سے کم تھی)**(483)**

- **بالوں کی بنی ہوئی معمولی مہار میں خیانت کا انجام**

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مال غنیمت کو جمع کرا کر تقسیم کرنے کا ارادہ فرماتے تو حضرت بلالؓ کو (اعلان کرنے کا) حکم دیتے چنانچہ وہ لوگوں کے درمیان اعلان کر دیتے اور (اس اعلان کو سنتے ہی) لوگ اپنی اپنی غنیمت لے آتے (یعنی جس کے پاس مال غنیمت کی جو بھی چیز ہوتی وہ اس کو لا کر دربار رسالت میں جمع کر دیتا) پھر آنحضرت (پہلے) خمس (یعنی پانچواں حصہ نکالتے اور اس کے بعد اس مال غنیمت کو) لوگوں (یعنی مجاہدین) کے درمیان تقسیم فرما دیتے (ایک دفعہ ایسا ہوا کہ) ایک شخص (مال غنیمت میں سے خمس نکالنے اور اس کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کرنے کے) ایک دن بعد بالوں کی بنی ہوئی ایک مہار لے کر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو مال غنیمت ہمارے ہاتھ لگا تھا اس میں یہ مہار بھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلال نے تین بار جو اعلان کیا

تھا اسے تم نے سنا تھا؟ اس نے کہا ہاں میں نے سنا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر اس کو اسی وقت لانے سے تمہیں کس چیز نے روکا تھا؟ اس نے اس تاخیر کے لیے کوئی عذر بیان کیا آپ انے فرمایا بس (اب) یوں ہی رہو (یعنی اس کو اپنے پاس رکھو اب تو) کل قیامت کے دن ہی اس کو لے کر آنا (اور تب اللہ کو اس تاخیر کا جواب دینا) میں (اب) اس کو ہر گز تم سے نہ لوں گا۔ **(484)**

• معمولی رسی میں خیانت کا انجام

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں:

انہوں نے کہا (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مال فئی میں آئے ہوئے) ایک اونٹ کے پاس تشریف لائے اور اس کے کوہان کے (دو ایک) بال اکھاڑ کر فرمایا: لوگو! حقیقت یہ ہے کہ اس مالِ فئی میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے اور (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس انگلی پر وہ بال تھے لوگوں کو دکھانے کے لیے) اس انگلی کو اٹھا کر فرمایا کہ یہ (مال بھی یعنی اتنا معمولی حصہ بھی) میرے لیے نہیں ہے البتہ خمس یعنی پانچویں حصے کا میں حق دار ہوں لیکن خمس بھی (میری ذات پر خرچ نہیں ہوتا بلکہ تمہارے ہی اوپر خرچ کیا جاتا ہے) یعنی خمس کا مال تمہاری ہی بھلائی میں خرچ ہوتا ہے بایں طور کہ اس سے تمہارے لیے ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ حاصل کیے جاتے ہیں لہذا (اگر تمہارے پاس مال غنیمت کا) سوئی تاگہ بھی ہو تو اس کو لا کر جمع کرا دو، ایک شخص جس کے ہاتھ میں بالوں کی رسی کا ایک ٹکڑا تھا کھڑا ہوا اور کہا کہ میں نے رسی کے اس ٹکڑے کو اپنے پاس رکھ لیا تھا تا کہ اس کے ذریعہ پالان کے نیچے کی کملی کو (گانٹھ کر) ٹھیک کرلوں (اب) اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک اس چیز کا سوال ہے جو میرے اور بنو عبد المطلب کے حصے کی ہے تو وہ تمہاری ہے (یعنی اس ٹکڑے میں سے جو کچھ میرے خاندان بنو ہاشم اور ان کے حلیف وساتھی بنو عبد المطلب کے لوگوں کے حصے کا ہے وہ تو ہم نے تمہیں بخش دیا لیکن اس میں سے جو کچھ ہمارے علاوہ دوسرے مجاہدین کا حصہ ہے اس بارے میں تم جانو کہ اگر تم ان سے بھی ان کے حصے معاف کرالو گے تو کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا اور اگر ان کے حصے معاف نہیں کرائے تو قیامت کے دن پکڑے جاؤ گے، اس شخص نے (یہ سن کر کہا) کہ جب یہ رسی گناہ کی اس حد تک پہنچ گئی ہے جو میرے سامنے ہے تو پھر مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہہ کر اس نے اس رسی کو پھینک دیا۔ **(485)**

• بلا اجازت کسی کی چیز استعمال کر کے واپس کر دی یہ بھی خیانت ہے

حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے قطعاً روا نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے

(مشترک) مال غنیمت کے کسی جانور پر (بلاضرورت شرعی) سوار ہو اور پھر جب وہ (جانور) دبلا ہو جائے تو اس کو مال غنیمت میں واپس کر دے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے یہ قطعاً روا نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے (مشترک) مال غنیمت کے کسی کپڑے کو بلاضرورت شرعی پہنے اور پھر جب وہ کپڑا پرانا ہو جائے تو اس کو مال غنیمت میں واپس کر دے۔(486)

• خیانت کرنے والے کی خیانت کی اطلاع نہ دینا بھی خیانت ہے

حضرت سمرۃ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

جس شخص نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی خیانت کو چھپایا (یعنی وہ امیر وحاکم کے علم میں یہ بات نہیں لایا کہ فلاں شخص نے خیانت کی ہے) تو (گنہگار ہونے کے اعتبار سے) وہ (بھی) خیانت کرنے والے کی طرح ہے۔(487)

• خیانت کے بارے میں حضور ﷺ کی پیش گوئیاں

• حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے:

ایک دن رسول کریم ﷺ نے ہم سے (امانت کے بارے میں اور فتنے کے زمانہ کے حوادث کے سلسلہ میں) دو حدیثیں (یعنی دو باتیں) بیان فرمائیں ان میں سے ایک کو تو دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں (یعنی حضور نے پہلی بات جو یہ فرمائی تھی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتاری گئی ہے اس کو میں نے دیکھ لیا ہے تو دوسری بات یعنی امانت کے اٹھ جانے کے مصداق کا منتظر ہوں) چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتاری گئی پھر انہوں نے (اس امانت کے نور سے) قرآن کو جانا اور پھر انہوں نے سنت کو جانا اس کے بعد آپ نے امانت کے اٹھ جانے (یعنی ایمان کے ثمرات وبرکات کے اٹھ جانے اور اس میں نقص آجانے) کی حدیث بیان کی چنانچہ فرمایا آدمی (حسب معمول) سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی (یعنی اس کے ایمان کے بعض ثمرات وانوار ناقص وکم ہو جائیں گے) پس امانت کا اثر یعنی نشان (جو ایمان کا ثمرہ ہے) وکت کے نشان کی طرح ہو جائے گا (حاصل یہ کہ ایمان کا نور دھندلا اور اس اثر وثمرہ ناقص ہو جائے گا) پھر جب وہ دوبارہ سوئے گا (اور زیادہ غفلت طاری ہوگی) تو اس کی امانت کا وہ حصہ بھی ناقص کر دیا جائے گا اور نکال لیا جائے گا جو باقی رہ گیا تھا (پس اس کے دل میں) ایک مجل یعنی آبلہ جیسا نشان رہ جائے گا جیسا کہ تم آگ کی چنگاری اپنے پاؤں پر ڈال دو اور اس سے آبلہ پڑ جائے جو بظاہر پھولا اور اٹھا ہوا ہوگا لیکن اس کے اندر (خراب اور گندے پانی کے علاوہ) کچھ نہیں ہوگا پھر (اس صورت حال کے بعد) لوگ صبح کو اٹھیں گے تو حسب معمول آپس میں خرید وفروخت کریں گے اور ان میں سے ایک

شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو امانت ادا کرے (یعنی شریعت کے حقوق ادا کرنے والا فرائض و واجبات کی تکمیل کرنے والا اور لوگوں کے حق میں کوئی خیانت و بددیانتی نہ کرنے والا کہیں دور دور بھی نظر نہیں آئے گا) یہاں تک کہ امانت و دیانت میں کمی آجانے کے سبب یہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ (یا فلاں شہر و آبادی) میں (لوگوں کی کثرت کے باوجود) بس ایک شخص ہے جو امانت دار یعنی کامل الایمان ہے اور زبردست سیاسی مہارت و چالاکی اور دنیاوی شان وشوکت کا حامل ہوگا یا کہا جائے گا کہ وہ (اپنے دنیاوی کاروبار اور معاملات میں) کس قدر عقلمند و ہوشیار کس قدر خوبصورت و دانا خوشگوار اور زبان آور ہے اور کس قدر چست و چالاک ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔**(488/1)**

- حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:

مجھ پر ایک ایسا دور آچکا ہے کہ مجھے کسی بھی شخص سے کوئی سودا یا معاہدہ کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتا تھا تو مجھے اطمینان تھا کہ اس کا دین اسے خود مجبور کرے گا کہ وہ میرا پورا حق مجھے دیدے، اور اگر وہ کوئی عیسائی یا یہودی ہوتا تب بھی مجھے یقین تھا کہ اس کا افسر اور حاکم (جو اس زمانے میں مسلمان ہی ہوتا تھا) میرا حق پورا دِلوادے گا۔**(488/2)**

- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے:

(ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس وقت تم کیا کروگے جب تم اپنے آپ کو ناکارہ لوگوں کے زمانے میں پاؤ گے جن کے عہد و پیمان اور جن کی امانتیں خلط ملط ہوں گی اور جو آپس میں اختلاف رکھیں گے گویا وہ لوگ اس طرح کے ہوجائیں گے یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل کیا، حضرت عبداللہ نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ہدایت فرمائی کہ اس وقت میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت تم پر لازم ہوگا کہ اس چیز کو اختیار کرو اور اس پر عمل کرو جس کو تم (دین و دیانت کی روشنی میں) حق جانو اور اس چیز سے اجتناب ونفرت کرو جس کو تم ناحق اور برا جانو نیز صرف اپنے کام اور اپنی بھلائی سے مطلب رکھو اور خود کو عوام الناس سے دور کرلو اور ایک روایت میں یوں منقول ہے اپنے گھر میں پڑے رہو (بلاضرورت باہر نکل کر ادھر ادھر نہ جاؤ) اپنی زبان کو قابو میں رکھو جس چیز کو حق جانو اس کو اختیار کرو اور جس چیز کو برا جانو اس کو چھوڑ دو صرف اپنے کام اور اپنی بھلائی سے مطلب رکھو اور عوام الناس کے معاملات سے کوئی تعلق نہ رکھو۔**(489)**

- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

جب کوئی قوم مال غنیمت میں خیانت کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالی اس کے دلوں میں دشمن کا رعب وخوف پیدا کردیتا ہے۔**(490)**

- حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ (یعنی صحابہؓ) ہیں پھر وہ لوگ جوان سے متصل ہیں (یعنی تابعین) اور پھر وہ لوگ جوان سے متصل ہیں اور پھر ان زمانوں کے بعد جن لوگوں کا زمانہ آئے گا ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو خود بخود گواہی دیں گے اور کوئی ان کی گواہی نہ چاہے گا۔ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو خیانت کریں گے اور ان کی دیانت و امانت پر اعتماد نہیں کیا جائے گا ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نذر مانیں گے اور اپنی نذر کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا فربہی پیدا ہوگی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو (بلاضرورت وبلاوجہ) قسمیں کھائیں گے حالانکہ ان کو قسم نہیں دلائی جائے گی اور مسلم شریف کی ایک روایت میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے یہ الفاظ ہیں کہ پھر ان لوگوں کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو موٹاپے کو یعنی فربہی کو پسند کریں گے۔ **(491)**

- خیانت والے اللہ کو پسند نہیں

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِيَانَةً فَانۡۢبِذۡ اِلَيۡهِمۡ عَلٰى سَوَآءٍ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡخَآئِنِيۡنَ۔

(انفال:58)

اگر تمہیں کسی قوم سے بدعہدی کا اندیشہ ہو تو تم وہ معاہدہ ان کی طرف صاف سیدھے طریقے سے پھینک دو۔ یادرکھو کہ اللہ بدعہدی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

- **خیانت منافقانہ خصلت ہے**

- آپ ﷺ نے منافق کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے:

اِذَا ائۡتُمِنَ خَانَ۔ (492) (اسے جب امانت دی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے)

- حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

يُطۡبَعُ الۡمُؤۡمِنُ عَلَى الۡخِلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الۡخِيَانَةَ وَالۡكَذِبَ۔ (493)

مسلمان جھوٹ اور خیانت کے سوا ہر طرح کی خصلت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

- حضرت انسؓ سے روایت ہے:

لَا إِيۡمَانَ لِمَنۡ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنۡ لَا عَهۡدَ لَهُ۔ (494/1)

رسول اللہ ﷺ نے ایسا خطبہ کم دیا ہوگا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس شخص میں امانت نہیں اس کا ایمان بھی کچھ نہیں اور جس میں ایفاء عہد نہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔

مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

- **خیانت کرنے والوں کی صحبت سے بچو**

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں:

> جب تم کسی ایسے علاقے میں جاؤ جہاں کے لوگ ناپ تول میں ڈنڈی نہیں مارتے، پورا پورا دیتے ہوں تو تم رہنے کے لیے اسی جگہ کو اختیار کرو اور جب تم کسی ایسے علاقہ میں جاؤ جہاں کے لوگ ناپ تول میں ڈنڈی مارتے ہوں تو اپنی ضرورت پوری کر کے فوراً وہاں سے نکل جاؤ۔ **(494/2)**

(2) چوری، خیانت کی شکلیں

سوال: چوری، خیانت کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب:

جو مال ناجائز طریقے، چوری یا خیانت سے حاصل کیا جائے وہ مال یا تو کسی ایک شخص کی انفرادی ملکیت ہوگی، جیسے عاریت پر لی ہوئی چیز میں خیانت کرنا یا بہت سارے افراد کی مشترکہ ملکیت ہوگی۔

پھر اس مشترک مال کی بھی کئی شکلیں ہیں: (1) مالِ غنیمت (2) وقف مال یا ان کی مملوکات (3) بیت المال کے زیر انتظام اموال اور زمینیں (سرکاری املاک) (4) مشترک ادارہ مثلاً لمیٹڈ کمپنی، بڑی پارٹنر شپ یا وراثت کا مشترک مال

(1) مالِ غنیمت: مال غنیمت میں چار حصے جہاد میں شرکت کرنے والے ان مجاہدین کے لئے ہوتے ہیں جنہوں نے لوجہ اللہ جہاد میں حصہ لیا ہو مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں رکھا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پانچویں حصہ میں تصرف کا اختیار تھا اور آپ سورۃ انفال کی آیت 41 میں بیان کردہ مصارف میں اسے استعمال فرماتے تھے، مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اگر کوئی شخص اس میں سے اپنے لئے کچھ علیحدہ کرلے تو وہ حرام اور سخت گناہ ہے۔

(2) وقف مال یا ان کی مملوکات: کہ ان میں خرد برد کی جائے یا انفرادی طور پر ان کا ناجائز استعمال کی جائے۔

(3) بیت المال کے زیر انتظام اموال اور زمینیں (یعنی ریاستی اثاثے): جو درحقیقت عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ انہیں کوئی شخص اپنے ذاتی فائدہ کے لئے ناحق استعمال کرے۔

(4) مشترک ادارہ مثلاً لمیٹڈ کمپنی، بڑی پارٹنر شپ، یا وراثت کا مشترکہ مال: کہ اگر کوئی شریک (پارٹنر) یا وارث مشترکہ مال یا اس کا کچھ حصہ ناجائز طور پر قبضہ کرلے یا اس میں خرد برد کرلے یا بغیر اجازت اسے یا اس کا کچھ حصہ ناجائز طور پر استعمال کرے تو یہ ناجائز اور حرام ہے۔

نوٹ: چوری خیانت اگر انفرادی ملکیت کی گئی ہو تو اس کی واپسی اور توبہ کرنا نسبتاً آسان ہے بخلاف مشترکہ مال میں خیانت اور چوری کے اس میں اصل میں مالک تک پہنچانا ہی سخت مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ مال کا مالک ایک شخص نہیں

ہوتا بلکہ ایک سے زائد افراد ہوتے ہیں جن کی تعداد بسا اوقات اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ان سب تک ان کا حق اس طرح پہنچانا کہ ہر ایک کو اس کا حصہ پورا پورا واپس مل جائے سخت مشکل بلکہ بعض اوقات ناممکن ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا بہت ہی زیادہ ضروری ہے۔

(3) چوری، خیانت کے احکام

(اس کے احکام وہی ہیں جو غصب کے تھے، ص:553)

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

سود/ ربا

(1) سود کی ممانعت، گھناؤنیت، سنگینی، وعیدیں، دھمکیاں، نقصانات

(2) سود سے متعلق خدشات وسوالات، اعذار، لائحہ عمل

(3) سود کی شکلیں (4) سود کی حقیقت اور احکام

(1) سود کی ممانعت، گھناؤنیت، سنگینی، وعیدیں، دھمکیاں، نقصانات

سوال: سود کی ممانعت، گھناؤنیت، سنگینی، وعیدیں، دھمکیاں اور نقصانات قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں۔

جواب:

- سود کی ممانعت

سود کی مختلف شکلوں کی بتدریج ممانعت کی گئی ہے

بعض محققین کے نزدیک تو مکہ مکرمہ میں ہی سود کی حرمت آگئی تھی:

وَمَا آتَيْتُم مِن رِبًا لِيَربُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَربُو عِندَ اللهِ۔ (روم:39)

اور یہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے نزدیک بڑھتا نہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیں سود پر تاریخی فیصلہ:26-21)

(1) سب سے پہلے سونے چاندی کی ادھار خرید وفروخت سے منع کیا گیا

حضرت ابو منہال سے روایت ہے

باع شَریک لی ورِقًا بنسیئةٍ إلی الموسم أو إلی الحج فجاءَ إلیَّ فأخبرنی فَقُلتُ: هذا أمرٌ لا یصلُح قال: قد بعتُه: فی السوق فلم یُنکِر ذلک علیَّ أحدٌ قال: فائتِ البرا بن عازب فأتیتُه فسألته فقال: قَدِمَ النبی ﷺ ونحن نبیع هذا البیعَ فقال: ما کان یدًا بیدٍ فلا بأسَ به وما کان نَسِیئَةً فهو ربًا وأْتِ زید بن أرقم فإنه أعظمُ تجارةً منی فأتیته فسألته

فقال مثل ذلک۔ (495)

میرے شریک نے چاندی حج کے موسم یا حج تک کے ادھار پر فروخت کی۔ میرے پاس آ کر اس نے مجھے اس کی خبر دی تو میں نے کہا یہ معاملہ تو درست نہیں اس نے کہا اسے میں نے بازار میں فروخت کیا اور کسی نے مجھے اس سے منع نہیں کیا تو میں نے براء بن عازب کے پاس جا کر ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا نبی ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور ہم یہ بیع کیا کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا جو نقد بہ نقد ہو اس میں کوئی حرج نہیں اور جو ادھار ہو تو وہ سود ہے اور تم زید بن ارقم کے پاس جاؤ کیونکہ وہ تجارت میں مجھ سے بڑے ہیں میں نے ان کے پاس جا کر اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی اس طرح فرمایا۔

(2) پھر 2ھ میں غزوہ احد سے قبل کئی گنا بڑھا کر سود کی ممانعت آئی۔

قرآن کریم میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُم تُفْلِحُونَ۔ (آل عمران:130)

اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو تا کہ تمہیں فلاح حاصل ہو

(تفصیل کے لیے دیکھیں سود پر تاریخی فیصلہ:24)

(3) پھر ہم جنس اشیاء کے تبادلہ کے وقت کمی بیشی کی ممانعت کی گئی۔

حضرت عبادۃ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبُرُّ بالبُرِّ والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواءٍ يدًا بيدٍ فإذا اختلفت هذه الأصناف فَبِيعُوا كيف شِئتُم إذا كان يدًا بيد۔ (496)

سونا سونے کے عوض، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے عوض، جو جو کے عوض، کھجور کھجور کے بدلے، نمک نمک کے بدلے برابر برابر، ٹھیک ٹھیک، ہاتھوں ہاتھ ہو پس جب یہ اقسام تبدیل ہو جائیں تو جب وہ ہاتھوں ہاتھ ہوں تو تم جیسے چاہو فروخت کرو۔

ایک اور روایت میں ہے:

كُنَّا نُرزَقُ تمر الجمع وهو الخلطُ من التَّمرِ وكُنَّا نَبيعُ صاعَينِ بِصاعٍ فقال النبي ﷺ لا صاعين بصاعٍ ولا درهمين بدرهَمٍ۔ (497)

ہمیں (نبی کریم ﷺ کی طرف سے) مختلف قسم کی کھجوریں ایک ساتھ ملا کرتی تھیں اور ہم

دوصاع کھجور ایک صاع کے بدلے میں بیچ دیا کرتے تھے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دوصاع ایک صاع کے بدلہ میں نہ بیچی جائیں اور نہ دو درہم ایک درہم کے بدلے بیچے جائیں۔

7 سنہ ہجری میں غزوہ خیبر کے موقع پر مسلمانوں نے یہودیوں سے لین دین شروع کی تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ سونے کو سونے کے ساتھ فروخت کرنے کی صورت میں کمی بیشی سود ہے۔

فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے:

كنا مع رسول الله ﷺ يوم خيبر نُبايعُ اليهودَ الوُقِيَةَ من الذهب بالدينار فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا وَزنًا بِوَزن۔ (498)

ہم خیبر کی لڑائی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہم یہود سے سونے کا اوقیہ دینار کے بدلے بیچتے خریدتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونے کو سونے سے نہ بیچو جب تک کہ دونوں طرف وزن برابر نہ ہو۔

(4) 8 سنہ ہجری میں سود کی حرمت سے متعلق تفصیلی احکام نازل ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی

الَّذِينَ يَأكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيطَانُ مِنَ المَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُم قَالُوا إِنَّمَا البَيعُ مِثلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللهُ البَيعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءَهُ مَوعِظَةٌ مِن رَبِّهِ فَانتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمرُهُ إِلَى اللهِ وَمَن عَادَ فَأُولَئِكَ أَصحَابُ النَّارِ هُم فِيهَا خَالِدُونَ۔ (بقرة:275)

جولوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھوکر پاگل بنادیا ہو، یہ اس لیے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہوتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ (سودی معاملات سے) باز آ گیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے۔ اور اس (کی باطنی کیفیت) کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

(5) کچھ عرصہ بعد (غالباً 8 سنہ ہجری میں) یہ آیت نازل ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُؤمِنِينَ فَإِن لَم تَفعَلُوا فَأذَنُوا بِحَربٍ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبتُم فَلَكُم رُؤُوسُ أَموَالِكُم لَا تَظلِمُونَ وَلَا تُظلَمُونَ۔ (بقرة:9-278)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مومن ہو تو سود کا جو حصہ بھی (کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔ اور اگر تم (سود سے) توبہ کرو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیں حاشیہ سود پر تاریخی فیصلہ:25)

یہ آیت جب نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر کے یہ حکم سنایا۔(499)

(6) سنہ 9 ہجری میں اہل نجران سے صلح کے معاہدے ہوئے ان میں صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سود نہ لیں گے۔

قال: صالَحَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أهلَ نَجرانَ علی ألفی حُلَّةٍ: النصفُ فی صفر والنصفُ فی رجَبٍ يُؤَدُّونَها إلى المسلمين وعارية ثلاثين دِرعاً وثلاثين فَرَساً وثلاثين بعيراً وثلاثين من كل صِنفٍ من أصنافِ السلاح يغزُونَ بِها والمسلمونَ ضامنونَ لها حتى يَرُدَّوها عليهم وإن كان باليمن كَيدٌ أو غدرةٌ على أن لا يُهدَمَ لهم بِيعَةٌ ولا يُخرجَ لهم قَسٌّ ولا يُفتَنُونَ عن دينهم ما لم يُحدِثُوا حَدَثاً أو يأكلُوا الرِّبا۔(500)

رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ کپڑوں کے دو ہزار جوڑے مسلمانوں کو دیا کریں گے، آدھا صفر میں دیں، اور باقی ماہ رجب میں، اور تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ اور ہر قسم کے ہتھیاروں میں سے تیس تیس ہتھیار جس سے مسلمان جہاد کریں گے بطور عاریت دیں گے، اور مسلمان ان کے ضامن ہوں گے اور (ضرورت پوری ہو جانے پر) انہیں لوٹا دیں گے اور یہ عاریۃً دینا اس وقت ہوگا جب یمن میں کوئی فریب کرے (یعنی سازش کر کے نقصان پہنچانا چاہے) یا مسلمانوں سے غداری کرے اور عہد توڑے (اور وہاں جنگ درپیش ہو) اس شرط پر کہ ان کا کوئی گرجا نہ گرایا جائے گا، اور کوئی پادری نہ نکالا جائے گا، اور ان کے دین میں مداخلت نہ کی جائے گی، جب تک کہ وہ کوئی نئی بات نہ پیدا کریں یا سود نہ کھانے لگیں۔

(7) سنہ 10 ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر تمام ملک عرب میں جتنے سودی معاملات تھے آپ ﷺ نے سب کو کالعدم قرار دیدیا۔ فرمایا:

ألا كُلُّ شيءٍ من أمر الجاهلية تحت قدَمَيَّ موضوعٌ ...... ورِبا الجاهليةِ موضوع وأوَّلُ رِباً أَضَعُ مِن رِبَانَا رِبا العَبَّاسِ بنِ عبد المطلب فإنه موضوعٌ كُلُّهُ۔(501)

جاہلیت کے زمانہ کے کاموں میں سے ہر چیز میرے قدموں کے نیچے پامال ہے ....
اور جاہلیت کے زمانہ کا سود بھی پامال کر دیا گیا ہے اور میں اپنے سود میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔

(8) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں احکام کی آیتوں میں سب سے آخری آیت سود کی آیت ہے۔

آخر آیۃ نزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: آیۃ الربا۔ (502)

آخری آیت جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی وہ سود کی آیت تھی۔

- سود کی حرمت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ (503)

❑ گھناؤنیت، سنگینی

(1) سود اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرنے کے برابر ہے۔

حضرت ابو ہریرةؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الرِّبَا سَبعُونَ حُوبًا أَيسَرُهَا أَن يَنكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ۔ (504)

سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں ان میں ادنیٰ اور معمولی ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرنا۔

(2) سود کا گناہ 36 مرتبہ زنا سے بھی زیادہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دِرهَم رِبًا يَأكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعلَمُ أَشَدُّ مِن سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زَنيَةً۔ (505)

سود کا ایک درہم جس کو آدمی جان بوجھ کر کھاتا ہے، چھتیس بار زنا سے زیادہ گناہ رکھتا ہے۔

(3) سود اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُؤمِنِينَ۔ فَإِن لَم تَفعَلُوا فَأذَنُوا بِحَربٍ مِنَ اللهِ وَرَسُولِهِ۔ (بقرۃ: 79-278)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مومن ہو تو سود کا جو حصہ بھی (کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔

یہ ایسی سخت وعید ہے جو اور کسی معصیت کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ اسی لیے حضرت عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اسلامی مملکت میں جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑا دے۔ (506)

(4) سود شرک کے برابر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الربا بضع وسبوع بابا والشرک مثل ذالک۔ (507)

سود کے مفاسد ستر سے زائد ہیں اور شرک اس کے برابر ہے۔

❑ وعیدیں دھمکیاں

(1) سود قوموں کے زوال کا سبب ہے

بنی اسرائیل کا دو ہزاروں سال پر مشتمل دور گزرا ہے۔ جن کا ایک پہلو قرآن پاک میں یہ بیان فریا ہے کہ:

أَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ۔ (البقر:122)

اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں دنیا کی تمام قوموں پر فضیلت دی تھی

دنیا کی قیادت، رہنمائی، سیادت، حکومت، عدالت، قضا سب کچھ اللہ پاک نے بنی اسرائیل کو دیا تھا۔ فضیلت بھی دی تھی۔

پھر ایک دور آیا۔ قرآن پاک کہتا ہے:

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ (مائدة:78)

بنی اسرائیل کے کافروں پر (حضرت) داؤد (علیہ السلام) اور (حضرت) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی زبانی لعنت کی گئی اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے

بنی اسرائیل کا ایک دور فضیلت کا دور تھا۔ دنیا کی حکومت کا دور تھا دنیا کی قیادت کا دور تھا۔ دوسرا دور لعنت کا دور تھا۔ عذاب کا دور تھا، غضب کا دور تھا، دونوں دور قرآن پاک نے بیان کیے ہیں۔

اور اس کی فضیلت سے لعنت تک پہنچے کے اسباب جو قرآن پاک نے بیسیوں بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ایک یہ بیان فرمایا:

وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔ (النساء:161)

اور سود لیا کرتے تھے، حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے تھے۔

بنی اسرائیل جو فضیلت کی بلندی سے لعنت کے گڑھے میں گرے ہیں، اس گرنے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ کہ انہیں سود سے منع کیا گیا تھا اور انہوں نے سود کھانا شروع کر دیا، اس سود کے کھانا شروع کرنے سے اور اس عمل سے وہ لعنت کے مستحق ٹھہرے۔

- **سود قوموں کی تباہی، بربادی، عذاب الٰہی کا سبب ہے**

1) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا ظَهَرَ فِيْ قَوْمٍ الزِّنَا وَ الرِّبَا اِلَّا اَحَلُّوْ ا بِاَنْفُسِهِمْ عِقَابَ الله۔ (508)

جس قوم میں زنا اور سود پھیل جاتا ہے وہ اپنے نفسوں پر اللہ کا عذاب حلال قرار دے دیتے ہیں

2) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِجْتَنِبوا السَّبعَ المُوْبقاتِ قيل: يا رسولَ الله وما هُنَّ؟ قال: الشركُ بالله والسِّحرُ وقتلُ النفس التى حرَّم الله إلا بالحق وأكلُ مالِ اليتيمِ وأكلُ الرِّبا والتولِّى يومَ الزَّحف وقذْفُ المحْصَنات الغافلات المؤمنات۔ (509)

سات تباہ و برباد کر دینے والی چیزوں (کبیر گناہوں) سے بچو، عرض کیا گیا؛ اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، ناحق کسی کو جان سے مارنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، اور لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا، اور پاک باز اور عفت والی بھولی بھالی مؤمنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔

3) حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِن قَومٍ يَظْهَرُ فِيهِمُ الرِّبَا إِلَّا أُخِذُوا بِالسَّنَةِ۔ (510)

جس قوم میں سود پھیل جائے وہ یقیناً قحط سالی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

(2) سود معاشی بحرانوں، خرابیوں اور نقصانات کا بنیادی سبب ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

يَمحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُربِى الصَّدَقَاتِ۔ (بقرة:276)

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو ناشکرا گناہ گار ہو

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الرِّبَا وَإِن كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيرُ إِلَى قَلٍّ۔ (511)

سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے لیکن اس کا آخری انجام قلت اور کمی ہے۔

اجتماعی بہبود پر تباہ کن معاشی اثرات: سودی معاشی نظام میں سود خوروں کی ایک دلیل تعداد کے مفادات کے تحفظ کی ضمانت ہوتی ہے۔ لوگوں کی غالب آمدنی پر ان کا قبضہ ہوتا ہے۔ ملک و قوم کے بیشتر وسائل ان کے استعمال میں ہوتے ہیں۔ مارکیٹ میں سرمائے کی فراہمی محض ان کے ہاتھوں میں مقید ہوتی ہے۔ قیمتوں کا اتار چڑھاؤ ان ہی کے رحم و کرم

پر ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک عظیم اکثریت کو خطرات میں ڈال کر، ان کی محنت و مشقت کے ثمرات غصب کر کے اور انہیں بنیادی ضروریات کی فراہمی تک سے محروم کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔ یوں ایک عظیم اکثریت کی بدحالی کچھ لوگوں کی خوش حالی کا ذریعہ بنتی ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا، لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

سرمایہ دارانہ سودی نظام سے متأثر ماہرینِ معاشیات موجودہ معاشی تباہ کاریوں کا علاج اور حل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ سود کی پیدا کردہ تباہ کاریوں کا خاتمہ سود ختم کیے بغیر ممکن نہیں۔ مگر چوں کہ سود کو دور کرنا انہیں منظور نہیں، اسی لیے ٹھوکریں پہ ٹھوکریں کھاتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے تجویز کردہ بے روزگاری کے تمام علاج گرانی بڑھانے والے اور گرانی کے تمام علاج بے رزگاری بڑھانے والے ہیں۔ لہٰذا عصرِ حاضر کی معاشیات کے بڑے بڑے مسائل کے سامنے ماہرینِ معاشیات کی بے بسی قابلِ رحم بھی ہے اور عبرت ناک بھی۔

(3) سود آخرت کے سخت ترین عذابوں میں گرفتار کرنے والا ہے۔

1) سود خور جنت میں نہیں جائے گا۔

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَربَعَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ أَن لَا يُدخِلَهُمُ الجَنَّةَ وَ لَا يُذِيقَهُم نَعِيمَهَا: مُدمِنُ الخَمرِ وَ اٰكِلُ الرِّبَا وَ اٰكِلُ مَالِ اليَتِيمِ بِغَيرِ حَقٍّ وَ العَاقُّ لِوَالِدَيهِ۔ (512)

چار لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ انہیں جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ اس کی نعمتیں چکھائیں گے۔ شراب کا عادی، سود خور، ناحق یتیم کا مال کھانے والا، والدین کا نافرمان۔

2) خون کی نہر میں سود خور پر پتھراؤ۔

حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَأَيتُ اللَّيلَةَ رَجُلَينِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخرَجَانِي إِلَى الأَرضِ المُقَدَّسَةِ۔۔۔ فَانطَلَقنَا حَتَّى أَتَينَا عَلَى نَهرٍ مِن دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى وَسطِ النَّهرِ رَجُلٌ بَينَ يَدَيهِ حِجَارَةٌ فَأَقبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهرِ فَإِذَا أَرَادَ أَن يَخرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلتُ: مَا هَذَا۔۔۔ قَالَا وَ الَّذِي رَأَيتَهُ فِي النَّهرِ اٰكِلُوا الرِّبَا۔ (513)

میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے، اور مجھ کو ایک مقدس سرزمین کی طرف لے چلے، یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے، اس کے درمیان ایک شخص کھڑا تھا، اور نہر کے کنارے پر ایک شخص ہے، اس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں، نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے، جس وقت نکلنا چاہتا ہے کنارے والا شخص اس کے منہ پر ایک پتھر اتنے زور سے مارتا ہے کہ وہ گھوم کر واپس اپنی جگہ جا پہنچتا ہے، پھر جب کبھی نکلنا چاہتا ہے، اسی طرح اس کے منہ پر پتھر مار مار کر اس کو اپنی پہلی جگہ لوٹا دیتا ہے، آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ وہ کون شخص تھا جس کو میں نے نہر میں دیکھا؟ فرمایا سود خور ہے۔

3) سود خور کے پیٹ میں سانپ

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَأَیتُ لَیلَۃَ أُسرِیَ بِی لَمَّا انتَھَینَا إِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَۃِ فَنَظَرتُ فَوقِی فَإِذَا أَنَا بِرَعدٍ وَبَرقٍ وَصَوَاعِقَ قَالَ: فَأَتَیتُ عَلَی قَومٍ بُطُونُھُم کَالبُیُوتِ فِیھَا الحَیَّاتُ تُرَی مِن خَارِجِ بُطُونِھِم قُلتُ: مَن ھٰؤُلَاءِ یَا جِبرِیلُ قَالَ: ھٰؤُلَاءِ أَکَلَۃُ الرِّبَا۔ (514)

معراج کی رات جب ساتویں آسمان پر پہنچ کر میں نے اوپر نظر اٹھائی تو میں نے چمک، کڑک اور گرج دیکھی، پھر میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے، ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے، جو باہر سے نظر آ رہے تھے، میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ یہ سود خور ہیں۔

4) ایک زمانہ آئے گا کہ سود خور زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔

حضرت عبادۃ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِی نَفسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَیَبِیتَنَّ نَاسٌ مِن أُمَّتِی عَلَی أَشَرٍ وَبَطَرٍ وَلَعِبٍ وَلَھوٍ فَیُصبِحُوا قِرَدَۃً وَخَنَازِیرَ بِاستِحلَالِھِمُ المَحَارِمَ وَاتِّخَاذِھِمُ القَینَاتِ وَشُربِھِمُ الخَمرَ وَأَکلِھِمُ الرِّبَا وَلُبسِھِمُ الحَرِیرَ۔ (515)

اس ذات کی قسم جس کے قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے میری امت کا ایک گروہ رات بھر کھانے پینے اور لہو ولعب میں مصروف رہے گا جب صبح ہو گی تو ان کی شکلیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں بدل چکی ہوں گی کیونکہ وہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھتے ہوں گے، اور انہوں نے گانے والی عورتیں (گلوکارائیں) رکھی ہوں گی، شرابیں پیتے ہوں گے، سود کھاتے ہوں گے اور ریشم پہنتے ہوں گے۔

(4) سود معاشرتی خرابیوں کی جڑ ہے

- **طبقاتی کشمکش:** سود کی تباہ کاریوں کی وجہ سے غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بقول مولانا مناظر احسن گیلانی ''ایک طرف دولت کا ورم ہوتا ہے اور دوسری طرف فقر کی لاغری۔'' معاشی استحصال کی وجہ سے ایک عظیم اکثریت غربت کی سطح سے بھی نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اس غیر منصفانہ تقسیم دولت کی وجہ سے طبقاتی تقسیم پیدا ہوتی ہے جو شدت اختیار کرکے ایک طبقاتی کشمکش کو جنم دیتی ہے۔ سود خور سرمایہ داروں اور عامۃ الناس کے مفادات میں تضادات کی وجہ سے انتشار کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے ملک بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے۔ چوریاں، ڈاکے، اغوا، قتل و غارت کے واقعات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ مہینوں میں ارجنٹائن میں بدامنی اور انتشار کی کیفیت اور امریکا، آسٹریلیا اور یورپ میں عالمی مالیاتی اداروں کے خلاف زبردست اور پرتشدد مظاہرے اسی بدامنی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔
- **ممالک میں کشیدگی:** ملک میں سود کی وجہ سے بڑھنے والی بے روزگاری کو ختم کرنے کے لیے مختلف ممالک برآمدات میں اضافے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے کرنسی کی قدر میں کمی کا سہارا لیا جاتا ہے تاکہ عالمی منڈی میں برآمدات کی قیمت دیگر ممالک کے مقابلے میں کم کر کے برآمدات میں اضافہ کیا جائے۔ مگر چوں کہ دیگر ممالک بھی اس عمل کو اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے کوئی ملک اس سمت میں کامیابی حاصل نہیں کر پاتا۔ اس کے نتیجے میں بسا اوقات مختلف ممالک کے درمیان کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے جو بڑھ کر جنگ کی سی شدت اختیار کر لیتی ہے۔(516)

(5) سود اخلاقی زوال کا سبب ہے

خودغرضی، مفاد پرستی، سنگ دلی، لالچ، زر پرستی

- بعض اوقات سودی قرض لینے والے کی تمام کمائی، وسائل یہاں تک کہ گھر اور گھر میں موجود ضروریاتِ زندگی پر بھی قبضہ کر لیا جاتا ہے۔ صورتِ حال اس سنگینی کو بھی پہنچ جاتی ہے کہ انسان خودکشی پر اور اپنے بھوک سے بلبلاتے بچوں کو اپنے ہاتھوں قتل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن خواہ کوئی ضرورت مند بیماری، بھوک، افلاس سے کراہ رہا ہو یا بے روزگار اپنی زندگی سے بے زار ہو، سود خور کی شقاوت و سنگ دلی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اسے صرف اپنے نفع سے غرض ہوتی ہے۔
- سود خور محض مال دے کر بغیر کسی محنت و مشقت کے دوسروں کی کمائی کے ایک غالب حصے میں شریک ہو جاتا ہے۔ اس کا سرمایہ نہ صرف محفوظ بلکہ بڑھتا رہتا ہے جبکہ مقروض کو ملنے والا نفع بھی بعض اوقات طویل مدت میں سود ادا کرنے کی نظر ہو جاتا ہے۔

• سودخور کو چوں کہ ایک مقررہ شرح پر سود ملتا ہے چنانچہ اسے کسی کاروبار کی ترقی یا مندی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ انتہائی خودغرضی سے صرف اپنے منافع پر نظر رکھتا ہے۔ اگر کبھی کساد بازاری کا اندیشہ ہوتا ہے تو فوراً اپنا روپیہ کھینچ لیتا ہے اور قلتِ سرمایہ کی وجہ سے پیداواری عمل پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

• طمع و لالچ اور خودغرضی چونکہ سودخوروں کے رگ و ریشے میں رچ بس جاتی ہے اس لیے وہ سرمایہ صرف انہی لوگوں کو دینا پسند کرتے ہیں جن سے سود زیادہ سے زیادہ ملنے کی امید ہو، کسی مسکین اور مفلوک الحال انسان کو قرض حسن تو کیا کم شرح سود پر قرض دینا بھی گوارا نہیں کرتے، خواہ وہ افلاس کے مارے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر ہی جائے۔

اسی طرح مصالح عامہ کے کاموں میں امداد یا قرض (گو کم شرح سود پر ہی ہو) دینا بھی ان کے اصول زر پرستی کے خلاف ہے، اس سنگدلانہ ذہنیت کے نتیجے میں سرمایہ کا ایک بڑا حصہ صحیح مصارف میں لگنے کے بجائے غیر اہم اور غیر ضروری کاموں میں لگ جاتا ہے جس سے ایک طرف تو معاشی توازن بگڑنے لگتا ہے دوسری طرف زیادہ سے زیادہ شرح سود پر قرض لینے والے افراد کو یہ لعنت مجبور کرتی ہے کہ جائز اور ناجائز میں تمیز روا رکھے بغیر ہر طریقے سے اس سرمایہ کو استعمال کر کے شرح سود بھی بچالیں اور مزید منافع بھی۔ اگر یہ معاملہ ملکی سطح پر ہو تو سود کی خباثت و شرانگیزی پوری طرح عیاں ہو کر سامنے آتی ہے، کوئی مسکین ملک کسی سنگین بحران اور مالی مشکلات سے مجبور ہو کر ہی دوسرے ملک سے سودی قرض لیتا ہے، اس کے مالی حالات اس قابل بھی نہیں ہوتے کہ وہ اصل قرض کی قسط ادا کر سکے مگر اس کے ساتھ سال بسال اسے بھاری بھرکم سود بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔

مرے کے مارے شاہ مدار

اسے اس مصیبت عظمیٰ سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں دکھتی سوائے اس کے کہ وہ اپنے عوام پر طرح طرح کے ٹیکس لگائے، مہنگائی میں کمر توڑ اضافہ کرے، کرائے بڑھائے اور ہر حربہ بروئے کار لا کر اربوں کھربوں کی یہ رقم عوام کی جیب سے نکالے۔
غرض سود ایک ایسی لعنت ہے جو افراد و اقوام کی معیشت کے لیے غارتگر اور انسانی اقدار کے لیے سم قاتل ہے۔ (517)

(6) یہ سب سود کی وعیدوں میں داخل ہیں

1) حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

لَعَن رسولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آكَلَ الرِّبا وموكله وكاتِبَهُ وشَاهِدَيهِ۔ وَقال هم سواء۔ (518)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی سود لینے اور کھانے والے پر اور سود دینے اور کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے (پہلے سے کوئی سودی معاہدہ تحریر شدہ ہو اس کو ٹائپ کرنے کا یہ حکم نہیں، اگرچہ مکروہ ہے) اور اس کے گواہوں پر اور آپؐ نے فرمایا (گناہ کی شرکت میں) یہ سب برابر ہیں۔

2) بینکوں کا سود اوراس کی جملہ شکلیں بھی بالاتفاق ربا اورحرام ہیں تمام مسالک کے جید علماء کرام کے علاوہ اسلامی مشاورتی کونسل نے دسمبر 1969ء میں اور بعدازاں وفاقی شرعی عدالت نے 1991ء میں بینک کے سود کو ربا قرار دیتے ہوئے اس کی حرمت اور ملکی معیشت سے اس کے خاتمہ کا فیصلہ دیا۔

3) دارالحرب: راجح قول کے مطابق سودی لین دین کسی بھی جگہ دارالاسلام میں ہو یا دارالحرب میں کسی بھی شخص سے ہو مسلمان سے یا کافر سے یہ سب سود کی وعید میں داخل ہے۔(519)

(2) سود سے متعلق خدشات وسوالات، اعذار، لائحہ عمل

سوال: عام طور پر لوگوں کو سود سے متعلق کیا خدشات اور سوالات ہوتے ہیں؟ اور سود چھوڑنے سے متعلق کیا عذر پیش کیا جاتا ہے؟ اور اگر کوئی سود چھوڑنا چاہے تو اس کے لیے کیا لائحہ عمل ہوگا؟

جواب:

❑ خدشات اور سوالات

(1) بعض لوگ سود اور تجارت میں فرق کے قائل نہیں ہیں۔

آج کل بہت سے سودی معاملات ایسے ہیں جنہیں تجارت اور کاروبار کا نام دے کر جائز بنانے کی کوشش کی جارہی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سود اور تجارت میں بہت فرق ہے اور سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ سود حرام ہے اور تجارت حلال ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ

قَالُوٓا اِنَّمَا البَیعُ مِثلُ الرِّبَا وَ اَحَلَّ اللّٰہُ البَیعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا۔(بقرۃ:275)

سودخوروں نے کہا کہ تجارت بھی سود کی طرح ہی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے

تجارت اور سود میں فرق سمجھنے کے لیے درج ذیل مزید چند نکات ملاحظہ فرمائیے:

(1) سود میں نفع کا حصول یقینی ہوتا ہے جبکہ تجارت میں نفع بھی ہوسکتا ہے اور نقصان بھی

(2) سود میں صرف رقم کا رقم سے تبادلہ ہوتا ہے اور مخصوص مہلت کے عوض نفع حاصل کیا جاتا ہے جبکہ تجارت میں رقم کے بدلے کوئی جنس خریدی بیچی جاتی ہے جس کے لیے محنت ومشقت کی جاتی ہے اور پھر اسی کوشش وکاوش کے نتیجے میں نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

(3) سودی معاہدات طویل سے طویل تر ہوتے چلے جاتے ہیں جبکہ تجارتی معاہدات عموماً مختصر مدت میں ہی ختم ہوجاتے ہیں۔

(2) بعض لوگ سود اور کرایہ میں فرق کے قائل نہیں ہیں۔

کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ جیسے مختلف اشیاء کا کرایہ لینا درست ہے اسی طرح سود بھی تو رقم کا کرایہ ہی ہے اور اگر اشیاء کا کرایہ لینا جائز ہے تو رقم کا کیوں نہیں؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لیے ضروری ہے کہ سود اور کرائے کا باہمی فرق سمجھ لیا جائے تو آئندہ سطور میں سود اور کرائے کا فرق چند نکات کی صورت میں ملاحظہ فرمایئے:

(1) سود محض وقت گزرنے کا منافع ہے جبکہ کرایہ وقت گزرنے کا نہیں بلکہ کسی چیز سے استفادے کا ہوتا ہے۔ کرائے پر وہی چیز لی جاتی ہے جس سے کوئی فائدہ اٹھایا جائے اور جس چیز سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جا سکتا ہو اسے کوئی بھی کرائے پر نہیں لیتا۔ بالفاظِ دیگر کرایہ قابل استعمال چیز کا ہوتا ہے (جیسے گاڑی، گھر وغیرہ) اور رقم قابل استعمال نہیں ہوتی (کیونکہ اسے پہنا جا سکتا ہے نہ کھایا جا سکتا ہے وغیرہ) بلکہ رقم محض کچھ خریدنے کا ہی کام دیتی ہے اور بعد ازاں خریدی ہوئی چیز کو استعمال میں لا کر اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

(2) کرایہ پر دی ہوئی چیز استعمال کی وجہ سے ہمیشہ کم ہوتی ہے، یعنی مشینری، گھر، گاڑی وغیرہ استعمال میں لانے سے اس میں نقص واقع ہوتا ہے جبکہ قرض پر دی ہوئی رقم میں کوئی نقص نہیں ہوتا بلکہ اسے منافع (سود) سمیت پورے کا پورا واپس حاصل کر لیا جاتا ہے۔

(3) کرایہ کی صورت میں مالکانہ حقوق مالک کے پاس ہی رہتے ہیں جبکہ سود میں قرض دار کو مکمل اختیار ہوتا ہے کہ وہ مال میں جسے چاہے آزادانہ طور پر تصرف کرے۔

ان نکات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ سود اور کرایہ میں نمایاں فرق ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کرائے کو کیوں جائز اور سود کو کیوں ناجائز قرار دیا ہے۔ (520)

(3) بعض لوگ سود میں فرق کرتے ہیں۔

1) پیداواری، غیر پیداواری سود میں

سوال: بعض لوگوں کا کہنا ہے سورۃ البقرۃ میں سود کی حرمت سے متعلق آیات کا اطلاق فقراء و مساکین کے لیے ہے نہ کہ اُن صنعت کاروں اور تاجروں کے لیے جو بڑے بڑے قرضے لیتے ہیں۔

جواب: سورۃ البقرۃ آیت 278 میں حکم ہے کہ "وَذَرُوْا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا" چھوڑ دو جو کچھ سود میں سے باقی بچا ہے۔ اس حکم میں ایسی کوئی تخصیص نہیں کہ ربا کس سے لینا جائز ہے اور کس سے لینا ممنوع ہے بلکہ ہر قسم کے ربا کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت: 280 میں فرمایا گیا کہ قرض خواہ اگر تنگ دست ہو تو اس کو مہلت دو۔ اس سے یہ مراد لینا کہ قرض خواہ اسی صورت میں تنگ دست ہو سکتا ہے کہ فقیر ہو درست نہیں۔ یہ صورت کسی تاجر یا صنعت کار کے لیے بھی ہو سکتی

ہے کہ اس کا مال کاروبار میں لگا ہوا ہو اور فوری طور پر قرض کی واپسی اس کے لیے ممکن نہ ہو۔ بلکہ مہلت کا معاملہ تو اسی کے لیے ہے جس کے معاشی حالات بہتر ہونے کی توقع ہو۔(521)

2) بینکوں غیر بینکوں کے سود میں

سوال: بعض لوگوں کا کہنا ہے بینکوں کا کام سود نہیں بلکہ تجارت کے زمرے میں آتا ہے اور تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے۔

جواب: بینک تجارت نہیں کرتے بلکہ صرف قرض دیتے ہیں۔ تجارت میں سرمائے اور اشیاء کا لین دین ہوتا ہے، نفع کے حصول کے لیے ذہنی وجسمانی محنت کرنا پڑتی ہے اور کسی وقت بھی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بینک جو قرض دیتا ہے اس میں یہ امور نہیں پائے جاتے۔ بینک دیے گئے قرض پر لازمی اضافے کا طلب گار رہتا ہے اور یہی ربا ہے۔

3) سود مفرد سود مرکب میں

سوال: بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ سورۂ آل عمران آیت 130 میں کہا گیا ہے کہ دو گنا چوگنا سود نہ لو۔ گویا مناسب سود لینا جائز ہے۔

جواب: یہاں سود کوئی گناہ بڑھا کر کھانے کا جو ذکر ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کم شرح پر سود کی اجازت ہے؛ بلکہ اس وقت چونکہ سودی قرضوں میں بکثرت یہی ہوتا تھا کہ سود اصل سے کئی گنا بڑھ جاتا تھا اس لیے ایک واقعے کے طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے ورنہ سورۃ بقرہ (آیت:278 - 277) میں صاف واضح کر دیا گیا ہے کہ اصل قرض پر جتنی بھی زیادتی ہو وہ سود میں داخل اور حرام ہے۔ (حاشیہ آسان ترجمہ قرآن)

مزید براں آیت میں ''بڑھتا چڑھتا سود نہ لو'' کے الفاظ مرکب سود کی شناعت اور خباثت ظاہر کرنے کے لیے ہیں نہ کہ مناسب حد تک سود لینے کے جواز کے لیے۔ سورہ مائدہ آیت: 44 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں خواہ کتنی ہی دنیا کما لی جائے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس آیت کا یہ مفہوم نہیں کہ اللہ کی آیت کے بدلے میں تھوڑی قیمت لینا حرام اور زیادہ قیمت لینا جائز ہے۔

سورہ آل عمران آیت: 130 کو دلیل بنا کر اگر کوئی سودِ مفرد کو جائز سمجھنے لگے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ سود سے حاصل ہونے والی رقم کو دوبارہ قرض کے طور پر دینے سے سودِ مرکب ہی کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

4) رضامندی بلا رضامندی میں

سوال: بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں باطل طریقوں سے دوسروں کا مال کھانے سے منع فرمایا:

لَاتَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ الآیۃ

اس آیت کا مصداق فقط وہی ذرائع آمدن ہوں گے جن میں دوسروں کا مال ان کی رضا ورغبت کے بغیر حاصل کیا جائے، جیسے: چوری، غصب، خیانت وغیرہ، اور سودی قرض کا معاملہ فریقین کی رضا ورغبت سے طے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے عدم

جواز کی کوئی عقلی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب: اول تو اکل باطل کی یہ تفسیر ہی باطل ہے، مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق حصول مال کے تمام غیر مشروع اور ناجائز طریقے اکل باطل میں داخل ہیں، خواہ وہ فریقین کی رضا سے طے پائیں یا بلا رضا۔

اگر صرف فریقین کی رضامندی کافی تھی تو تجارت کی شرط کیوں لگائی گئی؟

دوسری بات یہ ہے کہ باہمی رضامندی اسلام میں کسی شے کے حلال وحرام ہونے کا معیار نہیں۔ کیا دو افراد کے باہم راضی ہونے پر ہم جنس پرستی یا زنا کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

❑ عذر لنگ

ایک بات کہی جاتی ہے کہ ایکدم سے سودی معاملات کیسے ختم کئے جاسکتے ہیں، یہ تو بہت بڑا رسک ہے۔

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہمارے لیے اس حوالے سے رہنمائی موجود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا جو کہ بڑا جامع، زبردست اور بڑا ہی انقلابی اعلان تھا کہ:

كُلُّ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ تَحْتَ قَدَمَيَّ

کہ جاہلیت کی ساری قدریں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔

جاہلیت کی ساری قدریں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں، جاہلیت کی قدروں میں سے ایک سود تھا جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ختم کرنے کا اعلان نہیں فرمایا بلکہ عملاً ختم کرنے کا آغاز کیا، اور اگر آج جو مشکل درپیش ہے کہ ہم پچھلے معاملات کو کیا کریں گے، اور کیا ہوگا، اور کیا نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سود ختم کرنے کا اعلان کیا، تو اس وقت کے ایک سود کے کاروبار کرنے والی بہت بڑی شخصیت کو بہت بڑے کاروباری کو اپنے ساتھ کھڑا کیا، چچا محترم تھے، فرمایا کہ میں اس کا آغاز کر رہا ہوں، آج کے بعد میرے چچا کے ذمے جو سود تھا ختم، نہ سود لے گا نہ سود دے گا، پچھلی رقمیں اصل باقی ہیں، سود کی رقمیں معاف، اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں جب بھی سود ختم کرنا ہوگا آغاز یہیں سے کرنا ہوگا، پچھلے معاملات یکسر ختم کرنا ہوں گے، یہ رسک لینا ہوگا، یہ قربانی دینا ہوگی، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارک کے مطابق: یہ کہہ کر کہ پچھلی باتیں ختم آج سے زیرو پوائنٹ سے ہم معاشی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حوالے سے بھی حرمت کی نحوست کے حوالے سے بھی واضح بات ارشاد فرمائی، جاہلی قدر کے حوالے سے بھی واضح بات فرمائی، اور اس کے عملی حوالے سے بھی واضح رہنمائی فرمائی کہ اس کو تبدیل کیسے کرنا ہے، چیلنج کیسے کرنا ہے اور اس نئے دور کا آغاز کیسے کرنا ہے۔

❑ جب ہم مسلمان ہیں تو پھر یہ خدشات، اعذار کیسے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں سود کا تناظر اور تاریخی پس منظر کیا تھا، اس پر ایک

واقعہ اور پڑھ لیجیے، اس لیے کہ آج کی ہماری صورت حال بھی تقریباً اسی سے ملتی جلتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ طائف کا محاصرہ کامیاب نہیں ہوسکا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کیا، مکہ مکرمہ فتح کرنے کے بعد حنین کی جنگ میں کامیابی حاصل کی، اوطاس کی جنگ جیتی، تین جنگیں جیتنے کے بعد جب طائف کا محاصرہ کیا، سترہ دن محاصرہ رہا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے محاصرہ اٹھا کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے، کہ چلو پھر کبھی صحیح، تو طائف کی بڑی قوم بنوثقیف تھی اور انہیں اس بات کا بڑا گھمنڈ تھا کہ ہمیں فتح نہ کر سکے مکہ فتح کرلیا، حنین فتح کرلیا، اوطاس فتح کرلیا، ہمیں فتح نہ کر سکے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے، حضور کے پیچھے پیچھے بنوثقیف کا وفد بھی پہنچ گیا، جس میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ علیہ السلام پر پتھر برسوائے تھے یہ پیچھے پیچھے مدینہ منورہ پہنچ گئے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے کہ آپ تو ہمیں فتح نہ کرسکے ہم ازخود کلمہ پڑھنے آئے ہیں، سیرت کی اکثر کتابوں میں یہ بات تفصیل سے موجود ہے، کہنے لگے جو ہونا تھا ہو گیا اب ہم کلمہ پڑھنے آئے ہیں گھمنڈ پیچھے یہ تھا کہ ہم اپنے طور پر آئے ہیں، اس لیے کلمہ پڑھنے کے لیے ہماری کچھ شرطیں ہوں گی۔

پہلی شرط یہ ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے بت توڑ دیئے ہیں قریشیوں کے بھی توڑ دیئے انصار کے بھی توڑ دیئے، ہمارا بت ''لات''، ہم اس کی عبادت تو نہیں کریں گے لیکن وہ ٹوٹے گا بھی نہیں، یہ ہماری ثقافت ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نماز تو پڑھیں گے لیکن نماز کا اتنا ٹائٹ شیڈول ہم سے نہیں ہوگا شیڈول خود طے کریں گے کہ کتنی پڑھنی ہیں کب پڑھنی ہیں، یہ دوپہر کو دفتر بند کر کے جانا پڑھتا ہے یہ دکان بند کر کے جانا پڑھتا ہے، اتنا ٹائٹ شیڈول نہیں، پڑھیں گے لیکن شیڈول اور روٹین ہم خود طے کریں گے، یہ ہم اس کی پابندی نہیں کرسکیں گے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کی حرمت کا اعلان کیا ہے، ہر بات لاجک کے ساتھ کی ہے، کوئی بات لاجک کے بغیر نہیں کی، شراب لینا دینا، بنانا، پینا، پلانا، سب حرام ہے، لیکن ہمارا تو مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا علاقہ دور کا علاقہ ہے۔ علاقے کی بڑی پیداوار انگور کی ہے، انگور کا علاقہ ہے اور انگور کچا مارکیٹ میں پھینکنے سے خرچہ بھی پورا نہیں ہوتا، اور نچوڑ کر، پیک کر کے، پکا کر بیچ دیتے ہیں تو گھر کا خرچہ نکل آتا ہے، تو یہ ہمارا معیشت کا مسئلہ ہے، شراب نہیں چھوڑسکیں گے، آپ کو ہمیں یہ استثنا دینی ہوگی۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کی ممانعت بھی کی ہے سودی لین دین منع ہے بہر حال یہ غریب قوم ہے دوسری قوموں کے ساتھ ہماری لین دین سود کے ذریعے سے ہی ہوتی ہے۔ اس لیے یہ بھی ہم نہیں چھوڑسکیں گے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ ہمارے کلچر میں بہت دیر سے شادیاں ہوتی ہیں، گزارا نہیں ہوتا اس لیے زنا کے حوالے سے بھی اتنی سختیاں نہ کریں ہمارے لیے کچھ وسعت پیدا کریں۔

بنوثقیف نے اسلام قبول کرنے کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ پانچ شرطیں رکھیں ہیں۔ اگر آپ کو یہ پانچ شرطیں قبول ہیں تو ہمیں کلمہ پڑھا دیں، لمبا واقعہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسترد فرما دیا، نہیں بھائی یہ نہیں ہوسکتا، یہ ممکن نہیں،

کیسے ممکن ہے کہ مکے کا اسلام اور ہوا اور 80 میل کے فاصلے میں طائف کا اسلام اور ہو، نہیں نہیں، ٹھیک ہے ہم ابھی فتح نہیں کر سکے کوئی بات نہیں پھر کبھی صحیح، یہ نہیں، ایسا نہیں، اسلام قبول کرنا ہے تو **ادخلوا فی السلم کافۃ**۔

بطور سوسائٹی فرداً فرداً تو ہمارے ملک میں سارے مسلمان ہیں، سارے کلمہ گو ہیں، الحمد للہ، بہت اچھے مسلمان ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، لیکن بطور سوسائٹی، بطور معاشرت، بطور قوم اسلام کو قبول کرنے میں آج ہماری شرطیں کیا ہیں، وہی شرطیں ہیں ہماری، لیکن فرق یہ ہے کہ وہ رات کو گئے مشورہ کیا، صبح جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے، اور بولے جناب بات سمجھ میں آ گئی ہے، ہماری شرطیں غلط تھیں، ہم شرطیں واپس لیتے ہیں، پورے 24 گھنٹے میں بات سمجھ میں آ گئی کہ، یہ شرطیں قابل عمل نہیں ہیں۔

ہمیں 71 سال سے سمجھ میں نہیں آ رہی، ہم ابھی تک اپنی شرطوں پر اڑے ہوئے ہیں، انہیں 24 گھنٹے میں سمجھ میں آ گئی کہ نہیں یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ کا اسلام اور ہو طائف کا اسلام اور ہو، کہ ایک چیز مکے میں حرام ہو اور طائف میں حلال ہو یہ کیسے ممکن ہے، رات کو بات سمجھ میں آ گئی وہ صبح آئے کہنے لگے جناب ہم اپنی شرطیں واپس لیتے ہیں کلمہ پڑھائیے وہ کلمہ پڑھ کر چلے گئے ہم 71 سال سے اسی پہ اڑے ہوئے ہیں کہ یہ بھی نہیں ہوگا یہ بھی نہیں ہوگا باقی اسلام قبول ہے۔

❑ لائحہ عمل

(1) جو تجارت کرے اس کو چاہیے کہ اتنا علم ضرور سیکھ لے جس کی تجارت میں حاجت پڑتی ہے تاکہ سود کھانے سے بچے۔ **(522)**

(2) اپنی دکان، کاروبار اور تجارتی معاملات میں مستقل طور پر ایک مستند مفتی سے رہنمائی لینے کا اہتمام کیا جائے، کم سے کم ہر اہم کاروباری معاملے سے قبل مستند مفتی صاحب یا دار الافتاء سے مشورہ ضرور کیا جائے۔ **(523)**

(3) جو سودی معاملات یا معاہدے کیے ہوں انہیں فوری ختم کر کے ان سے سچی توبہ کی جائے، جن لوگوں سے ماضی میں سود وصول کیا انہیں واپس کیا جائے، اگر واپس کرنا مشکل ہو تو جتنا سود کھا چکے ہوں اتنی رقم بلا نیت ثواب صدقہ کی جائے، نیز ان معاملات کے ممکنہ شرعی متبادل حل کے لیے جید علماء سے مشورہ بھی کیا جائے۔

(4) سودی بینکوں کی سیونگ اسکیم، فکسڈ ڈپازٹ وغیرہ سے پیسہ نکال کر نفع بخش کاروبار میں لگایا جائے، مثلاً کوئی مکان یا دوکان خرید کر کرائے پر دیدی جائے وغیرہ وغیرہ۔ کاروبار کرنے میں جھنجٹ ضرور ہے لیکن یہ روزِ محشر کی اُس ہولناک پریشانی سے بہت کم ہے جس کا سامنا سود کھانے والوں کو کرنا پڑے گا۔

(5) سودی معاملات کی ملازت کرنے والے متبادل حلال ملازمت ڈھونڈیں۔ متبادل ملازمت ملتے ہی، حرام نوکری فوراً چھوڑ دی جائے۔

(6) پورے نظام کو سود کی لعنت سے پاک کرنا تو ریاست کے 3 بنیادی ستونوں: پارلیمنٹ، عدلیہ اور فوج و قانون نافذ کرنے والے اداروں کی شرعی و آئینی ذمہ داری ہے۔ لیکن جب تک ریاست سود ختم نہ کرے تو عوام کے لیے سود لینا دینا ہرگز حلال نہیں، بلکہ عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ سود کے خلاف آواز بلند کریں اور ہر شخص کم از کم اپنے مالی معاملات کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کی کوشش کرے۔

عامۃ الناس کو سود کی حُرمت، خباثتوں سے آگاہ کریں اور اس مسئلے پر ذہنوں میں پیدا ہونے والے اشکالات دور کرنے کی کوشش کریں۔

(3) سود کی مروجہ شکلیں

سوال: سود کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب:

❑ قرض کے معاملات میں سود کی مروجہ شکلیں

(1) بینکوں کے سیونگ اکاؤنٹ میں اضافی ملنے والی رقم

(2) مختلف ضروریات کے لیے بینک سے قرضہ لیکر، پھر قرضہ کے ساتھ اضافی رقم ادا کرنا

(3) یورپ وغیرہ میں مکان کے لیے بینک سے قرض لینا

(4) پی ایل سی اکاؤنٹ پر ملنے والا منافع

(5) کریڈیٹ کارڈ کا اجراء اور استعمال، رقم کی ادائیگی، اس پر ڈسکاؤنٹ حاصل کرنا

(6) ڈیبیٹ کارڈ کے ذریعہ ادائیگی کرنے کی وجہ سے ملنے والا انعام (نقد رقم / پوائنٹ، بچت و ڈسکاؤنٹ وغیرہ) جبکہ یہ انعام بینک کی طرف سے ہو (چاہے کرنٹ اکاؤنٹ سے وابستہ ڈیبیٹ کارڈ ہو یا سیونگ سے)

یا انعام فروخت کنندہ کی طرف سے ہو جبکہ ڈیبیٹ کارڈ سیونگ اکاؤنٹ سے وابستہ ہو

یا انعام بینک اور ادارہ دونوں کی طرف سے ہو تو بینک کی طرف سے دیئے جانے والے انعام کے بقدر سود ہے۔

یا ڈیبیٹ کارڈ بنانے والے ادارہ کی طرف سے ہو اور ان کے اکثر معاملات ناجائز ہوں (اگر کچھ معلوم نہ ہو کہ کس کی طرف سے ہے تو احتیاط بہتر ہے۔)

(7) ایک کرنسی میں قرض لے کر دوسری کرنسی میں ادائیگی کرنا اور معاملہ کے دن جو قیمت (ایکسچینج ریٹ) تھی ادائیگی میں اس کی رعایت نہ کرنا بلکہ کمی بیشی کرنا۔

(8) حوالہ یا ہنڈی کے ذریعہ بھیجی جانے والی رقم جبکہ کرنسی کے ریٹ (ایکسچینج ریٹ) کی رعایت نہ ہو بلکہ اس سے کم و بیش

ہو اور رقم کی ترسیل کی اجرت اصل رقم سے منہا ہو۔

(9) قرض دار کا گروی/ رہن (اعتماد اور ضمانت کے طور پر دی گئی چیز) سے فائدہ اٹھانا خواہ مقروض کی اجازت سے ہو یا بلا اجازت۔

(10) جلد ادائیگی کی وجہ سے قرض کی کچھ رقم معاف کر دینا جبکہ قرض کے معاملہ میں یہ بات طے کی گئی ہو۔

(11) قومی بچت/ ڈیفنس سیونگ سر ٹیفکیٹ کی صورت میں ملنے والا نفع

(12) پرائز بانڈ کی خرید و فروخت اور اس پر ملنے والا انعام۔

(13) موبائل کمپنی میں کھولے جانے والے اکاؤنٹ پر ملنے والا نفع اور اکاؤنٹ کھلوانا، جیسے ایزی پیسہ، موبی کیش اکاؤنٹ، جاز کیش اکاؤنٹ میں مخصوص رقم مخصوص بیلنس رکھنے پر ملنے والے فری منٹ، فری ایس ایم ایس، فری نیٹ۔

(14) بیمہ (انشورنس) کی تمام قسمیں (لائف انشورنس، ہیلتھ انشورنس، میڈیکل انشورنس، ایجوکیشن انشورنس، اور میرج انشورنس، گوڈ انشورنس، تھرڈ پارٹی انشورنس)

(15) جی پی فنڈ (وہ رقم جو ہر ماہ سرکاری ملازمین کی تنخواہ سے حکومت کاٹتی ہے اور پھر ان کی ریٹائرمنٹ پر کاٹی ہوئی رقم بمعہ اضافہ دیتی ہے) جبکہ اختیاری ہو، اور اگر کچھ جبری ہو کچھ اختیاری تو جتنی کٹوتی اختیاری ہو گی، اس پر ملنے والی رقم۔

(16) قرض کی ادائیگی کے وقت قرض کے ساتھ کچھ اضافی رقم دینا اور ہدیہ کی تصریح بھی نہ کرنا۔

(17) بوقت ضرورت بے تکلفی میں ایک دوسرے سے معمولی مقدار میں رقم لینا جس میں قرض کی تصریح ہو بعد میں کمی زیادتی کے ساتھ واپس کرنا۔

(18) مقروض شخص سے قرض کی بنیاد پر کوئی چیز سستے داموں خریدنا یا رعایت کے ساتھ کرایہ پر کوئی چیز لینا۔

❑ قرض کے یہ معاملات سودی نہیں ہیں

(1) قرض کی ادائیگی کرتے وقت قرض کی مقدار سے کچھ زیادہ رقم دینا جبکہ وہ قرض سے الگ ہو اور ہدیہ کی تصریح بھی ہو۔

(2) بے تکلفی میں بوقت ضرورت ایک دوسرے سے معمولی مقدار میں رقم لینا جس میں قرض کی تصریح نہ ہو بعد میں کمی زیادتی کے ساتھ واپس کرنا

(3) جلد ادائیگی کی وجہ سے قرض کی کچھ رقم معاف کرنا جبکہ قرض لیتے وقت اس کی شرط نہ لگائی ہو

(4) جی پی فنڈ جبکہ جبری اور غیر اختیار ہو، اگر کچھ جبری کچھ اختیاری ہو تو جتنی کٹوتی جبری ہوئی ہے اس پر ملنے والی زائد رقم۔

❑ یہ تجارتی معاملات سودی ہیں

(1) بیع عینہ (ایک چیز ایک خاص قیمت مثلاً سو روپے میں فروخت کی جائے اور خریدار نے اب تک رقم نہیں دی کہ بیچنے

والا وہی چیز اس سے دوبارہ کم قیمت مثلاً 90 روپے میں لے)

(2) محاقلہ (صاف بھوسہ نکلی ہوئی گندم کو اس گندم کے ساتھ فروخت کرنا جو خوشوں میں ہو)

(3) مزابنہ (درخت کے اوپر لگے ہوئے پھل کے بدلے میں زمین پر موجود اسی جنس کا تیار پھل بیچنا جبکہ وہ پھل وزن کے ذریعہ خریدا بیچا جاتا ہو)

(4) پرانے نوٹ زیادہ دیکر نئے نوٹ کم لینا

(5) قسطوں کے ذریعہ خریداری کی صورت میں مقررہ تاریخ میں قسط ادا نہ کرنے کی صورت میں مالی جرمانہ

(6) شرکت کے معاملہ میں کسی ایک شریک کے نقصان کی ذمہ داری قبول نہ کرنا یا شراکت میں نفع کی تقسیم شرح فیصد کے بجائے ایک خاص مقدار متعین کرنا۔

❑ یہ تجارتی معاملات سودی نہیں ہیں

(1) مختلف ملکوں کی کرنسیوں کا باہمی تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ

(2) دو آدمیوں کا مشترک کاروبار ہو اور ان دونوں میں سے کوئی کاروبار کے لیے (اپنے لیے نہیں) دوسرے سے کوئی چیز لے اور اس کی طرف سے کمی بیشی ہو جائے تو وہ سود نہیں کہلائے گا۔ مثلاً ان دونوں کی ایک سے زائد دکانیں ہوں اور ان کا حساب کتاب الگ الگ ہو اور ایک دکان سے ایک کلو کی چیز لی گئی اور اس کی جگہ دو کلو واپس کی گئی تو یہ سود نہیں ہوگا، کیونکہ جب دونوں کا مشترکہ کاروبار ہے تو دونوں طرف کی چیزوں کے دونوں مشترکہ طور پر مالک ہیں، لہٰذا حقیقت میں کسی نے دوسرے کو اضافی چیز نہیں دی ہے جس کی وجہ سے سود لازم آسکے۔ **(524)**

(3) قسطوں پر خرید و فروخت جبکہ بروقت قسط ادا نہ کرنے کی صورت میں جرمانہ نہ ہو۔

(4) سود کی حقیقت اور احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص: 568 تا 577)

جوا/ قمار

(1) جوے کی ممانعت، گھناؤنیت، سنگینی، وعیدیں، نقصانات

(2) جوے کی شکلیں (3) جوے کی حقیقت اور احکام

(1) جوے کی ممانعت، گھناؤنیت، سنگینی، وعیدیں، نقصانات

سوال: جوے کی ممانعت، گھناؤنیت اور نقصانات بیان کریں

جواب:

- ❑ **ممانعت**

- قرآن کریم میں ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الخَمرُ وَالمَيسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزلَامُ رِجسٌ مِن عَمَلِ الشَّيطَانِ فَاجتَنِبُوهُ لَعَلَّكُم تُفلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيطَانُ أَن يُوقِعَ بَينَكُمُ العَدَاوَةَ وَالبَغضَاءَ فِي الخَمرِ وَالمَيسِرِ وَيَصُدَّكُم عَن ذِكرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَل أَنتُم مُنتَهُونَ۔ (مائدة:91-90)

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں، شیطان کے کاموں میں سے ہیں لہٰذا تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسأَلُونَكَ عَنِ الخَمرِ وَالمَيسِرِ قُل فِيهِمَا إِثمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثمُهُمَا أَكبَرُ مِن نَفعِهِمَا۔ (بقرة:219)

وہ آپ سے شراب اور جوے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

- حدیث میں آتا ہے:

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى أُمَّتِي الخَمرَ وَ المَيسِرَ۔(525)

اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب اور جوے کو حرام کر دیا ہے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

مَن حَلَفَ منكم فقال في حَلفه: باللاتِ و العُزّى فليقل: لا إله إلا الله و من قال لصاحبه: تعال أقامِرکَ فليتصدّق۔(526)

تم میں سے جس نے قسم کھائی اور کہا کہ لات وعزیٰ کی قسم، تو پھر وہ لا الہ الا اللہ کہے اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ جوا کھیلیں تو اسے صدقہ کر دینا چاہیے۔

- علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

جب صرف لینے کے تقاضہ پر کفارہ اور صدقہ کا مطالبہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا گناہ بہت بڑا ہے تو عمل کرنے اور اس میں مبتلا ہو جانے کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے۔**(527)**

جوے کی حرمت پر پوری امت کا اجماع ہے۔**(528)**

❑ گھناؤنیت، سنگینی

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

جوے کا بگاڑ اور گناہ سود کے بگاڑ اور گناہ سے بڑا ہوا ہے، اس لیے کہ اس میں دو خرابیاں ہیں، حرام ذریعہ سے مال کھانا اور حرام کھیل کود کرنا کہ وہ اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دیتا ہے اور دشمنی اور بغض میں ڈال دیتا ہے، اس لیے سود سے پہلے جوا حرام کر دیا گیا۔**(529)**

❑ نقصانات

(1) شراب اور جوا/ قمار بازی سب گندے اعمال ہیں۔

(2) یہ شیطان کے کاروبار ہیں۔

(3) انہی امور کے ذریعہ شیطان انسانوں کو آپس میں لڑانا چاہتا ہے، باہمی دشمنی اور عداوت پیدا کرنا چاہتا ہے۔

(4) شیطان ان کے ذریعہ انسان کو اللہ کے احکام اور اس کے ذکر اور نماز سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔**(530)**

(5) جوا بڑے بڑے گناہوں کا سبب بنتا ہے۔**(531)**

(6) جوا/ قمار باطل طریقہ پر دوسرے لوگوں کا مال ہضم کرنے کا ایک طریقہ ہے کہ بغیر کسی معقول معاوضہ کے دوسرے بھائی کا مال لے لیا جاتا ہے۔**(532)**

(7) جوا اخلاقی زوال، خودغرضی، مفاد پرستی، سنگ دلی، لالچ، زر پرستی، کاہلی سستی کا سبب ہے۔

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

- جوے کا کھیل سارا اس پر دائر ہے کہ ایک شخص کا نفع دوسرے کے ضرر پر موقوف ہے، جیتنے والے کا نفع ہارنے والے کے نقصان کا نتیجہ ہے۔ جس انسان کو نفع رسانی خلق اور ایثار و ہمدردی کا پیکر ہونا چاہیے، وہ ایک خونخوار درندہ کی خاصیت اختیار کرلے کہ دوسرے بھائی کی موت میں اپنی زندگی، اس کی مصیبت میں اپنی راحت اس کے نقصان میں اپنا نفع سمجھنے لگے، اور اپنی پوری قابلیت اس خودغرضی پر صرف کرتا ہے، بخلاف تجارت اور بیع وشراء کی جائز صورتوں کے، ان میں طرفین کا فائدہ ہوتا ہے، اور بذریعہ تجارت اموال کے تبادلہ سے دولت بڑھتی ہے، اور خریدنے والا اور بیچنے والا دونوں اس کا فائدہ محسوس کرتے ہیں۔
- جوے کا عادی اصل کمائی اور کسب سے عادتاً محروم ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کی خواہش یہی رہتی ہے کہ بیٹھے بٹھائے ایک شرط لگا کر دوسرے کا مال چند منٹ میں حاصل کرے، جس میں نہ کوئی محنت ہے نہ مشقت، بعض حضرات نے جوے کا نام "مَیْسِر" رکھنے کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ اس کے ذریعہ آسانی سے دوسرے کا مال اپنا بن جاتا ہے۔ **(533)**

(8) جوا معاشی خرابیوں اور نقصانات کا بنیادی سبب ہے۔

- اسلامی معاشیات کا اہم اصول یہ ہے کہ ہر ایسے معاملے کو حرام قرار دیا جس کے ذریعے دولت پوری ملت سے سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے حوالے ہوجائے۔

قرآن کریم میں ہے:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ۔ (حشر: 7)

تاکہ وہ مال صرف انہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں

اور جوے کی بہت سے قسموں میں ایسے ہی ہوتا ہے کہ قوم کا تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع ہوتا ہے، اور جو نقصان ہوتا ہے وہ ان سب پر تقسیم ہوکر نمایاں نہیں رہتا، اور جس کو یہ رقم ملتی ہے اس کا فائدہ نمایاں ہوتا ہے۔

اس کے خراب اثرات دوررس اور پوری قوم کی بربادی کا سامان ہیں، کیونکہ اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ ملت کے عام افراد کی دولت گھٹتی جائے گی اور چند سرمایہ داروں کے سرمایہ میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ پوری قوم کی دولت سمٹ کر محدود افراد اور محدود خاندانوں میں مرتکز ہوجائے گی۔ **(534)**

- قمار میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ دفعۃً بہت سے گھر برباد ہوجاتے ہیں، لکھ پتی آدمی فقیر بن جاتا ہے، جس سے صرف یہی شخص متاثر نہیں ہوتا، جس نے جرمِ قمار کا ارتکاب کیا ہے، بلکہ اس کا پورا گھرانہ اور خاندان مصیبت میں پڑ جاتا ہے، اور اگر غور کیا جائے تو پوری قوم اس سے متاثر ہوتی ہے، کیونکہ جن لوگوں نے اس کی مالی ساکھ دیکھ کر اس سے معاہدے اور معاملات کیے ہوئے ہیں یا قرض دیے ہوئے ہیں وہ اب دیوالیہ ہوجائے گا تو ان سب پر اس کی بربادی کا اثر پڑنا لازمی ہے۔ **(535)**

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(2) جوے کی مروجہ شکلیں

سوال: جوے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب: جوے کی مروجہ شکلیں درجہ ذیل ہیں

1. مختلف انعامی مقابلے اور جوا

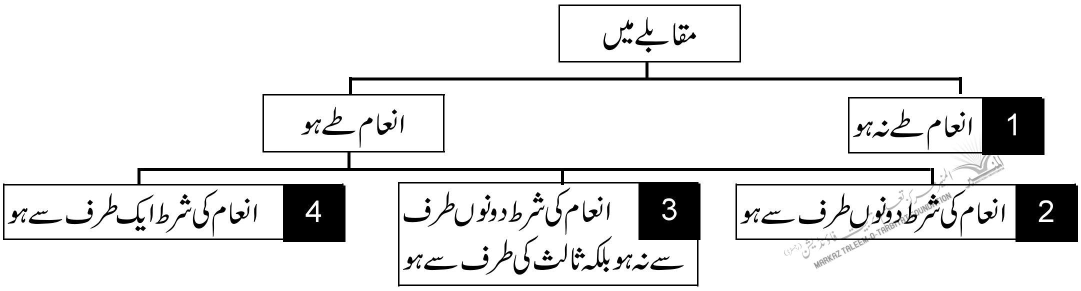

(1) انعام طے نہ ہو: مقابلہ اگر بلا معاوضۂ انعام ہو تو جائز ہے خواہ انسان کے درمیان ہو یا جانوروں کے درمیان سواری کے ساتھ ہو یا پیادہ دوڑ میں۔

(2) انعام کی شرط دونوں طرف سے ہو: اگر فریقین کی طرف سے انعام دینا طے ہو جائے تو یہ صورت جوے کی ہے اور ناجائز ہے، مثلاً زید اور خالد گھوڑوں کی دوڑ میں بازی لگائیں زید یہ کہے کہ اگر خالد آگے بڑھ گیا تو میں اس کو ایک ہزار انعام دوں گا، خالد کی طرف سے بھی یہ شرط ہو کہ اگر زید آگے بڑھ گیا تو میں اس کو ایک ہزار دوں گا۔

- دوطرفہ شرط ایک خاص صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ فریقین ایک تیسرے گھوڑ سوار کو مثلاً حامد کو اپنے ساتھ شریک کر لیں جس کی دو صورتیں ہیں:

1) شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ زید آگے بڑھے تو خالد ایک ہزار روپیہ اس کو دے اور خالد آگے بڑھے تو زید اتنی ہی رقم اس کو ادا کرے اور حامد بڑھ جائے تو اس کو کچھ دینا کسی کے ذمہ نہیں۔

2) شرط اس طرح ہو کہ حامد آگے بڑھ جائے تو زید و خالد دونوں اس کو ایک ایک ہزار روپیہ دیں اور زید و خالد دونوں یا ان میں سے کوئی ایک آگے بڑھے تو حامد کے ذمہ کچھ نہیں۔ لیکن زید و خالد میں باہم جو آگے بڑھے دوسرے پر اس کو ایک ہزار ادا کرنا لازم آئے۔

ان دونوں صورتوں میں جو تیسرا آدمی شریک کیا گیا ہے اس کو حدیث میں مُحَلِّل کہا گیا ہے کسی بھی صورت میں اس کو کچھ دینا نہیں پڑتا۔ علاوہ ازیں حدیث کی رو سے یہ بھی ضروری ہے کہ تیسرا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑوں کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہو جس کی وجہ سے اس کے آگے بڑھنے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوری

یا عیب کی وجہ سے اس کا پیچھے رہنا عادۃً یقینی ہو یا زیادہ قوی اور چالاک ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھ جانا یقینی ہو۔

(3) انعام کی شرط دونوں طرف سے نہ ہو بلکہ ثالث کی طرف سے ہو: مقابلے میں اگر فریقین کی طرف سے انعام دینے کی شرط نہ ہو بلکہ کسی ثالث کی طرف سے انعام دینے کا وعدہ ہو تو یہ صورت درست ہے۔ مثلاً زید اور عمر گھوڑوں کی دوڑ میں بازی لگائیں اور اس میں نہ زید کی طرف سے انعام دینے کی شرط ہو نہ خالد کی طرف سے بلکہ کسی تیسرے آدمی کی طرف سے انعام دینا طے ہو جائے کہ ان میں سے جو بھی آگے بڑھ جائے گا اس کو ایک ہزار انعام دیا جائے گا۔

(4) انعام کی شرط ایک طرف سے ہو: مقابلے میں اگر انعام کی شرط دونوں طرف سے طے نہ ہو بلکہ ایک طرف سے طے ہو تو یہ صورت بھی جائز ہے، مثلاً زید اور خالد گھوڑوں کی دوڑ میں بازی لگائیں، زید یہ کہے کہ اگر خالد آگے بڑھ گیا تو میں اس کو ایک ہزار انعام دوں گا، خالد کی طرف سے یہ شرط نہ ہو کہ اگر زید آگے بڑھ گیا تو خالد اسے ایک ہزار دے گا۔(536)

2. تجارتی کمپنیوں کی طرف سے مختلف انعامی اسکیمیں اور جوا

تجارتی کمپنیاں اپنی مصنوعات کو فروغ دینے کے لیے مختلف انعامی اسکیمیں جاری کرتی ہیں اس میں یہ تفصیل ہے:

(1) اگر انعامی اسکیم کے تحت فروخت کی جانے والی اشیاء کی قیمت ان چیزوں کی عام مارکیٹ کی قیمت سے زائد مقرر کی گئی ہو، مثلاً چائے کے ڈبے کی عام قیمت 100 روپے ہے اگر اس کو انعامی اسکیم کے تحت 150 روپے میں فروخت کیا جا رہا ہو تو اس صورت میں خریدار کے 50 روپے انعامی اسکیم کے تحت داؤ پر لگ رہے ہیں، کیونکہ چائے کا ڈبہ تو اسے 100 روپے میں بھی مل سکتا ہے یہ زائد 50 روپے وہ انعام کی خاطر داؤ پر لگا رہا ہے، چنانچہ اگر اس کا انعام نہ نکلا تو یہ 50 روپے بلا معاوضہ اور بے کار چلے جائیں گے اس لیے یہ صورت قمار اور جوے کی ہے اس قسم کی انعامی اسکیم جوے کی وجہ سے حرام ہے۔

(2) اگر تجارتی کمپنیاں اپنی مصنوعات کی وہی بازاری قیمت طلب کریں جو انعامی اسکیم کے بغیر طلب کی جاتی ہے تو یہ صورت قمار اور جوے میں داخل نہیں ہے، مثلاً ایک چائے کے ڈبے کی عام بازاری قیمت 100 روپے ہے اور انعامی اسکیم میں بھی وہ ڈبہ 100 ہی روپے کا بیچا جا رہا ہو ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا ہو کہ جس ڈبے سے ایک مخصوص نمبر کا کوپن برآمد ہوگا اسے فلاں انعام دیا جائے گا تو یہ جوا نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں خریدار دی ہوئی رقم کا پورا معاوضہ حاصل کر چکا ہے اب اگر اس کا انعام نہ بھی نکلے تو اس کا کوئی نقصان نہیں اور اگر کچھ انعام نکل آئے تو کمپنی کی طرف سے محض انعام ہوگا جس کا لینا جائز ہوگا لیکن اس کی دو شرطیں ہیں:

1) کمپنی اس انعامی اسکیم کو اپنی ناقص مصنوعات کے نکالنے کا ذریعہ نہ بنائے یعنی انعام کا لالچ دے کر لوگوں کو اپنی ناقص مصنوعات کے خریدنے کی طرف راغب نہ کرے۔ ورنہ اس میں بھی جوے کی مشابہت آجائے گی۔

2) کمپنی (اسٹور) سے سامان خریدنے والے گاہگ کا مقصود اس خریداری سے واقعی اسٹور کا سامان ہی حاصل کرنا ہو موہوم انعام کا حصول مقصود نہ ہو اگر موہوم انعام حاصل کرنے کی لالچ میں کرے تو پھر یہ معاملہ جوے کی مشابہت اختیار کرے گا اور ناجائز ہوگا۔(537)

3. مستقبل کے کسی واقعہ یا کام کے ہونے نہ ہونے یا کسی مخصوص شکل وقت اور تاریخ میں ہونے نہ ہونے پر شرط اور جوا

جیسے: زید اور خالد بارش کے ہونے نہ ہونے کے بارے میں شرط لگائیں کہ اگر بارش ہوئی تو زید عمر کو ایک ہزار دے گا اور اگر بارش نہیں ہوئی تو عمر زید کو ایک ہزار دے گا۔

زید اور خالد اس بات پر شرط لگائیں کہ کل ہلکی بارش ہوگی یا موسلا دھار بارش ہوگی، یا اس بات پر شرط لگائیں کہ کل بارش ہوگی یا پرسوں ہوگی یا دن میں ہوگی یا رات میں ہوگی۔

4. تھوڑی رقم دے کر قرعہ اندازی کے ذریعہ بڑی رقم یا مہنگی چیز لینا اور جوا

- جیسے: پرائز بونڈ مختلف قسم کی لاٹریاں جن میں حصہ لینے والوں کو کچھ رقم ابتدا میں ادا کرنی پڑتی ہے، خواہ فیس کی شکل میں ہو یا ٹکٹوں کی شکل میں یا کسی اور طرح، پھر قرعہ اندازی کر کے وہ بڑی رقم /مہنگی چیز ان لوگوں کے درمیان تقسیم کی جاتی ہے، جن کا نام قرعہ سے نکل آئے۔ چنانچہ اگر قرعہ میں نام نہ آئے تو ابتداء میں لگائی ہوئی رقم کسی معاوضہ کے بغیر چلی جاتی ہے اور اگر قرعہ میں نام نکل آئے تو وہ اپنے سے بہت زیادہ رقم بلا معاوضہ کھینچ لاتی ہے۔(538)
- ایسے ہی وہ کمیٹیاں جن میں ہر ماہ ایک یا دو ہزار روپے جمع کیے جاتے ہیں اور مہینے کی پانچ تاریخ کو مثلاً قرعہ اندازی کی جاتی ہے جس کا نام نکل آئے تو وہ اگلی تمام اقساط کی ادائیگی سے بری ہو جاتا ہے۔

5. سوالات کے جوابات پر انعام اور جوا

اخبار میں یا موبائل کمپنی والے مختلف سوالات پوچھتے ہیں جو لوگ ان سوالات کے جواب دیں گے اور معمہ حل کر دیں گے ان کو انعامات دیتے ہیں، ان انعام کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ

(1) اگر اشتہارات اور سوالات چلانے والے داخلہ فیس بھی لیتے ہیں تو یہ انعام قمار اور جوا ہی ہے، اس کے جوابات دینے سے بچنا لازم ہے۔

(2) اور اگر چلانے والے فیس یا کوئی رقم نہ لیتے ہوں تو اس معمہ حل کرنے پر انعام حاصل کرنا اور لینا جائز ہے سود میں داخل نہیں ہے۔(539)

(3) جوے کی حقیقت اور حکم

(دیکھیں حصہ مسائل: ص579)

فصل:۔3

معاملات میں احسان وایثار

- معاملات میں احسان وایثار کے فضائل
- معاملات میں احسان وایثار کی شکلیں

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

معاملات میں احسان وایثار کے فضائل

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں معاملات میں احسان وایثار کے فضائل بیان کریں۔

جواب:

- **احسان اللہ تعالیٰ کی، انبیاء کی اور نیک بندوں کی صفت ہے۔**
  - قرآن کریم میں ہے:

وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ۔ (مجادلة:2) (اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے)

  - ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَهَبنَا لَهُ إِسحَاقَ وَيَعقُوبَ كُلًّا هَدَينَا وَنُوحًا هَدَينَا مِن قَبلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذٰلِكَ نَجزِي المُحسِنِينَ۔ (انعام:84)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) عطا کیا۔ (ان میں سے) ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی، اور نوح کو ہم نے پہلے ہی ہدایت دی تھی، اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

  - ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَبَارَكنَا عَلَيهِ وَعَلَى إِسحَاقَ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفسِهِ مُبِينٌ۔ (صافات:113)

اور ہم نے ان پر بھی برکتیں نازل کیں، اور اسحاق پر بھی اور ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ نیک عمل کرنے والے ہیں، اور کچھ اپنی جان پر کھلا ظلم کرنے والے۔

- **اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی عدل وانصاف کے ساتھ ساتھ احسان کا حکم دیا ہے**
  - قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأمُرُ بِالعَدلِ وَالإِحسَانِ وَإِيتَاءِ ذِى القُربَى وَيَنهىٰ عَنِ الفَحشَاءِ وَالمُنكَرِ وَالبَغيِ يَعِظُكُم لَعَلَّكُم تَذَكَّرُونَ۔ (النحل:90)

بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو(ان کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَحسِن كَمَا أَحسَنَ اللهُ إِلَيكَ۔ (قصص:77)

اور جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی (دوسروں پر) احسان کرو

- حدیث میں آتا ہے:

إنَّ اللهَ كتبَ الإحسانَ على كلِّ شيئٍ۔ (540/1)

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر بھلائی (احسان) فرض کردی ہے۔

- حدیث میں آتا ہے:

إذا استَنصَحَ أَحَدُكُم أَخَاهُ فَليَنصَح لَهُ۔ (540/2)

جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی خیر خواہی کا طالب ہو تو اسے چاہیے کہ اس کی خیر خواہی کرے۔

- حدیث میں آتا ہے:

لَا تَكُونُوا إِمَّعَةً تَقُولُونَ: إِن أَحسَنَ النَّاسُ أَحسَنَّا وَإِن ظَلَمُوا ظَلَمنَا وَلَكِن وَطِّنُوا أَنفُسَكُم إِن أَحسَنَ النَّاسُ أَن تُحسِنُوا وَإِن أَسَائُوا فَلَا تَظلِمُوا۔ (541)

تم لوگ ہر ایک کے پیچھے دوڑنے والے نہ بنو یعنی اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر ہمارے اوپر ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے، بلکہ اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ کرو کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو، اور اگر بدسلوک کریں تو تم ظلم نہ کرو۔

- حدیث میں آتا ہے:

مَن استَطَاعَ مِنكُم أَن يَنفَعَ أَخَاهُ فَليَفعَل۔ (542)

تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو تو وہ فائدہ پہنچائے۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

مَنْ كَانَ عِندَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَليَعُدْ به على من لا ظَهْرَ له ومن كان عنده فضلُ زادٍ فليَعُد به على مَنْ لَا زادَ له حتّىٰ ظَنَنَّا أنه لا حَقّ لِأَحَدٍ مِنَّا فى الفَضْلِ۔ (543/1)

جس کے پاس کوئی فاضل (ضرورت سے زائد) سواری ہو تو چاہیے کہ اسے وہ ایسے شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو، جس کے پاس فاضل توشہ ہو تو چاہیے کہ اسے وہ ایسے شخص کو دیدے

جس کے پاس توشہ نہ ہو، یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ ہم میں سے فاضل چیز کا کسی کو کوئی حق نہیں۔

- حضرت ابن بطال فرماتے ہیں:

مسلمان پر مسلمان کی خیرخواہی واجب ہے۔ (543/2)

عدل وانصاف سے نجات اور احسان وایثار سے بلند درجات نصیب ہوتے ہیں۔

- امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

عدل محض نجات کا ذریعہ ہے ترقی درجات کا وسیلہ نہیں ہے، جس طرح تجارت میں نفع نہ ہو اصل سرمایہ (رأس المال) محفوظ رہ جائے، اسی طرح عدل سے اصل سرمایہ (رأس المال) (ایمان) ضائع نہیں ہوتا، البتہ نفع بھی ہاتھ نہیں لگتا، احسان آخرت کا نفع ہے دنیا کے معاملات میں اگر کوئی شخص اصل سرمایہ (رأس المال) کی حفاظت پر قناعت کرے اور نفع نہ کمائے تو وہ شخص عقلمند شمار نہیں کیا جاتا۔ یہی آخرت کا حال ہے کوئی شخص نفع یعنی اخروی سعادت حاصل کیے بغیر اپنا اصل سرمایہ بچالے جائے تو یہی کہا جائے گا کہ اس نے نادانی کا ثبوت دیا ہے۔ (544)

احسان کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ہوتی ہیں۔

- قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ رَحمَتَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ المُحسِنِينَ۔ (اعراف:56)

یقیناً اللہ کی رحمت نیک لوگوں سے قریب ہے۔

- حدیث میں آیا ہے:

رَحِمَ اللهُ رجلاً سَمْحًا إذا بَاعَ وإذا اشترى وإذا اقتضىٰ۔

(وعند الترمذي قال: قال رسولُ الله ﷺ) غَفرَ اللهُ لرَجُلٍ كان قبلكم سَهلاً إذا باع، سَهلاً إذا اشْترىٰ، سهلاً إذا اقْتضىٰ۔ (545)

اللہ کی رحمت اس بندے پر جو بیچنے میں' خریدنے میں اور اپنے حق کا تقاضا کرنے اور وصول کرنے میں نرم اور فراخ دل ہو۔

(ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا) اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو جو تم سے پہلے تھا بخش دیا، جو نرمی کرنے والا تھا جب بیچتا اور جب خریدتا اور جب قرض کا مطالبہ کرتا۔

احسان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

- قرآن کریم میں ہے:

وَاللهُ يُحِبُّ المُحسِنِينَ۔ (آل عمران:148-134، مائدہ:93-13)

اوراللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے

- حدیث میں آتا ہی:

إنَّ اللهَ يُحِبُّ سَمحَ البيع سَمح الشراء سَمح القضاء۔(546)

اللہ تعالیٰ بیچنے، خریدنے اور قرض کے مطالبہ میں نرمی وآسانی کو پسند کرتا ہے۔

احسان کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت ہوتی ہے۔

- قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَ الَّذِينَ هُم مُحسِنُونَ۔(نحل:128)

یقین رکھو کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان پر عمل پیرا ہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهدِيَنَّهم سُبُلَنَا وَ إِنَّ اللهَ لَمَعَ المُحسِنِينَ۔

(عنکبوت:69)

اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوشش کی ہے، ہم انہیں ضرور بالضرور اپنے راستوں پر پہنچائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

- ایک حدیث میں ہے:

أن رجلاً قال: يا رسولَ اللهِ إنَّ لي قرابةً أصِلُهم ويَقطَعونني وأُحسِنُ إليهم ويُسيئُون إليَّ وأحلُم عنهم ويجهَلُون عليَّ قال: لئن كنتَ كما قلتَ فكأنما تُسِفُّهم الملَّ ولن يزال معكَ من الله ظهيرٌ عليهم ما دُمتَ على ذلك۔(547)

ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں اور میں ان سے بردباری کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بداخلاقی سے پیش آتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے تو گویا کہ تو ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اور جب تک تو ایسا ہی کرتا رہے گا اللہ کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا۔

احسان کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں بہترین بدلہ ملتا ہے۔

- قرآن کریم میں ہے:

سَنَزِيدُ المُحسِنِينَ(اعراف:161) (نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ (ثواب) بھی دیں گے)

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِينَ أَحسَنُوا مِنهُم وَاتَّقَوا أَجرٌ عَظِيمٌ۔(آل عمران:172)

ایسے نیک اور متقی لوگوں کے لیے زبردست اجر ہے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاصبِر فَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجرَ المُحسِنِينَ۔(ھود:115)

اور صبر سے کام لو، اس لیے کہ اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

أدخل اللهُ عزّ وجلّ **رجلاً كان سهلاً مُشتريًا وبائِعًا وقاضيًا ومُقتَضِيًا الجنة۔(548)**

اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو جنت میں داخل کر دیا جو خریدتے، بیچتے (قرض) دیتے اور تقاضا کرتے ہوئے نرمی سے کام لیتا تھا۔

احسان وایثار کی شکلیں

(1) جن کے معاملات برے ہیں ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا

(2) دینے کا حق نہیں بنتا پھر بھی دینا

(3) لینے کا حق بنتا ہے پھر بھی نہ لینا

(4) جتنا دینے کا حق بنتا ہے اس سے زیادہ/ بہتر دینا

(5) جتنا جس طرح لینے کا حق بنتا ہے اس سے کم لینا

(6) جس وقت حق بنتا ہے اس وقت نہ لینا، مہلت دینا

سوال: احسان وایثار کی شکلیں کون کونسی ہیں؟

جواب:

(1) جن کے معاملات (حقوق کی ادائیگی / مطالبہ کے اعتبار سے) آپ کے ساتھ بُرے ہیں ان کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرنا

- قرآن کریم میں ہے:

ادفَع بِالَّتِی هِیَ أَحسَنُ فَإِذَا الَّذِی بَینَکَ وَبَینَهُ عَدَاوَةٌ کَأَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِیمٌ۔

(فصلت:34)

تم بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہو جائے گا جیسے وہ تمہارا جگری دوست ہو

- حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَمَرَنِی رَبِّی بِتِسعٍ......وَأَن أَصِلَ مَن قَطَعَنِی وَأُعطِی مَن حَرَمَنِی وَأَعفُو عَمَّن ظَلَمَنِی۔ (549)

میرے رب نے مجھے 9 باتوں کا حکم فرمایا (جن میں سے تین یہ ہیں: ایک یہ کہ) میں اس شخص سے قرابت داری قائم رکھوں جو مجھ سے قطع تعلق کرے اور (دوسرا یہ کہ) میں اس شخص کو (بھی)

اپنی عطاء وبخشش اور جودوسخاوت سے نوازوں جو مجھے (اپنے لین دین سے) محروم رکھے، اور (تیسرا یہ کہ) میں انتقام لینے کی طاقت وقوت رکھنے کے باوجود اس شخص کو معاف کروں جو مجھ پر ظلم وزیادتی کرے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

أَفضَلُ الفَضَائِلِ أَن تَصِلَ مَن قَطَعَکَ وَتُعطِیَ مَن مَنَعَکَ وَتَصفَحَ عَمَّن شَتَمَکَ۔ (550)

سب سے افضل کام یہ ہے کہ جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے رشتہ جوڑو جو تم سے روکے تم اسے عطاء کرو اور جو تمہیں برا بھلا کہے تم اس سے درگزر کرو

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

یَا رَسُولَ اللہِ أَرَأَیتَ ابنَ عَم لی آتیه فَلَا یُعطِینِی وَلَا یَصِلُنِی ثُمَّ یَحتَاجُ إِلَیَّ فَیَأتِینِی فَیَسأَلُنِی وَقَد حَلَفتُ أَن لَا أُعطِیَهُ وَلَا أَصِلَهُ فَأَمَرَنِی أَن آتِیَ الَّذِی هُوَ خَیرٌ وَأُکَفِّرَ عَن یَمِینِی۔ (551)

ایک صحابی نے عرض کیا، یارسول اللہ! میرا چچازاد بھائی ہے کہ جب میں (اپنی کسی ضرورت کے موقع پر) اس سے کچھ مال اسباب مانگتا ہوں تو وہ مجھے کچھ نہیں دیتا اور میرے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا ہے۔ لیکن جب خود اس کو مجھ سے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ مجھ سے مانگتا ہے مگر میں نے اس کو اس کے عمل کی سزا دینے کے لیے اس بات پر قسم کھالی ہے کہ میں نہ تو اسے کچھ دوں گا اور نہ اس سے حسن سلوک کروں گا یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ کام کروں جو بہتر ہے یعنی اس کی ضرورت پوری کروں اور اس کے ساتھ حسن سلوک کروں اور قسم توڑنے کا کفارہ دوں۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

یَا رَسُولَ اللہِ: أَرَأَیتَ إِن مَرَرتُ بِرَجُلٍ فَلَم یَقرِنِی وَلَم یُضِفنِی ثُمَّ مَرَّ بِی بَعدَ ذٰلِکَ أَأَقرِیهِ أَم أَجزِیهِ قَالَ: بل اقره۔ (552)

ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں کسی شخص کے ہاں مہمان ہوں اور وہ میری مہمان داری نہ کرے اور پھر اس کے بعد وہ میرے یہاں آکر مہمان ہو، تو کیا میں اس کی مہمان داری کروں یا اس سے بدلہ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (نہیں اس سے بدلہ نہ لو) بلکہ اس کی مہمان داری کروں۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

أَنَّ رَجُلًا تَقَاضَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَأَغلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الحَقِّ مَقَالًا وَاشتَرُوا لَهُ بَعِيرًا فَأَعطُوهُ إِيَّاهُ وَقَالُوا: لَا نَجِدُ إِلَّا أَفضَلَ مِن سِنِّهِ قَالَ: اشتَرُوهُ فَأَعطُوهُ إِيَّاهُ فَإِنَّ خَيرَكُم أَحسَنُكُم قَضَاءً۔ (553)

ایک شخص نے رسول اللہ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت سست کہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو سزا دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہنے دو۔ صاحب حق کے لیے کہنے کا حق ہوتا ہے اور اسے ایک اونٹ خرید کر دے دو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ سے (جو اس نے آپ کو قرض دیا تھا) اچھی عمر ہی کا اونٹ مل رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہی خرید کے اسے دے دو۔ کیونکہ تم میں اچھا وہی ہے جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔

(2) دینے کا حق نہیں بنتا پھر بھی دینا

- حدیث میں آتا ہے:

اِسمَح یُسمَح لَکَ۔ (554)

رعایت کرو تمہارے ساتھ بھی رعایت کی جائے گی۔

- ایک اور حدیث میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا۔ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا۔ اتنے میں میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے ....اور فرمایا کیا تم اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا جی! چنانچہ آپ ﷺ نے ایک اوقیہ چاندی میں خرید لیا، رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے ہی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا۔ پھر ہم مسجد آئے تو نبی کریم ﷺ مسجد کے دروازہ پر ملے۔............ اس کے بعد آپ ﷺ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ میرے لیے ایک اوقیہ چاندی تول دیں۔ انہوں نے ایک اوقیہ چاندی جھکتی ہوئی تول دی۔ میں واپس چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جابر کو ذرا بلاؤ۔ میں نے سوچا کہ شاید اب میرا اونٹ پھر مجھے واپس کریں گے۔ حالانکہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ یہ اپنا اونٹ لے جاؤ اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہی ہے۔ (555)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

إذا أَتى أحدَكم خادمُه بطعامه فإن لم يُجلِسه معه فَليُنَاوِله لُقمَةً أو لُقمتين أو أُكلةً أو أُكلتين فإنه وَلِيَ حرَّه وعلاجَه۔ (556)

جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لیے کھانا لائے اور وہ اسے اپنے ساتھ (کھلانے کے لیے) نہ بٹھا سکے تو اسے ایک یا دونوالے ضرور کھلا دے کیونکہ اسی نے اس کو تیار کرنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

إذا صنعَ لأحدكم خادمُه طعاماً ثم جاء به و قد ولیَ حرَّه و دخانه فلیُقعده معه فلیأكل فإن كان الطعام مشفوهاً فلیضع فی یده منه أُكلة أو أُكلتین۔(557)

جب تم میں سے کسی کے لیے اس کا خادم (غلام) کھانا پکائے، پھر وہ اس کو تمہارے پاس لائے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے اس کی گرمی اور دھوئیں کو برداشت کیا ہے، تو تمہیں بھی چاہیے کہ اس کو اپنے ساتھ بٹھاؤ، تا کہ وہ بھی تمہارے ساتھ کھائے۔ پھر اگر کھانا تھوڑا اور نا کافی ہو تو اتنا ہی کرلو کہ اس کھانے میں سے اس کے ہاتھ میں لقمہ دو لقمے دے دو۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

أن رسولَ الله صلى الله عليه وآله وسلم أرادَ الغزْوَ فقال: یا معشرَ المهاجرین و الأنصارَ إنَّ من إخوانِكم قوماً لیس لهم مالٌ و لا عشیرةٌ فلیضمَّ أَحدُكم إلیه الرَّجلین أو الثلاثةَ و ما لأحدنا من ظهر یحمله إلا عقبةً كعقبةِ أحدهم قال جابر: فضممت إلیَّ اثنین أو ثلاثة مالی إلا عُقبة كعقبة أَحدهم من جملی۔(558)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کا ارادہ کیا تو فرمایا: اے مہاجرین اور انصار کی جماعت! تمہارے بھائیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے پاس مال ہے نہ کنبہ، تو ہر ایک تم میں سے اپنے ساتھ دو یا تین آدمیوں کو شریک کرلے، تو ہم میں سے بعض کے پاس سواری نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ باری باری سوار ہوں، تو میں نے اپنے ساتھ دو یا تین آدمیوں کو لے لیا، میں بھی صرف باری سے اپنے اونٹ پر سوار ہوتا تھا، جیسے وہ ہوتے تھے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

إذا كانَت أُمراؤُكم خیارَكم و أغنیاؤُكم سُمحائَكم و أمورُكم شورَی بینكم فَظَهرُ الأَرضِ خَیر لكم من بطنها و إذا كانت أمراؤُكم شِرارَكم و أغنیاؤُكم بُخَلائَكم و أُمورُكم إلی نسائكم فبطنُ الأَرض خیر لكم من ظهرها۔(559)

جب تمہارے حکمران، تمہارے اچھے لوگ ہوں، اور تمہارے مالدار لوگ، تمہارے سخی لوگ ہوں اور تمہارے کام باہمی مشورے سے ہوں تو زمین کی پیٹھ (زندہ رہنا) تمہارے لیے اس کے پیٹ (قبر میں جانے) سے بہتر ہے، اور جب تمہارے حکمران تمہارے برے لوگ ہوں، اور تمہارے مالدار تمہارے بخیل لوگ ہوں اور تمہارے کام عورتوں کے ہاتھ میں چلے جائیں تو زمین کا پیٹ تمہارے لیے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

دَخَلَ رَجُلُ الجَنَّةَ فَرَأَى عَلَى بَابِهَا مَكتُوبًا الصَّدَقَةُ بِعَشرِ أَمثَالِهَا وَالقَرضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ۔(560)

ایک آدمی جنت میں داخل ہوا تو اس نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا کہ صدقہ کا اجر وثواب دس گنا ہے اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا۔

- حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

کسی کو فائدہ پہنچانے کے لیے خود نقصان برداشت کرنا بھی احسان کا ایک درجہ ہے اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے مثلاً کوئی شخص خریدار سے اس کے غربت اور مالی کمزوری کی وجہ سے زیادہ قیمت پر چیز لے، حالانکہ بازار میں وہ کم قیمت پر ملتی ہے۔(561)

مزید فرماتے ہیں:

کسی کو ادھار دینا بھی احسان ہے، ادھار دینے میں احسان یہ ہے کہ غریبوں اور تنگ دستوں کے ساتھ ادھار کا معاملہ کرے اور یہ نیت بھی رکھے کہ اگر یہ لوگ کسی وجہ سے ادا نہ کرسکے تو میں ادائیگی کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ ایک بزرگ نے حساب کے دو رجسٹر بنا رکھے تھے۔ ایک میں ان غریب اور کمزور لوگوں کے نام لکھ لیتے تھے جو ادھار کوئی چیز لے گئے۔ چنانچہ ان کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی غریب آدمی ان کی دکان پر آتا، اور غلے یا میوے وغیرہ کی ضرورت کا اظہار کرتا تو وہ اس سے کہتے کہ جتنی ضرورت ہو لے جاؤ، اگر توفیق ہو تو ادا کر دینا، ورنہ معاف ہے۔ اور اس کا نام اپنے رجسٹر میں درج کر لیتے، بلکہ اس زمانہ میں ایسے لوگوں کو بھی بزرگی کے اعلیٰ معیار سے کم تر سمجھا جاتا تھا جو غریبوں کا نام اپنے رجسٹر میں لکھ لیں بلکہ وہ لوگ نیک تصور کیے جاتے تھے جو کسی غریب آدمی کا نام لکھے بغیر اس سے یہ کہہ دیتے کہ جس قدر ضرورت ہو لے جاؤ۔ ممکن ہو تو دے دینا، ورنہ نہیں۔ ماضی میں ہمارے بزرگوں کی تجارت کا یہ اسلوب تھا۔ اب یہ باتیں کہاں؟ تمام نقوش مٹ گئے۔(562)

(3) لینے کا حق بنتا ہے پھر بھی نہ لینا

- حدیث میں آتا ہے:

عَن أَنَسٍ رضی اللہ عنہ: دَعَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الأَنصَارَ لِیُقطِعَ لَهُم بِالبَحرَینِ فَقَالُوا: یَارَسُولَ اللہِ إِن فَعَلتَ فَاکتُب لِإِخوَانِنَا مِن قُرَیشٍ بِمِثلِهَا فَلَم یَکُن ذٰلِکَ عِندَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ: إِنَّکُم سَتَرَونَ بَعدِی أَثَرَةً فَاصبِرُوا حَتّٰی تَلقَونِی۔(563/1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلا کر بحرین میں انہیں قطعات اراضی بطور جاگیر دینے چاہے تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو ایسا کرنا ہی ہے تو ہمارے بھائی قریش (مہاجرین) کو بھی اسی طرح کی قطعات کی سند لکھ دیجیے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اتنی زمین نہ تھی اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا ''میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسرے لوگوں کو تم پر مقدم کیا جائے گا۔ تو اس وقت تم مجھ سے ملنے تک صبر کئے رہنا۔''

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

ستکُونُ أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنکِرُونَهَا قالوا: یَارَسُولَ اللہِ فما تَأمُرُنا قال: تُؤَدُّونَ الحَقَّ الذی علیکم وتَسأَلُونَ اللہَ الذی لکم۔(563/2)

تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں تم پر دوسروں کو مقدم کیا جائے گا اور ایسی باتیں سامنے آئیں گی جن کو تم برا سمجھو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس وقت آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو حقوق تم پر دوسروں کے واجب ہوں انہیں ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق اللہ ہی سے مانگنا۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

لَولَا الهِجرَةُ لَکُنتُ امرَءًا مِنَ الأَنصَارِ وَلَو سَلَکَ النَّاسُ وَادِیًا وَسَلَکَتِ الأَنصَارُ وَادِیًا أَو شِعبًا لَسَلَکتُ وَادِیَ الأَنصَارِ وشعبها وَالأَنصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ إِنَّکُم سَتَرَونَ بَعدِی أَثَرَةً فَاصبِرُوا حَتّٰی تَلقَونِی عَلَی الحَوضِ۔(564)

اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک فرد ہوتا، اگر تمام لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی دوسرے راستہ پر چلیں، یا یہ فرمایا کہ انصار کی دوسری پہاڑی درہ میں چلیں تو میں اسی راستہ یا اسی پہاڑی درہ میں چلوں گا جو جماعت انصار کا راستہ ہے۔ انصار تو قرب میں اندر کے کپڑے کے مانند ہیں جبکہ دوسرے لوگ باہر کے کپڑے کے مانند ہیں، تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسرے

لوگوں کو تم پر بلا استحقاق فضیلت دی جائے گی تو تم صبر کیے رہنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر آ کر مل لو۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہی:

مِن تَرَکَ الکَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِیَ لَهُ فِی ربض الجنَّةِ وَمن ترک المراء وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِیَ لَهُ فِی وَسَطِ الجَنَّةِ وَمَن حَسَّنَ خُلُقَهُ بُنِیَ لَهُ فِی أَعلَاهَا۔(565)

جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور وہ (جھوٹ) ناحق و ناروا ہو تو اس کے لیے جنت کے کنارے پر محل بنایا جاتا ہے اور جو شخص جھگڑے اور بحث و تکرار چھوڑ دے باوجود یکہ وہ حق پر ہو تو اس کے لیے جنت کے وسط میں محل بنایا جاتا ہے اور جس شخص کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے لیے جنت کی بلند جگہ پر محل بنایا جاتا ہے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

مَن أَقَالَ مُسلِمًا أَقَالَهُ اللهُ عَثرَتَهُ۔(566)

جو کوئی اپنے مسلمان بھائی سے فروخت کا معاملہ فسخ کر لے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

یہ بھی احسان ہی کی ایک صورت ہے کہ اگر کوئی شخص بیع فسخ کرنے آئے تو اسے مایوس نہ کرے، بلکہ اپنی مبیع لے کر اس کی قیمت واپس دے دے۔ بیع صرف وہی شخص منسوخ کرے گا جو اس بیع سے نادم ہوگا اور اسے اپنے حق میں نقصان دہ تصور کرے گا۔ خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے نقصان کی تلافی کی جائے، اور بیع فسخ کرنے کے علاوہ اس کے نقصان کی تلافی کی کوئی دوسری شکل نہیں ہے۔

اقالہ کے احکام: سودا یا عقد بیع مکمل ہونے کے بعد بائع اور خریدار میں سے کوئی تنہا اپنی مرضی سے ختم نہیں کر سکتا بعض اوقات خریدار کوئی چیز خریدنے کے بعد کسی ضرورت کی وجہ سے یہ چاہتا ہے کہ وہ سودا ختم کر دے اس صورت میں سودا ختم کرنے کو اقالہ کہا جاتا ہے۔

اقالہ صحیح ہونے کے لیے تین شرطیں:

(1) فروخت کنندہ اور خریدار باہمی رضامندی سے سودا ختم کریں، یک طرفہ طور پر سودا ختم نہیں ہوگا۔

(2) سودا/ معاملہ کو اسی قیمت (ثمن) پر ختم کیا جائے جس پر معاملہ کیا گیا تھا، قیمت میں کمی زیادتی کی شرط لگانا جائز نہیں ہے۔

(3) سامان (مبیع) صحیح حالت میں موجود ہو۔

البتہ اگر اس میں کوئی نقص پیدا ہو گیا ہو تو فروخت کنندہ کی رضامندی سے کم قیمت پر بھی سودا ختم کیا جا سکتا ہے۔ (567)

- شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، میں لندن سے کراچی واپس آ رہا تھا اور لندن کا جو ہیتھرو ائیر پورٹ ہے وہاں ایئر پورٹ پر بہت بڑا بازار ہے مختلف اسٹال وغیرہ لگے رہتے ہیں، اس میں دنیا کی مشہور کتاب ''انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا'' کا اسٹال لگا ہوا تھا، میں وہاں کتابیں دیکھنے لگا تو مجھے ایک کتاب نظر آئی جس کی بہت عرصے سے میں تلاش میں تھا اس کا نام ''گریٹ بکس'' ہے، انگریزی میں پینسٹھ (65) جلدوں میں ہے اس کتاب میں ''ارسطو'' سے لے کر ''برٹرینڈ رسل'' تک جو بھی قریب میں فلسفی گزرا ہے یعنی تمام فلسفیوں اور تمام بڑے بڑے مفکرین کی اہم ترین کتابیں جمع کر دیں اور سب کے انگریزی ترجمے اس کتاب میں موجود ہیں۔ میں وہ کتاب اسٹال پر دیکھنے لگا اسٹال پر جو آدمی (Shop Keeper) یعنی دکاندار کھڑا تھا؛ کہنے لگا کہ کیا آپ یہ کتاب لینا چاہتے ہیں اور کیا آپ کے پاس ''انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا'' پہلے سے موجود ہے؟ میں نے کہا جی ہاں لینا چاہتا ہوں اور پہلے سے موجود بھی ہے۔ کہنے لگا کہ اگر آپ کے پاس پہلے سے ''انسائیکلو پیڈیا'' موجود ہے تو آپ کو ہم یہ بچاس فیصد رعایت میں دیدیں گے یعنی جو اصل قیمت ہے اس کی آدھی قیمت پر دے دیں گے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس ہے تو سہی لیکن کوئی ثبوت نہیں ہے جس سے ثابت کروں کہ میرے پاس ہے۔

دکاندار نے کہا کہ ثبوت کو چھوڑیں! بس آپ نے کہہ دیا ہے کہ ''ہے'' تو بس آپ پچاس فیصد کے حقدار ہیں۔ اب میں نے حساب لگایا کہ پچاس فیصد رعایت کے ساتھ کتنے پیسے بنیں گے تو پچاس فیصد رعایت کے ساتھ وہ تقریباً پاکستانی چالیس ہزار روپے بن رہے تھے۔ مجھے اپنے دار العلوم کے لیے خریدنی تھی، دار العلوم ہی کے لیے ''بریٹانیکا'' پہلے بھی موجود تھی۔ میں نے کہا کہ میں تو اب جا رہا ہوں یہ کتاب میرے پاس کیسے آئے گی؟ دکاندار نے کہا کہ آپ فارم بھر دیجیے ہم یہ کتاب آپ کو جہاز سے بھیج دیں گے۔ جب میں نے وہ فارم بھر دیا تو دکاندار کہنے لگا کہ آپ اپنا کریڈٹ کارڈ کا نمبر دیکر دستخط کیجیے۔ تو میں ذرا ٹھٹکا کہ دستخط کروں یا نہ کروں اس لیے کہ دستخط کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ادائیگی ہوگئی وہ چاہے تو اسی وقت جا کر فوراً پیسے نکلوا سکتا ہے۔ مگر مجھے غیرت آئی کہ اس نے میری زبان پر اعتبار کیا اور میں یہ کہوں کہ نہیں میں نہیں کرتا، لہٰذا میں نے دستخط کر دیئے، دستخط کرنے کے بعد میرے دل میں ایک خیال آیا اور میں نے کہا کہ دیکھو یہاں آپ مجھے پچاس فیصد رعایت پر دے رہے ہیں لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ میں نے یہاں سے کتابیں بہت رعایت سے خریدیں اور پاکستان جا کر مجھے اس سے بھی سستی مل گئیں لوگ پتہ نہیں کس طرح منگوا لیتے ہیں اور سستی بیچ دیتے ہیں تو مجھے اس بات کا احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں مجھے اس سے سستی مل جائے!

دکاندار نے کہا کہ اچھا کوئی بات نہیں، آپ جا کے پاکستان میں معلوم کر لیجیے اگر آپ کو سستی مل رہی ہوں گی تو ہمارا یہ

آرڈر کینسل کر دیجئے گا اور اگر نہ ملے تو ہم آپ کو بھیج دیں گے۔

میں نے کہا کہ آپ کو کیسے بتاؤں گا؟ تو دکاندار کہنے لگا کہ آپ کو تحقیق کرنے میں کتنے دن لگیں گے، کیا آپ چار پانچ دن یعنی بدھ کے دن تک پتہ لگا سکیں گے؟

میں نے کہا ہاں ان شاء اللہ۔

دکاندار نے کہا کہ میں بدھ کے دن بارہ بجے آپ کو فون کر کے پوچھوں گا کہ آپ کو سستی مل گئی کہ نہیں، اگر مل گئی ہو تو میں آرڈر کینسل کر دوں گا اور اگر نہیں ملی ہو گی تو پھر روانہ کر دوں گا۔

لہٰذا میں نے کہا کہ اچھا بھائی ٹھیک ہے اور میں نے دستخط کر دیئے اور فارم ان کو دے دیا لیکن سارے راستے میرے دل میں دغدغہ لگا رہا کہ میں دستخط کر کے آ گیا ہو وہ اب چاہے تو اسی وقت جا کر بلا تاخیر چالیس ہزار روپے بینک سے وصول کر لے، اس میں تاخیر ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں کراچی پہنچ کر میں نے دو کام کیے:

ایک کام یہ کیا کہ امریکن ایکسپریس میں جو کریڈٹ کارڈ کی کمپنی تھی اس کو خط لکھا کہ میں اس طرح دستخط کر کے آیا ہوں لیکن اس کی پیمنٹ (ادائیگی) اس قت تک نہ کریں جب تک کہ میں دوبارہ آپ سے نہ کہوں۔

اور دوسرا کام یہ کیا کہ ایک بندے کو بھیجا کہ یہ کتاب دیکھ کر آؤ، اگر مل جائے تو لے آؤ، میں پہلے یہاں تلاش کر رہا تھا لیکن مجھے ملتی نہیں تھی ایسا ہوا کہ اس نے جا کر تلاش کی تو صدر کی ایک دکان میں یہ کتاب مل گئی اور سستی مل گئی یعنی وہاں چالیس ہزار روپے میں پڑ رہی تھی یہاں تیس ہزار میں مل گئی جبکہ وہ پچاس فیصد رعایت کرنے کے بعد تھی، اب میرا دل پریشان ہوا، اللہ کا کرنا کہ یہاں سستی مل رہی ہے اور اس نے کہا تھا کہ بدھ کے دن میں فون کروں گا خدا جانے فون کرے نہ کرے! لہٰذا میں نے احتیاطاً خط بھی لکھ دیا کہ بھائی یہاں مل گئی ہے ٹھیک بدھ کا دن تھا اور بارہ بجے دوپہر کا وقت تھا اس کا فون آیا۔

دکاندار نے فون پر کہا کہ بتائیے آپ نے کتاب دیکھ لی، معلومات کر لیں؟ میں نے کہا جی ہاں کر لی ہیں اور مجھے یہاں سے سستی مل گئی ہے۔ تو وہ کہنے لگا کہ آپ کو سستی مل گئی میں آپ کا آرڈر کینسل کر دوں؟ میں نے کہا جی ہا۔ اس پر دکاندار نے کہا کہ میں آرڈر کینسل کر رہا ہوں اور آپ نے جو فارم پر کیا تھا اس کو پھاڑ رہا ہوں، اچھا ہوا کہ آپ کو سستی مل گئی ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں۔

چار پانچ دن بعد اس کا خط آیا کہ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ وہ کتاب آپ کو کم قیمت پر مل گئی لیکن افسوس ضرور ہے کہ ہمیں آپ کی خدمت کا موقع نہیں مل سکا لیکن وہ کتاب آپ کو مل گئی، آپ کا مقصد حاصل ہو گیا آپ کو مبارکباد دیتے ہیں اور اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ ہمارے ساتھ رابطہ قائم رکھیں گے۔

ایک پیسے کا اس کو فائدہ نہیں ہوا فون لندن سے کراچی اپنے خرچے پر کیا پھر خط بھی بھیج رہا ہے۔ **(568)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

كان تاجر يُداينُ الناسَ فإذا رأىٰ مُعسِراً قال لفتيانه: تَجَاوزُوا عنه لعلَّ الله أن يتجاوزَ عنّا فتجاوَزَ اللهُ عنه۔(569)

ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوکروں سے کہہ دیتا کہ اس سے درگزر کر جاؤ۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے (آخرت میں) درگزر فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے مرنے کے بعد) اس کو بخش دیا۔

- حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے:

طلب غريماً له فتَوارىٰ عنه ثم وجدَه فقال: إني مُعسِرٌ فقال: آللهِ قال: آللهِ قال: فإني سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: من سَرَّهُ أَن يُنجيَهُ اللهُ من كُرَبِ يومِ القيامة فليُنَفِّس عن مُعسِرٍ أَو يَضَع عنه۔(570)

انہوں نے اپنے ایک قرض دار سے قرض کا مطالبہ کیا تو وہ ان سے چھپ گیا پھر اسے ملے تو اس نے کہا کہ میں تنگ دست ہوں اب قتادہ نے کہا اللہ کی قسم! اس نے کہا ہاں اللہ کی قسم! ابوقتادہ نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے تو چاہیے کہ وہ مفلس کو مہلت دے یا اسے معاف کردے۔

- حضرت اماغزالیؒ فرماتے ہیں:

کسی سے اتنا نفع نہ لے جتنا عادتاً نہیں لیا جاتا بلکہ تھوڑا بہت نفع لینے کی اجازت ہے، کیونکہ تجارت بہرحال نفع کے لیے ہوتی ہے۔ اور نفع لینے میں خریدار کا کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوگا۔ لیکن نفع زیادہ نہ ہونا چاہیے۔ اور نفع کی زیادتی وہ ہے جس کا عادتاً معمول نہ ہو۔

خریدار جب کسی چیز کو زیادہ نفع پر خریدتا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا، یا تو اسے اس چیز کی خواہش زیادہ ہوتی ہے یا ضرورت زیادہ ہوتی ہے ان دونوں صورتوں میں بائع جانتا ہے کہ مشتری اس کی بتلائی ہوئی قیمت پر ہرحالت میں خریدنے کی کوشش کرے گا۔ اب اگر بائع اسے کم قیمت بتائے، اور اپنے نفع کی زیادتی کے بجائے اس کی خواہش یا ضرورت کی رعایت کرے تو یہ احسان ہے۔(571)

- علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں:

اسی طرح ہم اپنے (تاجر) دوستوں کو رأس المال (یعنی اصل قیمت) پر بہت زیادہ نفع لینے سے بھی منع کریں اگرچہ خریدار (خوشی اور) طیب خاطر ہی سے کیوں نہ دیتا ہو اور اگر وہ خوشی سے زیادہ نفع دینے پر راضی نہ ہو یا اس کو اصل قیمت کی خبر ہی نہ ہو اس سے تو زیادہ نفع لینا بہت ہی برا ہے۔

اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کے رزق سے برکت زائل ہو جائے گی، کیونکہ جتنا زیادہ نفع لیا جاتا ہے اس کو وہ جن چرا لیتے ہیں جو ایسے خرید وفروخت کی خبروں پر مقرر کیے گئے ہیں جس میں مکر وفریب یا کسی کی ہیبت وخوف سے کام لیا گیا ہو یا وہ (معاملہ شرعا) باطل ہو جیسا کہ امام جامع ازھر شیخ عثمانؒ کو ایک طویل قصہ میں ایسا واقعہ پیش آیا ہے جب کہ جن ان کے پاس پڑھا کرتے تھے۔

پس عزیز من! (ہمیشہ) تھوڑے نفع سے (اپنی چیزیں) بیچا کرو اور اگر خریدنے والا (تم کو) زیادہ نفع (اپنے آپ بھی) دے تو اس کو (فوراً) واپس کر دیا کرو اور میں خدا تعالیٰ پر (بھروسہ کر کے) تمہارے لیے رزق میں برکت کی اور (قلبی) حلاوت کی ذمہ داری لیتا ہوں جس کو تم اپنے دل میں اس زیادہ نفع سے بھی لذیذ تر پاؤ گے اور اگر (اتفاقاً) کوئی چیز تم نے (بہت) سستے داموں (میں) خریدی ہو (اور دوسرے کے ہاتھ اس کو بازاری قیمت پر فروخت کرنا چاہو) تو خریدار کو اس کی اطلاع کر دو (کہ مجھے یہ چیز بہت سستے داموں میں ملی ہے، مگر اسکی اصل قیمت وہی ہے جو میں تم سے لے رہا ہوں) ورنہ (اگر تم نے خریدار کو اس کی اطلاع نہ کی تو) تم اس کو دھوکہ دینے والے ہوں گے (کیونکہ وہ یہی سمجھے گا کہ جس قیمت پر میں خرید رہا ہوں بائع کو اسی کے قریب قریب داموں میں یہ چیز ملی ہوگی اور اس نے مجھ سے زیادہ نفع نہیں لیا اور اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم کو بہت کم داموں میں یہ چیز ملی تھی اور تم نے اس سے زیادہ نفع لیا ہے تو شاید وہ ان داموں سے خریدنے پر راضی نہ ہوتا۔ پس اس کو دھوکہ میں مت ڈالو) جیسا کہ تم نے اس شخص کو دھوکہ دیا ہے جس نے تمہارے ہاتھ یہ چیز (بہت کم داموں میں) فروخت کی تھی کہ تم نے معمولی قیمت سے کم (قیمت) میں اس کی چیز خرید لی (اور اس کو خبر بھی نہ کی کہ اس کی اصلی قیمت یہ نہیں ہے، بلکہ اس سے زیادہ ہے۔

پس عزیز من! (اس مکر وفریب سے) اپنے دین کو بچاؤ کیونکہ (جو فائدہ اس طرح حاصل کیا جائے گا وہ گندہ ہے اور) تم وہی کھاؤ گے جو اپنے واسطے پکاؤ گے (یہ نہیں ہوسکتا کہ تم مردار کا سڑا ہوا گوشت پکاؤ اور وہ نہایت عمدہ اور لذیذ ہو جائے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ تم مکر وفریب سے دنیا کماؤ اور اس کے کھانے سے تمہارے دل میں ایمان کی حلاوت پیدا ہو جائے)۔ **(572/1)**

● **ہم اپنی نیکیاں نہیں بیچتے:** حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں عراق کی دیہات کے ایک چوہدری نے حضرت ابن جعفرؓ سے کہا کہ وہ اس کی ایک ضرورت کے بارے میں حضرت علیؓ سے سفارش کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ سے اس کی سفارش کر دی۔ حضرت علیؓ نے اس کی وہ ضرورت پوری کر دی۔ اس پر اس چوہدری نے حضرت ابن جعفرؓ کے پاس چالیس ہزار بھیجے لوگوں نے بتایا کہ یہ اس چوہدری نے بھیجے ہیں تو انہیں واپس کر دیا اور فرمایا ہم نیکی بیچا نہیں کرتے۔

● **میں نے اللہ کے لیے کام کیا تھا:** حضرت عمرو بن دینارؒ کہتے ہیں حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو بیت المال کا ذمہ دار ونگران مقرر کیا اور انہیں تین لاکھ اس خدمت کے عوض دینے چاہے تو حضرت عبداللہ بن ارقم نے لینے سے

انکار کردیا اور حضرت امام مالکؒ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو تیس ہزار بطور معاوضہ کے دینے چاہے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ میں نے تو اللہ کے لیے کام کیا تھا۔

● **درہم کی تھیلی واپس کردی:** حضرت معاویہ بن قرۃؓ کہتے ہیں میں حضرت عمرو بن نعمان بن مقرنؓ کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا جب رمضان شریف کا مہینہ آیا تو ایک آدمی دراہم کی تھیلی لے کر ان کے پاس آیا اور کہا امیر حضرت مصعب بن زبیرؓ آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں قرآن کے ہر قاری کی خدمت میں ہماری طرف سے عطیہ ضرور پہنچ گیا ہے (اس لیے آپ کی خدمت میں بھی بھیجا ہے) یہ دراہم اپنی ضرورت میں خرچ کرلیں تو حضرت عمرو بن نعمان نے لانے والے سے کہا جا کر ان سے کہہ دینا اللہ کی قسم! ہم نے قرآن دنیا حاصل کرنے کے لیے نہیں پڑھا اور وہ تھیلی ان کو واپس کردی۔ **(572/2)**

● **تین سو درہم کا گھوڑا آٹھ سو درہم میں خریدنا:** ایک مرتبہ حضرت جریر بن عبداللہؓ نے تین سو درہم میں ایک گھوڑا خریدا حضرت جریرؓ نے گھوڑے کے مالک سے کہا آپ کا گھوڑا تین سو درہم سے زیادہ قیمت کا ہے آپ اسے چار سو درہم میں بیچ دیں گے؟ مالک نے کہا جیسا آپ مناسب سمجھیں، حضرت جریرؓ نے پھر کہا آپ کا گھوڑا چار سو درہم سے بھی زیادہ قیمت کا ہے آپ اسے پانچ سو درہم میں بیچ دیں گے؟ اس طرح حضرت جریرؓ ہر مرتبہ سو سو درہم بڑھا کر پوچھتے رہے یہاں تک کہ اس کی قیمت آٹھ سو درہم تک پہنچ گئی۔ کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کروں گا۔ **(573/1)**

● **خریدار کی خیر خواہی میں چھ سو درہم کا نفع اسے واپس کرنا:** سفیان بن زیاد بغدادی کی ایک روایت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ تقویٰ و پرہیزگاری اور ورع واحتیاط کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ کاروبار کے لحاظ سے ابوحنیفہؒ خزاز تھے۔ کپڑوں کی بڑی تجارتی منڈی کے مالک تھے۔ خرید وفروخت میں بھی غایت درجہ ورع، حزم واحتیاط اور خرید وفروخت میں شرعی تقاضوں کو بڑی دقیقہ رسی سے ملحوظ رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے کوئی صاحب کوفہ اس غرض سے آئے کہ اپنے لیے گھریلو ضرورت کا سامان خرید لے۔ دوسری چیزوں کے علاوہ اسے کپڑے کی بھی ضرورت تھی۔ اپنے دوستوں کے سامنے اس نے مطلوبہ کپڑے کا ذکر کیا۔ تو اسے بتایا گیا کہ ان صفات کا کپڑا سوائے ایک فقیہ خزاز جس کا نام ابوحنیفہؒ ہے۔ دوسری کسی بھی جگہ آپ کو نہیں ملے گا۔ چنانچہ وہ امام صاحب کی دکان کی جانب روانہ ہوا تو دوستوں نے اسے سمجھایا کہ بھائی! جب تم اس کی دکان پر جاؤ اور وہ مطلوبہ کپڑا نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیں تو جو قیمت وہ بتائیں اس پر لے لینا۔ قیمت کم کرانے پر ہرگز نہ جھگڑنا۔ کہ وہاں بات ایک ہی ہوتی۔ چنانچہ وہ صاحب امام صاحب کی دکان دریافت کر کے دکان پر پہنچے۔ دکان میں امام صاحب کا ایک شاگرد بیٹھا ہوا تھا۔ اس شخص نے گمان کیا کہ یہی ابوحنیفہؒ ہیں۔ چنانچہ مطلوبہ کپڑے کا مطالبہ کیا۔ ابوحنیفہؒ کے شاگرد نے وہ کپڑا نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے قیمت دریافت کی تو بتایا گیا۔ کہ اس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے۔ چنانچہ

اس نے بھاؤ کم کرانے اور آخری قیمت چکانے کے جھگڑے میں پڑنے کے بجائے اسے ہزار درہم ادا کر دیئے۔کوفہ میں دیگر سامان ضرورت اور سودا سلف سے فارغ ہونے کے بعد وہ شخص مدینہ منورہ چلا گیا۔ادھر کچھ عرصہ بعد جب امام ابوحنیفہؒ نے کسی ضرورت سے اسی کپڑے کے بارے میں دریافت کیا۔تو آپ کے شاگرد نے عرض کیا۔کہ حضرت! وہ تو میں نے بیچ دیا ہے۔امام صاحب نے پوچھا کتنے میں؟ اس نے بتایا کہ ہزار درہم میں۔امام ابوحنیفہؒ یہ سن کر غصہ ہوئے اور فرمایا: تم میرے ساتھ دکان میں رہتے ہوئے بھی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو۔

چنانچہ آپ نے اس شاگرد کو اپنے کاروبار اور دکان سے علیحدہ کر دیا۔اور خود ہزار درہم لے کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔وہاں پہنچ کر اس شخص کو تلاش کر لیا۔جو ہزار درہم میں آپ کی دکان سے کپڑا لے کر گیا تھا۔دیکھا کہ وہ شخص وہ کپڑا پہنے ہوئے مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے۔چنانچہ امام صاحب نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو امام صاحبؒ آگے بڑھے اور فرمایا۔بھائی! یہ جو کپڑا تم نے پہن رکھا ہے۔یہ میرا کپڑا ہے۔

وہ شخص حیران ہوا اور کہنے لگا وہ کیسے؟ حالانکہ یہ کپڑا تو میں نے کوفہ میں ابوحنیفہؒ فقیہ کی دکان سے ایک ہزار درہم میں خریدا ہے۔امام صاحب نے فرمایا: اگر تم ابوحنیفہ کو دیکھ لو تو کیا اسے پہچان لو گے۔کہنے لگا۔بالکل امام صاحب نے فرمایا کہ ابوحنیفہ تو میں ہی ہوں کیا آپ نے یہ کپڑا مجھ سے خریدا تھا؟ کہنے لگا: نہیں۔امام صاحب نے فرمایا۔اچھا! اپنے ہزار درہم لے لو اور مجھے میرا کپڑا واپس کر دو اور اس پر صحیح صورتِ حال اور حقیقت ظاہر کر دی۔وہ صاحب کہنے لگا نہیں حضرت! میں اس کپڑے کو کئی مرتبہ پہن چکا ہوں۔یہ ہرگز مناسب نہیں کہ استعمال کرنے کے بعد اب آپ کو واپس کر دوں اور اگر آپ چاہیں تو اس کی اصل قیمت ہزار درہم سے جو زائد بنتی ہے۔وہ میں اپنے پاس سے ادا کر دوں۔

امام صاحب نے فرمایا۔نہیں ایسا ہرگز نہیں۔میں آپ سے اس کی زائد قیمت کی وصولی کے لیے نہیں آیا۔اصل بات یہ ہے کہ اس کپڑے کی قیمت چار سو درہم ہے۔میرے ساتھی نے آپ کو ایک ہزار درہم پر اسے فروخت کر دیا ہے۔میں چاہتا ہوں کہ چھ سو روپیہ آپ کو واپس کر دوں اور کپڑا بھی آپ کے پاس رہے اور مجھے یقین ہے کہ اس معاملے پر آپ رضامند بھی ہو جائیں گے۔اور اگر یہ صورت آپ کو پسند نہ ہو تو ازراہِ کرم میرا کپڑا مجھے واپس کر دیں۔اور ہزار درہم کی رقم واپس لے لیں۔اور اس دوران آپ نے جو بار بار یہ کپڑا استعمال کیا ہے۔اس کی میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔

مگر وہ شخص کسی بھی صورت میں کپڑا واپس کرنے کے لیے رضامند نہیں تھے اور اس کا اصرار تھا کہ جس طرح اس حقیقت کے ظاہر ہونے سے قبل ہزار درہم کے دام یہ کپڑا میں نے لیا ہے اسی قیمت میں اب بھی میرے پاس رہے۔مگر امام صاحب نے اس پر راضی ہونے سے انکار کر دیا اور اپنی طرف سے تجویز کردہ مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر اصرار کیا۔چنانچہ وہ شخص مجبور ہو کر اس پر رضامند ہو گیا کہ 600 درہم واپس کر دیا جائے اور کپڑا بھی اصل قیمت 400 درہم کے عوض میں میرے پاس رہے۔چنانچہ امام صاحب نے 600 درہم بھی اسے واپس کر دیئے

اور کپڑا بھی اس کے پاس رہنے دیا۔اس کے بعد بڑی مسرت سے واپس کوفہ لوٹ آئے۔(573/2)

- **خریدار کی خیرخواہی میں دوسو درہم کا نفع اسے واپس کرنا:** یونس بن عبید کی دکان میں مختلف قسم کی پوشاکیں برائے فروخت رہا کرتی تھیں، بعض کی قیمت دوسو درہم تھی، اور بعض کی چارسو درہم۔ایک مرتبہ وہ اپنے بھتیجے کو دکان پر بٹھا کر نماز کے لیے چلے گئے، ایک اعرابی آیا اوراس نے چارسو درہم کی پوشاک طلب کی، لڑکے نے چارسو کے بجائے دوسو درہم والی پوشاک دکھلائی، اعرابی نے خوشی خوشی قیمت ادا کی، اور پوشاک لے کر چلا گیا یونس ابن عبید نماز پڑھ کر واپس آرہے تھے، اعرابی کے ہاتھ میں پوشاک دیکھی تو سمجھ گئے کہ وہ اس کی دکان سے آرہا ہے۔ قیمت معلوم کی۔اس نے بتلایا کہ میں یہ پوشاک چارسو درہم میں خرید کرلا رہا ہوں، یونس ابن عبید نے کہا کہ اس کی قیمت دوسو درہم سے زیادہ نہیں ہے۔اس لیے تم واپس جاؤ اور اپنے دوسو درہم وصول کرو۔اعرابی نے کہا اول تو یہ پوشاک ہمارے شہر میں پانچ سو درہم سے کم کی نہیں ملتی، دوسری بات یہ کہ میں اس قیمت پر راضی ہوں، یونس نے کہا بھائی بحث نہ کرو۔میں تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں دین میں خیرخواہی دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔بالآخر اس کو دکان پر واپس لے گئے۔اور دوسو درہم واپس کیے، بعد میں اپنے بھتیجے کو ڈانٹا کہ تمہیں شرم نہیں آتی، اتنا زیادہ نفع لیتے ہوئے تم نے اللہ کا خوف محسوس نہیں کیا۔لڑکے نے کہا کہ: چچا جان! اس نے یہ قیمت اپنی مرضی سے دی ہے، میں نے جبر نہیں کیا تھا۔یونس نے جواب دیا: اس کے باوجود تمہیں خیرخواہی کرنی تھی۔تمہیں اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے تھا جو تم خود اپنے لیے پسند کرتے ہو۔اگر یہ چارسو درہم پوشاک کی اصل قیمت چھپا کر لے جاتے تو یہ ظلم ہوتا۔

- **خریدار کی خیرخواہی میں پانچ سو درہم کا نفع اسے واپس کرنا:** محمد بن المنکدرؒ کے پاس کچھ چوغے برائے فروخت تھے، بعض کی قیمت پانچ درہم تھی، اور بعض کی دس درہم۔ایک دن ان کی عدم موجودگی میں غلام نے پانچ درہم کی قیمت کا ایک چوغہ دس درہم میں فروخت کردیا، واپس آئے تو غلام کی اس حرکت پر سخت نالاں ہوئے، اوراس شخص کی تلاش میں نکل گئے جس نے یہ چوغہ خریدا تھا، دن بھر کی تلاش کے بعد وہ شخص ہاتھ آیا، صورت حال بیان کی، خریدار نے کہا آپ خواہ مخواہ پریشان ہوتے ہیں میں نے اتنی قیمت اپنی مرضی سے دی ہے، ابن المنکدرؒ نے جواب دیا کہ تم راضی ہو لیکن ہم تمہارے لیے وہی بات پسند کریں گے جو ہم اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔اس لیے اب تم یا تو دس درہم والا چوغہ خریدو، یا پانچ والا رکھو اور پانچ درہم ہم سے واپس لے لو، یا ہمارا چوغہ ہمیں لوٹا دو ہم تمہیں تمہارے درہم واپس کریں گے۔اس نے دوسری صورت قبول کرلی۔جب ابن المنکدر چلے گئے تو خریدار نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں، لوگوں نے بتلایا کہ ان کا نام محمد بن المنکدر رہے۔خریدار نے کہا لا الہ الا اللہ یہی وہ لوگ ہیں جن کی بدولت ہمیں قحط سالی میں پانی عطا کیا جاتا ہے۔

- **خریدار کی خیرخواہی میں بکی ہوئی چیز واپس لے لینا:** مکہ میں ایک شخص نواس نام کا تھا۔اس کے پاس ایک بیمار اونٹ

تھا۔عبداللہ بن عمرؓ گئے اوراس کے شریک سے وہی اونٹ خریدلائے۔وہ شخص آیاتواس کے ساتھی نے کہا کہ ہم نے تووہ اونٹ بیچ دیا۔اس نے پوچھا کہ کسے بیچا؟ شریک نے کہا کہ ایک شیخ کے ہاتھوں جواس طرح کے تھے۔اس نے کہاافسوس! وہ توعبداللہ بن عمرؓ تھے۔چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوااورعرض کیا کہ میرے ساتھی نے آپ کومریض اونٹ بیچ دیاہےاورآپ سے اس نے اس کے مرض کی وضاحت بھی نہیں کی۔عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ پھراسے واپس لے جاؤ۔ بیان کیا کہ جب وہ اس کولے جانے لگاتوعبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اچھارہنے دوہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں(آپ نے فرمایاتھا کہ)"لَاعَدْوَی"یعنی امراض چھوت والےنہیں ہوتے۔**(573/3)**

- **خریداراورفروخت کنندہ کااحسان میں مقابلہ:** احسان کاصحیح سبق حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعے سے ملتا ہے کہ انہوں نے ساٹھ دینار میں بادام کی ایک بوری خریدی، اوراپنے حساب کے رجسٹر میں اس کانفع دس دینار میں نصف دینار کے حساب سے تین دینارلکھ لیا، اچانک بادام گراں ہوگیا، اورساٹھ دینارکی بوری نوے دینار میں ملنے لگی۔اسی دوران ایک دلال ان کی دکان پرآیااوربادام کی قیمت معلوم کی۔سری سقطیؒ نے تریسٹھ دینار بتلائی، دلال نے کہااب بادام گراں ہوگیاہے، بازار میں اس کی قیمت نوے دینار ہے، سرّی سقطیؒ نے کہا کہ میں نےتوتریسٹھ دینار میں بیچنے کاعہد کررکھاہے، اس لیے اس سے زیادہ ایک دینار بھی قبول نہ کروں گا۔دلال نے کہا کہ میں نوے سے کم پر ہرگزنہیں لوں گا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیاہے کہ کسی مسلمان کونقصان نہیں پہنچاؤں گا۔راوی کہتاہے کہ وہ بادام نہ دلال نے تریسٹھ میں خریدےاورنہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے نوے میں فروخت کیے۔یہ احسان تھا، جس کاثبوت دلال اورسری سقطی دونوں دے رہے تھے۔
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ درّہ ہاتھ میں لے کرکوفہ کے بازار میں گشت لگایاکرتے تھے، اورفرمایاکرتے تھے کہ

  اے تاجرو!اپناحق لو، اپناحق لینے ہی میں سلامتی ہے، کم نفع نہ ٹھکراؤ، ایسانہ ہوکہ تم زیادہ سے زیادہ کے چکر میں محروم کردیے جاؤ۔
- حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کی مالداری کاسبب کیاہے؟ فرمایا کہ

  تین باتوں نے میری دولت میں اضافہ کیاہے، ایک یہ کہ میں نفع کی قلت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اگرکسی چیز پرمعمولی نفع بھی ملےتوبیچنے میں تاخیرنہیں کرتا۔تیسرے یہ کہ میں ادھارفروخت کرنے کاقائل نہیں ہوں۔ایک مرتبہ آپ نے ایک ہزاراونٹنیاں خریدی ہوئی قیمت پرفروخت کردیں نفع میں ان کی رسیاں باقی بچیں، ایک رسی کی قیمت ایک درہم تھی، اس حساب سے ایک ہزاردرہم کانفع ہوا، ایک ہزار درہم اس طرح بچ گئے کہ جس دن اونٹنیاں فروخت ہوئیں اس دن انہیں کھلانانہیں پڑا۔**(574)**
- تاجرکوچاہیے کہ تجارت میں ہمیشہ خیر کی نیت رکھے یہ قصدوارادہ نہ ہوکہ سارانفع مجھے ہی ملے دوسروں کوکچھ نہ ملے

یا دوسروں کو نقصان پہنچے جو اپنے لیے ناپسند ہو وہ اپنے بھائی کے لیے بھی ناپسند کرے۔(575)

- کاروباری پڑوسی کی طرف سے دی گئی تکلیف کو برداشت کرنا اور اچھائی کے ساتھ اس کا بدلہ دینا بھی احسان میں داخل ہے اور یہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق میں سے ہے۔(576)

(4) جتنا دینے کا حق بنتا ہے اس سے زیادہ/ بہتر دینا

- حضرت سوید بن قیسؓ سے روایت ہے

جَلَبتُ أنا و مَخرَمَةُ العبدیُ بَزّاً مِن هَجَر فأتینا به مکةَ فجائنا رسولُ اللہ صلی اللہ علیه وسلم فساوَمَنا سَرَاویلَ فِبعنا منه فَوَزَنَ ثمنَه وقال للذی یزِنُ: زِنْ وارْجِح۔(577)

میں نے اور مخرمہ عبدی نے ہجر سے کپڑا لیا اور اسے (بیچنے کے لیے) مکہ لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے، اور ہم سے پائجامہ کے کپڑے کے لیے بھاؤ تاؤ کیا ہم نے اسے بیچ دیا اور وہاں ایک شخص تھا جو معاوضہ لے کر وزن کیا کرتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: تولو اور جھکا ہوا تولو۔

- ایک اور حدیث میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے:

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا۔ میرا اونٹ تھک کر سست ہو گیا۔ اتنے میں میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے .... اور فرمایا کیا تم اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا جی! چنانچہ آپ ﷺ نے ایک اوقیہ چاندی میں خرید لیا، رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے ہی مدینہ پہنچ گئے تھے۔ اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا۔ پھر ہم مسجد آئے تو نبی کریم ﷺ مسجد کے دروازہ پر ملے۔ .... اس کے بعد آپ ﷺ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ میرے لیے ایک اوقیہ چاندی تول دیں۔ انہوں نے ایک اوقیہ چاندی جھکتی ہوئی تول دی۔(578)

- مالک ابوصفوان بن عمیرہؓ سے روایت ہے

بِعتُ مِن رَسُولِ اللہِ ﷺ رجلَ سَرَاوِیلَ قَبلَ الهِجرَةِ فَوَزَنَ لی فَأَرجَحَ لِی۔(579)

ہجرت سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک پاجامہ بیچا، آپ نے مجھے قیمت تول کر دی، اور جھکا کر دی۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

أَنَّ رَجُلًا تَقَاضَى رَسُولَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَأَغلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الحَقِّ مَقَالًا وَاشتَرُوا لَهُ بَعِيرًا فَأَعطُوهُ إِيَّاهُ

وَقَالُوا: لاَ نَجِدُ إِلّاَ أَفضَلَ مِن سِنِّهٖ قَالَ: اشتَرُوهُ فَأَعطُوهُ إِيَّاهُ فَإِنَّ خَيرَكُم أَحسَنُكُم قَضَاءً۔(580)

ایک شخص نے رسول اللہ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت سست کہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو سزا دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہنے دو۔ صاحب حق کے لیے کہنے کا حق ہوتا ہے اور اسے ایک اونٹ خرید کر دے دو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ سے (جو اس نے آپ کو قرض دیا تھا) اچھی عمر ہی کا اونٹ مل رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہی خرید کے اسے دے دو۔ کیونکہ تم میں اچھا وہی ہے جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔

(5) جتنا جس طرح لینے کا حق بنتا ہے اس سے کم لینا، چشم پوشی کرنا

قرآن کریم میں آتا ہے:

وَإِن كَانَ ذُو عُسرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيرٌ لَكُم إِن كُنتُم تَعلَمُونَ۔ (بقرۃ:280)

اور اگر کوئی تنگدست (قرض دار) ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دینی ہے، اور صدقہ ہی کر دو تو یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے، بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔

- حضرت ابوقتادۃؓ سے مروی ہے:

فإنی سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: من سَرَّهُ أَن يُنجِيَهُ الله من كُرَبِ يومِ القيامة فَليُنَفِّس عن مُعسِرٍ أَو يَضَع عنه۔(581)

میں نے رسول اللہ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے تو چاہیے کہ وہ مفلس کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

من أَنظَر مُعسِراً أَو وضع عنه: أَظَلَّهُ الله فی ظِلِّه(582)

جو بندہ کسی غریب تنگدست کو (جس پر اس کا قرضہ وغیرہ ہو) مہلت دے دے یا (مطالبہ کل یا جز) معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو اپنے سایہ رحمت میں لے لے گا۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

مَن أَنظَرَ مُعسِراً أَو وَضَع له أَظَلَّهُ الله يومَ القيامة تحت ظِلِّ عَرشه يومَ لاظِلَّ إِلا ظِلّه۔(583)

جو شخص کسی تنگ دست (قرض دار) کو مہلت دے یا اس کا کچھ قرض معاف کر دے، تو اللہ اسے

قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ کے نیچے جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

سمع رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم صَوتَ خُصُومٍ بالباب عالِيَة أصوَاتُهُم وإِذَا أَحدُهما يستوضعُ الآخرَ ويَستَرفِقُهُ في شيءٍ فيقول: والله لا أَفعَلُ فخرج رسولُ الله صلى الله عليه وسلم عليهما فقال: أين المُتَأَلِّي على الله لا يفعل المعروفَ فقال: أنا يا رسول الله فله أيُّ ذلك أَحَبَّ۔ (584)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازے پر دو جھگڑا کرنے والوں کی آواز سنی جو بلند ہوگئی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے سے قرض میں کچھ کمی کرنے اور تقاضے میں کچھ نرمی برتنے کے لیے کہہ رہا تھا اور دوسرا کہتا تھا کہ اللہ کی قسم! میں یہ نہیں کروں گا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ اس بات پر اللہ کی قسم کھانے والے صاحب کہاں ہیں؟ کہ وہ ایک اچھا کام نہیں کریں گے۔ ان صحابی نے عرض کیا، میں ہی ہوں یا رسول اللہ! اب میرا بھائی جو چاہتا ہے وہی مجھ کو بھی پسند ہے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

وإذا أُتبِعَ أَحدُكم على مَليءٍ فَليَتبَع۔ (585)

اگر تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار پر حوالہ دیا جائے تو اسے قبول کرے۔

- کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إنه تقاضى ابنَ أبي حَدرَد دَيناً كان له عليه في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد فارتفعت أصواتهما حتى سمعهما رسولُ الله صلى الله عليه وسلم وهو في بيته فخرج إليهما حتى كشف سِجفَ حجرته فنادى فقال: يا كعبُ قال: قلتُ: لَبَّيك يا رسولَ الله فأشار بيده: أَن ضَعِ الشَّطرَ من دَينك قال كعبٌ: قد فعلتُ يا رسولَ الله قال: قُم فاقضِه۔ (586)

انہوں نے عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اپنے ایک قرض کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مسجد نبوی کے اندر تقاضا کیا۔ دونوں کی آواز کچھ اونچی ہوگئی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے حجرہ سے سن لیا۔ آپ اٹھے اور حجرہ پر پڑے ہوئے پردہ کو ہٹایا۔ آپ نے کعب بن مالک کو آواز دی، اے کعب! کعب بولے۔ یارسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ وہ اپنا آدھا قرض معاف کردے۔ کعب نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے

معاف کر دیا۔ آپ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا اچھا اب اٹھو اس کا قرضہ ادا کرو۔

(6) جس وقت حق بنتا ہے اس وقت نہ لینا، مہلت دینا

- ایک حدیث میں آتا ہے:

إن رَجلاً كان فى من كان قبلكم أتاه الملَكُ لِيَقبِضَ روحه فقيل: هل عملتَ من خير؟ قال: ما أعلم قيل له: انظر قال: ما أعلَمُ شيئاً غير أنى كنتُ أبايع الناس فى الدنيا واجازيهم فأُنظِرُ الموسرَ وأتجاوز عن المعسر فأدخله الله الجنة۔(587)

تم سے پہلے کسی امت میں ایک آدمی تھا، جب موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا (اور قبض روح کے بعد وہ اس دنیا سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو گیا) تو اس سے پوچھا گیا کہ تو نے دنیا میں کوئی نیک عمل کیا تھا؟ (جو تیرے لیے وسیلۂ نجات بن سکے) اس نے عرض کیا کہ میرے علم میں میرا کوئی (ایسا) عمل نہیں ہے۔ اس سے کہا گیا کہ (اپنی زندگی پر) نظر ڈال (اور غور کر!) اس نے پھر عرض کیا کہ میرے علم میں (میرا ایسا کوئی عمل اور) کوئی چیز نہیں سوائے اس کے کہ میں لوگوں کے ساتھ کاروبار اور خرید وفروخت کا معاملہ کیا کرتا تھا تو میرا رویہ ان کے ساتھ درگزر اور احسان کا ہوتا تھا، میں پیسے والوں اور اصحاب دولت کو بھی مہلت دے دیتا تھا (کہ وہ بعد میں جب چاہئیں ادا کریں) اور غریبوں مفلسوں کو معاف بھی کر دیتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے جنت میں داخلہ کا حکم فرما دیا۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

مَن كَانَ لَهُ عَلَى رَجلٍ حَقٌّ فَمَن أَخَّرَهُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ يَومٍ صَدَقَةٌ۔(588)

جس آدمی کا کسی دوسرے بھائی پر کوئی حق (قرضہ وغیرہ) واجب الاداء ہو اور وہ اس مقروض کو ادا کرنے کے لیے دیر تک مہلت دے دے تو اس کو ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ملے گا۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

كَانَ رَجُلٌ يُدَاينُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ: إِذَا أَتَيتَ مُعسِرًا فَتَجَاوَز عَنهُ لَعَلَّ اللهَ أَن يَتَجَاوَزَ عَنَّا۔ قَالَ: فَلَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَتَجَاوَزَ عَنهُ۔(589)

ایک آدمی تھا جو لوگوں کو قرض دے دیا کرتا تھا (تو جب اپنے غلام کو تقاضے کے لیے اور قرض وصول کرنے کے لیے بھیجتا) تو غلام سے کہتا اور اس کو ہدایت کر دیتا کہ جب تم قرضہ وصول کرنے کے لیے کسی غریب اور مفلس کے پاس جاؤ تو اس سے درگزر کرو، شاید (اس وجہ سے) اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے اور معاف فرما دے۔ یہ بیان فرما کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر جب مرنے کے بعد وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔

باب:۔3

کیوں خرچ کرنا ہے

فصل1: مال خرچ کرنے میں اچھی نیتیں

فصل2: مال خرچ کرنے میں بری نیتیں

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:۔1

مال خرچ کرنے میں اچھی نیتیں

(1) خرچ کرنے میں اللہ کی رضا کی نیت ہو (2) خرچ کرنے میں نفس کی اصلاح کی نیت ہو (3) خرچ کرنے میں خوش دلی اور بشاشت ہو

سوال: مال خرچ کرنے میں دنیا وآخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے کن نیتوں کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: مال خرچ کرنے میں دنیا وآخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے درج ذیل نیتوں کا ہونا ضروری ہے۔

(1) اللہ کے دین اور اللہ کے مخلوق پر خرچ کرتے ہوئے صرف اور صرف اللہ کی رضا کی نیت ہو

- قرآن کریم میں ہے:

وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابتِغَاءَ وَجهِ اللّٰهِ۔(بقرة:272)

جبکہ تم اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے سوا کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے۔

یعنی تم صرف اللہ کی رضا ہی کے لیے خرچ کرتے ہو، لہٰذا ان آداب کی رعایت کرو جن سے اللہ کی رضا حاصل ہو اور ان اعمال سے بچو جن سے اللہ کی ناراضگی ہوتی ہو اور جن سے صدقات باطل ہو جاتے ہوں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ نفی نہی کے معنی میں ہے یعنی تم نہ خرچ کرو مگر اللہ کی رضا کے لیے۔**(590)**

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَموَالَهُم فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَت سَبعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔(بقرة:261)

جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے (اور) ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے، اللہ بہت وسعت والا (اور) بڑے علم والا ہے۔

نیک کام میں خرچ کرنا باعتبار نیت کے تین قسم کا ہے۔ایک نمائش کے ساتھ اس کا کچھ ثواب نہیں۔دوسرے ادنیٰ درجہ کے اخلاص کے ساتھ اس کا ثواب دس حصہ ملتا ہے "مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا" میں اس ادنیٰ درجہ ہی کا بیان

ہے۔ تیسرے زیادہ اخلاص یعنی اس کے اوسط یا اعلیٰ درجہ کے ساتھ اس کے لیے اس آیت میں وعدہ ہے دس سے زیادہ سات سو تک علی حسب تفاوت المراتب۔ **(591)**

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَن يَنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَ لَا دِمَاؤُهَا وَ لٰكِن يَنَالُهُ التَّقوٰى مِنكُم۔ (حج:37)

اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

یعنی جو جانور قربانی اور صدقہ وغیرہ میں ذبح کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ حاجت نہیں اس کے پاس نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ خون ان کو تو تم ہی کھا پی کر برابر کر دیتے ہو (کچھ گوشت خود کھایا کچھ اپنے گھر والوں کو کھلایا کچھ اصحاب واحباب کو دیا کچھ فقراء اور مساکین کو دیا یہ سب تمہارے اور تمہارے ابناء جنس ہی کے کام آ گیا) اللہ تعالیٰ کو تو تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے اخلاص کے ساتھ بہ نیت تقرب الی اللہ جانور ذبح کیے یا ریا کاری کے طور پر، خوش دلی سے قربانی کی ہے یا بددلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اس کے مطابق جزا دے گا جو چیز اللہ کے لیے قربان کی جا رہی ہے، وہ اچھی سے اچھی ہو خوش دلی سے بھی ہو۔ **(592)**

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيُطعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا، إِنَّمَا نُطعِمُكُم لِوَجهِ اللهِ لَا نُرِيدُ مِنكُم جَزَاءً وَلَا شُكُورًا۔ (دھر:8)

اور وہ اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِن تُبدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِن تُخفُوهَا وَتُؤتُوهَا الفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيرٌ لَكُم وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِن سَيِّئَاتِكُم وَاللهُ بِمَا تَعمَلُونَ خَبِيرٌ۔

(بقرة:271)

اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تب بھی اچھا ہے، اور اگر ان کو چھپا کر فقراء کو دو یہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے، اور اللہ تمہاری برائیوں کا کفارہ کر دے گا، اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَفَمَن أَسَّسَ بُنيَانَهُ عَلَى تَقوَى مِنَ اللهِ وَرِضوَانٍ خَيرٌ أَم مَن أَسَّسَ بُنيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللهُ لَا يَهدِى القَومَ الظَّالِمِينَ۔ (توبة:109)

بھلا کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر اٹھائی ہو، یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک ڈھانگ کے کسی گرتے ہوئے کنارے پر رکھی ہو، پھر وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں جا گرے؟ اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں پہنچاتا۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

صَدَقَةُ السِّرِّ تُطفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ۔ (593)

پوشیدہ طور پر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کا غصہ ٹھنڈا کرتا ہے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

قالت عائشة سألت رسول الله ﷺ عَنْ هذهِ الآية "والَّذين يُؤتُونَ ما آتوا وقُلُوبُهُم وجِلَةٌ" قالت عائشة أَهُمُ الذين يَشربُون الخمرَ ويَسرِقُونَ قال: لا يا بنتَ الصِّدِّيق ولكن هم الذى يَصُومون ويصلُّون ويَتَصَدَّقون ويخافُون أَن لا يُتقَبَّلَ منهم أولئک يُسارِعُونَ في الخيرات وهم لها سابقون۔ (594)

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے آیت "والَّذين يُؤتُونَ ما آتوا وقُلُوبُهُم وجِلَةٌ" کا مطلب دریافت کیا جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور اُس پر بھی اُن کے دل ڈرتے رہتے ہیں" حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: کیا اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ (یعنی کیا اُن کا ڈرنا گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہے؟) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدیق کی بیٹی! یہ مراد نہیں، بلکہ آیت کریمہ میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے والے اور صدقہ وخیرات کرنے والے ہیں اور وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ (کسی خرابی کی وجہ سے) اُن کے نیک اعمال قبول نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دوڑ دوڑ کر بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی لوگ اُن بھلائیوں کی طرف بڑھ جانے والے ہیں۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

ثلاث أُقسِمُ عليهن وأُحَدِّثُكم حديثاً فاحفظوه: ما نقص مالُ عبدٍ من

صدقة و لا ظُلِمَ عَبدُ مَظلمَةً فصبرَ عليها إلا زاده اللهُ بها عِزّاً و لا فتح عبدٌ بابَ مسألة إلا فتح اللهُ عليه بها بابَ فقرٍ أو كلمة نحوها۔ وأُحَدِّثكم حديثاً فاحفظوه إنما هذه الدنيا لأربعة نَفَرٍ: عبدٌ رزقه اللهُ مالاً وعلماً فهو يَتّقى فى ماله ربَّهُ ويَصِلُ به رَحِمَهُ ويعلم أنَّ لله فيه حقاً فهذا بأفضل المنازلِ وعبدٌ رزقه اللهُ علماً ولم يرزقه مالاً فهو صادقُ النية لله يقول: لو أنَّ لى مالاً لَعَمِلتُ بعملِ فلانٍ فأجره بنيته وفى رواية: فهو بنيته فأجرهما سواء وعبدٌ رزقه اللهُ مالاً ولم يرزقه علماً فهو يَخبِطُ فى ماله بغير علم لا يتّقى فيه ربّه ولا يصلُ به رَحِمَه ولا يعلم لله فيه حقاً فهذا بأخبث المنازل وعبدٌ لم يرزقهُ اللهُ مالاً ولا علماً فهو يقول: لو أنَّ لى مالاً لعملت فيه بعمل فلان فهو بنيته وَوِزرُهما سواء۔(595)

میں تین چیزیں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں اوراس کے بعد ایک بات خاص طور سے تمہیں بتاؤں گا اس کو اچھی طرح محفوظ رکھنا۔(وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں ان میں سے پہلی یہ ہے کہ) کسی بندہ کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا۔(دوسری یہ کہ) جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس صبر کی وجہ سے اس کی عزت بڑھاتے ہیں۔(تیسری یہ ہے کہ) جو شخص لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک بات تمہیں بتاتا ہوں اسے یاد رکھو۔ دنیا میں چار قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم عطا فرمایا ہو وہ (اپنے علم کی وجہ سے) اپنے مال کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (کہ اس کی مرضی کے خلاف خرچ نہیں کرتا بلکہ) صلہ رحمی (میں خرچ) کرتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس مال میں اللہ تعالیٰ کا حق ہے (اس لیے مال نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے) یہ شخص قیامت میں سب سے بہترین درجوں میں ہوگا۔ دوسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور مال نہیں دیا وہ سچی نیت رکھتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتا تو (اللہ تعالیٰ) اس کی نیت کی وجہ سے (اس کو بھی وہی ثواب دیتے ہیں جو پہلے شخص کا ہے اس طرح) ان دونوں کا ثواب برابر ہو جاتا ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا مگر علم عطا نہیں کیا، وہ اپنے مال میں علم نہ ہونے کی وجہ سے گڑبڑ کرتا ہے (بے جا خرچ کرتا ہے) نہ اس مال میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس مال میں حق ہے، یہ شخص قیامت میں بدترین درجہ میں ہوگا۔ چوتھا وہ شخص ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ مال دیا نہ علم

عطا کیا، وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں یعنی تیسرے آدمی کی طرح (بے جا خرچ) کرتا تو اس کو اس نیت کا گناہ ہوتا ہے اور اس کا اور تیسرے آدمی کا گناہ برابر ہوجاتا ہے یعنی اچھے یا برے عزم پر اسی جیسا ثواب اور گناہ ہوتا ہے جو اچھے یا برے عمل پر ہوتا ہے۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

لقد تركتم بالمدينةِ أقواماً ما سِرتُم مَسيراً ولا أَنفقُتم من نفقةٍ ولا قَطَعتم من وادٍ إلا وهم معكم فيه قالوا: يا رسول الله وكيف يكونُونَ معنا وهم بالمدينةِ قال: حَبَسَهُمُ العُذرُ۔(596)

تم نے مدینہ میں کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑا ہے کہ جس راستے پر بھی تم چلے، جو کچھ بھی تم نے خرچ کیا اور جس وادی سے بھی تم گزرے وہ ان اعمال (کے اجر و ثواب) میں تمہارے ساتھ شریک رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیسے ہمارے ساتھ شریک رہے حالانکہ وہ تو مدینہ میں ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (وہ تمہارے ساتھ نکلنے کی نیت رکھتے تھے، لیکن) عذر نے ان کو روک دیا۔

- ایک اور حدیث میں حضرت معن بن یزیدؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

وخاصمت إليه وكان أبي يزيد أخرج دنانير يتصدق بها فوضعها عند رجل في المسجد فأعطانيها ولم يَعرف فأتيتُه بها فقال: إني والله ما إيّاكَ أردتُ فخاصمتُهُ إلى رسولِ الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال: لكَ ما نويتَ يا يزيدُ ولكَ ما أخذتَ يا مَعنُ۔(597)

میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوا تھا، وہ یہ کہ میرے والد یزید نے کچھ دینار خیرات کی نیت سے نکالے اور ان کو انہوں نے مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیا۔ اس شخص نے وہ دینار مجھے دیدیے وہ مجھے نہیں جانتے تھے، جب میں وہ دینار لے کر والد صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میرا ارادہ تجھے دینے کا نہیں تھا۔ یہی مقدمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور آپ نے یہ فیصلہ دیا کہ دیکھو یزید جو تم نے نیت کی تھی اس کا ثواب تمہیں مل گیا اور معن! جو تو نے لیا وہ اب تیرا ہو گیا۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

قال رجل: لأتَصَدَّقَنَّ بصدقة فخرج بصدقتِهِ فوضعها في يدِ سارق فأصبحوا يتحدّثون: تُصُدِّق الليلةَ على سارق فقال: اللهم لكَ الحمد على سارق لأتصدقنّ بصدقة فخرج بصدقتِهِ فوضعها في يد

زانية فأصبحوا يتحدّثون: تُصُدِّق الليلةَ على زانية فقال: اللهم لک الحمد على زانية لأتصدقنّ بصدَقة فخرج بصدقتِهِ فوضعها في يد غَنيّ فأَصبحوا يتحدّثون: تُصُدِّقَ الليلةَ على غَنيّ فقال: اللهم لک الحمد على سارِق وزانية وغَنيّ فأُتيَ فقيل له: أمّا صدقتُک على سارق: فلعلّه أن يَستَعِفّ عن سرقته وأمّا الزانيةُ: فلعلها أن تستَعِفّ عن زِناها وأما الغنيُّ: فلعله يعتبرُ فينفِقُ مما أعطاه الله۔ (598)

(بنی اسرائیل کے) ایک آدمی نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں (آج رات چپکے سے) صدقہ کروں گا۔ چنانچہ رات کو چپکے سے صدقہ کا مال لے کر نکلا اور (بے خبری میں) ایک چور کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح لوگوں میں چرچا ہوا (کہ رات) چور کو صدقہ دیا گیا۔ صدقہ کرنے والے نے کہا: یا اللہ! (چور کو صدقہ دینے میں بھی) آپ کے لیے ہی تعریف ہے (کہ اس سے بھی زیادہ برے آدمی کو دیا جاتا تو میں کیا کر سکتا تھا) پھر اس نے عزم کیا کہ آج رات (بھی) ضرور صدقہ کروں گا (کہ پہلا تو ضائع ہو گیا) چنانچہ رات کو صدقہ کا مال لے کر نکلا اور (بے خبری میں) صدقہ ایک بدکار عورت کو دے دیا۔ صبح چرچا ہوا کہ آج رات بدکار عورت کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا: اے اللہ! بدکار عورت (کو صدقہ دینے) میں بھی آپ ہی کے لیے تعریف ہے (کہ میرا مال تو اس قابل بھی نہ تھا) پھر (تیسری مرتبہ) ارادہ کیا کہ آج رات ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ رات کو صدقہ کا مال لے کر نکلا اور اسے ایک مالدار کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح چرچا ہوا کہ رات مالدار کو صدقہ دیدیا گیا۔ اس نے کہا: اے اللہ مالدار کو صدقہ دینے پر آپ ہی کے لیے تعریف ہے (کہ میرا مال تو ایسے لوگوں کو دینے کے قابل بھی نہ تھا) خواب میں بتایا گیا کہ (تیرا صدقہ قبول ہو گیا ہے) تیرا صدقہ چور پر (اس لیے کرایا گیا) کہ ممکن ہے وہ اپنی چوری کی عادت سے توبہ کر لے اور بدکار عورت پر اس لیے کہ ممکن ہے وہ بدکاری سے توبہ کر لے (جب وہ دیکھے گی کہ بدکاری کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں تو اس کو غیرت آئے گی) اور مالدار پر اس لیے تاکہ اسے عبرت حاصل ہو (کہ اللہ تعالیٰ کے بندے کس طرح چھپ کر صدقہ کرتے ہیں، اس وجہ سے) ممکن ہے وہ بھی اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں) خرچ کرنے لگے۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

سَبعَةٌ يظِلُّهمُ الله في ظِلّهِ يوم لا ظِلَّ إلا: ظِلُّه: الإمامُ العادلُ وشابّ نشأفي عبادة الله عز وجل ورجل قلبه مُعَلّق بالمسجد إذا خرج منه حتى يعودَ

إلیه ورجلان تحابّا فی اللہ اجتمعا علی ذلک وتفرّقا علیه ورجل دَعَتهُ امرأة ذاتُ مَنصب وجمال فقال: إنی أخافُ اللہ ورجل تَصدّق بصدقة فأخفاها حتی لا تعلم شمالُهُ ما تُنفِقُ یمینه ورجل ذَکَرَ اللہ خالیاً ففاضت عیناه۔(599)

سات طرح کے آدمی ہوں گے۔ جن کو اللہ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی عمر سے مصروف رہا، تیسرے ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی للٰہی (اللہ کے لیے محبت) محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

لمّا خَلقَ اللہ الأرضَ جعلت تَمِیدُ فخلق الْجِبال فَعَادَ بِها عَلَیها فاستقرّت فعَجِبَتِ الملائکةُ من شِدّةِ الجبالِ فقالوا: یا رَبِّ هل خلقک شَیءٌ أشدُّ من الجبالِ قال: نعم الحدیدُ قالوا: یارب فهل خَلَقک شَیءٌ أشدُّ من الحدید قال: نعم النارُ فقالوا: یارب فهل من خَلقک شیءٌ أشدُّ من النار قال: نعم الماءُ قالوا: یارب فهل مِنْ خَلقِک شَیءٌ أشدُّ من الماءِ قال: نعم الرِّیحُ قالوا: یارب فهل مِنْ خَلقِک شَیءٌ أشدُّ من الرِّیحِ قال: نعم ابن آدم تصدَّق بصدقة بیمینه یُخْفِیهَا من شماله۔(600)

جب اللہ نے زمین بنائی تو وہ ہلنے لگی چنانچہ اللہ نے پہاڑ بنائے اور ان سے کہا: اسے تھامے رہو، تو زمین ٹھہر گئی (اس کا ہلنا بند ہوگیا) فرشتوں کو پہاڑوں کی سختی و مضبوطی دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! کیا آپ کی مخلوق میں پہاڑ سے بھی زیادہ ٹھوس کوئی چیز ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں لوہا ہے، انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! کیا آپ کی مخلوق میں لوہے سے بھی طاقتور کوئی چیز ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں آگ ہے، انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! کیا آپ کی مخلوق میں آگ سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں پانی ہے،

انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! کیا آپ کی مخلوق میں پانی سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں، ہوا ہے، انہوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! کیا آپ کی مخلوق میں ہوا سے بھی زیادہ طاقتور کوئی مخلوق ہے۔ اللہ نے فرمایا: ہاں، ابن آدم ہے جو اپنے داہنے ہاتھ سے اس طرح صدقہ دیتا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہونے پاتی۔

(2) اللہ کے دین اور اللہ کی مخلوق پر خرچ کرنے میں نفس کی اصلاح (مال کی محبت اور بخل کی خصلت نکالنے) کی نیت ہو

- قرآن کریم میں ہے:

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَموَالَهُمُ ابتِغَاءَ مَرضَاتِ اللهِ وَتَثبِيتًا مِن أَنفُسِهِم كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَت أُكُلَهَا ضِعفَينِ فَإِن لَم يُصِبهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللهُ بِمَا تَعمَلُونَ بَصِيرٌ۔ (بقرۃ:265)

اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے اور اپنے آپ میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ کسی ٹیلے پر واقع ہو، اس پر زور کی بارش برسے تو وہ دگنا پھل لے کر آئے۔ اور اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی برسے تو ہلکی پھوار بھی اس کے لیے کافی ہے، اور تم جو عمل بھی کرتے ہو اللہ اسے خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں مؤمنین صالحین مخلصین کے مال خرچ کرنے کی ایک مثال بتائی ہے اور اس مثال میں ان کے ثواب کی کثرت اور عنداللہ مقبولیت ظاہر فرمائی ہے، ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اور اس خرچ کرنے میں ان کی یہ بھی نیت ہے کہ ان کے نفس اس نیکی کرنے میں پختہ ہو جائیں تاکہ نفس خرچ کرنے کے خوگر رہیں اور کنجوسی کو پاس نہ آنے دیں تو ایسے لوگوں کے خرچ کرنے کی ثواب کے اعتبار سے ایسی مثال ہے جیسے کسی ٹیلے پر ایک باغیچہ ہو (ٹیلوں کی آب وہوا باغوں کے لیے نہایت مناسب ہوتی ہے) پھر اوپر سے زوردار بارش بھی ہو جائے تو زمین کو اور زیادہ قوت وطاقت پہنچ جائے جس کی وجہ سے دوگنے پھل آجائیں چونکہ یہ باغیچہ اونچے ٹیلہ پر ہے اس لیے زوردار بارش نہ ہو تو تھوڑا بہت چھینٹا بھی اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے جس طرح اس باغیچہ میں پھل خوب زیادہ کثیر مقدار میں آئیں گے اہل ایمان اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے جو مال خرچ کریں گے اس طرح ان کے خرچ کرنے کا ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ **(601)**

(3) اللہ کے دین اور اللہ کی مخلوق پر خرچ کرنا خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ ہو

- جب کسی مخلوق پر خرچ کریں تو خوش دلی اور طبیعت میں بشاشت اور جوش محبت ہو کہ اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی مخلوق پر، اللہ کے دین پر خرچ کر رہا ہوں، طبیعت پر بوجھ نہ ہو۔

- حدیث میں آتا ہے:

ثلاثٌ من فَعلهنّ فقد طَعم طَعم الإيمان: مَن عَبد الله وحدَهُ وعَلمَ أنه لا إله إلا الله وأعطى زكاةَ ماله طيّبَةً بها نفسُه رافِدَةً عليه كلّ عامٍ ولم يُعطِ الهَرِمَةَ ولا الدَّرِنَةَ ولا المريضة ولا الشَّرطَ اللئيمة ولكن من وسط أموالكم فإن الله لم يسألكم خيره ولم يأمركم بشرّه۔ (602)

کہ تین باتیں جس میں ہوں گی اسے ایمان کا (حقیقی) مزہ نصیب ہوجائے گا۔

جواللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرے، اس طرح زکوٰۃ ادا کرے کہ ادا کرتے وقت اندر سے جی خوش ہورہا ہو، زکوٰۃ کی ادائیگی میں اس کا نفس اس کی اعانت کررہا ہو (زکوٰۃ میں اگر جانور دے رہا ہو تو) بڑی عمر والا بوڑھا جانور نہ دے، نہ خارشی جانور دے، نہ گھٹیا مال دے، لیکن درمیانی درجہ کا مال دے، اللہ تعالیٰ تم سے نہ بہترین مال کا مطالبہ کرتے ہیں، نہ ردی، بے کار مال کا حکم دیتے ہیں۔

- قرآن کریم میں ہے:

وَمِنَ الأَعرَابِ مَن يُؤمِنُ باللهِ وَاليَومِ الآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَاتٍ عِندَ اللهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ أَلَا إِنَّهَا قُربَةٌ لَهُم سَيُدخِلُهُمُ اللهُ فِي رَحمَتِهِ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (توبة:99)

اور انہی دیہاتیوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو کچھ (اللہ کے نام پر) خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ کے پاس قرب کے درجے حاصل کرنے اور رسول کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہاں یہ ان کے لیے یقیناً تقرب کا ذریعہ ہے۔ اللہ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

فصل:2

خرچ کرنے میں بری نیتیں

(1) خرچ کرنے میں نام نمود اور شہرت کی نیت نہ ہو (2) خرچ کرنے میں احسان جتلانے کی نیت نہ ہو
(3) خرچ کرنے میں بدلہ کی نیت نہ ہو (4) خرچ کرتے ہوئے دل پر بوجھ نہ ہو
(5) کسی کی نیت پر حملہ نہ ہو

(1) اللہ کے دین، اللہ کی مخلوق اور اپنے اوپر خرچ کرنے میں نام نمود، دکھلاوہ، شہرت، دوسروں پر فوقیت جتلانے کی نیت نہ ہو

- قرآن کریم میں ہے:

وَالَّذِینَ یُنفِقُونَ أَموَالَهُم رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا یُؤمِنُونَ بِاللهِ وَلَا بِالیَومِ الآخِرِ وَمَن یَکُنِ الشَّیطَانُ لَهُ قَرِینًا فَسَاءَ قَرِینًا وَمَاذَا عَلَیهِم لَو آمَنُوا بِاللهِ وَالیَومِ الآخِرِ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللهُ وَکَانَ اللهُ بِهِم عَلِیمًا۔ (نساء:39-38)

اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں، اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ روز آخرت پر، اور شیطان جس کا ساتھی بن جائے تو وہ بدترین ساتھ ہوتا ہے۔ بھلا ان کا کیا بگڑ جاتا اگر یہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آتے اور اللہ نے ان کو جو رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ (نیک کاموں میں) خرچ کر دیتے؟ اور اللہ کو ان کا حال خوب معلوم ہے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تُبطِلُوا صَدَقَاتِکُم بِالمَنِّ وَالأَذَى کَالَّذِی یُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا یُؤمِنُ بِاللهِ وَالیَومِ الآخِرِ فَمَثَلُهُ کَمَثَلِ صَفوَانٍ عَلَیهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَکَهُ صَلدًا لَا یَقدِرُونَ عَلَى شَیءٍ مِمَّا کَسَبُوا وَاللهُ لَا یَهدِی القَومَ الکَافِرِینَ۔ (بقرة:264)

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو

جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس (مٹی کو بہا کر چٹان) کو (دوبارہ) چکنی بنا چھوڑے۔ ایسے لوگوں نے جو کمائی کی ہوتی ہے وہ ذرا بھی ان کے ہاتھ نہیں لگتی، اور اللہ (ایسے) کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔

- حدیث میں آتا ہے:

إنَّ أولَ النَّاسِ يُقضَى يومَ القيامةِ عليه: رجلٌ استُشهِدَ فأُتِيَ بِهِ فعَرَّفهُ نِعَمَهُ فعرفها قال: فما عملتَ فيها قال: قاتلتُ فيک حتى استُشهِدتُ فقال: كذبتَ ولکنک قاتلتَ لأن يقالَ: جَرِيئٌ فقد قيل ثم أُمِرَ به فَسُحِبَ على وَجهِهِ حتى أُلقِيَ في النَّارِ۔ ورجلٌ تَعَلَّمَ العِلمَ وَعَلَّمَهُ وقرأَ القرآن فَأُتِيَ بهِ فعرَّفهُ نِعَمَهُ فعرفَهَا قال: فما عملتَ فيها قال: تَعلَّمتُ العِلمَ وعلَّمتُهُ وقرأتُ فيک القرآنَ قال: كذبتَ ولکنک تعلَّمتَ العلم ليقال: عالمٌ وقرأتَ القرآن ليقال: هو قارئ فقد قيل ثُمَّ أُمِرَ به فَسُحِبَ على وجهه حتى أُلقِيَ في النَّارِ ورجلٌ وسَّعَ اللهُ عليه وأعطاهُ من أصنافِ المال كُلِّهِ فأُتِيَ بِهِ فعرَّفهَ نِعَمه فعرفها قال: فما عَمِلت فيها: قال: ما تَركتُ من سبيلٍ تُحِبُّ أَن يُنفَق فيها إلا أَنفقتُ فيها لک قال: كذبتَ ولکنک فعلت ليُقَال: هو جوادٌ فقد قيل ثم أُمِرَ به فَسُحِبَ على وجهه ثم أُلقِيَ في النَّارِ۔ (603)

قیامت کے دن سب سے پہلے جن کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا ان میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جو شہید کیا گیا ہوگا۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا، للہ تعالیٰ اپنی ان نعمتوں کا اظہار فرمائیں گے جو اس پر کی گئی تھیں وہ ان کا اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے آپ کی رضا کے لیے قتال کیا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جھوٹ بولتا ہے، تو نے جہاد اس لیے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں چنانچہ کہا جا چکا۔ پھر اس کو حکم سنا دیا جائے گا اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے علم دین سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن شریف پڑھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دی ہوئی نعمتوں کا اظہار فرمائیں گے اور وہ ان کا اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری رضا کے لیے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری ہی رضا کے لیے قرآن شریف پڑھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جھوٹ بولتا ہے تونے علم دین اس لیے سیکھا تھا کہ لوگ عالم کہیں اور قرآن اس لیے پڑھا تھا کہ لوگ قاری کہیں چنانچہ کہا جاچکا۔ پھر اس کو حکم سنایا جائے گا اور وہ منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تیسرا شخص وہ مالدار ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھرپور دولت دی ہوگی اور ہر قسم کا مال عطا فرمایا ہوگا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں بتلائیں گے وہ ان کا اقرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تونے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ عرض کرے گا: جن راستوں میں خرچ کرنا تجھے پسند ہے میں نے تیرا دیا ہو مال ان سب راستوں میں تیری رضا کے لیے خرچ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جھوٹ بولتا ہے، تونے مال اس لیے خرچ کیا تھا کہ لوگ سخی کہیں چنانچہ کہا جاچکا۔ پھر اس کو حکم سنادیا جائے گا اور وہ منہ کے بَل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

مَن صَلّٰی یُرَائِی فَقَد أَشرَکَ وَمَن صَامَ یُرَائِی فَقَد أَشرَکَ وَمَن تَصَدَّقَ یُرَائِی فَقَد أَشرَکَ۔ (604)

جس نے دکھلانے کے لیے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلانے کے لیے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلانے کے لیے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔

- ایک اور روایت میں ہے:

عَن شَدَّادِ بنِ أَوسٍ أَنَّهُ بَکٰی فَقِیلَ لَهُ: مَا یُبکِیکَ قَالَ: شَیئًا سَمِعتُهُ مِن رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ یَقُولُهُ فَذَکَرتُهُ فَأَبکَانِی سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: أَتَخَوَّفُ عَلٰی أُمَّتِی الشِّرکَ وَالشَّهوَةَ الخَفِیَّةَ قَالَ: قُلتُ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ أَتُشرِکُ أُمَّتُکَ مِن بَعدِکَ قَالَ: نَعَم أَمَا إِنَّهُم لَا یَعبُدُونَ شَمسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلَا وَثَنًا وَلٰکِن یُرَائُونَ بِأَعمَالِهِم وَالشَّهوَةُ الخَفِیَّةُ: أَن یُصبِحَ: أَحَدُهُم صَائِمًا فَتَعرِضُ لَهُ شَهوَةٌ مِن شَهَوَاتِهِ فَیَترُکُ صَومَهُ۔ (605)

حضرت شدّاد بن اَوسؓ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ وہ رونے لگے۔ لوگوں نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ایک بات یاد آگئی جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنی تھی، اس بات نے مجھے رلا دیا۔ میں نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں شرک اور شہوت خَفِیَہ کا ڈر ہے۔ حضرت شدادؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک

میں مبتلا ہوجائے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں (لیکن) وہ سورج اور چاند کی عبادت نہیں کرے گی اور نہ کسی پتھر اور بت کی، بلکہ اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ شہوتِ خَفِیَّہ یہ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے صبح روزہ دار ہو پھر اس کے سامنے کوئی ایسی چیز آجائے جو اِسے پسند ہو جس کی وجہ سے وہ اپنا روزہ توڑ ڈالے (اور اس طرح اپنی خواہش پوری کرلے)

- ایک اور حدیث میں ہے:

يُؤتَى يومَ القِيامَةِ بِصُحُفٍ مُخَتَّمَةٍ فَتُنصَبُ بَينَ يَدَيِ اللهِ تَبارَكَ وَتَعالَى فَيَقُولُ تَبارَكَ وَتَعالَى: أَلقُوا هَذِهِ واقبَلُوا هَذِهِ فَتَقُولُ المَلائِكَةُ: وَعِزَّتِكَ مَا رَأَينَا إِلَّا خَيرًا فَيَقُولُ عَزَّ وَجَلَّ: إِنَّ هَذَا كَانَ لِغَيرِ وَجهِي وَإِنِّي لَا أَقبَلُ اليَومَ مِنَ العَمَلِ إِلَّا مَا ابتُغِيَ بِهِ وَجهِي۔ (606)

قیامت کے دن مُہر شدہ اعمال نامے لائے جائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے نامۂ اعمال کے بارے میں فرمائیں گے ان کو قبول کرلو اور بعض لوگوں کے نامۂ اعمال کے بارے میں فرمائیں گے انکو پھینک دو۔ فرشتے عرض کریں گے: آپ کی عزت اور جلال کی قسم! ہم نے ان اعمال ناموں میں بھلائی کے علاوہ تو کچھ اور دیکھا نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: وہ اعمال میرے لیے نہیں کیے تھے اور میں آج کے دن ان ہی اعمال کو قبول کروں گا جو صرف میری رضا کے لیے کیے گئے تھے۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

مَن لَبِسَ ثَوبَ شُهرَةٍ فِي الدُّنيا أَلبَسَهُ اللهُ ثَوبَ مَذَلَّةٍ يومَ القِيامَةِ ثُمَّ أَلهَبَ فِيهِ نَارًا۔ (607)

جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا لباس پہنائے گا، پھر اس میں آگ بھڑکائے گا۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

الخَيلُ لِثَلاثَةٍ: لِرَجُلٍ أَجرٌ وَلِرَجُلٍ سِترٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجرٌ: فَرَجُلٌ رَبَطَهَا ص: فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرجٍ أَو رَوضَةٍ فَمَا أَصَابَت فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ فِي المَرجِ وَالرَّوضَةِ كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَو أَنَّهَا قَطَعَت طِيَلَهَا فَاستَنَّت شَرَفًا أَو شَرَفَينِ كَانَت آثَارُهَا وَأَروَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ وَلَو أَنَّهَا مَرَّت بِنَهَرٍ فَشَرِبَت مِنهُ وَلَم يُرِد أَن يَسقِيَ بِهِ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ فَهِيَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ أَجرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا وَلَم يَنسَ

حَقَّ اللهِ فِی رِقَابِهَا وَلاَ ظُهُورِهَا فَهِیَ لَهُ سِترٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخرًا وَرِئَاءً وَنِوَاءً فَهِیَ عَلَی ذَلِکَ وِزرٌ۔(608)

گھوڑے تین قسم کے آدمیوں کے پاس ہوتے ہیں ایک کے لیے اجر ہے دوسرے کے لیے پردہ پوشی اور تیسرے کے لیے بوجھ ہے پس وہ اجر تو اس شخص کے لیے ہے جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے پالا، پھر وہ اسے کسی چراگاہ یا باغ میں لمبی رسی سے باندھ دیتا ہے پس اس چراگاہ یا باغ میں جہاں تک وہ رسی پہنچے گی اتنی ہی اس شخص کو نیکیاں ملیں گی۔ پس اگر وہ رسی کو توڑ کر ایک دو ٹیلے پرے چلا جائے تو گھوڑے کے ہر قدم اور کودنے پھاندنے کے بدلے اس شخص کو نیکیاں ملیں گی اور اگر وہ کسی نہر کے پاس سے گزرے اور اس کا پانی پی لے، اگرچہ مالک کا ارادہ وہاں سے پانی پلانے کا نہ ہو تو اس آدمی کو اس کے بدلے بھی نیکیاں ملیں گی۔ اس مقصد کے لیے گھوڑا رکھنا تو آدمی کے لیے باعث اجر ہے اور جس آدمی نے اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرنے اور سوال سے بچنے کی غرض سے گھوڑا پالا اور اس کی گردن اور پیٹھ میں اللہ کا حق نہ بھلایا، تو اس مقصد کے لیے گھوڑا پالنا آدمی کے لیے پردہ پوشی ہے جس آدمی نے فخر و غرور یا امارت دکھانے یا اہل اسلام کے خلاف گھوڑا باندھا، تو یہ اس پر بوجھ ہے۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

الخَیلُ فِی نَوَاصِیهَا الخَیرُ مَعقُودٌ أَبَدًا إِلَی یَومِ القِیَامَةِ فَمَن رَبَطَهَا عُدَّةً فِی سَبِیلِ اللهِ وَأَنفَقَ عَلَیهَا احتِسَابًا فِی سَبِیلِ اللهِ فَإِنَّ شِبَعَهَا وَجُوعَهَا وَرِیَّهَا وَظَمَأَهَا وَأَروَاثَهَا وَأَبوَالَهَا فَلاَحٌ فِی مَوَازِینِهِ یَومَ القِیَامَةِ وَمَن رَبَطَهَا رِیَاءً وَسُمعَةً وَفَرَحًا وَمَرَحًا فَإِنَّ شِبَعَهَا وَجُوعَهَا وَرِیَّهَا وَظَمَأَهَا وَأَروَاثَهَا وَأَبوَالَهَا خُسرَانٌ فِی مَوَازِینِهِ یَومَ القِیَامَةِ۔(609)

گھوڑوں کی پیشانیوں کے ساتھ قیامت کے دن تک (یعنی ہمیشہ) کے لیے خیر وابستہ کر دی گئی ہے، پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ کے لیے تیاری کرتے ہوئے گھوڑا باندھا اور اسی کے راستے کی خاطر ثواب کی نیت سے اس پر خرچ کیا تو اس گھوڑے کا سیر ہونا، بھوکا ہونا، سیراب ہونا، پیاسا ہونا اور اس کی لید، پیشاب یہ سب چیزیں قیامت کے دن اس کے ترازوؤں میں کامیابی کا باعث ہوں گی۔ لیکن جس نے گھوڑے کو ریاکاری، شہرت اور اتراہٹ کے لیے پالا تو اس کا سیر ہونا، بھوکا ہونا، سیراب ہونا، پیاسا ہونا اور اس کی لید اور پیشاب یہ سب چیزیں قیامت کے دن اس کے ترازوؤں میں خسارے کا باعث ہوں گی۔

- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرانے کجاوے پر حج فرمایا، اور کجاوے پر ایک چادر تھی جس کی قیمت

چار درہم بھی نہیں تھی اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی:

اے اللہ! مجھے ایسے حج کی توفیق عطا فرما جس میں نہ ریا ہو اور نہ شہرت۔(610)

- ایک اور حدیث میں ہے:

رَأسُ الكُفرِ نَحوَ المَشرِقِ وَالفَخرُ وَالخُيَلاءُ فِي أَهلِ الخَيلِ وَالإِبِلِ وَالفَدَّادِينَ أَهلِ الوَبَرِ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهلِ الغَنَمِ۔(611)

کفر کی چوٹی مشرق میں ہے اور فخر اور تکبر کرنا گھوڑے والوں، اونٹ والوں اور زمینداروں میں ہوتا ہے جو (عموماً) گاؤں کے رہنے والے ہوتے ہیں اور بکری والوں میں دل جمعی ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اچانت ایک شخص نمودار ہوا نہایت سفید کپڑے بہت سیاہ بال سفر کا کوئی اثر یعنی گرد وغبار وغیرہ اس پر نمایا نہ تھا اور ہم میں سے کوئی اس کو جانتا بھی نہ تھا بالآخر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زانو بزانو ہو کر بیٹھ گیا اپنے دونوں ہاتھوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیا اور مختلف سولات کیے ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا:

فأخبرنى عن الساعة قال: ما المسؤول: عنها بأعلَم من السَّائِلِ۔ قال: فأخبرنى عن أماراتها قال: أن تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتُها وأن تَرَى الحُفَاةَ العُرَاةَ العالَةَ رِعاءَ الشاءِ يتطاوَلون فى البُنيان۔(612)

قیامت کی علامات بتائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کی علامات میں سے یہ بات ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں ننگے جسم تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتوں پر اترائیں گے۔

- ایک اور حدیث میں ہے:

الوَلِيمَةُ أَوَّلَ يَومٍ حَقٌّ وَالثَّانِيَ مَعرُوفٌ وَالثَّالِثَ رِيَاءٌ وَسُمعَةٌ۔(613)

ولیمہ پہلے دن حق ہے، دوسرے دن عرف اور دستور کے موافق اور تیسرے دن ریا کاری اور شہرت ہے۔

(2) دوسروں پر خرچ کرتے ہوئے احسان جتلانے، تنگ کرنے کی نیت نہ ہو

جس پر مال خرچ کریں اس پر احسان نہ جتائیں، طعنے دے کر ذلیل کر کے تنگ نہ کریں، اس سے سارا اجر وثواب ضائع ہو جاتا ہے۔(614)

- قرآن کریم میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى لَّهُمْ

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى، وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ۔ (سورۃ البقرۃ:63-262)

جولوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے، نہ ان کو کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی غم پہنچے گا، بھلی بات کہہ دینا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور اللہ بڑا بے نیاز، بہت بردبار ہے۔

اسی حقیقت کو قرآن کریم نے ایک دل نشین تشبیہ سے واضح کیا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا۔ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (سورۃ البقرۃ:264)

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس (مٹی کو بہا کر چٹان) کو (دوبارہ) چکنی بنا چھوڑے۔ ایسے لوگوں نے جو کمائی کی ہوتی ہے وہ ذرا بھی ان کے ہاتھ نہیں لگتی۔ اور اللہ (ایسے) کافروں کو ہدایت نہیں پہنچاتا۔

ریاکاری، من واذی کی ایک اور قرآنی تشبیہ:

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔

(سورۃ البقرۃ:266)

کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں (اور) اس کو اس باغ میں اور بھی ہر طرح کے پھل حاصل ہوں، اور بڑھاپے نے اسے آ پکڑا ہو، اور اس کے بچے ابھی کمزور ہوں، اتنے میں ایک آگ سے بھرا بگولا آ کر اس کو اپنی زد میں لے لے اور پورا باغ جل کر رہ جائے؟ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم غور کرو۔

''من واذیٰ'' کی بنیاد:

''من اوراذیٰ'' کی بنیاد اس پر ہے کہ دینے والا خود کو محتاج کا محسن سمجھتا ہے، یہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسی علامات بتائی جائیں جن سے یہ سمجھ میں آجائے کہ دینے والے نے اپنے نفس کو محسن نہیں سمجھا، اس کی ایک واضح علامت یہ ہے کہ دولت مند شخص یہ تصور کرے کہ فقیر نے اس کا کچھ نقصان کر دیا ہے یا وہ اس کے دشمن سے جا ملا ہے، اب دل کو ٹٹولے اور یہ دیکھے کہ فقیر کو صدقہ دینے سے پہلے اگر اس طرح کی کوئی صورت پیش آتی اور طبیعت کو بری لگتی، اتنی ہی بری اب بھی ہے یا کچھ زیادہ، اگر زیادہ ہے تو یہ سمجھ لو کہ اس کے صدقہ میں ''من'' ضرور موجود ہے، اس لیے کہ اس نے صدقہ دینے کے بعد اس کی توقع کی ہے جو صدقہ دینے سے قبل نہیں کی تھی۔**(615)**

- قرآن کریم میں ہے:

إِن تُبدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَإِن تُخفُوهَا وَتُؤتُوهَا الفُقَرَاءَ فَهُوَ خَیرٌ لَكُم وَیُكَفِّرُ عَنكُم مِن سَیِّئَاتِكُم وَاللّٰهُ بِمَا تَعمَلُونَ خَبِیرٌ لَیسَ عَلَیكَ هُدَاهُم وَلَكِنَّ اللّٰهَ یَهدِی مَن یَشَاءُ وَمَا تُنفِقُوا مِن خَیرٍ فَلِأَنفُسِكُم وَمَاتُنفِقُونَ إِلَّا ابتِغَاءَ وَجهِ اللّٰهِ وَمَا تُنفِقُوا مِن خَیرٍ یُوَفَّ إِلَیكُم وَأَنتُم لَا تُظلَمُونَ۔ (بقرة:271-272)

اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تب بھی اچھا ہے، اور اگر ان کو چھپا کر فقراء کو دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، اور اللہ تمہاری برائیوں کا کفارہ کر دے گا، اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ (اے پیغمبر) ان (کافروں) کو راہ راست پر لے آنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے راہ راست پر لے آتا ہے۔ اور جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو وہ خود تمہارے فائدے کے لیے ہوتا ہے جبکہ تم اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے سوا کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے۔ اور جو مال بھی تم خرچ کرو گے تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

''**وَمَاتُنفِقُوا مِن خَیرٍ فَلِأَنفُسِكُم**'' صاحب روح المعانی اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو مال بھی نیک کاموں میں خرچ کرو گے اس کا نفع تم ہی کو ہوگا، لہٰذا مَنّ اور اَذٰی اور ریاکاری سے اسے ضائع نہ کرو۔**(616)**

(3) دوسروں پر خرچ کرتے ہوئے بدلہ کی نیت نہ ہو

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ خرچ خالصتاً لوجہ اللہ کیا جائے، کسی قسم کی دنیاوی غرض نہ ہو، قرآن کریم میں ہے:

اِنَّمَا نُطعِمُکُم لِوَجهِ اللّٰهِ لَا نُرِیدُ مِنکُم جَزَآءً وَّ لَا شُکُورًا۔

(سورة الدهر:9)

(اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔

- قرآن کریم میں ہے:

وَمَا آتَيتُم مِن رِبًا لِيَربُوَ فِي أَموَالِ النَّاسِ فَلَا يَربُو عِندَ اللهِ وَمَا آتَيتُم مِن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجهَ اللهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ المُضعِفُونَ۔ (روم:39)

اور یہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے نزدیک بڑھتا نہیں ہے۔ اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو، تو جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں وہ ہیں جو (اپنے مال کو) کئی گنا بڑھا لیتے ہیں۔

- حضرت عبداللہ بن بریدہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا کہ میں اپنی ماں پر ایک باندی صدقہ کی تھی اور وہ فوت ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَجَبَ أجرُكِ وردَّها عليكِ الميراثُ۔ (617)

تیرا اجر لازم ہے اور وہ وارثت نے تجھ پر اسے لوٹا دیا۔

- حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے ایک شخص کو دے دیا تھا، پھر میں نے دیکھا وہ اسے بیچ رہا ہے، اس لیے میں نے رسول اللہ پوچھا کہ اسے واپس میں ہی خریدلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَشتَرِهِ وَلَا تَعُد فِي صَدَقَتِكَ۔ (618)

اس گھوڑے کو نہ خرید و م اپنا دیا ہوا صدقہ واپس نہ لو

(4) دوسروں پر خرچ کرتے ہوئے تنگ دلی طبیعت میں گرانی اور بوجھ نہ ہو۔

- قرآن کریم میں ہے:

وَمِنَ الأَعرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ مَغرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ عَلَيهِم دَائِرَةُ السَّوءِ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (توبة:98)

انہیں دیہاتیوں میں وہ بھی ہیں جو (اللہ کے نام پر) خرچ کیے ہوئے مال کو ایک تاوان سمجھتے ہیں، اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ تم مسلمانوں پر مصیبتوں کے چکر آپڑیں۔ (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ) بدترین مصیبت کا چکر تو خود ان پر پڑا ہوا ہے۔ اور اللہ ہر بات سنتا، سب کچھ جانتا ہے۔

- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

إذا اتُّخِذَ الفيئُ دُولاً والأمانةُ مغنماً والزكاةُ مغرماً۔۔۔۔۔ فليرتقبوا عند ذلك ريحاً حمراءَ وزلزلةً وخسفاً ومسخاً وقذفاً وآياتٍ تتتابع كنظامٍ

قُطِعَ سلکُہ فتتابع۔ (619)

جب مالِ غنیمت کو اپنی ذاتی دولت سمجھا جانے لگے، امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جانے لگے اور زکوۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے (یعنی خوشی سے دینے کے بجائے ناگواری سے دی جائے) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلے، زمین میں دھنس جانے، آدمیوں کی صورت بگڑ جانے اور آسمان سے پتھروں کے برسنے کا انتظار کرنا چاہیے، اور ایسے ہی مسلسل آفات اور بلاؤں کے آنے کا انتظار کرو جس طرح کسی ہار کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کی موتی پے در پے جلدی جلدی گرنے لگیں۔

(5) کسی کی نیت پر حملہ نہ ہو

- قرآن کریم میں ہے:

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (توبة:79)

(یہ منافق وہی ہیں) جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مومنوں کو بھی طعنے دیتے ہیں، اور ان لوگوں کو بھی جنہیں اپنی محنت (کی آمدنی) کے سوا کچھ میسر نہیں ہے اس لیے وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے، اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

باب:۔4

کیسے خرچ کرنا ہے؟

فصل 1: خرچ کرنے کے فضائل اور بخل کی مذمت

فصل 2: خرچ کرنے میں ظلم وعدل کی شکلیں

فصل 3: خرچ کرنے میں احسان کی شکلیں

المیزان مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:۔1

خرچ کرنے کے فضائل

(1) خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی، انبیاء کی اور نیک بندوں کی صفت ہے
(2) ہمیں بھی دوسروں پر خرچ کرنے کا حکم ہے (3) دوسروں پر خرچ کرنے کے بڑے فضائل ہیں
(4) خرچ نہ کرنے پر وعیدیں ہیں (5) دینے کی بالکل گنجائش نہ ہو تو اچھے انداز سے معذرت کریں

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں خرچ کے فضائل بیان کریں۔

جواب:

(1) خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی، انبیاء کی اور نیک بندوں کی صفت ہے۔

- خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

- قرآن کریم میں ہے:

وَقَالَتِ الیَهُودُ یَدُ اللهِ مَغلُولَةٌ غُلَّت أَیدِیهِم وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَل یَدَاهُ مَبسُوطَتَانِ یُنفِقُ کَیفَ یَشَآءُ۔(المائدة:64)

اور یہودی کہتے ہیں کہ: اللہ کے ہاتھ بندے ہوئے ہیں ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے۔ ورنہ اللہ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُل لَو أَنتُم تَملِکُونَ خَزَائِنَ رَحمَةِ رَبِّی إِذًا لَأَمسَکتُم خَشیَةَ الإِنفَاقِ وَکَانَ الإِنسَانُ قَتُورًا۔(اسراء:100)

(اے پیغمبر! ان کافروں سے) کہہ دو کہ: اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے کہیں تمہارے اختیار میں ہوتے تو تم خرچ ہوجانے کے ڈر سے ضرور ہاتھ روک لیتے۔ اور انسان ہے ہی بڑا تنگ دل۔

● ایک حدیث قدسی میں ہے:

قال اللہ عز وجل: یا ابنَ آدم أنفق أُنفِق علیک وقال: یدُ اللہ ملآی لا یَغیضُها نفقةٌ سحّاءُ اللّیلَ والنّهارَ أرَأیتم ما أنفقَ منذُ خَلَقَ السمواتِ والأرضَ فإنه لم یَغض ما بیده وکان عرشُه علی الماء وبیده المیزانُ یَخفِضُ ویَرفَعُ۔(620)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم خرچ کرو میں تمہیں دوں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ یعنی اس کا خزانہ بھرا ہوا ہے۔ رات اور دن کا مسلسل خرچ اس خزانہ کو کم نہیں کرتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور (اس سے بھی پہلے جب کہ) ان کا عرش پانی پر تھا کتنا خرچ کیا ہے (اس کے باوجود) ان کے خزانہ میں کچھ کمی نہیں ہوئی، تقدیر کے اچھے برے فیصلوں کا ترازو ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔

❑ خرچ کرنا کامیاب لوگوں کی صفت ہے۔

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الم ذَلِکَ الکِتَابُ لَا رَیبَ فِیهِ هُدًی لِلمُتَّقِینَ الَّذِینَ یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ وَیُقِیمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقنَاهُم یُنفِقُونَ۔۔۔وَأُولَئِکَ هُمُ المُفلِحُونَ۔

(بقرۃ:5-1)

الم۔ یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے ان ڈر رکھنے والوں کے لیے۔ جو بے دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے (اللہ کی خوشنودی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔............ اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

❑ خرچ کرنا کامل ایمان والوں کی صفت ہے۔

● قرآن کریم میں ہے:

إِنَّمَا المُؤمِنُونَ الَّذِینَ إِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَت قُلُوبُهُم وَإِذَا تُلِیَت عَلَیهِم آیَاتُهُ زَادَتهُم إِیمَانًا وَعَلَی رَبِّهِم یَتَوَکَّلُونَ الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقنَاهُم یُنفِقُونَ (انفال:3-2)

مومن تو وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور ترقی دیتی ہیں اور وہ

اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں، اور ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے اس میں (فی سبیل اللہ) خرچ کرتے ہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ آتَيۡنَاهُمُ الكِتَابَ مِن قَبۡلِهٖ هُم بِهٖ يُؤۡمِنُونَ وَإِذَا يُتۡلَى عَلَيۡهِمۡ قَالُوا آمَنَّا بِهٖ إِنَّهُ الحَقُّ مِن رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِن قَبۡلِهٖ مُسۡلِمِينَ أُولٰئِكَ يُؤۡتَونَ أَجۡرَهُم مَرَّتَيۡنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدۡرَءُونَ بِالحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقۡنَاهُمۡ يُنۡفِقُونَ۔

(قصص:54-52)

جس کو ہم نے قرآن سے پہلے آسمانی کتابیں دی ہیں، وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب وہ ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ: ہم اس پر ایمان لائے، یقینا یہ برحق کلام ہے جو ہمارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔ ہم تو اس سے پہلے بھی اسے مانتے تھے۔ ایسے لوگوں کو ان کا ثواب دہرا دیا جائے گا، کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا اور وہ نیکی سے برائی کا دفعیہ کرتے ہیں، اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے، اس میں سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يُؤۡمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُونَ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمۡ عَنِ المَضَاجِعِ يَدۡعُونَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقۡنَاهُمۡ يُنۡفِقُونَ۔ (سجدة:16-15)

ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جن کا حال یہ ہے کہ جب انہیں ان آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو (رات کے وقت) اپنے بستروں سے جدا رہتے ہیں وہ اپنے پرودگار کو ڈر اور امید (کے ملے جلے جذبات) کے ساتھ پکار رہے ہوتے ہیں۔ اور ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے، وہ اس میں سے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔

❑ خرچ کرنا توکل کرنے والوں کی صفت ہے۔

- قرآن کریم میں ہے:

فَمَا أُوتِيتُم مِن شَيۡءٍ فَمَتَاعُ الحَيَاةِ الدُّنيَا وَمَا عِندَ اللّٰهِ خَيۡرٌ وَأَبۡقَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُونَ وَالَّذِينَ يَجۡتَنِبُونَ كَبَائِرَ الإِثۡمِ وَالفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمۡ يَغۡفِرُونَ وَالَّذِينَ اسۡتَجَابُوا لِرَبِّهِمۡ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

وَأَمرُهُم شُورَى بَينَهُم وَمِمَّا رَزَقنَاهُم يُنفِقُونَ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ البَغيُ هُم يَنتَصِرُونَ۔ (شوریٰ:39-36)

غرض تمہیں جو کوئی چیز دی گئی ہے وہ دنیوی زندگی کی پونجی ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ان لوگوں کے لیے کہیں بہتر اور پائیدار ہے جو ایمان لائے ہیں، اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو وہ درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے پروردگار کی بات مانی ہے اور نماز قائم کی ہے اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے، اس میں سے وہ (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور جب ان پر کوئی زیادتی ہوتی ہے تو وہ اپنا دفاع کرتے ہیں۔

❑ خرچ کرنا تقویٰ والوں کی صفت ہے۔

- قرآن کریم میں ہے:

قُل أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيرٍ مِن ذَٰلِكُم لِلَّذِينَ اتَّقَوا عِندَ رَبِّهِم جَنَّاتٌ تَجرِي مِن تَحتِهَا الأَنهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضوَانٌ مِنَ اللهِ وَاللهُ بَصِيرٌ بِالعِبَادِ۔ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغفِر لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالقَانِتِينَ وَالمُنفِقِينَ وَالمُستَغفِرِينَ بِالأَسحَارِ۔ (آل عمران:17-15)

کہہ دو کیا میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جو ان سب سے کہیں بہتر ہیں؟ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور پاکیزہ بیویاں ہیں، اور اللہ کی طرف سے خوشنودی ہے۔ اور تمام بندوں کو اللہ اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں، اب ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے۔ یہ لوگ بڑے صبر کرنے والے ہیں، سچائی کے خوگر ہیں عبادت گزار ہیں (اللہ کی خوشنودی کے لیے) خرچ کرنے والے ہیں اور سحری کے اوقات میں استغفار کرتے رہتے ہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيسَ البِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُم قِبَلَ المَشرِقِ وَالمَغرِبِ وَلَكِنَّ البِرَّ مَن آمَنَ بِاللهِ وَاليَومِ الآخِرِ وَالمَلَائِكَةِ وَالكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى المَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي القُربَى وَاليَتَامَىٰ وَالمَسَاكِينَ وَابنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي

الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاَةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالمُوفُونَ بِعَهدِهِم إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِى البَأسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ البَأسِ أُولٰئِکَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولٰئِکَ هُمُ المُتَّقُونَ۔ (بقرۃ:177)

نیکی بس یہی تو نہیں ہے کہ اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کرلو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر ،آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں اور اس کی نبیوں پر ایمان لائیں، اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کریں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جب کوئی عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں، اور تنگی اور تکلیف میں نیز جنگ کے وقت صبر و استقلال کے خوگر ہوں۔ ایسے لوگ ہیں جو سچے (کہلانے کے مستحق) ہیں، اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسَارِعُوا إِلَى مَغفِرَةٍ مِن رَبِّكُم وَجَنَّةٍ عَرضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالأَرضُ أُعِدَّت لِلمُتَّقِينَ، الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالكَاظِمِينَ الغَيظَ وَالعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ المُحسِنِينَ۔ (آل عمران:34-133)

اور اپنے رب کی طرف سے مغفرت اور وہ جنت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھاؤ جس کی چوڑائی اتنی ہے کہ اس میں تمام آسمان اور زمین سما جائیں۔ وہ ان پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشحالی میں بھی اور بدحالی میں بھی (اللہ کے لیے) مال خرچ کرتے ہیں، اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں۔ اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

❑ خرچ کرنا عقلمندوں کی صفت ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

أَفَمَن يَعلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيکَ مِن رَبِّکَ الحَقُّ كَمَن هُوَ أَعمَى إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الأَلبَابِ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهدِ اللهِ وَلَا يَنقُضُونَ المِيثَاقَ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخشَونَ رَبَّهُم وَيَخَافُونَ سُوءَ الحِسَابِ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابتِغَاءَ وَجهِ رَبِّهِم وَأَقَامُوا الصَّلاَةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقنَاهُم سِرًّا وَعَلاَنِيَةً وَيَدرَئُونَ بِالحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰئِکَ لَهُم عُقبَى الدَّارِ۔

(رعد:22-19)

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے، برحق ہے، بھلا

وہ اس جیسا کیسے ہوسکتا ہے جو بالکل اندھا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل و ہوش رکھتے ہوں۔ (یعنی) وہ لوگ جو اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں، اور معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے، یہ لوگ انہیں جوڑے رکھتے ہیں، اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، اور حساب کے برے انجام سے خوف کھاتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر سے کام لیا ہے، اور نماز قائم کی ہے اور ہم نے انہیں جو رزق عطا فرمایا ہے، اس میں خفیہ بھی اور اعلانیہ بھی خرچ کیا ہے، اور وہ بدسلوکی کا دفاع حسن سلوک سے کرتے ہیں، وطن اصلی میں بہترین انجام ان کا حصہ،

❑ خرچ کرنا مُخْبِتِیْن (جن کے دل اللہ کے آگے جھکے ہوں) کی صفت ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَت قُلُوبُهُم وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُم وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُم يُنفِقُونَ۔ (حج:35-34)

چنانچہ تم اس کی فرمانبرداری کرو، اور خوشخبری سنا دو ان لوگوں کو جن کے دل اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دلوں پر رعب طاری ہو جاتا ہے، اور جو اپنے اوپر پڑنے والی ہر مصیبت پر صبر کرنے والے ہیں، اور نماز قائم کرنے والے ہیں، اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ تمام خوبیوں کی بنیاد چار صفات اور چار خوبیاں ہیں: (1) طہارت (پاکی) (2) اخبات (نیازمندی) (3) سماحت (فیاضی) (4) عدالت (انصاف)۔

اخبات کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی اور انکساری کرنا اور نیازمندی اور بندگی ظاہر کرنا ہے۔ یہ بھی ایک قلبی کیفیت ہے اور اس کے مظاہر ایمان لانا، اطاعت کرنا، نماز پڑھنا اور ذکر و فکر میں مشغول رہنا ہیں۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ سلیم المزاج اور فارغ البال آدمی کو جب اللہ کی آیات وصفات یاد دلائی جاتی ہیں اور وہ اچھی طرح ان میں غور و فکر کرتا ہے تو روح بیدار ہو جاتی ہے، حواس و بدن اس کے سامنے منکسر ہو جاتے ہیں اور نفس ناطقہ حیرت زدہ اور درماندہ سا ہو کر رہ جاتا ہے اور اس میں عالَم قدس کی طرف میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت اخبات کہلاتی ہے، جیسے: ایک عام آدمی جب دربارشاہی میں پہنچتا ہے اور بادشاہ کا جاہ و جلال دیکھتا ہے کہ خَدَم و حَشَم پَرا باندھے کھڑے ہیں، مجلس پر سناٹا چھایا ہوا ہے اور خود بادشاہ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہے، تو یہ منظر دیکھ کر عام لوگوں پر ایک دہشت اور مرعوبیت طاری ہو جاتی ہے، آدمی خود کو بالکل عاجز سمجھنے لگتا ہے اور بادشاہ کو اخذ و عطا میں مختار کل خیال کرتا ہے۔ اخبات بھی اس طرح کی کیفیت

ہے، جو بندے میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیدا ہوتی ہے۔ (621)

اخبات کے اسباب: بارگاہ خداوندی میں نیازمندی اور عجز وانکساری پیدا کرنے کے لیے ایسے اعمال اختیار کرنا اور نفس کو ان کے کرنے پر مجبور کرنا جو اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے لیے سب سے زیادہ موزون ہوں، مثلاً سرنگوں ہو کر کھڑا ہونا، سجدہ کرنا، ایسے کلمات کا ورد کرنا جو خشوع وخضوع، عجز وانکساری اور مناجات پر دلالت کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرنا۔ یہ سب کام اعلیٰ درجہ کی نیازمندی اور غایت درجہ کا خشوع وخضوع پیدا کرتے ہیں۔ (622/1)

❑ خرچ کرنا کامیاب تاجروں کی صفت ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَتلُونَ كِتَابَ اللهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقنَاهُم سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرجُونَ تِجَارَةً لَن تَبُورَ لِيُوَفِّيَهُم أُجُورَهُم وَيَزِيدَهُم مِن فَضلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ۔ (فاطر:30-29)

اور جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اور جنہوں نے نماز کی پابندی کر رکھی ہے، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے وہ (نیک کاموں میں) خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی نقصان نہیں اٹھائے گی۔ تاکہ اللہ ان کے پورے اجر ان کو دیدے، اور اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا قدردان ہے۔

(2) ہمیں بھی دوسروں پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔

- قرآن کریم میں ہے:

قُل لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقنَاهُم سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِن قَبلِ أَن يَأتِيَ يَومٌ لَا بَيعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ۔ (ابراھیم:31)

میرے جو بندے ایمان لائے ہیں، ان سے کہہ دو کہ وہ نماز قائم کریں، اور ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر بھی اور اعلانیہ بھی (نیکی کے کاموں میں) خرچ کریں (اور یہ کام) اس دن کے آنے سے پہلے پہلے (کرلیں) جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی، نہ کوئی دوستی کام آئے گی۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِن قَبلِ أَن يَأتِيَ يَومٌ لَا بَيعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ (بقرة:254)

اے ایمان والو! جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے وہ دن آنے سے پہلے پہلے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرلو جس دن نہ کوئی سودا ہوگا نہ کوئی دوستی (کام آئے گی) اور نہ کوئی سفارش ہوسکے گی اور ظالم وہ لوگ ہیں جو کفر اختیار کیے ہوئے ہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُستَخلَفِينَ فِيهِ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُم وَأَنفَقُوا لَهُم أَجرٌ كَبِيرٌ۔ (حديد:7)

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو، اور جس (مال) میں اللہ نے تمہیں قائم مقام بنایا ہے، اس میں سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرو۔ چنانچہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا ہے، ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

- حدیث میں آتا ہے:

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيكُم عُقُوقَ الأُمَّهَاتِ وَمَنعًا وَهَاتِ وَوَأدَ البَنَاتِ وَكَرِهَ لَكُم: قِيلَ وَقَالَ وَكَثرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ المَالِ۔ (622/2)

اللہ تعالیٰ نے تم پر ماں کی نافرمانی حرام قرار دی ہے اور (جو) حقوق (ذمہ میں لازم ہوں اس کو) نہ دینا اور (جو حق نہیں بنتا اس کے) ناحق مطالبات کرنا بھی (اللہ تعالیٰ نے) حرام قرار دیا ہے، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (بھی حرام قرار دیا ہے) اور "قیل و قال" (فضول باتیں) کثرت سوال اور مال کی بربادی کو بھی ناپسند کیا ہے۔

❑ غریب کو بھی خرچ کرنے کا حکم ہے۔

- حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

على كُلِّ مسلمٍ صدقةٌ قيل: أرأيت إن لم يَجِد قال: يَعتَمِلُ بِيَدَيه فينفعُ نفسَهُ ويتصدَّقُ قال: أرأيتَ إن لم يستطِع قال: يُعينُ ذاالحاجة الملهُوفَ قال: قيل له: أرأيتَ إن لم يستطع قال: يأمُرُ بالمعروف أو الخير قال: أرأيت إن لم يفعَل قال: يُمسِكُ عن الشَّرِّ فإنَّها صدقة۔ (623)

ہر مسلمان کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اگر کوئی چیز کسی کو (صدقہ کرنے کے لیے) میسر نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اپنے ہاتھ سے کام کرے اور اس سے خود کو بھی

فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔صحابہ کرامؓ نے عرض کی اگر اس میں اس کی طاقت نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر کسی حاجت مند پریشان حال کی مدد کرے۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے۔۔فرمایا کہ پھر بھلائی کی طرف لوگوں کو رغبت دلائے یا امر بالمعروف کرے عرض کیا اور اگر یہ بھی نہ کر سکے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر برائی سے رکا رہے یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں پر دولت اور سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی ان کو بھی صدقہ کرنا چاہیے۔ اگر روپیہ پیسہ سے ہاتھ بالکل خالی ہو تو محنت مزدوری کر کے اور اپنا پیٹ کاٹ کر صدقہ کی سعادت حاصل کرنی چاہیے۔ اگر اپنے خاص حالات کی وجہ سے کوئی اس سے بھی مجبور ہو تو کسی پریشان حال کی خدمت ہی کر دے، اور ہاتھ پاؤں سے کسی کا کام نہ کر سکے تو زبان ہی سے خدمت کرے۔ حدیث کی روح اور اس کا خاص پیغام یہی ہے کہ ہر مسلمان خواہ امیر ہو یا غریب، طاقتور اور توانا ہو یا ضعیف اس کے لیے لازم ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے جس طرح اور جس قسم کی بھی مدد اللہ کے حاجت مند بندوں کی کر سکے ضرور کرے، اور اس سے دریغ نہ کرے۔(624)

- ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ چارسو دینار لیے پھر تھیلی میں ڈال دیے اور اپنے غلام سے کہا اسے ابوعبیدہ بن الجراح کے پاس لے جاؤ، ان کو دے دو اور پھر وہاں تھوڑی دیر کے لیے رک جاؤ اور دیکھو کہ وہ ان دینار کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟ غلام ان کے پاس گیا اور ان کو تھیلی دے کر کہا کہ امیر المؤمنین فرما رہے ہیں کہ اس کو اپنے ضروریات میں خرچ کریں۔ابوعبیدہ بن الجراح نے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین پر رحمت نازل فرمائے، پھر اپنی باندی کو بلایا اور فرمایا کہ یہ تھیلی لے لو، ان سے سات دینار فلاں کو دے دو اور پانچ فلاں کو دے دو، یہاں تک کہ تھیلی خالی ہوگئی۔ غلام واپس آیا اور امیر المؤمنین کو پورا واقعہ بیان کیا، حضرت عمرؓ نے ایک اور تھیلی حضرت معاذ بن جبلؓ کے لیے تیار فرمائی تھی اور غلام سے فرمایا کہ اسے معاذ بن جبلؓ کے پاس لے جاؤ اور وہاں بھی تھوڑی دیر کے لیے رک جاؤ اور دیکھنا کہ وہ اس تھیلی کا کیا کرتے ہیں؟ غلام وہ تھیلی لے گئے اور معاذ بن جبلؓ سے کہا کہ امیر المؤمنین فرما رہے ہیں کہ یہ تھیلی اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین پر رحمت نازل فرمائے۔ اور باندی کو بلایا اور تھیلی دے کر فرمایا کہ یہ تھیلی لے لو، فلاں گھر میں اتنا دے دو فلاں میں اتنا دے دو، اتنے میں حضرت معاذ بن جبلؓ کی اہلیہ آ گئیں کہنے لگیں کہ خدا کی قسم ہم بھی اس کے مستحق ہیں ہمیں بھی دے دیں۔ اس وقت تک تھیلی میں صرف دو دینار بچ گئے تھے، آپ نے وہ اپنی اہلیہ کو دے دیئے۔ غلام واپس آیا اور حضرت عمرؓ کو پورا واقعہ سنایا، حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔(625)

(3) دوسروں پر خرچ کرنے کے بڑے فضائل ہیں۔

❑ مالی حقوق ادا کرنے والوں کو دنیا اور آخرت کی آسانیاں ملتی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

فَأَمَّا مَن أَعطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالحُسنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِليُسرَى۔ (لیل:7-5)

اب جس کسی نے (اللہ کے راستے میں مال) دیا، اور تقویٰ اختیار کیا اور سب سے اچھی بات کو دل سے مانا، تو ہم اس کو آرام کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔

❑ جو مال حقوق کی ادائیگی میں خرچ ہو جائے وہ بہترین مال ہے۔

ایک طویل حدیث میں آتا ہے:

یہ مال بھی بہت شیریں ہیں جس نے اسے حق کے ساتھ لیا اور حق میں خرچ کیا تو وہ بہترین ذریعہ ہے اور جس نے اسے ناجائز طریقہ سے حاصل کیا تو وہ اس شخص جیسا ہے جو کھاتا ہے لیکن آسودہ نہیں ہوتا۔ **(626)**

❑ خرچ کرنے والوں کو نہ خوف ہوگا نہ غم۔

قرآن کریم میں ہے:

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَموَالَهُم بِاللَّيلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُم أَجرُهُم عِندَ رَبِّهِم وَلَا خَوفٌ عَلَيهِم وَلَا هُم يَحزَنُونَ۔ (بقرة:274)

جو لوگ اپنے مال دن رات خاموشی سے بھی اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے، اور نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا، نہ کوئی غم پہنچے گا۔

❑ اللہ کے نزدیک خرچ کرنے والے نہ خرچ کرنے والے برابر نہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبدًا مَملُوكًا لَا يَقدِرُ عَلَى شَيءٍ وَمَن رَزَقنَاهُ مِنَّا رِزقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنفِقُ مِنهُ سِرًّا وَجَهرًا هَل يَستَوُونَ الحَمدُ لِلّٰهِ بَل أَكثَرُهُم لَا يَعلَمُونَ۔ (نحل:75)

اللہ ایک مثال دیتا ہے کہ ایک طرف ایک غلام ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے، اس کو کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں، اور دوسری طرف وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا کیا ہے، اور وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر بھی اور کھلے بندوں بھی خوب خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے

ہیں؟ ساری تعریفیں اللہ کی ہیں، لیکن ان میں سے اکثر لوگ (ایسی صاف بات بھی) نہیں جانتے۔

❑ قربانی سے خرچ کرنے والے اور بغیر قربانی کے خرچ کرنے والے برابر نہیں۔

- قرآن کریم میں ہے:

وَمَا لَكُم أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلِلهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرضِ لَا يَستَوِي مِنكُم مَن أَنفَقَ مِن قَبلِ الفَتحِ وَقَاتَلَ أُولَئِکَ أَعظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللهُ الحُسنَى وَاللهُ بِمَا تَعمَلُونَ خَبِيرٌ ۔(حدید:10)

اور تمہاری لیے کونسی وجہ ہے کہ تم اللہ کے رستے میں خرچ نہ کرو، حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جنہوں نے (مکہ کی) فتح سے پہلے خرچ کیا، اور لڑائی لڑی، وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں ہیں۔ وہ درجے میں ان لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا، اور لڑائی لڑی۔ یوں اللہ نے بھلائی کا وعدہ ان سب سے کر رکھا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! کس طرح کے صدقہ میں سب سے زیادہ ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس صدقہ میں جسے تم صحت کے ساتھ بخل کے باوجود کرو۔ تمہیں ایک طرف تو فقیری کا ڈر ہو اور دوسری طرف مالدار بننے کی تمنا اور امید ہو اور (اس صدقہ خیرات میں) ڈھیل نہ ہونی چاہیے کہ جب جان حلق تک آ جائے تو اس وقت تم کہنے لگو کہ فلاں کے لیے اتنا اور فلاں کے لیے اتنا حالانکہ وہ تو اب فلاں کا ہو چکا۔**(627/1)**

- عبداللہ بن سعدیؒ فرماتے ہیں:

میں حضرت عمرؓ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں آیا تو مجھ سے عمرؓ نے پوچھا: کیا مجھ سے یہ جو کہا گیا ہے وہ صحیح ہے کہ تمہیں لوگوں کے کام سپرد کیے جاتے ہیں اور جب اس کی تنخواہ دی جاتی ہے تو تم اسے لینا پسند نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ تمہارا اس سے مقصد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس گھوڑے اور غلام ہیں اور میں خوشحال ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میری تنخواہ مسلمانوں پر صدقہ ہو جائے۔ عمرؓ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے بھی اس کا ارادہ کیا تھا جس کا تم نے ارادہ کیا ہے نبی کریم ﷺ مجھے عطا کرتے تھے تو میں عرض کر دیتا تھا کہ اسے مجھ سے زیادہ اس کے ضرورت مند کو عطا فرما دیجیے۔ آخر آپ نے ایک مرتبہ

مجھے مال عطا کیا اور میں نے وہی بات دہرائی کہ اسے ایسے شخص کو دے دیجیے جو اس کا مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے لو اور اس کے مالک بننے کے بعد اس کا صدقہ کرو یہ مال جب تمہیں اس طرح ملے کہ تم اس کے نہ خواہشمند ہو اور نہ اسے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔ **(627/2)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے اپنی ازواج کے پاس اس کا کھانا منگانے کے لیے ایک آدمی کو بھیجا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس مہمان کو اپنے ساتھ لے جائے؟ ایک انصاری نے عرض کیا کہ میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ پس وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خوب خاطر کرنا اس نے کہا ہمارے ہاں تو صرف بچوں کا کھانا ہے تو انصاری نے کہا تم کھانا تو تیار کرو اور چراغ روشن کرو بچے اگر کھانا مانگیں تو انہیں سلا دینا اس بی بی نے کھانا تیار کر کے چراغ روشن کیا اور بچوں کو سلا دیا پھر وہ گویا چراغ کو ٹھیک کرنے کے لیے کھڑی ہوئی۔ مگر اسے گل کر دیا اب وہ دونوں میاں بیوی مہمان کو یہ دکھاتے رہے کہ کھانا کھا رہے ہیں حالانکہ (درحقیقت) انہوں نے بھوکے رہ کر رات گذار دی جب وہ انصاری صبح کو آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات تمہارے کام سے بڑا خوش ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود حاجت مند ہوں اور جو اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ **(627/3)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

حضور ﷺ نے فرمایا: ایک درہم کا صدقہ سو درہم کے صدقوں پر سبقت لے گیا، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ کس طرح؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی کے پاس صرف دو درہم ہیں، ان میں سے ایک درہم کو اس نے صدقہ کر دیا، اور ایک آدمی اپنے مال کے ڈھیر کی طرف گیا، اور اس میں سے سو درہم لے کر صدقہ کر دیے۔ **(627/4)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

تم میرے صحابہ کو سب وشتم نہ کرو (یعنی ان کو بُرا بھلا مت کہو) پس اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے، تو وہ اُن (یعنی صحابہ) کے ایک مُد بلکہ اس کے آدھے حصے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ **(627/5)**

ایک مُد تقریباً چوتھائی صاع کے برابر ہوتا ہے، جس کا وزن ایک سیر سے بھی کم بنتا ہے، اور اس سے آدھے حصے کا وزن

آدھے سیر سے بھی کم بنتا ہے۔ صحابۂ کرام کے اتنی کم چیز کے صدقہ خیرات کرنے کا ثواب دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ خیرات کرنے سے بھی زیادہ ہونے کی وجہ صحابۂ کرام کا بلند مقام اور مرتبہ ہونا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام کا خرچ کرنا اسلام کے آغاز کے وقت میں تھا، جبکہ اس وقت ضرورت زیادہ تھی، اور حالات تنگ تھے، نیز صحابہ کرام کی نیتوں کے بلند اخلاص کی وجہ سے بھی ان کی تھوڑی چیز کے خرچ اور صدقہ خیرات کرنے کی فضیلت زیادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے زیادہ اور مصرَف کے اعلیٰ نیز نیت اور اخلاص کی برکت سے بھی صدقہ خیرات کی فضیلت بڑھ جاتی ہے۔

اور جو شخص ضرورت کے موقع پر اور اچھے مصرف میں اخلاص کو ملحوظ رکھ کر صدقہ خیرات کرتا ہے، اس کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے۔ (627/6)

❑ خرچ کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے خرچ کرنے کا بدل ضرور ملتا ہے۔

- قرآن کریم میں ہے:

قُل إِنَّ رَبِّی یَبسُطُ الرِّزقَ لِمَن یَشَاءُ مِن عِبَادِهِ وَیَقدِرُ لَهُ وَمَا أَنفَقتُم مِن شَیئٍ فَهُوَ یُخلِفُهُ وَهُوَ خَیرُ الرَّازِقِینَ۔ (سباء:39)

کہہ دو کہ: میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے، اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے۔ اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور چیز دے دیتا ہے، اور وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تُنفِقُوا مِن شَیئٍ فِی سَبِیلِ اللهِ یُوَفَّ إِلَیکُم وَأَنتُم لَا تُظلَمُونَ۔ (انفال:60)

اور اللہ کے راستے میں تم جو کچھ خرچ کرو گے، وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا، اور تمہارے لیے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

- ایک حدیث قدسی میں ہے:

قال اللہ عز و جل: أَنْفِقْ أُنفِقْ علیکَ۔ (628)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم خرچ کرو میں تمہیں دوں گا۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے کہ جو بندہ اس کے ضرورت مند بندوں کی ضرورتوں پر خرچ کرتا رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ کے خزانۂ غیب سے ملتا رہے گا...... اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو یقین کی دولت سے نوازا ہے ہم نے دیکھا کہ ان کا یہی معمولی ہے اور ان کے ساتھ ان کے رب کریم کا یہی معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس یقین کا کوئی حصہ نصیب فرمائے۔ (629)

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

ایک دن آنحضرت ﷺ حضرت بلالؓ کی قیام گاہ پہنچے اور دیکھا کہ ان کے پاس چھواروں کا ایک ڈھیر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلال یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اِسے آئندہ کے لیے ذخیرہ بنایا ہے (تاکہ مستقبل میں روزی کی طرف سے ایک گونہ اطمینان رہے۔)
آپ ﷺ نے فرمایا: بلال! کیا تمہیں اس کا ڈر نہیں ہے کہ کل قیامت کے دن آتش دوزخ میں تم اس کی تپش اور سوزش دیکھو۔ اے بلال! جو ہاتھ آئے اسے اپنے پر اور دوسروں پر خرچ کرتے رہو اور عرش عظیم کے مالک سے قلت کا خوف نہ کرو (یعنی یقین رکھو کہ جس طرح اس نے یہ دیا ہے آئندہ بھی اسی طرح عطا فرماتا رہے گا، اس کے خزانہ میں کیا کمی ہے، اس لیے کل کے لیے ذخیرہ رکھنے کی فکر نہ کرو۔) **(630)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی (بلکہ اضافہ ہوتا ہے) اور قصور معاف کر دینے سے آدمی نیچا نہیں ہوتا بلکہ معاف کرنا اس کو سربلند کر دیتا ہے۔ اور اس کی عزت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جو بندہ اللہ کے لیے فروتنی اور خاکساری کا رویہ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور بالاتری بخشے گا۔ **(631)**

- **حضرت ابوذرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:**

حضرت ﷺ! بتایئے کہ صدقہ کیا ہے؟ (یعنی اللہ کی طرف سے اس کا کیا اجر ملنے والا ہے؟)
آپ ﷺ نے فرمایا: چند در چند (یعنی جتنا کوئی اللہ کی راہ میں صدقہ کرے اس کا کئی گنا اس کو ملے گا) اور اللہ کے ہاں بہت ہے۔ **(632)**

مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کی راہ میں جتنا صدقہ کرے گا اس کو اس کا کئی گنا اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ دوسری بعض احادیث میں دس گنا سے سو گنا تک کا ذکر ہے اور یہ بھی آخری حد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا۔ "**واللہ یضاعف لمن یشاء**" اس کا خزانہ لاانتہاء ہے۔

اللہ کے بندوں کا یہ عام تجربہ ہے کہ اللہ پر یقین اور اعتماد کرتے ہوئے وہ اخلاص کے ساتھ جتنا اس کی راہ میں اس کے بندوں پر صرف کرتے ہیں اس کا کئی گنا اللہ تعالیٰ ان کو اس دنیا ہی میں عطا فرما دیتا ہے، ہاں اخلاص اور یقین شرط ہے۔ **(633/1)**

- **قرآن کریم میں آتا ہے:**

یَمحَقُ اللہُ الرِّبَا وَیُربِی الصَّدَقَاتِ۔ (بقرۃ:276)
مٹاتا ہے اللہ سود کو، اور بڑھاتا ہے صدقات کو۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، اور جو بندہ بھی (لوگوں سے) درگزر کرتا ہے، اللہ اس کی عزت کو زیادہ فرماتا ہے، اور جو کوئی بھی اللہ کے لیے تواضع (وعاجزی) کو اختیار کرتا ہے، اللہ اس کو بلند فرماتا ہے۔(633/2)

- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور میں تم لوگوں سے ایک بات بیان کر رہا ہوں جسے یاد رکھو، کسی بندے کے مال میں صدقہ دینے سے کوئی کمی نہیں آتی (یہ پہلی بات ہے)۔(634)

- ایک حدیث میں آتا ہے:

کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! روکنے والے اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔(635)

❑ خرچ کرنا بہت سی بڑی بڑی عبادتوں کا بدل بن جاتا ہے۔

- ایک حدیث میں ہے:

ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت کے لیے پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے۔ ہجرت کا تو بڑا ہی دشوار معاملہ ہے۔ تمہارے پاس اونٹ بھی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا اور اس کا صدقہ (زکوۃ) بھی ادا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا اس میں سے کچھ ہدیہ بھی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا تو تم اسے پانی پلانے کے لیے گھاٹ پر لے جانے والے دن دودھ دھوتے ہوں گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سمندروں کے پار بھی اگر تم عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کرے گا۔(636)

❑ خرچ کرنے میں خرچ کرنے والے ہی کا بھلا ہے۔

- قرآن کریم میں ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (تغابن:16)

لہٰذا جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو، اور سنو اور مانو اور (اللہ کے حکم کے مطابق) خرچ کرو، یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے، اور جو لوگ اپنے دل کے لالچ سے محفوظ ہو جائیں، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَاأَنتُم هَؤُ لَاءِ تُدعَونَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللهِ فَمِنكُم مَن يَبخَلُ وَ مَن يَبخَل فَإِنَّمَا يَبخَلُ عَن نَفسِهِ وَ اللهُ الغَنِيُّ وَ أَنتُمُ الفُقَرَاءُ وَإِن تَتَوَلَّوا يَستَبدِل قَومًا غَيرَ كُم ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمثَالَكُم۔(محمد:38)

دیکھو! تم ایسے ہو کہ تمہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں، اور جو شخص بھی بخل کرتا ہے وہ خود اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے، اور تم ہو جو محتاج ہو۔ اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

يَقُولُ العَبدُ: مَالِي مَالِي وَإِنَّمَا لَهُ مِن مَالِهِ ثَلَاثٌ: مَا أَكَلَ فَأَفنَى أَو لَبِسَ فَأَبلَى أَو أَعطَى فَأَقنَى وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ۔(637)

بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال اے ابن آدم تیرا کیا مال ہے تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھالیا اور ختم کرلیا یا جو تو نے پہن لیا اور پرانا کرلیا یا جو تو نے صدقہ کیا پھر تو ختم ہوگیا اور جو اس کے علاوہ ہوگا وہ لوگوں کے لیے رہ جائے گا۔

- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

ایک بکری ذبح کی گئی (اور اس کا گوشت للہ تقسیم کردیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ: بکری میں سے کیا باقی رہا؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ: صرف ایک دستی باقی ہے (باقی سب ختم ہوگیا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس دستی کے علاوہ جو للہ تقسیم کردیا گیا دراصل وہ سب باقی ہے اور کام آنے والا ہے (یعنی آخرت میں ان شاء اللہ اس کا اجر ملے گا۔) **(638)**

❑ صدقہ انسان کی آزمائش کا کفارہ بنتا ہے۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

انسان کی آزمائش (فتنہ) اس کے خاندان اولاد اور پڑوسیوں میں ہوتی ہے اور نماز صدقہ اور اچھی باتوں کے لیے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا اس فتنے کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ **(639/1)**

- حضرت قیس بن ابی غرزہؓ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکلے، لوگ ہمیں سماسرہ (یعنی دلال) کہا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے تاجروں کی جماعت! خرید و فروخت میں شیطان اور گناہ دونوں موجود

ہوتے ہیں، لہٰذا تم لوگ اپنی خرید وفروخت کو صدقہ کے ساتھ ملا دیا کرو۔**(639/2)**

❑ صدقہ بیماریوں کی دوا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ سے محفوظ کرو، اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعہ سے علاج کرو، اور بلاؤں کی موجوں کا دعا اور تضروع (اللہ کے حضور گڑگڑانے) کے ذریعہ سے سامنا کرو۔**(639/3)**

❑ صدقہ عذاب الٰہی کو ٹالتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی،، نماز کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت وحیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔ جب تم گرہن لگا ہوا دیکھو تو اللہ سے دعا کرو تکبیر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔**(640)**

❑ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔**(641)**

جس طرح دنیا کی مادی چیزوں جڑی بوٹیوں تک کے خواص اور اثرات ہوتے ہیں، اسی طرح انسانوں کے اچھے برے اعمال اور اخلاق کے بھی خواص اور اثرات ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں صدقہ کی دو خاصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر بندہ کسی بڑے لغزش اور معصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا مستحق بن جائے تو صدقہ کی برکت سے بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت کا مستحق بن جاتا ہے اور دوسری خاصیت یہ ہے کہ وہ بری موت سے آدمی کو بچاتا ہے (یعنی صدقہ کی برکت سے اس کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے) دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس طرح کی موت سے بچاتا ہے جس کو دنیا میں بری موت سمجھا جاتا ہے۔**(642)**

❑ صدقہ گناہوں کو مٹاتا ہے۔

- قرآن کریم میں آتا ہے:

خُذۡ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡ صَدَقَةٗ تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا۔(توبة:103)

(اے پیغمبر) ان لوگوں کے اعمال میں سے صدقہ وصول کرلو جس کے ذریعے تم انہیں پاک کردو گے۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

حضرت کعب بن مالک ؓ (جن کے بارے میں یہ آیت "وعلی الثلاثة الذین خلفوا" نازل ہوئی تھی) نے آخر میں (نبی کریم ﷺ سے) عرض کیا تھا کہ اپنی توبہ کے قبول ہونے کی خوشی میں اپنا تمام مال اللہ اوراس کے رسول کے راستے میں خیرات کرتا ہوں۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اپنا کچھ تھوڑا مال اپنے پاس ہی رہنے دو۔ یہ تمہارے حق میں بھی بہتر ہے۔**(643/1)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔**(643/2)**

❑ صدقہ شیطان سے خلاصی کا ذریعہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

جو آدمی کسی چیز کا صدقہ نکالتا ہے، تو وہ اس صدقہ کے ذریعہ سے ستر شیاطین کے جبڑوں سے خلاصی پالیتا ہے۔**(643/3)**

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے شریعت کے مطابق کیے جانے والے صدقہ سے شیطانوں کی دسترس سے مومن کی غیر معمولی حفاظت ہوتی ہے، لہٰذا صدقہ، شیطان سے حفاظت وخلاصی کا بھی ذریعہ ہے۔**(643/4)**

❑ صدقہ عذاب قبر سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

مُردہ کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو وہ لوٹتے ہوئے لوگوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے، پھر اگر وہ مومن (صالح) ہوتا ہے، تو نماز اس کے سر کی طرف اور روزے اس کی دائیں طرف اور زکوٰۃ اس کی بائیں طرف، اور صدقہ اور (رشتہ داروں سے) صلہ رحمی اور نیک سلوک اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا عمل اس کے پیروں کی طرف آجاتا ہے، پھر جب اس کے سر کی طرف سے کوئی چیز آتی ہے، تو نماز کہتی ہے کہ میرے سامنے سے کوئی راستہ نہیں ہے، پھر جب اس کی دائیں طرف سے کوئی چیز آتی ہے، تو روزے کہتے ہیں کہ میری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے، پھر جب اس کی بائیں طرف سے کوئی چیز آتی ہے، تو زکوٰۃ کہتی ہے کہ میری طرف سے کوئی راستہ نہیں، پھر جب اس کے پیروں کی طرف سے کوئی چیز آتی ہے، تو صدقہ اور (رشتہ داروں سے) صلح رحمی اور سلوک اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا عمل کہتا ہے کہ میری طرف سے کوئی راستہ نہیں ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو بیٹھ جا، تو وہ بیٹھ جاتا ہے، اور اس کو سورج غروب ہونے کے مثل (منظر) محسوس ہوتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا اس آدمی

کے بارے میں کیا عقیدہ ہے جو تمہارے درمیان میں (مبعوث کیا گیا) تھا؟ تو ان کے بارے میں کیا کہتا ہے، اور تو ان کے بارے میں کس چیز کی گواہی دیتا ہے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو، یہاں تک کہ میں نماز پڑھ لوں، تو وہ کہنے والے (فرشتے) کہتے ہیں کہ بے شک تو عنقریب یہ عمل کرلے گا، ہمیں اس چیز کے بارے میں بتاؤ، جس کے بارے میں ہم تجھ سے سوال کررہے ہیں، تیرا اس آدمی کے بارے میں کیا عقیدہ ہے، جو تمہارے درمیان میں (مبعوث کیا گیا) تھا؟ تو ان کے بارے میں کیا کہتا ہے، اور تو ان کے بارے میں کس چیز کی گواہی دیتا ہے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ یہ محمد ہیں، جن کے بارے میں، میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ کے پاس سے حق لے کر آئے (جس میں قبر کی اس حالت کا بھی ذکر تھا) پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ تو اسی عقیدہ پر زندہ تھا، اور اسی پر تو فوت ہوا، اور اسی پر تجھے ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا، پھر اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ جنت میں تیرا ٹھکانہ، اور اس میں وہ چیزیں ہیں، جن کو اللہ نے تیرے لیے تیار کررکھا ہے، پھر اس کے رشک اور خوشی میں اضافہ ہوجاتا ہے، پھر اس کے لیے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے، پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ اگر تو اس کی نافرمانی کرتا، تو تیرا اس جہنم میں ٹھکانہ تھا، اور اس میں جو کچھ اللہ نے تیار کررکھا تھا، پھر اس کے رشک اور خوشی میں اور اضافہ ہوجاتا ہے، پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ تک کشادگی کردی جاتی ہے، اور اس قبر میں اس کے لیے روشنی کردی جاتی ہے، اور اس کے جسم کو اس چیز کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، جس سے وہ پیدا ہوا تھا، پھر اس کی روح کو پاکیزہ روحوں میں کردیا جاتا ہے، اور وہ پرندہ کی شکل میں ہوتی ہے، جو جنت کے درخت میں لٹکی ہوئی ہوتی ہے، اور یہی اللہ تعالیٰ کا (سورہ ابراہیم میں) قول ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) اللہ مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت (وقبر) میں بھی (رکھے گا)

اور کافر کے جب سر کی طرف سے کوئی چیز آتی ہے، تو کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، پھر اس کی دائیں طرف سے آتی ہے تو وہاں بھی کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، پھر اس کی بائیں طرف سے آتی ہے، تو وہاں بھی کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، پھر اس کے پیروں کی طرف سے آتی ہے، تو وہاں بھی کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو بیٹھ جا، پھر وہ خوف زدہ اور وحشت کی حالت میں بیٹھ جاتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا اس آدمی کے بارے میں کیا عقیدہ ہے، جو تمہارے درمیان میں (مبعوث کیا گیا) تھا، تو ان کے بارے میں کیا کہتا ہے، اور تو ان کے بارے میں کس چیز کی گواہی دیتا ہے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ کون سا آدمی؟ اس کو جواب میں کہا جاتا ہے کہ جو تمہارے درمیان میں (مبعوث کیا گیا) تھا تو اس کو نام بھی معلوم نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ محمد، تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں سے ان کے بارے

میں کچھ کہتا ہوا سنا تھا، تو میں نے بھی وہی کچھ کہا جو لوگ کہتے تھے، پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ تو اسی عقیدہ پر زندہ رہا، اور اسی پر فوت ہوا، اور اسی پر ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا، پھر اس کے لیے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا جہنم میں ٹھکانہ ہے، اور جو کچھ اللہ نے تیرے لیے اس میں تیار کر رکھا ہے، تو اس کی حسرت اور غم میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھر اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے، پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ اگر تو ان کا کہنا مانتا، تو تیرا جنت میں یہ ٹھکانہ تھا، اور جو کچھ اللہ نے تیرے لیے اس میں تیار کر رکھا تھا، تو اس کی حسرت اور غم میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، پھر اس پر اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، تو یہی وہ تنگ زندگی ہے، جس کے بارے میں اللہ نے (سورہ طٰہٰ میں) فرمایا (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ بے شک اس کے لیے تنگ زندگی ہے، اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھی حالت میں اٹھائیں گے۔ **(643/5)**

- **ایک اور روایت میں آتا ہے:**

صدقہ کرنے والے کا صدقہ قبروں کی گرمی کو بُجھا دیتا ہے، اور مومن کا سایہ قیامت کے دن اس کا صدقہ ہوگا۔ **(643/6)**

❑ صدقہ جہنم سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

جہنم سے بچو، اگر چہ ایک کھجور کے ٹکڑے (صدقہ کرنے) کے ذریعہ سے ہی ہو، پس جو شخص کھجور کا ٹکڑا بھی نہ پائے، تو وہ زبان سے پاکیزہ کلمہ کہنے کے ذریعہ سے اپنا بچاؤ کرے۔ **(643/7)**

❑ صدقہ اجر عظیم کا سبب ہے۔

- **ایک حدیث میں آتا ہے:**

جو شخص بھی حلال و پاکیزہ مال سے صدقہ کرتا ہے، اور اللہ تو حلال اور پاکیزہ ہی صدقہ کو قبول فرماتا، تو رحمن (گویا کہ) اس کو اپنے دائیں (ہاتھ) سے قبول فرماتا ہے، اگر چہ وہ ایک چھوارہ (اور کھجور یا اس کے برابر کوئی دوسری چیز) ہی کیوں نہ ہو، پھر وہ صدقہ (اللہ) رحمن کے ہاتھ میں تربیت پاتا (اور بڑھتا ہے) یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے بھی زیادہ بڑا ہو جاتا ہے، جس طرح سے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے یا اپنے اونٹ کے بچے کی تربیت و پرورش کرتا ہے۔ **(643/8)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

جس نے ایک چھوارے کے برابر پاکیزہ اور حلال کمائی سے صدقہ کیا، اور اللہ تو حلال و پاکیزہ صدقہ ہی کو قبول فرماتا ہے، تو اللہ اس صدقہ کو (گویا کہ) اپنے دائیں (ہاتھ) سے قبول فرماتا ہے،

پھر اس کی صدقہ دینے والے کے لیے اس طرح تربیت کرتا (اور بڑھاتا ہے) جس طرح کہ تم میں سے کوئی بچھڑے (گھوڑے وغیرہ کے بچے) کی تربیت و پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے مثل (بڑا) ہوجاتا ہے۔ **(643/9)**

❑ خرچ کر کے دوسروں کی ایذاء و تکلیف سے اپنے آپ کو بچایا جا سکتا ہے۔

- **ایک حدیث میں آتا ہے:**

ہر نیک کام صدقہ ہے، اور مسلمان جو اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر نان نفقہ خرچ کرتا ہے، تو وہ صدقہ میں لکھا جاتا ہے، اور جس مال سے مسلمان اپنی آبرو، اپنی عزت کی حفاظت کرتاہ، تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ لکھا جاتا ہے، اور جس نفقہ کو بھی مسلمان خرچ کرتا ہے، تو اللہ کے ذمے اس کا بدل (یعنی اس کا متبادل اللہ ضرور عطا فرماتا) ہے، مگر جو (غیر ضروری) تعمیر یا گناہ میں خرچ ہوتا ہے (وہ صدقہ نہیں) **(643/10)**

اس حدیث میں مذکور عزت بچانے سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کوئی شاعر یا نخاو غیرہ پیچھے پڑ گیا اور اسے دیئے بغیر جان چھڑانا مشکل ہے، اور اس کی طرف سے استہزاء وغیرہ ہونے کی وجہ سے عزت و آبرو کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں اس کو کچھ دے دینے میں بھی صدقہ کا ثواب ہے۔ **(643/11)**

- **ایک حدیث میں آتا ہے:**

رسول اللہ ﷺ نے قبائیں تقسیم فرمائیں لیکن مخرمہ (رض) کو کچھ نہ عطا فرمایا تو مخرمہ نے کہا اے میرے بیٹو! ہمیں رسول اللہ کے پاس لے چلو میں ان کے ساتھ چلا (دروازہ پر) مخرمہ نے کہا جاؤ اور آپ ﷺ کو میرے پاس بلا لاؤ تو میں نے آپ ﷺ کو ان کے پاس بلایا۔ آپ اس کی طرف نکلے اور آپ ﷺ پر ان میں سے ایک قبا تھی تو آپ نے فرمایا یہ میں نے تیرے لیے رکھ چھوڑی پھر مخرمہ نے چادر کی طرف دیکھا اور خوش ہو گئے۔ **(644)**

- **ایک اور حدیث میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے:**

رسول اللہ ﷺ نے مال تقسیم فرمایا تو میں نے عرض کیا اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول ان لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگ زیادہ مستحق وحقدار تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے مجھے اختیار دیا کہ یہ مجھ سے بے حیائی کے ساتھ مانگیں یا مجھے بخیل کہیں پس میں تو بخل کرنے والا نہیں ہوں۔ **(645)**

- **ایک اور حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے:**

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ ﷺ پر موٹے کناروں والی نجرانی چادر تھی آپ ﷺ کو ایک دیہاتی ملا اس نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی چادر کے ساتھ بہت شدت و سختی

کے ساتھ کھینچا جس سے رسول اللہ کی گردن مبارک پر چادر کی کناری کا نشان پڑ گیا اور یہ کناری کا نشان اس کے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے پڑا پھر اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے مال میں سے جو تیرے پاس ہے میرے لیے حکم کرو آپ ﷺ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے پھر اسے کچھ دینے کا حکم فرمایا۔ **(646)**

- **علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:**

ہمار دوستوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے کوئی شخص کھڑا ہو خواہ وہ ان کا پڑوسی ہو یا شہر کا سردار اور چودھری ہو تو اپنے دوستوں کو اس سے خلاصی پانے کا طریقہ سکھلائیں خصوصاً اگر وہ (موذی) حکام یا قاضیوں یا چونگی والوں کے پاس مقدمہ لے جانے کے درپے ہو (تب تو ضروری اس سے بچنے کی تدبیر بتلائیں اور اپنے دوستوں کی مصیبت سے بےفکر ہو کر نہ بیٹھیں) اور ان لوگوں کی ایذاء سے بچنے کا قریب (اور سہل) طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو حکم کریں کہ ان لوگوں کے ساتھ (کوئی) دنیوی احسان کر دیا کریں اور خوشامد اور خدمت سے پیش آئیں اور (اس طریقہ کو خلاف شرع نہ سمجھیں، کیونکہ) ان میں سے کوئی بات بھی کسی درجہ میں حرام نہیں (دفع ضرر کے لیے شرعاً ان باتوں کی اجازت ہے)۔

اور لوگوں کا یہ کہنا کہ ظالم کے سامنے عاجزی کرنے سے فقط اس کی سرکشی اور زیادتی ہی بڑھتی ہے (اور کچھ نفع نہیں ہوتا) یہ محض ان کے نفس کی بنائی ہوئی بات ہے کیونکہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: " ادفع بِالَّتِی هِیَ أَحسَنُ فَإِذَا الَّذِی بَینَکَ وَبَینَهُ عَدَاوَةٌ کَأَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِیمٌ "۔(حم السجدة:34) برائی کو بھلائی کر کے دفع کرو تو جو شخص کہ اس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہوگی (ایسا ہو جائے گا) گویا کہ بڑا پکا دوست ہے اور حق تعالیٰ اصدق القائلین ہیں (سب سے زیادہ بات میں سچے ہیں تو یقیناً دشمن کے ساتھ احسان کرنے سے اس کی دشمنی کم ہو جائے گی۔ پس یہ کہنا غلط ہے کہ ظالم کے سامنے عاجزی اور خوشامد کرنے سے اس کی سرکشی اور زیادتی بڑھتی ہے)۔

پس عقلمند کی دانائی اس میں ہے کہ جو شخص اس کی (شکایت کرتا اور) چغلیاں کھاتا ہو اس کے ساتھ احسان (وسلوک) کرے اور اس کے ساتھ خوشامد اور عاجزی سے پیش آوے اور اگر اس کے پاس ایک ہی لقمہ ہو اسی سے اس کے خاطر و مدارات کر دے اور اس قسم کی باتیں کہہ دے کہ بھائی ہم تو تمہارے تابعدار ہیں، تم سے کم رتبہ والے ہیں، ہمارا یہ حوصلہ نہیں کہ تمہارا مقابلہ کریں، اگر ہم سے کوئی خطا ہو گئی ہو للہ معاف کر دو) کیونکہ اطمینان قلب کے ساتھ انسان کا بھوکا رہنا پریشانی کے ساتھ پیٹ بھرنے سے زیادہ اچھا ہے اور جو شخص پریشانی کا محرک ہوا ہے وہی اس کو دور بھی کر سکتا ہے۔

پس جس حاکم کی یہ مظلوم پناہ لینا چاہتا ہے اس کو (روٹی) دینے سے (خود) دشمن کو (کچھ) دے دینا زیادہ بہتر ہے (کیونکہ دشمن کی خاطر مدارات کرنے سے دشمنی کی جڑ کٹ جائے گی اور ہمیشہ

کی راحت ہوجائے گی اور حاکم کو دینے دلانے سے بہت سے بہت تم ایک مرتبہ پریشانی سے چھوٹ جاؤ گے، مگر جب دشمنی کی جڑ باقی ہے تو آئندہ پھر اس سے اندیشہ ہے)۔

اور کم عقل لوگ (آج کل) اکثر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دشمن کو محروم رکھتے ہیں (اسے کچھ نہیں دیتے) اور حکام کو (دیتے دلاتے) کھلاتے پلاتے رہتے ہیں اور اگر وہ ایسا کریں کہ جتنا حکام کو دیتے دلاتے ہیں اس سے بھی کم دشمن کو دیتے تو ممکن تھا کہ جس طرح اس نے تکلیف کا دروازہ خود کھولا تھا ویسے ہی وہ اس کو بالکل بند کردیتا (اور اب روپیہ بھی صرف کرتے ہیں اور تکلیف کا دروازہ بھی بند نہیں ہوتا)۔

پس اس (طریقہ) کو خوب سمجھ لو (اے کاش کہ ہندوستان کے مقدمہ باز حضرات اس مضمون پر غور کریں تو ہزار ہا روپیہ کچہریوں میں رشوت کی نذر نہ ہوا کرے اور قوم میں اتفاق بھی رہے۔ اس طریقہ سے روپیہ بھی بچتا ہے اور دشمنی کی جڑ بھی کٹ جاتی ہے۔ افسوس ہندوستان میں ہزاروں گھر مقدمات سے تباہ ہوگئے، مگر اب تک عقل نہیں آئی۔ خدایا ہم کو فہم دے اور اس پر عمل کرو اور اپنی تکلیف دینے والے کو معذور سمجھو کیونکہ اس نے تم کو اسی وقت تکلیف پہنچائی ہے جب کہ تمہاری طرف سے بکثرت تکالیف پہونچنے کے سبب اس کا دل تنگ ہوگیا (کیونکہ خواہ مخواہ کوئی کسی کو تکلیف نہیں پہنچایا کرتا، اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جس کو تم تکلیف دیتے ہو وہی تم کو ایذا پہنچاتا ہے) تو وہ تم کو تکلیف دے کر اپنی کلفت کم کرنا چاہتا ہے تاکہ (تمہاری پریشانی اور مصیبت کو دیکھ دیکھ کر) اس کے نفس کو راحت (اور دل کو ٹھنڈک) ہو اور اگر تم اس کے لیے راحت کا دروازہ کھول دیتے اور کبھی کوئی غم اسے نہ پہنچاتے تو وہ بھی تم کو کبھی تکلیف نہ دیتا۔ واللہ علیم خبیر۔(647)

❑ دوسروں پر خرچ کرکے ان کو دین پر جمایا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلفُقَرَاءِ وَالمَسَاكِينِ وَالعَامِلِينَ عَلَيهَا وَالمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُم۔ (توبة:60)

صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں۔ اور ان کا جن کی دلداری مقصود ہے۔

❑ دینے والے لینے والوں سے بہتر ہیں۔

حدیث میں آتا ہے:

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ لینے والا۔ **(648)**

مطلب یہ ہے کہ دینے والے کا مقام اونچا اور عزت کا ہے، اور مانگنے والے کا نیچا اور ذلت کا۔ اس لیے مومن کو دینے والا بننا چاہیے اور سوال کی ذلت سے اپنے کو حتی الامکان بچانا ہی چاہیے۔(649)

❑ خرچ کرنے والے قابل رشک اور آئیڈیل بننے کے قابل ہیں۔

حدیث میں آتا ہے:

> حسد (رشک) دو آدمیوں کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں، ایک وہ شخص جسے اللہ نے قرآن کا علم دیا اور وہ اس کی دن رات تلاوت کرتا ہے، (اور سننے والا) کہتا ہے، کاش مجھے بھی اسی طرح ملتا، جس طرح اسے ملا ہے، تو میں بھی ویسا ہی کرتا جیسا وہ کرتا ہے، دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے (دیکھنے والا) کہتا ہے کہ کاش مجھے بھی ملتا جیسا کہ اسے ملا میں بھی اس طرح خرچ کرتا۔ (650)

❑ خرچ کرنے والے قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے میں ہوں گے۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

> قیامت کے دن مومن پر اس کے صدقہ کا سایہ ہوگا۔(651)

حدیثوں میں بہت سے اعمال صالحہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن یہ اعمال سائے کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اس حدیث میں صدقہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں اس کی ایک برکت یہ ظاہر ہوگی کہ صدقہ کرنے والے کے لیے اس کا صدقہ سائبان بن جائے گا جو اس کی تپش اور تمازت سے اس کو بچائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان حقیقتوں کا یقین اور اس کے مطابق عمل نصیب فرمائے۔(652/1)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

> سات آدمیوں کو اللہ (قیامت کے دن خاص) اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن کہ اللہ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک انصاف کرنے والے امام (وحاکم) کو، دوسرے اس جوان کو جس نے اپنے رب کی عبادت میں پرورش پائی (یعنی اپنی جوانی کو عبادت میں گزارا ہو)، اور تیسرے اس آدمی کو جس کا دل مساجد کے ساتھ اٹکا ہوا (اور وابستہ) ہو، چوتھے وہ دونوں آدمی جو اللہ ہی کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہوں، اللہ ہی کی محبت کی بنیاد پر جمع ہوتے ہوں، اور اسی بنیاد پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوں، اور پانچویں اس آدمی کو کہ جس کو کوئی منصب اور حسن والی عورت بلائے، پھر یہ جواب میں کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور چھٹے اس آدمی کو جو صدقہ کرے، اور اتنا خفیہ صدقہ کرے کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی یہ نہ جان سکے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، اور ساتویں اس آدمی کو جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے، پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔(652/2)

❑ خرچ کرنے کا اجر نیک و بد سب کے لیے ہے۔

حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے:

انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے، جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی، غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں کیا کرتا تھا کیا ان اعمال کا بھی مجھے ثواب ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جتنی نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو۔ **(653)**

❑ مخصوص موقعوں پر خرچ کرنے کی فضیلت۔

- **حدیث میں آتا ہے:**

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان شریف کے مہینے میں اور بڑھ جاتی۔ **(654)**

- **ایک حدیث میں آتا ہے:**

نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا اور اس کی نیکی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (حج کی نیکی) لوگوں کو کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا ہے۔ **(655/1)**

- **اور دوسری حدیث میں ہے:**

حج کی نیکی کھانا کھلانا اور لوگوں کو کثرت سے سلام کرنا ہے۔ **(655/2)**

- **قرآن کریم میں آتا ہے:**

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ (بقرة:261)

ان لوگوں کی مثال جو خرچ کرتے ہیں اپنے اموال اللہ کے راستے میں، ایسی مثال ہے، جیسے ایک دانہ اگائے سات بالیں، ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ اضافہ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے، اور اللہ وسعت والا، بڑے علم والا ہے۔

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

ایک آدمی ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی عرض کیا یہ اللہ کے راستہ (صدقہ) میں ہے تو اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے پاس قیامت کے دن اس کے بدلہ سات سو اونٹنیاں ہوں گی جن کی مہار ڈالی ہوئی ہوگی۔ **(656)**

❑ مخصوص لوگوں پر خرچ کرنے کی فضیلت۔

● ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا (انسان:9-5)

بے شک نیک لوگ ایسے جام سے مشروبات پیئں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ مشروب ایک ایسے چشمے کے ہوں گے جو اللہ کے (نیک) بندوں کے پینے کے لیے مخصوص ہے، وہ اسے (جہاں چاہیں گے) آسانی سے بہا کر لے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن کا خوف دل میں رکھتے ہیں جس کے برے اثرات ہر طرف پھیلے ہوئے ہوں گے۔ اور وہ لوگ اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔

● ایک حدیث میں آتا ہے:

بیواؤں اور مسکینوں کے کام آنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے، یا رات بھر عبادت اور دن کو روزے رکھنے والے کے برابر ہے۔ **(657)**

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ کھلی رکھی۔ **(658)**

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

جو شخص کسی مسلمان یتیم کو اپنے ساتھ رکھ کر انہیں کھلائے پلائے، تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، سوائے اس کے کہ وہ ایسا گناہ (شرک) کرے جو مغفرت کے قابل نہ ہو۔ **(659/1)**

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

جس نے کسی یتیم کو اپنے مسلمان والدین کے درمیان اپنے کھانے اور پینے میں شامل کیا، یہاں تک کہ وہ یتیم اس (کھانے پینے) سے بے نیاز ہوگیا، تو اس کے لیے یقینی طور پر جنت واجب ہوگئی، اور جس نے کسی مسلمان (غلام) شخص کو آزاد کیا، تو وہ اس (آزاد کرنے والے شخص کی آگ (یعنی جہنم) سے نجات کا ذریعہ ہوگی، جو اس کے ہر عضو کو اپنے عضو کے بدلہ میں آگ • یعنی

جہنم) سے چھٹکارا دلائے گا۔ (659/2)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کرنے لگے مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے کہ جو مجھے جنت میں داخل کروا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگرچہ تم نے سوال تو بہت چھوٹا سا کیا مگر بات بڑی اہمیت والی دریافت کی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جان کو آزاد کرو اور گردن کو چھڑاؤ۔ دیہاتی کہنے لگے کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں۔ جان کو آزاد کرنا یہ ہے کہ تو اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور فک رقبہ (گردن آزاد کرنا) یہ ہے کہ کسی غلام کی قیمت کی ادائیگی میں تو اس کا معاون بن جائے اور جنت میں داخل کرنے والے اعمال میں سے ایک عمل یہ ہے کہ تم دودھ دینے والا جانور کسی محتاج کو دودھ پینے کے لیے دے دو۔ اور زیادتی کرنے والے ذی رحم یعنی رشتہ دار کے ساتھ مہربانی اور احسان کرو اور اگر تم میں اس کی طاقت نہیں تو پھر بھوکے کو کھانا کھلاؤ پیاسے کو پانی پلاؤ اور بھلائی کا حکم دو۔ برائی سے لوگوں کو باز کرواگر تم میں اس کی طاقت نہیں تو پھر اپنی زبان کو بھلائی کے علاوہ اور کہیں استعمال کرنے سے روک کر رکھو۔ (660/1)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

افضل عمل مومن پر خوشی کو داخل کر دینا ہے مثلاً اس کا قرض ادا کر دینا، اس کی کوئی ضرورت پوری کر دینا، یا اس کی کوئی تکلیف دور کر دینا (جس میں بھوک، پیاس مٹانا اور قرض ادا کرنا سب داخل ہے) (660/2)

- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے تنگ دست (مقروض) کو (قرض ادا کرنے میں کچھ وقت کی) مہلت دی تو اس کو ہر دن کے بدلے میں اس (مہلت دیئے گیے) مال کے برابر صدقہ کا ثواب حاصل ہوگا۔ (پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے تنگ دست (مقروض) کو مہلت دی تو اس کو (مہلت دیئے جانے والے) ہر دن کے بدلے میں اس (مہلت دیئے گیے) مال کے دوگنا مقدار کے برابر صدقہ کا ثواب حاصل ہوگا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جس نے تنگ دست (مقروض) کو مہلت دی تو اس کو ہر دن کے بدلے میں اس (مہلت دیئے گیے) مال کے برابر صدقہ کا ثواب حاصل ہوگا۔ پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے تنگ دست (مقروض) کو مہلت دی تو اس کو ہر دن کے بدلے میں اس (مہلت دیئے گیے) مال کے دوگنا مقدار کے برابر صدقہ کا ثواب حاصل ہوگا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دن کے بدلے میں اس وقت تک قرض کے برابر سدقہ کا ثواب حاصل ہوگا

جب تک قرض کی ادائیگی کا وقت نہیں آیا جب قرض کی ادائیگی کا وقت آ گیا، پھر اس نے اس کو مہلت دی تو ہر دن کے بدلے میں اس (مہلت دیئے گئے) مال کے دوگنا مقدار کے برابر صدقہ کا ثواب حاصل ہوگا۔(660/3)

❑ مخصوص چیزیں خرچ کرنے کی فضیلت

● حدیث میں آتا ہے:

جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا جب کہ وہ کپڑے کا محتاج تھا تو اللہ اسے جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کھلایا جب کہ وہ بھوکا تھا تو اللہ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مسلمان نے کسی مسلمان کو پانی پلایا جب کہ وہ پیاسا تھا تو اللہ اسے (جنت کی) مہر بند شراب پلائے گا۔(661)

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

جس بندے نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا وہ یقینا اس وقت تک اللہ کے حفظ وامان میں رہے گا جب تک کہ اس کے جسم پر اس کپڑے میں سے کچھ بھی رہے۔(662)

● حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سمجھنے کے لیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، جب میں نے غور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے انور دیکھا تو پہچان لیا (اور بلا کسی شک وشبہ کے جان لیا) کہ یہ ہرگز کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی جو بات فرمائی وہ یہ تھی کہ: ''اے لوگو! آپس میں سلام عام کرو (یعنی ہر ایک دوسرے کو سلام کیا کرے اس سے دل کی گرہیں کھلتی ہیں اور تعلق بڑھتا ہے) اور اللہ کے بندوں کو (خاص کر ان کو جو ضرورت مند ہوں) کھانا کھلاؤ، اور آپس میں صلہ رحمی کرو (یعنی قرابت کے حقوق ادا کرو) اور رات کو جس وقت لوگ پڑے سوتے ہیں اللہ کے حضور میں نماز پڑھو، ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔(663/1)

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

جنت میں ایک بالا خانہ ہے جس کے باہر کا حصہ اندر کے حصے سے اور اندر کا حصہ باہر کے حصے سے نظر آتا ہے، یہ سن کر ایک دیہاتی آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ کس کے لیے ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو (لوگوں کے ساتھ اچھی اور) پاکیزہ گفتگو کرے، اور (لوگوں) کو کھانا کھلائے اور روزے رکھنے میں دوام (وپابندی) اختیار کرے اور اللہ کے لیے رات کو اس وقت نماز پڑھے جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔(663/2)

- **حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے روایت ہے:**

ایک بدچلن عورت اس عمل پر بخش دی گئی کہ وہ ایک کنویں کے پاس سے گزری اور اس نے دیکھا کہ ایک کتا زبان نکالے ہوئے ہے (اور اس کی حالت ایسی ہے کہ) وہ پیاس سے مر ہی جائے گا (اس عورت کے دل میں ترس آیا۔ وہاں پانی نکالنے کے لیے رسی ڈول کچھ موجود نہیں تھا) اس نے اپنا چمڑے کا موزہ پاؤں سے اتارا اور (کسی طرح اس کو) اپنی اوڑھنی سے باندھا اور (محنت مشقت کرکے) اسی کے ذریعہ کنویں سے پانی نکال کر اس کو پلایا، وہ عورت اپنے اسی عمل کی وجہ سے بخش دی گئی...... کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں کے کھلانے پلانے میں بھی ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہر حساس جانور (جس کو بھوک پیاس کی تکلیف ہوتی ہو) اس کو کھلانے پلانے میں اجر و ثواب ہے۔ **(664/1)**

- **ایک روایت میں آتا ہے:**

جب عثمان غنیؓ محاصرے میں لیے گئے تو (اپنے گھر کے) اوپر چڑھ کر آپ نے باغیوں سے فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اور صرف نبی کریم ﷺ کے اصحاب سے قسمیہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بئر رومہ کو کھودے گا اور اسے مسلمانوں کے لیے وقف کردے گا تو اسے جنت کی بشارت ہے تو میں نے ہی اس کنویں کو کھودا تھا۔ **(664/2)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

جو مسلمان کسی بے لباس مسلمان کو کپڑا پہنائے گا، تو اللہ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جو مسلمان کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے گا، تو اللہ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا، اور جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا، تو اس کو اللہ عزوجل جنت کی مہر لگی شراب میں سے پلائے گا۔ **(665)**

- **ایک اور حدیث میں ہے:**

جو مسلمان بندہ کوئی درخت لگائے یا کھیتی کرے تو اس درخت یا اس کھیتی سے جو پھل اور جو دانہ کوئی انسان یا کوئی پرندہ یا کوئی چوپایہ کھائے گا وہ اس بندہ کے لیے صدقہ اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہوگا۔ **(666/1)**

- **ایک اور حدیث میں ہے:**

ایک آدمی کا گزر حضرت ابو الدرداءؓ کے پاس سے ہوا، اس وقت حضرت ابو الدرداء دمشق میں ایک درخت لگا رہے تھے، تو اس شخص نے کہا کہ آپ یہ درخت لگا رہے ہیں حالانکہ آپ صحابی رسول ہیں (مطلب یہ تھا کہ آپ صحابی رسول ہو کر یہ کام کر رہے ہیں) تو حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ آپ میرے اس معاملہ میں جلد بازی نہ کریں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے

آپ نے فرمایا کہ جس نے درخت لگایا، اس سے کوئی آدمی یا اللہ عزوجل کی کوئی بھی مخلوق کھائے گی تو وہ اس درخت لگانے والے کے لیے صدقہ ہوجائے گا۔ **(2/666)**

(مزید روایات کے لیے دیکھیں عنوان ''افضل صدقہ'')

❑ مخصوص مقدار خرچ کرنے کی فضیلت

- قرآن کریم میں آتا ہے:

وَيَسأَلُونَکَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ العَفوَ كَذٰلِکَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الاٰيَاتِ لَعَلَّكُم تَتَفَكَّرُونَ۔ (بقرة:219)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی خوشنودی کے لیے) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے کہ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو'' اللہ اسی طرح اپنے احکام تمہارے لیے صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر سے کام لو۔

بعض صحابہ سے منقول ہے کہ انہوں نے صدقہ کا ثواب سن کر اپنی ساری پونجی صدقہ کردی یہاں تک کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ نہ چھوڑا اور گھر والے بھوکے رہ گئے، اس آیات نے بتلایا کہ صدقہ وہی درست ہے جو اپنے گھر والوں کی ضرورت پوری کرنے کے بعد کیا جائے ، چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے متعدد احادیث میں اس پر زور دیا ہے کہ صدقہ اتنا ہونا چاہیے کہ گھر والے محتاج نہ ہوجائے۔ **(667/1)**

- حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ابن آدم! تیرے لیے (اپنے، اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت سے) زائد کو (صدقہ وخیرات کے طور پر) خرچ کرنے میں خیر ہے اور اسکو تیرے لیے روک کر رکھنے میں شر ہے اور بقدرِ کفایت اپنے پاس رکھنے پر تجھے کوئی ملامت نہیں کی جائے گی، اور (خرچ کرنے میں) ان لوگوں کو مقدم رکھیں، جن کی آپ کفالت کرتے ہیں، اور اوپر (یعنی دینے اور مدد کرنے) والا ہاتھ نیچے (یعنی لینے) والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ **(667/2)**

- ایک حدیث میں آتا ہے:

ایک شخص کسی ویران جگہ سے گزر رہا تھا تو اس نے بادل میں سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو تو وہ بادل جھک گیا اور اس نے اپنا پانی ایک پتھریلی زمین میں برسا دیا تو وہاں کے نالوں میں سے ایک نالے میں وہ سارا پانی جمع ہوگیا اور ایک سمت بہنے لگا تو وہ شخص اس نالی کے ساتھ چل دیا، اس نے دیکھا کہ وہ پانی ایک باغ میں داخلہ ہوا جہاں ایک کسان کھڑا تھا، اس نے اس کسان سے پوچھا ''اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''فلاں'' یہ وہی نام تھا جو اس نے بادل سے آنے والی آواز سے سنا تھا۔ اس کسان نے پوچھا: ''اے اللہ کے بندے!

تو نے میرا نام کیوں دریافت کیا؟'' اس شخص نے کہا: ''جس بادل سے یہ بارش برس رہی ہے تیرا نام میں نے اس سے سنا ہے، یہ بادل کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو!! (ذرا یہ بتا) تو اپنے کھیت میں ایسا کیا کرتا ہے (کہ تیری ضروریات کا غیب سے بندوبست کیا جاتا ہے)؟ '' اس نے جواب دیا: ''جب تو نے یہ بات پوچھ ہی لی ہے تو سن لے کہ جو کچھ میرے اس باغ سے نکلتا ہے میں اس کے تین حصے کر لیتا ہوں: ایک حصہ صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک حصہ خود کھاتا ہوں اور اہل وعیال کو کھلاتا ہوں اور ایک حصہ دوبارہ اسی زمین میں لگا دیتا ہوں۔**(668)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

جو کوئی مسلمان اللہ کے راستے میں اپنا ہر مال جوڑا جوڑا کر کے خرچ کرتا ہے تو جنت کے سبھی دربان اس کا استقبال کریں گے اور ہر ایک کے پاس جو کچھ ہوگا انہیں دینے کے لیے اسے بلائیں گے۔**(669)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

جس نے اللہ کے راستے میں کسی چیز کا ایک جوڑا خرچ کیا (مثلاً دو روپے، دو کپڑے، دو گھوڑے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیے) تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔**(670)**

- **حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:**

مجھے میرے ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ میں آپ ﷺ سے ان کے لیے سواری کے جانوروں کی درخواست کروں۔ وہ لوگ آپ کے ساتھ جیش عسرت (یعنی غزوہ تبوک) میں شریک ہونا چاہتے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ساتھیوں نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ ان کے لیے سواری کے جانوروں کا انتظام کرا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سواری کے جانور نہیں دے سکتا۔ میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ غصہ میں تھے اور میں اسے معلوم نہ کر سکا تھا۔ آپ ﷺ کے انکار سے میں بہت غمگین واپس ہوا۔ یہ خوف بھی تھا کہ کہیں آپ سواری مانگنے کی وجہ سے خفا نہ ہو گئے ہوں۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی خبر دی، لیکن ابھی کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ میں نے بلالؓ کی آواز سنی، وہ پکار رہے تھے، اے عبداللہ بن قیس! میں نے جواب دیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دو جوڑے اور یہ دو جوڑے اونٹ کے لے جاؤ۔ آپ نے چھ اونٹ عنایت فرمائے۔ ان اونٹوں کو آپ نے اسی وقت سعدؓ سے خریدا تھا اور فرمایا کہ انہیں اپنے ساتھیوں کو دے دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے یا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہاری سواری کے لیے انہیں دیا ہے، ان پر سوار ہو جاؤ۔ میں ان اونٹوں کو لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور ان سے میں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے تمہاری سواری کے لیے یہ عنایت فرمائے ہیں لیکن اللہ کی قسم! کہ اب تمہیں ان صحابہؓ کے پاس چلنا پڑے گا،

جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا انکار فرمانا سنا تھا، کہیں تم یہ خیال نہ کر بیٹھو کہ میں نے تم سے نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے متعلق غلط بات کہہ دی تھی۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری سچائی میں ہمیں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن اگر آپ کا اصرار ہے تو ہم ایسا بھی کر لیں گے۔ ابوموسیٰؓ ان میں سے چند لوگوں کو لے کر ان صحابہؓ کے پاس آئے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا وہ ارشاد سنا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے تو دینے سے انکار کیا تھا لیکن پھر عنایت فرمایا۔ ان صحابہؓ نے بھی اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح ابوموسیٰؓ نے ان سے بیان کی تھی۔ **(671)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

تم میں سے جو شخص آگ سے محفوظ رہنے کی استطاعت رکھے چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے کیوں نہ ہو، وہ ضرور (ایسا) کرے۔ **(672/1)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

اے مسلمان عورتو! ہرگز کوئی پڑوسن اپنی دوسری پڑوسن کے لیے (معمولی ہدیہ کو بھی) حقیر نہ سمجھے، خواہ بکری کے کھر کا ہی کیوں نہ ہو۔ **(672/2)**

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

مسکین میرے دروازے پر حاضر ہوجاتا ہے، اور مجھے اس کو دینے کے لیے کوئی چیز میسر نہیں آتی، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر آپ اس کو دینے کے لیے کوئی چیز پائیں، سوائے جلے ہوئے کُھر کے، تو وہی اس کے ہاتھ میں دے دیں۔ **(672/3)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

رسول اللہ ﷺ سے اسلام (لانے) پر جو بھی چیز طلب کی جاتی آپ وہ عطا فرما دیتے، کہا: ایک شخص آپ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے دو پہاڑوں کے درمیان (چرنے والی) بکریاں اسے دے دیں، وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس گیا اور کہنے لگا: میری قوم! مسلمان ہوجاؤ بلاشبہ محمد ﷺ اتنا عطا کرتے ہیں کہ فقر و فاقہ کا اندیشہ تک نہیں رکھتے۔ **(673)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابسؓ میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ دیئے اور عباس بن مرداسؓ کو اس سے کم دیے تو عباس بن مرداسؓ نے (اشعار میں) کہا: کیا آپ میری اور میرے گھوڑے عبید کی غنیمت عیینہ (بن حصین بن حذیفہ بن بدر سید بن غطفان) اور اقرع (بن حابس رئیس تمیم) کے درمیان قرار دیتے ہیں، حالانکہ (عیینہؓ کے پردادا) بدر اور (اقرعؓ کے والد) حابس کسی (بڑوں کے) مجمع میں (میرے والد) سے فوقیت نہیں رکھتے تھے اور میں ان دونوں میں سے کسی سے کم نہیں ہوں اور جس کو پست قرار دیا جائے گا اس کو بلند نہیں کیا جاسکے گا۔ کہا: اس پر آپ ﷺ نے ان کے بھی سو پورے کر دیے۔ **(674)**

❑ صدقہ جاریہ کی فضیلت۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں (1) صدقہ جاریہ (2) وہ عمل جس سے نفع اٹھایا جائے (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔ **(675)**

سات اعمال ایسے ہیں جن کے ثواب مرنے کے بعد بھی ملتے رہتے ہیں

(1) علم سکھلانا (2) نہر کھودنا (3) کنواں کھودنا (4) درخت لگانا (5) مسجد بنانا

(6) پڑھنے کے لیے قرآن مجید چھوڑنا (7) ایسی نیک اولاد چھوڑنا جو میت کے لیے بخشش کی دعا کرے۔ **(676)**

❑ افضل صدقہ۔

- قرآن کریم میں ہے:

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

۔(آل عمران:92)

تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لیے) خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو، اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یارسول اللہ! کس طرح کے صدقہ میں سب سے زیادہ ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس صدقہ میں جسے تم صحت کے ساتھ بخل کے باوجود کرو۔ تمہیں ایک طرف تو فقیری کا ڈر ہو اور دوسری طرف مالدار بننے کی تمنا اور امید ہو اور (اس صدقہ خیرات میں) ڈھیل نہ ہونی چاہیے کہ جب جان حلق تک آجائے تو اس وقت تم کہنے لگو کہ فلاں کے لیے اتنا اور فلاں کے لیے اتنا حالانکہ وہ تو اب فلاں کا ہو چکا۔ **(677)**

- ایک اور حدیث میں سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے:

انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ام سعد (میری ماں) انتقال کرگئی ہیں تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی (پلانا)۔ چنانچہ سعدؓ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا: یہ ام سعد کا ہے۔ **(678)**

- ایک حدیث میں آتا ہے:

چالیس خصلتیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان میں سے ایک خصلت پر بھی عامل ہوگا ثواب کی نیت سے اور اللہ کے وعدے کو سچا سمجھتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ان میں سے سب سے اعلیٰ وارفع خصلت دودھ دینے والی بکری کا ہدیہ کرنا ہے۔ **(679)**

- **ایک حدیث میں آتا ہے:**

نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کم مال والا محنت کی کمائی میں سے جو صدقہ دے۔(**680**)

- **حضرت علیؓ کا قول ہے:**

اپنے قریبی رشتہ داروں پر ایک درہم خرچ کرنا مجھے زیادہ پسند ہے بیس درہم غیر رشتہ داروں پر خرچ کرنے سے اور بیس درہم رشتہ داروں پر خرچ کرنا مجھے زیادہ پسند ہے سو درہم غیر رشتہ داروں پر خرچ کرنے سے اور سو درہم رشتہ داروں پر خرچ کرنا مجھے زیادہ پسند ہے ایک غلام آزاد کرنے سے۔(**681**)

- **جس مستحق پر خرچ کرنا افضل ہو اس پر خرچ کرنا افضل صدقہ ہے۔**

امام غزالیؒ فرماتے ہیں بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ ان لوگوں کو دی جائے جن میں یہ صفات ہوں۔

پہلی صفت: علماء، طلبہ ہوں۔

قرآن کریم میں ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ۔

(سورۃ البقرۃ:273)

(مالی امداد کے بطور خاص) مستحق وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں اس طرح مقید کر رکھا ہے کہ وہ (معاش کی تلاش کے لیے) زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔

دوسری صفت: باعمل، متقّی، پرہیز گار ہوں۔

حدیث میں آتا ہے:

تمہارا کھانا متقی کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔(**682**)

تیسری صفت: جو اپنی ضرورت کو چھپاتے ہوں۔

قرآن کریم میں ہے

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ، تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔(سورۃ البقرۃ:273)

اس لیے ناواقف آدمی انہیں مالدار سمجھتا ہے، تم ان کے چہرے کی علامتوں سے ان (کی اندرونی حالت) کو پہچان سکتے ہو (مگر) وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اور تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

چوتھی صفت: وہ اہل وعیال والا ہو، کسی مرض میں گرفتار ہو یا کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔
یہ بھی ''لِلۡفُقَرَآءِالَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا'' والی آیت میں شامل ہیں۔

پانچویں صفت: وہ رشتہ دار ہو۔

یہ چند اوصاف ہیں جو صدقہ لینے والوں میں مطلوب ہیں، پھر ہر صفت کے مختلف درجے ہیں، اس لیے مناسب یہ ہے کہ اعلیٰ ترین درجہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، اگر کسی شخص میں یہ تمام صفات بیک وقت مل گئیں اور زکوٰۃ دینے والا ایسے شخص کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا تو یہ بڑا ذخیرہ اور ایک عظیم نعمت ہو گی، ایسے شخص کو دہرا اجر ملے گا، اگر تلاش وجستجو کی لیکن کامیابی نہ ہوئی، پھر بھی اجر ملے گا۔

نوٹ: مستحقین میں باہم ایک دوسرے پر جو فوقیت ہے اس کا دارومدار دو چیزوں پر ہے، ایک تو دینے والوں سے ان اشخاص کے قرب و بعد کی نسبت، دوسرے ان اشخاص کی حاجتوں اور ضرورتوں کی کمی وبیشی، قرابت داروں کو ترجیح کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خواہ ان کی ضرورت کتنی ہی کم اور معمولی ہو، ان کو ان لوگوں پر ترجیح ہے جن کی ضرورت اور حاجت مندی ان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ اگر دو ضرورت مند برابر کے حاجت مند ہوں اور ان میں سے ایک آپ کا عزیز یا دوست یا ہمسایہ ہو تو وہ آپ کی امداد کا زیادہ مستحق ہو گا، یعنی ضرورت اور حاجت کی مساوات کے بعد تعلقات کی کمی وبیشی ترجیح کا دوسرا سبب بنے گی نہ کہ پہلا سبب اور یہ انسان کی فطرت ہے کہ ایسی حالت میں وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو ترجیح دے۔

فقراء اور مساکین میں سے ان لوگوں پر جو بے حیائی کے ساتھ در بدر بھیک مانگتے پھرتے ہیں ان کو ترجیح دی گئی ہے جو فقر و فاقہ کی ہر قسم کی تکلیف گوارا کرتے ہیں لیکن اپنی عزت وآبرو اور خودداری کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے، یہ تعلیم خود قرآن پاک نے دی ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ نیز آنحضرت ﷺ نے بھی اس کی تاکید فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک دو لقمے دربدر پھرایا کرتے ہیں''۔ صحابہؓ نے دریافت کیا پھر کون مسکین ہے، ارشاد ہوا ''وہ جو حاجتمند ہے لیکن اس کا پتہ نہیں چلتا اور وہ کسی سے مانگتا بھی نہیں''۔ (683)

- جہاں سب کے سامنے علی الاعلان خرچ کرنے میں فائدہ ہو وہاں علی الاعلان خرچ کرنا افضل صدقہ ہے

اصول یہ ہے کہ نوافل میں اخفاء افضل ہوتا ہے اور فرائض میں اظہار، جیسے نفل نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے لیکن فرض نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہیں، اسی طرح نفلی صدقات میں اخفاء افضل ہے اور زکوٰۃ میں اظہار تاکہ دوسروں کو بھی اس حکم کی تعمیل کی ترغیب ہو جائے یا بعض اوقات خود سائل مجمع میں سوال کر بیٹھتا ہے تو اب اس کی ضرورت

مجمع ہی میں پوری کی جائے، البتہ زکوٰۃ علی الاعلان دیتے ہوئے ریا کاری سے اور مسلمان کی عزت نفس مجروح کرنے سے بچنا بھی ضروری ہے۔(684)

❑ دوسروں پر خرچ کرنے والوں کے معاون بنیں۔

- ایک حدیث میں ہے:

اگر عورت اپنے شوہر کے مال سے کچھ خرچ کرے اور اس کی نیت شوہر کی پونجی برباد کرنے کی نہ ہو تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی اس کا ثواب ملے گا کہ اس نے کمایا ہے۔(685)

- ایک روایت میں ہے:

خازن مسلمان امانتدار جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اور بعض دفعہ فرمایا وہ چیز پوری طرح دیتا ہے جس کا اسے سرمایہ کے مالک کی طرف سے حکم دیا گیا اور اس کا دل بھی اس سے خوش ہے اور اسی کو دیا ہے جسے دینے کے لیے مالک نے کہا تھا تو وہ دینے والا بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔(686)

- حضرت عمیرؓ سے روایت ہے:

میں غلام تھا میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا میں اپنے مالکوں کے مال سے کچھ صدقہ دوں؟ فرمایا ہاں اور ثواب تم دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہوگا۔(687)

❑ دوسروں کو خرچ کرنے کی ترغیب دیں۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، آپ نے صحابہ کرامؓ کو اس پر صدقہ وخیرات کرنے کی ترغیب دی، ایک صحابی نے کہا: میرے پاس اتنا اتنا مال ہے، راوی کہتے ہیں: اس مجلس میں جو بھی تھا اس نے تھوڑا یا زیادہ ضرور اس پر صدقہ کیا، تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کوئی اچھی سنت جاری کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے اس کے عمل کا پورا ثواب ملے گا، اور ان لوگوں کا ثواب بھی اس کو ملے جو اس سنت پر چلے، ان کے ثوابوں میں کوئی کمی بھی نہ کی جائے گی۔(688/1)

- قرآن کریم میں دوسروں کو خرچ کرنے کی ترغیب نہ دینے پر وعید آئی ہے، قرآن کریم میں ہے:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ۔(ماعون:3-1)

کیا تم نے اسے دیکھا جو جزاء وسزا کو جھٹلاتا ہے، وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔

❑ صدقہ وخیرات مقبول ہونے کی شرائط

(1) نیت میں اخلاص کا ہونا (2) صدقہ کا سنت کے مطابق ہونا

(3) صحیح مصرَف کا انتخاب کرنا (4) صدقہ کر کے احسان نہ جتلانا

(5) صدقہ کر کے تذلیل وتحقیر نہ کرنا (6) صدقہ، حلال مال سے کرنا **(688/2)**

(4) خرچ نہ کرنے پر وعیدیں ہیں۔

❑ **جو مال حقوق کی ادائیگی میں خرچ نہ ہو وہ مال وبال ہے۔**

- قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَاأَغۡنَیٰ عَنِّی مَالِیَه هَلَکَ عَنِّی سُلۡطَانِیَه۔ (حاقة:29-28)

نہیں فائدہ دیا مجھے میرے مال نے۔ برباد ہو گیا مجھ سے میرا اقتدار واختیار۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کُلُّ نَفۡسٍ بِمَا کَسَبَتۡ رَهِینَةٌ إِلَّا أَصۡحَابَ الۡیَمِینِ فِی جَنَّاتٍ یَتَسَائَلُونَ عَنِ الۡمُجۡرِمِینَ مَاسَلَکَکُمۡ فِی سَقَرَ قَالُوا لَمۡ نَکُ مِنَ الۡمُصَلِّینَ وَلَمۡ نَکُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡکِینَ۔ (مدثر:44-38)

ہر نفس اپنے کیے کے پاداش میں گرفتار ہوگا۔ سوائے دائیں بازوں والوں کے (کہ وہ) جنتوں میں ہوں گے باہم سوال کریں گے مجرموں کے بارے میں کہ کس چیز نے ڈالا تم کو جہنم میں؟ وہ کہیں گے کہ نہیں تھے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے۔ اور نہیں کھلاتے تھے مسکینوں کو۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

میں تمہارے متعلق سب سے زیادہ اس سے خوف کھاتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ زمین کی برکتیں تمہارے لیے نکال دے گا۔ پوچھا گیا زمین کی برکتیں کیا ہیں؟ فرمایا کہ دنیا کی چمک دمک، اس پر ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا بھلائی سے برائی پیدا ہو سکتی ہے؟ نبی کریم ﷺ اس پر خاموش ہو گئے اور ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ اس کے بعد اپنی پیشانی کو صاف کرنے لگے اور دریافت فرمایا، پوچھنے والے کہاں ہیں؟ پوچھنے والے نے کہا کہ حاضر ہوں، ابوسعید خدریؓ نے کہا کہ جب اس سوال کا حل ہمارے سامنے آ گیا تو ہم نے ان صاحب کی تعریف کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بھلائی سے تو صرف بھلائی پیدا ہوتی ہے لیکن

یہ مال سرسبز اور خوشگوار (گھاس کی طرح) ہے اور جو چیز بھی بہار کے موسم میں اگتی ہیں وہ حرص کے ساتھ کھانے والوں کو ہلاک کر دیتی ہیں یا ہلاکت کے قریب پہنچا دیتی ہیں۔ سوائے اس جانور کے جو پیٹ بھر کے کھائے کہ جب اس نے کھالیا اور اس کے دونوں کوکھ بھر گئیں تو اس نے سورج کی طرف منہ کر کے جگالی کر لی اور پھر پاخانہ پیشاب کر دیا اور اس کے بعد پھر لوٹ کے کھالیا اور یہ مال بھی بہت شیریں ہے جس نے اسے حق کے ساتھ لیا اور حق میں خرچ کیا تو وہ بہترین ذریعہ ہے اور جس نے اسے ناجائز طریقہ سے حاصل کیا تو وہ اس شخص جیسا ہے جو کھاتا ہے لیکن آسودہ نہیں ہوتا۔ (689/1)

❑ جب مال حقوق کی ادائیگی میں خرچ نہ ہو تو وہ سارے مال کو ضائع کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ (1) کوڑھی (سفید داغ والا) (2) نابینا (3) گنجا۔

اللہ تعالی نے ان تینوں کو آزمانا چاہا، چنانچہ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جو پہلے سفید داغ والے کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تمہیں کون سی چیز بہت پیاری ہے؟ اس نے کہا: اچھا رنگ اور خوبصورت جلد کیونکہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور کراہیت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہوگئی اور اسے اچھے رنگ کے ساتھ خوبصورت جلد حاصل ہوگئی۔ پھر فرشتے نے کہا: تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے اونٹ یا گائے کہا۔ بہر حال اس کو دس ماہ کی وہ اونٹنی دے دی گئی جو بچہ جننے کے قریب تھی۔ اور اس کو کہا: اللہ تعالی تمہیں اس میں برکت دے۔

پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میرا یہ گنج پن ختم ہو جائے اور میرے خوبصورت بال ہوں کیونکہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے نے اس پر بھی ہاتھ پھیرا تو اس کا گنج پن ختم ہو گیا اور اس کے خوبصورت بال اگ آئے۔ پھر فرشتے نے اس سے کہا: تمہیں کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: مجھے گائے پسند ہے، چنانچہ فرشتے نے اسے ایک وہ گائے دے دی جو بچہ جننے کے قریب تھی اور اس کو کہا: اللہ تمہارے مال میں برکت دے۔

اس کے بعد وہ فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: تمہیں کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اللہ تعالی میری بینائی مجھے واپس کر دے تاکہ میں اس کے ذریعے سے لوگوں کو دیکھ سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالی نے اس کی بینائی واپس کر دی۔ اس کے بعد فرشتے نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا:

مجھے بکری پسند ہے، چنانچہ فرشتے نے اسے ایک ایسی بکری دے دی جو بچہ جننے کے قریب تھی۔
پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے اور ہوتے ہوتے سفید داغ والے کے جنگل بھر اونٹ ہو گئے اور گنجے کے جنگل بھر گائے بیل ہو گئے اور اندھے کے جنگل بھر بکریاں ہو گئیں۔
کچھ عرصہ کے بعد وہی فرشتہ اسی انسانی شکل وصورت میں سفید داغ والے کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، دوران سفر میرا سامان وغیرہ ختم ہو گیا ہے، اور اللہ تعالی کے سوا کسی سے ضرورت پوری ہونے کی امید نہیں، آج میرے لیے اللہ کی مدد کے سوا اور اس کے بعد تمہاری مدد کے بغیر اپنی منزل تک پہنچنا ممکن نہیں اس لیے میں تم سے اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں اچھی رنگت، خوبصورت جلد اور بہترین مال دیا ہے، مجھے ایک اونٹ دے دو تا کہ میں اس پر سوار ہو کر اپنا سفر کر سکوں۔ کوڑھی نے کہا: مجھ پر اور بہت سی ذمہ داریاں ہیں اور لوگوں کے بہت سے حق مجھ پر لازم ہیں (یعنی قرض دار ہوں یا گھر بار کے خرچ سے زیادہ مال نہیں جو تم کو دوں) فرشتے نے کہا: غالبا میں تمہیں پہچانتا ہوں کیا تم وہی سفید داغ والے شخص نہیں جس کی وجہ سے سب لوگ تم سے نفرت کرتے تھے اور تم ضرورت مند محتاج بھی تھے، پھر اللہ تعالی نے تمہیں اپنے فضل سے یہ سب مال و دولت دے دیا؟ اس نے کہا: واہ! میں تو جدی پشتی (باپ دادا سے) مال دار چلا آ رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا: اگر تم جھوٹ بولتے ہو تو اللہ تعالی تمہیں پھر ویسا ہی کر دے جیسا تم پہلے تھے۔
پھر وہی فرشتہ اسی انسانی شکل وصورت میں گنجے کے پاس گیا۔ اس سے بھی وہی کہا جو اس نے سفید داغ والے سے کہا تھا۔ گنجے نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا سفید داغ والے نے جواب دیا تھا۔ فرشتے نے اس سے کہا: اگر تم جھوٹ بولتے ہو تو اللہ تعالی تمہیں پھر ویسا ہی کر دے جیسا تم پہلے تھے۔
پھر وہ فرشتہ اسی انسانی شکل وصورت میں نابینا کے پاس آیا اور اس سے کہا: میں ایک مسکین آدمی ہوں، دوران سفر میرا سامان وغیرہ ختم ہو گیا ہے، اور اللہ تعالی کے سوا کسی سے ضرورت پوری ہونے کی امید نہیں، آج میرے لیے اللہ کی مدد کے سوا اور اس کے بعد تمہاری مدد کے بغیر اپنی منزل تک پہنچنا ممکن نہیں اس لیے میں تم سے اس اللہ کے نام پر ایک بکری مانگتا ہوں جس نے تمہاری آنکھیں دوبارہ روشن کیں تا کہ میں اس کے ذریعے سے اپنا سفر جاری رکھ سکوں۔ اس نابینا نے کہا: بیشک میں نابینا تھا۔ اللہ تعالی نے مجھے بینائی سے نوازا۔ میں محتاج تھا، اللہ تعالی نے مجھے مالدار کر دیا، لہٰذا تم ان بکریوں میں سے جتنی بکریاں لینا چاہو، لے لو، میں تم کو ہرگز منع نہیں کروں گا۔ اللہ کی قسم! آج تم جو ضرورت والی چیز بھی اللہ کے نام پر لو گے تو میرا تم پر کوئی احسان نہیں ہو گا۔ فرشتے نے کہا: تم اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ یہ صرف تم لوگوں کا امتحان تھا۔ اللہ تعالی تو تم سے راضی اور خوش ہو گیا ہے اور تمھارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا ہے۔ (689/2)

❑ دوسروں کو نیک کاموں میں خرچ سے روکنا منافقین کی صفت ہے۔

- قرآن کریم میں ہے:

أَرَأَيتَ الَّذِى يُكَذِّبُ بِالدِّينِ . . . وَيَمنَعُونَ المَاعُونَ۔ (ماعون)

کیا تم نے اسے دیکھا جو جزاء وسزا کو جھٹلاتا ہے؟......اور دوسروں کو معمولی چیز دینے سے بھی انکار کرتے ہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لاَ تُنفِقُوا عَلَى مَن عِندَ رَسُولِ اللهِ حَتَّى يَنفَضُّوا وَلِلهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرضِ وَلَكِنَّ المُنَافِقِينَ لَا يَفقَهُونَ۔

(منافقون:7)

یہی تو ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو، یہاں تک کہ یہ خود ہی منتشر ہو جائیں گے، حالانکہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے ہیں، لیکن منافق لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔

❑ خرچ نہ کرنے والے بڑے خسارے میں ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے:

میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت کعبہ کے سائے میں اور اس کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ جو بڑے دولت مند اور سرمایہ دار ہیں، ان میں سے وہی لوگ خسارے سے محفوظ ہیں جو اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں (ہر طرف خیر کے مصارف میں) اپنی دولت کشادہ دستی کے ساتھ صرف کرتے ہیں......مگر دولت مندوں اور سرمایہ داروں میں ایسے بندے بہت کم ہیں۔**(690)**

❑ خرچ نہ کرنے والے مرنے کے بعد حسرت کریں گے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَأَنفِقُوا مِن مَا رَزَقنَاكُم مِن قَبلِ أَن يَأتِيَ أَحَدَكُمُ المَوتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَولَا أَخَّرتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِنَ الصَّالِحِينَ۔

(منافقون:10)

اور ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے (اللہ کے حکم کے مطابق) خرچ کر لو قبل اس کے کہ تم

میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ یہ کہے کہ: اے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی دیر کے لیے اور مہلت کیوں نہ دے دی کہ میں خوب صدقہ کرتا، اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔

❑ خرچ نہ کرنے والے پر رزق اور برکت کے دروازے بند ہو جائیں گے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ان سے فرمایا:

تم اللہ کے بھروسہ پر اس کی راہ میں کشادہ دستی سے خرچ کرتی رہو اور گنو مت (یعنی اس فکر میں نہ پڑو کہ میرے پاس کتنا ہے اور اس میں سے کتنا راہ خدا میں دوں) اگر تم اس کی راہ میں اس طرح حساب کر کے دوگی تو وہ بھی تمہیں حساب ہی سے دے گا (اور اگر بے حساب دوگی تو وہ بھی تم پر اپنی نعمتیں بے حساب نچھاور/ برسائے گا) اور دولت جوڑ جوڑ کر اور بند کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ کرے گا (کہ رحمت اور برکت کے دروازے تم پر خدانخواستہ بند ہو جائیں گے) لہٰذا تھوڑا بہت کچھ ہو سکے اور جس کی توفیق ملے راہ خدا میں کشادہ دستی سے دیتی رہو۔**(691)**

ایک حدیث میں آتا ہے:

کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! روکنے والے اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔**(692)**

(5) دینے کی بالکل گنجائش نہ ہو تو اچھے انداز سے معذرت کریں۔

- قرآن کریم میں ہے:

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔(ضحیٰ:10) اور جو سوال کرنے والا ہو، اسے جھڑکنا نہیں۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا۔(النساء:8)

اور جب (میراث کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار، یتیم اور مسکین لوگ آجائیں، تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو، اور ان سے مناسب انداز میں بات کرو۔

- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب بحرین سے وصول ہو کر میرے پاس مال آئے گا تو میں تمہیں اس طرح اس طرح (تین لپ) دوں گا۔**(693)**

بخل کی مذمت

❑ بخل سے کام لینے والے اللہ کو پسند نہیں

- قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا۔

(نساء:37-36)

بیشک اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ ایسے لوگ جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی تلقین کرتے ہیں، اور اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دے رکھا ہے اسے چھپاتے ہیں، اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لیے ذلیل کردینے والا عذاب تیار کررکھا ہے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ۔ (حدید:24-23)

اور اللہ کسے ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اتراہٹ میں مبتلا ہو، شیخی بگھارنے والا ہو۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں، اور دوسرے لوگوں کو بھی کنجوسی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور جو شخص منہ موڑلے تو یادرکھو کہ اللہ ہی ہے جو سب سے بے نیاز ہے، بذات خود قابل تعریف ہے۔

❑ دوسروں پر خرچ کرنے کا وعدہ کرکے وعدہ خلافی کرنے والوں کے دل دائمی نفاق کے مرض میں مبتلاء کردیئے جاتے ہیں

قرآن کریم میں ہے:

وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ۔

(توبة:75)

اور انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہمیں نوازے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے، اور یقیناً نیک لوگوں میں شامل ہوجائیں گے۔

❏ دوسروں پر خرچ کرنے میں بخل کرنے کا نقصان بخل کرنے والے کو بھگتنا پڑتا ہے

قرآن کریم میں ہے:

هَاأَنتُم هَؤُلَاءِ تُدعَونَ لِتُنفِقُوا فِى سَبِيلِ اللهِ فَمِنكُم مَن يَبخَلُ وَمَن يَبخَل فَإِنَّمَا يَبخَلُ عَن نَفسِهِ وَاللهُ الغَنِيُّ وَأَنتُمُ الفُقَرَاءُ وَإِن تَتَوَلَّوا يَستَبدِل قَومًا غَيرَكُم ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمثَالَكُم۔ (محمد:38-36)

دیکھو! تم ایسے ہو کہ تمہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں، اور جو شخص بھی بخل کرتا ہے وہ خود اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے، اور تم ہو جو محتاج۔ اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔

❏ دوسروں پر خرچ کرنے میں بخل کرنے والوں سے نیکی کی توفیق سلب کرلی جاتی ہے، بخل کی بری خصلت دن بدن پختہ ہوتی چلی جاتی ہے

- قرآن کریم میں ہے:

وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاستَغنَى وَكَذَّبَ بِالحُسنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلعُسرَى وَمَا يُغنِى عَنهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى۔ (لیل:10-8)

رہا وہ شخص جس نے بخل سے کام لیا، اور (اللہ سے) بے نیازی اختیار کی۔ اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا، تو ہم اس کو تکلیف کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔ اور جب ایسا شخص تباہی کے گڑھے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

- حضرت علیؓ سے روایت ہے:

ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ آپ نے سر جھکالیا پھر چھڑی سے زمین کو کریدنے لگے۔ پھر فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ایسا نہیں، کوئی پیدا ہونے والی جان ایسی نہیں جس کا جنت اور جہنم کا ٹھکانا لکھا نہ جاچکا ہو۔ یہ لکھا جاچکا ہے کہ کون نیک ہے اور کون برا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کیا حرج ہے اگر ہم اپنی اسی تقدیر پر بھروسہ کرلیں اور نیک عمل کرنا چھوڑ دیں جو ہم میں نیک ہوگا، وہ نیکیوں کے ساتھ جاملے گا اور جو برا ہوگا اس سے بروں کے سے اعمال ہوجائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ نیک ہوتے ہیں انہیں نیکوں ہی کے عمل کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور جو برے ہوتے ہیں انہیں بروں ہی جیسے عمل کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی ”فأمامن أعطى

واتقی ' وصدق بالحسنی'' یعنی سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچا سمجھا سو ہم اس کے لیے نیک کاموں کو آسان کر دیں گے۔ (694)

● ایک شخص ثعلبہ ابن حاطب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کی کہ آپ دعا کریں کہ میں مال دار ہو جاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیا تم کو میرا طریقہ پسند نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر میں چاہتا تو مدینہ کے پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ پھرا کرتے، مگر مجھے ایسی مال داری پسند نہیں۔

یہ شخص چلا گیا، مگر دوبارہ پھر آیا اور پھر یہی درخواست اس معاہدہ کے ساتھ پیش کی کہ اگر مجھے مال مل گیا تو میں ہر حق والے کو اس کا حق پہنچاؤں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کر دی، جس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ اس کی بکریوں میں بے پناہ زیادتی شروع ہوئی، یہاں تک کہ مدینہ کی جگہ اس پر تنگ ہوگئی، تو باہر چلا گیا اور ظہر اور عصر کی دو نمازیں مدینہ میں آ کر آپ کے ساتھ پڑھتا تھا، باقی نمازیں جنگل میں جہاں اس کا یہ مال تھا وہیں ادا کرتا تھا۔

پھر انہی بکریوں میں مزید اتنی زیادتی ہوگئی کہ یہ جگہ بھی تنگ ہوگئی اور شہر مدینہ سے دور جا کر کوئی جگہ لی، وہاں سے صرف جمعہ کی نماز کے لیے مدینہ میں آتا اور پنج گانہ نمازیں وہیں پڑھنے لگا، پھر اس مال کی فراوانی اور بڑھی تو یہ جگہ بھی چھوڑنا پڑی اور مدینہ سے بہت دور چلا گیا، جہاں جمعہ اور جماعت سب سے محروم ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے بتلایا کہ اس کا مال اتنا زیادہ ہو گیا کہ شہر کے قریب میں اس کی گنجائش ہی نہیں، اس لیے کسی دور جگہ پر جا کر اس نے قیام کیا ہے اور اب یہاں نظر نہیں آتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر تین مرتبہ فرمایا:

وَيحَ ثَعْلَبَةُ، وَيحَ ثَعْلَبَةُ، وَيحَ ثَعْلَبَةُ ثعلبہ پر افسوس ہے، ثعلبہ پر افسوس ہے، ثعلبہ پر افسوس ہے!

اتفاق سے اسی زمانہ میں آیاتِ صدقات نازل ہوگئیں۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقات کا مکمل قانون لکھوا کر دو شخصوں کو عامل صدقہ کی حیثیت سے مسلمانوں کے مویشیوں کے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیج دیا اور ان کو حکم دیا کہ ثعلبہ بن حاطب کے پاس بھی پہنچیں اور بنی سلیم کے ایک اور شخص کے پاس جانے کا بھی حکم دیا۔ یہ دونوں جب ثعلبہ کے پاس پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان دکھایا تو ثعلبہ کہنے لگا:

یہ تو جزیہ (ٹیکس) ہو گیا جو غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے اور پھر کہا کہ اچھا ابھی تو آپ جائیں، واپسی میں میرے پاس سے ہوتے ہوئے جائیں، یہ دونوں چلے گئے۔

دوسرے شخص سلیمی نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا تو اپنے مویشی اونٹ اور بکریوں میں جو سب سے بہتر جانور تھے، نصاب صدقہ کے مطابق وہ جانور لے کر خود ان دونوں قاصدانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچ گئے، انہوں نے کہا کہ ہمیں تو حکم یہ ہے کہ جانوروں میں اعلیٰ چھانٹ کر نہ لیں، بلکہ متوسط وصول کریں، اس لیے ہم تو یہ نہیں لے

سکتے، سلیمی نے اصرار کیا کہ میں اپنی خوشی سے یہ پیش کرنا چاہتا ہوں، یہی جانور قبول کر لیجیے۔

پھر یہ دونوں حضرات دوسرے مسلمانوں سے صدقات وصول کرتے ہوئے واپس آئے تو پھر ثعلبہ کے پاس پہنچے، تو اس نے کہا کہ لاؤ وہ قانون صدقات مجھے دکھلاؤ پھر اس کو دیکھ کر یہی کہنے لگا کہ یہ تو ایک قسم کا جزیہ ہو گیا، جو مسلمانوں سے نہیں لینا چاہیے، اچھا ابھی تو آپ جائیں میں غور کروں گا پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔

جب یہ دونوں حضرات واپس مدینہ طیبہ پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے حالات پوچھنے سے پہلے ہی پھر وہ کلمہ دہرایا جو پہلے فرمایا تھا:

یَاوَیْحَ ثَعْلَبَۃُ، یَاوَیْحَ ثَعْلَبَۃُ، یَاوَیْحَ ثَعْلَبَۃَ یعنی ثعلبہ پر سخت افسوس ہے۔

یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا، پھر سلیمی کے معاملہ پر خوش ہو کر اس کے لیے دعا فرمائی۔

اس مجلس میں ثعلبہ کے کچھ عزیز و اقارب بھی موجود تھے، یہ سن کر ان میں سے ایک آدمی فوراً سفر کر کے ثعلبہ کے پاس پہنچا اور اس کو ملامت کی اور بتلایا کہ تمہارے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوگئی ہے:

وَمِنھُم مَن عَاھَدَ اللہَ لَئِن آتَانَا مِن فَضلِہٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَکُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِینَ۔ فَلَمَّا آتَاھُم مِن فَضلِہٖ بَخِلُوا بِہٖ وَتَوَلَّوا وَّھُم مُعرِضُونَ۔

(توبۃ:76-75)

اور انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہمیں نوازے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے، اور یقیناً نیک لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔ لیکن جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نوازا تو اس میں بخل کرنے لگے۔ اور منہ موڑ کر چل دیے۔

یہ سن کر ثعلبہ گھبرایا اور مدینہ حاضر ہو کر درخواست کی کہ میرے صدقہ کو قبول کر لیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مجھے حق تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

یہ سن کر ثعلبہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یہ تو تمہارا اپنا عمل ہے، میں نے تمہیں حکم دیا تم نے اطاعت نہ کی، اب تمہارا صدقہ قبول نہیں ہو سکتا۔

ثعلبہ ناکام واپس ہو گیا اور اس کے کچھ دن بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے، تو ثعلبہ صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرا صدقہ قبول کر لیجیے، صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہیں کیا تو میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔

پھر صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد ثعلبہ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی درخواست کی اور وہی جواب ملا جو صدیق اکبرؓ نے دیا تھا، پھر حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں ان سے درخواست کی انہوں نے بھی انکار کر دیا اور خلافت عثمانؓ کے زمانہ میں ثعلبہ مر گیا۔ (695/1)

❏ بخل کرنے والا اپنے آپ کو تنگی اور سختی میں پھنساتا جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

بخل کرنے اور صدقہ کرنے والے کی مثال (یعنی ان دونوں کی صفت) ان آدمیوں کی طرح ہے، جن پر لوہے کی زرہ ہیں (جو جنگ کے موقع پر پہنی جاتی ہیں) جس میں ان کے ہاتھ چھاتیوں میں اور گلوں میں جکڑے ہوئے ہوں، پھر جب صدقہ دینے والا صدقہ دیتا ہے، تو اس کی وہ زرہ کشادہ ہو جاتی ہے (اور اس کی تنگی و جکڑ بندی ختم ہو جاتی ہے) یہاں تک کہ اس کے انگلیوں کے پوروں کو ڈھانپ لیتی ہے (اور اس کے پورے جسم کو دشمن کی زد سے محفوظ کر دیتی ہے) اور اس کے قدم کے نشان جو زمین پر ہوں، ان کو بھی مٹا دیتی ہے (یعنی اس کی حفاظت کے ساتھ اس کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں) اور بخل کرنے والے کا حال ایسا ہے کہ جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کی زرہ تنگ ہو جاتی ہے، اور اس کا ہر حلقہ اپنی جگہ پکڑ لیتا ہے۔ **(695/2)**

❏ بخل کی خصلت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت کثرت سے پناہ مانگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں قیام فرماتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتا۔ اکثر میں سنتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کرتے

اللھم إنّی أعوذُ بِکَ مِنَ الْھَمّ وَالْحَزَنِ والْعَجزِ وَالْکَسَلِ وَالْبُخْلِ وَ الْجُبْنِ و ضلع الدّین وَ غَلَبَۃِ الرِّجَالِ۔

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم، عاجزی سستی، بخل، بزدلی، قرض داری کے بوجھ اور ظالم کے اپنے اوپر غلبہ سے **(696)**

❏ کسی انسان کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ بخیل ہو۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر دین داری اور اچھے اعمال میں۔ آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ فحش گو ہو، بدکلامی کرنے والا ہو، بخیل ہو، بزدل ہو۔ **(697)**

❏ بخل قطع رحمی اور فسق و فجور کا سبب ہے۔

حدیث میں آتا ہے:

بخل و حرص سے بچو اس لیے کہ تم سے پہلے لوگ بخل و حرص کی وجہ سے ہلاک ہوئے، حرص نے لوگوں کو بخل کا حکم دیا تو وہ بخیل ہو گئے، بخیل نے انہیں ناتا توڑنے کو کہا تو لوگوں نے ناتا توڑ لیا اور اس نے انہیں فسق و فجور کا حکم دیا تو وہ فسق و فجور میں لگ گئے۔ **(698/1)**

المیزان مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

❑ بخل خون ریزی، فتنہ وفساد کا سبب ہے

حدیث میں آتا ہے:

تم ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی شکل میں ظاہر ہوگا (جس کی وجہ سے راستہ نہیں مل سکے گا، اور طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا) اور تم شدید بخل (اور مال کی حرص) سے بچو، کیونکہ بخل تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے، شدید بخل نے ان کو آپس میں خون ریزی پر ابھارا، اور انہوں نے اس کی وجہ سے حرام کاموں کو حلال کرلیا۔ **(698/2)**

❑ بخیل جنت کے قرب سے بھی محروم رہے گا

- حدیث میں آتا ہے:

جب اللہ رب العزت نے جنت عدن بنائی تو حکم دیا کہ ''بولو'' جنت کہنے لگی یقینا ایمان والے کامیاب ہوگئے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا میری عزت کی قسم بخیل تمہارے قریب بھی نہیں آئے گا۔ **(699)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

سخی آدمی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور جہنم سے دور ہے، بخیل آدمی اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، اور جہنم سے قریب ہے، جاہل سخی اللہ کے نزدیک بخیل عابد سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔ **(700)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

دھوکہ باز، احسان جتانے والا اور بخیل جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ **(701)**

❑ بخیل جہنم کی نچلے درجے میں ہوگا

- ایک حدیث میں آتا ہے:

زیادہ مال جمع کرنے والے جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے، مگر وہ جو اپنے مال کو دائیں بائیں، آگے پیچھے تقسیم کریں۔ **(702)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

میں تمہیں جنتی آدمی کے متعلق نہ بتادوں، وہ دیکھنے میں کمزور ناتواں ہوتا ہے (لیکن اللہ کے یہاں اس کا مرتبہ یہ ہے کہ) اگر کسی بات پر اللہ کی قسم کھالے تو اللہ اسے ضرور پوری کردیتا ہے اور کیا میں تمہیں دوزخ والوں کے متعلق نہ بتادوں ہر بدخو، بھاری جسم والا اور تکبر کرنے والا، بہت زیادہ مال جمع کرنے والا، لوگوں سے مال روکنے والا۔ **(703)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جہنم میں زیادہ تر ان عورتوں کو دیکھا جنہیں اگر راز کی بات بتائی جائے تو وہ راز کو پھیلا دیں، اگر ان سے کچھ مانگا جائے تو وہ بخل کریں۔(704)

❑ بخل باعث ہلاکت ہے

حدیث میں آتا ہے:

تین باتیں نجات دلانے والی ہیں: اللہ تعالیٰ کا ڈر اعلانیہ اور تنہائی میں، خوشی اور غصے میں عدل وانصاف، فقر اور مالداری میں میانہ روی۔ اور تین باتیں ہلاک کرنے والی ہیں: خواہشات، بخل، خود پسندی۔(705)

❑ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے

- حدیث میں آتا ہے:

اللہ کے راستے کا گرد وغبار اور جہنم کا دھواں ایک مؤمن کے جسم پر کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے، اسی طرح بخل اور ایمان ایک مؤمن میں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔(706)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

مؤمن کے اندر دو خصلتیں بخل اور بداخلاقی جمع نہیں ہو سکتیں۔(707/1)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

حیاء اور عفت (یعنی پاک دامنی) اور کم گوئی (یعنی زبان کی خاموشی نہ کہ دل کا سکوت) اور فقہ (یعنی گہری سمجھ اندرونی بصیرت نہ کہ ظاہری حکمت ودانائی) کا تعلق ایمان سے ہے، اور یہ چیزیں آخرت میں (ثواب ودرجات اور مراتب میں) بڑھنے والی (اور پھلنے پھولنے والی) ہیں، اور دنیا (کے ظاہری منافع) میں ناقص وکوتاہ ہیں، اور جو چیزیں آخرت میں (ثواب ودرجات وغیرہ میں) زیادتی وبڑھوتری والی ہوں، وہ زیادہ ہونی چاہیں، اور بدگوئی اور جفاء اور شدید بخل کا تعلق نفاق سے ہے، اور یہ ان چیزوں میں سے ہے جو دنیا (کے ظاہری مادی منافع) میں اضافہ (ترقی وبڑھوتری لانے) والی ہیں، اور آخرت میں (ثواب کو) کم کرنے (اور گھٹانے) والی ہیں، اور جو چیزیں آخرت میں (ثواب کو) کم کرنے والی ہیں (افسوس) وہ زیادہ ہیں۔(707/2)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

پاکی نصف (یعنی آدھا) ایمان ہے اور ''الحمدللہ'' میزانِ عمل کو پُر کر دیتا ہے، اور ''سبحان اللہ'' اور ''الحمدللہ'' دونوں میزانِ عمل کو بھر دیتے ہیں، یا یہ فرمایا کہ زمین اور آسمانوں کے درمیانی حصہ کو بھر دیتے ہیں، اور نماز (دل اور قبر وحشر میں) نور ہے، اور صدقہ برہان (یعنی واضح حجت

ودلیل) ہے، اور صبر روشنی ہے، اور قرآن آپ کے حق میں یا آپ کے خلاف حجت ہے، تمام لوگ اس حال میں صبح کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کی بیع کرتے ہیں، پھر کوئی اپنے آپ کو (نیک اعمال کر کے عذاب سے) آزاد کرالیتا ہے، یا اپنے آپ کو (گناہ کر کے عذاب میں گرفتار و) ہلاک کرالیتا ہے۔ **(707/3)**

اس حدیث میں فرمایا گیا کہ صدقہ برہان ہے، برہان ایسی دلیل اور حجت کو کہا جاتا ہے، جو کہ بالکل ظاہر اور مستحکم ہو، صدقہ دراصل ایمان اور محبت الٰہی کی واضح دلیل ہے، کیونکہ صدقہ کرنے سے دل کا تعلق مال اور دنیا سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ اور آخرت کی طرف ہوجاتا ہے، گویا کہ صدقہ حب مال (یعنی مال کی محبت) کا علاج ہے، نیز صدقہ کا عمل وہی شخص کرتا ہے، جس کے دل میں اللہ و آخرت کی محبت ہو، اور صدقہ کرنے والے کے حق میں بروزِ قیامت یہ ایمان کی واضح دلیل بنے گا، جبکہ صدقہ اخلاص کے ساتھ اور شرعی طریقہ پر ہو۔

❑ بخل کی خصلت علامات قیامت میں سے ہے

- حدیث میں آتا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ جلدی جلدی گزرے گا اور دین کا علم دنیا میں کم ہوجائے گا اور دلوں میں بخیلی سما جائے گی اور ہرج بڑھ جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہرج کیا ہوتا ہے؟ فرمایا قتل و خون ریزی۔ **(708/1)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بے حیائی عام نہ ہوجائے اور بخل عام نہ ہوجائے، اور جب تک خائن کو امین اور امین کو خائن نہ سمجھا جانے لگے، اور "وعول" لوگوں کو ہلاک کر دیا جائے گا، اور "تحوت" لوگوں کی تعریف کی جائے گی، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول "وعول اور تحوت" کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "وعول" معزز لوگ ہیں اور "تحوت" وہ لوگ ہیں جو نچلے لوگ ہوں جنہیں کوئی جانتا بھی نہ ہو۔ **(708/2)**

❑ بخل کے اسباب و وجوہات

حدیث میں آتا ہے:

بیشک اولاد انسان کو بخیل، بزدل بنا دیتی ہیں۔ **(709)**

فصل:۔2

خرچ کرنے میں ظلم وعدل کی شکلیں

1. بیوی پر خرچ کرنا بیوی کا حق ہے
2. اولاد پر خرچ کرنا اولاد کا حق ہے
3. والدین پر خرچ کرنا والدین کا حق ہے
4. قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا ان کا حق ہے
5. ضرورت مند حضرات پر خرچ کرنا ان کا حق ہے
6. اپنی ذات پر خرچ کرنا ذات کا حق ہے
7. اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنا ان کا حق ہے

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

1. بیوی پر خرچ کرنا بیوی کا حق ہے

(1) بیوی پر خرچ کرنے کے فضائل (2) بیوی پر خرچ کرنے کے احکام

(1) بیوی پر خرچ کرنے کے فضائل

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں بیوی پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

جواب:

- حدیث میں آتا ہے:

جب آدمی اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو (اس خرچ کرنے سے) اس کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔(710)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

تم جو کچھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے خرچ کرتے ہو تمہیں اس کا ضرور ثواب دیا جائے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو (اس پر بھی تمہیں ثواب ملے گا)(711)

- ایک اور حدیث میں ہے:

جو اپنا زائد مال اللہ کے راستے میں خرچ کرے اللہ اس کو سات سو گنا بڑھا دے گا اور جو اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر یا مریض کی عیادت میں یا کسی کی تکلیف دور کرنے میں خرچ کرے گا تو ایک نیکی دس کے برابر ہوگی۔(712)

- ایک اور حدیث میں ہے:

آدمی کا یہی گناہ کافی ہے کہ اپنے مملوک کے حق کو روک کر بیٹھ جائے۔(713)

- ایک اور حدیث میں ہے:

یارسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا افضل ترین صدقہ وہ ہے جو غریب آدمی اپنی محنت کی کمائی سے کرے اور پہلے ان پر خرچ کرو جن کے تم ذمہ دار ہو (یعنی اپنے بیوی بچوں پر)۔(714)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے (بتایئے کہ

میں وہ کہاں خرچ کروں اور کس کو دے دوں؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (سب سے مقدم یہ ہے) کہ اپنی ضرورتوں پر خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ: اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اس کو اپنی اولاد کی ضروریات پر خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ: اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو اس کو اپنی بیوی کی ضروریات پر خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ: اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: پھر اس کو اپنے غلام اور خادم پر صرف کر دو۔ اس نے کہا کہ اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم زیادہ واقف ہو (کہ تمہارے اہل قرابت میں کون زیادہ ضرورت مند اور مستحق ہے۔(715)

(2) بیوی پر خرچ کرنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص: 581)

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

2. اولاد پر خرچ کرنا اولاد کا حق ہے

(1) اولاد پر خرچ کرنے کے فضائل (2) اولاد پر خرچ کرنے کے احکام

(1) اولاد پر خرچ کرنے کے فضائل

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں اولاد پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں

جواب:

- ایک روایت میں ہے:

رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ پھر (نماز کے بعد) لوگوں کو وعظ فرمایا اور صدقہ کا حکم دیا۔ فرمایا: لوگو! صدقہ دو۔ پھر آپ ﷺ عورتوں کی طرف گئے اور ان سے بھی یہی فرمایا کہ عورتو! صدقہ دو کہ میں نے جہنم میں بکثرت تم ہی کو دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' اے عورتو! اس لیے کہ تم لعن وطعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو کار آزمودہ مرد کی عقل کو بھی اپنی مٹھی میں لے لیتی ہو۔ پھر آپ ﷺ واپس گھر پہنچے تو ابن مسعودؓ کی بیوی زینبؓ آئیں اور اجازت چاہی۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ زینب آئی ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کون سی زینب (کیونکہ زینب نام کی بہت سے عورتیں تھیں) کہا گیا ابن مسعودؓ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اچھا انہیں اجازت دے دو' چنانچہ اجازت دے دی گئی۔ انہوں نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج آپ نے صدقہ کا حکم دیا تھا۔ اور میرے پاس بھی کچھ زیور ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن (میرے خاوند) ابن مسعودؓ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے لڑکے اس کے ان (مسکینوں) سے زیادہ مستحق ہیں جن پر میں صدقہ کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ ابن مسعودؓ نے صحیح کہا۔ تمہارے شوہر اور تمہارے لڑکے اس صدقہ کے ان سے زیادہ مستحق ہیں جنہیں تم صدقہ کے طور پر دوگی۔ (معلوم ہوا کہ اقارب اگر محتاج ہوں تو صدقہ کے اولین مستحق وہی ہیں)۔ **(716)**

- ایک اور حدیث میں ہے:

افضل دینار جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ ہے جو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار جس کو اللہ

کے راستہ میں اپنے جانور پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار جو اپنے ساتھیوں پر اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔**(717)**

- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت اور کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دونوں بچیوں میں تقسیم کردی اور خود نہیں کھائی۔ پھر وہ اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے خود کو معمولی سی بھی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی۔**(718/1)**

- حضرت سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں آپ کو افضل صدقہ نہ بتلادوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کا اپنی اس بیٹی (پر صدقہ کرنا) جو آپ کی طرف (اس کے شوہر فوت ہونے یا طلاق دینے کی وجہ سے) لوٹ کر آئی ہے اور اس کا آپ کے علاوہ کوئی کمانے والا نہی ہے۔**(718/2)**

(2) اولاد پر خرچ کرنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل،ص:586)

المیزان مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

3. والدین پر خرچ کرنا والدین کا حق ہے

(1) والدین پر خرچ کرنے کے فضائل (2) والدین پر خرچ کرنے کا حکم

(1) والدین پر خرچ کرنے کے فضائل

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں والدین پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں

جواب:

- قرآن کریم میں ہے:

وَقَضَى رَبُّکَ أَلَّا تَعبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالوَالِدَينِ إِحسَانًا إِمَّا يَبلُغَنَّ عِندَکَ الكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَو كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنهَرهُمَا وَقُل لَهُمَا قَولًا كَرِيمًا وَاخفِض لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحمَةِ وَقُل رَبِّ ارحَمهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔(اسراء:24-23)

اورتمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو۔ بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو۔ اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ، اور یہ دعا کرو کہ: یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجیے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَصَاحِبهُمَا فِي الدُّنيَا مَعرُوفًا۔(لقمان:15)

اور دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی سے رہو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان اور بھلائی کا حکم دیا ہے۔ اور احسان میں یہ بھی داخل ہے کہ ان پر خرچ کیا جائے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ **(719)**

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسأَلُونَکَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُل مَا أَنفَقتُم مِن خَيرٍ فَلِلوَالِدَينِ وَالأَقرَبِينَ

وَالیَتَامَی وَالمَسَاکِینِ وَابنِ السَّبِیلِ وَمَا تَفعَلُوا مِن خَیرٍ فَإِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیمٌ۔ (بقرۃ:215)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی خوشنودی کے لیے) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہونا چاہیے، اور تم بھلائی کا جو کام بھی کرو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے پاس مال ہے اور والد بھی ہیں اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم اور تمہارا مال تمہارے والد ہی کا ہے (یعنی ان کی خبر گیری تم پر لازم ہے) تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہے تو تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھاؤ۔ **(720)**

مرنے کے بعد والدین کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اور صلہ اس مرنے والے کو عطا فرماتا ہے، پس مرحوم والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ ہمدردی اور احسان کا ایک طریقہ ان کے کے لیے دعا و استغفار کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے، یا اسی طرح ان کی طرف سے دوسرے اعمال خیر کر کے ان کو ثواب پہنچایا جائے۔ **(721)**

- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ: میری والدہ کا بالکل اچانک اور دفعتاً انتقال ہو گیا اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ موت واقع ہونے سے پہلے کچھ بول سکتیں تو وہ ضرور کچھ صدقہ کرتیں، تو اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہنچ جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! پہنچ جائے گا۔ **(722)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

سعد بن عبادہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا کہ خود سعد موجود نہیں تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے ہوئے تھے۔ جب ان کی واپسی ہوئی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں انہوں نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا، تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں، تو کیا وہ ان کے لیے نفع مند ہو گا (اور ان کو اس کا ثواب پہنچے گا؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہاں، پہنچے گا۔ انہوں نے عرض کیا: تو میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا باغ مخراف اپنی والدہ مرحومہ کے لیے صدقہ کر دیا۔ **(723)**

- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: میرے والد کا انتقال ہو گیا

ہے اور انہوں نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے اور (صدقہ وغیرہ کی) کوئی وصیت نہیں کی ہے، تو اگر
میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا میرا یہ صدقہ ان کے لیے کفارہ سیئات اور مغفرت ونجات کا
ذریعہ بن جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! (اللہ تعالیٰ سے اسی کی امید ہے)۔(724)

(2) والدین پر خرچ کرنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:588)

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

4. قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا ان کا حق ہے

(1) قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے فضائل

(2) قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے احکام

(1) قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے فضائل

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

جواب:

❑ رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا حکم ہے

- قرآن کریم میں ہے:

وَآتِ ذَاالقُربٰی حَقَّهُ وَالمِسکِینَ وَابنَ السَّبِیلِ وَلَا تُبَذِّر تَبذِیرًا۔

(اسراء:26)

اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو، اور مسکین اور مسافر کو (ان کا حق) اور اپنے مال کو بے ہودہ کاموں میں نہ اڑاؤ

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعبُدُوا اللهَ وَلَا تُشرِكُوا بِهِ شَیئًا وَبِالوَالِدَینِ إِحسَانًا وَبِذِی القُربٰی وَالیَتَامٰی وَالمَسَاکِینِ وَالجَارِ ذِی القُربٰی وَالجَارِ الجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابنِ السَّبِیلِ وَمَا مَلَكَت أَیمَانُكُم إِنَّ اللهَ لَا یُحِبُّ مَن كَانَ مُختَالًا فَخُورًا۔(نساء:36)

اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ رکھو) بیشک اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے بعد رشتہ داروں کا حق بیان کیا اور ان کے ساتھ احسان کا حکم دیا، اور احسان میں

سے یہ بھی ہے کہ ان کے اوپر خرچ کیا جائے۔

- ایک حدیث میں آتا ہے:

دینے والا ہاتھ اوپر (بلند و بہتر) ہوتا ہے صدقہ پہلے انہیں دو جو تمہارے زیر پرورش ہیں آپ کی والدہ، والد، بہن، بھائی پھر اس کے قریب قریب۔(725)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

بکر بن حارثؓ کہتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور ان کے بعد اپنے غلام کے ساتھ، یہ ایک واجب حق ہے اور ایک جوڑنے والی (رحم) قرابت داری ہے۔(726)

ان احادیث میں حضور ﷺ نے بتلایا کہ رشتہ دار پر خرچ کرنا ان کا حق ہے جو واجب اور ضروری ہے۔

❑ رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے فضائل

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسأَلُونَکَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُل مَا أَنفَقتُم مِن خَيرٍ فَلِلوَالِدَينِ وَالأَقرَبِينَ وَاليَتَامَى وَالمَسَاكِينِ وَابنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفعَلُوا مِن خَيرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيمٌ۔(بقرة:215)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی خوشنودی کے لیے) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہونا چاہیے، اور تم بھلائی کا جو کام بھی کرو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيسَ البِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُم قِبَلَ المَشرِقِ وَالمَغرِبِ وَلَكِنَّ البِرَّ مَن آمَنَ بِاللهِ وَاليَومِ الآخِرِ وَالمَلَائِكَةِ وَالكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى المَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي القُربَى وَاليَتَامَى وَالمَسَاكِينَ وَابنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالمُوفُونَ بِعَهدِهِم إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي البَأسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ البَأسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ المُتَّقُونَ۔(بقرة:177)

نیکی بس یہی تو نہیں ہے کہ اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کرلو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر

،آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں، اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کریں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جب کوئی عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں، اور تنگی اور تکلیف میں نیز جنگ کے وقت صبر و استقلال کے خوگر ہوں۔ ایسے لوگ ہیں جو سچے (کہلانے کے مستحق) ہیں، اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

- حدیث میں آتا ہے:

مسکین پر صدقہ، صرف صدقہ ہے اور رشتے دار پر صدقہ میں دو بھلائیاں ہیں، یہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ **(727)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے (ایک خطبہ میں خاص طور سے عورتوں کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ: اے خواتین! تم کو چاہیے کہ راہ خدا میں صدقہ کیا کرو، اگرچہ تمہیں اپنے زیورات میں سے دینا پڑے (آگے زینبؓ بیان کرتی ہیں کہ) میں نے جب حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا تو میں اپنے شوہر عبداللہ بن مسعود کے پاس آئی اور میں نے ان سے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ نے ہم عورتوں کو خاص طور سے صدقہ کی تاکید فرمائی ہے (اور میں چاہتی ہوں کہ میرے پاس جو کچھ ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرنے کی سعادت حاصل کروں) اور آپ بھی تنگ حال اور خالی ہاتھ ہیں، اب آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کریں کہ اگر میں آپ ہی کو دے دوں تو کیا میرا صدقہ ادا ہو جائے گا ورنہ دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کر دوں گی...... کہتی ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نے مجھ سے کہا کہ: تم خود ہی جا کر حضور ﷺ سے دریافت کرو۔ تو میں خود گئی، وہاں پہنچی تو دیکھا کہ انصار میں سے ایک عورت آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہے اور اس کی غرض بھی وہی ہے جو میری غرض ہے (یعنی وہ بھی یہی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوئی تھی)۔ اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ہیبت دی تھی (جس کی وجہ سے ہر ایک کو آپ ﷺ سے روبرو بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اس لیے ہمیں خود آپ ﷺ کے قریب پہنچ کر پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی) اتنے میں (آپ کے خاص خادم اور مؤذن) حضرت بلالؓ باہر نکلے۔ ہم دونوں نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیجیے کہ دو عورتیں دروازے پر کھڑی ہیں اور آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ اگر وہ اپنے ضرورت مند شوہروں اور یتیموں پر جو خود ان کی گود میں پرورش پا رہے ہیں صدقہ کریں تو کیا یہ صدقہ ادا ہو جائے گا (اور ہمیں اس صدقہ کا ثواب ملے گا) اور رسول اللہ ﷺ کو یہ نہ بتانا کہ ہم کون دو عورتیں ہیں...... بلالؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دونوں عورتوں کا سوال آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ: وہ کون عورتیں ہیں؟ حضرت

بلالؓ نے عرض کیا کہ: ایک عورت تو انصار میں سے ہے اور دوسری زینب ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کونسی زینب؟ بلالؓ نے عرض کیا: عبداللہ بن مسعود کی بیوی زینب۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں (ان کا صدقہ ادا ہو جائے گا، بلکہ اس صورت میں) ان کو دوہرا ثواب ملے گا، ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا ثواب۔(728)

- حضرت انسؓ سے روایت ہے:

کھجور کے باغات کے لحاظ سے مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ دولت مند حضرت ابوطلحہ انصاری تھے اور انہیں اپنے باغات اور جائیدادوں میں سب سے زیادہ محبوب بیرحاء تھا (یہ ان کے ایک قیمت باغ کا نام تھا) اور یہ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا، اور رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کا نفیس پانی (شوق سے نوش فرماتے تھے...... انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی: "لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" (نیکی اور مقبولیت کا مقام تمہیں اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اپنی محبوب چیزیں کو تم راہ خدا میں خرچ نہ کرو) تو حضرت ابوطلحہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ اور مجھے اپنی ساری مالیات میں سب سے زیادہ محبوب بیرحاء ہے، اس لیے اب وہی میری طرف سے اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آخرت میں مجھے اس کا ثواب ملے گا، اور میرے لیے ذخیرہ ہوگا۔ لہٰذا آپ ﷺ اس کے بارے میں وہ فیصلہ فرما دیں جو اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں ڈالے (یعنی جو مصرف اس کا مناسب سمجھیں معین فرما دیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واہ واہ! یہ تو بڑی نفع منداور کارآمد جائیداد ہے، میں نے تمہاری بات سن لی (اور تمہارا منشاء سمجھ لیا) میں سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے ضرورت مند قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں یہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں میں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔(729)

- حضرت میمونہ بنت حارثؓ سے روایت ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک لونڈی آزاد کی اور میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اسے اپنے ماموں کو دے دیتی تو تیرے لیے بڑا ثواب ہوتا۔(730)

- حضرت انسؓ سے روایت ہے:

جب یہ آیت "لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا کہ ہمارا رب ہم سے ہمارے مالوں کا مطالبہ کر رہا ہے، یارسول اللہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں

کہ میں نے اپنی زمین اللہ کے لیے مخصوص (وقف) کردی، آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنے قریبی رشتہ دار ابی بن کعبؓ اور حسان بن ثابتؓ کے لیے کردو۔(731)

- حضرت علیؓ کا قول ہے:

اپنے قریبی رشتہ داروں پر ایک درہم خرچ کرنا مجھے زیادہ پسند ہے بیس درہم غیر رشتہ داروں پر خرچ کرنے سے اور بیس درہم رشتوں پر خرچ کرنا مجھے زیادہ پسند ہے سو درہم غیر رشتہ داروں پر خرچ کرنے سے اور سو درہم رشتہ داروں پر خرچ کرنا مجھے زیادہ پسند ہے ایک غلام آزاد کرنے سے۔(732)

❑ رشتہ داروں پر خرچ نہ کرنے کی وعید

حدیث میں آتا ہے:

جب ایک رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کے پاس اس کا زائد مال مانگنے کے لیے چلا جائے اور وہ دوسرا رشتہ دار دینے میں بخل کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے لیے جہنم سے ایک سانپ نکالے گا جس کو شجاع کہا جاتا ہے اور وہ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔(733)

(2) قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:589)

المیزان مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

5. حاجت مندوں پر خرچ کرنا ان کا حق ہے

(1) حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے فضائل (2) حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے احکام

(1) حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے فضائل

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں

جواب:

- قرآن کریم میں آتا ہے:

لَيسَ البِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجوهَكُم قِبَلَ المَشرِقِ وَالمَغرِبِ وَلكِنَّ البِرَّ مَن آمَنَ بِاللهِ وَاليَومِ الآخِرِ وَالمَلائِكَةِ وَالكِتابِ وَالنَّبِيّينَ وَآتَى المالَ عَلى حُبِّهِ ذَوِي القُربى وَاليَتامى وَالمَساكينَ وَابنَ السَّبيلِ وَالسّائِلينَ وَفِي الرِّقابِ۔ (بقرۃ:177)

نیکی بس یہی تو نہیں کہ اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کرلو، بلکہ نیک یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں، اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کریں۔

- حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (اللہ کا) حق ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَيسَ البِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجوهَكُم...... (734)

حدیث کا مقصد ومنشاء یہ ہے کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ مقررہ زکوٰۃ (یعنی فاضل سرمایہ کا چالیسواں حصہ) ادا کردینے کے بعد آدمی پر اللہ کا کوئی مالی حق اور مطالبہ باقی نہیں رہتا اور وہ اس سلسلہ کی ہر قسم کی ذمہ داریوں سے بالکل سبکدوش ہوجاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ خاص حالات میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کے ضرورت مند بندوں کی مدد کی ذمہ داری دولت مندوں پر باقی رہتی ہے۔ مثلاً ایک صاحبِ ثروت آدمی حساب سے پوری زکوٰۃ ادا کرچکا ہو، اس کے بعد اسے معلوم ہو کہ اس کے پڑوس میں فاقہ یا اس کا فلاں قریبی رشتہ دار سخت محتاجی کی حالت میں ہے، یا کوئی شریف

مصیبت زدہ مسافر ایسی حالت میں اس کے پاس پہنچے جس کو فوری امداد کی ضرورت ہو (اسی طرح خسارہ زدہ تاجر کاروباری) تو ایسی صورتوں میں ان ضرورت مندوں، محتاجوں کی امداد اس پر واجب ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات بیان فرمائی اور بطور استشہاد سورۂ بقرہ کی مندرجہ بالا آیات تلاوت فرمائی۔ اس آیت میں اعمالِ بر (نیکی کے کاموں) کے ذیل میں ایمان کے بعد یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں وغیرہ حاجت مندوں کی مالی مدد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اقامت صلوٰۃ اور اداء زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کمزور اور ضرورت مند طبقوں کی مالی مدد کا جو ذکر یہاں کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ کے علاوہ ہے، کیونکہ زکوٰۃ کا مستقلاً ذکر اس آیت میں آگے موجود ہے۔(735)

- قرآن کریم میں ہے:

وَفِی أَموَالِهِم حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالمَحرُومِ۔(ذاریات:19)

اور ان کے مال و دولت میں سائلوں اور محروم لوگوں کا (باقاعدہ) حق ہوتا تھا۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسأَلُونَکَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُل مَا أَنفَقتُم مِن خَيرٍ فَلِلوَالِدَينِ وَالأَقرَبِينَ وَاليَتَامَى وَالمَسَاكِينِ وَابنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفعَلُوا مِن خَيرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيمٌ۔

(بقرۃ:215)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی خوشنودی کے لیے) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے کہ جو بھی تم خرچ کرو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہونا چاہیے، اور تم بھلائی کا جو کام بھی کرو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحصِرُوا فِی سَبِيلِ اللهِ لَا يَستَطِيعُونَ ضَربًا فِی الأَرضِ يَحسَبُهُمُ الجَاهِلُ أَغنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعرِفُهُم بِسِيمَاهُم لَا يَسأَلُونَ النَّاسَ إِلحَافًا وَمَا تُنفِقُوا مِن خَيرٍ فَإِنَّ اللهَ بِهِ عَلِيمٌ۔(بقرۃ:273)

(مالی امداد کے بطور خاص) مستحق وہ فقرا ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں اس طرح مقید کر رکھا ہے کہ وہ (معاش کی تلاش کے لیے) زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ چونکہ وہ اتنے پاک دامن ہیں کہ کسی سے سوال نہیں کرتے، اس لیے ناواقف آدمی انہیں مال دار سمجھتا ہے، تم ان کے چہرے کی علامتوں سے ان (کی اندرونی حالت) کو پہچان سکتے ہو (مگر) وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اور تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

- حضرت جریرؓ سے روایت ہے:

ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن سوراخ کر کے اون کی دھاری دار چادریں یا عبائیں گلے میں ڈالے اور تلوار لٹکائے ہوئے آئے ان میں سے اکثر بلکہ سب کے سب مضر قبیلے سے تھے، ان کی فاقہ زدگی کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور غمزدہ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر تشریف لے گئے پھر باہر نکلے تو بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی اور اقامت کہی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کی، پھر خطبہ دیا اور فرمایا: **يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُم مِن نفسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنهَا زَوجَهَا وَبَثَّ مِنهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِى تَسَائَلُونَ بِهِ وَالأَرحَامَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيكُم رَقِيبًا۔ نساء: 1** (اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی) ڈرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔ **يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلتَنظُر نَفسٌ مَا قَدَّمَت لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعمَلُونَ۔ حشر: 18** (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ یقین رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے)(پھر فرمایا) آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنے دینار سے اپنے درہم سے اپنے کپڑے سے اپنی گندم کے ایک صاع سے اپنی کھجور کے ایک صاع سے۔ حتی کہ آپ نے فرمایا:...... چاہے کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے صدقہ کرے۔ تو انصار میں سے ایک آدمی ایک تھیلی لایا اس کی ہتھیلی اس (کو اٹھانے) سے عاجز آنے لگی تھی بلکہ عاجز آ گئی تھی۔ پھر لوگ ایک دوسرے کے پیچھے آنے لگے یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے حتی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا وہ اس طرح دمک رہا تھا جیسے اس پر سونا چڑھا ہوا ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کیا تو اس کے لیے اس کا (اپنا بھی) اجر ہے اور ان کے جیسا اجر بھی جنہوں نے اس کے بعد اس (طریقے) پر عمل کیا اس کے بغیر کہ ان کے اجر میں کوئی کمی ہو اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقے کی ابتدا کی اس کا بوجھ اسی پر ہے اور ان کا بوجھ بھی جنہوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا اس کے بغیر کہ ان کے بوجھ میں کوئی کمی ہو۔ **(736)**

- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا میرے بعد تم پر دنیا کی جو برکتیں کھول دی جائیں گی، میں تمہارے بارے میں ان سے ڈر رہا ہوں کہ (کہیں تم ان میں مبتلا نہ ہو جاؤ) اس کے بعد

آپ ﷺ نے دنیا کی رنگینیوں کا ذکر فرمایا۔ پہلے دنیا کی برکات کا ذکر کیا پھر اس کی رنگینیوں کو بیان فرمایا، اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! کیا بھلائی، برائی پیدا کردے گی۔ آپ ﷺ اس پر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ ہم نے سمجھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ سب لوگ خاموش ہو گئے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے چہرہ مبارک سے پسینہ صاف کیا اور دریافت فرمایا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ کیا یہ بھی (مال اور دنیا کی برکات) خیر ہے؟ تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہی جملہ دہرایا پھر فرمایا دیکھو بہار کے موسم میں جب ہری گھاس پیدا ہوتی ہے، وہ جانور کو مار ڈالتی ہے یا مرنے کے قریب کر دیتی ہے مگر وہ جانور بچ جاتے ہیں جو ہری ہری دوب چرتا ہے، کوکھیں بھرتے ہی سورج کے سامنے جا کھڑا ہوتا ہے۔ لید، گوبر، پیشاب کرتا ہے پھر اس کے ہضم ہو جانے کے بعد اور چرتا ہے، اسی طرح یہ مال بھی ہر بھرا اور شیریں ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جسے اس نے حلال طریقوں سے جمع کیا ہو اور پھر اسے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لیے) یتیموں کے لیے مسکینوں کے لیے وقف کر دیا ہو لیکن جو شخص ناجائز طریقوں سے جمع کرتا ہے تو وہ ایک ایسا کھانے والا ہے جو کبھی آسودہ نہیں ہوتا اور وہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ بن کر آئے گا۔ **(737)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

جو شخص مسلمانوں کے مسائل و معاملات کو اہمیت نہ دے اور اس کے حل کرنے کی فکر اور کوشش نہ کرے وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔ **(738)**

- **ایک حدیث میں آتا ہے:**

جو شخص اپنے بھائی کی کوئی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کی تکمیل میں لگا رہتا ہے، اور جو کسی مسلمان کی کوئی مصیبت دور کرے گا، تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مصائب و مشکلات میں سے اس سے کوئی مصیبت دور فرمائے گا۔ **(739)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

جس نے میرے کسی اُمتی کی ضرورت (حاجت) پوری کی تاکہ اس کو خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا، اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا، اور جس نے اللہ کو خوش کیا (راضی کیا) اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ **(740)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ ایسے کھیت کی طرف تشریف لے گئے جس کی کھیتی لہلہا رہی تھی، آپ

ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کس کا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتلایا کہ فلاں نے اسے کرایہ پر لیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ ہدیتاً دے دیتا تو اس سے بہتر تھا کہ اس پر ایک مقررہ اجرت وصول کرتا۔ (741)

- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں گھورنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس کوئی فاضل (ضرورت سے زائد) سواری ہو تو چاہیے کہ اسے وہ ایسے شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو، جس کے پاس فاضل توشہ ہو تو چاہیے کہ اسے وہ ایسے شخص کو دیدے جس کے پاس توشہ نہ ہو، پھر آپ ﷺ نے مال کی قسموں کو ذکر فرمایا: یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ ہم میں سے فاضل چیز کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ (742)

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھے گا۔ وہ شخص جو کسی سامان کے متعلق قسم کھائے کہ اسے اس کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جا رہی ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ شخص جس نے جھوٹی قسم عصر کے بعد اس لیے کھائی کہ اس کے ذریعہ ایک مسلمان کا مال ہضم کر جائے۔ وہ شخص جو اپنی ضرورت سے بچے پانی سے کسی کو روکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں اپنا فضل اسی طرح تمہیں نہیں دوں گا جس طرح تم نے ایک ایسی چیز کے فالتو حصے کو نہیں دیا تھا جسے خود تمہارے ہاتھوں نے بنایا بھی نہ تھا۔ (743)

- ایک روایت میں آتا ہے:

بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی چمڑی کیونکہ مجھ سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہوگیا اور چمڑی بھی اچھی ہوگئی۔ فرشتے نے پوچھا کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ! چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور موجودہ عیب میرا ختم ہوجائے کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب

جاتا رہااوراس کے بجائے عمدہ بال آ گئے۔فرشتے نے پوچھا،کس طرح کا مال پسند کرو گے؟اس نے کہا کہ گائے!فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔پھراندھے کے پاس فرشتہ آیااور کہا کہ تمہیں کیاچیز پسند ہے؟اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دیدے تاکہ میں لوگوں کودیکھ سکوں۔فرشتے نے ہاتھ پھیرااوراللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔پھرپوچھاکہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟اس نے کہا کہ بکریاں!فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔پھرتینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے،یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھرگئی،گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھرگئی اوراندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھرگئی۔پھردوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیااور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین وفقیرآدمی ہوں،سفرکاتمام سامان واسباب ختم ہوچکا ہے اوراللہ تعالیٰ کے سوااورکسی سے حاجت پوری ہونے کی امیدنہیں،لیکن میں تم سے اسی ذات کاواسطہ دے کرجس نے تمہیں اچھا رنگ اوراچھا چمڑااورمال عطاکیا،ایک اونٹ کاسوال کرتاہوں جس سے سفرپورا کرسکوں۔اس نے فرشتے سے کہامیرے ذمہ حقوق اوربہت سے ہیں۔فرشتہ نے کہا،غالباً میں تمہیں پہچانتاہوں،کیاتمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے؟تم ایک فقیراورقلاش نہ تھے؟پھرتمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطاکیں اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تومیرے باپ داداسے چلی آرہی ہے۔فرشتے نے کہا کہ اگرتم جھوٹے ہوتواللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پرلوٹادے۔پھرفرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیااوراس سے بھی وہی درخواست کی اوراس نے بھی وہی کوڑھی والاجواب دیا۔فرشتے نے کہا کہ اگرتم جھوٹے ہوتواللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پرلوٹادے۔اس کے بعدفرشتہ اندھے کے پاس آیا،اپنی اسی پہلی صورت میں اور کہا کہ میں مسافرہوں بے سامان ہوگیاہوں آج اللہ کے سوااورتیرے سواکوئی ذریعہ میرے مکان تک پہنچنے کانہیں ہے میں اس کے نام پرجس نے دوبارہ تمہیں بینائی بخشی ہے تجھ سے ایک بکری مانگتاہوں کہ اس سے اپنی ضروریات پوری کرکے سفرکروں اس نے کہابیشک میں اندھاتھااللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھ کوبینائی عنایت فرمائی جتناتیرادل چاہے لے جااورجتناچاہے چھوڑجااللہ میں تجھ کوکسی چیزسے منع نہیں کرتافرشتہ نے کہاتواپنامال اپنے پاس رکھ مجھ کوکچھ نہ چاہیے مجھے توفقط تم تینوں کی آزمائش منظورتھی سوہوچکی اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوااوران دونوں سے ناراض۔**(744)**

- ایک اورحدیث میں آتاہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایااللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گااے ابن آدم میں بیمارہوا اورتونے میری عیادت نہیں کی وہ کہے گااے پروردگارمیں آپ کی عیادت کیسے کرتاحالانکہ آپ کو

تو رب العالمین ہیں اللہ فرمائیں گے کیا تو نہیں جانتا میرا فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا۔اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا وہ کہے گا اے پروردگار میں آپ کو کیسے کھانا کھلاتا حالانکہ آپ تو رب العالمین ہیں تو اللہ فرمائیں گے کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا تھا۔کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کو کھنا کھلاتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا۔اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا وہ کہے گا اے پروردگار میں آپ کو کیسے پانی پلاتا حالانکہ آپ تو رب العالمین ہیں اللہ فرمائیں گے میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اس کو پانی نہیں پلایا تھا اگر تو اسے پانی پلاتا تو تو اسے میرے پاس پاتا۔(745)

- ایک اور حدیث میں ہے:

جو اپنا زائد مال اللہ کے راستے میں خرچ کرے اللہ اس کو سات سو گنا بڑھا دے گا اور جو اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر یا مریض کی عیادت میں یا کسی کی تکلیف دور کرنے میں خرچ کرے گا تو ایک نیکی دس کے برابر ہو گی۔(746)

❑ حاجتمندوں اور غریبوں پر خرچ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص صفت تھی

- حدیث میں آتا ہے کہ جب پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے آپ کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے جن صفات سے تعریف کی ان میں سے ایک صفت یہ تھی:

اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت وخواری کی موت نہیں پا سکتا۔(747)

- ایک اور روایت میں ہے:

بنی نضیر کے اموال کا خرچ کرنا خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے ازواج مطہرات کا سالانہ خرچ دیتے تھے اور جو باقی بچتا تھا اس سے سامان جنگ اور گھوڑوں کے لیے خرچ کرتے تھے تا کہ اللہ رب العزت کے راستہ میں جہاد کے موقع پر کام آئیں۔(748)

- حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت مدینہ منورہ کی کالی پتھروں والی زمین پر چل

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

رہا تھا کہ احد پہاڑ دکھائی دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! مجھے پسند نہیں کہ اگر احد پہاڑ کے برابر بھی میرے پاس سونا ہو اور مجھ پر ایک رات بھی اس طرح گزر جائے یا تین رات کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی بچے۔ سوائے اس کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لیے محفوظ رکھ لوں میں اس سارے سونے کو اللہ کی مخلوق میں اس اس طرح تقسیم کروں گا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کی کیفیت ہمیں اپنے ہاتھ سے لپ بھر کر دکھائی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! میں نے عرض کیا لبیک وسعدیک۔ یارسول اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زیادہ جمع کرنے والے ہی (ثواب کی حیثیت سے) کم حاصل کرنے والے ہوں گے۔ سوائے اس کے جو اللہ کے بندوں پر مال اس اس طرح یعنی کثرت سے خرچ کرے۔ **(749)**

(2) حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص: 592)

6. اپنی ذات پر خرچ کرنا ذات کا حق ہے

(1) اپنی ذات پر خرچ کرنے کے فضائل وترغیب

(2) اپنی ذات پر خرچ کرنے کے احکام

(1) اپنی ذات پر خرچ کرنے کے فضائل وترغیب

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی ذات پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں

جواب: قرآن کریم میں ہے:

وَ لَا تَقتُلُو ا أَنفُسَکُم إِنَّ اللہَ کَانَ بِکُم رَحِیمًا۔ (نساء:29)

اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین جانو اللہ تم پر بہت مہربان ہے۔

● ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ ابتَغِ فِیمَا آتَاکَ اللہُ الدَّارَ الآخِرَۃَ وَ لَا تَنسَ نَصِیبَکَ مِنَ الدُّنیَا وَ أَحسِن کَمَا أَحسَنَ اللہُ إِلَیکَ وَ لَا تَبغِ الفَسَادَ فِی الأَرضِ إِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ المُفسِدِینَ۔ (قصص:77)

اور اللہ نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس کے ذریعہ آخرت والا گھر بنانے کی کوشش کرو۔ اور دنیا میں سے بھی اپنے حصے کو نظرانداز نہ کرو۔ اور جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی (دوسروں پر) احسان کرو۔ اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش نہ کرو۔ یقین جانو اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

● حدیث میں آتا ہے:

ابدَأ بنفسک فتصدَّق علیھا۔ (**750**) (اپنی ذات سے ابتداء کرو اور اس پر خرچ کرو)

● حدیث میں آتا ہے:

إنَّ لِنَفْسِک علیک حقًّا۔ (بیشک تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔) (**751**)

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ: میرے پاس ایک دینار ہے (بتایئے کہ

میں وہ کہاں خرچ کروں اور کس کو دے دوں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: (سب سے مقدم یہ ہے) کہ اپنی ضرورتوں پر خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ: اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کو اپنی اولاد کی ضروریات پر خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ: اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کو اپنی بیوی کی ضروریات پر خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ: اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: پھر اس کو اپنے غلام اور خادم پر صرف کردو۔ اس نے کہا کہ اس کے لیے میرے پاس اور ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم زیادہ واقف ہو (کہ تمہارے اہل قرابت میں کون زیادہ ضرورت منداور مستحق ہے)۔ **(752)**

غالباً ان صاحب کے ظاہری حال سے رسول اللہ ﷺ نے یہ اندازہ کیا تھا کہ یہ خود ضرورت منداور تنگ حال ہیں اور ان کے پاس بس ایک دینار ہے اور یہ اس کو ثوابِ آخرت اور اللہ کی رضا کے لیے کہیں خرچ کرنا چاہتے ہیں اور ان کو یہ معلوم نہیں کہ مؤمن بندہ جو کچھ اپنی ضرورتوں پر خرچ کرے یا اپنے بیوی بچوں اور غلاموں پر (جن کی اس پر ذمہ داری ہے) خرچ کرے وہ سب بھی صدقہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کا وسیلہ ہے، اس لیے آپ ﷺ نے ان کو بالترتیب یہ مشورہ دیا۔ عام اصول اور حکم یہی ہے کہ آدمی پہلے ان حقوق اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرے جن کا وہ ذاتی اور شخصی طور پر ذمہ دار ہے اس کے بعد آگے بڑھے۔ **(753)**

- ایک اور حدیث میں ہے:

جو کچھ تم اپنے اوپر خرچ کرو وہ تمہارے لیے صدقہ ہے۔ **(754)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

ابن آدم کے ہر جوڑ پر صبح ہوتے ہی صدقہ عائد ہو جاتا ہے، تو اس کا اپنے ملاقاتی سے سلام کر لینا بھی صدقہ ہے، اس کا معروف (اچھی بات) کا حکم کرنا بھی صدقہ ہے اور منکر (بری بات) سے روکنا بھی صدقہ ہے، اس کا راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی صدقہ ہے، اور اس کا اپنی بیوی سے ہمبستری بھی صدقہ ہے لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ تو اس سے اپنی شہوت پوری کرتا ہے پھر بھی صدقہ ہوگا؟ (یعنی اس پر اسے ثواب کیونکر ہوگا) تو آپ نے فرمایا: کیا خیال ہے تمہارا اگر وہ اپنی خواہش (بیوی کے بجائے) کسی اور کے ساتھ پوری کرتا تو گنہگار ہوتا یا نہیں؟ (جب وہ غلط کاری کرنے پر گنہگار ہوتا تو صحیح جگہ استعمال کرنے پر اسے ثواب بھی ہوگا) اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اشراق کی دو رکعتیں ان تمام کی طرف سے کافی ہو جائیں گی (یعنی صدقہ بن جائیں گی)**(755)**

(2) اپنی ذات پر خرچ کرنے کے احکام

(دیکھیں حصہ مسائل، ص: 593 تا 606)

7. اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنا اُن کا حق ہے

(1) اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے کے فضائل

(2) اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے کا حکم

(1) اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے کے فضائل

سوال: اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

جواب:

- حدیث میں آتا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس اونٹ نے آپ کو دیکھا تو درد بھری آواز نکالی (جیسے بچے کے پیدا ہونے پر اونٹنی کی آواز نکلتی ہے) اور اس کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے قریب تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کنوتیوں پر اپنا دست شفقت پھیرا (جیسے کہ گھوڑے یا اونٹ کو پیار کرتے وقت ہاتھ پھیرا جاتا ہے) وہ اونٹ خاموش ہو گیا پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ اونٹ کس کا ہے؟ اس کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یہ اونٹ میرا ہے آپ نے فرمایا کہ اس (بے چارے بے زبان) جانور کے بارے میں تم اللہ سے ڈرتے نہیں جس نے تم کو اس کا مالک بنایا ہے اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور زیادہ کام لے کر تم اس کو بہت دکھ پہنچاتے ہو۔ **(756)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

بہترین دینار وہ ہے جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، اور وہ دینار جو اللہ کے راستے میں اپنے جانور پر خرچ کرے۔ **(757)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

ایک فاحشہ عورت صرف اس لیے بخش دی گئی کہ اس کا گزر ایک کتے پر ہوا جو ایک کنویں کے کنارے بیٹھا ہانپ رہا تھا عنقریب پیاس سے مرجاتا اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اسے دوپٹہ میں کر کے اس کے لیے پانی کھینچا (اور اسے پلا دیا) تو اسی بات پر اس کی بخشش ہو گئی۔ **(758)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

ایک آدمی چل رہا تھا، اسی دوران اسے پیاس لگی وہ ایک کنویں میں اترا اور اس نے پانی کنویں سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے کہا کہ اس کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہوگی جیسی مجھے لگی تھی، چنانچہ اس نے اپنا موزہ پانی سے بھرا پھر اس کو منہ سے پکڑا پھر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا اللہ نے اس کی نیکی قبول کی اور اس کو بخش دیا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا چوپائے میں بھی ہمارے لیے اجر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہر تر جگر والے یعنی جاندار میں ثواب ہے۔**(759)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

جب سرسبز علاقوں میں سفر کرو تو اونٹ کو ان کا حق دو۔**(760)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

ایک عورت ایک بلی کے متعلق عذاب میں مبتلا کی گئی جسے اس نے باندھ رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بھوک کے سبب سے مرگئی، چنانچہ وہ عورت دوزخ میں داخل ہوگئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ زیادہ جانتا ہے کہ تو نے نہ اسے کھانا کھلایا اور نہ پانی پلایا، جب کہ تو نے اسے باندھ رکھا تھا اور نہ تو نے اسے چھوڑ دیا کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا کر گزارہ کرتی۔**(761)**

(2) اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے کا حکم

(دیکھیں حصہ مسائل، ص:605)

فصل:۔3

خرچ کرنے میں احسان کی شکلیں

(1) قرض
(2) وصیت
(3) وقف

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن
MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(1) قرض

❑ قرض دینے کے فضائل

سوال: قرض دینے کے فضائل بیان کریں۔

جواب:

- **حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے:**

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کو ایک مرتبہ قرض دیتا ہے اس کا اتنا ثواب ملے گا گویا اس نے دو مرتبہ صدقہ کیا ہو۔ **(762)**

- **ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے:**

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر قرض صدقہ ہے۔ **(763)**

- **ایک اور حدیث میں آتا ہے:**

رسول اللہ کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا تو آپ ﷺ اس شخص کے کسی عمل کے متعلق دریافت نہیں فرماتے۔ یہ سوال فرماتے کہ اس پر کسی کا کوئی قرض تو نہیں؟ پس اگر آپ ﷺ کو یہ جواب دیا جاتا کہ اس پر دَین (قرض) ہے تو آپ ﷺ نماز پڑھانے سے رُک جاتے۔ اور اگر آپ ﷺ کو یہ جواب دیا جاتا کہ اِن پر کوئی قرض نہیں تھا تو آپ ﷺ اس جنازہ کی نماز پڑھاتے۔ ایک مرتبہ ایک جنازہ لایا گیا آپ ﷺ کھڑے ہو کر تکبیر کہنے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہارے اس ساتھی پر کوئی قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: دو دینار اِن پر قرض ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر ہٹ گئے اور فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا: یہ دو دینار ادا کرنے کی میں ذمہ داری لیتا ہوں۔ یہ میت ان دو دینار سے بری ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ پھر علی بن ابی طالبؓ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں، اس کے بعد فرمایا: **فَکَّ اللّٰہُ رِھَانَکَ**۔

(یہاں ایک بات سمجھ لیں، قرآن مجید میں ہے: **كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ**۔ (مدثر: 28)
(ہر شخص روکا جائے گا اُن اعمال کی وجہ سے جو اُس نے کیے)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ''رَھِیْنَۃ'' بمعنی مَرْھُونہ ہے اور مراد اس سے اس کا

محبوس ومقید ہونا ہے جس طرح کوئی شخص قرض کے بدلہ میں کوئی چیز رہن رکھ دے تو وہ چیز قرض خواہ کے قبضہ میں محبوس رہتی ہے، مالک اُس سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اسی طرح قیامت کے روز ہر ایک نفس اپنے گناہوں کے بدلے میں محبوس ومقید ہوگا۔ (764)

(اسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مذکورہ حدیث میں لفظ ''رھان'' سے بیان فرمایا ہے، اور خاص کر قیامت کے دن قرض کی وجہ سے مقروض کو روکا جائے گا جیسا کہ اسی حدیث میں بعد میں ذکر فرمایا ہے)

(اب حدیث کا مطلب سمجھئے) اللہ تعالیٰ نے تمہارے رھان کو یعنی تمہارے روکے جانے اور محبوس ہونے کو آزاد کر دیا، جس طرح تم نے اپنے بھائی کے رھان کو چھوڑ دیا ''اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مَيِّتٍ . . .'' جو میت ہوتا ہے اور اس پر قرض ہوتا ہے تو وہ اپنے قرض کی وجہ سے محبوس ہوگا۔ اور جو شخص کسی میت کے رھان کو (یعنی قرض کو) آزاد کرا دے یعنی اس کا قرض ادا کر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے رھان کو آزاد فرما دیں گے (یعنی اس کو محبوس نہیں کیا جائے، اس کو گناہوں کی وجہ سے نہیں روکا جائے گا) کسی صحابیؓ نے عرض کیا: یہ فضیلت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لیے یہ فضیلت عام ہے۔ (765)

(2) وصیت

❑ وصیت کے فضائل

سوال: وصیت کے فضائل بیان کریں

جواب:

- قرآن کریم میں ہے:

کُتِبَ عَلَیکُم إِذَا حَضَرَ أَحَدَکُمُ المَوتُ إِن تَرَکَ خَیرًا الوَصِیَّةُ لِلوَالِدَینِ وَالأَقرَبِینَ بِالمَعرُوفِ حَقًّا عَلَی المُتَّقِینَ۔(بقرۃ:180)

تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی، اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانے والا ہو تو جب اس کی موت کا وقت قریب آ جائے وہ اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے، یہ متقی لوگوں کے ذمے ایک لازمی حق ہے۔

- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے سال میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں سخت بیمار تھا میں نے کہا میرا مرض شدت اختیار کر چکا ہے میرے پاس مال واسباب بہت ہے اور میری صرف ایک لڑکی ہے جو وارث ہوگی تو کیا میں اپنا دو تہائی مال خیرات کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے کہا آدھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک تہائی کر دو اور یہ بھی بہت ہے۔ اگر تو اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہوگا کہ محتاجی میں انہیں اس طرح چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں سے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ **(767)**

- ایک حدیث میں آتا ہے:

اے ابن آدم! میں نے دو ایسی چیزیں عنایت کیں جن میں سے ایک پر بھی تمہارا حق نہیں تھا، میں جس وقت تمہاری سانس روکوں اس وقت تمہیں مال کے ایک حصہ (یعنی تہائی مال کے صدقہ کرنے) کا اختیار دیا، تاکہ اس کے ذریعے سے میں تمہیں پاک کروں اور تمہارا تزکیہ کروں، دوسری چیز تمہارے مرنے کے بعد میرے بندوں کا تم پر نماز (جنازہ) پڑھنا۔ **(768)**

- ایک اور حدیث میں آتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے تمہارے وفات کے وقت تمہارے تہائی مال کے ذریعہ تم پر مہربانی کی ہے۔ **(769)**

(3) وقف

❑ وقف کے فضائل

سوال: وقف کے فضائل بیان کریں۔

جواب:

- حضرت انسؓ سے روایت ہے:

جب یہ آیت "لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا کہ ہمارا رب ہم سے ہمارے مالوں کا مطالبہ کر رہا ہے، یارسول اللہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی زمین اللہ کے لیے مخصوص (وقف) کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے اپنے قریبی رشتہ دار ابی بن کعبؓ اور حسان بن ثابتؓ کے لیے کردو۔**(770)**

- حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے:

جب بنی آدم کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے سارے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے، ایک صدقہ جاریہ (مثلاً وقف) دوسرے ایسا علم جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا رہے، تیسرے نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔ (ان تینوں چیزوں سے مرنے کے بعد بھی انسان کو فائدہ پہنچتا رہتا ہے)**(771)**

- **جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوقاف:**

- حارث بن المصطلق ؓ سے روایت ہے:

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال کے وقت دراہم و دنانیر، غلام، باندیاں کچھ نہیں چھوڑا سوائے اپنے سفید خچر، ہتھیار اور ایک موقوفہ زمین کے۔**(772)**

- حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے اپنے سات باغات بنی عبدالمطلب اور بنی ہاشم پر صدقہ (وقف) کر دیئے تھے۔**(773)**

خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سات باغ اللہ کے راستے میں وقف فرمادئے تھے جن کی وصیت "مخیرِیق" نامی ایک یہودی نے آپ کے لیے کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان باغات کی آمدنی فقراء، مساکین، مسافر اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ

فرمایا کرتے تھے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مخیریق یہودیوں میں سب سے بہتر تھا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اموال حسبِ وصیت لے لیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں عام اوقاف انہیں میں سے تھے۔ **(774)**

یہ تو وہ وقف تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں فرمادیا تھا اور نہ آپ کے تمام اموال آپ کی وفات کے بعد وقف ہوگئے تھے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت تھی: **"لا نورث ماترکنا صدقة"** (ہماری میراث جاری نہیں ہوتی، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ **(775)**

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کی جو جائیدادوزمینیں صدقات قرار دی گئیں ان کی تفصیل حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے علامہ نوویؒ کے حوالہ سے تکملہ فتح الملہم میں نقل فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت آپ کی ملکیت میں درج ذیل زمینیں تھیں:

(1) بنونضیر میں مخیریق کے وصیت کردہ سات باغ

(2) بنونضیر کی زمینیں جو ان کی جلاوطنی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور فئی دی گئی تھیں۔

(3) فدک کی نصف زمین جس پر آپ نے فتح خیبر کے بعد اہل فدک سے صلح کی تھی۔

(4) وادی القری کی ثلث زمین جو بطور صلح آپ کو دی گئی تھی۔

(5) خیبر کے دو قلعے وطیح اور سلالم بھی آپ کو صلحاً ملے تھے اور آپ کی ملکیت تھے۔

(6) فتح خیبر کے بعد خیبر کے خمس میں سے آپ کو حصہ ملا تھا۔ **(776)**

یہ ساری زمینیں اور باغات جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھے، مخیریق کے باغات تو آپ نے پہلے ہی وقف فرمادیئے تھے، بقیہ زمینیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف میں رہتی تھیں، آپ ان سے اپنے گھر والوں پر خرچ فرمادیا کرتے تھے اور بقیہ تمام آمدنی مسلمانوں پر اور مصالح عامہ میں صرف کیا کرتے اور انہیں حضراتِ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین انہی مصارف میں خرچ فرماتے رہے جن میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات مبارکہ میں خرچ فرمایا کرتے تھے۔

● حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اوقاف

حضرت عمر فاروقؓ کا وقف:

حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت عمر فاروقؓ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے زمین کی صورت میں وقف کیا۔ ان سے پہلے اگرچہ حضرت عثمانؓ "بیر رومہ" وقف فرما چکے تھے لیکن اس کی نوعیت دوسری تھی، حضرت فاروق اعظمؓ کے وقف کا پس منظر یہ تھا کہ آپ کی خیبر میں ایک زمین تھی جس کا نام "ثمغ" تھا، یہاں کچھ باغات

بھی تھے، فاروق اعظمؓ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے ایک ایسی زمین حاصل کی ہے کہ اس سے قیمتی زمین مجھے اب تک نہیں ملی، آپ اس کے بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اسے صدقہ کرنا چاہتا ہوں، حضورﷺ نے فرمایا:

تصدق بأصله لايباع ولايوهب ولايورث ولكن ينفق ثمره۔

اس کی اصل کو وقف کردو کہ اسے نہ بیچا جاسکے، نہ ہبہ کیا جاسکے اور نہ ہی اس میں میراث جاری ہوسکے، البتہ اس کے پھل (منافع) خرچ کیے جاتے رہیں۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے وقف کردیا اور اس کے مصارف کا تعین بھی کردیا کہ اس سے حاصل ہونے والے منافع مہمانوں، رشتہ داروں اور اقارب میں خرچ کیے جائیں، اور جو شخص اس کا متولی بنے اسے اجازت ہے کہ وہ مناسب طریقہ سے اس میں سے کھائے اور اپنے دوست کو کھلائے، بشرطیکہ وہ اسے مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ **(777)**

حضرت ابوطلحہؓ کا وقف:

مسجد نبوی کے سامنے حضرت ابوطلحہؓ کا بیرحاء نامی باغ تھا۔ یہ باغ بڑا قیمتی، زرخیز اور ان کو اپنی جائیداد میں سب سے زیادہ محبوب تھا، اس کا پانی نہایت شیریں تھا، جناب نبی کریمﷺ ان کے باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ جب یہ آیتِ کریم نازل ہوئی: "لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" تو حضرت ابوطلحہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں: "لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" میرے تمام اموال میں بیرحاء مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں، آپ جس کام میں پسند فرمائیں اس کو صرف فرمادیں۔ آپ نے خوش ہوکر فرمایا: واہ واہ! وہ تو بڑے منافع والا باغ ہے، میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اس کو اپنے اقرباء میں تقسیم فرمادیں۔ حضرت ابوطلحہؓ نے آنحضرتﷺ کے اس مشورہ کو قبول کرتے ہوئے اسے اپنے اقرباء اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ **(778)**

حضرت سعد بن عبادہؓ کا وقف:

بخاری شریف میں روایت ہے:

حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ہوگیا، وہ موجود نہیں تھے۔ جب تشریف لائے تو حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، میں موجود نہیں تھا کیا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کردوں تو انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ حضورﷺ نے فرمایا: ہاں، حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ جس کا نام "مخراف" ہے وہ ان کی طرف سے وقف ہے۔ **(779)**

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وقف:

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دورِخلافت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک زمین دی تھی جس کا نام ''ینبع'' تھا۔ پھر اس کے آس پاس کی کچھ اور زمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خرید لی تھی اور اس میں ایک کنواں کھودا تھا۔ لوگ ابھی اس زمین کا کام کر رہے تھے کہ اچانک اس سے انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ وافر مقدار میں پانی پھوٹا، لوگ حضرت علیؓ کے پاس گئے اور انہیں خوشخبری سنائی، آپ نے فرمایا: یہ خوشخبری تو وارث کو سناؤ۔ پھر آپ نے وہ زمین فقراء، مساکین، مجاہدین، مسافرین، قریب وبعید پر وقف کردی اور فرمایا کہ یہ وقف میں اس دن کے پیش نظر کر رہا ہوں جس دن بعض چہرے روشن ہوں گے اور بعض سیاہ، اور آخر میں یہ بھی ذکر کیا کہ تاکہ اللہ تعالیٰ میرے چہرہ کو آگ سے پھیر دے اور آگ کو میرے چہرے سے پھیر دے۔ **(780)**

حضرت زید بن ثابتؓ کا وقف:

امام خصافؒ نے خارجہ بن زید کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ خارجہ بن زید حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا: ''ہم نے زندہ اور مردہ کے لیے وقف سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی، میت کے لیے تو اس لیے کہ اسے اس کا ثواب ہمیشہ ملتا رہتا ہے اور زندہ کے لیے اس اعتبار سے بہتر ہے کہ اس پر چیزیں وقف کردی جاتی ہیں، نہ تو وقف کردہ چیزوں کو بیچا جاسکتا ہے، نہ انہیں ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان میں میراث جاری ہوتی ہے اور وہ اسے ختم بھی نہیں کرسکتا۔''

اور زید بن ثابتؓ نے اپنا وقف حضرت عمر فاروقؓ کے وقف کے طریقہ پر کیا تھا اور اس کی دستاویز بھی دستاویز فاروقی کی طرح لکھی تھی۔ **(781)**

حضرت زبیر بن عوامؓ کا وقف:

حضرت زبیر بن عوامؓ نے اپنا گھر اپنی اولاد پر وقف فرمادیا تھا اس طرح سے کہ اسے نہ بیچا جاسکے اور نہ اس میں میراث جاری ہو، اور اس میں یہ بھی صراحت تھی: کہ میری بیٹیوں میں جو مطلقہ یا بیوہ ہوجائے وہ اس گھر میں رہے گی، نہ اسے تکلیف پہنچائی جائے گی اور نہ وہ کسی کو ضرر پہنچائے گی۔ اور اگر وہ دوسری شادی کر کے اس سے مستغنی ہوجائے تو پھر اسے اس میں رہنے کا حق نہیں۔ **(782)**

یہ تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند اوقاف کا ذکر تھا، ورنہ اگر ان کے تمام اوقاف کا احاطہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

حضرت جابرؓ تو فرماتے ہیں:

میرے علم میں نہیں ہے کہ حضراتِ مہاجرین اور انصار میں سے کسی کے پاس مال ہو اور اس نے اپنا مال اس طرح وقف نہ کیا ہو کہ اسے نہ بیچا جاسکے، نہ ہبہ کیا جاسکے اور نہ اس میں میراث جاری ہو سکے۔(783)

● مسلمانوں کے اوقاف:

اوقاف کے سلسلہ میں ایک دلچسپ تاریخی چیز مسلمانوں کے یہاں جو ملتی ہے وہ مصارف اوقاف کی گونا گونی ہے امیر سکیب ارسلان جو اسلامی تاریخ کے ایک مستند اور اوروسیع النظر عالم ہیں، مشہور امریکی مصنف ''لوتھراپ سٹوڈارڈ'' نے ''نیا علمِ اسلام'' کے نام سے کتاب لکھی ہے، اس کے حواشی میں امیر نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

''مجنونوں، مجذوبوں، بیماروں کے لیے مسلمانوں نے جو اوقاف کیے ہیں وہ تو حد شمار سے خارج ہیں، بیمار جانوروں کے لیے بھی مسلمان وقف کرتے تھے، شام میں ''مرج'' نام جو مرغزار ہے لکھا ہے کہ جہاد میں جو گھوڑے زخمی اور بیکار ہو جاتے تھے۔ان کے لیے یہ مرغزار وقف تھا کہ وہاں اس گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا جائے، ہر گھوڑا جس طرح چاہے چرتا رہے۔

دمشق میں ایک وقف کا مصرف صرف یہ تھا کہ چینی کا برتن کسی کا غلام اگر توڑ دے تو توڑنے والے غلام کو صحیح وسالم برتن دیدیا جائے تاکہ مالک، اس مارے پیٹے نہیں۔

مکہ میں ایک صاحب نے صرف اس لیے وقف کیا تھا کہ اس کی آمدنی سے کتوں کو شہر مکہ میں رہنے سے روکا جائے۔

مکہ میں ایک وقف تھا جس کا مصرف واقف نے یہ مقرر کیا تھا کہ تقریبات اور شادیوں میں فرش وفروش روشنی وغیرہ کا نظم اس کی آمدنی سے کیا جائے۔

ایک وقف تونس میں اس لیے کیا گیا کہ جمعرات کے دن مدارس کے طلبہ کا امتحان لیا جائے اور بچوں کو وقف کی آمدنی سے ہر ہفتہ انعامات تقسیم کیے جائیں۔

ایک وقف تونس ہی میں اس لیے کیا گیا تھا کہ حمام کی فیس اس سے ہر اس شخص کے لیے ادا کی جائے جو خود حمام کی فیس ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

بعض اوقاف اس لیے تھے کہ راہ گیروں کو برف کا ٹھنڈا پانی پلایا جائے، بعض اوقاف اس لیے تھے کہ غرباء کے بچوں کی ختنہ کے مصارف اس سے ادا ہوں۔

تونس میں بھی برتن توڑنے والوں کے لیے ایک وقف تھا۔

بعض اوقاف اس لیے تھے کہ رمضان میں مٹھائی روزہ داروں میں اس کی آمدنی سے تقسیم کی جائے۔

ایک دلچسپ وقف کا تونس میں پتہ چلا ہے کہ خاص قسم کی مچھلی موسم پر وہاں کے سمندر کے ساحل پر آتی ہے غرباء کے لیے

ان مچھلیوں کو خرید کر تقسیم کیا جائے۔

بعض اوقاف کا مصرف یہ تھا کہ کسی کے کپڑے پر اگر داغ دھبہ لگ جائے یا نا قابلِ استعمال ہو جائے تو وہ اس وقف کی آمدنی سے نیا کپڑا خرید سکتا ہے۔

بعض اوقاف اس لیے تھے کہ راستوں سے پتھر کانٹے اس کی آمدنی سے ہٹائے جائیں۔

الغرض، آنکھوں، ہاتھوں پیروں سے معذور افراد اور اپاہجوں، کوڑھیوں وغیرہ کے لیے اکثر اسلامی ممالک میں اوقاف تھے۔

مراکش کے ایک اسلامی وقف کا ذکر ایک فرانسیسی سیاح نے ان لفظوں میں کیا: ''لق و دق عمارت ہے جس میں چھ ہزار اندھے ہمیشہ رہتے ہیں۔ ان کے کھانے پینے رہنے سہنے کا باضابطہ نظم ہے اور تعلیم بھی ان کو دی جاتی ہے۔''

ایک دلچسپ وقف یہ بھی تھا کہ جن شوہروں سے ان کی بیویاں خفا ہو جائیں تو خفگی کے دنوں میں اس وقف کی آمدنی سے استفادہ کر سکتی ہیں جب تک میاں بیوی میں صفائی نہ ہو جائے وقف کی طرف سے بیویوں کے مصارف کی ادائیگی کی جائے۔

ان نت نئے مصارف کے علاوہ تعلیم وغیرہ کے لیے تو مسلمانوں نے ہر جگہ اوقاف کیے ہیں۔ لیکن افسوس کہ غیر ہمدرد حکومت ان کا انتظام نہیں کرتی۔ (784)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

ان سوالات کی روشنی میں کتاب کی تیاری کریں

سوال 1: جھوٹ اور غلط بیانی سے انسانی کو کاروبار میں کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

سوال 2: بسا اوقات انسان اپنے مال کی صفات بیان کرنے میں کچھ مبالغہ آرائی بھی کر جاتا ہے تو کیا وہ بھی جھوٹ اور غلط بیانی کی وعیدوں کا مستحق ہوگا؟

سوال 3: مال فروخت کرنے میں عموماً کہاں کہاں غلط بیانی کی جاتی ہیں؟

سوال 4: تجارت میں قسمیں کھانا کیسا ہے؟

سوال 5: مال کا عیب چھپانے یا نہ بتانے کا کیا گناہ ہے؟

سوال 6: اگر کسی کے مال میں عیب ہو تو کیا فروخت کرتے ہوئے اس کو بیان کرنا واجب ہے، اگر نہ بیان کیا تو گناہ ہوگا؟

سوال 7: اگر کسی کے مال میں عیب ہو تو اس کو فروخت کرنے کے متعلق شریعت کا اصول (جس میں فریقین کی رعایت ہے) واضح ہو گیا کہ معاملہ بالکل شفاف ہونا چاہیے اس طرح کہ یا تو خریدار کو عیب بتانا ہوگا یا براءت ظاہر کرنی ہوگی، خاموشی جائز نہیں تو کیا ملکی قانون بھی یہی ہے یا کچھ فرق ہے؟

سوال 8: مضر اشیاء فروخت کرنے کا کیا گناہ ہے؟

سوال 9: مضر اشیاء جو فروخت کی جاتی ہیں، بنیادی طور پر ان کی کتنی شکلیں ہیں؟

سوال 10: کسی کا سودا خراب کرنے کا کیا حکم ہے؟

سوال 11: کسی کا سودا خراب کرنے کی ممنوع شکلیں کونسی ہیں؟

سوال 12: فروخت کنندہ کا سودا خراب کرنے کا کیا حکم ہے؟

سوال 13: فروخت کنندہ کے سودے کو خراب کرنے کی ممنوع شکلیں کونسی ہیں؟

سوال 14: فروخت کنندہ سے غلط بیانی کا کیا حکم ہے؟

سوال 15: فروخت کنندہ سے غلط بیانی کرنے کی ممنوع شکلیں کونسی ہیں؟

سوال 16: ذخیرہ اندوزی کرنے کا کیا گناہ ہے؟

سوال 17: ذخیرہ اندوزی کی کیا کیا شکلیں ہوتی ہیں؟

سوال 18: تَلَقِّي جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانا) کسے کہتے ہیں؟ اس کی کیا کیا شکلیں ہیں؟

سوال 19: "بَيْع حاضِرٍ لِلْبَادِي" کسے کہتے ہیں؟

سوال20: قرآن وحدیث کی روشنی میں خیانت کرنے کی ممانعت بیان کریں۔

سوال21: دوران ملازمت خیانت کی مروجہ صورتیں کیا کیا ہیں؟

سوال22: قرآن وحدیث کی روشنی میں مالکان کے ساتھ خیر خواہی کی اہمیت بیان کریں؟

سوال23: ملازم کے لیے کن کن کی، کس کس چیز میں اطاعت ضروری ہے؟

سوال24: ملازمین کا اپنے مالکان سے جھوٹ بولنے کے بارے میں احادیث میں کیا ممانعت آئی ہے؟

سوال25: ملازمین کا اپنے مالکان سے جھوٹ بولنے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

سوال26: قرآن وحدیث کی روشنی میں ملازمین سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے کی ممانعت بیان کریں۔

سوال27: ملازمین سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے کی کون کونسی شکلیں ہیں؟

سوال28: قرآن وحدیث میں ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی، توہین، تحقیر، تذلیل والا معاملہ کرنے کی کیا ممانعت آئی ہے؟

سوال29: قرآن وحدیث میں ملازمین کی تنخواہ نہ دینے، پوری نہ دینے، بروقت نہ دینے کی کیا ممانعت اور وعیدیں آئی ہیں؟

سوال30: ملازمین کی اجرتیں نہ دینے، پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

سوال31: قرآن وحدیث میں وعدہ خلافی کی ممانعت اور اس سے متعلق کیا وعیدیں آئی ہیں؟

سوال32: قرآن وحدیث میں وعدہ پورا کرنے سے متعلق کیا کیا فوائد وفضائل آئے ہیں؟

سوال33: قرآن وحدیث کی روشنی میں شریک/ پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کی ممانعت بیان کریں؟

سوال34: قرآن وحدیث میں پڑوسیوں کو اذیت، تکلیف دینے اور ان کے ساتھ خیانت کرنے کی کیا ممانعت آئی ہے؟

سوال35: کاروباری پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

سوال36: ادارے میں ساتھ کام کرنے والے پڑوسی کو اذیت، تکلیف دینے اور خیانت کرنے کی مروجہ شکلیں کونسی ہیں؟

سوال37: قرآن وحدیث میں بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے کی کیا ممانعت آئی ہے؟

سوال38: کاروبار میں مشغولیت کی وجہ سے بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا پورا وقت صحیح طریقہ سے نہ دینے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟ نیز اس کے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں؟

سوال39: قرآن وحدیث میں اپنی جان صحت، قوت، ذہنی یکسوئی اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے سے متعلق کیا ممانعت آئی ہے؟

سوال40: کاروبار کی وجہ سے اپنی جان، صحت، قوت ذہنی یکسوئی اور عزت کا خیال نہ رکھنے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

سوال41: قرآن کریم میں اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی کیا تاکید آئی ہے؟

سوال42: قرآن وحدیث کی روشنی میں لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب کی ممانعت بیان کریں؟

سوال43: لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

سوال44: قرآن وحدیث کی روشنی میں چوری، خیانت کی ممانعت بیان کریں۔

سوال45: چوری، خیانت کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

سوال46: سود کی ممانعت، گھناؤنیت، سنگینی، وعیدیں، دھمکیاں اور نقصانات قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں۔

سوال47: عام طور پر لوگوں کو سود سے متعلق کیا خدشات اور سوالات ہوتے ہیں؟ اور سود چھوڑنے سے متعلق کیا عذر پیش کیا جاتا ہے؟ اور اگر کوئی سود چھوڑنا چاہے تو اس کے لیے کیا لائحہ عمل ہوگا؟

سوال48: سود کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

سوال49: جوئے کی ممانعت، گھناؤنیت اور نقصانات بیان کریں۔

سوال50: جوے کی مروجہ شکلیں کون کونسی ہیں؟

سوال51: قرآن وحدیث کی روشنی میں معاملات میں احسان وایثار کے فضائل بیان کریں۔

سوال52: احسان وایثار کی شکلیں کون کونسی ہیں؟

سوال53: مال خرچ کرنے میں دنیا وآخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے کن نیتوں کا ہونا ضروری ہے؟

سوال54: قرآن وحدیث کی روشنی میں خرچ کے فضائل بیان کریں۔

سوال55: قرآن وحدیث کی روشنی میں بیوی پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

سوال56: قرآن وحدیث کی روشنی میں اولاد پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

سوال57: قرآن وحدیث کی روشنی میں والدین پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

سوال58: قرآن وحدیث کی روشنی میں قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

سوال59: قرآن وحدیث کی روشنی میں حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

سوال60: قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی ذات پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

سوال61: اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے کے فضائل بیان کریں۔

سوال62: قرض دینے کے فضائل بیان کریں۔

سوال63: وصیت کے فضائل بیان کریں۔

سوال64: وقف کے فضائل بیان کریں۔

حصہ مسائل

حصہ مسائل میں صرف اتنے مسائل پڑھائے جائیں جو مجمع کی ضرورت اور استعداد کے مطابق ہوں ۔ البتہ پڑھانے والے حضرات اس حصہ کا بالاستیعاب،خوب غور سے مطالعہ کریں۔

کتاب:۔3

حصہ مسائل

باب:1 جوحقوق ذمہ میں لازم ہوں ان میں کوتاہی کرنے احکام

فصل:1 گاہک کےحقوق کےاحکام

فصل:2اہل شہر کےحقوق کےاحکام

فصل:3مالکان کےحقوق کےاحکام

فصل:4 ملازمین کےحقوق کےاحکام

فصل:5 شریک/ پارٹنر کےحقوق کےاحکام

فصل:6 کاروباری پڑوسی کےحقوق کےاحکام

فصل:7 بیوی، بچوں، والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کےحقوق کےاحکام

فصل:8اپنی ذات کےحقوق کےاحکام

باب:2ناحق کسی کامال ہتھیالینے کےاحکام

باب:3خرچ کرنے کےاحکام

فصل:۔1

گاہک کے حقوق کے احکام

پہلا حق: غلط بیانی کے احکام

دوسرا حق: خیار عیب (Option of Detect) کے احکام

تیسرا حق: مجبور/ مضطر خریدار سے خرید وفروخت کے احکام

چوتھا حق: مضر اشیاء کی خرید وفروخت کے احکام

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

پہلا حق: غلط بیانی کے احکام

(1) ملکیت بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم
(2) ضرورت بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم
(3) جنس بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم
(4) صفات، کوالٹی بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم
(5) قیمت بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم
(6) مقدار بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم

پہلی صورت: ملکیت بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم

سوال: کسی کے ساتھ ملکیت میں غلط بیانی کی گئی تو اب اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے غلط فہمی میں چوری یا غصب کا مال خرید لیا، بعد میں حقیقت واضح ہوئی کہ یہ مال تو فروخت کنندہ کی ملکیت ہی نہیں تھا تو اس کا حکم یہ ہے:

1۔ مال بعینہ موجود ہو

- وہ مال فروخت کنندہ کو واپس کر دے اور جو قیمت اسے دی تھی وہ واپس لے لے۔
- اگر حقیقی مالک کا پتہ چل گیا اور وہ اس خرید وفروخت پر رضا مند نہیں ہے تو خریدار یہ مال اس اصل مالک کو دے دے اور اپنی قیمت فروخت کنندہ (غاصب/ چور) سے واپس لے لے۔ (785)
- اگر حقیقی مالک اس خرید وفروخت پر رضا مند ہے تو وہ مال بدستور خریدار کی ملک ہوگا اور حقیقی مالک اپنے مال کی قیمت فروخت کنندہ (غاصب/ چور) سے وصول کرلے گا۔(786)

2۔ مال میں اضافہ/ کمی، صورت وشکل میں تبدیلی آچکی ہو

الف: اضافہ کی وجہ سے تبدیلی کے احکام

سوال: چوری یا غصب کا مال خریدنے کے بعد اگر مال میں اضافہ کرلیا تو کون سا اضافہ مال لوٹانے سے مانع ہوگا، کون سا نہیں؟

جواب: (1) مال میں ایسا اضافہ ہوا ہو جو مال سے متصل ہوا اور اسی مال سے پیدا شدہ ہو جیسے جانور کا موٹا ہو جانا، خوبصورت ہو جانا۔

حکم: تو یہ اضافہ لوٹانے سے مانع نہیں اور مستحق (اصل مالک) اصل کو مع اضافہ واپس لے سکتا ہے اور خریدار فروخت کنندہ سے اصل رقم بمع اضافہ واپس لے سکتا ہے، اس طور پر کہ اضافہ سے پہلے اور اضافہ کے بعد اس سامان کی قیمت لگائی جائے اور جو فرق نکلے اس کو واپس کرے (اور خریدار فروخت کنندہ سے اپنے اخراجات واپس نہیں لے گا) **(787)**

(2) اور اگر مال میں ایسا اضافہ ہوا جو مال سے متصل ہو اور اصل سے پیدا شدہ نہ ہو

مثلاً: کسی نے عیب دار کپڑا خریدا پھر اس کو رنگ دیا یا سی لیا، یا عیب دار ستو خریدا پھر اس میں گھی ملا دیا اور یا عیب دار زمین خریدی پھر اس میں مکان بنا دیا یا درخت لگا دیا۔

حکم: تو اس صورت میں مالک کو اختیار ہے، اگر چاہے تو کپڑا رنگنے اور ستو میں گھی ملانے سے پہلے اور اسی طرح زمین میں مکان بنانے اور پودا لگانے سے پہلے اصل کپڑے اور اصل ستو اور اصل زمین کی جو قیمت تھی وہ لے لے اور اگر چاہے تو اس کا رنگا ہوا کپڑا، گھی ملا ستو، تعمیرات اور درخت سمیت زمین لے لے اور ان میں رنگ اور گھی، تعمیرات اور درخت لگانے کی وجہ سے جو اضافہ ہوا ہے اس کی قیمت (تعمیرات کی قیمت سے مراد ملبہ کی قیمت ہے) دے دے، اس میں جانبین کی رعایت ہے۔ **(788)**

اس صورت میں خریدار فروخت کنندہ سے اصل رقم بمع اضافہ واپس لے سکتا ہے۔ **(789)**

(3-4) اور یا ایسا اضافہ ہو جو مال سے علیحدہ ہو، خواہ اصل مال سے پیدا شدہ ہو، جیسے جانور سے بچہ، دودھ اور درخت سے پھل کا پیدا ہونا یا اصل سے پیدا شدہ نہ ہو لیکن استحقاق کا ثبوت گواہوں سے ہو۔ **(790)**

مثلاً: ہبہ، صدقہ اور کمائی۔

حکم: دیکھیں صورت نمبر 1 کا حکم

ب: کمی کی وجہ سے تبدیلی کے احکام

سوال: چوری یا غصب کا مال خریدنے کے بعد اگر مال میں کمی یا نقص پیدا کر دیا تو کون سی کمی/نقص مال لوٹانے سے مانع ہو گا اور کونسا نہیں؟

جواب: اگر مال میں کمی ہو جائے جیسے زمین میں رہنے یا زراعت کرنے کی وجہ سے کمی/نقص آ گیا یا جیسے کپڑے جل گئے تو اس صورت میں مستحق کو مال بمعہ تاوان (یعنی کمی کی وجہ سے جو نقصان آیا ہے اس کو بھی) لوٹایا جائے گا، نیز خریدار فروخت کنندہ سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ **(791)**

ج: شکل وصورت کی وجہ سے تبدیلی

سوال: چوری یا غصب کا مال خریدنے کے بعد اگر مال کی شکل وصورت میں تبدیلی آ گئی تو کون سی تبدیلی مال لوٹانے سے مانع ہو گی اور کونسی نہیں؟

جواب : اگراس سامان کی صورت بدل جائے جس کو واپس کرنا ہے مثلاً بکری تھی، اس کو ذبح کر کے بھون دیا، یا گیہوں تھا اس کو پیس دیا، یا سوت تھا اس کا کپڑا بن دیا، یا روئی تھی اس کو دھاگہ بنا دیا، یا کپڑا تھا اس کا کرتہ سی دیا، یا مٹی تھی اس کی اینٹ یا برتن بنا دیا تو چونکہ یہ سامان بعینہ لوٹا یا نہیں جا سکتا تو اس لیے حنفیہ کے نزدیک مالک (مستحق) کو سامان اصل صورت میں لوٹانے کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ (792)

دوسری صورت: ضرورت بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم

سوال : ایک چیز گاہک کی ضرورت نہیں، لیکن فروخت کنندہ اس کی ضرورت بتا کر اس سے غلط بیانی کر کے اسے فروخت کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : اس صورت میں اگر فروخت کنندہ اس چیز کی کچھ ایسی صفات بتا کر خریدار کو رغبت دلائے جو صفات اس چیز میں نہ پائی جا رہی ہوں اور خریدار ان صفات کی وجہ سے وہ چیز خرید لے تو خریدار کو خیار وصف ملے گا۔ جسکے احکام چوتھی صورت میں بیان کیے گیے ہیں۔

لیکن اگر فروخت کنندہ نے اس چیز میں غیر موجود کسی صفت کے بیان کے بغیر خریدار کو یہ باور کروایا کہ اسے اس چیز کی اشد ضرورت ہے، اور اس کو مارکیٹ ریٹ پر فروخت کر دے اور خریدار اس کی باتوں میں آ کر وہ چیز خرید لے تو اس صورت میں خریدار کو خیار غبن (دھوکہ کی وجہ سے واپس کا خیار) نہیں ملے گا، البتہ خریدار کی بے جا مبالغہ انگیزی اور غلط بیانی بہر حال ناجائز اور حرام ہوگی اور دھوکہ دینے والا سخت گناہ گار ہوگا۔ (793)

تیسری صورت: جنس بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم

سوال: کسی کے ساتھ جنس میں غلط بیانی کی گئی اور دھوکہ دیا گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو دھوکہ جنس میں دیا گیا ہو، اس قسم کا سودا شریعت کی نگاہ میں بالکل ہی غیر معتبر اور کالعدم شمار ہوتا ہے، (یعنی بیع باطل) اور یہ ایسا ہے گویا خرید و فروخت ہی نہیں ہوئی۔ فریقین پر بھی اس سودے کا ختم کرنا لازم اور واجب ہے، نہ خریدار مال کا مالک بنا نہ فروخت کنندہ قیمت کا دونوں کے لیے استعمال کرنا ناجائز ہے۔ (794)

چوتھی صورت: صفات اور کوالٹی میں غلط بیانی کرنے کا حکم

سوال: کسی کے ساتھ صفات اور کوالٹی میں غلط بیانی کی گئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی تین صورتیں ہیں، ہر صورت کا حکم الگ ہے۔

- خیار وصف کے احکام

الف: استعمال سے پہلے مطلوبہ صفات کے نہ ہونے کا علم ہو گیا اور استعمال نہیں کیا (صرف واپسی کا حق ہو گا)

اگر چیز اس کی مرغوب صفت کی شرط لگا کر فروخت کی گئی بعد میں خریدار نے اس میں وہ مطلوبہ صفت نہیں پائی تو خریدار کو سودا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہو گا، لیکن قیمت میں کمی کا اختیار نہ ہو گا، مثلاً زمین فروخت کی اس شرط پر کہ اس میں درخت ہیں لیکن اس میں درخت نہیں پائے گئے یا کپڑا فروخت کیا اس شرط پر کہ یہ جاپانی ہے لیکن وہ جاپانی نہیں تھا وغیرہ، تو اب خریدار کو سودا ختم کر دینے کا حق حاصل ہو گا لیکن خریدار یہ نہیں کر سکتا کہ چیز اپنے پاس رکھ لے اور مطلوبہ صفت نہ ہونے کی وجہ سے قیمت میں کمی کا مطالبہ کرے۔ **(795)**

ب: استعمال کے بعد علم ہوا کہ مطلوبہ صفات نہیں ہیں (صرف قیمت میں کمی کا حق ہو گا)

اگر خریدار نے لاعلمی میں اس چیز کو اس طرح استعمال کر لیا کہ اس کو واپس کرنا ممکن نہیں رہا بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں وہ مطلوبہ صفت نہیں تھی جس کی سودے کے وقت شرط لگائی گئی تھی تو اس چیز کی مطلوبہ صفت کے ساتھ اور اس صفت کے بغیر قیمت لگائی جائے گی اور قیمت کا فرق خریدار کو دلوایا جائے گا۔ **(796)**

ج: استعمال سے پہلے مطلوبہ صفات کے نہ ہونے کا علم ہو گیا، اسکے باوجود استعمال کر لی (دونوں حق (واپسی + قیمت کی کمی) نہ ہونگے)

اگر خریدار نے چیز میں مطلوبہ صفت نہ ہونے کا علم ہونے کے باوجود اسے استعمال کر لیا تو اب خریدار اس چیز کو نہ واپس کر سکتا ہے اور نہ قیمت میں کمی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ **(797)**

سوال: اگر کوئی تاجر کسی کمپنی کی تجارتی علامت (ٹریڈ مارک TRADE MARK) دھوکہ دے کر استعمال کر لے تو کیا قانونی کارروائی کر کے اس سے جرمانہ وصول کیا جا سکتا ہے؟ یہ جائز ہے یا ناجائز نیز اگر جائز ہے تو جتنا نقصان ہوا صرف اتنا جرمانہ لے سکتے ہیں یا اس سے زائد بھی لے سکتے ہیں؟

جواب: اگر کوئی شخص یا کمپنی کسی دوسری کمپنی کا تجارتی نام (ٹریڈ مارک TRADE MARK) بغیر اجازت استعمال کرے تو مدعی (مارکہ والے) کو اس پر جعل سازی/دھوکہ دہی وفریب کا مقدمہ دائر کرنے کا حق ہے لیکن اس صورت میں اگر عدالت مدعی کو کچھ رقم فریق مخالف سے دلوائے تو نقصان کے بقدر رقم بشمول مقدمہ کے اخراجات کے لیے سکتا ہے اس سے زائد رقم مدعی علیہ کو واپس کر دینی چاہیے۔ **(798)**

سوال: کس کو خیار وصف حاصل ہوتا ہے، کس کو نہیں؟

جواب: (1) بائع کو خیار وصف حاصل نہ ہو گا یعنی اگر مال کا جو وصف بیان کیا مال اس سے عمدہ نکلا تو اب بائع نہ عقد ختم کر سکتا ہے نہ ہی قیمت بڑھا سکتا ہے۔ **(799)**

(2) خیار وصف وارث کی طرف بھی منتقل ہوجاتا ہے۔مثلاً کسی خریدار کو مطلوبہ صفت نہ ہونے کی وجہ سے سودا ختم کردینے کا اختیار تھا اور اس کا انتقال ہوگیا تو اب یہ حق اس کے وارث کو ملے گا۔(800)

سوال: کن صفات کی بناء پر خیار وصف حاصل ہوتا ہے، کن پر نہیں؟

جواب: اگر خریدار نے مال خریدتے وقت ایسی صفات کی شرط لگائی جن کا جانچنا اور ان کی فوری تحقیق کرنا ممکن ہے جیسے کوئی مادہ جانور اس شرط پر خریدا تھا کہ وہ دودھ دینے والا ہے اور پھر وہ صفت جانور (مال) میں نہیں پائی گئی تو خریدار کو حق خیار وصف حاصل ہوگا۔

لیکن جس صفت کا جانچنا اور اس کی فوری تحقیق کرنا ممکن نہیں، اگر مال خریدتے وقت ایسی صفت کی شرط لگائی تو یہ بیع فاسد ہو گی ،ایسی شرط لگانا جائز ہی نہیں جیسے کوئی مادہ جانور اس شرط پر خریدا کہ وہ گابھن ہو یا اتنے لیٹر دودھ دیتا ہو، ہاں اگر اس صفت سے برأت وخلاصی کے لیے اس کو بیان کیا ہو تو یہ سودا ناجائز نہیں کہلائے گا۔(801)

پانچویں صورت: قیمت میں غلط بیانی/خیار غبن کے احکام

سوال: کسی کے ساتھ قیمت میں غلط بیانی کی گئی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قیمت میں غلط بیانی بیع مرابحہ (Sale on Cost Plus) میں کی ہوگی یا بیع تولیہ (Sale at Cost) میں یا بیع مساومہ (Bargaining Sale) میں، ہر ایک کا حکم الگ ہے۔

- **بیع مرابحہ (Sale on Cost Plus) میں قیمت میں غلط بیانی کے احکام**

سوال: اگر فروخت کنندہ نے خریدار سے کہا کہ یہ سوٹ میں نے بارہ سو کا لیا ہے آپ سے صرف سو روپے منافع لیتا ہوں بعد میں معلوم ہوا کہ دوکاندار نے بارہ سو کا نہیں بلکہ ہزار روپے کا خریدا تھا/یا بارہ سو ہی کا خریدا تھا لیکن اسے ادھار پر بارہ سو کا پڑا تھا تو اب گاہک کو قیمت کم کرنے یا سودا ختم کردینے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس قسم کا سودا بیع مرابحہ (Sale on cost plus) کہلاتا ہے اور بیع مرابحہ میں اگر خیانت اور دھوکہ ظاہر ہوجائے تو اگر مال میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں کی ہو تو خریدار کو سودا ختم کردینے کا حق حاصل ہوتا ہے کہ لینا چاہے تو لے لے، نہ لینا چاہے تو نہ لے لیکن قیمت کم کردینے کا اختیار نہیں ہوتا لہٰذا اگر لینا ہے تو وہی قیمت دینا ہوگی جو فروخت کرنے والے نے بتائی ہے۔(802)

- **بیع تولیہ(Sale at Cost) میں قیمت میں غلط بیانی کے احکام**

سوال: اگر فروخت کنندہ نے خریدار سے کہا کہ یہ سوٹ میں نے بارہ سو کا خریدا ہے آپ سے کوئی نفع نہیں کما رہا، بعد میں معلوم ہوا کہ دکاندار نے بارہ سو کا نہیں بلکہ ہزار کا خریدا تھا اور دو سو روپے کمائے بھی تو اب گاہک کو قیمت کم کرنے یا سودا ختم کر دینے کا حق ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس قسم کا سودا بیع تولیہ (Sale at cost) کہلاتا ہے اور بیع تولیہ میں اگر نفع نہ لینے کا وعدہ ہو اور پھر فروخت کنندہ کی غلط بیانی ظاہر ہو تو خریدار کو اختیار ہوتا ہے کہ فقط خرید کے دام دے اور جو زیادہ بتایا وہ نہ دے۔(803)

مرابحہ اور تولیہ میں فرق: تولیہ میں اگر بائع کی بتائی ہوئی زائد قیمت پر سودے کو جائز قرار دیں تو وہ تولیہ نہیں رہتا جبکہ مرابحہ میں خیانت کی صورت میں وہ بیع مرابحہ ہی رہتی ہے۔(804)

- **بیع مساومہ(Bargaining Sale) میں قیمت میں غلط بیانی کے احکام**

سوال: فروخت کنندہ نے بازار کے نرخ سے غیر معمولی نفع (غبن فاحش) لے کر کوئی چیز فروخت کر دی تو اب گاہک کو سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر خریدار کو دھوکہ دے کر (تغریر) یا بہکا کر (تدلیس) غیر معمولی نفع لیا گیا ہے تو خریدار کو سودا ختم کرنے کا حق ہوگا۔

دھوکہ: سے مراد قیمت میں جھوٹ بولنا ہے۔

بہکاوے: سے مراد کوئی ایسا کام ہے جس سے خریدار قیمت کے معاملے میں دھوکہ میں پڑ جائے۔(805)

دھوکہ کی مثال: خریدار سے کہا کہ اس چیز کے مارکیٹ ریٹ 1000 روپے ہیں حالانکہ مارکیٹ میں اس کی قیمت 500 تھی۔(806)

بہکاوے کی مثال 1: جیسے آج کل ایڈورٹائزنگ (مصنوعات کی تشہیر) کرتے وقت پروڈکٹ کی خوبیوں کو جلی حروف میں لکھا جاتا ہے جبکہ اس کے نتیجہ میں کسٹمر پر لاگو ہونے والی ذمہ داریوں کو اتنا باریک اور مبہم لکھا جاتا ہے کہ بسا اوقات اس کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا جس سے فروخت ہونیوالی چیز کی مناسب وضاحت خریدار کے سامنے نہیں آتی اور فروخت ہونے والی چیز کو خریدار سے چھپانا لازم آتا ہے۔

مثال 2: اپنی چیزوں پر مشہور کمپنیوں کا نام اسپیلنگ کے فرق کے ساتھ لکھنا۔

مثال 3: اپنے مال میں سے جو خراب اور ناقص ہے اس کو چھپا کر رکھنا اور جو اچھا اور عمدہ ہے اس کو اوپر رکھنا اور خریدار کے سامنے ظاہر کرنا کہ سارا مال ایسا ہی ہے حالانکہ اندر سے یا نیچے سے خراب اور ناقص مال چھپا ہوا ہے۔(807)

مثال 4: کوئی ایسی چیز ہے جس کی مختلف کوالٹیاں ہوتی ہیں کوئی اعلیٰ، کوئی ادنیٰ، اور ہر کوالٹی کے لیے الگ الگ شیلف

ہیں، فروخت کنندہ ادنیٰ کوالٹی کی چیز اعلیٰ کوالٹی کی شیلف میں رکھ دے جس سے خریدار یہ سمجھے کہ یہ اعلیٰ کوالٹی کی چیز ہے، بعد میں اس کے برخلاف نکلے۔(808)

مثال 5: کاروباری دنیا میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دکاندار نے کچھ نمائشی خریدار بنائے ہوئے ہوتے ہیں، جونہی کوئی گاہک اس دکاندار سے کوئی چیز خریدنے کی بات چیت کرتا ہے تو وہ نمائشی گاہک (دلال) آجاتا ہے اور اس گاہک سے زیادہ اس چیز کی قیمت لگاتا ہے تاکہ جو اصلی اور واقعی خریدار ہے وہ زیادہ قیمت دینے پر آمادہ ہوجائے اور دلال کو اس کا کمیشن ملے، اس کو نجش کہتے ہیں۔(809)

- بیع نجش (بولی پر بولی لگانا) مکروہ تحریمی ہے، بیع نجش کے ذریعہ اگر غیر معمولی نفع لیا گیا تو خریدار کو سودا ختم کرنے کا حق ہوگا۔(810)

بیع مساومہ (Bargaining Sale) میں دھوکہ دیے بغیر غیر معمولی نفع لینا

سوال: اگر فروخت کنندہ نے خریدار کو کسی بھی طریقہ سے دھوکا نہیں دیا بلکہ ویسے ہی دوگنا، سہ گنا نفع وصول کرلیا، بعد میں خریدار کو اس کا علم ہوا، اب کیا خریدار کو وہ معاملہ ختم کرنے کا اختیار ہوگا؟

جواب: چونکہ خریدار نے کسی قسم کا دھوکا نہیں دیا صرف زیادہ نفع لے کر خلاف مروت کام کیا ہے تو شرعاً خریدار کو سودا ختم کرنے کا حق نہ ہوگا، البتہ اس قاعدہ سے مندرجہ ذیل خریداریاں مستثنیٰ ہیں:

1 اگر وہ چیز کسی یتیم کے لیے اس کے سرپرست نے یتیم ہی کے مال سے خریدی تھی اور پتہ چلا کہ وہ غبن فاحش (کئی گنا زیادہ نفع) سے خریدی گئی ہیں تو اس سودے کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

2۔ اگر کوئی چیز وقف جائیداد کے مال سے یا بیت المال کے لیے غبن فاحش یعنی بہت زیادہ مہنگے داموں میں خریدی گئی تو اس وقت بھی سودا ختم کیا جاسکتا ہے۔(811)

چھٹی صورت: مقدار بیان کرنے میں غلط بیانی کا حکم

سوال: خریدنے کے بعد مال اگر مطلوبہ مقدار سے کم یا زیادہ نکلے تو اس کے کیا احکام ہیں؟

جواب: اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ خرید وفروخت اندازہ سے ہوئی ہے یا مخصوص مقدار کی بنیاد پر ہوئی ہے، ہر ایک کے الگ الگ احکام ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے:

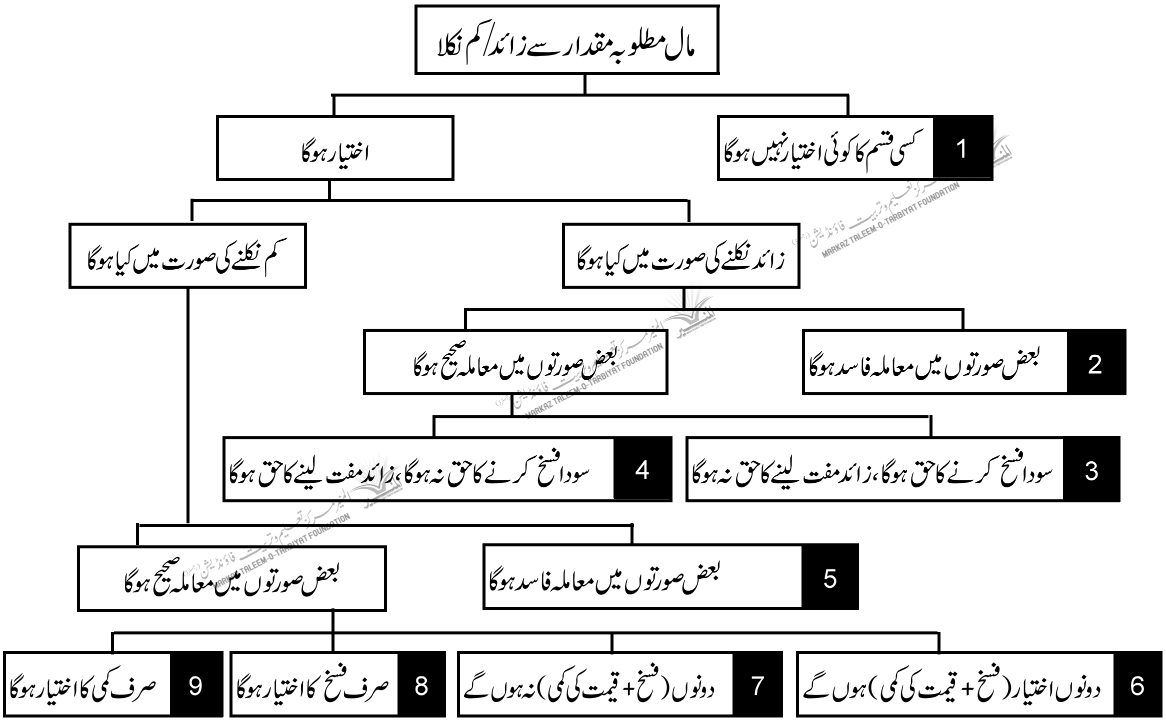

1 . کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہوگا/ اندازہ سے خرید وفروخت کی اور مال کا کم یا زیادہ نکلنا

جب اندازہ سے خرید وفروخت ہوئی ہو مثلاً کسی نے غلہ کا ایک ڈھیر لم سم کی بنیاد پر وزن/ مقدار کو بنیاد بنائے بغیر اس کی طرف اشارہ کر کے خریدا یا جانوروں کا ایک ریوڑ لم سم کی بنیاد پر تعداد کو بنیاد بنائے بغیر اس کی طرف اشارہ کر کے خریدا یا کوئی متعین زمین پیمائش کا ذکر کیے بغیر خریدی یا کپڑوں کے تھان کے تھان گز کے ذکر کے بغیر خریدے پھر مذکورہ اشیاء خریدار یا فروخت کنندہ کے اندازہ اور توقع سے کم یا زیادہ نکلیں تو اس صورت میں فریقین میں سے کسی کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔(812)

2. معاملہ فاسد ہوگا/ مال زائد نکلا/ عددی متفاوت: (فصل او لم یفصل)

زائد نکلنے کی ہر وہ صورت جہاں زیادتی فروخت کنندہ کو واپس کرنی پڑتی ہو (یعنی زائد کی حیثیت اصل کی ہو) اور وہ زائد مجہول/ غیر متعین ہو جس کی وجہ سے واپس لوٹانے والے مال میں جھگڑے کا اندیشہ ہو کہ خریدار کہے یہ واپس کروں گا یہ نہیں اور فروخت کنندہ کہے یہ لوں گا یہ نہیں۔ اور یہ دونوں باتیں (مقدار اصل ہو+ مجہول غیر متعین ہو) ایسی عددی اشیاء میں پائی جاتی ہیں جن میں باہم تفاوت ہوتا ہے، خواہ قیمت مجموعہ کی بیان کی ہو یا علیحدہ علیحدہ، (Dissimilar things) جیسے بکریاں یہ کہہ کر فروخت کیں کہ یہ پچاس بکریوں کا ریوڑ ہے پچاس ہزار کا اور یا یہ کہہ کر فروخت کیا کہ یہ پچاس بکریوں کا ریوڑ ہے، فی بکری 1000 روپے کی، تو اب اگر قبضہ سے پہلے مطلوبہ مقدار سے زائد نکلیں تو معاملہ فاسد ہوگا۔**(813)**

3. صرف سودا ختم کرنے کا حق ہو ((1) جب ہر فرد کی علیحدہ قیمت بیان ہو (2) تمام مثلی اشیاء)

زائد نکلنے کی ہر وہ صورت جہاں زائد مقدار لینے میں خریدار کو ضرر ہو یعنی اس کی الگ سے قیمت دینی پڑتی ہو (اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں مقدار کی حیثیت اصل کی ہو جیسے (1) ہر وہ صورت جس میں مال خریدتے وقت ہر فرد کی علیحدہ علیحدہ قیمت بیان کی ہو (2) تمام مثلی اشیاء۔

(1) جیسے تمام مکیلی اشیاء (یعنی مخصوص پیمانوں سے ماپ کر بیچی جانے والی اشیاء) مثلاً کسی شخص نے گیہوں کا ڈھیر فروخت کیا اور کہا یہ پچاس من ہے اور مزید کچھ نہیں کہا، یا یوں کہا یہ پچاس من ہے، اس میں سے فی من 1000 کا ہوگا، پھر پچپن من نکلا تو پانچ من زائد فروخت کنندہ کا ہوگا۔**(814)**

(2) وہ تمام عددی اشیاء جن میں زیادہ تفاوت نہیں ہوتا جیسے انڈے وغیرہ۔ مثلاً اگر کسی شخص نے انڈوں کی ایک پیٹی فروخت کی اور کہا یہ 360 انڈے ہیں، مزید کچھ نہیں کہا، یا یہ کہہ کر فروخت کی کہ یہ 360 انڈے ہیں، ہر انڈے کی قیمت 5 روپے ہے، تو پھر 365 انڈے نکلے تو 5 زائد نکلنے والے انڈے فروخت کنندہ کے ہوں گے۔**(815)**

(3) بعض موزونی اشیاء (لایضرہ التبعیض) (یعنی وزن کے حساب سے فروخت کی جانے والی اشیاء، جیسے گیہوں) مثلاً اگر کسی شخص نے گھی کا ڈبہ فروخت کیا اور کہا یہ بیس کلو ہے، مزید کچھ نہیں کہا یا یہ کہہ کر فروخت کیا کہ یہ بیس کلو گھی ہے، فی کلو 50 روپے تو اس صورت میں اگر گھی مطلوبہ مقدار سے زیادہ نکلا تو یہ اضافہ فروخت کنندہ کو واپس کرنا ہوگا۔**(816)**

(4) بعض مذروعی اشیاء (لایضرہ التبعیض) (یعنی گز کے حساب سے فروخت کی جانے والی اشیاء جیسے وہ کپڑا جو گز کے حساب سے فروخت کیا گیا ہو اور اس میں سوٹ کے لیے خریدنا مقصود نہ ہو یعنی قطع نظر اس سے کہ ایک سوٹ کے لیے کافی ہوگا یا نہیں) مثلاً اگر کسی شخص نے اونی کپڑا بیچا (خریدتے وقت سوٹ کے لیے لینے نہ لینے کا ذکر نہیں آیا) یہ ایک سو پچاس گز ہے، مزید کچھ نہیں کہا، یا یوں کہا یہ ایک سو پچاس گز ہے، فی گز 100 روپے کا تو اگر مذکورہ صورت میں 155 گز نکلا تو پانچ گز زائد نکلنے والا کپڑا فروخت کنندہ کا ہوگا۔**(817)**

(5) بعض موزونی اشیاء (یضرہ التبعیض) مثلاً اگر کسی شخص نے چاندی کا ایک ہار 5 تولہ وزن بتا کر فی تولہ ہزار کے حساب سے 5000 میں فروخت کیا، جب اس ہار کو تولا گیا تو اس کا وزن 6 تولہ نکلا تو اس صورت میں خریدار کو اختیار ہوگا کہ سودا ختم کردے یا برقرار رکھے، البتہ سودا برقرار رکھنے کی صورت میں خریدار کو مطلوبہ مقدار کے ساتھ زائد بھی لینا پڑے گا نیز اس کی الگ سے قیمت بھی دینی پڑے گی۔(818)

(6) بعض مذروعی اشیاء (یضرہ التبعیض) مثلاً کسی نے ایک سوٹ کے لئے 6 میٹر کپڑا خریدا یہ کہہ کر فی میٹرا تنے کا ہے جب گھر لے کر آگیا تو وہ ساڑھے 6 میٹر نکلا تو اس صورت میں خریدار کو اختیار ہوگا کہ سودا ختم کردے یا برقرار رکھے، البتہ سودا برقرار رکھنے کی صورت میں خریدار کو مطلوبہ مقدار کے ساتھ زائد بھی لینا پڑے گا نیز اس کی الگ سے قیمت بھی دینی پڑے گی۔(819)

4. سودا ختم کرنے کا حق نہ ہوگا، زائد مفت لینے کا حق ہوگا/ مال زائد نکلا، بعض موزونی/ مذروعی اشیاء (یضرہ التبعیض)

زائد نکلنے کی ہر وہ صورت جہاں زائد مقدار لینے میں خریدار کو کوئی ضرر نہ ہو یعنی زائد مقدار مفت میں ملتی ہو (اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں مقدار کی حیثیت وصف کی ہو جیسے وہ موزونی مذروعی اشیاء جن کی تبعیض میں ضرر ہو اور قیمت مجموعہ کی بیان کی گئی ہو، ہر فرد کی علیحدہ سے نہ بیان کی ہو)(820)

5۔ معاملہ فاسد ہوگا/ مال کم نکلا

مال کم نکلنے کی ہر وہ صورت جہاں یہ نہ پتہ چل پائے کہ مال کم نکلنے کی صورت میں کتنی قیمت کم کرنی ہے (اور یہ ایسی عددی اشیاء میں ہوتا ہے جن میں باہم تفاوت ہو اور خریدتے وقت قیمت صرف مجموعہ کی بیان کی ہو) مثلاً بکریاں یہ کہہ کر فروخت کیں کہ یہ پچاس بکریوں کا ریوڑ ہے پچاس ہزار کا، تو اب اگر قبضہ سے پہلے بکریاں مطلوبہ مقدار سے کم نکلیں تو معاملہ فاسد ہو گا۔(821)

6۔ دونوں اختیار (فسخ + قیمت کی کمی) ہونگے/ مال کم نکلے/ 1 مثلی اشیاء/ 2 جب ہر فرد کی علیحدہ قیمت بیان کی ہو/ قبل القبض

مطلوبہ مقدار سے کم نکلنے کی ہر وہ صورت جس میں خریدار کو ایک ہی چیز علیحدہ علیحدہ جگہ سے لینے کا ضرر ہوتا ہے (یعنی تفریق صفقہ قبل القبض ہو اور مقدار کی حیثیت اصل کی ہو، یعنی تمام مثلی اشیاء۔(822)

نیز تمام اشیاء جن کو فروخت کرتے وقت علیحدہ علیحدہ ہر فرد کی قیمت بیان کی ہو۔(823)

مثلاً: اگر کسی شخص نے گھی کا ڈبہ فروخت کیا اور کہا یہ بیس کلو ہے، فی کلو 50 روپے تو اس صورت میں اگر خریدار نے مال (گھی) پر قبضہ نہیں کیا تھا اور مطلوبہ مقدار سے کم نکلا تو اس صورت میں خریدار کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے تو سودا ختم کردے یا جتنی مقدار کم نکلی اتنی قیمت میں کمی کردے۔(824)

اسی طرح بکریاں فروخت کیں کہ یہ پچاس بکریوں کا ریوڑ پچاس ہزار کا ہے، فی بکری 1000 روپے کے حساب سے، تو اب اگر قبضہ سے پہلے بکریاں مطلوبہ مقدار سے کم نکلیں تو خریدار کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے تو سودا ختم کردے یا جتنی بکریاں کم نکلیں اتنی قیمت میں کمی کردے۔ (825)

7۔ دونوں اختیار (فسخ + قیمت کی کمی) نہیں ہونگے/ مال کم نکلے/ بعض موزونی/ مذروعی (یضرہ التبعیض)/ بعد القبض

مطلوبہ مقدار سے مال کم نکلنے کی ہر وہ صورت جس میں خریدار کو ایک چیز علیحدہ علیحدہ جگہ سے خریدنے کا ضرر نہ ہوتا ہو (یعنی **تفریق صفقه بعد القبض** ہو اور مقدار کی حیثیت وصف کی ہو جیسے بعض موزونی (یضرہ التبعیض) اور بعض مذروعی (یضرہ التبعیض) جبکہ علیحدہ علیحدہ ہر فرد کی قیمت بیان نہ کی ہو)

مثال: بعض موزونی (یضرہ التبعیض)

جیسے کسی نے ایک سوٹ کے لیے 6 میٹر کپڑا خریدا (فی میٹر کے حساب سے قیمت طے نہیں کی) جب گھر لے کر آ گیا تو وہ ساڑھے پانچ گز نکلا تو اب خریدار کو نہ سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا اور نہ قیمت کم کرنے کا۔ (826)

مثال: بعض مذروعی (یضرہ التبعیض)

مثلاً کسی نے ایک پاندان ایک کلو وزن کے حساب سے 500 کا خریدا (فی کلو کے حساب سے قیمت طے نہیں ہوئی) جب گھر لے کر آ گیا تو اس کا وزن کم نکلا تو اب خریدار کو نہ سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا نہ قیمت کی کمی کا۔ (827)

8۔ صرف فسخ کا اختیار ہوگا/ مال کم نکلے/ بعض موزونی/ مذروعی (یضرہ التبعیض)/ قبل القبض

مطلوبہ مقدار سے مال کم نکلنے کی ہر وہ صورت جس میں خریدار کو ضرر ہوتا ہو (یعنی **تفریق صفقه قبل القبض** ہو اور مقدار کی حیثیت وصف کی ہو جیسے بعض موزونی (یضرہ التبیعض) اور بعض مذروعی (یضرہ التبعیض) جبکہ علیحدہ علیحدہ ہر فرد کی قیمت بیان نہ کی ہو)

مثال: بعض موزونی (یضرہ التبعیض)

جیسے کسی نے ایک سوٹ کے لیے 6 میٹر کپڑا خریدا (فی میٹر کے حساب سے قیمت طے نہیں کی) مال قبضہ میں لینے سے قبل ہی کمی کا علم ہو گیا کہ کپڑا ساڑھے پانچ گز ہے تو اب خریدار کو صرف سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔ (828)

مثال: بعض مذروعی (یضرہ التبعیض)

مثلاً کسی نے ایک پاندان ایک کلو وزن کے حساب سے 500 کا خریدا (فی کلو کے حساب سے قیمت طے نہیں ہوئی) مال قبضہ میں لینے سے قبل ہی وزن میں کمی کا علم ہو گیا تو اب خریدار کو صرف سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔ (829)

9۔ صرف قیمت کی کمی کا اختیار ہوگا/ مال کم نکلے (1۔تمام مثلی اشیاء۔ 2۔جب ہر فرد کی علیحدہ قیمت بیان کی ہو) بعد القبض مطلوبہ مقدار سے مال کم نکلنے کی ہر وہ صورت جس میں خریدار کو ایک چیز علیحدہ علیحدہ جگہ سے خریدنے کا ضرر نہ ہوتا ہو (یعنی تفریق صفقہ **بعد القبض** ہو اور مقدار کی حیثیت اصل کی ہو یعنی مال خریدتے وقت ہر فرد کی علیحدہ علیحدہ قیمت بیان کی یا تمام مثلی اشیاء ہوں)

مثال: اگر کسی شخص نے گھی کا ڈبہ فروخت کیا اور کہا یہ بیس کلو ہے، فی کلو 50 روپے، اس کے بعد خریدار مال گھر لے آیا تو معلوم ہوا کہ مطلوبہ مقدار سے کم ہے تو اس صورت میں خریدار کو صرف قیمت میں کمی کا اختیار ہوگا۔**(830)**

اسی طرح بکریاں فروخت کیں کہ یہ پچاس بکریوں کا ریوڑ پچاس ہزار کا ہے، فی بکری 1000 روپے کے حساب سے، تو اب اگر قبضہ سے پہلے بکریاں مطلوبہ مقدار سے کم نکلیں تو خریدار کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے تو سودا ختم کردے یا جتنی بکریاں کم نکلیں اتنی قیمت میں کمی کردے۔**(831)**

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مشق 1: ملکیت بیان کرنے میں غلط بیانی

● **واپسی عدم واپسی**

(1) کسی نے غلطی سے چوری کا مال خرید لیا تو اگر مال بعینہ موجود ہو تو خریدار کو

واپسی کا حق ہوگا ❑ نہیں ہوگا ❑

(2) اگر مال بعینہ موجود نہ ہو بلکہ اس کی شکل وصورت تبدیل ہو جائے تو خریدار کو

واپسی کا حق ہوگا ❑ نہیں ہوگا ❑

● **صرف اصل مال/ اصل مال بمعہ اضافہ کی واپسی/ اصل مال بمع تاوان**

(3) اگر خریدنے کے بعد چوری کے مال میں کوئی ایسا اضافہ ہوا جو مال سے متصل تھا تو خریدار

اصل مال واپس کرے گا ❑ اضافہ بھی واپس کرے گا ❑ تاوان بھی ادا کرے گا ❑

(4) اگر خریدنے کے بعد چوری کے مال میں کوئی ایسا اضافہ ہوا جو مال سے منفصل تھا تو خریدار

اصل مال واپس کرے گا ❑ اضافہ بھی واپس کرے گا ❑ تاوان بھی ادا کرے گا ❑

(5) چوری کے مال میں کوئی کمی یا نقص آجائے تو خریدار مالک کو مال واپس کرکے

اصل مال واپس کرے گا ❑ اضافہ بھی واپس کرے گا ❑ تاوان بھی ادا کرے گا ❑

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

● **اصل قیمت/ اصل قیمت بمعہ اضافہ**

(6) اگر چوری کا مال بعینہ موجود ہو تو خریدار کو مال واپس کرکے

اصل قیمت وصول کرے گا ❑ اضافہ بھی وصول کرے گا ❑

(7) چوری کے مال میں کوئی اضافہ ہو جائے تو خریدار مال اضافہ کے ساتھ واپس کرکے

اصل قیمت وصول کرے گا ❑ اضافہ بھی وصول کرے گا ❑

مشق 2: صفات بیان کرنے میں غلط بیانی

● **صرف مال کی واپسی کا اختیار/ صرف قیمت کی کمی اختیار/ کوئی اختیار نہیں**

(1) خریدار کو استعمال کرنے سے پہلے سامان میں مطلوبہ صفات نہ ہونے کا علم ہو گیا اور پھر استعمال بھی نہیں کیا تو خریدار

مال واپس کرکے مکمل قیمت لے گا ❑ مال اپنے پاس رکھ کر قیمت کم کرائے گا ❑ کوئی اختیار نہیں ہوگا ❑

(2) سامان استعمال کرنے کے بعد مطلوبہ صفات نہ ہونے کا علم ہو گیا تو خریدار

مال واپس کر کے مکمل قیمت لے گا ❑ مال اپنے پاس رکھ کر قیمت کم کرائے گا ❑ کوئی اختیار نہیں ہوگا ❑

(3) خریدار کو استعمال کرنے سے پہلے مطلوبہ صفات نہ ہونے کا علم ہو گیا اس کے باوجود استعمال کر لیا تو خریدار

مال واپس کر کے مکمل قیمت لے گا ❑ مال اپنے پاس رکھ کر قیمت کم کرائے گا ❑ کوئی اختیار نہیں ہوگا ❑

- **صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں**

(1) بائع (فروخت کنندہ) کو بھی خیار وصف حاصل ہوتا ہے۔ صحیح ❑ غلط ❑

(2) خیار وصف وارث کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ صحیح ❑ غلط ❑

(3) اگر خریدار نے مال خریدتے وقت ایسی صفات کی شرط لگائی جن کا جانچنا ممکن نہ تو بھی اس کو خیار وصف حاصل ہوگا۔
صحیح ❑ غلط ❑

مشق3: قیمت بیان کرنے میں غلط بیانی

- **سودا ختم کرنے کا اختیار/ قیمت کم کرنے کا اختیار/ کوئی اختیار نہیں**

(1) اگر فروخت کنندہ نے بیع مرابحہ کی قیمت بیان کرنے میں غلط بیانی کی تو خریدار کو

سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کم کرانے کا اختیار ہوگا ❑ کوئی اختیار نہیں ہوگا ❑

(2) اگر فروخت کنندہ نے بیع تولیہ کی قیمت بیان کرنے میں غلط بیانی کی تو خریدار کو

سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کم کرانے کا اختیار ہوگا ❑ کوئی اختیار نہیں ہوگا ❑

(3) اگر فروخت کنندہ نے خریدار کو دھوکہ دے کر یا بہکا کر قیمت میں غیر معمولی نفع لیا تو خریدار کو

سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کم کرانے کا اختیار ہوگا ❑ کوئی اختیار نہیں ہوگا ❑

(4) اگر فروخت کنندہ نے بیع نجش کے ذریعہ غیر معمولی نفع لیا تو خریدار کو

سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کم کرانے کا اختیار ہوگا ❑ کوئی اختیار نہیں ہوگا ❑

(5) اگر فروخت کنندہ نے خریدار کو دھوکہ دیے بغیر زیادہ منافع لیا تو خریدار کو

سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کم کرانے کا اختیار ہوگا ❑ کوئی اختیار نہیں ہوگا ❑

(6) یتیم کے سرپرست نے یتیم کے مال سے اس کے لیے سامان خریدا پھر پتہ چلا کہ بیچنے والے نے زیادہ منافع لیا ہے تو

سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کم کرانے کا اختیار ہوگا ❑ کوئی اختیار نہیں ہوگا ❑

مشق 4: مقدار بیان کرنے میں غلط بیانی

● مال زیادہ نکلنے کی صورت میں: معاملہ فاسد/ سودا ختم کرنے کا اختیار/ کچھ نہیں

(1) کسی نے بکریوں کا ریوڑ فروخت کیا اور کہا کہ یہ پچاس بکریاں ہیں، بعد میں وہ پچپن نکلی تو

معاملہ فاسد ہوگا ❑ خریدار کو سودا ختم کرنے اختیار کرنے کا حق ہوگا ❑ نہیں ہوگا ❑

(2) کسی نے گندم کا ڈھیر فروخت کیا اور کہا کہ یہ پچاس من گندم ہے فی من 1000 کا ہوگا، بعد میں وہ پچپن من نکلا تو

معاملہ فاسد ہوگا ❑ خریدار کو سودا ختم کرنے اختیار کرنے کا حق ہوگا ❑ نہیں ہوگا ❑

(3) کسی نے انڈوں کی پیٹی فروخت کی اور کہا کہ یہ 360 انڈے ہیں، پھر وہ 365 انڈے نکلے تو

معاملہ فاسد ہوگا ❑ خریدار کو سودا ختم کرنے اختیار کرنے کا حق ہوگا ❑ نہیں ہوگا ❑

(4) کسی نے چاندی کا ایک ہار 5 تولہ وزن بتا کر فی تولہ ہزار کے حساب سے فروخت کیا، جب تولا گیا تو وہ 6 تولہ نکلا تو

معاملہ فاسد ہوگا ❑ خریدار کو سودا ختم کرنے اختیار کرنے کا حق ہوگا ❑ نہیں ہوگا ❑

(5) کسی نے 6 میٹر کپڑا خریدا فی میٹر 500 کے حساب سے بعد میں وہ کپڑا ساڑھے 6 میٹر نکلا تو

معاملہ فاسد ہوگا ❑ خریدار کو سودا ختم کرنے اختیار کرنے کا حق ہوگا ❑ نہیں ہوگا ❑

● مال کم نکلنے کی صورت میں: دونوں اختیار (فسخ اور قیمت کی کمی)/ دونوں نہیں/ صرف فسخ/ صرف قیمت کی کمی

(1) کسی نے گھی کا ڈبہ فروخت کیا اور کہا کہ یہ بیس کلو ہے، فی کلو 50 روپے پھر قبضہ سے پہلے ہی 18 کلو گھی نکلا تو خریدار کو

دونوں اختیار رہوں گے ❑ دونوں اختیار نہیں ہوں گے ❑ فسخ کا اختیار رہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار رہوگا ❑

(2) کسی نے سوٹ کے لیے 6 میٹر کپڑا خریدا 6000 میں، پھر قبضہ کے بعد وہ کپڑا 5 میٹر نکلا تو خریدار کو

دونوں اختیار رہوں گے ❑ دونوں اختیار نہیں ہوں گے ❑ فسخ کا اختیار رہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار رہوگا ❑

(3) کسی نے ایک پاندان ایک کلو کے حساب سے 500 کا خریدا پھر قبضہ سے پہلے وزن میں کمی کا علم ہوگیا تو خریدا کو

دونوں اختیار رہوں گے ❑ دونوں اختیار نہیں ہوں گے ❑ فسخ کا اختیار رہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار رہوگا ❑

(4) کسی نے 20 کلو گھی کا ڈبہ فی کلو 50 روپے کے حساب سے خریدا، قبضہ کے معلوم ہوا کہ گھی مطلوبہ مقدار سے کم ہے تو خریدا کو

دونوں اختیار رہوں گے ❑ دونوں اختیار نہیں ہوں گے ❑ فسخ کا اختیار رہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار رہوگا ❑

دوسرا حق: خیارعیب(Option of Detect) کے احکام

(1) خیارعیب کی تعریف
(2) خیارعیب حاصل ہونے کی 3 شرائط
(3) خیارعیب باقی رہنے کی چار شرائط
(4) قیمت کی کمی کا حق حاصل ہونے کی شرائط
(5) کس کس کو خیارعیب حاصل ہوتا ہے
(6) بعض مال عیب دار ہو اس کے احکام

سوال: خریدنے کے بعد اگر مال میں عیب نکلا تو خریدار کو کسی قسم کا اختیار حاصل ہوگا یا نہیں؟
جواب: خریدار کو خیارعیب(Option of Detect) حاصل ہوگا۔

(1) خیارعیب(Option of Detect) کی تعریف

سوال: خیارعیب کسے کہتے ہیں؟
جواب: خیارعیب کا معنی ہے (خریدے ہوئے مال کے) مخصوص عیب کی وجہ سے (خریدار کو) حاصل ہونے والا مخصوص اختیار مطلب یہ ہے کہ نہ ہر عیب کی وجہ سے اختیار حاصل ہوگا نہ ہر قسم کا اختیار حاصل ہوگا بلکہ مخصوص عیب یعنی جسے فقہاء عیب شمار کریں اس عیب کی وجہ سے مخصوص اختیار (یعنی مال واپس کرنے کا نہ کہ قیمت کم کرنے کا، ہاں! جب مال کی واپسی ممکن نہ ہو تو پھر قیمت کی کمی کا بھی حق) حاصل ہوگا۔(832)

(2) خیارعیب (مال کی واپسی کا حق) حاصل ہونے کی 3 شرائط

سوال20: خریدے ہوئے مال میں اگر عیب نکلا تو خریدار کو خیارعیب کن شرائط کی وجہ سے حاصل ہوگا؟
جواب: خریدے ہوئے مال میں اگر عیب نکلا تو خریدار کو خیارعیب مندرجہ ذیل شرائط کی وجہ سے حاصل ہوگا۔
پہلی شرط: (عیب سے متعلق) ایسا عیب ہو جسے فقہاء عیب شمار کرتے ہوں۔(833)
دوسری شرط: (خریدار سے متعلق) خریدار کو اس عیب کا علم نہ ہو (نہ خریدتے وقت علم ہو نہ مال پر قبضہ کے وقت) (834) یا عیب کا علم ہو لیکن اسے عیب نہ سمجھا ہو۔(835)
تیسری شرط: (فروخت کنندہ سے متعلق) فروخت کنندہ نے صراحتاً مال کے تمام عیوب سے برأت ظاہر نہ کی ہو یعنی یہ نہ کہا ہو کہ میں یہ چیز جیسی ہے جہاں ہے(As is, where is) کی بنیاد پر فروخت کرتا ہوں۔(836)

پہلی شرط (عیب سے متعلق) : ایسا عیب ہو جسے فقہاء عیب شمار کرتے ہیں

سوال: خریدار کو خیار عیب (Option of Detect) حاصل ہونے کے لیے مال میں کس قسم کا عیب ہونا چاہیے؟ فقہاء اس بارے میں کیا شرائط ذکر کرتے ہیں؟

جواب: جس عیب کی بناء پر خریدار کو خیار عیب حاصل ہوتا ہے وہ مطلق عیب نہیں ہوتا بلکہ اس میں کئی جہتوں کو دیکھا جاتا ہے۔

1: یہ دیکھا جائے گا کہ کس قسم کا عیب ہے۔

2: یہ دیکھا جائے گا کہ عیب کب پیدا ہوا۔

3: یہ دیکھا جائے گا کہ کس کی وجہ سے عیب پیدا ہوا ہے۔

1۔ یہ دیکھا جائے گا کہ کس قسم کا عیب ہے

1) خریدے ہوئے مال میں جو نقص پایا جا رہا ہے عام طور پر اس جیسے مال میں وہ نقص نہ پایا جاتا ہو۔ (837)

2) اس نقص کی وجہ سے اس چیز کے تاجروں/ ماہرین کے یہاں مال کی قیمت میں کمی آتی ہو یا قیمت میں کمی تو نہیں آتی ہو لیکن جس مقصد کے لیے خریدار وہ چیز خرید رہا ہے اس عیب کی وجہ سے وہ مقصد فوت ہوتا ہو، جیسے قربانی کے لیے جانور خریدا اور اس کا اتنا کان کٹا ہوا ہو جس سے قربانی صحیح نہیں ہوتی، پس اب یہاں عیب کی وجہ سے مال کی قیمت میں تو کمی نہیں آرہی لیکن خریدار کا مقصد فوت ہو رہا ہے کہ اس عیب کے ہوتے ہوئے وہ قربانی نہیں کر سکتا۔ (838)

3) وہ نقص ایسا معمولی سا نہ ہو کہ جسے خریدار آسانی سے بلا کسی مشقت کے خود ختم کر سکتا ہو جیسے کپڑا خریدا اور اس پر معمولی سا کوئی دھبہ تھا یا ہلکی سی مہر لگی ہوئی تھی جو دھلائی سے خود بخود ختم ہو سکتی تھی۔ (839)

سوال: اگر مال میں جو نقص ہے اس کے بارے میں تاجروں میں اختلاف ہو جائے، بعض اس کو عیب شمار کرتے ہوں بعض نہیں تو اس قسم کے نقص کی وجہ سے خریدار کو خیار عیب (Option of Detect) حاصل ہوگا یا نہیں؟

جواب: نہیں ہوگا۔ (840)

2۔ یہ دیکھا جائے گا کہ کب عیب پیدا ہوا؟

4) مال فروخت کرنے کے وقت یا خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے مال میں عیب پیدا ہو چکا ہو اور جس وقت خریدار نے مال اپنے قبضہ میں لیا ہو اس وقت عیب موجود ہو لہٰذا اگر فروخت کرتے وقت یا مال پر قبضہ کرنے سے پہلے مال میں عیب نہیں تھا، خریدار کے قبضہ کرنے کے بعد مال میں عیب پیدا ہو تو خیار عیب (Option of Detect) حاصل نہیں ہو گا۔ (841)

نوٹ: مذکورہ شرط سے کرایہ داری کا معاملہ مستثنیٰ ہے لہٰذا کرایہ پر لی ہوئی چیز میں کرایہ دار کے قبضہ میں لینے کے بعد بھی اگر

(نفع اٹھانے سے پہلے) کوئی عیب پیدا ہو گیا تو کرایہ دار کو خیار عیب حاصل ہوگا یعنی چاہے تو کرایہ کا معاملہ فسخ کردے۔(842)

سوال: اگر خریدار اور فروخت کنندہ میں اختلاف ہوا، خریدار کا کہنا ہے کہ جس وقت مال میرے قبضہ میں آیا اس سے پہلے ہی اس میں عیب موجود تھا جبکہ فروخت کنندہ اس کا انکاری ہے تو فیصلہ کس کے حق میں ہوگا؟

جواب: خریدار کے ذمہ ہوگا کہ وہ اپنی بات پر دو گواہ پیش کرے۔

- اگر وہ دو گواہ پیش کر دیتا ہے تو خریدار کے حق میں فیصلہ ہوگا۔
- اگر خریدار دو گواہ نہیں پیش کر پاتا تو فروخت کنندہ کو اپنی بات پر قسم کھانا ہوگی، اگر وہ اپنی بات پر قسم کھالے تو اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔(843)

3۔ یہ دیکھا جائے گا کہ کس کی وجہ سے عیب پیدا ہوا ہے؟

5) خریدار کی وجہ سے مال میں عیب پیدا نہ ہوا ہو یعنی سودا ہونے کے بعد خریدار کے قبضہ میں لینے سے پہلے اگر خریدار کی وجہ سے مال میں کوئی عیب پیدا ہوا تو خریدار کو خیار عیب (Option of Detect) حاصل نہ ہوگا۔ (844)

دوسری شرط (خریدار سے متعلق): **خریدار کو اس عیب کا علم نہ ہو (نہ خریدتے وقت علم ہو نہ مال پر قبضہ کرتے وقت) یا علم ہو لیکن اس عیب پر صراحتاً رضامندی کا اظہار نہ ہو یا رضامندی کا اظہار بھی ہو لیکن اسے عیب نہ سمجھا ہو۔**

سوال: خیار عیب حاصل ہونے کی دوسری شرط، خریدار کو اس عیب کا علم نہ ہو، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس کا مطلب واضح ہے کہ خریدار کو خیار عیب اس وقت حاصل ہوگا جب خریدار کو مال کے عیب کا علم نہ ہو، نہ خریدتے وقت اور نہ قبضہ کرتے وقت، اگر خریدتے یا قبضہ کرتے وقت عیب کا علم تھا اور اس وقت کچھ نہیں بولا تو اب خیار عیب (Option of Detect) حاصل نہ ہوگا۔

- اسی طرح اگر خریدتے یا قبضہ کرتے وقت عیب کا علم تھا لیکن خریدار نے اس عیب پر رضامندی کا اظہار کر دیا تھا تو اب بھی خریدار کو خیار عیب حاصل نہیں ہوگا۔

سوال: اگر خریدار کو مال میں کوئی نقص نظر آیا لیکن وہ یہ سمجھا کہ یہ تو کوئی عیب نہیں ہے یا یہ سمجھا کہ اس عیب سے تو مال کی قیمت میں کوئی کمی نہیں آئے گی، بعد میں اس کے برخلاف نکلا تو اب کیا حکم ہوگا؟(845)

جواب: اگر وہ ایسا عیب تھا جس کی عام لوگوں کو بھی پہچان ہوتی ہے اور عام آدمی بھی اس کو عیب سمجھتا ہے لیکن یہ خریدار نہیں سمجھا تو یہ خریدار کی غلطی ہے، لہٰذا اس کو خیار عیب حاصل نہیں ہوگا۔ اور اگر واقعی وہ ایسا عیب تھا کہ جس کی پہچان اس چیز کے ماہرین ہی کو ہو سکتی تھی تو اس خریدار کو خیار عیب حاصل ہوگا۔(846)

تیسری شرط (فروخت کنندہ سے متعلق) : فروخت کنندہ نے مال کے تمام عیوب سے براءت ظاہر نہ کی ہو یعنی یہ نہ کہا ہو کہ میں یہ چیز جیسی ہے جہاں ہے (As is, Where is) کی بنیاد پر فروخت کرتا ہوں۔(847)

سوال: خیار عیب (Option of Detect) حاصل ہونے کی تیسری شرط (فروخت کنندہ نے مال کے عیوب سے متعلق براءت کا اظہار نہ کیا ہو) کی وضاحت کریں۔

جواب:

1۔ براءت سودے اور عیب دونوں کے اعتبار سے خاص ہو: یعنی سودے کے وقت پائے جانے والے مخصوص عیب سے براءت کا اظہار کیا ہو جیسے فروخت کنندہ نے کہا ''یہ موبائل لے لو، بیٹری کا کوئی مسئلہ اس میں ہے تو اس کا میں ذمہ دار نہیں''۔

حکم: تو اب یہ برأت سودے کے وقت تک تو کارگر ہوگی اور سودا ہو جانے کے بعد کارگر نہیں ہوگی۔

نیز جس خاص عیب سے برأت کی ہے اسی کو شامل ہوگی، اس کے علاوہ کسی عیب کو شامل نہیں ہوگی۔

لہٰذا اگر سودے کے بعد قبضہ سے پہلے یہی عیب جس سے براءت کی تھی یا کوئی اور عیب پیدا ہوا تو خریدار کو خیار عیب حاصل ہو گا۔(848)

2۔ براءت سودے اور عیب دونوں کے اعتبار سے عام ہو: یعنی ہر قسم کے عیب سے براءت کا اظہار کیا ہو اور سودے کے اعتبار سے بھی الفاظ عام ہوں جن میں یہ صراحت نہ ہو کہ سودے کے وقت پائے جانے والے عیب سے براءت ہو رہی ہے یا سودے کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والے عیب سے بھی براءت ہو رہی ہے جیسے فروخت کنندہ نے کہا ''یہ موبائل لے لو، میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں''

حکم: اس میں فقہاء حنفیہ کی دو رائے ہیں۔

1) یہ براءت سودے کے وقت اور سودے کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والے عیب دونوں کو شامل ہوگی لہٰذا اگر سودے کے بعد قبضہ سے پہلے کوئی عیب نکلا تب بھی خریدار کو خیار عیب (Option of Detect) حاصل نہیں ہوگا۔(849)

2) یہ براءت صرف سودے کے وقت تک کارگر ہوگی، سودے کے بعد قبضہ سے پہلے اگر کوئی عیب نکلا تو خریدار کو خیار عیب (Option of Detect) حاصل ہوگا۔

3۔ براءت عیب کے اعتبار سے خاص ہو، سودے کے اعتبار سے عام ہو: یعنی فروخت کنندہ نے کہا ''یہ موبائل لے لو، بیٹری کے مسئلہ کا میں ذمہ دار نہیں''

حکم: اس کا حکم صورت نمبر 2 ہی کی طرح ہے۔

4۔ براءت سودے کے اعتبار سے خاص ہو، عیب کے اعتبار سے عام ہو: مثلاً فروخت کنندہ نے کہا ''یہ موبائل لے لو، سودے کے بعد قبضہ سے پہلے کسی بھی قسم کا کوئی عیب نکلا تو میں ذمہ دار نہیں یا یوں کہا کہ یہ موبائل لے لو، اس میں اگر کوئی بھی مسئلہ ہے یا بعد میں قبضہ سے پہلے نکلا تو میں اس کا ذمہ دار نہیں۔

حکم: اس قسم کی شرط لگانا صحیح نہیں، اس سے معاملہ فاسد ہو جائے گا۔ **(850)**

نوٹ: جن صورتوں میں عیب دار مال کی وجہ سے خریدار کو مال کی واپسی کا حق ملتا ہے، اب اگر مال کی واپسی میں لوڈنگ وغیرہ کے کوئی اخراجات آتے ہوں تو وہ خریدار کے ذمہ ہوں گے۔ **(851)**

جبکہ انگریزی قانون کے مطابق خریدار فروخت کنندہ کو صرف مطلع کرے گا کہ عیب کی وجہ سے میں یہ مال نہیں لے رہا، اس کے بعد خریدار کے پاس سے مال کا اٹھانا بھی فروخت کنندہ کی ذمہ داری ہوگی اور اگر ضائع ہو گیا تو اس کا نقصان بھی وہی برداشت کرے گا بلکہ اس اطلاع کے بعد اگر مال فوراً نہیں اٹھایا تو خریدار مال کی حفاظت کی اجرت کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے۔ **(852)**

(3) خیار عیب (مال کی واپسی کا حق) باقی رہنے کی 4 شرائط

سوال: مال میں نقص نکلنے کی وجہ سے خریدار کو جو خیار عیب (Option of Detect) حاصل ہوتا ہے وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کب ختم ہو جاتا ہے، کن وجوہات کی بناء پر ختم ہو جاتا ہے۔

جواب: خیار عیب (Option of Detect) باقی رہنے کی 4 شرائط ہیں۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی نہیں پائی گئی تو خریدار کو مال کے عیب کی وجہ سے جو خیار حاصل ہوا تھا وہ ختم ہو جائے گا، باقی نہیں رہے گا۔

سوال: خیار عیب باقی رہنے کی 4 شرائط کیا ہیں؟

جواب: خیار عیب باقی رہنے کی 4 شرائط یہ ہیں۔

پہلی شرط: سودا ختم کرنے سے پہلے وہ عیب ختم نہ ہوا ہو۔

دوسری شرط: خریدار نے خیار عیب کا حق معاف نہ کیا ہو۔

تیسری شرط: خریدار نے عیب کا علم ہونے کے بعد اس عیب پر صراحتاً رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو۔

چوتھی شرط: خریدار نے مال میں ایسے تصرفات نہ کیے ہوں جو دلالتاً اس عیب پر رضامندی شمار ہوتے ہوں۔

نوٹ: خیار عیب باقی رہنے کے لیے کوئی مدت شرط نہیں کہ اگر اس مخصوص مدت تک یہ خیار حاصل نہ کیا جائے تو یہ ساقط ہو جائے البتہ یہ ضروری ہے کہ خریدنے کے بعد مال میں ایسے تصرفات نہ کیے ہوں جو دلالتاً اس عیب پر رضامندی شمار ہوں جیسا کہ چوتھی شرط میں گزرا۔ **(853)**

پہلی شرط: سودا ختم کرنے سے پہلے وہ عیب ختم نہ ہوا ہو

سوال: خیارعیب باقی رہنے کی پہلی شرط ''سودا ختم کرنے سے پہلے وہ عیب ختم نہ ہوا ہو'' کی وضاحت کریں۔

جواب: خریدار کو خیارعیب (Option of Detect) چونکہ مال کے عیب کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا مال واپس کرنے سے پہلے اگر عیب خود ختم ہو جائے یا فروخت کنندہ ختم کر دے اس طور پر کہ خریدار کو نقصان نہ ہوا اور اس میں بہت زیادہ مدت صرف نہ ہو تو خیارعیب بھی باقی نہیں رہے گا۔ **(854)**

سوال: اگر خریدار نے خیارعیب کی وجہ سے چیز واپس کر کے سودا ختم کرنا چاہا جس پر فروخت کنندہ نے کہا کہ نہیں! میں آپ کو اس کے بدلہ میں صحیح پیس دے دیتا ہوں تو کیا فروخت کنندہ کی اس پیشکش کی وجہ سے خریدار کا خیارعیب (سودا ختم کر دینے کا حق) ختم ہو جائے گا اور خریدار کے لیے اس پیشکش کو قبول کرنا ضروری ہوگا؟

جواب: فروخت کنندہ کی اس پیشکش کی وجہ سے خریدار کا سودا ختم کرنے کا حق ختم نہیں ہوگا لہٰذا اگر خریدار چاہے تو اس پیش کش کو ٹھکرا سکتا ہے کیونکہ فروخت کنندہ کی یہ پیشکش درحقیقت پرانے سودے کے اقالہ (Revocation) کر کے نئے سودے کی پیشکش ہے اور اس کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔ **(855)**

دوسری شرط: خریدار نے خیارعیب (Option of Detect) کا حق معاف نہ کیا ہو

سوال: خیارعیب باقی رہنے کی پہلی شرط ''خریدار نے خیارعیب کا حق معاف نہ کیا ہو'' کی وضاحت کریں۔

جواب: مال میں عیب نکلنے کی وجہ سے خریدار کو جو خیارعیب حاصل ہوتا ہے چونکہ یہ خریدار کا حق ہے اور اپنا حق چھوڑ دینے یا دستبردار ہو جانے سے حق ختم ہو جاتا ہے لہٰذا خیارعیب سے دستبردار ہو جانے سے یہ حق بھی ختم ہو جائے گا۔ **(856)**

تیسری شرط: خریدار نے عیب کا علم ہونے کے بعد اس عیب پر صراحتاً رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو۔

سوال: خیارعیب باقی رہنے کی تیسری شرط ''خریدار نے عیب کا علم ہونے کے بعد اس عیب پر صراحتاً رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو'' کی وضاحت کریں۔

جواب: اگر خریدار نے مال کے عیب پر مطلع ہونے کے بعد صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ ٹھیک ہے یہ سودا اس عیب کے ساتھ مجھے قبول ہے تو اب اس کا خیارعیب باقی نہیں رہے گا۔ **(857)**

چوتھی شرط: خریدار نے مال میں ایسے تصرفات نہ کیے ہوں جو دلالتاً اس عیب پر رضامندی شمار ہوتے ہوں۔

سوال: خیارعیب باقی رہنے کی چوتھی شرط ''خریدار نے مال میں ایسے تصرفات نہ کیے ہوں جو دلالتاً اس عیب پر رضامندی شمار ہوتے ہوں'' کی وضاحت کریں۔

جواب: مال خریدنے کے بعد اگر خریدار نے مال میں ایسے تصرفات کر لیے جو دلالتاً اس عیب پر رضامندی شمار ہوتے

ہوں تو اب اس کا خیار عیب (Option of Detect) باقی نہیں رہے گا۔

سوال: وہ کون سے تصرفات ہیں جو دلالتاً عیب پر رضامندی شمار ہوتے ہیں؟

جواب: اس قسم کے تصرفات کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں

پہلی قسم: اپنی مملوکہ چیز کی طرح استعمال کرنا اگرچہ کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہوئی ہو۔(858)

دوسری قسم: ایسے تصرفات جن میں جان بوجھ کر مال کو ضائع کیا گیا ہو، جیسے جان بوجھ کر کپڑے کو پھاڑنا، جانور کو قتل کرنا (یعنی کپڑے کا پھٹنا اور جانور کا مرنا استعمال کی وجہ سے نہ ہو)۔(859)

تیسری قسم: ایسے تصرفات جن میں مال کو اپنی ملکیت سے نکال دیا گیا ہو۔ مثلاً خریدار مالک بنانے والے معاملات میں سے کوئی معاملہ کرے جیسے عیب کا علم ہونے کے باوجود کسی کو آگے فروخت کردے، ہبہ کردے، وغیرہ۔(860)

پہلی قسم: اپنی مملوکہ چیز کی طرح استعمال کرنا اگرچہ کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہوئی ہو

سوال: عیب شدہ مال خریدنے کے بعد اس میں ایسے تصرفات کرنا جو دلالتاً اس عیب پر رضامندی شمار ہوتے ہوں، اس قسم کے تصرفات کی پہلی قسم ''اپنی مملوکہ چیز کی طرح استعمال کرنا اگرچہ کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہوئی ہو'' کی وضاحت کریں۔

جواب: اپنی مملوکہ چیز کی طرح استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عیب دار چیز کو اپنی چیز کی طرح استعمال نہ کیا ہو، جیسے کپڑے کا پہننا، جانور پر سواری کرنا (بشرطیکہ یہ سواری کرنا واپس کرنے کے لیے یا پانی پلانے یا چارہ خریدنے کے لیے نہ ہو) زمین کو سیراب کرنا، خریدی ہوئی چیز کی مرمت یا اصلاح کرنا، یا جانور تھا تو اس کا علاج کرنا۔ اگر ایسا کیا تو عیب کی وجہ سے مال واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

دوسری قسم: ایسے تصرفات جن میں جان بوجھ کر مال کو ضائع کیا گیا ہو۔

سوال: جو تصرفات دلالتاً عیب پر رضامندی شمار ہوتے ہیں اس کی دوسری قسم ''ایسے تصرفات جن میں جان بوجھ کر مال کو ضائع کیا گیا ہو'' کی وضاحت کریں

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ عیب دار چیز خریدنے کے بعد اس میں ایسے تصرفات کرنا جن میں جان بوجھ کے مال کو ضائع کیا گیا ہو، جیسے جان بوجھ کر کپڑے کو پھاڑنا، جانور کو قتل کرنا (یعنی کپڑے کا پھٹنا اور جانور کا مرنا، استعمال کی وجہ سے نہ ہو) یہ تصرف بھی دلالتاً عیب پر رضامندی شمار ہوگا، اس کے بعد خیار عیب باقی نہیں رہے گا۔(861)

تیسری قسم: ایسے تصرفات جن میں مال کو اپنی ملکیت سے نکال دیا گیا ہو۔

سوال: جو تصرفات دلالتاً عیب پر رضامندی شمار ہوتے ہیں ان کی تیسری قسم (ایسے تصرفات جن میں مال کو اپنی ملکیت سے نکال دیا گیا ہو) کی وضاحت کریں۔؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ عیب دار چیز خریدنے کے بعد خریدار مالک بنانے والے معاملات میں سے کوئی معاملہ نہ کرے جیسے عیب کا علم ہونے کے باوجود کسی کو آگے فروخت کر دینا، ہبہ کر دینا، اگر ایسا کیا تو یہ تصرف دلالتاً عیب پر رضامندی شمار ہوگا اور اس کے بعد خیار باقی نہ رہے گا۔(862)

(4) خیار عیب (قیمت کی کمی کا حق) حاصل ہونے کی شرائط

سوال: خریدے ہوئے مال میں اگر عیب نکلا تو خریدار کو کن صورتوں میں قیمت کی کمی کا حق حاصل ہوگا؟

جواب: 1۔ خریدار کی طرف سے قیمت کی کمی کا مطالبہ ہو اور فروخت کنندہ راضی ہو۔(863)

2۔ ہر وہ صورت جس میں عیب دار مال میں اضافہ/کمی یعنی ضائع ہو جانے/خرچ ہو جانے/اپنی ملکیت سے نکل جانے کی بناء پر واپسی ممکن نہ ہو۔(864)

- **اضافہ کی صورتیں**

سوال: عیب دار چیز خریدنے کے بعد اگر مال میں اضافہ کر لیا تو کون سا اضافہ مال لوٹانے سے مانع ہوگا کون سا نہیں، نیز کن صورتوں میں خریدار کو قیمت کی کمی کا حق حاصل ہوگا کن صورتوں میں نہیں؟

جواب: (1) عیب شدہ مال خریدنے کے بعد اس میں ایسا اضافہ ہوا جو مال سے متصل ہو اور اسی مال سے پیدا شدہ ہو جیسے جانور کا موٹا ہو جانا، خوبصورت ہو جانا۔

حکم: اس قسم کا اضافہ لوٹانے سے مانع نہیں یعنی خریدار عیب کی وجہ سے مال واپس کر سکتا ہے۔(865)

- یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا جب یہ اضافہ مال اپنے قبضے میں لینے سے پہلے ہوا ہو لیکن خریدار اس اضافے کا کوئی عوض فروخت کنندہ سے وصول نہیں کر سکتا۔(866)

(2) مال میں ایسا اضافہ ہوا جو مال سے متصل ہو اور اصل سے پیدا شدہ نہ ہو، مثلاً کسی نے عیب دار کپڑا خریدا اس کو رنگ دیا، سی لیا، یا ستو خریدنے کے بعد پانی ملا لیا یا آٹا خریدنے کے بعد گوندلیا یا زمین میں درخت لگا لیے یا تعمیر کر لی۔

حکم: اس قسم کا اضافہ لوٹانے سے مانع ہے یعنی خریدار عیب کی وجہ سے اب مال کو واپس نہیں کر سکتا (حتیٰ کہ اپنی خوشی سے بھی مال بمع اضافہ واپس کرنا چاہے تو یہ بھی شرعاً جائز نہیں، اگر ایسا کیا تو سود کا گناہ ہوگا) البتہ خریدار کو یہ حق ہوتا ہے کہ عیب دار چیز اور غیر عیب دار چیز کی قیمتوں میں جو فرق ہوتا ہے فروخت کنندہ سے وہ فرق وصول کر لے۔ (867)

- یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا جب یہ اضافہ مال اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے ہوا ہو۔(868)

(3) مال میں ایسا اضافہ ہوا جو مال سے علیحدہ ہو اور اسی مال سے پیدا شدہ ہو، جیسے جانور سے بچہ، دودھ اور درخت سے پھل کا پیدا ہونا۔

حکم: یہ اضافہ واپس لوٹانے سے مانع ہوگا یعنی خریدار عیب کی وجہ سے اب مال کو واپس نہیں کرسکتا ہے، حتیٰ کہ اپنی خوشی سے بھی مال بمع اضافہ واپس کرنا چاہے تو یہ بھی شرعاً جائز نہیں، کیونکہ ایسا کرنے سے ربح مالم یضمن (بغیر رسک کے نفع لینا) لازم آئے گا، البتہ خریدار کو یہ حق ہوتا کہ عیب دار چیز اور غیر عیب دار چیز کی قیمتوں میں جو فرق ہو فروخت کنندہ سے وہ فرق وصول کرلے۔(869)

- اس صورت (منفصلہ متولدہ منہ) میں اگر مال میں خریدار کے قبضہ میں آنے سے پہلے اضافہ ہو تو یہ اضافہ لوٹانے سے مانع نہیں یعنی خریدار عیب کی وجہ سے مال فروخت کنندہ کو واپس کرسکتا ہے البتہ اس صورت میں یہ اضافہ فروخت کنندہ کا ہو گا۔(870)

(4) مال میں ایسا اضافہ ہوا جو مال سے علیحدہ ہو اور اسی مال سے پیدا شدہ نہ ہو مثلاً کسی نے گاڑی خریدی اور اسے کرایہ پر دے کر آمدنی حاصل کی، پھر پتہ چلا کہ گاڑی میں تو کوئی عیب ہے۔

حکم: یہ عیب لوٹانے سے مانع نہیں یعنی خریدار عیب کی وجہ سے مال (گاڑی) واپس کرسکتا ہے اور جو آمدنی اسے حاصل ہوئی وہ خریدار کے لیے حلال ہے۔(871)

- اس صورت (منفصلہ غیر متولدہ) میں اگر مال خریدنے کے بعد قبضہ میں آنے سے پہلے مال میں اضافہ ہو مثلاً کسی نے گاڑی خریدلی، اب تک قبضہ میں نہیں لی تھی کہ مالک نے کرایہ پر دے کر آمدنی حاصل کی اور پھر گاڑی خریدار کے حوالہ کردی پھر اس میں عیب کا پتہ چلا تو اس صورت میں بھی حسب سابق خریدار کو عیب شدہ مال واپس کرنے یا نہ کرنے کے دونوں اختیار ہیں، البتہ مال واپس کرنے کی صورت میں حاصل ہونے والی کمائی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خریدار کی ملک ہو گی لیکن پاکیزہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا صدقہ کرنا ضروری ہوگا۔

اور امام یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ آمدنی فروخت کنندہ ہی کی ملک ہوگی لیکن پاکیزہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا صدقہ کرنا ضروری ہوگا۔(872)

- اور مال کو واپس نہ کرنے کی صورت میں بالاتفاق وہ آمدنی خریدار کی ہوگی لیکن اس کا استعمال کرنا صحیح نہیں، صدقہ کرنا ضروری ہے۔(873)

- **کمی کی صورتیں**

سوال: عیب دار چیز خریدنے کے بعد اگر مال میں کمی ہوگئی، بالفاظ دیگر خریدار کے پاس کوئی نیا عیب پیدا ہوگیا تو کس قسم کی کمی لوٹانے سے مانع ہے، کون سی مانع نہیں؟

جواب: اس صورت میں خریدار کو عیب دار مال واپس کرنے نہ کرنے، پرانے عیب کی وجہ سے قیمت کا فرق وصول

کرنے نہ کرنے کے اعتبار سے چار باتوں میں سے کسی ایک بات کا اختیار ہوگا۔

پہلی صورت: دونوں قسم (مال کی واپسی + فرق وصول کرنے) کے اختیار ہوں گے۔

دوسری صورت: دونوں قسم (واپسی + فرق) کے اختیار نہیں ہوں گے۔

تیسری صورت: صرف مال واپس لوٹانے کا اختیار ہوگا۔

چوتھی صورت: صرف فرق (عیب دار چیز اور غیر عیب دار چیز کا) وصول کرنے کا اختیار ہوگا۔

پہلی صورت: دونوں قسم (مال کی واپسی + فرق وصول کرنے) کے اختیار ہوں گے

سوال: پرانے عیب کی وجہ سے دونوں قسم (مال کی واپسی + فرق وصول کرنے) کے اختیار کن کن صورتوں میں ہوں گے؟

جواب: دونوں قسم (مال کی واپسی + فرق وصول کرنے) کا اختیار مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوگا۔

1۔ خریدنے کے بعد جدید عیب خریدار کے قبضہ سے پہلے پیدا ہو فروخت کنندہ ہی کے فعل سے ہو، یا مال کے اپنے فعل سے ہو، جیسے جانور کا اپنے آپ کو نقصان پہنچانا، تو اس صورت میں خریدار کو اختیار ہوگا چاہے تو مال کو اپنے پاس رکھتے ہوئے فرق (عیب دار مال اور غیر عیب دار کا) وصول کرے اور چاہے تو مال فروخت کنندہ کو واپس لوٹا کر پورے پیسے لے لے۔ **(874)**

2۔ خریدنے کے بعد جدید عیب خریدار کے قبضہ سے پہلے پیدا ہو، نیز قدرتی آفات کی وجہ سے ہو اور قدرتی آفت کی وجہ سے اس کی مقدار میں کمی آئی ہو، وصف میں نہ آئی ہو۔ مثلاً 100 بوری گندم خریدی تھی، بارش کی وجہ سے 5 ضائع ہو گئیں، تو اس صورت میں خریدار چاہے 95 بوری کی قیمت دے اور چاہے تو سودا ختم کردے۔ **(875)**

3۔ خریدنے کے بعد جدید عیب خریدار کے قبضہ سے پہلے ہو، نیز اجنبی کے فعل کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں خریدار کو اختیار ہے چاہے سودا برقرار رکھے اور یا ختم کردے، البتہ سودا برقرار رکھنے کی صورت میں خریدار جدید عیب کا تاوان اجنبی ہی سے وصول کرے گا۔ **(876)**

دوسری صورت: دونوں قسم (مال لوٹانے + فرق وصول کرنے) کے اختیار نہ ہوں گے

سوال: پرانے عیب کی وجہ سے دونوں قسم (مال لوٹانے + فرق وصول کرنے) کے اختیار کن کن صورتوں میں نہیں ہوں گے؟

جواب: دونوں قسم (مال لوٹانے + فرق وصول کرنے) کے اختیار مندرجہ ذیل صورتوں میں نہیں ہوں گے۔

(1) خریدنے کے بعد جدید عیب، خریدار کے قبضہ سے پہلے پیدا ہوا ہو، نیز خریدار ہی کے فعل کی وجہ سے پیدا ہوا ہو تو اس صورت میں خریدار کو نہ مال لوٹانے کا اختیار ہے اور نہ فرق وصول کرنے کا بلکہ پوری قیمت دینا ہی ضروری ہے۔ **(877)**

(2) خریدنے کے بعد جدید عیب خریدار کے پاس پیدا ہوا ہو نیز بیع تولیہ میں ہوا ہو تو اس صورت میں خریدار کو نہ مال

لوٹانے کا اختیار ہے اور نہ فرق وصول کرنے کا بلکہ پوری قیمت دے گا۔(878)

(3) خریدنے کے بعد جدید عیب خریدار کے پاس پیدا ہو جائے اور پھر قدیم عیب پر مطلع ہونے کے باوجود اسے آگے فروخت کر دے تو اس صورت میں خریدار کو نہ لوٹانے کا اختیار ہے اور نہ فرق وصول کرنے کا بلکہ پوری قیمت دینا ضروری ہے۔(879)

تیسری صورت: صرف مال واپس لوٹانے کا اختیار ہوگا

سوال: پرانے عیب کی وجہ سے صرف مال واپس لوٹانے کا اختیار خریدار کو کن صورتوں میں ملے گا؟

جواب: صرف مال واپس لوٹانے کا اختیار مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوگا۔

(1) اگر خریدار کے پاس جدید عیب پیدا ہو جانے کے باوجود بھی فروخت کنندہ مال کو واپس لینے کے لیے رضامند ہو جائے اور لوٹانے میں مزید کوئی مانع بھی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں خریدار کو فرق وصول کرنے (عیب دار اور غیر عیب دار کی قیمت کا فرق) کے مطالبہ کا کوئی حق نہ ہوگا بلکہ اسے مجبور کیا جائے گا کہ یا تو مال فروخت شدہ کو واپس کر دے یا پھر اسی حال میں قبول کرے۔(880)

(2) اگر خریدنے کے بعد کوئی ایسا جدید عیب پیدا ہوا جو قدرتی آفات کی وجہ سے ہو، نیز مال قبضہ میں لینے سے پہلے ہو اور عیب مال کی کسی صفت میں پیدا ہوا ہو، مقدار سے متعلق نہ ہو تو اس صورت میں بھی خریدار کو صرف مال واپس لوٹانے کا اختیار ہو گا، فرق وصول کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔(881)

(3) بیع سلم کے ذریعہ خریدے ہوئے مال میں خریدار کے پاس جدید عیب پیدا ہوا، پھر قدیم عیب کا علم ہوا جو فروخت کنندہ کے پاس پیدا ہوا تھا تو اب فروخت کنندہ جدید عیب کی وجہ سے چاہے تو مال واپس لے چاہے تو نہ لے، عیب قدیم کی وجہ سے قیمت کی کمی کا اس سے مطالبہ نہیں ہو سکتا۔(882)

چوتھی صورت: صرف فرق وصول کرنے کا اختیار ہوگا

سوال: پرانے عیب کی وجہ سے صرف فرق وصول کرنے کا اختیار خریدار کو کن صورتوں میں ملے گا؟

جواب: صرف فرق وصول کرنے کا اختیار مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوگا۔

(1) اگر عیب دار چیز خریدنے کے بعد خریدار کے پاس جدید عیب پیدا ہو گیا تو اب خریدار کو مال واپس کرنے کا حق نہیں ہوگا، ہاں فرق وصول کر سکتا ہے، یعنی قدیم عیب کی وجہ سے مال کی قیمت میں جو کمی آتی ہو، قیمت میں سے وہ کم کر لے۔

مثال: کسی شخص نے کپڑا خریدا اور اس کو کاٹ دیا، پھر اس میں پایا جانے والا قدیم عیب نظر آیا تو اس شخص کا کپڑا کاٹ لینا

جدید عیب ہے، لہٰذا اب خریدار قدیم عیب کی وجہ سے اسے واپس نہیں کرسکتا البتہ اس قدیم عیب کے مقابلے میں فرق واپس لے سکتا ہے۔(883)

لیکن اگر خریدے ہوئے کپڑے کو کاٹ کر قمیص بنا لی پھر قدیم عیب کا علم ہوا لیکن اس کے باوجود خریدار نے اسے کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردیا تو اب فروخت کنندہ سے فرق وصول نہیں کرسکتا۔(884)

سوال: عیب دار چیز خریدنے کے بعد اگر خریدار کے پاس جدید عیب پیدا ہوجائے تو خریدار کو واپسی کا حق نہیں ہوتا لیکن اگر وہ جدید عیب ختم ہوجائے تو پھر واپسی کا حق ہوگا یا نہیں ہوگا؟

جواب: اگر جدید عیب (Defect of recent) ختم ہوجائے تو پھر قدیم عیب کی بنیاد پر مال واپس بھی کیا جاسکتا ہے، مثلاً کسی شخص نے کوئی جانور خریدا اور وہ خریدار کے پاس بیمار ہوگیا، پھر اس میں قدیم عیب ظاہر ہوا تو ایسی صورت میں خریدار کو اختیار نہیں کہ قدیم عیب کی وجہ سے جانور فروخت کنندہ کو واپس کردے بلکہ وہ خریدار سے فرق (عیب دار غیر عیب دار کی قیمت) کا مطالبہ کرسکتا ہے لیکن جب وہ مرض ختم ہوجائے تو اب خریدار قدیم عیب کی بنیاد پر جانور فروخت کنندہ کو واپس کرسکتا ہے۔(885)

سوال: عیب دار چیز خریدنے کے بعد جدید عیب پیدا ہوا، پھر خریدار نے فروخت کنندہ سے فرق (عیب دار اور غیر عیب دار کا) وصول کرلیا، پھر وہ جدید عیب ختم ہوگیا، اب خریدار وہ مال واپس کرنا چاہتا ہے تو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟

جواب: مال بمع اس فرق کے جو وصول کرچکا ہے، فروخت کنندہ کو واپس کرکے اپنے پیسے واپس لے لے۔(886)

• ضائع ہوجانے کی صورتیں

سوال: عیب دار چیز خریدنے کے بعد اگر خریدار کے پاس ضائع ہوگی تو کن صورتوں میں خریدار کو قیمت کی کمی کا حق حاصل ہے، کن صورتوں میں نہیں؟

جواب: اگر عیب دار مال کسی آسمانی آفت کی وجہ سے ضائع ہو یا استعمال اور نفع اٹھانے کی وجہ سے خرچ ہوجائے، ختم ہو جائے (خود جان کر تلف نہ کیا ہو) جیسے کھانے کی چیز کو کھالیا، یا کپڑے پہننے سے پھٹ گئے، یا جانور تھا وہ مرگیا، پھر عیب کا علم ہوا تو اب خریدار عیب کی وجہ سے قیمت کی کمی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔(887)

سوال: جن صورتوں میں خریدار کو قیمت کی کمی کے مطالبہ کا حق ہوگا تو قیمت میں کمی کی تعیین کیسے کی جائے گی؟

جواب: قیمت میں کمی کی تعیین غیر جانبدار ماہر افراد سے کرائی جائے گی وہ لوگ جس دن خرید و فروخت ہوئی ہے اس دن کے اعتبار سے مال کے عیب دار ہونے اور بے عیب ہونے، دونوں صورتوں میں قیمت لگائیں گے، ان میں جو فرق ہوگا وہ

فرق خریدار فروخت کنندہ سے وصول کرلے گا۔(888)

• اپنی ملکیت سے نکل جائے

سوال : عیب دار چیز خریدنے کے بعد اگر خریدار اسے کسی تیسرے کے ہاتھ فروخت کردے تو اس صورت میں کیا خریدار کو قیمت کی کمی کا حق حاصل ہوگا؟

جواب : اگر کسی تیسرے کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اس عیب کا علم نہ تھا بعد میں ہوا، نیز اس چیز میں ابھی تک خریدار نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی تو خریدار کو قیمت کی کمی کا حق حاصل ہوگا۔(889)

(5) کس کس کو خیارِ عیب حاصل ہوتا ہے؟

سوال : کس کس کو خیارِ عیب حاصل ہوتا ہے؟

جواب : خیارِ عیب حاصل ہونے کے بعد ورثاء کی طرف بھی منتقل ہو جاتا ہے، مثلاً کسی خریدار کو مال میں عیب پائے جانے کی وجہ سے خیارِ عیب حاصل ہوا تھا پھر اس کا انتقال ہوگیا تو اب یہ حق اس کے ورثاء کو ملے گا۔(890)

(6) بعض مال عیب دار ہو، اس کے احکام

سوال : خریدنے کے بعد بعض مال عیب دار نکلے تو اس کے کیا احکام ہیں؟

جواب : اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا:

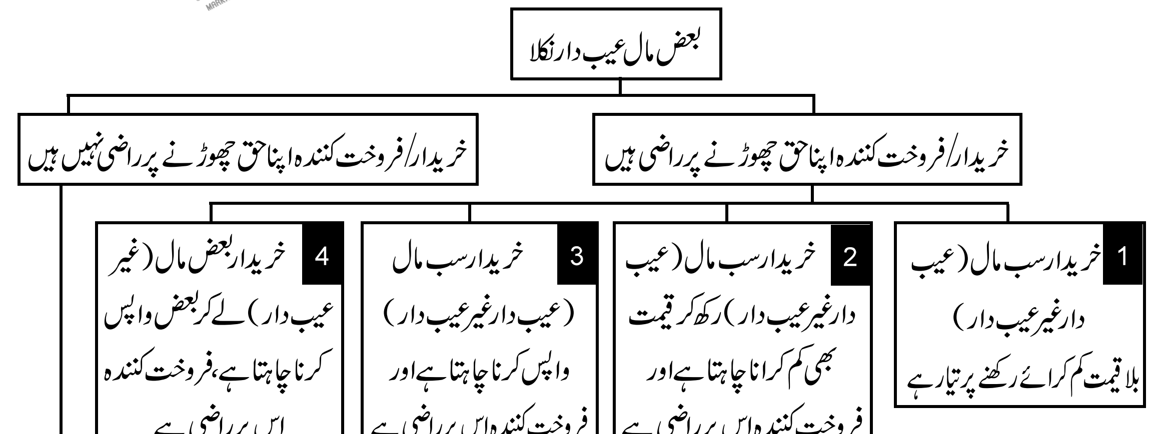

1۔ خریدار سب مال (عیب دار/ غیر عیب دار) بلا قیمت کم کرائے رکھنے پر تیار/ جائز

مال خریدنے کے بعد اگر بعض مال عیب دار نکلا تو اس صورت میں خریدار کو عیب کی وجہ سے خیار عیب (عیب دار مال لوٹا کر پیسہ واپس لینا) حاصل ہوتا ہے لیکن خریدار بلا قیمت کم کرائے (اپنا حق چھوڑ کر) سب مال (عیب دار/ غیر عیب دار) رکھنے پر تیار ہے تو یہ جائز ہے۔**(891)**

2۔ خریدار سب مال (عیب دار/ غیر عیب دار) رکھ کر قیمت بھی کم کرانا چاہتا ہے اور فروخت کنندہ اس پر راضی ہے/ جائز

مال خریدنے کے بعد اگر بعض مال عیب دار نکلا تو اس صورت میں خریدار کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ تمام مال (عیب دار/ غیر عیب دار) اپنے پاس رکھے اور فروخت کنندہ سے قیمت کی کمی کا مطالبہ کرے، اسے اس پر مجبور کرے البتہ خریدار اگر اس پر راضی ہو تو یہ جائز ہے۔**(892)**

3۔ خریدار سب مال (عیب دار غیر عیب دار) واپس کرنا چاہتا ہے/ فروخت کنندہ اس پر راضی ہے/ جائز

خریدا ہوا مال اگر ایسا ہے جو متعدد اشیاء شمار کیا جاتا ہے جیسے دو کپڑے، دو بکریاں (عددی متفاوت) یا مکیلی موزونی اشیاء جو دو یا مختلف تھیلوں/ ظروفوں میں لی گئی ہوں، پھر اس مال میں سے کچھ عیب دار نکلا تو اس کا حکم یہ ہے کہ خریدار صرف عیب دار مال واپس کر کے اس کی قیمت واپس لے سکتا ہے، تمام مال (عیب دار/ غیر عیب دار) واپس نہیں کر سکتا، ہاں اگر فروخت کنندہ تمام مال واپس لینے پر رضامند ہو تو تمام مال بھی واپس کیا جا سکتا ہے۔**(893)**

4۔ خریدار بعض مال (غیر عیب دار) رکھ کر بعض مال (عیب دار) واپس کرنا چاہتا ہے/ فروخت کنندہ راضی/ جائز

خریدا ہوا مال اگر ایسا ہے جو ایک شے شمار کیا جاتا ہے جیسے موزے، چپل، دروازے مع چوکھٹ یا مکیلی موزونی اشیاء جو ایک تھیلہ/ برتن/ یا ڈھیر کی شکل (یعنی من نوع واحد) میں لی گئی ہوں پھر اس مال میں سے کچھ عیب دار نکلا تو اس صورت میں خریدار کو اختیار رہتا ہے چاہے سب (عیب دار غیر عیب دار) لے لے یا سب واپس کر دے۔ یہ نہیں کر سکتا کہ غیر عیب دار لے لے اور عیب دار واپس کر دے، ہاں اگر فروخت کنندہ اس پر راضی ہو تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔**(894)**

5۔ خریدار سب مال (عیب دار/ غیر عیب دار) واپس کرنا چاہتا ہے/ فروخت کنندہ راضی نہیں/ جائز نہیں

دیکھیں صورت نمبر 3

6۔ خریدار بعض مال (غیر عیب دار) رکھ کر بعض مال (عیب دار) واپس کرنا چاہتا ہے/ فروخت کنندہ راضی نہیں/ جائز

دیکھیں صورت نمبر 4

مشق: خیارعیب

(1) مال کا عیب خریدا کو بتا دینا ____________ برأت ظاہر کر دینا ____________

اور نہ عیب بتانا نہ برأت ظاہر کرنا ____________ (خالی جگہوں میں حکم لکھیں)

(2) خیارعیب حاصل ہونے کی 3 شرائط ہیں:

پہلی شرط: ____________

دوسری شرط: ____________

تیسری شرط: ____________

(3) کس قسم کو عیب فقہاء عیب شمار کرتے ہیں؟

1) ____________

2) ____________

3) ____________

4) ____________

5) ____________

(4) خیارعیب باقی رہنے کی 4 شرائط کیا ہیں؟

پہلی شرط: ____________

دوسری شرط: ____________

تیسری شرط: ____________

چوتھی شرط: ____________

(5) وہ کونسے تصرفات ہیں جو دلالتاً عیب پر رضامندی شمار ہوتے ہیں اور اس کی وجہ سے خیارعیب ساقط ہو جاتا ہے؟

پہلی قسم: ____________

دسری قسم: ____________

تیسری قسم: ____________

(6) اگر خریدار نے عیب کی وجہ سے چیز واپس کر کے سودا ختم کرنا چاہا جس پر فروخت کنندہ نے کہا کہ میں آپ کو اس کے بدلے میں صحیح پیس دے دیتا ہوں تو کیا فروخت کنندہ کی اس پیشکش کی وجہ سے خیارعیب کا حق ختم ہو جائے گا؟

جواب:____

____

(7) خیار عیب یعنی قیمت کی کمی کا حق حاصل ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

1)____

2)____

● اضافہ کی صورت میں: واپسی/ قیمت کی کمی کا اختیار

1) عیب شدہ مال خریدنے کے بعد اس میں ایسا اضافہ ہوا جو مال سے متصل تھا اور اسی سے پیدا شدہ تھا تو خریدار کو

مال واپس کرنے اختیار ہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار ہوگا ❑

2) عیب شدہ مال خریدنے کے بعد اس میں ایسا اضافہ ہوا جو مال سے متصل تھا لیکن اسی سے پیدا شدہ نہیں تھا تو خریدار کو

مال واپس کرنے اختیار ہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار ہوگا ❑

3) عیب شدہ مال خریدنے کے بعد اس میں ایسا اضافہ ہوا جو مال سے منفصل تھا اور اسی سے پیدا شدہ تھا تو خریدار کو

مال واپس کرنے اختیار ہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار ہوگا ❑

4) عیب شدہ مال خریدنے کے بعد اس میں ایسا اضافہ ہوا جو مال سے منفصل تھا لیکن اسی سے پیدا شدہ نہیں تھا تو خریدار کو

مال واپس کرنے اختیار ہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار ہوگا ❑

● کمی کی صورت میں: دونوں اختیار (واپسی/ قیمت کی کمی)/ دونوں اختیار نہیں/ صرف مال کی واپسی کا اختیار / صرف قیمت کی کمی کا اختیار

1) عیب شدہ مال خریدنے کے بعد قبضہ سے پہلے فروخت کنندہ کے فعل سے نیا عیب پیدا ہو گیا تو خریدا کو

دونوں اختیار ہوں گے ❑ دونوں اختیار نہیں ہوں گے ❑ واپسی کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار ہوگا ❑

2) جدید عیب خریدار کے پاس پیدا ہو گیا عیب قدیم پر مطلع ہونے کے باوجود آگے فروخت کر دیا تو خریدا کو

دونوں اختیار ہوں گے ❑ دونوں اختیار نہیں ہوں گے ❑ واپسی کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار ہوگا ❑

3) عیب شدہ مال خریدنے کے بعد قدرتی آفات کی وجہ سے نیا عیب پیدا ہو گیا تو خریدا کو

دونوں اختیار ہوں گے ❑ دونوں اختیار نہیں ہوں گے ❑ واپسی کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار ہوگا ❑

4) عیب شدہ مال خریدنے کے بعد خریدار کے پاس نیا عیب پیدا ہو گیا تو خریدا کو

دونوں اختیار ہوں گے ❑ دونوں اختیار نہیں ہوں گے ❑ واپسی کا اختیار ہوگا ❑ قیمت کی کمی کا اختیار ہوگا ❑

تیسرا حق: مجبور/ مضطر خریدار سے خرید وفروخت کی شکلیں، احکام

سوال: مجبور اور مضطر سے خرید وفروخت کی شکلیں اور ان کے احکام کیا کیا ہیں؟

جواب:

1۔ اپنی یا اپنے اہل وعیال کی جان بچانے کے لیے کوئی چیز مجبوری میں خریدے اور فروخت کنندہ اس سے غیر معمولی نفع وصول کرے (غبن فاحش) تو یہ سودا فاسد کہلائے گا۔ قبضہ کے بعد خریدار مال کا اگرچہ مالک بن جائیگا لیکن ایسا کرنے کا (بیع فاسد) گناہ بھی ہوگا، گناہ سے بچنے کے لیے فریقین کے لیے اس سودے کو ختم کرنا ضروری ہے، نیز خریدار کے لیے اس مال سے نفع اٹھانا بھی درست نہیں ہوگا۔ **(895)**

2۔ اپنی یا اپنے اہل وعیال کی جان بچانے کے لیے کوئی چیز مجبوری میں خریدے اور فروخت کنندہ اس سے بازاری قیمت وصول کرے تو یہ سودا صحیح ہے۔ **(896)**

3۔ کوئی شخص قرض ادا کرنے کے لیے مجبوری میں کوئی چیز فروخت کردے اور خریدار اس سے غیر معمولی قیمت وصول کرے تو یہ اگرچہ بیع المضطر میں داخل نہیں تاہم یہ بھی مکروہ، ناپسندیدہ اور خلاف مروت ہے۔ **(897)**

چوتھا حق: مضر اشیاء کی خرید وفرخت کے احکام

سوال: مضر اشیاء کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: مضر اشیاء کی خرید وفروخت کا جب بھی حکم جاننا ہو تو تین جہتوں سے غور کرلیں حکم واضح ہو جائے گا۔

جو چیز فروخت کی جارہی ہے۔

(1) اس کا میٹیریل/ مادہ کیا ہے؟ وہ شرعاً قابل انتفاع بھی ہے یا نہیں؟

(2) کس غرض کے لیے بنی ہے یعنی جس غرض کے لیے بنی ہے وہ شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں بالفاظ دیگر اس کا عمومی استعمال کیا ہے؟

(3) اگر کسی ناجائز مقصد کے لیے بنی ہے تو مزید یہ بھی دیکھ لیں کہ اس کا مزید کوئی جائز استعمال بھی ہے یا نہیں؟

چنانچہ ممکنہ پانچ صورتیں ہمارے سامنے آئی ہیں:

(1) میٹیریل اور مادہ ہی قابل انتفاع نہ ہو

اس صورت میں مزید غور کرنے کی ضرورت نہیں کہ کس غرض کے لیے بنی ہے عوام میں اس کا عمومی استعمال کیا ہے۔ کسی جائز کام میں استعمال ہوسکتی ہے یا نہیں۔

مثال: جیسے شراب، خنزیر، مردار، خون۔

حکم: اس قسم کی خرید وفروخت ناجائز اور باطل ہے۔(898) شریعت کی نگاہ میں یہ بیع بالکل معتبر نہیں۔ایسا کرنے کا گناہ بھی ہوگا، نہ فروخت کنندہ قیمت کا مالک بنے گا نہ خریدار مال کا۔(899) نہ خریدار مال کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے، نہ فروخت کنندہ قیمت کو۔(900) لہٰذا اس معاملہ کو فوراً ختم کرنا واجب ہے۔(901)

خون کی فروخت ناجائز ہے، ہاں اضطراری صورت میں صرف خریدنے کی گنجائش ہے جب کہ مفت (بلا قیمت) دستیاب نہ ہوسکے، ہاں مسلمانوں کو چاہیے کہ بلڈ بینک قائم کرکے خون مفت فراہم کرنے کا انتظام کریں۔تاکہ خون کی خرید وفروخت سے حتی الامکان اجتناب کیا جاسکے۔(902)

(2) میٹریل اور مادہ قابل انتفاع ہو لیکن جس غرض کے لیے وہ چیز بنی ہے وہ شرعاً جائز نہ ہو، موجود شکل میں اس چیز کا کوئی جائز مصرف بھی نہ ہو، صرف ناجائز کاموں میں استعمال ہوسکتی ہے

مثال: جیسے موسیقی کے آلات، فلموں، گانوں کی آڈیو ویڈیو سی ڈیز، شطرنج، تاش کے کارڈز، مورتیاں، تصویر والی گڑیاں، سونے چاندی کے صلیب کے نشان یا غیر مسلموں کے مذہبی نشانات پر بنی ہوئی اشیاء، جاندار کی تصویریں، وہ برش جو داڑھی منڈانے کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال نہ ہوتا ہو۔(903)

حکم: ان تمام چیزوں کی خرید وفروخت (بوجہ اعانت علی المعصیۃ) مکروہ تحریمی ہے۔(904) مکروہ تحریمی کے ارتکاب کی وجہ سے گناہ بھی ہوگا۔(905) اور فریقین کو چاہیے کہ گناہ سے بچنے کے لیے اس معاملہ کو ختم کردیں نہ خریدار اس مال کو استعمال کرے نہ فروخت کنندہ قیمت کو استعمال کرے۔(906) اس عقد سے جو پیسہ حاصل ہوگا وہ حلال نہیں۔(907)

البتہ اگر مذکورہ اشیاء کو توڑ کر بیچا جائے تو یہ عقد درست ہے اور آمدنی بھی حلال ہے، جیسے: تانبا، پیتل، اسٹیل، لکڑی وغیرہ کا مجسمہ کو توڑ کر اصل میٹریل (تانبا، پیتل وغیرہ) کے داموں پر بیچنا۔(908)

(3) میٹریل قابل انتفاع ہو، جس غرض کے لیے وہ چیز بنی ہے وہ جائز نہ ہو (یعنی عمومی استعمال معصیت میں ہوتا ہو) البتہ موجود شکل میں وہ چیز کسی جائز کام میں بھی استعمال ہوسکتی ہے۔

مثال: جیسے ٹی وی ہیروئن و، چرس، افیون، بھنگ وغیرہ۔

حکم: اس قسم پر حکم لگانے سے قبل مزید یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ (1) یہ چیز کس نیت سے فروخت کی گئی ہے (2) خریدار اس کو کس کام (جائز، ناجائز) میں استعمال کرے گا، فروخت کنندہ کو اس کا علم ہے یا نہیں۔

- اگر مذکورہ اشیاء کو فروخت ہی اسی نیت سے کیا ہے کہ اس کو گناہ کے کام میں استعمال کیا جائے یا خرید وفروخت کے وقت

گناہ کے کام میں استعمال کرنے کی صراحت کی گئی تو (بوجہ اعانت علی المعصیۃ) اس قسم کی چیزوں کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہے۔(909)

- اگر مذکورہ دو باتیں (نیت اور صراحت) نہیں ہے لیکن فروخت کنندہ کو یہ علم ہے کہ خریدار اس چیز کو گناہ کے کام ہی میں استعمال کرے گا تو اس قسم کی چیزوں کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہے۔ (910)
- اور اگر یہ علم ہو کہ خریدار کسی جائز کام میں استعمال کرے گا تو اس صورت میں خرید وفروخت بلا کراہت جائز ہے۔(911)
- اور اگر کچھ علم نہ ہو کہ خریدار کس کام میں استعمال کرے گا تو اس کی خرید وفروخت جائز نہیں۔

(4) میٹریل قابل انتفاع ہو وہ چیز ناجائز کام کے لیے نہ بنائی گئی ہو بلکہ موجود شکل میں جائز ناجائز دونوں کاموں میں برابر استعمال ہوتی ہو۔

مثال: باغیوں کو یا لڑنے والے کافروں کو اسلحہ بیچنا۔(912)
کسی بینک کو سوفٹ ویئر، کمپیوٹر فروخت کرنا یا ریشم کے کپڑے مردوں کو فروخت کرنا، تصویر والے کپڑے، رسائل، کتابیں، برتن، دیگر اشیاء فروخت کرنا۔(913)

حکم: اس قسم کی چیزوں پر حکم لگانے سے قبل یہ دیکھنا ہوگا کہ (1) یہ چیز کس نیت سے فروخت کی گئی ہے (2) خریدار اس کو کس کام میں استعمال کرے گا۔ فروخت کنندہ کو اس کا علم ہے یا نہیں۔

- اگر مذکورہ اشیاء کو فروخت ہی اس نیت سے کیا کہ اس کو گناہ کے کام میں استعمال کیا جائے، یا خرید وفروخت کے وقت گناہ کے کام میں استعمال کرنے کی صراحت کی گئی ہو تو (بوجہ اعانۃ علی المعصیۃ) اس قسم کی چیزوں کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہے۔(914)
- اگر مذکورہ دو باتیں (نیت/تصریح) نہیں ہے لیکن فروخت کنندہ کو علم ہے کہ خریدار اس کو گناہ کے کام میں استعمال کرے گا تو اس طرح کی اشیاء کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہے۔(915)
- اگر یہ علم ہو کہ خریدار اس کو کسی جائز کام میں استعمال کرے گا یا کچھ علم نہ ہو کہ خریدار اس کو کسی کام میں استعمال کرے گا۔ یا یہ علم ہو کہ خریدار اس کو جائز و ناجائز دونوں کاموں میں استعمال کرے گا۔ تو اس صورت میں ان اشیاء کی خرید وفروخت بلا کراہت جائز ہوگی، کوئی گناہ نہیں ہوگا۔(916)

نوٹ: جہاں تک تمباکو، بیڑی گٹکا، مین پوری، شیشہ، حقہ، سگار کی تجارت کا معاملہ ہے تو اس میں تفصیل ہے۔
تمباکو کی کئی اقسام، اغراض اور خواص مختلف ہیں، اس لیے اس میں اقوال بھی مختلف ہیں، تمباکو کی وہ قسم جس میں نشہ نہیں ہے اور اس میں بدبو بھی نہیں، وہ بلا کراہت جائز ہے، اور جس میں بدبو ہے وہ مکروہ تنزیہی ہے، اور جس میں سکر (نشہ) ہے وہ ناجائز ہے، البتہ دوا کے طور پر اس کا استعمال جائز ہے جبکہ کوئی دوسری جائز دواء نہ ہو، اور ماہر طبیب اس میں شفاء متعین

کردے۔ (917)

(5) میٹریل قابل انتفاع ہو وہ چیز ناجائز کام کے لیے نہ بنائی گئی ہو بلکہ موجودہ شکل میں صرف جائز کام ہی میں استعمال ہوسکتی ہو اور تبدیلی کے بعد ناجائز کام میں بھی استعمال ہوسکتی ہو۔

مثال: انگور کا شیرہ، انگور۔(918)

بینک کو زمین فروخت کرنا، لڑنے والے مرغ، اڑھنے والے کبوتر، پوجے جانے والے پتھر۔(919)

جس لکڑی سے موسیقی کے آلات بنائے جاتے ہیں۔(920)

باغیوں کو یا لڑنے والے کافروں کو اسلحے کا مواد بیچنا (وہ لوہا جس سے اسلحہ بنایا جاتا ہے)(921)

حکم: اس قسم کی اشیاء پر حکم لگانے سے قبل مزید یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ (1) یہ چیز کس نیت سے فروخت کی گئی ہے؟ (2) خریدار اس کو کس کام (ناجائز جائز) میں استعمال کرے گا، فروخت کنندہ کو اس کا علم ہے یا نہیں؟

- اگر مذکورہ اشیاء کو فروخت ہی اس نیت سے کیا کہ اس کو گناہ کے کام میں استعمال کیا جائے، یا خرید و فروخت کے وقت گناہ کے کام میں استعمال کرنے کی صراحت کی گئی ہو تو (بوجہ اعانۃ علی المعصیۃ) اس قسم کی چیزوں کی خرید و فروخت مکروہ تحریمی ہے۔(922)
- اگر مذکورہ دو باتیں (نیت/تصریح) نہیں ہیں، لیکن فروخت کنندہ کو یہ علم ہے کہ خریدار اس چیز کو گناہ کے کام ہی میں استعمال کرے گا۔ تو اس قسم کی چیزوں کی خرید و فروخت مکروہ تنزیہی ہے، خلاف اولیٰ ہے۔(923)
- اگر یہ علم ہو کہ خریدار اس کو کسی جائز کام میں استعمال کرے گا یا کچھ علم نہ ہو کہ خریدار اس کو کسی کام میں استعمال کرے گا یا علم ہو کہ خریدار جائز ناجائز دونوں کاموں میں استعمال کرے گا۔ تو اس صورت میں ان چیزوں کی خرید و فروخت بلا کراہت جائز ہے۔(924)

مشق: مضر اشیاء خرید وفروخت

● درج ذیل اشیاء کی خرید وفروخت ناجائز، مکروہ تحریمی/ جائز بلا کراہت/ خلاف اولیٰ

(1) وہ اشیاء جن کا اصل مادہ ہی شرعاً قابل انتفاع نہ ہو ان کی خرید وفروخت

ناجائز/ مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

(2) وہ اشیاء جن کا اصل مادہ شرعاً قابل انتفاع ہو لیکن ناجائز غرض کے لیے بنی ہو اور موجودہ شکل میں کوئی جائز مصرف بھی نہ ہو ان کی خرید وفروخت

ناجائز/ مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

(3) وہ اشیاء جن کا اصل مادہ شرعاً قابل انتفاع ہو لیکن ناجائز غرض کے لیے بنی ہو البتہ موجودہ شکل میں کوئی جائز مصرف ہو اور فروخت کنندہ کو علم ہو کہ خریدار اس کو ناجائز کام میں ہی استعمال کرے گا تو ان کی خرید وفروخت

ناجائز/ مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

(4) وہ اشیاء جن کا اصل مادہ شرعاً قابل انتفاع ہو اور وہ ناجائز غرض کے لیے بھی نہ بنی ہو، موجودہ شکل میں جائز اور ناجائز دونوں مصرف ہوں اور فروخت کنندہ کو علم ہو کہ خریدار اس کو جائز کام میں ہی استعمال کرے گا تو ان کی خرید وفروخت

ناجائز/ مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

(4) وہ اشیاء جن کا اصل مادہ شرعاً قابل انتفاع ہو اور وہ ناجائز غرض کے لیے بھی نہ بنی ہو، موجودہ شکل میں جائز اور ناجائز دونوں مصرف ہوں اور فروخت کنندہ کو کچھ علم نہ ہو کہ خریدار اس کو کس مصرف میں استعمال کرے گا تو ان کی خرید وفروخت

ناجائز/ مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

(5) وہ اشیاء جن کا اصل مادہ شرعاً قابل انتفاع ہو اور ناجائز غرض کے لیے بھی نہ بنی ہو بلکہ موجودہ شکل میں صرف جائز کام میں ہی استعمال ہو سکتی ہو اور فروخت کنندہ کو کچھ علم نہ ہو کہ خریدار اس کو ناجائز کام میں استعمال کرے گا یا جائز کام میں تو خرید وفروخت

ناجائز/ مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

(6) شراب، خنزیر، مردار اور خون کی خرید وفروخت

ناجائز/ مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

(7) صلیب، تصویر والی گڑیاں، تاش کے کارڈ کی خرید وفروخت

ناجائز/ مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

(8) ٹی وی، چرس اور افیون فروخت کرنا جبکہ فروخت کنندہ کو کچھ علم نہ ہو کہ خریدار کس کام میں استعمال کرے گا تو

ناجائز/مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

(9) بینک کو کمپیوٹر، سوفٹ ویئر فروخت کرنا جبکہ فروخت کنندہ کو کچھ علم ہو کہ خریدار اس سود کی لکھت پڑھت میں استعمال کرے گا تو

ناجائز/مکروہ تحریمی ❑ جائز بلا کراہت ❑ خلاف اولیٰ ❑

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:۔2

اہل شہر کے حقوق کے احکام

پہلا حق: ذخیرہ اندوزی کے احکام

دوسرا حق: تَلَقِّي جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانے) کے احکام

تیسرا حق: بَيْعُ الْحاضِرِ لِلْبادِیْ (شہری کا دیہاتی کے لیے/ دیہاتی کو بیچنے) کے احکام

چوتھا حق: مصنوعی گرانی پیدا کرنے کا حکم

پہلا حق: ذخیرہ اندوزی کا حکم

سوال: ذخیرہ اندوزی کی کون کون سی صورتیں جائز ہیں، اور کون کون سی ناجائز ہیں؟

جواب: وہ ذخیرہ اندوزی منع ہے جو:

(1) بنیادی غذاؤں اور غلہ میں ہو خواہ انسانی غذائیں ہوں یا حیوانی

(2) اس غذا اور غلہ کو باقاعدہ خریدا ہو

(3) وہ غلہ اسی شہر کا ہو

(4) اس ذخیرہ اندوزی سے عام لوگوں کو ضرر بھی ہو۔ یہ چار باتیں جس ذخیرہ اندوزی میں ہوں گی وہ منع ہے اس کا گناہ بھی بہت ہے۔

البتہ جو ذخیرہ اندوزی

(1) غذا کے علاوہ دوسری ضرورت کی چیزوں میں ہو

(2) نیز اس غذا و غلہ کو خریدا نہ ہو بلکہ وہ اپنی ہی زمین کا ہو

(3) وہ غلہ اس شہر کا نہ ہو بلکہ دوسرے شہر سے منگوایا ہو

(4) غلہ کی فراوانی ہو لوگوں کو تنگی اور ضرر بھی نہ ہوتا ہو تو اس قسم کی ذخیرہ اندوزی کا شرعاً گناہ نہیں ہوگا۔ (925)

دوسرا حق: تَلَقِّي جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانے) کے احکام

- تَلَقِّي جَلَبْ (شہر کے بیوپاریوں کا اہل شہر کو ضرر پہنچانے) کرنے سے اگر اہل شہر کو ضرر ہوتا ہو تو یہ مکروہ اور ممنوع ہے اگر ضرر نہ ہوتا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔(929 تا926)

تاہم اہل شہر اس بیع کو ختم نہیں کرسکتے۔ کیونکہ خریدار نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اتنا ہی نقصان کیا ہے کہ جس چیز کے وہ امیدوار تھے وہ چیز ان کو حاصل نہیں ہوسکی۔ اور صرف اتنی بات پر بیع فسخ نہیں کی جاسکتی۔(930)

تیسرا حق: بَيْع حَاضِرْ لِلْبَادِيْ (شہری کا دیہاتی کے لیے/ دیہاتی کو بیچنے) کے احکام

- بَيْع حَاضِرْ لِلْبَادِيْ (شہری کا دیہاتی کے لیے/ دیہاتی کو بیچنے) کرنے سے اگر اہل شہر کو ضرر ہوتا ہو تو یہ مکروہ اور ممنوع ہے اگر ضرر نہ ہوتا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔(934 تا 931)

چوتھا حق: مصنوعی گرانی پیدا کرنے کا حکم

سوال: حکومت کی طرف سے جو اشیاء کے ریٹ مقرر کیے جاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر تاجر لوگ عمومی طور پر اشیاء خوردنی کی خرید وفروخت میں حد سے زیادہ قیمت وصول کرنا شروع کردیں، اور اس سے عام لوگوں کو ضرر اور نقصان پہنچ رہا ہو اور ان کے ساتھ ظلم وزیادتی ہورہی ہو، تو ایسی صورت میں اگر حکومت مناسب سمجھتی ہے کہ ''کنٹرول ریٹ'' مقرر کرنے کے علاوہ، اشیاء خوردنی کی قیمتوں کو اعتدال اور مناسب شرح ریٹ پر لانے کی کوئی اور صورت کارآمد نہیں، تو پھر ایسی مجبوری میں حکومت اشیاء خوردنی کا مناسب ''کنٹرول ریٹ'' مقرر کرسکتی ہے، اور شرعاً اس کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس سے کسی پر ظلم اور زیادتی نہ ہوتی ہو۔(939 تا 935)

فصل:۔3

مالکان کے حقوق کے احکام

پہلا حق: خیانت کرنے کے احکام

دوسرا حق: خیر خواہی، بدخواہی کے احکام

تیسرا حق: جھوٹ بولنے کے احکام

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT

پہلا حق: خیانت کرنے کے احکام

(1) مقررہ وقت میں خیانت کے احکام (2) کاموں میں خیانت کرنے کے احکام (3) سہولیات/ مراعات میں خیانت کے احکام

(1) مقررہ وقت میں خیانت کے احکام

سوال: اگر کوئی ملازم ملازمت کے ایام واوقات میں حاضر نہ ہو، چھٹی کرلے یا دیر سے آئے، یا جلدی چلا جائے یا درمیان میں غیر حاضر رہے تو اس طرح کرنے کا کیا حکم ہے، اس طرح کرنے والے کی تنخواہ حلال ہوگی یا حرام۔

جواب: ملازم (اجیر خاص) تنخواہ کا مستحق اس وقت بنتا ہے جب طے شدہ (یا جو عرف میں کام کے سمجھے جاتے ہیں ان) ایام واوقات میں ڈیوٹی پر حاضر رہے۔ خواہ کام ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا جو ملازم مقررہ ایام واوقات میں چھٹی کرے یا دیر سے آئے یا جلدی چلا جائے یا درمیان میں غیر حاضر رہے یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو جس سے حاضری کا فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو، ایسا کرنا جائز نہیں ان ایام واوقات میں غیر حاضری اور کوتاہی کے بقدر تنخواہ لینا جائز نہیں ایسی تنخواہ حلال نہ ہوگی اس تنخواہ کا استعمال کرنے والا حرام کھانے والا شمار ہوگا۔ اگر پوری تنخواہ لے چکا ہے تو کوتاہی اور غیر حاضری کے بقدر تنخواہ ادارے کو واپس کرنا ضروری ہے۔(940)

سوال: ملازم کے لیے دوران ملازمت کتنی اور کن وجوہات کی بناء پر چھٹیوں کی اجازت ہے اور کس قسم کی چھٹیوں پر تنخواہ کا مستحق ہوگا کس قسم پر نہیں؟

جواب: (1) معاہدہ/عرف کے مطابق چھٹیاں ہوں: جو چھٹیاں معاہدے (جو شریعت کے مطابق ہوں) یا عرف عام کے مطابق ہوں ملازم کے لیے ان کی اجازت ہوگی۔ ایسے ہی چھٹیوں کی تنخواہ کے متعلق اگر کوئی معاہدہ طے ہوا ہو یا عرف عام ہو (چھٹیوں کی تنخواہ ملنے کا) جیسا کہ بعض ادارے ملازمت کے شروع میں ملازم سے یہ طے کر لیتے ہیں کہ سال بھر میں اتنی چھٹیاں ہوں گی اور اتنی رخصت اتفاقیہ اور اتنی رخصت علالت لے سکتے ہیں۔ تو ان چھٹیوں کی ملازم کو تنخواہ ملے گی۔ کیونکہ ایام رخصت اگر شروط اور معروف ہوں تو وہ کام کے تابع ہوتے ہیں۔(941)

(2) معاہدہ/عرف کے مطابق چھٹیاں نہ ہوں: اگر چھٹیوں کا معاملہ فریقین کے درمیان طے نہ ہوا اور عرف عام بھی نہ ہو تو ملازم کے لیے ان کی اجازت نہ ہوگی۔ اور ان ایام کی تنخواہ کا مستحق بھی نہیں ہوگا۔ البتہ اگر مالکان دیدیں تو ان کی طرف

سے تبرع اور احسان ہوگا۔ ملازم کو مطالبے کا حق حاصل نہیں ہے۔(942)

نوٹ: مالکان اور ملازمین کو بھی چاہیے کہ معاملہ طے کرتے وقت عرف، رواج اور شریعت کے مطابق معاملے طے کریں۔ ایک دوسرے کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھائیں۔(943)

سوال: بعض اوقات ملازمین اپنے شعبہ کے ذمہ دار سے اجازت لے کر چھٹی کر لیتے ہیں، یا اس کی اجازت سے دیر سے آتے ہیں یا جلدی چلے جاتے ہیں یا درمیان میں کچھ دیر کے لیے چلے جاتے ہیں، یا یہ بات ان کے علم میں ہوتی ہے اور وہ ذمہ داران کو اس کی رعایت اور سہولت دیدیتے ہیں تو ملازمین کے لیے اس رعایت اور سہولت کو استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ تنخواہ کا کیا حکم ہوگا؟ نیز ذمہ دار کے لیے اس قسم کی رعایت دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذمہ دار کو ضابطہ کے مطابق ادارہ کی طرف جتنی رعایت ملازمین کو دینے کی اجازت ہے، ذمہ دار صرف وہی اجازت دے سکتا ہے، اور ملازم بھی صرف اتنی ہی رعایت استعمال کر سکتا ہے۔ ضابطہ سے ہٹ کر استعمال کی جانے والی رعایت کا ذمہ دار کے علم میں ہونا اور ان کا کچھ نہ کہنا یا ضابطہ سے ہٹ کر ذمہ دار کا ایسی رعایت دینا جس کا وہ مجاز نہیں اور ملازمین کا ایسی سہولت اور رعایت استعمال کرنا جائز نہیں۔ نیز متعلقہ ذمہ دار کو بھی چاہیے کہ ادارہ کی طرف سے ملازمین کو جو اور جتنی رعایت دینے کی اجازت ہو وہ ملازم کو اپنے اختیار میں رہتے ہوئے باقاعدہ لیٹر جاری کر کے (یا جو ضابطہ ہو اس کے مطابق) اتنی ہی اجازت دے۔(944)

اور اپنی ذمہ داری میں غفلت اور سستی کا مظاہرہ نہ کریں۔ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ایک ملازم دوسرے ملازموں کا نگران ہے اور اس نگران کی سستی یا اگر غیر حاضری سے دوسرے ملازمین بھی کام نہیں کرتے تو ایسی صورت میں اگر نگران نے قصداً غفلت برتی جس کی وجہ سے ادارے کو نقصان پیش آیا بعد میں وہ کوئی معقول عذر بھی پیش نہ کر سکا تو تمام ملازمین کی غفلت اور سستی سے جو نقصانات ہوئے ہیں نگران ان سب کا ذمہ دار ہوگا۔ اسی کو تمام نقصان کا ضمان ادا کرنا ہوگا۔ البتہ اگر نگران نے ضابطہ سے ہٹ کر ملازمین کو کوئی رعایت دی مثلاً ملازمین کے کام میں تخفیف کر دی۔ اور اس کے بارے میں اس کا گمان یہ تھا کہ یہ ادارے کی مصلحت کے مطابق ہے۔ جبکہ ایسا نہ تھا۔ تو اس پر مالکان کو تنبیہ کا اختیار ہوگا۔ البتہ مالی جرمانہ عائد کرنا جائز نہ ہوگا۔(945)

سوال: ملازم کے لیے دوران ملازمت کن کاموں کا کرنا جائز ہے؟

جواب: دوران ملازمت شرعاً اور عرفاً چار طرح کے کاموں کی اجازت ہوتی ہے، یہ چیزیں ملازمت کے اوقات سے خود بخود مستثنیٰ ہوں گی۔

(1) حقوق اللہ: ملازم کے ذمے جو حقوق اللہ عائد ہوتے ہیں وہ ملازمت کی وجہ سے نہ ساقط ہوں گے نہ مؤخر ہوں گے،

جیسے: حج فرض، امر بالمعروف ونہی عن المنکر (بشرطیکہ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے اس کے سوا کوئی اور نہ ہو)۔(946)

- نیز ملازم کے لیے نماز پنجگانہ مع سنتوں کے۔ نماز جمعہ عیدین اور ان کے مقدمات جیسے غسل اور استنجاء وضوء اور مسجد میں حاضری وغیرہ سارے کام کرنا ملازمت کے دوران ان کی اجازت ہے ان سے روکنا جائز نہیں ہے۔ ان سے روکنے کے لیے شرط لگائے تو اس شرط کو ماننا جائز نہیں کیونکہ مالک کا ہر حکم جو حکم الٰہی کے مقابل ہو اس کو ماننا جائز نہیں۔
- نوافل دوران ملازمت مالک کی اجازت کے بغیر پڑھنا جائز نہیں۔
- اگر جامع مسجد ملازمت کی جگہ سے دور ہے تو نہ مالک کو روکنے کا حق ہے نہ ملازم کے لیے جمعہ یا جماعت ترک کرنا جائز ہے ہاں آمدورفت وشغل نماز کی مدت کی تنخواہ کاٹی جاسکتی ہے۔(947)

(2) طبعی ضروریات: دوران ملازمت طبعی حوائج اور ضروریات کو پورا کرنے کی اجازت ہے، مثلاً کھانا، پینا، پیشاب وغیرہ۔

(3) جن کاموں کی صراحتاً یا دلالۃً اجازت ہو: جس کام کے کرنے کی مالکان کی طرف سے صراحت کے ساتھ اجازت ہو یا وہ کام جس کے انجام دینے سے مالکان کے کام میں نہ حرج لازم آئے اور نہ ہی خلل۔ اور نہ ان سے ممانعت کی گئی ہو۔ یا وہ کام جو ملازمت کے اوقات مقررکے درمیان (وقفہ میں) انجام دیا جائے (بشرطیکہ ایسے تھکا دینے والے کام نہ ہوں جس کی وجہ سے آئندہ ڈیوٹی کے کاموں میں خلل ہو)۔ دوران ملازمت ملازم کو ان کاموں کی بھی اجازت ہوگی۔

(4) جن کاموں کی عرفاً اجازت ہو: ایسے معمولی مختصر سے کام جس پر عرفاً چشم پوشی کی جاتی ہو، ایسے کام بھی ملازم دوران ملازمت کرسکتا ہے۔(948)

(2) کاموں میں خیانت کے احکام

- **تندہی اور مستعدی سے کام نہ کرنا:**

سوال: اگر کوئی ملازم تندہی مستعدی سے کام نہ کرے، غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرے جس کے نتیجے میں مال چوری ہوگیا، ضائع ہوگیا، خراب ہوگیا یا مطلوبہ کوالٹی اور معیار کا نہ بن سکا یا مقررہ وقت، مقررہ لاگت پر تیار نہ ہوسکا تو اس کوتاہی کا کیا حکم ہے؟ نیز ملازم اس نقصانات کا ذمہ دار ہوگا یا نہیں؟

جواب: ہر ملازم پر لازم ہے کہ اپنے کام کے انجام دینے میں کمال دیانت داری سے کام لے اور احتیاط اور مستعدی دیکھائے، اس میں اپنی غفلت اور کوتاہی جو صراحۃً یا دلالۃً مالکان کی مرضی کے خلاف ہونہ کرے، ایسا کرنا گناہ ہے۔(949)
اگر ملازم نے اس قسم کی غفلت اور لاپرواہی کی جس کی وجہ سے کسی قسم کا نقصان ہوا تو مالکان کو نقصان کے بقدر اس سے

تاوان وصول کرنے کا حق ہوگا۔(950)

سوال: بعض ادارے ملازمین سے کام لینے اوران کو کام چوری اورغفلت ولاپرواہی سے روکنے کے لیے یہ ضابطہ طے کرتے ہیں کہ اگرملازم اپنی طے شدہ ذمہ داری درست طور پرادانہ کرے یا کام چوری اورلا پرواہی سے کام کرے تونگران آفسراس پرجرمانہ لگادے گاجواس کی ماہانہ تنخواہ سے کاٹ لیاجائے گا۔اس طرح کے ضابطے اور مالی جرمانہ عائدکرنے کا شرعاً کیاحکم ہے؟

جواب: کسی بھی ادارے میں ملازمین کی غفلت یا کوتاہی پربطورسزامالی جرمانہ عائدکرنااوران سے جرمانہ کی رقم وصول کرنا جمہورفقہاءؒ کے نزدیک جائزنہیں ہے لہٰذاکسی صورت میں اگرواقعتاملازم اپنے فرائض منصبی میں قصداً کوتاہی کرے اورمتوجہ کرنے پربھی بازنہ آئے تواس کوتنبیہ کرنے کے لیے جرمانے کے علاوہ کوئی اورمناسب طریقہ اختیارکرناچاہیے مثلاًیہ کہ ملازم کی کچھ تنخواہ ایک مخصوص مقدارمیں تومتعین ہوجواس کومقررہ اوقات میں حاضرہونے پرمل جایاکرے،باقی ایک معتدبہ حصہ بحیثیت تنخواہ لازمی نہ ہوبلکہ کمپنی ملازم کی فرض شناسی ، پابندی،چستی وغیرہ کودیکھ کربطورانعام ملازم کوعطاء کرے یعنی یہ تنخواہ کی طرح ملازم کاحق نہ ہوگابلکہ کمپنی کی طرف سے ایک انعام یاحوصلہ افزائی کی صورت ہوگی چنانچہ اگرکوئی ملازم کام میں کوتاہی کرتاہے تووہ حسن کارکردگی کے اس انعام کامستحق قرارنہیں پائے گااورکمپنی اپنی صوابدید پراسے انعام سےمحروم کرسکے گی۔

تاہم اگرکسی بھی کوشش اورضابطے سے معاملہ قابومیں نہ آئے اور مالی جرمانے کےعلاوہ کوئی صورت کارگرنہ ہوتوایسی مجبوری میں حضرت امام ابویوسفؒ کےقول کےمطابق جرمانہ لگانے کی بھی گنجائش ہےالبتہ اس میں یہ ضروری ہے کہ ادارہ جرمانہ کی رقم وصول کرکے خوداستعمال نہ کرے بلکہ الگ رکھے اورجب ملازم اپنی اصلاح کرلے ،سستی اورغفلت چھوڑدے اورآئندہ ایسی کوتاہی سےتوبہ کرلےتوسابقہ وصول شدہ جرمانے کی رقم ادارہ اس کوواپس کردے،ادارہ جرمانے کی رقم اپنے استعمال میں لانایاکہیں خرچ کرنااورملازم کوواپس نہ کرناجائزنہیں لیکن اگرکوشش کرنے ،ضابطہ بناکردینے اور مالی جرمانہ عائدکرنے کے باوجود ملازم اپنی اصلاح نہ کرے توجرمانے کی رقم اس کوواپس کرکے اسے ملازمت سے برخاست کیاجاسکتاہے۔

تاہم یہ واضح رہے کہ ایسی کوئی بھی کٹوتی صرف ملازم کی قصداً کوتاہی کی صورت میں ہی کی جاسکتی ہےلیکن اگروہ کمپنی ہی کے دیگرکاموں کے بوجھ کی وجہ سےاس کام کونہ کرسکاتواس پرجرمانہ لگانادرست نہ ہوگا۔(951)

● **کام خود نہ کرنا دوسروں کے سپرد کردینا:**

سوال: اگر کوئی ملازم ملازمت کے اوقات میں اپنے ذمہ کا کام خود کرنے کے بجائے کسی اور سے کرائے تو اس طرح کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر اس صورت میں کوئی نقصان ہوجائے تو اس نقصان کی ذمہ دار کون ہوگا؟

جواب: ملازم (اجیر خاص) شرعاً کسی دوسرے شخص سے اپنا کام نہیں کراسکتا، اگر اس نے ایسا کیا پھر کوئی نقصان ہوگیا تو اس نقصان کا ذمہ دار یہ ملازم ہی ہوگا مالکان کو حق حاصل ہوگا کہ بطور جرمانہ اتنے وقت کی تنخواہ اور اس نقصان کا تاوان اس سے وصول کریں۔(952)

● **بغیر پیسے کے کام نہ کرنا:**

(دیکھیں ص:154)

● **وقت میں کام نہ کرنا:**

سوال: ڈیوٹی کے وقت میں ملازم کو کوئی اپنا کام پیش آیا اور اس نے اپنا کام کیا اور ڈیوٹی کے مقررہ وقت کے بعد ادارے کا کام کیا تو اس صورت میں تنخواہ کا حقدار ہوگا یا نہیں؟

جواب: اصول یہ ہے کہ ملازمت (اجارہ) کے وقتِ معاہدہ میں اگر وقت باقاعدہ طے ہوا تھا کہ اس وقت میں کام کرنا ہے تو اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں کام کرنے سے ملازم تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا۔(953)

(3) سہولیات/ مراعات میں خیانت کے احکام

سوال: ملازم کے لیے کمپنی کی اشیاء ذاتی استعمال میں لانا یا معینہ مقدار سے زیادہ استعمال کرنا یا کمپنی کی سہولیات اور مراعات کسی اور کو دینے کی صورت میں ضمان کے کیا احکام ہیں؟

جواب: اتنی رقم ادارے میں جمع کرانا ضروری ہے جتنی خیانت کی ہو۔(954)

مشق: ملازمین کا خیانت کرنا

(1) ملازم کو کن وجوہات کی بنا پر چھٹیوں کی اجازت ہے؟ کس قسم کی چھٹیوں پر تنخواہ کا مستحق ہوگا اور کس قسم کی چھٹیوں پر تنخواہ کا مستحق نہیں ہوگا:

جواب:____

____

____

____

(2) ملازم کے لیے دوران ملازمت کن کاموں کی اجازت ہوگی؟

1)____

2)____

3)____

4)____

(3) ملازم کو کام چوری، سستی اور غفلت سے روکنے کے لیے ملازم پر مالی جرمانہ لگانے کا کیا حکم ہے؟

جواب:____

____

(4) اگر کوئی ملازم اپنا کام کسی اور سے کرائے اور ادارہ کا نقصان ہو جائے تو نقصان کس کے ذمہ ہوگا؟

جواب:____

____

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

دوسرا حق: خیر خواہی/ بدخواہی کے احکام

(1) اطاعت اور مخالفت کے احکام (2) اثاثہ جات کی حفاظت وعدم حفاظت کے احکام

(3) اچھی تجاویز، اچھے مشورے اور غلط تجاویز، غلط مشورے کے احکام

(4) دیے گئے اختیارات کو صحیح استعمال کرنے اور نہ کرنے کے احکام

خیر خواہی کی پہلی شکل: اطاعت اور مخالفت کے احکام

سوال: اگر ملازم ادارہ کے ساتھ طے شدہ معاہدے، ادارہ کے قوانین یا مالکان کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو کیا ملازم سے خلاف ورزی کرنے پر جرمانہ/ ضمان لیا جاسکتا ہے؟ نیز اگر ملازم مالکان کے ساتھ بے ادبی، بدتمیزی کرے تو اس پر جرمانہ عائد کرنا یا تنبیہ کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر ملازم طے شدہ معاہدہ یا مالکان کے حکم کی خلاف ورزی کرے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہو جائے تو یہ احکام ہوں گے:

- **احتمالی نقصان:** احتمالی نفع نہ ملنے کا کوئی ضمان نہیں، مثلاً مالکان کہیں کہ اگر تم کام کرتے تو مجھے اس قدر فائدہ ہوتا، یا تمہاری غفلت سے یہ خسارہ ہوا، جب تک حقیقی نقصان نہ ہو محض احتمال کی بنیاد پر ضمان نہیں لیا جاسکتا ہے۔ البتہ اگر شرط طے پائی تھی پھر اس نے سستی کی تو حاکم سیاستاً جرمانہ عائد کرسکتا ہے۔ تاکہ نظام درہم برہم نہ ہو۔ **(955)**
- **حقیقی نقصان/ صریح مخالفت:** اگر ملازم صریح اور شدید مخالفت کرے جس کی وجہ سے مالکان کو حقیقی نقصان پہنچ جائے مثلاً اشیاء ضائع ہو جائیں تو مالکان کو حق حاصل ہوگا کہ ملازمت کا جتنا وقت معاہدہ/ حکم کی خلاف ورزی میں گزرا بطور جرمانہ اس وقت کی تنخواہ کاٹ لیں۔ اور جو نقصان ہوا ہے اور جس سے ہوا ہے صرف اس سے (نہ کہ پوری ٹیم سے) اس کا ضمان وصول کرلیں۔ **(956)**
- **حقیقی نقصان/ خفیف مخالفت:** اگر ملازم نے کوئی صریح اور شدید مخالفت نہیں کی بلکہ مخالفت خفیف اور مشتبہ ہے، جس میں ملازم کے لیے عذر کی گنجائش ہے، اس طور پر کہ اس نے کسی چیز کو اجازت کے اندر داخل سمجھا یا ادارہ کی مصلحت کے مطابق سمجھا، جیسے سپروائزر نے بعض ملازمین کے کام میں تخفیف کردی، تو اس صورت میں مالکان زجر وتنبیہ تو کرسکتے ہیں، کوئی مالی جرمانہ عائد نہیں کرسکتے۔

- **ہتک عزت:** اگر ملازم مالکان کے ساتھ بے ادبی اور بدتمیزی کرے، یا مالکان کو ناراض کرے، تو بھی مالکان بدتمیزی کی وجہ سے ملازم پر کوئی جرمانہ عائد نہیں کرسکتے۔ ملازم کی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے تنبیہ کرسکتے ہیں۔ البتہ جرمانہ عائد کرنے کی ایک صورت ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ جرمانہ کو آئندہ نوکری برقرار رکھنے کے ساتھ مشروط کردے، یعنی آئندہ نوکری برقرار رکھنا ہو تو نقصان پر اتنا تاوان دینا ہوگا ورنہ ملازمت سے معزول ہوجاؤ گے۔

نوٹ: ایسے مسائل میں زیادہ تنقیح و تفتیش کرنے کے بجائے انتظامی امور اور عقد کی شرائط کا ہر حال میں لحاظ کیا جائے۔ (957)

خیر خواہی کی دوسری شکل: اثاثہ جات کی حفاظت و عدم حفاظت کے احکام

سوال: اگر کمپنی کی اشیاء ملازم کے پاس اس کی سستی، غفلت یا اس کے کسی عمل سے ضائع ہوجائیں تو ملازم پر اس کا ضمان آئے گا یا نہیں؟

جواب: **استعمال کے لیے دی گئی اشیاء کا حکم:** ملازم (اجیر خاص) امین ہے، اس کے پاس مالکان/ کمپنی کی طرف سے جو چیز کام کے لیے دی گئی ہیں وہ سب امانت ہیں اور امانت کا اصول یہ ہے کہ امانت والی چیز امین کے کسی عمل کے بغیر یا امین کے ایسے عمل سے جس میں کوتاہی (تعدی) نہ ہو ضائع ہوجائے تو اس پر ضمان نہیں آتا اور اگر امین کے کسی ایسے عمل سے ضائع ہو جس میں امین کی طرف سے کوتاہی (تعدی و تقصیر ہو) تو ضمان آتا ہے۔

چنانچہ اگر ملازم کے عمل اور کوتاہی کی وجہ سے چیز ضائع ہوتی ہو تو ضمان آئے گا، اور اگر اس کے عمل اور کوتاہی سے نہ ہوئی ہو تو ضمان نہیں آئے گا۔ (958)

- **حفاظت کے لیے دی گئی اشیاء کا حکم:** جو اشیاء ملازم کو بطور حفاظت دی گئی ہوں اگر وہ اشیاء اس کی غفلت لاپرواہی (صحیح حفاظت نہ کرنے) کی وجہ سے ضائع ہوجائیں تو اس پر ضمان آئے گا۔ اگرچہ چیز کے ضائع ہونے میں اس کے ذاتی عمل کا کوئی دخل نہ ہو۔ (959)

اگر ملازم اور مالکان کے درمیان تعدی لاپرواہی اور غفلت کے پائے جانے میں اختلاف ہوجائے۔ مثلاً مالکان یہ کہیں کہ یہ چیز آپ کی تعدی، غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔ اس وجہ سے ضمان آئے گا۔ ملازم کہے کہ نہیں میں نے کوئی تعدی غفلت یا لاپرواہی نہیں کی اس لیے میرے اوپر ضمان نہیں آئے گا۔

تو اس صورت میں ملازم کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔ اگر اس نے قسم کھالی، تو اس پر ضمان نہیں آئے گا۔ اگر قسم کھانے سے انکار کرے، تو ضمان آئے گا۔ (960/1)

خیر خواہی کی تیسری شکل: اچھی تجاویز/ اچھے مشورے اور غلط تجاویز غلط مشوروں

جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ ایسا مشورہ دے جس میں مشورہ طلب کرنے والے کی ہدایت اور اس کی بھلائی ہو، اور اگر وہ اسے ایسا مشورہ دے جو درست نہ ہو تو وہ اپنے مشورہ میں اس کو دھوکہ دینے والا اور اس کی مصلحت کو چھپا کر اس کے ساتھ خیانت کرنے والا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اسْتَشَارَهُ أَخُوهُ الْمُسْلِمُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِغَيْرِ رُشْدٍ فَقَدْ خَانَهُ۔ (960/2)

جس شخص سے اس کا مسلمان بھائی مشورہ طلب کرے اور وہ اس کو غلط مشورہ دے تو وہ اس کے ساتھ خیانت کرنے والا ہوگا۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے:

الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ (960/3) (جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اس کو امانت دار ہونا چاہیئے)

یعنی جس شخص سے کسی ایسی چیز میں مشورہ اور رائے طلب کی جائے جس میں مصلحت ہو وہ ان معاملات میں امین ہے جن میں اس سے مشورہ لیا جائے، پس مناسب نہیں ہے کہ وہ مشورہ طلب کرنے والے کے ساتھ اس کی مصلحت کو چھپا کر خیانت کرے۔ **(960/4)**

نوٹ: جب مشورہ طلب کرنے والے کے ساتھ خیانت منع ہے اور حکم ہے کہ جسمیں اس کی خیر خواہی ہو وہی بات بتائی جائے تو مالکان جن سے ملازم تنخواہ بھی وصول کرتا ہے بطریق اولی ان کا حق بنتا ہے کہ جس بات میں یا کام میں ادارہ کی ترقی ہو، حفاظت ہو ایسے مشورے چھپا کر نہ رکھیں جائیں مالکان کو بتائیں جائیں اور غلط مشورہ یا ایسا مشورہ جس میں ذاتی مفاد ہو اس سے پرہیز کیا جائے۔

خیر خواہی کی چوتھی شکل: دیے گئے اختیارات کو صحیح استعمال کرنے اور نہ کرنے کے احکام

(1) خرید و فروخت کرایہ پر چیز لینے دینے کے اختیارات کو غلط استعمال کرنے کے احکام

سوال: اگر ایک شخص کسی کمپنی میں کام کرتا ہو جہاں اس کا کام کسٹمر لانا ہو، اگر وہ اپنا الگ کام شروع کرنا چاہے اور اپنی جان پہچان کے کسٹمر جو کمپنی سے جڑے بھی ہوں اور نہیں بھی، انہیں مناسب رقم میں کام کروا کر دینا چاہے تو یہ جائز ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں اگر یہ شخص کمپنی سے اپنا تعلق علی الاعلان ختم کر کے اپنا کام شروع کرے (تاکہ کمپنی اور گاہک کو دھوکہ نہ ہو) اور کمپنی کو دیے گئے گاہک بھی اس کے ساتھ نیا معاملہ کریں، کمپنی کے گاہکوں کے کمپنی سے کیے گئے معاملات

میں دخل اندازی نہ کرے تو جائز ہے۔(961)

سوال: کوئی شخص کمپنی سے دھوکہ کرے وہ اسطرح کہ کمپنی کے کسٹمر کو اپنا کسٹمر بنائے اور اس کسٹمر کا کام ہم سے کروائے کیا یہ جائز ہوگا۔ کیونکہ ہم نے دھوکہ نہیں دیا۔ بس جو کام ملا اس کو پورا کیا اور محنت سے پیسے کمائے۔ نیز اس کسٹمر کو ڈیل کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص کسی کمپنی کا ملازم ہے تو اس کمپنی ملازم کے لیے جائز نہیں کہ کمپنی سے منسلک کسٹمر کو کسی اور کا کسٹمر بنائے اور اس پر کمیشن وصول کرے ۔ کیونکہ یہ خیانت کے زمرے میں آتا ہے ۔ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص خیانت کا کام کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔(962)

یعنی مجھ سے تعلق رکھنے والا نہیں، اور میں اسے اپنے آدمیوں میں شمار نہیں کرتا۔(963)

سوال: اگر ملازم اشیاء کی خرید وفروخت میں ادارہ کے معیار اور طے شدہ اصول کی خلاف ورزی کرے جس کی وجہ سے کچھ نقصان ہو جائے تو ملازم پر اس نقصان کا ضمان آئے گا یا نہیں؟

جواب: بنیادی اصول: ملازم (پرچیزر، سیلر) کی حیثیت اشیاء کی خرید وفروخت میں وکیل کی ہے، ادارہ/ مالکان کی حیثیت مؤکل کی ہے، اور اصول یہ ہے کہ اگر ادارہ کی طرف سے ملازم پر اشیاء کی خرید فروخت کرنے میں کسی قسم کی کوئی شرط عائد نہیں کی گئی تھی تو اس صورت میں وہ جو مناسب سمجھے کر سکتا ہے نقصان کی صورت میں اس پر ضمان عائد نہیں کیا جا سکتا۔(964)

- اگر ملازم پر خریدنے میں کسی قسم کی کوئی شرط عائد نہیں کی گئی تھے تو عرف کے مطابق (جو باعث تہمت نہ ہو) فروخت کر سکتا ہے۔(965)
- اور اگر ادارہ کی طرف سے ملازم پر اشیاء کی خرید وفروخت میں کچھ شرائط عائد کی گئی تھیں تو ملازم (وکیل) پر ادارہ (مؤکل) کی طرف سے عائد کردہ شرائط کی پابندی کرنا ضروری ہوگا۔(966)

اب اگر وکیل مؤکل کی عائد کردہ شرائط کی خلاف ورزی کرے تو کیا احکام ہوں گے اس کے لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ

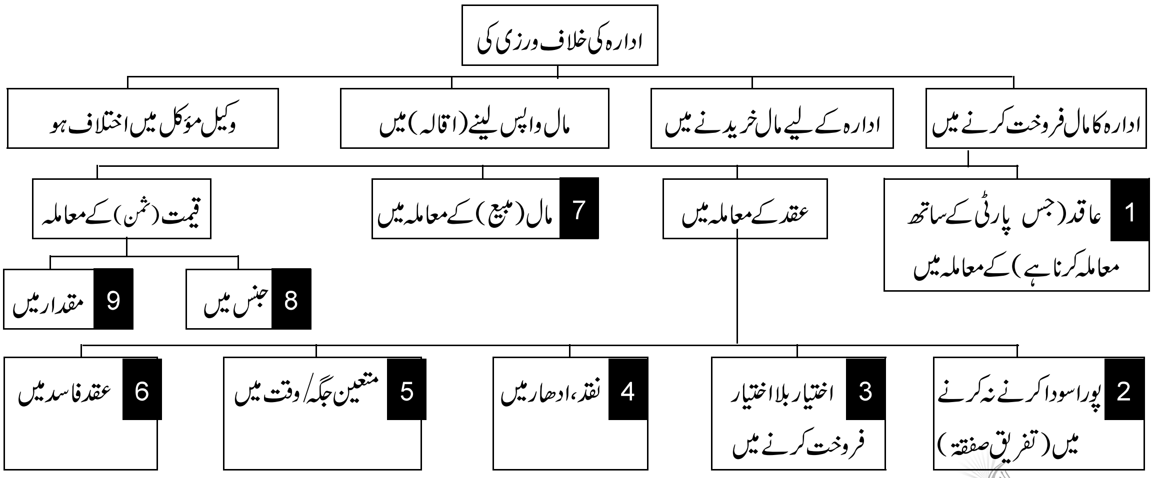

❑ادارہ کا مال فروخت کرنے میں خلاف ورزی

اصول:

ملازم (سیلر/ وکیل بالبیع) اگر مال فروخت کرنے میں ادارہ کی بتائی ہوئی شرائط کی خلاف ورزی کرے تو وہ معاملہ (فروخت کرنے کا) مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا انہوں نے اجازت دی تو ہوگا ورنہ نہیں۔ اگر مال خریدار نے استعمال کرلیا/ضائع ہوگیا تو ملازم (وکیل) قیمت کا ضامن ہوگا۔ **(967)**

1. عاقد (جس کے ساتھ معاملہ کرنا تھا) کے معاملہ میں: اگر ادارہ نے ملازم (پرچیزر) کو کسی خاص شخص یا پارٹی سے سودا کرنے کا حکم دیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی اور سے سودا کرلیا تو معاملہ مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ **(968)**

- **اپنے لیے خریدنا عام اجازت ہو یا نہ ہو:** ملازم (سیلز مین/ وکیل بالبیع) کمپنی کا مال نہ اپنے لیے خرید سکتا ہے اور نہ ہی اپنے چھوٹے بچوں کے لیے، اگرچہ ادارہ (موکل) نے اس کو عام اجازت دی ہو کہ جس کو چاہے فروخت کرے۔ **(969)**
- **قریبی رشتہ داروں کو فروخت کرنا جبکہ عام اجازت ہو:** اگر مالکان/ ادارہ (موکل) نے ملازم (وکیل) کو مال فروخت کرنے کی عام اجازت دی ہو کہ جس کو چاہے فروخت کرے تو اس صورت میں وکیل اپنے چھوٹے بیٹے کے علاوہ قریبی رشتہ دار (یعنی جس کی گواہی اس کے حق میں معتبر نہ ہو) کو مارکیٹ ریٹ پر فروخت کرسکتا ہے۔
- **قریبی رشت داروں کو فروخت کرنا جبکہ عام اجازت نہ ہو:** اگر عام اجازت نہ دی ہو تو وکیل/ ملازم اپنے قریبی رشتہ داروں کو مارکیٹ ریٹ سے زیادہ پر فروخت کرسکتا ہے۔ مارکیٹ ریٹ پر یا اس سے کم پر فروخت نہیں کرسکتا۔ **(970)**

2. پورا سودا کرنے نہ کرنے میں (تفریق صفقہ): اگر ادارہ نے ملازم (سیلر) کو پورا مال ایک ساتھ فروخت کرنے کا حکم

دیا تھا ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آدھا مال فروخت کر دیا اور آدھا چھوڑ دیا تو

● اگر اس سے ادارہ کا نقصان نہ ہوتا ہو (کان المبیع مما لا ضرر فی تبعیضہ) تو معاملہ نافذ ہوگا۔

● اور اگر ادارہ کا نقصان ہوتا ہو (کان المبیع مما ضرر فی تبعیضہ) تو یہ معاملہ مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(971)

3. اختیار بلا اختیار فروخت کرنے میں: اگر ادارہ نے ملازم (سیلر) کو تین دن کے خیار (کہ فروخت کنندہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو عقد فسخ کر دے چاہے نافذ کر دے) کے ساتھ مال فروخت کرنے کا حکم دیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بلا اختیار کے فروخت کر دیا یا تین دن سے کم اختیار کے ساتھ مال فروخت کر دیا تو معاملہ مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(972)

4. نقد ادھار فروخت کرنے میں: اگر ادارہ نے ملازم (سیلر) کو نقد یا ادھار سودا کرنے کا پابند کیا تھا۔ ملازم نے خلاف ورزی کرتے ہوئے نقد کی جگہ ادھار پر فروخت کر دیا یا ادھار کی جگہ نقد پر فروخت کر دیا تو:

اگر ادھار کی جگہ نقد پر فروخت کیا اور کمپنی کی متعینہ قیمت (ادھار کی جو قیمت متعین کی تھی) پر فروخت کر دیا تو یہ معاملہ درست ہوگا۔(973)

● اور اگر کمپنی کی متعینہ قیمت سے کم پر فروخت کر دیا تو معاملہ مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(974)

● اور اگر نقد کی جگہ ادھار پر فروخت کر دیا تو بھی معاملہ مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(975)

5. متعین جگہ /وقت میں: اگر ادارہ نے ملازم کو کسی متعین وقت میں مال خریدنے کا پابند کیا تھا یا متعین جگہ میں مال فروخت کرنے کا پابند کیا تھا۔ مثلاً سردی کے موسم میں جیکٹ خریدنے کا پابند کیا تھا اور ملازم نے خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی اور وقت میں مثلاً گرمی کے موسم میں خریداری کی یا ادارہ نے ملازم کو کسی خاص جگہ پر مال فروخت کرنے پر پابند کیا تھا تو ملازم نے اس کی خلاف ورزی کی تو یہ سودا مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(976)

6. عقد فاسد میں: اگر ادارہ نے ملازم (سیلر) کو عقد فاسد کرنے کا کہا تو ملازم کے لیے ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔ پھر اگر ملازم نے عقد فاسد کے بجائے صحیح عقد کیا تو یہ عقد درست ہوگا اور ادارہ پر اس عقد کی ذمہ داری (مال کی ادائیگی) لازم ہوگی۔(977)

7. مال (مبیع) کے معاملہ میں: اگر ادارہ نے ملازم کو کسی مال کے فروخت کرنے کا حکم دیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی دوسرا مال فروخت کر دیا تو سودا مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (978)

8. قیمت (ثمن) کے معاملہ میں (جنس میں): اگر ادارہ نے ملازم کو قیمت کی کسی خاص جنس (مثلا پاکستانی کرنسی یا کیش) پر سودا کرنے کا پابند کیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی اور جس (مثلا: ڈالر، ریال یا چیک) پر سودا کیا تو یہ سودا مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (979)

9. قیمت (ثمن) کی مقدار میں: اگر ادارہ نے ملازم کو کسی متعینہ قیمت پر سودا کرنے کا پابند کیا تھا ملازم نے اس کی خلاف ورزی کی تو

- اگر متعینہ قیمت سے زیادہ پر فروخت کر دیا تو معاملہ درست ہوگا۔**(980)**
- اور اگر متعینہ قیمت سے کم پر فروخت کر دیا تو معاملہ مالکان کی اجازت پر موقوف ہوگا۔**(981)**

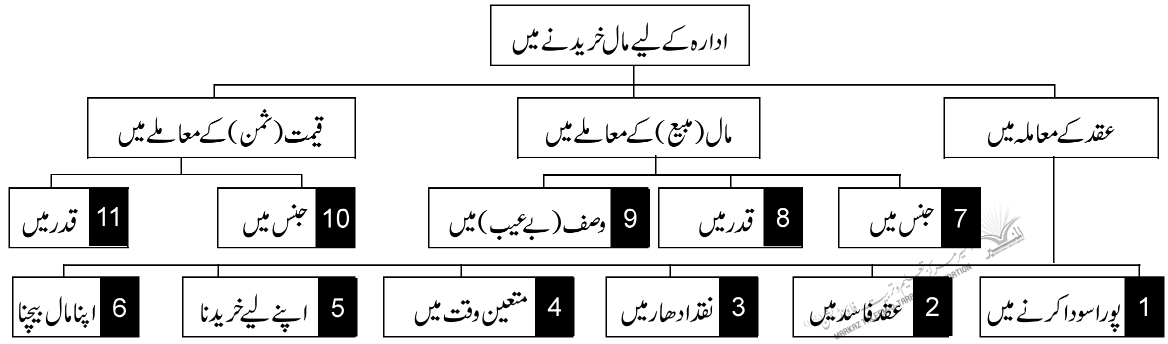

❑ ادارہ کے لیے مال خریدنے میں خلاف ورزی کی

اصول: ملازم (پرچیزر/ وکیل بالشراء) اگر مال خریدنے میں ادارہ کی بتائی ہوئی شرائط کی خلاف ورزی کرے، تو عقد/ سودا نافذ ہوگا۔ لیکن مخالفت کی وجہ سے یہ سودا ملازم کے لیے شمار ہوگا مالکان کے لیے نہیں۔ لہٰذا ملازم ہی پر اس کی قیمت وغیرہ لازم ہوگی مالکان پر نہیں ہوگی۔**(982)**

عقد کے معاملے میں

1. پورا سودا کرنے نہ کرنے میں (تفریق صفقہ): اگر ادارہ نے ملازم کو مخصوص تعداد یا مقدار میں مال خریدنے کا پابند کیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کچھ مال خرید لیا، کچھ چھوڑ دیا تو

- اگر اس (تفریق صفقہ) سے ادارہ کا نقصان نہ ہوتا ہو (**کان المبیع مما لا یضر تبعیضہ**) تو سودا ادارہ کے لیے نافذ ہوگا۔**(983)**
- اور اگر اس سے ادارہ کا نقصان ہوتا ہو (**کان المبیع مما فی تبعیضہ ضرر**) تو یہ سودا ملازم کے لیے شمار ہوگا اس پر اس کی قیمت لازم ہوگی ادارہ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں آئی گی۔**(984)**

2. عقد فاسد میں: اگر ادارہ نے ملازم (پرچیزر) کو عقد فاسد کرنے کا کہا تو ملازم کے لیے ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔ پھر اگر ملازم نے عقد فاسد کے بجائے صحیح عقد کیا تو یہ عقد نافذ ہوگا اور ادارہ (مؤکل) پر اس عقد کی ذمہ داریاں (قیمت وغیرہ کی ادائیگی) لازم ہوں گے۔ **(985)**

3. نقد، ادھار خریدنے میں: اگرادارہ نے ملازم کو نقد یا ادھار پر مال خریدنے کا پابند کیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نقد کی جگہ ادھار پر خریدلیا یا ادھار کی جگہ نقد پر خریدلیا تو

● اگر ادھار کی جگہ نقد پر خریدلیا تو یہ سودا ملازم کے لیے شمار ہوگا، مالکان کے لیے نہیں۔(986)

● اگر نقد کی جگہ ادھار پر خریدلیا اور ادارہ کی طرف سے متعینہ قیمت (نقد پر خریدنے کی جو قیمت تھی) پر خریدلیا تو سودا درست ہوگا اور ادارہ کے لیے ہوگا۔(987)

اور اگر ادارہ کی طرف سے متعینہ قیمت سے زیادہ پر خریدلیا تو سودا وکیل (ملازم) کے لیے شمار ہوگا مالکان کے لیے نہیں۔

4. متعین وقت میں: اگرادارہ نے ملازم کو کسی متعین وقت میں مال خریدنے کا پابند کیا تھا۔ مثلاً سردی کے موسم میں جیکٹ خریدنے کا، ملازم نے خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی اور وقت میں مثلاً گرمی کے موسم میں خریداری کی تو یہ سودا ملازم کے لیے شمار ہوگا، ادارہ کے لیے نہیں۔(988)

5. اپنے لیے خریدنا: اگرادارہ نے ملازم کو کسی مخصوص مال خریدنے کا کہا، تو ملازم کے لیے اس مال کو اپنے لیے خریدنا جائز نہیں ہے، اگر اپنے لیے خریدے گا تب بھی ادارہ کے لیے سودا شمار ہوگا۔ البتہ اگر عام قیمت سے مہنگا خریدلے یا مالکان کے سامنے خریدلے تو پھر ملازم کے لیے ہوگا۔(989)

6. اپنا مال فروخت کرنا عام اجازت ہو یا نہ ہو: ملازم (پرچیزر) نہ اپنا مال کمپنی کو فروخت کرسکتا ہے نہ اپنے چھوٹے بچوں کا مال، اگرچہ ادارہ (مؤکل) نے اس کو عام اجازت دی ہو کہ جس سے چاہے خریدلے۔

● **قریبی رشتہ دار کا مال خریدنا:** اگرادارہ نے ملازم کو عام اجازت دی ہو کہ جس سے چاہے خرید سکتا ہے تو اس صورت میں ملازم اپنے چھوٹے بچوں کے علاوہ باقی قریبی رشتہ دار (یعنی جس کی گواہی اس کے حق میں معتبر نہیں ہے) سے مارکیٹ ریٹ اور مارکیٹ ریٹ سے کم پر اور مارکیٹ ریٹ سے معمولی زیادتی پر (عندالصاحبین) خرید سکتا ہے اور مارکیٹ ریٹ سے بہت زیادہ پر (بالاتفاق) جائز نہیں۔(990)

● **قریبی رشتہ دار سے خریدنا جبکہ عام اجازت ہو:** اگرادارے نے عام اجازت دی ہو کہ جس سے چاہو خریدو تو اس صورت میں قریبی رشتہ داروں سے بھی خرید سکتے ہیں۔ (991)

مال کے معاملہ میں

7. مال (مبیع) کے جنس میں: اگرادارہ نے ملازم کو کسی متعین مال خریدنے کا پابند کیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی اور مال خریدلیا، تو یہ سودا ملازم کے لیے شمار ہوگا۔ ادارہ کے لیے نہیں۔ (992)

8. مال (مبیع) کی مقدار میں: اگرادارہ نے ملازم کو کسی خاص مقدار میں مال خریدنے کا پابند کیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسی جنس کا اسی پیسوں میں اس مقدار سے زیادہ مال خریدا تو

● اگر وہ مال قیمی ہو مثلاً کپڑا وغیرہ تو یہ سودا ملازم کے لیے ہوگا ادارہ کے لیے نہیں ہوگا۔

● اگر وہ مال مثلی اشیاء میں سے ہو تو امام صاحب کے نزدیک جتنی مقدار کا ادارہ نے پابند کیا تھا اتنی مقدار کا مال اس کی قیمت کے برابر ادارہ کے لیے ہوگا باقی مال ملازم کے لیے ہوگا۔ مثلاً ادارہ نے سو روپے میں دو کلو گوشت خریدنے کا کہا تھا، ملازم نے سو روپے میں دو کلو گوشت خرید لیا تو ایک کلو گوشت پچاس روپے کے بدلے میں ادارہ کے لیے ہوگا باقی ایک کلو ملازم کے لیے اس کے پچاس روپے اس پر لازم ہوں گے۔

صاحبین کے نزدیک سارا مال ادارہ کے لیے ہوگا اگر ملازم نے اتنے پیسو میں مال خریدا۔ لیکن ہلکا (کم کوالٹی کا) مال خریدا تو وہ سودا ملازم کے لیے شمار ہوگا ادارہ کے لیے نہیں۔ (993)

9. وصف (بے عیب) میں: اگر ادارہ نے ملازم (پرچیزر) کو کمپنی کے لیے مال خریدنے کا کہا ملازم نے عیب دار مال خرید لیا تو

● اگر ملازم کو خریدنے کے بعد عیب کا علم ہو تو ملازم کو بغیر اجازتِ مؤکل حق ہوگا کہ خریدار کو واپس کردے۔

● اگر خریدنے سے پہلے عیب کا علم تھا، پھر بھی وہ عیب دار مال خرید لیا تو یہ سودا ملازم کے لیے ہوگا ادارہ کے لیے نہیں۔ (994)

قیمت (ثمن) کے معاملے میں

10. قیمت (ثمن) کی جنس میں: اگر ادارہ نے ملازم کو مخصوص جنس کے عوض خریداری (مثلا پاکستانی کرنسی یا کیش پر سودا کرنے کا پابند کیا تھا) ملازم اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی اور جنس (مثلاً ڈالر، ریال یا چیک) پر سودا کیا تو یہ سودا ملازم کے لیے ہوگا ادارہ کے لیے نہیں۔ (995)

11. قیمت (ثمن) کی مقدار میں: اگر ادارہ نے ملازم کو کسی متعینہ قیمت پر سودا کرنے کا پابند کیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کی تو

● اگر اس سے کم قیمت پر مال خرید لیا تو سودا نافذ ہوگا اور ادارہ کے لیے ہوگا۔ (996)

● اور اگر زیادہ قیمت پر مال خرید لیا تو سودا ملازم کے لیے ہوگا ادارہ کے لیے نہیں ہوگا۔ (997)

❑ اقالہ (خریدا ہوا مال واپس لینا)

ملازم (سیلر/ وکیل بالبیع) کے لیے مالکان کی اجازت کے بغیر اقالہ کرنا جائز ہے، لیکن یہ اقالہ ادارہ (مؤکل) پر نافذ نہیں ہوگا، بلکہ ملازم (وکیل) اپنی طرف سے قیمت واپس کرے گا۔ (998)

ملازم (پرچیزر/ وکیل بالشراء) کے لیے مالکان کی اجازت کے بغیر اقالہ کرنا جائز نہیں۔ (999)

❑ وکیل مؤکل میں اختلاف

1. شرائط میں اختلاف: اگر ملازم (پرچیزر/سیلر) اور مالکان (مؤکل) کے درمیان عائد کردہ شرائط میں اختلاف ہوجائے تو اس صورت میں مالکان (مؤکل) کی بات معتبر ہوگی۔(1000)

2. تعدی لاپرواہی غفلت پائے جانے یا نہ پائے جانے میں اختلاف: (دیکھیں عنوان: اثاثہ جات کی حفاظت کے احکام ص:492)

3. مال/ رقم کے ہلاک ہونے نہ ہونے میں اختلاف: اگر ملازم (وکیل بالقبض) اور مالکان (مؤکل) کے درمیان مال/ رقم کے ضائع ہونے میں اختلاف ہوجائے مثلاً ملازم یہ کہے کہ مال/ رقم راستے میں چوری ہوگئی، گم ہوگئی اور مالکان کہیں کہ مال چوری نہیں ہوا آپ کے پاس ہے تو اس صورت میں ملازم کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔(1001)

4. مال /رقم کی ادائیگی میں اختلاف: اگر ملازم (وکیل بالقبض) اور مالکان (مؤکل) کے درمیان اس بات میں اختلاف ہوجائے کہ ملازم نے مال/ رقم مالکان کے حوالہ کی ہے یا نہیں۔ تو اس صورت میں بھی ملازم کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔(1002)

نوٹ: ادارے کے لیے چیزیں، زمین وغیرہ کرائے پر لینے (وکیل بالاستجارہ) اور ادارے کی چیزیں اور زمین وغیرہ کرائے پر دینے (وکیل بالاجارہ) کے احکام وہی ہیں جو پرچیزر/سیلر (وکیل بالبیع، وکیل بالشراء) کے ہیں۔(1003)

(2) رقم/ سامان لانے لے جانے کے اختیارات

- ادارہ کا وہ ملازم جو آؤٹ ڈور کام کرتا ہے اور رقم/ سامان لانے اور لے جانے کا پابند ہوتا ہے، اس کا حکم وکیل بالقبض کا ہے۔
- وکیل بالقبض کے ہاتھ میں مؤکل کی اشیاء رقم/ سامان وغیرہ بطور امانت ہوتی ہیں۔(1004)
- اگر رقم/ سامان اس کے پاس بغیر کسی تعدی اور لاپرواہی کے ضائع ہوجائیں تو اس پر ضمان نہیں آتا۔ چنانچہ اگر ادارہ کے ملازم سے ادارے کا سامان لے جاتے وقت چوری ہوجاتا یا چھن جاتا ہے یا سامان کو غیر معمولی نقصان پہنچ جاتا ہے تو اگر ملازم کی طرف سے لے جاتے ہوئے سامان کی حفاظت میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ پائی گئی ہو اور حفاظت کے تمام اسباب اختیار کرنے کے باوجود سامان چوری ہوجائے یا ضائع ہوجائے تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اور سامان کا مالک (ادارہ) ملازم سے اس سامان کی قیمت کا مطالبہ نہیں کرسکتا، البتہ اگر سامان لے جاتے وقت ملازم کی طرف سے کوتاہی ثابت ہوجائے تو اس نقصان کا وہ ذمہ دار ہوگا۔ (1005)
- اگر ملازم (وکیل بالقبض) ادارہ کی طرف سے عائد کردہ شرائط کی خلاف ورزی کرے تو یہ تعدی و کوتاہی شمار ہوگی۔(1006)

مثلاً ادارہ نے اس کو قرض کی وصولی یا ادائیگی میں رسید لینے/ گواہ بنانے کا پابند کیا تھا، ملازم نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رسید نہیں لی یا گواہ نہیں بنایا بعد میں دوسرے فریق نے انکار کر دیا تو ملازم ضامن ہوگا۔(1007)

ملازم (وکیل بالقبض) کے ذمہ قانونی کارروائی/مقدمات لازم نہیں ہوں گے، یعنی اگر قرض دار یا جس سے مال وصول کرنا ہے وہ یہ کہے کہ میں نے رقم/مال مالکان (مؤکل) کو ادا کر دیا ہے، تو وکیل اس سے بحث یا قانونی کارروائی کا پابند نہیں ہوگا۔(1008)

اگر کمپنی کے سامان کے علاوہ ملازم (وکیل بالقبض) کا ذاتی سامان نقدی، موبائل، موٹر سائیکل وغیرہ چھین لیا جائے تو ایسی صورت میں ملازم کے لٹ جانے والے ذاتی سامان کی ذمہ داری خود ملازم پر ہے، کمپنی پر نہیں البتہ اگر کمپنی اپنی طرف سے تبرعاً (بطور احسان) اس نقصان کی تلافی کر دے تو یہ جائز ہے، لیکن ملازم اس نقصان کی تلافی کا کمپنی سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔(1009)

تیسرا حق: جھوٹ بولنے کے احکام

سوال: اگر ملازم جھوٹ اور غلط بیانی کے ذریعہ ادارہ سے سہولیات، الاؤنس اور زیادہ تنخواہ حاصل کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ملازم جتنی تنخواہ اور جن سہولیات و مراعات کا واقعی مستحق ہے، اتنی تنخواہ اور سہولیات لینا اس کے لیے جائز ہے۔ غلط بیانی کر کے اور جھوٹ بول کر استحقاق سے زیادہ حاصل کرنا ناجائز ہے، اگر حاصل کرنے کے بعد استعمال کر لیا ہو تو اتنی مقدار واپسی ادارہ میں جمع کرنا ضروری ہے۔ (1010)

جعلی سندات سے حاصل کردہ ملازمت کا حکم یہ ہے کہ اگر ملازم اہل ہو تو اس کی تنخواہ تو حلال ہوگی، لیکن دھوکہ دہی اور جھوٹ بولنے کا گناہ ہوگا۔ اور اگر اس کا اہل ہی نہ ہو تو تنخواہ بھی حرام ہوگی۔ (1011)

مشق: ملازمین کا مالکان کے ساتھ خیر خواہی/ بدخواہی

(1) ملازم ادارہ کے ساتھ طے شدہ معاہدے کی خلاف ورزی کرے اور ادارہ کا نقصان ہوجائے تو یہ احکام ہوں گے۔

احتمالی نقصان میں: ____________________

حقیقی نقصان/صریح مخالفت میں: ____________________

حقیقی نقصان/خفیف مخالفت میں: ____________________

مالک کی ہتک عزت میں: ____________________

(2) ملازم کے پاس اس کی سستی اور غفلت کی وجہ سے کمپنی کی اشیاء ضائع ہوجائے تو ضمان کے یہ احکام ہوں گے۔

استعمال کے لیے دی گئی اشیاء میں: ____________________

حفاظت کے لیے دی گئی اشیاء میں: ____________________

(3) اگر ملازم اشیاء کی خرید وفروخت میں ادارے کے وصول کی خلاف ورزی کرے تو یہ احکام ہوں گے۔

- مال فروخت کرنے میں

1) عاقد کے معاملے میں: ____________________

2) نقد ادھار فروخت کرنے میں: ____________________

3) مال کے معاملے میں: ____________________

4) قیمت کی مقدار میں: ____________________

- مال خریدنے میں

5) پورا سودا کرنے نہ کرنے میں: ____________________

6) عقد فاسد میں: ____________________

7) وقت میں: ____________________

8) مال کی جنس میں: ____________________

9) مال کے وصف میں: ____________________

10) قیمت کی جنس میں: ____________________

(4) ملازم اور مالکان کے درمیان عائد کردہ شرائط میں اختلاف ہوجائے تو یہ احکام ہوں گے۔

1) مال/ رقم کے ضائع ہونے نہ ہونے میں: ____________________

2) مال/ رقم کی ادائیگی میں: ____________________

فصل:۔4

ملازمین کے حقوق کے احکام

پہلا حق: طاقت سے زیادہ کام لینے کے احکام

دوسرا حق: ظلم وزیادتی توہین اور تذلیل کا معاملہ کرنے کے احکام

تیسرا حق: تنخواہ نہ دینے، پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کے احکام

چوتھا حق: وعدہ خلافی کے احکام

پہلا حق: طاقت سے زیادہ کام لینے کے احکام

سوال: مالکان کا ملازمین سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مالکان کے لیے ملازمین سے طے شدہ معاہدہ اور طاقت سے زیادہ خدمت اور کام لینا جائز نہیں۔(1012)
دوران ملازمت ملازمین کو جن ذاتی کاموں کی شرعاً یا عرفاً اجازت ہوتی ہے مالکان کے لیے ملازم کو ان کاموں سے روکنا اوران کی بھی اجازت نہ دینا جائز نہیں۔ جیسے حقوق اللہ کی ادائیگی سے روکنا طبعی ضروریات اور حوائج سے روکنا۔(1013)
(تفصیل کے لیے دیکھیں حصہ مسائل، مالکان کا پہلا حق ص:485)
ملازمین سے ان کے وقت پورا ہو جانے کے بعد ان کی مرضی کے خلاف زبردستی وقت کے بعد کام لینا درست نہیں ہے۔
البتہ اگر ملازمت کے شروع میں یہ بات طے ہوگئی تھی کہ کبھی کبھار اوپر کام کرنا پڑ سکتا ہے، تو مالک ملازم کو اوپر کام کرنے کا کہہ سکتا ہے۔ لیکن اس کو مستقل معمول بنانا درست نہیں ہے۔(1014)
نیز اضافی اوقات (اوورٹائم) کی الگ سے اضافی اجرت مقرر کی جائے اور پھر ملازم کو اختیار دیا جائے کہ اگر وہ چاہے تو اضافی وقت دے، یعنی اسے اضافی وقت دینے پر اضافی اجرت دینے کے باوجود بھی مجبور کرنا درست نہیں۔(1015)

سوال: اگر ملازم کمپنی کے دیگر کاموں کے بوجھ کی وجہ سے اپنے مفوضہ کاموں کی انجام دہی میں کوتاہی کرے تو اس پر جرمانہ لگانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ملازم کمپنی ہی کے دیگر کاموں کے بوجھ کی وجہ سے اس کام کو نہ کر سکا تو اس پر جرمانہ لگانا درست نہیں ہوگا۔(1016)

دوسرا حق: ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی، توہین، تحقیر اور تذلیل کا معاملہ کرنے کے احکام

سوال: ملازمین پر ظلم وزیادتی، توہین، تذلیل وتحقیر کا کیا حکم ہے؟

جواب: مالکان اور ملازمین کے لیے ایک دوسرے کی تحقیر و توہین، اسی طرح مالکان کی طرف سے ملازمین پر ظلم وزیادتی جائز نہیں ہے۔

سوال: اگر مالکان اور ملازمین کے مزاج آپس میں نہ ملتے ہوں، ایک دوسرے سے متعلق شکوے شکایات بڑھتے جا رہے ہوں، ایک دوسرے کے حقوق میں کوتاہیاں ہورہی ہوں تو ایسے موقع پر دونوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر مالکان اور ملازمین کے مزاج آپس میں نہ ملتے ہوں، ایک دوسرے سے متعلق شکوے شکایات بڑھتے جا رہے ہوں، ایک دوسرے کے حقوق میں کوتاہیاں ہورہی ہوں تو ایسے موقع پر شریعت کا حکم یہ ہے کہ آپس میں مل بیٹھ کر صلح صفائی کی جائے، اور آئندہ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔
لیکن اگر صلح صفائی کی صورت ممکن نہ ہو اور آئندہ بھی ایک دوسرے کے حقوق ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اچھے طریقے سے جدائی اختیار کی جائے، اس لیے کہ جدائی اختیار کرنے کا حق دونوں کو ہے، بشرطیکہ لزوم کی کوئی وجہ نہ ہو۔(1017)

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فَإِمسَاکٌ بِمَعرُوفٍ أَو تَسرِيحٌ بِإِحسَانٍ۔(بقرة:229)

یا تو قاعدے کے مطابق روک رکھے یا خوش اسلوبی سے چھوڑ دے۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَن لائَمَكم من مملوكيكم فأطعموه مما تأكلون واكسُوه مما تكتسون ومن لا يلائمكم منهم فَبيعُوه ولا تُعذِّبوا خلق الله۔(1018)

جو غلام تمہارے (مزاج کے) موافق ہو اس کو جو تم کھاتے ہو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو وہ پہناؤ اور جو تمہارے موافق نہ ہو اُس کو بیچ ڈالو اور اس کو عذاب اور تکلیف مت دو۔

سوال: ملازمین یا مالکان کو کن کن وجوہات کی بناء پر عقد ملازمت ختم کرنے کا اختیار ہوگا؟ بالفاظ دیگر مالکان ملازمین کو کب کن وجوہات کی بنا پر معزول کر سکتے ہیں کب نہیں؟ نیز ملازمین کب کن وجوہات کی بناء پر ملازمت چھوڑ سکتے ہیں کب نہیں؟

جواب: اس کے احکام جاننے کے لیے درجہ ذیل جہتوں سے غور کرنا ہوگا۔

(1) مالکان اور ملازمین کا مدت ملازمت سے متعلق کوئی معاہدہ ہوا تھا یا نہیں؟

(2) اگر معاہدہ ہوا تھا تو مدت ملازمت پوری ہوئی یا نہیں؟

(3) اگر پوری ہوگئی تھی تو غرض پوری ہوئی تھی یا نہیں؟

(4) اگر پوری نہیں ہوئی تھی تو معزول/ ترک ملازمت کسی عذر کی وجہ سے ہوا ہے یا بلا عذر؟

خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت فریقین میں سے کوئی فریق عقد ملازم ختم کر رہا ہو تو درجہ ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت ہوگی:

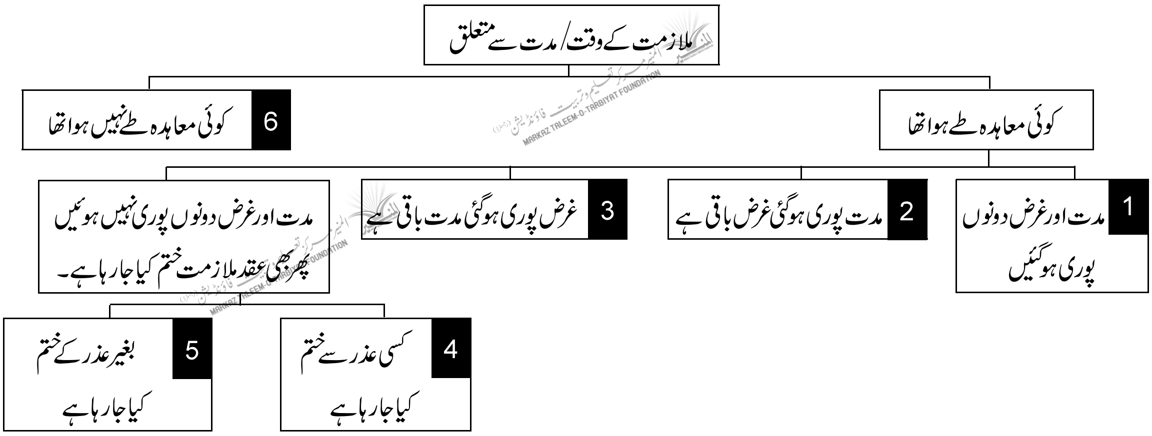

(1) معاہدہ طے تھا/ غرض اور مدت دونوں پوری ہوگئیں

اگر مالکان اور ملازمین کے درمیان مدت سے متعلق کوئی معاہدہ طے ہوا تھا، ملازمت کی مدت بھی پوری ہوگئی اور جس غرض کے لیے ملازم رکھا تھا وہ غرض بھی پوری ہوگئی۔

حکم: تو مالکان ملازمین کو معزول کر سکتے ہیں، اور ملازمین بھی ملازمت چھوڑ سکتے ہیں، کوئی فریق عذر اور وجہ بتانے کا پابند نہیں۔(1019)

(2) معاہدہ طے تھا/ مدت پوری ہوگئی، غرض پوری نہیں ہوئی

اگر مالکان اور ملازمین نے باہمی رضامندی سے جو مدتِ ملازمت طے کی تھی وہ مدت پوری ہوگئی، لیکن مالکان کا کام

اور جس غرض کے لیے ملازم کو رکھا تھا وہ غرض پوری نہیں ہوئی۔

حکم: تو اس صورت میں ملازمین کو غرض پوری ہونے تک ملازمت برقرار رکھنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اگر ملازم نے بوقت عقد شرط رکھی تھی کہ میں کسی ضرورت کے وقت کا پابند نہیں ہوں جب چاہوں علیحدہ ہو جاؤں گا تو پھر ملازمت چھوڑنا اس کے لیے جائز ہوگا۔ **(1020)**

(3) معاہد طے تھا، غرض پوری ہوگئی، مدت باقی ہے

مالکان اور ملازمین کے درمیان مدت سے متعلق باقاعدہ معاہدہ ہوا تھا پھر غرض پوری ہوگئی لیکن مدتِ ملازمت ابھی تک باقی ہے۔

حکم: تو عقد ملازمت خود بخود ختم ہو جائے گا۔ **(1021)**

مثال: کسی نے طبیب سے دانت نکلوانے کے لیے وقت لے لیا، اور دانت نکالنے کی فیس بھی دیدی، لیکن ہوا یہ کہ دانت نکلوانے سے پہلے ہی دانت کا درد صحیح ہو گیا، اس غرض کے پورا ہو جانے کی وجہ سے عقد خود بخود ختم ہو جائے گا اور فیس واپس کرنی ہوگی۔

اسی طرح کسی شخص کو گھر کی مرمت کے لیے رکھا اور بعد میں ظاہر ہوا کہ گھر میں مرمت کی ضرورت نہیں، اس صورت میں بھی عقد خود بخود ختم سمجھا جائے گا۔

اسی طرح کسی شخص کو شادی کا کھانا بنانے کے لیے اجرت پر رکھا پھر کسی وجہ سے شادی کا پروگرام کینسل ہو گیا تو عقد خود بخود ختم ہو جائے گا۔ **(1022)**

(4) معاہدہ طے تھا/ مدت اور غرض دونوں پوری نہیں ہویں/ اور اجارہ کسی عذر کی وجہ سے ختم کیا جا رہا ہے

اگر مالکان اور ملازمین کے درمیان طے شدہ معاہدہ ابھی تک باقی ہو اور جس غرض کے لیے عقد ہوا تھا وہ غرض بھی باقی ہو، لیکن مالکان ملازمین کو معزول کرنا چاہیں یا ملازمین ملازمت ترک کرنا چاہیں اور یہ معزولی/ ترک ملازمت کسی عذر کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

- تو اگر عذر ایسا ہے جس کی وجہ سے عقد کو باقی رکھنا ممکن نہیں تو عقد خود بخود ختم ہو جائے گا۔ (مثالوں کے لیے دیکھیں ''تیسری صورت'') **(1023)**
- اور اگر عذر ایسا ہے جس کی وجہ سے عقد باقی رکھنا تو ممکن ہو لیکن فریقین (مالکان/ ملازمین) میں سے کسی فریق کو کچھ نہ کچھ نقصان اور ضرر برداشت کرنا پڑتا ہو۔

حکم: تو اس صورت میں جس کو نقصان ہو رہا ہو اس کو عقد ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔ **(1024)**

لیکن اگر عقد فسخ کرنے میں اس (عذر) سے بھی بڑا نقصان ہوتا ہو تو عقد فسخ نہیں کیا جائے گا۔ **(1025)**

مثال: ملازم کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوجائے جس سے مالک کے کام میں نقصان ہو اسی طرح ملازم کی کوئی ایسی خیانت یا چوری یا دھوکہ ظاہر ہوجائے جس کی وجہ سے مالک کا اعتماد ختم ہوجائے ، تو ان صورتوں میں مالک کو عقد ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔(1026)

اسی طرح جس کام کے لیے ملازم کو رکھا تھا اس میں ملازم کی صحت کو نقصان ہو رہا ہو یا مال ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو ان صورتوں میں ملازم کو عقد ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔(1027)

سوال: مذکورہ صورتوں میں مالکان یا ملازمین اگر عقدِ ملازمت کسی عذر کی وجہ سے ختم کر رہے ہوں تو اس عقد کو ختم کرنے کے لیے دوسرے فریق کی رضامندی یا عدالتی فیصلے کی ضرورت ہوگی؟ یا ہر فریق یک طرفہ طور پر عقدِ اجارہ ختم کرسکتا ہے؟

جواب: اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ:

اگر عذر ظاہر ہو تو ہر فریق یک طرفہ طور پر عقدِ ملازمت ختم کرنے کا مختار ہوگا، اور اگر عذر خفی (مشتبہ) ہو تو کوئی فریق عقدِ ملازمت یک طرفہ طور پر ختم کرنے کا مجاز نہ ہوگا، بلکہ دوسرے فریق کی رضامندی یا عدالتی فیصلہ ضروری ہوگا۔(1028)

عذر ظاہر کی مثال: جیسے مالکان پر کوئی قرضہ آجائے اور یہ قرضہ گواہوں سے ثابت ہوجائے اور اس قرضہ کی وجہ سے جس مقصد کے لیے کمپنی وغیرہ کے لیے ملازم رکھے تھے وہ کمپنی وغیرہ ختم کرنا ضروری ہوجائے۔(1029)

عذر خفی کی مثال: جیسے مالکان پر کوئی قرضہ آجائے اور قرضہ ان کے اقرار سے ثابت ہو، گواہوں سے نہیں۔(1030)

سوال: مدتِ ملازمت سے پہلے اگر ملازم کو معزول کردیا جائے تو ملازم کی تنخواہ کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اس صورت میں ملازم نے معزولی کی مدت تک جو کام کیا ہے اتنی مدت کی تنخواہ اسے ملے گی، معزولی کے بعد کی مدت کی تنخواہ ساقط ہوجائے گی اس کا وہ حقدار نہیں ہوگا۔(1031)

(5) معاہدہ طے تھا/مدت اور غرض دونوں پوری نہیں ہویں/اور اجارہ کسی عذر کے بغیر ختم کیا جارہا ہو

اگر مالکان اور ملازمین کے درمیان طے شدہ مدتِ ملازمت ابھی تک باقی ہو اور جس غرض کے لیے عقد ہوا تھا وہ غرض بھی باقی ہو، لیکن مالکان ملازمین کو بلاعذر معزول کرنا چاہیں یا ملازمین بلاعذر ملازمت ترک کرنا چاہیں۔

حکم: تو فریقین میں سے کسی کے لیے اس عقد کو دوسرے کی رضامندی کے بغیر مدت مقررہ سے پہلے بلاعذر ختم کرنا جائز نہیں۔

اس کے باوجود اگر مالکان نے مدت مقررہ سے پہلے ملازم کو بغیر کسی شرعی عذر کے ملازمت سے معزول کردیا تو مالکان کے لیے اس کو معزول کرنا درست نہیں ہوگا، ملازم بدستور ملازم ہی رہے گا۔ اگرچہ مالکان اس سے کام نہ لیں تب بھی وہ پوری مدت کی تنخواہ کا مستحق ہوگا۔

اور اگر ملازم خود ہی ملازمت چھوڑ کر چلا جائے تو یہ بھی معاہدہ کی خلاف ورزی شمار ہوگی، اس لیے بقیہ مدت کی تنخواہ مالکان کے ذمہ لازم نہیں ہوگی، اور ملازم کے لیے مطالبہ کرنا بھی درست نہ ہوگا۔(1032)

(6) ملازمت کی مدت سے متعلق کوئی معاہدہ طے نہ ہو

اگر مالکان اور ملازمین کے درمیان ملازمت کی مدت سے متعلق کوئی معاہدہ طے نہ ہوا ہو۔ جیسا کہ عام طور پر اداروں میں ملازمین کو رکھتے وقت ''کتنی مدت تک ملازمت رہے گی'' یہ طے نہیں کیا جاتا بلکہ فریقین کے علم میں ہوتا ہے کہ اس ملازمت کا جاری رہنا یا ختم ہو جانا فریقین کی صوابدید پر موقوف ہے۔

حکم: تو اس طرح کی ملازمتوں میں ہر ایک فریق مناسب مدت (مہینہ یا سال) کے ختم پر پہلے سے اطلاع کر کے عقدِ ملازمت ختم کر سکتا ہے۔ جس کی وجہ بیان کرنے کا بھی وہ پابند نہیں۔ ہاں اگر سال یا مہینے کے دوران یہ فیصلہ کیا جائے تو ایسا فیصلہ کرنے سے پہلے دوسرے فریق کو وجوہ بیان کرنے اور اس کی بات سننا ضروری ہے۔(1033)

اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ ملازمت ختم کرنے کے متعلق عقد کے وقت ہی سے کوئی ایسا طریقہ اور معاہدہ طے کر لینا چاہیے جس سے عین وقت پر کوئی اختلاف اور نزاع پیدا نہ ہو۔ مثلاً: عقد میں یہ طے کر لیا جائے کہ فریقین میں سے جو بھی عقدِ ملازمت ختم کرے گا وہ ایک ماہ پیشگی اطلاع دے گا۔(1034)

جو اجارے محض پسند اطمینان، اور حسن ظن کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ جیسے وکیل طبیب معلم وغیرہ ان کے فسخ کے لیے کسی معتبر عذر کی ضرورت نہیں، البتہ جس قدر فائدہ اٹھایا ہے یا ملازم کا حرج کیا یا معاہدہ کر کے اس کا وقت ضائع کیا ہے تو اس کا معاوضہ دینا لازم ہے۔(1035)

مشق: ملازمین کے ساتھ ظلم وزیادتی، توہین، تحقیر کا معاملہ کرنا

(1) اگر کسی وجہ سے مالکان اور ملازمین کا مزاج آپس میں نہ ملتا ہو اور چلنا مشکل ہو تو شریعت میں اُن کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: ______________________________

(2) ملازمین یا مالکان کو کن کن وجوہات کی بنا پر عقد ملازمت ختم کرنے کا اختیار ہو گا۔

1) مدت سے متعلق معاہدہ طے تھا/ غرض اور مدت دونوں پوری ہو گئی

جواب: ______________________________

2) مدت سے متعلق معاہدہ طے تھا/ مدت پوری ہو گئی، غرض پوری نہیں ہوئی

جواب: ______________________________

3) مدت سے متعلق معاہدہ طے تھا/ غرض پوری ہو گئی، مدت باقی ہے

جواب: ______________________________

4) مدت سے متعلق معاہدہ طے تھا/ غرض اور مدت دونوں پوری نہیں ہوئی، لیکن اجارہ کسی عذر کی وجہ سے ختم کیا جا رہا ہے

جواب: ______________________________

5) مدت سے متعلق معاہدہ طے تھا/ غرض اور مدت دونوں پوری نہیں ہوئی، لیکن اجارہ کسی عذر کے بغیر ختم کیا جا رہا ہے

جواب: ______________________________

6) مدت سے متعلق معاہدہ طے نہیں تھا

جواب: ______________________________

تیسرا حق: تنخواہ نہ دینے پوری نہ دینے اور بروقت نہ دینے کے احکام

(1) تنخواہ نہ دینے کے احکام (2) پوری تنخواہ نہ دینے کے احکام

(3) بروقت تنخواہ نہ دینے کے احکام

(1) تنخواہ نہ دینے کے احکام

❑ ترک ملازمت کی اطلاع نہ دینے کی وجہ سے تنخواہ کی کٹوتی:

سوال: بعض اداروں میں یہ قانون ہوتا ہے کہ ادارہ چھوڑ کر جانے والا ملازم ایک مہینے پہلے اطلاع دے، اطلاع نہ دینے کی صورت میں اس کی آخری مہینے کی تنخواہ نہیں دی جاتی، شرعاً یہ کیسا ہے؟

جواب: جب ملازمین کمپنی میں حاضر ہوجائے اور کام کرے تو وہ اپنے عمل یا تسلیم نفس (اپنے آپ کو سپرد کردینے) سے اجرت کا مستحق ہوجاتا ہے، اب مذکورہ معاہدہ کے مطابق ایک ماہ پہلے اطلاع نہ دینے کی صورت میں ایک مہینے کی تنخواہ نہ دینا کسی قاعدہ شرعیہ پر منطبق نہیں ہوتا۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں اس کو ایک ماہ کی اجرت نہ دینا ایک قسم کی تعزیر مالی یعنی مالی جرمانہ ہے جو کہ ناجائز ہے۔

البتہ ملازم پر یہ شرط رکھی جاسکتی ہے کہ ملازمت ترک کرنے سے ایک ماہ پہلے اطلاع دینا ہوگی ورنہ اطلاع نہ دینے کی صورت میں ایک ماہ خود یا کسی نائب کے ذریعے کام کرنا لازم ہوگا۔ (1036)

❑ ایام تعطیل کی تنخواہ

سوال: تعلیمی ادارے کے ایک استاذ نے ادارہ کی سالانہ تعطیلات کے بعد ادارہ کی انتظامیہ کو اپنا استعفاء پیش کردیا۔ تو کیا عندالشرع اور قوانین تعلیمی ادارہ کی رُو سے یہ استاذ ایام تعطیل کی تنخواہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

جواب: فقہاء کرام نے اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدرس ایامِ تعطیل کی تنخواہ کا مستحق ہے، مگر اس کے لیے فقہاء کی عبارتوں سے چند شرائط بھی معلوم ہوتی ہیں:

(1) ایک یہ کہ استاذ کے ساتھ پہلے سے یہ طے نہیں کیا گیا ہو کہ آپ کو ایامِ تعطیل کی تنخواہ نہیں ملے گی، جو کچھ تنخواہ تمہارے

لیے مقرر ہے وہ صرف ایامِ تدریس ہی میں تمہیں دی جایا کرے گی۔

(2) دوسری شرط یہ ہے کہ استاذ ایام تعطیل کے بعد بھی کام کرنے (تدریس) کا ارادہ رکھتا ہو اور اپنی طرف سے کام چھوڑے بھی نہیں۔

تو جب یہ دو شرطیں موجود ہوں تو پھر استاذ ایام تعطیل کی تنخواہ کا مستحق ہے، کیونکہ یہ تعطیلات بھی ایک طرح سے تدریس ہی کے حکم میں ہیں کہ ان میں آئندہ تدریس کے لیے استاذ کو آرام اور استراحت ملتی ہے جو آئندہ کام کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔لیکن اگر تقرری کے وقت ہی استاذ سے یہ طے کرلیا جائے کہ آپ کو صرف تدریس کے دنوں کی تنخواہ ملے گی ایام تعطیل کی نہیں، تو اس صورت میں استاذ ایام تعطیل کی تنخواہ کا حقدار نہیں ہوگا، شرعی قانون یہ ہے کہ "الشرط املک."

اس طرح اگر عرف وہاں منتظمین ادارہ کا یہ ہو کہ عام اساتذہ اور ملازمین کو تعطیلات کے دنوں کی تنخواہ نہ ملا کرتی ہو تو اس صورت میں بھی ایام تعطیل کی تنخواہ نہیں ملے گی کہ المعروف کالشروط اور العادۃ محکمۃ۔

نیز اگر کوئی استاذ مزید کام کرنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوئے خود استعفا پیش کر کے کام کرنا چھوڑ دے تو پھر بھی تنخواہ کا مستحق اس بناء پر نہیں ہے کہ نہ تو تدریس کا کام اس نے کیا ہے نہ تعطیلات آئندہ کے لیے کام کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔

درمختار:3/525 میں ہے:

> وَهَل يَأخُذُ أَيَّامَ البَطَالَةِ كَعِيدٍ وَرَمَضَانَ لَم أَرَهُ وَيَنبَغِي إلحَاقُهُ بِبَطَالَةِ القَاضِي۔ وَاختَلَفُوا فِيهَا وَالأَصَحُّ أَنَّهُ يَأخُذ، لِأَنَّهَا لِلاستِرَاحَةِ أَشبَاهٌ مِن قَاعِدَةِ العَادَةُ مُحَكَّمَةٌ۔

علامہ شامیؒ اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

> قَالَ فِي الأَشبَاهِ وَقَد اختَلَفُوا فِي أَخذِ القَاضِي مَا رُتِّبَ لَهُ فِي بَيتِ المَالِ فِي يَومِ بَطَالَتِهِ فَقَالَ فِي المُحِيطِ: إنَّهُ يَأخُذُ لِأَنَّهُ يَستَرِيحُ لِليَومِ الثَّانِي وَقِيلَ لَا۔ اهـ۔ وَفِي المُنيَةِ القَاضِي يَستَحِقُّ الكِفَايَةَ مِن بَيتِ المَالِ فِي يَومِ البَطَالَةِ فِي الأَصَحِّ وَفِي الوَهبَانِيَّةِ أَنَّهُ أَظهَرُ فَيَنبَغِي أَن يَكُونَ كَذَلِكَ فِي المُدَرِّسِ؛ لِأَنَّ يَومَ البَطَالَةِ لِلاستِرَاحَةِ وَفِي الحَقِيقَةِ تَكُونُ لِلمُطَالَعَةِ وَالتَّحرِيرِ عِندَ ذَوِي الهِمَّةِ۔(1037)

ان عبارتوں میں استحقاق کے لیے علت استراحت بیان کی گئی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ استحقاق اس وقت ہوتا ہے جب آئندہ کام کرنے کا ارادہ ہو اور کام خود نہ چھوڑے تو تعطیل کا حکم چونکہ تدریس کا ہوگا اور حکماً یہ سمجھا جائے گا کہ استاذ تعطیل کے ایام میں برسرکار رہے اور گویا وہ تدریس ہی میں مشغول ہے اس لیے وہ تنخواہ کا بھی مستحق ہوگا۔

صورت مسئولہ میں چونکہ استاذ نے خود استعفادے کر آئندہ کام نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اس لیے تعطیل کے ایام اس کے حق میں آئندہ تدریس کے لیے مدومعاون ثابت نہیں ہو سکتے ہیں اور حقیقتاً تدریس میں مشغول بھی نہیں ہے اس لیے ایام تعطیل کی تنخواہ کا بھی مستحق نہیں رہے گا۔(1038)

سوال: ملازم کس قسم کی چھٹیوں پر تنخواہ کا مستحق ہوگا کس قسم پر نہیں؟

جواب: (1) **معاہدہ/عرف کے مطابق چھٹیاں ہوں:** چھٹیوں کی تنخواہ کے متعلق اگر کوئی معاہدہ طے ہوا ہو یا عرف عام ہو (چھٹیوں کی تنخواہ ملنے کا) جیسا کہ بعض ادارے ملازمت کے شروع میں ملازم سے یہ طے کر لیتے ہیں کہ سال بھر میں اتنی چھٹیاں ہوں گی اور اتنی رخصتِ اتفاقیہ اور اتنی رخصتِ علالت لے سکتے ہیں۔تو ان چھٹیوں کی ملازم کو تنخواہ ملے گی۔ کیونکہ ایامِ رخصت اگر مشروط اور معروف ہوں تو وہ کام کے تابع ہوتے ہیں۔(1039)

(2) **معاہدہ/عرف کے مطابق چھٹیاں نہ ہوں:** اگر چھٹیوں کی تنخواہ کا معاملہ فریقین کے درمیان طے نہ ہوا اور عرف عام بھی نہ ہو تو ملازم ان ایام کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہوگا۔ البتہ اگر مالکان دیدیں تو ان کی طرف سے تبرع اور احسان ہوگا۔ ملازم کو مطالبے کا حق حاصل نہیں ہے۔(1040)

❑ ایامِ ہڑتال کی تنخواہ

سوال: کسی تعلیمی ادارے کے اساتذہ نے حکومت کو اپنے کچھ مطالبات پیش کیے لیکن حکومت نے ان کے مطالبات ماننے سے انکار کر دیا، بار بار کی یاددہانی کے باوجود بھی حکومت نے نہ مانا تو اساتذہ نے مجبور ہو کر ہڑتال کر دی اور طالب علموں کو پڑھانا چھوڑ دیا لیکن خود تعلیمی اداروں میں باقاعدگی سے حاضری دیتے رہے، تو کیا ان ہڑتالی اساتذہ کے لیے ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ لینا شرعاً جائز ہے؟

جواب: چونکہ جمہوری حکومتوں میں ملازمین کو ہڑتال کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں ان ہڑتالی اساتذہ کے لیے ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ لینا جائز ہے، نیز اساتذہ چونکہ اجیرِ خاص کے حکم میں ہوتے ہیں اور اجیرِ خاص صرف حاضری دینے سے بھی تنخواہ کا مستحق ہوتے ہیں۔(1041)

❑ ایام معزولی کی تنخواہ

سوال: ایک تعلیمی ادارہ کے استاذ کو ادارہ کی مجلسِ شوریٰ نے اخلاقی جرائم میں ملوث ہونے اور دیگر غیر اخلاقی حرکات کی وجہ سے ادارے سے نکال دیا ہے، تو کیا ایسا ملازم سال کے باقی دنوں کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں؟

جواب: ادارہ کے استاذ کی حیثیت اجیر خاص کی ہے اور وہ اجرت کا تب مستحق ہوتا ہے جب وہ ادارہ کے عمل کے لیے

اپنے آپ کو ادارہ کے حوالے کردے اور ساتھ ہی اس میں ادارہ کی طرف سے تفویض کردہ کام کرنے کی صلاحیت بھی ہو، اگر کسی وجہ سے اس میں یہ صلاحیت مفقود ہوجائے اور وہ نااہل ثابت ہوجائے اور ادارہ کی انتظامیہ اس نااہلیت کی بناء پر ذمہ داری (ملازمت) سے سبکدوش کردے تو وہ سال کے بقیہ دنوں کی تنخواہ کا حقدار نہ ہوگا اور اگر ادارہ کی انتظامیہ بلاضرورت اور بغیر کسی معقول عذر کے اس کو قبل از وقتِ مقررہ سبکدوش کردے تو وہ سال کے باقی دنوں یا مہینوں کی تنخواہ کا حق دار ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ کے مطابق اگر استاذ کو اخلاقی جرائم اور دیگر ناپسندیدہ حرکات کی وجہ سے ادارہ سے نکالا گیا ہو تو اس کو سال کے باقی دنوں یا مہینوں کی تنخواہ کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ تعلیمی ادارہ میں عرف کی بناء پر ایک استاذ اپنی پوری صلاحیت اور اہلیت کے ساتھ سال بھر کا اجیر رہتا ہے اور اگر ادارہ کی انتظامیہ اس کو بلاضرورت اور بلاعذر نکالنا چاہے تو ادارہ اس کو بقیہ ایام کی تنخواہ دے گا۔(1042)

❑ ایام بیماری/معذوری کی تنخواہ

سوال: اگر ملازم ایسا بیمار ہوگیا کہ وہ ڈیوٹی پر حاضر ہوتا ہے لیکن مفوضہ کام بالکل انجام نہیں دے سکتا تو کیا اس کی تنخواہ کاٹی جاسکتی ہے؟

جواب: ہاں کاٹی جاسکتی ہے البتہ اگر کوئی بڑی مجبوری نہ ہو تو اخلاقاً ایسا نہ کریں۔(1043)

(2) پوری تنخواہ نہ دینے کے احکام

سوال: بعض اوقات مالکان ملازمین کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ان کو کم تنخواہ پر رکھتے ہیں، اور ملازمین بھی مجبوری کی وجہ سے تیار ہوجاتے ہیں، شرعاً اس طرح کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسان اپنی مفلسی، تنگ دستی اور مالی پریشانیوں کے سبب کم اجرت پر بھی زیادہ کام کرنے پر رضامندی ظاہر کردیتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ اس پر خوش نہیں ہوتا نہ اس کے ساتھ یہ انصاف ہے، ایسے موقع پر آجر اس کی بے چارگی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اسے کم اجرت پر راضی کرلیتا ہے، چونکہ یہ بھی ایک قسم کا جبر ہے اس لیے اسلام نے اس کی بھی ممانعت کی ہے۔

سوال: شرعاً ملازم کی تنخواہ مقرر کرنے کا معیار کیا ہے؟

جواب: شرعاً اجرت کی تعیین کا معیار باہمی معاہدہ ہے: یعنی باہمی رضامندی سے جو اجرت مقرر کردی جائے وہ شرعاً جائز ہے، البتہ ہر فریق پر دیانۃً یہ واجب ہے کہ وہ دوسرے فریق کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کوئی ایسی اجرت مقرر نہ کرے جو اتنی کارکردگی کے لحاظ سے عرفاً ناکافی یا بہت زائد ہو، چنانچہ یہ آجر کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اجرت کے تعیّن

کے وقت اس بات کا پورا لحاظ رکھے کہ اجیر کو اس کی کارکردگی کے مطابق مناسب اور کافی اجرت ملے۔ دوسرے الفاظ میں قانونی طور پر اجرت کے تعین کا معیار اگرچہ باہمی معاہدہ ہے، لیکن اخلاقی طور پر اور دیانۃً اس کا معیار کارکردگی کی نوعیت ہے۔(1044)

سوال: اگر کسی جگہ آجر اپنی اس اخلاقی ذمہ داری (کارکردگی کے مطابق اجرت) کو پورا کرنے کے بجائے مزدوروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کم اجرت مقرر کرتے ہوں تو کیا ایسی صورت میں حکومت کے لیے اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ کم سے کم اجرت متعین کر دے۔

جواب: جی ہاں ایسا کیا جا سکتا ہے، اس صورت میں آجروں پر اس کی پابندی قانوناً بھی لازم ہوگی۔(1045)

سوال: بعض اداروں میں ملازمین سے اضافی وقت میں کام لیا جاتا ہے، اور اس کی اضافی اجرت نہیں دی جاتی، نیز بعض اداروں میں دیر سے آنے کی صورت میں آدھے دن کی تنخواہ اور بعض صورتوں میں پورے دن کی تنخواہ کاٹ دی جاتی ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مالکان پر لازم ہے کہ وہ ملازمین کو اضافی کام یا اضافی وقت میں کام لینے کی صورت میں اضافی اجرت دیں، مالکان کا اضافی کام اور وقت کی اضافی اجرت ادا نہ کرنا ظلم اور زیادتی ہے۔ تاخیر سے آنے کی صورت میں اصول یہ ہے کہ جتنی تاخیر ہوتی ہے اتنی تنخواہ کاٹ لی جائے۔ لہٰذا تاخیر کی وجہ سے پورے دن یا آدھے کی تنخواہ کاٹنا درست نہیں ہے اس لیے کہ ملازم جس وقت میں کام کر چکا ہے اس وقت تنخواہ کا وہ مستحق ہو چکا ہے اب کسی وجہ سے سزا کے طور پر اس کی تنخواہ کاٹنا مالی جرمانہ ہے جو کہ شریعت میں ناجائز ہے۔(1046)

سوال: آپ نے اصول یہ بتایا جتنی تاخیر ہوئی ہے صرف اتنی تنخواہ کاٹی جا سکتی ہے۔ اس طرح کی کٹوتی سے تو نہ ملازم کو کوئی خاص تنبیہ ہوتی ہے اور نہ تاخیر کا کوئی سدّ باب ہوتا ہے تو ملازمین کی تاخیر سے روک تھام کے لیے شرعاً متبادل صورتیں کیا ہیں؟

جواب: اگر حقیقی شرح سے کٹوتی کی صورت میں ملازم کو کوئی خاص تنبیہ ہونا مشکل ہو اور اس سے تاخیر کا سدّ باب بھی نہ ہوتا ہو تو مندرجہ ذیل تبدیلیوں کے ساتھ اس طریقہ کار کو اپنایا جا سکتا ہے:

کمپنی پورے مہینے کی تنخواہ کو دنوں پر تقسیم کر دے اور دن کے دو یا تین حصے کر کے ہر حصے کی ایک تنخواہ متعین کر دے، اس صورت میں تاخیر سے آنے والے کو اس حصے میں کام کرنے کی چھٹی ہوتی اور اس حصے میں وہ ملازم کمپنی کا پابند نہیں ہوگا، اور نہ ہی اس کو اس حصے کی تنخواہ ملے گی، البتہ اس کے بعد والے حصہ میں بروقت آنے اور کام کرنے کی صورت میں وہ اس حصے کی تنخواہ کا مستحق ہوگا۔

مثال: اگر ڈیوٹی کے اوقات 8 سے 5 تک ہیں اور ملازم کی یومیہ تنخواہ 300 روپے ہے تو دن کے درج ذیل تین حصے کر کے تنخواہ کو اس پر تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلا حصہ : 08 تا 11 =100 روپے

دوسرا حصہ : 11 تا 02 =100 روپے

تیسرا حصہ : 02 تا 05 =100 روپے

اب اگر کوئی ملازم پہلے حصے میں مقررہ چھوٹ مثلاً 08:10 کے بعد آئے گا وہ پہلے حصے میں کمپنی کا ملازم نہیں سمجھا جائے گا اور اس حصے میں وہ نہ کام کرنے کا پابند ہوگا اور نہ ہی اس حصے کی اس کو اجرت ملے گی، البتہ اس کے بعد دوسرے یا تیسرے حصے میں کمپنی کے مقرر کردہ وقت میں حاضر ہو کر اگر وہ کام کرے گا تو اس حصے کی تنخواہ کا مستحق ہوگا۔

1. کمپنی دن کے پہلے دو یا تین گھنٹوں کے لیے (یا جتنے وقت کی کمپنی چاہے) آدھے دن کے بقدر تنخواہ مقرر کرے اور بقیہ وقت کے لیے آدھے دن کی، اس صورت میں مقررہ دو یا تین گھنٹے سے آنے والا ملازم آدھے دن کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہوگا، اسی طرح اگر کوئی ان ابتدائی گھنٹوں میں حاضر ہو کر بقیہ اوقات میں غیر حاضر ہو گیا تو اس کی صرف آدھے دن کی ہی تنخواہ کٹے گی، کیونکہ آدھے کی تنخواہ کے بقدر تو وہ حاضر رہ چکا ہے۔

2. تنخواہ تو حقیقی اوقات کے حساب سے ہی مقرر ہو مثلاً آٹھ گھنٹے میں سے چار گھنٹوں پر ہی آدھے دن کی تنخواہ مقرر ہو، لیکن کمپنی یہ اصول بنا لے کہ جو ملازم 9 بجے کے بعد آئے گا، اس کو دن کے مکمل نصف حصے میں چھٹی ہوگی، کمپنی کا کام کرنا اس پر لازم نہ ہوگا اور وہ نصف دن کی تنخواہ کا مستحق بھی نہیں ہوگا، البتہ دن کے دوسرے حصے میں بروقت حاضر ہو کر اگر وہ کام کرے تو آدھے دن کی تنخواہ کا وہ مستحق ہوگا۔

3. اسی طرح چار مرتبہ تاخیر کرنے کی صورت میں آدھے دن کی تنخواہ کاٹنا اور پانچ مرتبہ تاخیر کی صورت میں پورے دن کی تنخواہ کاٹنا درست نہیں، البتہ اس کے لیے یہ صورت ممکن ہے کہ کمپنی یہ اصول طے کر لے کہ جو ملازم مہینے میں چار بار تاخیر کا مرتکب ہوگا کمپنی اس سے اس دن آدھا دن اور پانچ مرتبہ تاخیر کی صورت میں پورا دن کام نہیں لے گی، بلکہ اس کو کمپنی کی طرف سے چھٹی ہوگی، اب وہ چاہے کام کرے یا نہ کرے، بہرصورت اس کی ایک دن یا آدھے دن کی تنخواہ کٹے گی۔

4. کمپنی ملازمین کی متعین تنخواہ تو کم رکھے اور باقی رقم پابندیِ وقت پر بطور انعام دینے کا اصول رکھے، اب جو ملازم وقت کی پابندی نہ کرے اس کی مقررہ تنخواہ میں سے تو محض حقیقی تاخیر کے بقدر ہی کٹوتی ہو لیکن اس کو پابندیِ وقت کا انعام نہ ملے، اس سے ملازم کی تنبیہ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور چونکہ یہ رقم انعام کی ہوگی، تنخواہ نہیں ہوگی، لہٰذا کمپنی اس کے دینے یا نہ دینے میں مکمل خود مختار ہوگی، اور کسی ملازم کو اس پر اعتراض کا حق بھی حاصل نہ ہوگا۔

5. جو ملازم وقت پر آنے کا پابند نہ ہو اسے سالانہ اضافہ اور مراعات نہ دی جائیں اور اس بات کی ان کو پہلے سے اطلاع

کر دی جائے۔

6. سرکاری چھٹیوں کے علاوہ جو چھٹیاں ملازم کو ادارے کی جانب سے دی جاتی ہیں، ملازم کے تاخیر سے آنے کی صورت میں ادارے کے لیے ان سالانہ چھٹیوں سے کٹوتی کی پالیسی بنانے کی اجازت ہے۔(1047)

(3) تنخواہ بروقت ادا نہ کرنے کے احکام

سوال: اگر مالکان ملازمین کی تنخواہیں بروقت ادا نہ کرتے ہوں، اور ٹال مٹول کرتے ہوں، تو شرعاً ان کے خلاف عدالتی کاروائی کرنا یا ملازمین کا خود بخود کوئی عملی اقدام کرنا اس کی کہاں تک گنجائش ہے؟

جواب: ملازمین کی تنخواہوں میں بلا وجہ ٹال مٹول کرنا ظلم اور حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، شرعاً مالکان کو حکم ہے کہ وہ ملازمین کا پسینہ خشک ہونے سے قبل (یعنی جلدی اور بروقت) ان کی اجرت ادا کر دیں لیکن اگر مالکان تنخواہ بروقت ادا نہ کر رہے ہوں اور ٹال مٹول کر رہے ہوں تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ تنخواہ کی ادائیگی میں تاخیر کسی عذر کی بناء پر کر رہے ہیں مثلاً ان کے پاس فی الحال رقم موجود نہیں ہے یا ان کی رقم کسی اور جگہ پھنسی ہوئی ہے۔تو اس صورت میں ملازمین کے لیے شرعاً اور اخلاقاً حکم یہ ہے کہ صبر کریں اور مالکان کو مہلت دیں۔ان کے خلاف عدالتی کارروائی یا عملی اقدام، احتجاج وغیرہ نہ کریں، اس پر ان کو ان شاء اللہ اجر ملے گا۔(1048)

لیکن اگر مالکان کے پاس وسائل و رقم سب کچھ موجود ہیں اور تنخواہوں کی ادائیگی میں ان کو کوئی عذر بھی نہیں پھر بھی بلا وجہ ٹال مٹول کر رہے ہوں اور ملازمین بھی اپنی تنخواہوں کا مطالبہ کر رہے ہوں تو ملازمین کو عدالتی کارروائی کا حق حاصل ہے، اور عدالت ان کی املاک وغیرہ فروخت کرنے کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہوگی۔(1049)

اور عدالت اس کو دیگر کاموں میں پیسہ خرچ کرنے سے روکے گی۔اور اس کو قید کرنے کا حکم صادر کرے گی۔(1050)

ملازمین کے لیے بلا وجہ ٹال مٹول کرنے والے مالکان کی اس طرح غیبت کرنا کہ لوگوں کے سامنے ان کے ٹال مٹول کا اور معاملات کی خرابی کا ذکر کریں یہ جائز ہے۔(1051)

ایک حدیث میں آتا ہے:

لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوبَتَهُ۔(1052)

مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا اس کی ہتک عزت اور سزا کو جائز کر دیتا ہے۔

مشق: ملازمین کی تنخواہ نہ دینا، پوری نہ دینا، بروقت نہ دینا

(1) تنخواہ نہ دینے سے متعلق احکام

1) ملازمت چھوڑنے کی اطلاع نہ دینے کی وجہ سے تنخواہ کی کٹوتی ____________

____

2) ایامِ تعطیل کی تنخواہ ____________

____

3) چھٹیوں کی تنخواہ چھٹیاں معاہدے اور عرف کے مطابق ہوں یا نہ ہو ____________

____

4) ایامِ ہڑتال کی تنخواہ ____________

____

5) ایامِ معزولی کی تنخواہ ____________

____

6) ایامِ معذوری کی تنخواہ ____________

____

(2) پوری تنخواہ نہ دینے کے احکام

1) کم تنخواہ پر ملازمین رکھنا ____________

____

2) تنخواہ مقرر کرنے کا معیار ____________

____

3) اضافی وقت میں کام کرنے کی تنخواہ نہ دینا ____________

____

4) تاخیر کی وجہ سے پورے دن کی تنخواہ کی کٹوتی ____________

____

(3) بروقت تنخواہ نہ دینا اور بلاوجہ ٹال مٹول کرنے کا حکم ____________

____

المیزان مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

چوتھا حق: ملازمین کے ساتھ کیے گئے وعدہ خلافی کے احکام

سوال: اگر مالکان ملازم سے کیے گئے وعدہ یا معاہدہ کو پورا نہ کریں تو وعدہ خلافی کی وجہ سے گناہگار ہوں گے یا نہیں؟ نیز ملازم کو قانونی چارہ جوئی کا حق ہوگا یا نہیں؟

جواب: مذکورہ احکام جاننے کے لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ وعدہ کس قسم کا تھا؟

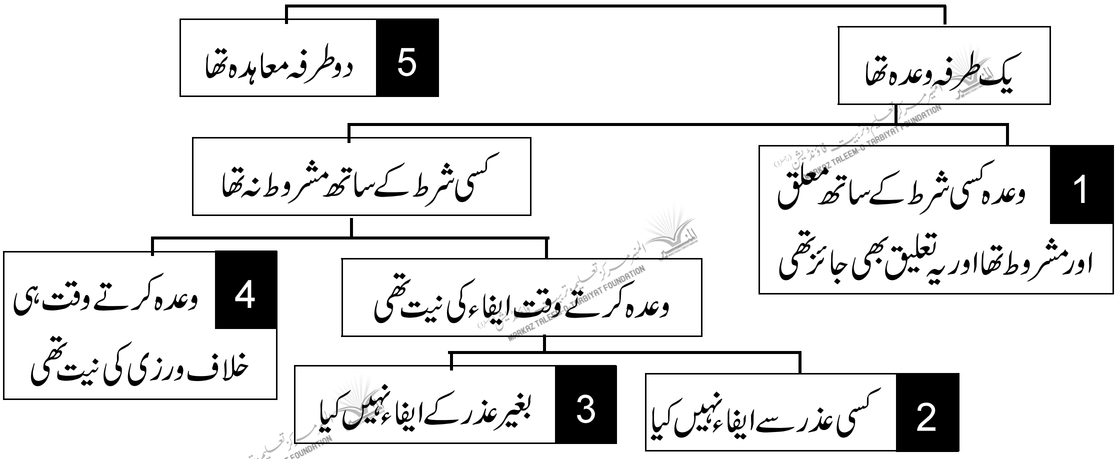

(1) اس وعدہ کو پورا کرنا واجب ہے، اس لیے کہ مشروط کرنے کی وجہ سے یہ وعدہ لازم ہو گیا۔**(1053)**

(2) اگر وعدہ کرتے وقت ایفاء کی نیت تھی اور بعد میں کسی عذر کی وجہ سے ایفاء نہ کر سکا تو نہ گناہ ہوگا نہ کسی کو قانونی چارہ جوئی کا حق ہوگا۔

(3) بغیر کسی عذر کے ایفاء نہیں کیا تو گناہگار ہوگا، لیکن قانونی چارہ جوئی کا حق پھر بھی نہ ہوگا۔**(1054)**

(4) اگر وعدہ کرتے وقت ہی ایفاء کی نیت نہیں تھی تو وعدہ خلافی کا گناہ ہوگا۔**(1055)**

(5) دوطرفہ معاہدہ کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے اگر پورا نہیں کرے گا تو قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل ہوگا (یعنی قضاءً بھی لازم ہے)۔

فصل:۔5

شریک/ پارٹنر کے حقوق کے احکام

شرکت کی قسمیں

شرکتِ ملک کے احکام

شرکتِ عقد کے احکام

مضاربت کے احکام

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

شرکت کی قسمیں

سوال: شرکت کی کل کتنی قسمیں ہیں، نیز ان کی تعریفات کیا ہیں؟

جواب: شرکت کی تین قسمیں ہیں:

(1) شرکتِ ملک

(2) شرکتِ عقد

(3) مضاربت

(1) شرکتِ ملک کی تعریف

ملکیت حاصل ہونے کے اسباب (خریدنا، قبولِ ہبہ، وصیت، میراث، اپنا مال ملانا مل جانا کہ تمیز نہ ہو سکے) میں سے کسی سبب سے کسی شئ (عین یا دین) کا دو یا زیادہ افراد کے درمیان مشترک ہونا۔ خواہ یہ شرکت اختیاری ہو یا غیر اختیاری ابتداءِ عقد سے ہو یا بعد میں ہوئی ہے۔ (1056)

(2) شرکتِ عقد کی تعریف

دو یا کئی آدمی کسی عقد کے ذریعہ اپنے اپنے مال کو اکٹھا کر کے اسے تجارت میں لگائیں یا وہ سب ملکر کوئی نفع بخش عمل کریں۔ اور دونوں صورتوں میں حاصل شدہ نفع ان کے درمیان تقسیم ہو۔

(3) مضاربت کی تعریف

مضاربت وہ معاملہ ہے جس میں ایک فریق سرمایہ اور دوسرا فریق اپنی محنت پیش کرتا ہے اور نفع میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔ (1057)

نوٹ: شرکت کی مختلف قسموں کے اعتبار سے مختلف احکام ہوں گے۔ جن کی تفصیل اگلے صفحات میں آئے گی۔

شرکتِ ملک کے احکام

سوال: شرکتِ ملک میں اگر ایک شریک دوسرے شریک پر ظلم وزیادتی کرے مثلاً اختیارات کا غلط استعمال کرے یا نفع، سہولیات، مراعات ناجائز طریقہ سے لے تو ضمان تاوان وغیرہ کے اعتبار سے کیا احکام ہوں گے؟

جواب:

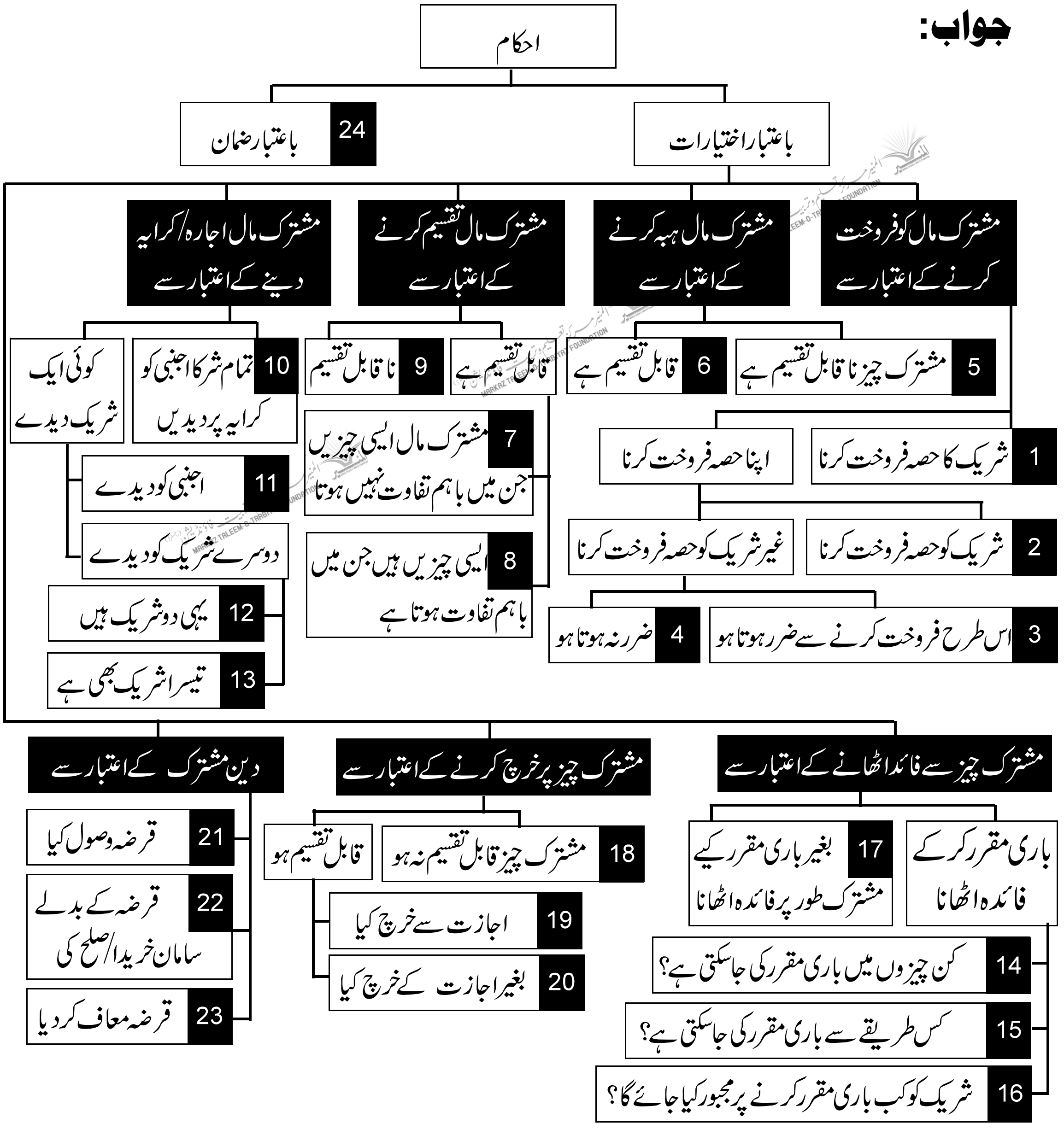

❑ اختیارات کے اعتبار سے

- **مشترک مال فروخت کرنے کے اعتبار سے**

(1) شریک کا حصہ فروخت کرنا: شرکتِ ملک کے کسی شریک کو دوسرے شریک کے حصہ میں کسی قسم کا عقد کرنے کا اختیار نہیں ہے، چنانچہ کوئی ایک شریک دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر اس کا حصہ فروخت نہیں کرسکتا، کرایہ، عاریت پر نہیں دے سکتا، اگر اس نے بلا اجازت یہ کام کیے اور نقصان ہوجائے تو نقصان کا ضامن وہی ہوگا۔**(1058)**

(2) شریک کو حصہ فروخت کرنا: اگر ایک سے زیادہ افراد کسی شے میں شریک ہیں تو ایک شریک اپنا حصہ کسی دوسرے شریک کو فروخت کرسکتا ہے، یا دوسرے شرکاء سے ان کے حصص خرید کر سب حصوں کا کوئی ایک شخص مالک بن سکتا ہے، بشرطیہ کہ اس بیع وشراء پر جبر نہ کیا جائے۔

مثلاً اگر زید اور عمر ایک زمین کے برابر کے مالک تھے، تو اگر زید اپنی رضامندی سے اپنا آدھا حصہ عمر کو فروخت کردے تو عمر اب پوری زمین کا مالک بن جائے گا، یا زید عمر کی رضامندی سے اس کا آدھا حصہ خرید لے تو زید اب پوری زمین کا مالک ہوجائے گا، یہ بھی اس زمین سے فائدہ اٹھانے کی ایک شکل ہے، البتہ اس صورت میں جب دونوں شرکاء میں سے کوئی ایک اپنا حصہ دوسرے کو فروخت کردے گا، تو اب شرکت ختم ہوجائے گی، اب دوسرا شخص تنِ تنہا اس کا مالک بن جائے گا۔**(1059)**

(3) غیر شریک کو حصہ فروخت کرنا جبکہ ضرر ہو: اس صورت میں شریک کی اجازت کے بغیر کسی اور کو بھی اپنا حصہ فروخت کرنا جائز نہیں۔

مثال: شروع سے (یعنی بوقت خرید/میراث) مال میں شرکت نہیں تھی بعد میں مال ملانے یا ملنے (الخلط و الاختلاط) سے اس طرح شرکت ہوگئی کہ دونوں کے مال کی الگ الگ شناخت نہیں ہوسکتی جیسے گندم گندم میں، دودھ یا چینی پانی میں، تل، رائی، خشخاش سرسوں میں خوب مل جائیں۔**(1060)**

(4) غیر شریک کو حصہ فروخت کرنا جبکہ ضرر نہ ہو: اس صورت میں شریک کی اجازت کے بغیر کسی اور کو بھی اپنا حصہ فروخت کرنا جائز ہے۔**(1061)**

- **مشترک مال کو ہبہ کرنے کے اعتبار سے**

(5) مشترک چیز ناقابل تقسیم ہے: یعنی تقسیم کے بعد کسی کام کی نہ رہے۔ جیسے چکی، پتنگ، لوٹا، پیالہ، صندوق، جانور وغیرہ۔ اس قسم کی مشترک چیز کا ہبہ تقسیم سے قبل بھی صحیح ہے۔**(1062)**

(6) مشترک چیز قابل تقسیم ہے: جیسے زمین، گھر، کپڑے کا تھان، جلانے کی لکڑیاں، اناج، غلہ دودھ، دہی وغیرہ۔
اس میں دو قول ہیں:
1) ایسی چیز کا ہبہ تقسیم سے پہلے صحیح نہیں ہے، اگرچہ اپنے شریک کو کر رہا ہو، اِلّا یہ کہ باپ اپنے نابالغ بچوں کو ہبہ کرے تو چونکہ قبضہ ضروری نہیں ہے، لہٰذا ہبہ میں شیوع مفسد نہیں ہوگا۔(1063)
2) ایک قول کے مطابق شریک کو ہبہ کرنا صحیح ہے مگر یہ قول شاذ ہے۔

- ## مشترک مال کو تقسیم کرنے کے اعتبار سے

(7) مشترک چیز قابل تقسیم اور مثلی ہے: یعنی ایسی چیز ہے جس میں باہم تفاوت نہیں ہوتا، جیسے گندم، گھی، تیل، انڈے۔
ایسے مال (مثلی) کی تقسیم میں تمام شرکاء کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ دوسرا شریک موجود نہ ہو تب بھی ٹھیک تول کر اس کا حصہ الگ کر کے اپنا حصہ الگ کر لینا درست ہے، جب اپنا حصہ الگ کر لیا تو کھانا، پینا کسی کو دینا سب درست ہے۔(1064)

(8) مشترک چیز قابل تقسیم اور قیمی ہے: یعنی ایسی چیز ہے جس کے افراد میں باہم تفاوت ہوتا ہو، جیسے: امرود، نارنگی وغیرہ۔
ایسے مال کی تقسیم میں تمام شرکاء کا موجود ہونا ضروری ہے کسی ایک شریک کی عدم موجودگی میں تقسیم صحیح نہیں ہوگی۔(1065)
(9) مشترک چیز ناقابل تقسیم ہے: یعنی تقسیم ہو ہی نہیں سکتی یا تقسیم ہونے کے نتیجے میں اس کی قدر و قیمت بہت کم ہو جاتی ہے یا وہ قابل استعمال نہیں رہتی ہے۔ ایسی چیز کو تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے، اس صورت میں یا تو ایک شریک باہمی رضامندی سے دوسرے شرکاء کا حصہ خرید کر شرکت ختم کر سکتا ہے یا پھر شرکت کو باقی رکھتے ہوئے مہایاۃ (باری مقرر کرنے) پر عمل کر سکتا ہے۔(1066)

- ## مشترک چیز زمین کرایہ پر دینا

(10) تمام شرکاء اجنبی کو کرایہ پر دیں: اگر تمام شرکا اپنا اپنا حصہ کسی اجنبی کو کرایہ پر دینا چاہیں تو یہ صورت درست ہے۔
(11) ایک شریک اپنا حصہ اجنبی کو کرایہ پر دے: اگر ایک شریک اپنا حصہ کسی اجنبی کو کرایہ پر دینا چاہے تو یہ صورت بھی درست نہیں ہے۔(1067)
(12) ایک شریک دوسرے شریک کو کرایہ پر دے جبکہ کوئی تیسرا شریک نہ ہو: اگر صرف دو شریک ہوں اور ان میں کوئی ایک شریک دوسرے شریک کو اپنا حصہ کرایہ پر دینا چاہے تو یہ صورت بھی درست ہے۔
(13) ایک شریک دوسرے شریک کو کرایہ پر دے جبکہ کوئی تیسرا شریک بھی ہو: اگر تیسرا شریک بھی ہو تو یہ صورت درست نہیں ہے۔

- **مشترک چیز سے فائدہ اٹھانے کے اعتبار سے**

(14) کن چیزوں میں باری مقرر کر کے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے: ہر وہ چیز جو استعمال سے ختم نہ ہوتی ہو (قیمی) تو اس چیز میں باری مقرر کی جاسکتی ہے۔ جیسے: مکان، سواری وغیرہ۔

ہر وہ چیز جو استعمال سے ختم ہو جاتی ہو (مثلی) اس چیز میں باری مقرر نہیں کی جاسکتی۔ جیسے: کھانے، پینے کی چیزیں، دودھ دوہنے کی باری، درخت سے پھل اتارنے کی باری۔ وغیرہ **(1068)**

(15) کس کس طریقہ سے باری مقرر کی جاسکتی ہے: باری مقرر کر کے فائدہ اٹھانے کے دو طریقے ہیں:

1) زمانے کے اعتبار سے باری مقرر کرنا: مثلاً ایک مہینہ ایک شریک مشترک چیز سے نفع اٹھائے گا، دوسرے مہینے دوسرا شریک مشترک چیز سے نفع اٹھائے گا۔

2) مکان/جگہ کے اعتبار سے باری مقرر کرنا: مثلاً کوئی بڑی چیز یا جگہ ہو اس میں ہر شریک کے لیے الگ الگ حصہ مقرر کیا جائے، اور پھر ہر شریک اپنے اپنے حصہ سے نفع حاصل کرتا رہے۔ **(1069)**

(16) کب شریک کو باری مقرر کرنے پر مجبور کیا جائے گا کب نہیں؟ اگر دونوں شریک باہمی رضامندی سے باری مقرر کرنا چاہیں تو باہمی رضامندی سے باری مقرر کر سکتے ہیں۔ لیکن جب ایک شریک باری مقرر کرنا چاہے، دوسرا راضی نہیں ہے تو دیکھا جائے گا۔

(الف) مشترک چیز ایک ہو اور قابل تقسیم نہ ہو: تو دوسرے شریک کو بھی باری مقرر کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ تاکہ پہلا شریک بھی اپنی مشترک چیز سے فائدہ اٹھا سکے۔ **(1070)**

(ب) مشترکہ چیزیں کئی ہوں اور سب کی منفعت بھی برابر ہو: جیسے دو گھر تو اس صورت میں بھی دوسرے شریک کو باری مقرر کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ **(1071)**

(ج) مشترکہ چیزیں کئی ہوں اور سب کی منفعت بھی الگ الگ ہو: تو اس صورت میں دوسرے شریک کو باری مقرر کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ **(1072)**

(17) بغیر باری/حصے مقرر کیے مشترکہ طور پر حسب ضرورت فائدہ اٹھانا: مشترک چیز سے فائدہ اٹھانے کا ایک تیسرا طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نہ باریاں مقرر کی جائیں اور نہ حصے مقرر کیے جائیں۔ بلکہ دونوں شریک باہمی رضامندی سے مشترک چیز سے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق فائدہ اٹھاتے رہیں، البتہ ان کو چاہیے کہ وہ اس مال مشترک میں کوئی ایسا کام یا تصرف نہ کریں جس سے دوسرے شریک کو ضرر اور نقصان پہنچے۔ **(1073)**

- **مشترک چیز پر خرچ کرنے کے اعتبار سے**

ایک شریک نے مشترکہ چیز کی مرمت پر خرچہ کرلیا ہو تو کب دوسرے شریک سے اس کے حصہ کے بقدر خرچہ وصول کرسکتا ہے، کب نہیں؟ نیز کب دوسرے شریک کو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے گا؟ کب نہیں؟ اس کے لیے یہ دیکھنا ہوگا:

(18) مشترک چیز قابل تقسیم نہ ہو اس پر خرچ کیا: ایسی مشترک ملکیت جو قابل تقسیم نہ ہو مثلاً چکی ہو یا دیوار ہو یا بہت چھوٹی کوٹھری ہو اس کی تعمیر و مرمت کی ضرورت پڑ جائے اور ایک شریک کہیں باہر گیا ہو اور دوسرا تعمیر کا ارادہ کرے تو اگر غیر حاضر شریک سے رابطہ کی کوئی صورت نہ ہو یا وہ تعمیر پر آمادہ نہ ہو تو دوسرا شریک متعلقہ سرکاری محکمہ اور حاکم سے اجازت لے لے۔ یہ اجازت غیر حاضر کی اجازت کے قائم مقام ہوگی اور دوسرا شریک غیر حاضر سے بعد میں اس کے حصے کے بقدر خرچہ لے سکے گا۔ اگر متعلقہ محکمہ سے اجازت لیے بغیر دوسرے شریک نے تعمیر کرلی تو اس کو غیر حاضر سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔(1074)

(19) مشترک چیز قابل تقسیم ہو اجازت سے خرچ کرے: اس صورت میں بھی دوسرے شریک سے اس کے حصے کے بقدر خرچ وصول کرسکتا ہے۔ اگر دوسرا شریک خرچ کرنے پر رضامند نہ ہو تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس مشترک چیز کو تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔(1075)

(20) مشترک چیز قابل تقسیم ہو بغیر اجازت کے خرچ کرے: اس صورت میں دوسرے شریک سے خرچ وصول نہیں کرسکتا، اگر دوسرا شریک خرچ کرنے پر رضامند نہ ہو تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ اس صورت میں بھی مشترک چیز تقسیم کی جائے گی۔(1076)

- **مشترک قرضہ (دَینِ مشترک) کے اعتبار سے**

- اس کی تین صورتیں ہیں:

(21) قرضہ وصول کیا: ایک شریک مشترک قرضہ (دَینِ مشترک) پورا یا تھوڑا وصول کرے تو دوسرے شریک کو اپنے حصہ کے بقدر مطالبہ کا حق حاصل ہے۔(1077)

- اگر ایک شریک نی مشترکہ قرضہ وصول کرلیا اور ضائع کردیا تو دوسرا شریک اپنے حصہ کے بقدر رجوع کرے گا۔(1078)

اور اگر بغیر تعدی اور کوتاہی کے خود ضائع ہوگیا تو دوسرا شریک قرضدار سے رجوع کرے گا، پہلے شریک سے نہیں کرے گا۔(1079)

(22) قرضہ کے بدلے سامان خرید ا/صلح کی: ایک شریک نے قرض کے بدلے قرضدار سے سامان خریدلیا تو دوسرا شریک یا تو پہلے شریک سے اس سامان کی قیمت میں سے اپنے حصہ کی رقم کا مطالبہ کرے گا یا سامان میں اس کے ساتھ شریک ہوجائے گا۔**(1080)**

- ایک شریک نے قرضدار سے قرض کے بدلے صلح کر لی اور کچھ سامان لے کر قرضہ چھوڑ دیا تو دوسرا شریک پہلے سے اپنے حصہ کی رقم کا مطالبہ کرے گا یا اس سامان میں شریک ہوجائے گا۔**(1081)**

(23) قرضہ معاف کر دیا: ایک شریک نے مشترک قرضہ معاف کر دیا یا قرضدار کو ہبہ کر دیا تو دوسرا شریک اپنے حصہ کا مطالبہ پہلے شریک سے نہیں کرے گا، بلکہ قرضدار سے رجوع کرے گا۔**(1082)**

❑ ضمان کے اعتبار سے

(24) اگر کسی شریک نے مشترک چیز میں کوئی ایسا تصرف کیا جس کا اس کو اختیار نہیں تھا (جیسے خرید وفروخت، کرایہ داری، عاریۃ) اور اس کی وجہ سے وہ مشترک چیز ضائع ہوگئی یا اس میں کوئی نقص آ گیا تو شریک ضامن ہوگا۔**(1083)**

شرکتِ عقد کے احکام

(1) شرکتِ عقد کی قسمیں (2) شرکتِ عقد کے احکام

(1) شرکتِ عقد کی قسمیں

(1) شرکت اموال: دو یا زیادہ افراد اپنا مخصوص سرمایہ اس شرط پر لگائیں کہ ان میں سے ہر ایک یا بعض افراد کام کریں گے۔ نفع ایک خاص شرح کے اعتبار سے دونوں میں مشترک ہو۔**(1084)**

(2) شرکت اعمال: دو یا زیادہ افراد کوئی ایسا کاروبار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اجرت پر کیے جائیں اور جو کمائی ہو اس میں دونوں شریک ہوں۔ شرکت اعمال میں یہ ضروری نہیں ہے کہ دونوں شریکوں کا کام/ جگہ ایک ہی ہو۔ مثلاً ایک شریک ٹیلر ہو اور دوسرا اکاونٹڈ ہو، یا ایک دکان میں کام کرتا ہو دوسرا گھر پر یا کسی اور جگہ میں کام کرتا ہو تو بھی یہ شرکت اعمال ہی شمار ہوگی۔**(1085)**

(3) شرکت وجوہ: دو یا زیادہ افراد اپنی وجاہت اور ساکھ کے ذریعہ ادھار سامان لائیں اور نقد فروخت کر کے نفع حاصل کریں جو ان میں تقسیم ہو۔**(1086)**

ان میں سے ہر ایک کی دو صورتیں ہیں:

1) شرکت مفاوضہ: شرکت کی ابتدا سے انتہاء تک دو یا زیادہ شریکوں کا پانچ چیزوں میں بالکل برابر برابر شریک ہونا، وہ پانچ چیزیں یہ ہیں:

1. سرمایہ (رأس المال) **(1087)**
2. اہلیتِ تصرف (یعنی دونوں عاقل، بالغ، مسلمان ہوں، ایسا نہ ہو کہ ایک عاقل دوسرا غیر عاقل، ایک بالغ دوسرا غیر بالغ، ایک مسلم دوسرا غیر مسلم ہو)
3. منافع
4. اہلیتِ کفالت (دونوں شریکوں پر لین دین کی ادائیگی لازم ہو)
5. تجارتی تصرفات (یعنی کام کی ذمہ داری کسی ایک پر نہ ہو)

2) شرکت عنان: دو یا زیادہ شریک اس طرح شرکت کریں کہ ان کا مال، حقوق، عمل، نفع مساوی نہ ہو۔**(1088)**

(2) شرکت عقد کے احکام

نمبر شمار	اختیارات کے اعتبار سے	شرکت اموال		شرکت اعمال		شرکت وجوہ	
		مفاوضہ	عنان	مفاوضہ	عنان	مفاوضہ	عنان
1	دوسرے شریک کو اطلاع دیکر ہر شریک شرکت فسخ کرسکتا ہے۔خواہ دوسرا شریک راضی ہو یا نہ ہو۔(1089)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)	✔	✔
2	ہر شریک نقد اور ادھار پر، قیمت خرید سے زیادہ، قیمت خرید اور قیمت خرید سے کچھ کم پر فروخت کرسکتا ہے۔(1090)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)	✔	✔
3	ہر شریک خرید و فروخت اور دیگر کاموں (ملازم رکھنا/اشیا کرایہ پر لینا وغیرہ) کے لیے کسی کو وکیل بنا سکتا ہے، وکیل کو معزول کرسکتا ہے۔(1091)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)	✔	✔
4	ہر شریک کام کرنے کے لیے ملازم رکھ سکتا ہے۔(1092)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)	✔	✔
5	ہر شریک اجرت پر کام کرسکتا ہے۔(1093)			✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)		
6	ہر شریک شرکت کا مال مضاربت پر دے سکتا ہے۔(1094)	✔	✔				
7	ہر شریک شرکت کا مال بطور امانت رکھ سکتا ہے۔(1095)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)	✔	✔
8	ہر شریک شرکت کا مال کہیں لے جانا چاہے تو لے جاسکتا ہے، بشرطیکہ راستہ اور جگہ مامون ومحفوظ ہو۔(1096)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)	✔	✔
9	ہر شریک کسی پارٹی سے کیا ہوا معاملہ فسخ کرسکتا ہے۔(1097)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)	✔	✔
10	ہر شریک کاروبار کے فروغ کے لیے شرکت کے مال سے کسی کو اتنا ہدیہ دے سکتا ہے جتنا عام طور پر مارکیٹ میں دیا جاتا ہے۔(1098)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)	✔	✔
11	ہر شریک شرکت کا مال بطور گروی (رہن) رکھوا سکتا ہے اور شرکت کے مال کے بدلے میں کوئی چیز بطور گروی (رہن) رکھ سکتا ہے۔(1099)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ،فقرہ:82)	✔	✔

نمبر شمار	اختیارات کے اعتبار سے	شرکت اموال		شرکت اعمال		شرکت وجوہ	
		مفاوضہ	عنان	مفاوضہ	عنان	مفاوضہ	عنان
12	ہر شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوگا۔(1100)	✔	✔	✔	✔ (کویتیہ، فقرہ:82)	✔	✔
13	ہر شریک کا نقصان اس کے مال کے تناسب سے ہوگا۔(1101)	✔	✔	✔	✔	✔	✔
14	کوئی شریک شرکت کے کاموں کے لیے اجیر نہیں ہوسکتا جو کچھ کام کرے گا وہ شرکت میں داخل ہے ہاں جانبین کی خوشی سے کچھ لیتا ہے تو وہ دوسری بات ہے۔(1102)	✔	✔	✔	✔	✔	✔
15	ہر شریک دوسرے شریک کا کفیل ہوگا۔ چنانچہ مالی لین دین کی وجہ سے ایک شریک پر جو ادائیگی لازم ہوگی اس کا مطالبہ دوسرے شریک سے بھی کیا جاسکتا ہے، چاہے وہ لزوم کسی کا جائز حق تسلیم (یعنی اقرار) کی بناء پر ہو۔(1103)	✔		✔		✔	
16	بنیادی حوائج اور گھریلو ضروریات کے علاوہ ہر شریک جو کچھ خرید ے گا وہ مال شرکت حصہ ہوگا۔(1104)	✔		✔		✔	
17	تجارتی لین دین کی وجہ سے جو حقوق (خیار عیب، مال وقیمت کے مطالبہ کا حق) عائد ہوتے ہیں اس میں معاملہ کرنے والا شریک اور دوسرا شریک برابر ہوں گے۔(1105)	✔				✔	
18	ہر شریک اپنے قریبی رشتہ دار سے خرید وفروخت اور دیگر معاملات کرسکتا ہے۔(1106)	✔		✔		✔	
19	ہر شریک شرکت کا مال آگے شرکت عنان پر دے سکتا ہے۔(1107)	✔				✔	
20	اگر ایک شریک کسی چیز کے تیار کرنے کا آرڈر قبول کرے تو دوسرے شریک پر بھی لازم ہوگا۔(1108)			✔	✔		
21	دونوں شریکوں کو کیے گئے کام کی اجرت کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا۔(1109)			✔	✔		
22	اگر گاہک کا مال ایک شریک (صانع) نے خراب کردیا تو دوسرے شریک پر بھی اس کی ذمہ داری لازم ہوگی، مثلاً ایک ٹیلر نے کپڑا خراب کردیا تو اس کے شریک پر بھی اس کی ذمہ داری لاگو ہوگی۔(1110)			✔	✔		

ضمان کے اعتبار سے

1) شرکت کا مال شریک کے قبضے میں بطور امانت کے ہوتا ہے کوتاہی کے بغیر اگر ضائع ہوجائے تو ضمان نہیں آئے گا۔ اگر نفع ،نقصان مال کے ضائع یا تلف ہونے میں اختلاف ہوجائے توجس شریک کے پاس مال تھا اس کی بات معتبر ہوگی قسم کے ساتھ۔ (1111)

2) وہ تصرفات جو کاروبار کے لیے واضح طور پر مضر ہوں اور شریک کو اس کا اختیار بھی نہ ہو، توان تصرفات کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور نقصان کی صورت میں ضمان آئے گا۔ (1112)

3) اگر شرکاء نے شرکت کے معاملے میں کوئی خاص شرط طے کی ہو (مثلاً نقد یا ادھار فروخت کرنے کے اعتبار سے ملازم، وکیل رکھنے نہ رکھنے کے اعتبار سے شرکت کا مال امانت کے طور پر رکھنے کے اعتبار سے وغیرہ) تو ہر شریک پر اس کی پابندی ضروری ہے، پابندی نہ کرنے کی صورت میں اگر نقصان ہوجائے تو ضمان آئے گا۔ (1113)

شرکت فاسد کے اعتبار سے

1) شرکت صحیحہ میں ایک شریک کو جو اختیارات اور تصرفات حاصل ہوتے ہیں شرکت فاسد ہونے کی صورت میں ان سب اختیارات اور تصرفات کا حق ختم ہوجائے گا۔ (1114)

2) شرکت فاسدہ کی صورت میں نفع دونوں شریکوں کو ان کے سرمایہ کے تناسب سے ملے گا باہمی طے شدہ معاہدہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

چنانچہ جب شرکت فاسد ہوجائے تو اگر دونوں کا مال برابر ہے تو نفع بھی برابر ملے گا اور اگر برابر نہ ہو تو جس کا مال زیادہ ہے اس کو نفع بھی اسی حساب سے ملے گا۔ (1115)

شرکت ختم کرنے کے اعتبار سے

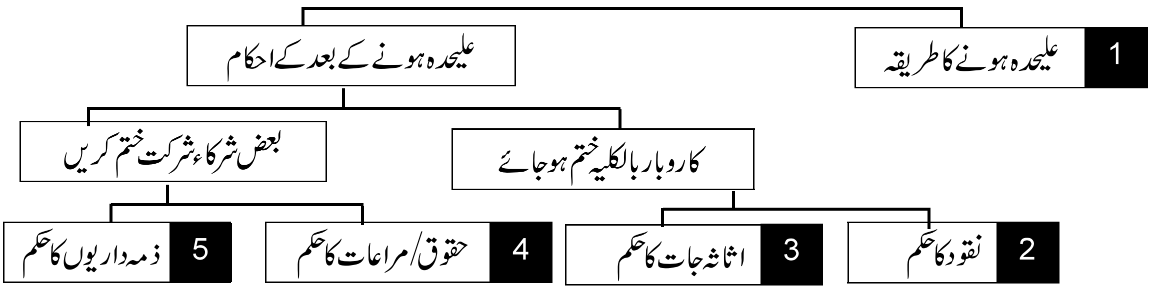

(1) علیحدہ ہونے کا طریقہ

جب کوئی شریک علیحدہ ہونا چاہے تو ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے شرکت باقی رکھنے والوں کا نقصان ہو جائے۔ مثلاً ایک لاکھ کا ایک معاہدہ خرید وفروخت کا ہو گیا تھا۔ اب آدھے روپے سے یا آدھے مال سے یہ معاہدہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اب اگر شریک روپے تقسیم کر لے یا مال تقسیم کر لے تو یہ معاہدہ پورا نہیں کر سکتا۔ اس لیے علیحدہ ہونے میں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیے کہ جس سے کسی فریق کو زائد نقصان اٹھانا پڑے۔ **(1116)**

فائدہ: اگر شراکت داری کے معاہدہ میں یہ بات طے ہو چکی ہو کہ (ایک خاص مدت سے پہلے) کوئی شریک کاروبار سے نہیں نکلے گا، تو اس معاہدہ کی پابندی تمام شرکاء پر لازم ہوگی، ایسی صورت میں کوئی شریک دوسرے شرکاء کی رضامندی کے بغیر نہیں نکل سکتا، کیونکہ اس طرح کے کاروباری وعدوں پر عمل درآمد جیسا کہ قانوناً لازم ہوتا ہے تو شرعاً بھی لازم ہوتا ہے۔ **(1117)**

(2) نقود کا حکم

اگر تمام اثاثے نقدی شکل میں ہوں تو وہ تمام شرکاء کے حصص کے تناسب سے تقسیم کر دیے جائیں، اور جو قرضے دوسروں کے ذمہ ہیں وہ جتنے جتنے وصول ہوں گے تقسیم ہو جائیں گے ہر شریک کو دوسرے کا وکیل سمجھا جائے گا تاکہ مقروض سے مطالبہ کرتا رہے اور وصول کرتا رہے کوئی شریک بلا اجازت مزید تصرف نہ کرے۔ اگر ایسا کیا تو یہ احکام ہوں گے۔ **(1118)**

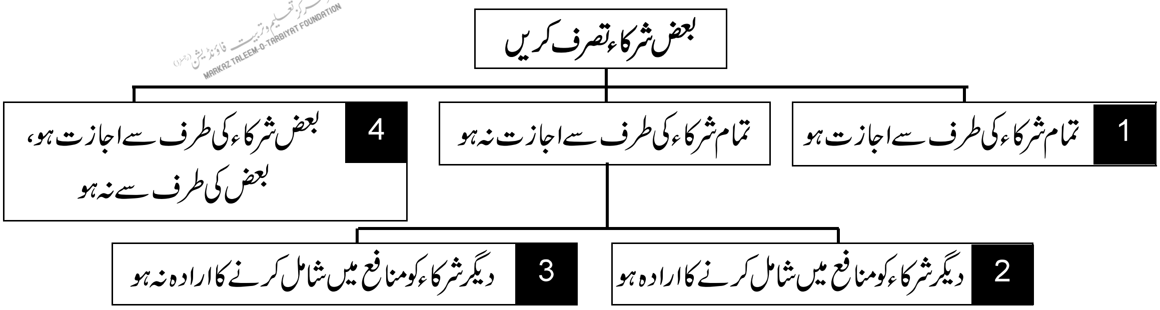

1) بعض شرکاء/ایک شریک تصرف کرے اور تمام شرکاء کی طرف سے اجازت ہو

مشترکہ نقود میں کوئی ایک شریک یا بعض شرکاء دوسرے شرکاء کی اجازت سے کام یا تجارت وغیرہ کریں اور کام کرنے والے شرکاء محنت یا تجارت وغیرہ کر کے کمائی اور نفع حاصل کر لیں۔ تو یہ کمائی اور منافع سب شرکاء کے درمیان مشترک ہوگا اور ہر شریک کو سرمایہ کے تناسب سے نفع میں سے حصہ دیا جائے گا۔ **(1119)**

2) بعض شرکاء/ ایک شریک مشترکہ نقود میں تصرف کرے اور اجازت کسی کی طرف سے نہ ہو۔لیکن متصرف کا دیگر شرکاء کو منافع میں شامل کرنے کا ارادہ ہو

بعض شرکاء یا کوئی ایک شریک مشترکہ نقود میں کام یا تجارت وغیرہ کر کے نفع کمالیں لیکن دوسرے شرکاء سے اجازت نہ لی ہو یعنی دیگر شرکاء کی رضامندی کے بغیر نقود سے نفع کمائیں اور کمائی کرنے والا یہ نیت کر کے کام کرے کہ باقی شرکاء کو بھی نفع میں شریک کرے گا اور ان کو بھی ان کے مال کے مطابق حصہ دے گا۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ حاصل ہونے والا نفع سب شرکاء میں ان کے سرمایہ کے تناسب سے مشترک ہو گا کیونکہ کام کرنے والے شریک نے مشترکہ نقود میں اس نیت سے کام کیا کہ کمائی سب کو دوں گا اور سب کی طرف سے کام کی نیت تھی۔ لہٰذا منافع سب میں تقسیم ہوں گے۔(1120)

3) بعض شرکاء/ ایک شریک مشترکہ نقود میں دیگر شرکاء کی اجازت کے بغیر تصرف کرے، اور شرکاء کو منافع میں شریک کرنے کا ارادہ بھی نہ ہو

تو اس صورت کا حکم یہ ہے کہ سارا نفع کام کرنے والے یا کمائی کرنے والے کا ہو گا یعنی قضاءً سارا نفع اس کو ملے گا۔لیکن یہ حکم محض قضاءً اور قانوناً ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ باقی شرکاء قانوناً کمائی کرنے والے شریک سے اپنے اپنے حصوں کے نفع کا مطالبہ نہیں کر سکتے اگر مطالبہ کریں گے تو قاضی اس کی طرف توجہ نہیں کرے گا لیکن دیانۃً سارا نفع کام کرنے والے شریک کے لیے حلال نہیں ہو گا بلکہ حلال صرف اتنا نفع ہو گا جو اس کو اپنے سرمایہ کے تناسب سے ملا ہے۔ رہا باقی شرکاء کے حصوں کا نفع تو وہ ناجائز اور ملک خبیث ہو گا لہٰذا اس پر اس حصے کو اپنی ملکیت سے نکالنا واجب ہو گا جس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ نفع باقی شرکاء کو ان کے سرمایہ کے تناسب کے مطابق دے دے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو فقراء اور مساکین پر بلا نیت ثواب صدقہ کر دے کیونکہ یہ مال مغصوب سے حاصل ہونے والے نفع کے حکم میں ہے۔ اور اس کا حکم حضرات فقہاء کرام نے یہی بیان کیا ہے۔(1121)

4) بعض شرکاء/ ایک شریک مشترکہ نقود میں تصرف کرے اور بعض کی طرف سے اجازت ہو اور بعض کی طرف سے اجازت نہ ہو

بعض شرکاء یا کوئی ایک شریک نقودِ مشترکہ میں اس طرح کام کرے کہ دیگر شرکاء میں سے بعض کی طرف سے اجازت ہو اور بعض کی طرف سے نہ ہو اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ کام کرنے والا شریک کام کرتے وقت یہ نیت کرے کہ میں سب شرکاء کے لیے بطور شرکت کام کر رہا ہوں دوم یہ کہ یہ نیت نہ کرے۔

پہلی صورت میں ساری کمائی اور نفع سب شرکاء کے درمیان ان کے سرمایہ کے تناسب کے مطابق مشترک ہوگا اس لیے کہ جب اس نے یہ نیت کی کہ وہ اپنے لیے اور دوسرے شرکاء کے لیے بطور شرکت کام کر رہا ہے تو جن شرکاء سے اجازت نہیں لی ان کے حصے میں بھی تصرف اور کام کرنے سے غاصب شمار نہ ہوگا بلکہ یہ تصرف اور کمائی سب کی طرف سے ہوگی لہٰذا نفع سب شرکاء میں مشترک ہوگا۔

دوسری صورت میں حاصل ہونے والے نفع کا یہ حکم ہوگا کہ جن شرکاء نے اس کو اجازت دی تھی تو ان کے سرمایہ کے تناسب کے مطابق نفع ان کی ملکیت ہوگا لہٰذا وہ اس کے حقدار ہوں گے اور ان کے علاوہ باقی نفع اور کمائی کام کرنے والے شریک کا مملوک ہوگا لیکن اس کے لیے اس میں سے صرف اتنا حصہ حلال اور طیب ہوگا جتنا اس کے اپنے سرمایہ کے تناسب کے مقابلے میں آتا ہے باقی جو کمائی ان شرکاء کے حصوں سے حاصل ہوئی جنہوں نے اجازت نہیں دی تو وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگا بلکہ وہ ملک خبیث ہے جس کا ان شرکاء کو لوٹانا ضروری ہے بشرطیکہ اس پر قادر ہو ورنہ فقراء ومساکین کو صدقہ کردے۔ **(1122)**

(3)اثاثہ جات کا حکم

جتنے بھی اثاثہ جات ہوں وہ فروخت کیے جائیں اور انہیں نقد رقم میں تبدیل کیا جائے، اس میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شرکاء میں سے ہی کوئی ان اثاثہ جات کو موجودہ ریٹ(Current Rate) کے مطابق خرید لے اور خود بلاشرکت غیرے(Exclusively) ان اثاثوں کا مالک بن جائے۔ کاروباری اثاثہ جات کے بیچنے کے بعد جو رقم حاصل ہوگی اس میں سے پہلے ہر شریک کو اس کا رأس المال (یعنی اس نے جو سرمایہ کاروبار کے لیے دیا ہو) ادا کیا جائے گا اور اس کے بعد جو کچھ بچے گا اس میں سے مختلف قسم کے کاروباری خرچے نکالے جائیں گے، اس کے بعد جو کچھ بچے گا وہ نفع شمار ہوگا اور اس کو شرکاء کے درمیان معاہدے کے وقت طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ **(1123)**

سوال: شرکاء عقدِ شرکت کی ابتداء میں کیا یہ طے کرسکتے ہیں کہ کسی ایک شریک کے شرکت سے علیحدہ ہونے کی صورت میں اس وقت تک تمام اثاثوں کو تقسیم نہیں کیا جائے گا، یا انہیں نقد نہیں بنایا جائے گا، جب تک شرکاء کی اکثریت انہیں تقسیم کرنے یا نقد بنانے پر رضامند نہ ہو اس شرط کے مطابق اگر کوئی شریک شرکت سے علیحدہ ہونا چاہے تو اس کے اپنے سرمایہ کو واپس لینے کی صرف ایک شکل ہوگی کہ وہ اپنا حصہ کسی دوسرے شریک کو فروخت کردے، او وہ بقیہ شرکاء کو تمام اثاثے تقسیم کرنے یا نقد بنانے پر مجبور نہ کرسکے، کیا اس شرط کے ساتھ شرکت کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب: شرعی نقطہ نظر سے اگر ایسی شرط ابتدائے عقد میں لگادی جائے تو بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی، موجودہ دور اور جدید حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ایسی شرط عائد کرنے میں کوئی حرج نہ ہو، کیونکہ آج کل کی اکثر تجارتیں اس وقت کامیاب ہوتی ہیں جب ان میں بغیر کسی خلل کے پابندی اور مستقل مزاجی سے کام کیا جائے، اگر کسی ایک شریک کے

شرکت سے علیحدہ ہونے پر کاروبار کے تمام اثاثے تقسیم کردیے جائیں یا انہیں نقد بنادیا جائے تو اس میں بقیہ شرکاء کو ناقابل تلافی نقصان پہونچ سکتا ہے، خصوصا اگر کوئی کاروبار بہت بڑی رقم سے شروع کیا گیا، اور کئی شرکاء نے مل کر اتنی بڑی رقم ایک طویل المیعاد منصوبہ (Long trem profect) کے لیے بطور سرمایہ کاری (Investment) لگائی، اور پھر اس منصوبے کے بالکل ابتدائی زمانے میں کوئی شریک تمام اثاثے نقد بنوانا چاہے تو اگر اسے اس بات کا غیر مشروط اختیار دے دیا جائے کہ وہ جب چاہے شرکت سے علیحدہ ہو کر تمام اثاثے تقسیم یا نقد کروالے تو یہ نہ صرف بقیہ تمام شرکاء کے لیے ایک عظیم نقصان کا باعث بنے گا، بلکہ ملک وملت کی ترقی کے لیے ایک بڑی رکاوٹ اور خسارے کا سبب بنے گا، لہٰذا مذکورہ بالا شرط عائد کر کے بقیہ شرکاء کو عظیم ضرر اور نقصان سے بچانے میں کوئی شرعی قباحت معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ اِلا شرطاحَرَّم حلالاً أو أحلّ حرامًا۔ (1124)

مسلمانوں پر آپس کی شرطون کی پابندی لازم ہے، سوائے ایسی شرطوں کے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنادیں۔

(4) حقوق/مراعات کا حکم

شرکاء میں سے کوئی ایک شریک دوسرے شرکاء کو اطلاع دے کر اس شراکت داری سے نکل جائے، اس صورت میں جو نکلنے والا شریک ہوگا اس کا حصہ باقی شرکاء (سب مل کر یا ان میں سے بعض) خریدیں گے اور اس نکلنے والے شریک کو اس کے کاروباری سرمایہ اور نفع کی مد میں نقد رقم دے کر فارغ کیا جائے گا، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ باقی شرکاء کے علاوہ کوئی اور شخص اس نکلنے والے شریک کا حصہ خرید کر اس کی جگہ کاروبار میں شریک بن جائے، لیکن اس طرح کسی نئے آدمی کے شریک ہوجانے کے لیے سابقہ شرکاء کی رضامندی ضروری ہوگی، اس کے بغیر اگر کوئی نیا شخص شریک کیا گیا تو اس کو کاروباری شریک کی حیثیت نہیں دی جائے گی، ایسی صورت میں وہ سابق شریک (نکلنے والا شریک) ہی کاروبار شریک سمجھا جائے گا اور جو نفع ونقصان ہوگا وہ بھی (حسب سابق) اسی کے حصے میں آئے گا۔ **(1125)**

- اگر کوئی شریک کسی وجہ سے شرکت سے علیحدہ ہوجائے تو تجارت کے حقوق (دکان/تجارت کا نام وغیرہ) ومراعات سب شرکت پر برقرار رہنے والے کے ہوں گے۔

لہٰذا شرکت سے علیحدہ ہونے والا دکان یا اس کے نام یا آرڈر کا کوئی معاوضہ نہیں لے سکتا۔ آرڈر کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اس مشترک دکان سے کچھ مال طلب کیا ابھی تک اس کے پاس مال بھیجا نہیں گیا تھا کہ ایک شریک علیحدہ ہوگیا تو اس کو کوئی معاوضہ نہیں ملے گا۔ **(1126)**

(5)ذمہ داریاں

جب کوئی مشترکہ کاروبار ختم ہوجائے تو اس کے متعلق جن ذمہ داریوں کا وعدہ ہے وہ ختم ہوجائیں گی البتہ وہ حقوق جو کسی صحیح مال کا عوض ہیں یا شرائط کے تحت اس تجارت پر ثابت ہو چکے ہیں ان حقوق کی ادائیگی شرکاء کے ذمہ باقی رہے گی مثلاً دکان پورے سال کے لیے تھی، یا کسی سے خرید وفروخت لینا طے ہوا تھا اس شرط پر کہ پورے سو درجن لوں گا تو کاروبار ختم ہونے کی صورت میں ایسے حقوق کو ادا کر دینا تمام شرکاء کے ذمہ ہے۔**(1127)**

- مشترکہ تجارت کے شرکاء میں سے کسی کے ذمہ اگر کوئی ذاتی قرضہ وغیرہ ہو تو وہ تجارت سے متعلق نہ ہوگا البتہ حق دار کو یہ حق ہوگا کہ شریک مقروض کا مال جو تجارت میں لگا ہوا ہے اس میں سے اپنا حق وصول کرے۔**(1128)**

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مشق: شریک پارٹنر کے ساتھ ظلم وزیادتی، ناانصافی کرنا

❑ شرکت ملک

(کیا کسی شریک کو اس طرح کرنے کا اختیار ہوگا؟)

(1) ایک شریک کا دوسرے شریک کا حصہ فروخت کرنا ____________________

____

(2) ایک شریک کا اپنا حصہ کسی اور کو فروخت کرنا جبکہ دوسرے شریک کا ضرور ہو ____________________

____

(3) شریک کا اپنا حصہ کسی کو ہبہ کرنا جبکہ مشترک چیز قابل تقسیم ہو ____________________

____

(4) مشترک مال کو تقسیم کرنا جبکہ مشترک چیز قابل تقسیم ہو اور مثلی ہو ____________________

____

(5) مشترک چیز سے فائدہ اٹھانے کے لیے باری مقرر کرنا ____________________

____

(6) باری مقرر کرنے کے یہ دو طریقے ہوں گے:

1) ____________________

2) ____________________

(7) مشترک چیز پر خرچ کرنا جبکہ مشترک چیز قابل تقسیم نہ ہو ____________________

____

(8) مشترک چیز پر خرچ کرنا جبکہ مشترک چیز قابل تقسیم ہو اور دوسرا شریک راضی نہ ہو ____________________

____

(9) ایک شریک کا دین مشترک کے بدلے کوئی چیز خریدنا ____________________

____

(10) ایک شریک کا دین مشترک کا معاف کرنا ____________________

____

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

❑ شرکۃ العقد

(1) شرکۃ العقد کی تین قسمیں ہیں

1) ________________

2) ________________

3) ________________

(2) ان میں سے ہر ایک کی دو صورتیں ہیں

1) ________________

2) ________________

(3) صحیح اور غلط کی نشاندہی کریں

	صحیح	غلط
1) شرکت عقد میں ہر شریک دوسرے شریک کو اطلاع دے کر شرکت فسخ کرسکتا ہے۔	❑	❑
2) ہر شریک خرید وفروخت کے دیگر کاموں کے لیے وکیل نہیں رکھ سکتا ________	❑	❑
3) ہر شریک اجرت پر کام کرسکتا ہے۔ ________	❑	❑
4) ہر شریک شرکت کا مال مضاربت پر دے سکتا ہے ________	❑	❑
5) ہر شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوگا ________	❑	❑
6) کوئی شریک دوسرے شریک کا کفیل نہیں ہوگا ________	❑	❑
7) کوئی شریک اپنے قریبی رشتہ دار سے معاملات نہیں کرسکتا ________	❑	❑
8) ایک شریک نے مال ضائع کردیا تو دوسرا ذمہ دار نہیں ہوگا ________	❑	❑
9) شریک نے اگر قصداً شرکت کا مال ضائع کردیا تو ضامن ہوگا ________	❑	❑
10) جو تصرفات کاروبار کے لیے مضر ہو شریک کو اس کا بھی اختیار ہوگا ________	❑	❑
11) عقد شرکت میں طے شدہ شرائط کی پابندی لازم ہوگی ________	❑	❑
12) شرکت فاسدہ کی صورت میں نفع آدھا آدھا تقسیم ہوگا ________	❑	❑

(4) شرکت سے علیحدہ ہونے کا طریقہ کیا ہوگا؟

جواب: ________________

____

(5) عقد شرکت کے بعد کوئی شریک مشترک عقود میں تصرف کرے کہ تو جو منافع حاصل ہوگا اس کے یہ احکام ہوں گے:

1) سب شرکاء کی طرف سے اجازت ہو تو وہ ______________________________

____

2) کسی کی طرف سے بھی اجازت نہ ہو لیکن متصرف کا دیگر شرکاء منافع میں شامل کرنے کا ارادہ ہو تو ___________

____

3) بعض شرکاء کی طرف سے اجازت ہو بعض کی طرف سے نہ ہو تو ___________________

____

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مضاربت کے احکام

مضاربت کی قسمیں — مضارِب کی مختلف حیثیتیں — مضارِب کے اختیارات
مضارِب کے اخراجات — مضاربت ختم کرنے کے بعد کے احکام

❑ مضاربت کی دو قسمیں ہیں

(1) مضاربتِ مطلقہ (2) مضاربتِ مقیدہ

(1) مضاربت مطلقہ میں مضارب کو ان تمام امور کے اختیارات حاصل ہوں گے جو ایک تاجر کو تجارت میں حاصل ہوتے ہیں، مثلاً کام کیا کرنا ہے، کہاں، کس جگہ، کس وقت، کس طرح، کس کے ساتھ کرنا ہے۔ اس کے لیے اسے ربُّ المال (Capital Provider) سے مستقل اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ **(1129)**

(2) مضاربت مقیدہ وہ ہے جس میں رب المال کی طرف سے مضارب پر کام کیا کرنا ہے، کہاں، کس جگہ، کس وقت، کس طرح، کس کے ساتھ کرنا ہے سے متعلق کوئی پابندی لگائی گئی ہو۔ **(1130)**

❑ مضارب کی مختلف حیثیتیں اور ان کے احکام

مضارب جب مالِ مضاربت پر قبضہ کرے تو اس مال میں وہ امین ہوگا تصرف میں وکیل ہوگا نفع ہو تو اس میں شریک ہوگا۔ اور نقصان ہو تو بری ہوگا۔ اگر مضاربت فاسد ہو جائے تو اجیر (مزدوری کا مستحق ہوگا) اگر شرط یا عرف کے خلاف کام کرے تو ضامن ہوگا۔ **(1131)**

(1) امین (Trustee): سب سے پہلے مضارب رب المال کے دیے ہوئے سرمایہ کا امانت دار (امین) ہے، امین کا شرعی حکم یہ ہوتا ہے کہ وہ سرمائے کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہ کرے، اور اس کے باوجود کسی آسمانی آفت سے سرمایہ برباد ہو جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں آتا، مضارب بھی چونکہ امین ہے اس لیے کسی آسمانی آفت کے نتیجہ میں اگر سرمایہ برباد ہو جائے یا کم ہو جائے تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہے، البتہ اگر یہ نقصان اس کی کسی غفلت، کوتاہی یا بے تدبیری یا رب المال کی عائد کردہ شرائط کی مخالفت کی وجہ سے ہو تو پھر اس کے ذمہ تاوان آتا ہے۔ **(1132)**

(2) وکیل (Agent): مضارب کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ رب المال کے سرمایہ کو تجارت میں استعمال کرنے کے لیے رب المال کا وکیل (Agent) ہے اور رب المال اس کا موکل (principal) ہے، لہٰذا اس حیثیت میں اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے موکل یعنی رب المال کی تمام ہدایات کی پابندی کرے۔ **(1133)**

(3)شریک(Partner): مضارب کی تیسری حیثیت یہ ہے کہ جب تجارت کرنے کے نتیجہ میں سرمایہ بڑھ جائے یعنی نفع حاصل ہوجائے تو اس نفع میں وہ رب المال کا شریک ہے، اور طے شدہ تناسب سے نفع وصول کرنے کا حقدار ہے۔**(1134)**

(4)ضامن(Liable): مضارب کی چوتھی حیثیت اس وقت سامنے آتی ہے، جب وہ کاروبار میں کسی غفلت، کوتاہی، بددیانتی یا کسی شرط کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو، اس صورت میں وہ اپنی غلطیوں کے نتیجہ میں ہونے والے نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے، یعنی اگر مذکورہ افعال کے نتیجہ میں کاروبار میں نقصان ہوگیا تو مضارب کے لیے ضروری ہے کہ وہ رب المال کے نقصان کی تلافی کرے۔**(1135)**

- مضاربت میں نقصان ہونے کی صورت میں پہلے منافع سے نقصان پورا کیا جائے گا، اگر اس سے پورا نہ ہوسکے تو رأس المال سے پورا کیا جائے گا، مضارب پر کسی بھی صورت نقصان نہیں ڈالا جائے گا۔**(1136)**

(5)اجیر(Employee): مضارب کی پانچویں حیثیت اس وقت سامنے آتی ہے، جب مضاربت کے معاہدے میں کسی شرعی نقص کی وجہ سے مضاربت فاسد ہوجائے، اس صورت میں مضارب طے شدہ نفع کے بجائے اتنی اجرت کا حقدار ہوتا ہے، جو اس قسم کے کام کے لیے عام طور سے بازار میں لوگوں کو دیجاتی ہے۔

البتہ وہ اجرت اس منافع سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے جو اس کو صحیح مضاربت کی صورت میں ملتا، اسی طرح ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ اجرتِ مثل فاسد مضاربت میں اس وقت دی جاتی ہے جب کوئی نفع حاصل ہوا ہو، لیکن اگر اس صورت میں کوئی نفع ہی نہیں ہوا تو پھر کوئی اجرت نہیں دی جائے گی۔**(1137)**

مضاربت میں مضارب کو چار طرح کے تصرفات اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں

(1)وہ کام جو بلا اجازت بھی کرسکتا ہے: یہ اس وقت ہوگا جب رب المال نے مضارب پر کام، مکان طریقہ وغیرہ کے اعتبار سے کوئی پابندی نہ لگائی ہو، (یعنی مضاربتِ مطلقہ ہو) اور یوں کہا ہو کہ یہ مال لے لو اس سے مضاربت کرو۔ چنانچہ اس صورت میں مضارب کو خرید وفروخت، کرایہ داری، رہن، حوالہ وغیرہ تمام تصرفات کا اختیار ہوگا۔**(1138)**

(2)وہ کام جو اجازت سے بھی نہیں کرسکتا: اس سے مراد وہ تصرفات ہیں جن کی شرعاً اجازت نہیں ہے، جیسے مردار، خنزیر خون، شراب وغیرہ یا ان پر مشتمل اشیاء کی خرید وفروخت۔**(1139)**

(3)وہ کام جن کی صریح اجازت ہو تو کرسکتا ہے: اس سے مراد وہ تصرفات ہیں جو تاجر عام طور پر نہیں کرتے، جیسے کاروبار کے لیے رب المال کی اجازت کے بغیر قرض لینا۔**(1140)**

(4) وہ کام جن میں صراحتاً عمومی اجازت دی جائے تو کرسکتا ہے: اس وقت ہوگا جب رب المال مضارب سے کہے کہ آپ جو مناسب سمجھیں وہ کریں تو اس صورت میں وہ یہ کام کرسکتا ہے، اگرچہ صراحتاً ان کی اجازت نہیں ہو، جیسے: مضاربت، شراکت پر مال دینا۔**(1141)**

رب المال کے اختیارات

(1) رب المال اور مضارب آپس میں مضاربت کے مال/اثاثوں کی خرید وفروخت کرسکتے ہیں۔(1142)

(2) رب المال اور مضارب کے درمیان مرابحہ کے ساتھ خرید وفروخت جائز ہے۔(1143)

مضارب کو کس قسم کے اخراجات وصول کرنے کا اختیار ہوگا

(1) تجارت کے سلسلے میں وہ سفر جس میں رات گھر نہ لوٹ سکے اس کا خرچہ مضارب (اور وہ جو مضاربت میں مضارب کا معین ہو) مال مضاربت سے وصول کرے گا۔یعنی کھانا پینا اور کرایہ وغیرہ کے اخراجات مالِ مضاربت سے عرف کے مطابق نکالا جائے گا۔(1144)

مضارب نفع کا مستحق کب ہوگا

جب تک حساب نہ ہوجائے یا مضاربت کا معاملہ ختم نہ ہوجائے، مضارب نفع کا مالک نہ ہوگا۔لہٰذا اگر ایک چیز میں سو روپے کا فائدہ ہوا دوسری میں دوسو کا نقصان ہوا تو، اگر پہلی کا حساب ہوچکا تھا تو دوسری کا نقصان پورا رب المال کے ذمہ ہوگا، اگر ابھی تک حساب نہیں ہوا تھا تو سو کا جو نفع ہوا تھا اس کو منہا کر کے باقی سو روپے کا نقصان رب المال کے ذمہ ہوگا۔(1145)

مضاربت ختم کرنے کے بعد کے احکام

• **نقدی کا حکم:** جو نقد رقم موجود ہو اس میں مضارب مزید کوئی تصرف کرنے کا مجاز نہ ہوگا، اگر اس کے بعد پھر بھی کوئی خرید وفروخت کر لی تو اس کی ذمہ داری اور اس کا نفع ونقصان اس کے ساتھ خاص ہوگا۔

• **سامان کا حکم:** جتنے بھی سامان اور اموالِ تجارت ہوں وہ فروخت کیے جائیں اور انہیں نقد رقم میں تبدیل کیا جائے۔(1146)

• **تقسیم کا طریقہ:** مضاربت کا حساب کر کے اس طرح ختم کیا جائے گا کہ مضاربت کے جو قرض، واجب الاداء رقوم لوگوں کے ذمہ ہیں وہ وصول کی جائیں گی، مضارب اور سرمایہ کار نے دورانِ مضاربت جو نفع علی الحساب وصول کر لیا تھا، اسے بھی شمار کیا جائے گا، اور جب کل سرمایہ حاصل ہوجائے گا تو اس میں سے سرمایہ کار کا سرمایہ الگ کیا جائے گا، بقیہ رقم نفع کہلائے گی، اور یہ نفع مضارب وسرمایہ کار میں مقررہ قرارداد کے مطابق تقسیم ہوگا، اگر کچھ رقم باقی نہ بچے تو مضارب کو کچھ نہ ملے گا، اور اگر سرمایہ کار کی اصل سرامیہ کی رقم بھی پوری نہ ہوئی ہو تو دورانِ مضاربت اگر مضارب وسرمایہ کار نے نفع وصول کیا تھا وہ واپس لے کر سرمایہ میں ملایا جائے گا، اور اگر اصل سرمایہ پورا ہو کر کچھ رقم باقی بچ گئی تو وہ نفع ہے، اسے تقسیم کر لیا جائے گا، ورنہ مضارب کو کچھ نہیں ملے گا۔(1147)

مشق: مضاربت

(1) مضاربت کی دو قسمیں ہیں:

1) ____________________

2) ____________________

(2) مضارب کی پانچ حیثیتیں ہیں:

1) ____________________

2) ____________________

3) ____________________

4) ____________________

5) ____________________

(3) مضاربت میں مضارب کو چار طرح کے تصرفات اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں:

1) ____________________

2) ____________________

3) ____________________

4) ____________________

(4) مضاربت ختم کرنے کے بعد یہ احکام ہوں گے:

نقدی میں ____________________

سامان میں ____________________

تقسیم کے طریقے میں ____________________

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:6 کاروباری پڑوسی کے حقوق کے احکام

فصل:7 بیوی، بچوں والدین، زیر کفالت رشتہ داروں کے حقوق کے احکام

فصل:8 اپنی ذات کے حقوق کے احکام

المیزان مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن
MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

کاروباری پڑوسی کو اذیت تکلیف دینے اور خیانت کے احکام

سوال: کاروباری پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے اور خیانت کرنے کے کیا احکام ہیں؟

جواب: ہر شخص کو اپنی ملکیت میں مکمل تصرف کا حق حاصل ہے وہ جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے بشرطیکہ کوئی ایسا تصرف نہ کرے جس کی وجہ سے کسی اور کا نقصان ہو جائے۔ ورنہ نقصان کی صورت میں ضمان آئے گا۔(1148)

اگر مالک اپنی ملکیت میں کوئی ایسا تصرف کر رہا ہو جس سے دوسرے کی ملک کو نقصان پہنچ رہا ہو تو اس کو اس سے منع کیا جائے گا۔

● ہمارے فقہاء نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے کہ جس شخص نے عام لوگوں کی گزرگاہ پر راستہ روک کر دکان لگالی ہو اس سے کوئی چیز خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اس شخص نے چونکہ عوام کا حق غصب کر رکھا ہے لہٰذا اس سے سودا خریدنا اس کی غاصبانہ کارروائی میں تعاون ہے، اس لیے اس سے کوئی چیز خریدنا جائز نہیں، بعض دوسرے فقہاء اگرچہ اس حد تک نہیں گئے، لیکن انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ امید ہو کہ سودا نہ خریدنے سے اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائے تو اس سے واقعی سودا نہ خریدنا چاہیے۔(1149)

بیوی، بچوں، والدین، رشتہ داروں کو ان کے حصہ کا وقت صحیح نہ دینا

سوال: مرد کے لیے بیوی، بچے اور والدین کو چھوڑ کر بیرون ملک کاروبار کرنے کے لیے یا ملازمت کرنے کے لیے جانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا حکم زمانہ حالات اور لوگوں کی اغراض مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔

(1) اگر کوئی شخص معاشی مسائل سے دوچار ہو اور بہت زیادہ تلاش کرنے کے باوجود اسے اپنے ملک میں معاشی وسائل حاصل نہ ہوں حتی کہ وہ نانِ جویں کا بھی محتاج ہو جائے اور بیوی بچوں کا نان نفقہ پورا کرنے پر بھی قادر نہ ہو تو اس صورت میں ایسے شخص کے لیے بیرون ملک جانا جائز ہے، اس لیے کہ حلال کمانا بھی دوسرے فرائض کے بعد ایک فرض ہے جس کیلئے شریعت نے کسی مکان اور جگہ کی قید نہیں لگائی بلکہ عام اجازت دی ہے کہ جہاں چاہو رزق تلاش کرو۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

هُوَ الَّذِی جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ ذَلُولاً فَامْشُوا فِی مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِزْقِهِ وَإِلَيهِ النُّشُورُ۔ (ملک:15)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مسخر کر دیا ہے، لہٰذا تم اس کے مونڈھوں پر چلو پھرو، اور اس کا رزق کھاؤ، اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔

ایک اور جگہ قرآن کریم میں ہے:

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ۔ (الفاطر:12)

آپ دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرنے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ

فضل کی تلاش سے مراد دور دراز علاقوں کی طرف سمندری سفر کر کے تجارت کرنا ہے۔ **(1150)**

حدیث میں آتا ہے:

نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا تذکرہ فرمایا جو سمندر میں نکل گیا اور اس نے (تجارت کے ذریعے) حاجت پوری کی۔ **(1151)**

البتہ اس کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

1) چار ماہ سے زائد رہنے کی صورت میں بیوی رضامند ہو، بخوشی اجازت دے دے اور وہ صبر کرسکتی ہو فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اس لیے کہ چار مہینے میں ایک مرتبہ ملاقات بیوی کا حق ہے۔

2) شوہر کی غیر موجودگی میں بیوی اور اولاد دونوں کو جان عزت وآبرو کے اعتبار سے تحفظ حاصل ہو، خطرہ نہ ہو۔ اور دونوں کے نان نفقہ کا مکمل انتظام ہو۔ نیز یہ کہ اولاد کی تربیت کی مناسب ترتیب ہو، اس لیے کہ اولاد کی تربیت بھی اولاد کا حق ہے۔

3) والدین کے خرچ کا انتظام ہو وہ اگر ضعیف یا بیمار ہوں تو ان کی خدمت اور خبر گیری کے لیے کوئی اور موجود ہو اور سفر ایسا خطرناک نہ ہو جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو۔

4) اس بات کا اطمینان ہو کہ وہاں جا کر عملی زندگی میں دین کے احکام پر کاربند رہے گا۔ اور وہاں رائج شدہ منکرات وفواحش سے محفوظ رہے گا۔ (1152)

(2) اگر کسی شخص کو اپنے ملک اور شہر میں اس قدر معاشی وسائل حاصل ہیں، جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر کے لوگوں کے معیار کے مطابق زندگی گزار سکتا ہے۔ لیکن صرف معیارِ زندگی بلند کرنے کی غرض سے اور خوشحالی اور عیش وعشرت کی زندگی گزارنے کی عرض سے کسی غیر مسلم ملک کی طرف ہجرت کرتا ہے تو ایسی ہجرت کراہت سے خالی نہیں، اس لیے کہ اس صورت میں دینی یا دنیاوی ضریات کے بغیر اپنے آپ کو وہاں رائج شدہ فواحش ومنکرات کے طوفان میں ڈالنے کے مترادف ہے اور بلاضرورت اپنی دینی اور اخلاقی حالت کو خطرہ میں ڈالنا کسی طرح بھی درست نہیں اس لیے کہ تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جو لوگ صرف عیش وعشرت اور خوش حالی کی زندگی بسر کرنے کے لیے وہاں رہائش اختیار کرتے ہیں ان میں دینی حمیت کمزور ہوجاتی ہے چنانچہ ایسے لوگ کافرانہ محرکات کے سامنے تیز رفتاری سے پگھل جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے حدیث شریف میں شدید ضرورت اور تقاضے کے بغیر مشرکین کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت سمرۃ بن جندب ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

مَن جَامَعَ الْمُشرِکَ وسکنَ معه فِإنّهُ مثلُهُ۔ (1153)

جو شخص مشرک کے ساتھ موافقت کرے اور اس کے ساتھ رہائش اختیار کرے وہ اسی کے مثل ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

أَنَا بَرِيئٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ لِمَ؟ قَالَ: لَاتَراءى نَارَاهُما۔ (1154)

میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں، جو مشرکین کے درمیان رہائش اختیار کرے صحابہ ؓ نے سوال کیا یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام کی آگ اور کفر کی آگ دونوں ایک ساتھ

نہیں رہ سکتیں۔تم یہ امتیاز نہیں کرسکو گے کہ مسلمان کی آگ ہے یا مشرکین کی آگ ہے۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں:

> اہل علم اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دارالاسلام اور دارالکفر دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے، لہٰذا کسی مسلمان کے لیے کافروں کے ملک میں ان کے ساتھ رہائش اختیار کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ جب مشرکین اپنی آگ روشن کریں گے اور یہ مسلمان ان کے ساتھ سکونت اختیار کیے ہوئے ہوگا تو دیکھنے سے یہی خیال کریں گے یہ بھی انہیں میں سے ہے۔علماء کی اس تشریح سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ اگر کوئی مسلمان تجارت کی غرض سے بھی دارالکفر جائے تو اس کے لیے وہاں پر ضرورت سے زیادہ قیام کرنا مکروہ ہے۔(1155)

اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> اپنی اولاد کو مشرکین کے درمیان مت چھوڑو۔(1156)

اسی وجہ سے فقہاء فرماتے ہیں کہ صرف ملازمت کی غرض سے کسی مسلمانوں کا دارالحرب میں رہائش اختیار کرنا، اور ان کی تعداد میں اضافہ کا سبب بننا ایسا فعل ہے جس سے اس کی عدالت مجروح ہوجاتی ہے۔(1157)

سوال: مرد کے لیے کاروبار میں اس طرح مشغول ہونا جس کی وجہ سے بروقت گھر نہ آسکے رات کو دیر سے آئے، گھر میں آنے کے بعد بھی کاروباری مشغولیت میں لگ جائے یا دیگر مشغولیات یا تھکاوٹ وغیرہ کی وجہ سے گھر والوں کو توجہ نہ دینا اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنا اور اس کا معمول بنالینا اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسلام میں شادی کے بعد بیوی بچوں کو وقت دینا ان کی خبر گیری کرنا بھی مرد کی ذمہ داریوں میں ہے اور اس پر لازم ہے جس طرح بیوی بچوں کا نان نفقہ رہائش مرد کے ذمہ ہے۔لہٰذا شوہر کا بیوی بچوں کو ان کے حصہ کا وقت نہ دینا یا پورا نہ دینا، توجہ نہ دینا، غیر شرعی طرز عمل اور ان کی حق تلفی ہے جو کہ جائز نہیں۔(1158)

المرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

اپنی صحت، قوت ذہنی، یکسوئی اور عزت نفس کا خیال نہ رکھنے کے احکام

سوال: ایسا کاروبار یا پیشہ اختیار کرنے کا کیا حکم ہے؟ جس پر حکومت کی طرف سے پابندی ہو اور خلاف ورزی کی صورت میں جان جانے کا خدشہ ہو؟

جواب: اگر حکومت عوام کے مفاد کی خاطر کسی چیز کی تجارت پر یا کسی پیشے پر پابندی عائد کردے تو اس سے بچنا شرعاً بھی اور قانوناً بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ایسا کاروبار کرنا ناجائز ہے جس میں حکومت کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہو اور جان جانے کا خطرہ ہو۔ علماء نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔(1159)

سوال: کاروبار اور کمائی میں اس طرح مشغول ہونا کہ جس کی وجہ سے صحت، قوت، ذہنی یکسوئی متاثر ہو جائے، جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: اگر کسی کاروبار یا پیشے میں مشغول ہونے سے صحت، قوت، ذہنی یکسوئی میں خلل آجاتا ہو جس کی وجہ سے انسان کے فرائض اور ذمہ داریاں متاثر ہو جائیں اور یہ خلل یقینی اور شدید ہو تو ایسا کاروبار یا پیشہ اختیار کرنا ناجائز ہے اور اگر اس حد تک خلل نہ آتا ہو تو مکروہ ہے۔(1160)

اگر بندہ کے اختیار کے بغیر منجانب اللہ ایسے واقعات پیش آجائیں جن سے یہ مقاصد صحت، قوت، یکسوئی، وغیرہ برباد ہو جائیں تو پھر ان مصائب پر ثواب ملتا ہے اور غیبی مدد بھی ہوتی ہے، پریشانی نہیں ہوتی۔ اس لیے ان پر صبر کرلیں اور خوش رہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سب کے ساتھ ایسا معاملہ ہوا ہے جس سے قرآن اور حدیث بھرے ہوئے ہیں۔(1161)

سوال: ایسا پیشہ یا کاروبار اختیار کرنا جس میں انسان کی عزت نفس مجروح ہوتی ہو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: محض مال بڑھانے کی حرص میں کوئی ایسا پیشہ اختیار کرنا یا قانونی پابندی کو پامال کرنا جس کے نتیجہ میں انسان کی توہین، تحقیر، تنقیص ہوتی ہو ناجائز ہے۔(1162)

مشق

(1)اپنی دوکان میں کوئی ایسا تصرف کرنا جس سے پڑوسی کو تکلیف ہو یا اس کا نقصان ہو جائے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:____________________

(2)جو شخص معاشی تنگی سے دوچار ہو اس کے لیے بیرون ملک (کافروں کے ملک) کمانے کے لیے جانا کن شرائط کے ساتھ جائز ہے؟

1)____________________

2)____________________

3)____________________

4)____________________

(3)معیار زندگی بلند کرنے یا عیش وعشرت کی زندگی گزارنے کے لیے بیرون ملک کمانے کے لیے جانے کا کیا حکم ہے؟

جواب:____________________

(4)مندرجہ ذیل کاروبار کا کیا حکم ہے؟

1)ایسا کاروبار جس پر حکومت کی طرف سے پابندی ہے ہو:____________________

____

2)ایسا کاروبار جس میں صحت، قوت ذہنی یکسوئی متاثر ہوتی ہو:____________________

____

3)ایسا کاروبار جس میں انسان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہو:____________________

____

باب:۔2

ناحق کسی کا مال ہتھیا لینے کے احکام

فصل:1 لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب کے احکام

فصل:2 سود کی حقیقت اور احکام

فصل:3 جوے کی حقیقت اور احکام

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن
MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:1

لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب کے احکام

(1) غصب کی توبہ سے متعلق احکام
(2) غصب شدہ چیز/اس کی قیمت لوٹانے سے متعلق احکام
(3) غصب شدہ چیز کے استعمال وتصرف کے احکام
(4) غاصب اور مالک میں اختلاف کی صورت میں احکام
(5) بیعانہ غصب کرنے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب (حرام بلاعوض، ملک غیر) کا مرتکب ہو جائے تو اس کے لیے شرعاً کیا احکام ہوں گے؟

جواب: اگر کوئی شخص لوٹ مار، بھتہ خوری اور غصب کا مرتکب ہو جائے تو اس کے لیے شرعاً مختلف جہتوں سے مختلف احکام ہیں۔جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) غصب کی توبہ سے متعلق احکام

لوٹ مار کرنے والا، بھتہ خور اور غصب کرنے والا اپنے عمل کے ذریعہ سے شرعی احکام کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ بندہ کی حق تلفی کا بھی مرتکب ہو جاتا ہے۔

اس لیے اس پر شرعی احکام کی خلاف ورزی کی وجہ سے گناہ لازم آئے گا، جس کے ازالہ کے لیے توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ:

گزشتہ پر ندامت ہو آئندہ کے لے اس قسم کے عمل سے اجتناب کا پکا عزم ہو اور اس کے ساتھ ساتھ بندے کی حق سے بری الذمہ ہونے کے لیے درج ذیل 4 صورتوں میں سے ایک صورت پر عمل کیا جائے۔

(1) اگر غصب شدہ چیز موجود ہو تو اصل مالک کو واپس کر دے اگر وہ زندہ ہو ورنہ اس کے ورثاء کو اگر معلوم ہوں، اگر ورثاء بھی معلوم نہ ہوں تو ان کی طرف سے (یعنی حقدار کے حق ادا کرنے کی نیت سے) مستحقین زکوۃ کو صدقہ کر دے اور ثواب

کی نیت بالکل نہ کرے۔

(2) اگر غصب شدہ چیز ضائع ہوگئی تو اس کا ضمان ادا کردے۔

(3) مالک سے معافی تلافی کرے۔ یعنی اگر ارباب حق کا حق ضائع ہوگیا ہے نہ اصل حق موجود ہے نہ اتنی استطاعت ہے کہ ارباب حق کا حق ادا کر سکے بلکہ اب ناجائز مال لینے والا یا کھانے والا خود فقیر ہوگیا ہے۔ حق ادا کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو اس صورت میں اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے اور روئے پھر صاحب حق اگر زندہ ہے تو اس کی طرف رجوع کرے اور اس سے حق معاف کرائے۔ اگر وہ خود نہیں تو اس کے ورثاء سے معافی مانگے۔ جبکہ حقدار یا اس کے ورثاء سے ملاقات ممکن ہو۔

(4) اور اگر معافی کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں ہے یعنی حقدار سے ملاقات کسی طرح ممکن نہیں تو اس کے لیے دعائے مغفرت اور استغفار کرے صاحب عذر کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ہر آدمی کے دل کے حال کو بھی خوب دیکھ رہا ہے۔ اگر خدا چاہے گا تو اس کی نافرمانی کا گناہ معاف کردے گا اور جس بندہ کا قصور کیا ہے اس سے معافی کا بندوبست بھی روز قیامت کردے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ حقدار مسلمان ہو۔

لیکن حقدار اگر کوئی غیر مسلم ہے تو اس کو بھی مال / حق پہنچانا ضروری ہے۔ اگر حق پہنچانے کا کوئی امکان نہیں تو اس صورت میں اس کا مال فئی کے حکم میں ہے۔ لہٰذا حکومت کے کسی ادارہ میں دیدے یا کسی فقیر غریب کو دیدے یا کسی رفاہ عام کے ادارے میں دیدے کافروں کے حقوق میں اتنی گنجائش ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو دینا ضروری نہیں ہے کسی بھی کار خیر میں دے سکتا ہے۔ **(1163)**

وہ حرام مال جو بالعوض رضامندی سے حاصل کیا ہو عند البعض اس کو اصل مالک کو لوٹانا جائز نہیں، صدقہ کرنا ضروری ہے۔ **(1164)**

- **ایک کمزور عذر اور اس کا حل:** بعض لوگ عزت دار ہوتے ہیں۔ لاعلمی یا جہالت ونادانی کی بناء پر بے شمار مال حرام اور سرمایہ ناجائز ذرائع سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے مثلاً کسی کا مال چرایا، یا غصب کیا۔ یا خیانت، رشوت، اور دھوکہ سے حاصل کیا۔ اب ان کو خدا کا خوف آگیا ہے۔ مال حرام سے پاک اور بری ہونا چاہتے ہیں۔ اصل مالک یا مالکان کا مال پہنچانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ بھی چاہتے ہیں کہ مال حاصل کرنے کے سبب اور طریقہ کو ظاہر نہ کرنا پڑے۔ تو اس کا حل بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔

اولاً: جس جرم کے بدلے میں روز قیامت میں سب کے سامنے رسوائی ہو سکتی ہے، جہنم میں جانے کا اندیشہ غالب ہے۔ ایسے جرم کا اگر صاحب حق کے سامنے اقرار کرلے۔ اور اس سے معافی بھی مانگ لی جائے تو یہ بہت بڑی رسوائی نہیں ہے۔ اس سے وقار گرے گا نہیں بلکہ بلند ہوگا۔ اس سے حقیقتاً عزت نہیں جائے گی بلکہ عزت ملے گی۔ خوف خدا کی وجہ سے

جو کام کیا جاتا ہے اس سے عزت جاتی نہیں بلکہ عزت میں اضافہ ہوتا ہے، پھر بھی اگر کسی کو شیطانی وسوسے غالب ہوں اور اصل بات کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔
تو اس کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا بھی جائز ہے کہ صاحب حق کا حق ہدیہ اور تحفہ کے نام سے واپس دیدے۔ یا وصیت کر کے جائے کہ اس کو اتنا مال ہدیہ میں دیدیا جائے۔ یا مالک کو کوئی چیز واجب الاداءحق کے برابر قیمت والی، فروخت کر کے بعد میں اس کو کہہ دے آپ کو یہ چیز ہدیتاً دی ہے۔ آپ سے قیمت نہیں لینی ہے۔ غرض یہ کہ نیت تو واجب حق کی ادائیگی کی ہو، لیکن دینے کا عنوان کچھ بھی ہو تو جائز ہے۔ اصل مقصد حق دار کو حق پہنچانا ہے۔ باقی ان کے ساتھ اگر زیادتی بھی ہوگئی تھی تو دنیا میں اس کی معافی تلافی ہو جانا چاہیے۔ یہ سب سے بہتر طریقہ ہے۔ **(1165/1)**

● **ایک اہم شبہ:** بعض لوگ حرام اور ناجائز ذرائع سے مال اور جائیداد حاصل کرنے والوں کو اپنے مال اور جائیداد کو پاک کرنے کے واسطے یہ حیلے بتاتے ہیں۔
کہ کسی حلال آمدنی والے سے پورے ماہ کے اخراجات کے لیے قرض لے کر کام چلائیں اور قرض دار کا قرض اپنے حرام مال سے ادا کر دیں اس طرح حرام کھانے سے بچ جائیں گے۔ اور مال کی تطہیر بھی ہو جائے گی۔ اس میں بعض محتاط قسم کے بزرگ حضرات یہ بھی بتاتے ہیں کہ اپنی ضروریات کے لیے کسی غیر مسلم سے قرض لے اور حرام مال میں سے غیر مسلم کو قرض کی ادائیگی کر دے اس طرح حرام کھانے سے بچ جائے گا۔ اپنا کام چلتا رہے گا اور اس طرح کا تبادلہ اپنے تمام مال حرام کا اگر کرلے گا تو اس سے تمام مال پاک ہو جائے گا۔ اور اس سلسلے میں بعض کتابوں کے حوالے بھی پیش کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر حرام خوری سے بچنے کے لیے یہ حیلے استعمال کیے جائیں تو کیا حرج ہے۔

شبہ کا جواب: اس طرح تبدیلی ملک سے اگر چوری ڈکیتی، رشوت، غصب، ظلم، سود، جوا، خیانت، دھوکہ سے حاصل کردہ مال حلال کیا جا سکتا ہے تو اس بارے میں کوئی قرآن کی آیت یا حدیث یا ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ سے کوئی روایت ضرور ملتی لیکن ایسی کوئی آیت یا حدیث یا روایت فقہیہ قطعاً نہیں ہے۔ **(1165/2)**

● **ایک گنجائش:** اگر کسی شخص کی ساری کمائی حرام ہو، سود یا رشوت لینے یا دیگر ناجائز معاملات کرنے کی وجہ سے، پھر حرام مال کو ان کے حقیقی مالکوں کو لوٹانا بھی ممکن نہ ہو اسی اثناء میں اس شخص کو حرام کمانے سے توبہ کی توفیق بھی ہوگئی لیکن فی الوقت اس شخص کے پاس اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حوائج وضروریات کو پورا کرنے کے لیے حرام کمائی کے علاوہ کوئی حلال مال موجود نہیں تو ایسے شخص پر شرعاً فقراء ومساکین کے احکام جاری ہوں گے کیوں کہ اس شخص کی ملکیت میں کوئی حلال مال موجود نہیں ہے اور جو مال اس کے پاس ہے شرعی نقطہ نظر سے وہ اس کی ملکیت نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کے لیے اس حرام کمائی میں تصرف کرنا جائز ہے جب تک اس کے پاس بقدر نصاب زکوٰۃ حلال مال نہ آجائے۔ البتہ بعد میں جب اس کے پاس حلال مال آجائے تو حرام مال میں سے جتنا اس نے استعمال کیا اسے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ اور اگر وہ مال حلال اس کی

ضروریات کے لیے ناکافی ہوتو اس کے لیے جائز ہے کہ اپنے پاس موجود مال حرام میں سے بطور قرض کے کچھ لے لے پھر بعد میں اتنا مال فقراء کو صدقہ کر دے۔

واضح رہے کہ مذکورہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ مال حرام کے مالک معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صدقہ کرنا واجب ہو۔لیکن اگر مالک معلوم ہو جیسے مال مغصوب تو ایسی صورت میں غاصب پر نہ تو فقراء و مساکین کے احکام جاری ہوں گے اور نہ ہی اس کے لیے بطور قرض کے استعمال جائز ہوگا بلکہ بہرصورت اس مال کو اس کے مالک تک پہنچانا واجب ہوگا۔ نیز مذکورہ حکم پر کہ حلال مال نہ ہونے کی وجہ سے حرام کمائی سے ضرورت پوری کر سکتا ہے یہ مسائل بھی متفرع ہوتے ہیں کہ اگر حرام مال کو آگے فروخت کیا یا کسی کو ہبہ کیا تو خریدار اور جس کو ہبہ کیا ہے اس کے لیے اس مال کو لینا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر امام کی اجازت سے یا مفتی سے فتویٰ لینے کی بنیاد پر حرام مال بطور قرض لے کر اس سے خرید و فروخت اور ہبہ وغیرہ کا معاملہ کرتا ہے تو دوسرے معاملہ کرنے والوں کے لیے اس مال سے فائدہ اٹھانا بلا کراہت جائز ہے۔**(1166)**

(2) غصب شدہ چیز/اس کی قیمت لوٹانے سے متعلق احکام

(1) ان صورتوں میں بعینہ غصب شدہ چیز لوٹانا ہوگی

- **غصب شدہ چیز بعینہ موجود ہو:** اگر غاصب کے پاس غصب شدہ چیز صحیح سالم حالت میں موجود ہو اور اس میں کوئی کمی زیادتی یا ضائع نہ ہوئی ہو تو غاصب پر لازم ہے کہ بعینہ وہی چیز فوراً مالک کو واپس کرے۔اور مالک کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس چیز کو قبول کرے، مالک کے لیے اس کی قیمت کے مطالبے کا اختیار نہیں ہوگا۔**(1167)**
- **غاصب غصب شدہ چیز آگے فروخت کرے یا کسی کو دیدے:** غاصب نے ایک چیز غصب کی پھر یہ چیز آگے کسی بھی مالیاتی معاملے کے تحت دوسرے کی طرف منتقل کر دی اور وہ چیز موجود ہو تو مالک اس کو واپس اپنی ملکیت اور قبضہ میں لے آئے اور غاصب نے جس شخص سے اس چیز کے عوض رقم وصول کی ہو وہ شخص غاصب پر رجوع کرے گا۔**(1168)**
- **حاصلات بھی موجود ہوں:** اگر غصب شدہ چیز سے غاصب نے کمائی کی ہو، مثلاً غصب کی زمین میں زراعت کر کے غلہ حاصل کیا ہو یا غصب کی چیز کرایہ پر دے کر کرایہ حاصل کیا ہو یا غصب شدہ چیز میں اضافہ ہو جائے، مثلاً جانور نے بچے جن دئے وغیرہ اور یہ حاصلات کمائی موجود ہو تو یہ حاصلات اور کمائی بھی اصل چیز کے ساتھ اس چیز کے مالک کو دینا لازم ہوگا۔**(1169)**
- **غصب شدہ چیز موجود ہو، حاصلات موجود نہ ہوں:** اگر غصب شدہ چیز میں غاصب کے ہاں کچھ اضافہ ہو گیا اور واپسی سے پہلے وہ اضافہ ضائع ہو گیا تو اس کا ضمان غاصب پر نہیں آئے گا، صرف بعینہ غصب شدہ چیز لوٹا دے۔**(1170)**
- **مثل موجود ہو:** اگر غصب شدہ چیز غاصب کے ہاتھ میں ضائع ہو جائے لیکن اس کی مثل یعنی اس جیسی چیز بازار میں ملتی

ہو جیسے اناج، ڈرائی فروٹ، کپڑوں کے تھان اس طرح وہ تمام چیزیں جن کی بناوٹ اور کوالٹی ایک جیسی ہو، مثلاً موبائل وغیرہ۔تو غاصب پر لازم ہے کہ اس کی مثل واپس کرے۔(1171)

● **غصب شدہ چیز بعینہ موجود ہو لیکن قیمت میں کمی آجائے:** اگر غصب شدہ چیز کی قیمت میں مارکیٹ کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے کوئی کمی آجائے تو غاصب پر اس کی وجہ سے کوئی ضمان لاگو نہیں ہوگا وہی غصب شدہ چیز لوٹا دے۔(1172)

● **غصب شدہ چیز بعینہ موجود ہو غاصب نے اس سے فائدہ اٹھایا ہو:** اگر غاصب نے غصب شدہ چیز کو استعمال کیا تو اس کے منافع کا کوئی بدلہ کرایہ کی صورت میں دینا لازم نہیں ہوگا۔بس بعینہ وہی غصب شدہ چیز لوٹا دے۔(1173)

● **مسئلہ:** غاصب کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ غصب شدہ چیز اسی جگہ اصل مالک کو واپس کرے جہاں اس نے غصب کی تھی، اگر اس کے نقل وحمل پر کچھ اخراجات آتے ہوں تو وہ بھی غاصب برداشت کرے، البتہ غصب شدہ چیز کی واپسی کرتے وقت اس کے مالک کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ چیز میں نے آپ سے غصب کی تھی اور اب اس کو واپس کرنا چاہتا ہوں، بلکہ کسی بھی نام اور کسی بھی طریقے سے یہ چیز اس کے ہاتھ میں پہنچائی جائے تو غاصب کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔(1174)

(2) ان صورتوں میں غصب شدہ چیز کی قیمت (ضمان) لوٹانا ضروری ہے

● **غصب شدہ چیز بعینہ یا اس کی مثل موجود نہ ہو:** اگر غصب شدہ چیز غاصب کے ہاتھ میں ضائع ہو جائے یا وہ خود ضائع کردے اور اس کی مثل بھی موجود نہ ہو تو اس صورت میں غاصب پر لازم ہے کہ غصب شدہ چیز کی قیمت مالک کو ادا کرے جیسا کہ مویشی، رہائشی فلیٹ وغیرہ۔(1175)

● **غاصب غصب شدہ چیز آگے فروخت کرے یا کسی کو دیدے اور وہ ضائع ہو جائے:** اس صورت میں مالک کو اختیار ہے چاہے اصل غاصب کو ضامن بنائے، چاہے اُس شخص سے ضمان لے جس نے غاصب سے (کسی بھی مالیاتی یا غیر مالیاتی معاملے کے ذریعے) یہ چیز وصول کی ہو، ایسی صورت میں مزید تفصیل یہ ہوگی کہ اس دوسرے شخص نے اگر یہ چیز اپنے ہی فائدہ کی خاطر وصول کی ہو اور اس سے غاصب کا کوئی فائدہ نہ ہو، مثلاً غاصب نے یہ چیز ہبہ یا صدقہ کے طور پر اسے دی ہو یا عاریت کے طور پر استعمال کے لیے دی ہو اور پھر یہ چیز ضائع ہوگئی ہو تو اس صورت میں مالک اس (چیز وصول کرنے والے) سے جو ضمان وصول کرے گا وہ یہ تاوان غاصب سے نہیں لے سکتا اگر چہ اسے چیز لیتے وقت یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز غصب کی ہے۔

اگر معاملہ کی نوعیت یہ ہو کہ غاصب نے آگے یہ چیز جو دی ہو اس میں غاصب کا بھی فائدہ پایا جاتا ہو، مثلاً اس نے یہ چیز فروخت کر کے یا اجارہ پر دے کر قیمت یا اجرت وصول کی ہو، یا گروی کے طور پے دے کر اپنے اوپر واجب الاداء حق کی

ضمانت کرائی ہو، یا کسی کو حفاظت کی غرض سے بطور حفاظت دی ہو تو ایسی صورت میں اگر اصل غاصب سے ضمان وصول کیا جائے گا تو وہ آگے کسی اور سے مطالبہ نہیں کر سکے گا، لیکن اگر لینے والے سے ضمان لیا جائے تو اسے غاصب پر رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ ہاں ان کا آپس میں اتنا فرق ہوگا کہ خریدار کے علاوہ باقی لوگ تو پورے اُس ضمان کو غاصب سے وصول کریں گے جو انہوں نے ادا کیا ہو، جبکہ خریدار صرف غاصب کو ادا کردہ قیمت کی حد تک مطالبہ کر سکے گا اگر اس سے زائد اس نے بطور ضمان ادائیگی کی ہو تو اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔(1176)

- **غصب شدہ چیز غاصب سے کوئی اور شخص غصب کرے:** اگر غاصب سے یہ چیز دوسرے نے غصب کی ہو تو ایسی صورت میں جب اصل غاصب سے ضمان وصول کیا جائے تو اسے حق حاصل ہوگا کہ غاصب ثانی سے اس ضمان کی مقدار وصول کرے، البتہ اگر غاصب ثانی سے ضمان وصول کیا جائے تو وہ پھر غاصب اول پر رجوع نہیں کر سکتا، خواہ غاصب ثانی کو پہلے کے غاصب ہونے کا علم ہو یا نہ ہو کیونکہ ضابطہ ہے کہ جہل اور لاعلمی کی وجہ سے کسی کے اوپر سے ضمان ساقط نہیں ہوتا۔(1177)

- **تصرف (تعمیر) کرلیا ہو:** اگر غاصب نے غصب شدہ چیز میں اضافہ کیا تو ان اضافہ جات کو ہٹانے کا اختیار بھی مالک کو حاصل ہے، خواہ یہ اضافہ اصل چیز سے قیمت میں کم ہو یا زیادہ۔ البتہ اگر ان اضافہ جات کے ہٹانے اور ختم کرنے سے غاصب کا بہت زیادہ نقصان ہوتا ہو تو ایسی صورت میں بعض فقہائے احناف کی رائے کے مطابق مالک کو اس کی چیز کی قیمت دی جائے گی اور غاصب کے تصرفات کو برقرار رکھا جائے گا۔ لہٰذا اگر کسی نے زمین غصب کی ہو اور اس پر اتنا زیادہ تعمیراتی کام کیا ہو کہ ان تعمیرات کی قیمت زمین کی قیمت سے زیادہ ہو تو ایسی صوت میں ان تعمیرات کو گرانے کے بجائے زمین کے مالک کو اس کی زمین کے مارکیٹ ریٹ کے مطابق مناسب قیمت دی جائے گی اور تعمیرات کو برقرار رکھا جائے گا۔ اسی طرح اگر غاصب اپنے تصرفات ہٹانا چاہتا ہے لیکن اس کے ہٹانے سے مالک کی چیز کو نقصان لاحق ہوتا ہو تو بھی غاصب کو اپنی چیزیں ہٹانے کا اختیار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اسے اس کی چیزوں کے اصل میٹریل اور بنیادی اخراجات کے حساب سے قیمت دی جائے گی اور ان چیزوں کا مالک ہی اصل مالک قرار پائے گا۔(1178)

- **تصرف (تغیر، تبدیلی) کرلیا ہو:** اگر غصب شدہ چیز میں غاصب یا کسی اور شخص کے عمل سے تغیر یا تبدیلی واقع ہو جائے اور اس تغیر اور تبدیلی کی وجہ سے اس چیز کی ذات، اس کے منافع واستعمالی فوائد اور اس کا نام تبدیل ہو جائے، مثلاً چمڑا غصب کیا تھا اور اس سے جوتے بنائے، لوہا غصب کیا تھا اور اس سے کوئی اوزار بنایا تو پھر ایسی صورت میں مالک اس تبدیل شدہ چیز کو لینے کا حقدار نہیں، بلکہ اسے صرف ایک ہی حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنی غصب شدہ چیز کا مثل یا اس کی بازاری قیمت وصول کرے، نیز ایسی صورت میں غاصب کے مالک ہونے کے باوجود غاصب کے لیے اس چیز کا کوئی بھی استعمال اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک وہ اس کا تاوان مغصوب منہ (مالک) کو ادا نہ کردے یا اسے کسی اور طریقے

سے راضی نہ کر دے۔ اگر غاصب نے غصب والی چیز دوسری چیز کے ساتھ اس طرح خلط (Mix) کر دی ہو کہ امتیاز ممکن نہ ہو تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہوگا۔(1179)

- **غصب شدہ چیز سے فائدہ اٹھایا (مالِ وقف/ یتیم، کرایہ پر استعمال ہونے والی چیز):** اگر غصب شدہ چیز وقف کی ہو یا یتیم کی ہو یا کرایہ پر دینے کے مقصد سے ہی رکھی ہو۔ (جیسے کوئی مکان کرایہ کے لیے رکھا ہو یا جیسا کہ ڈیکوریشن کا سامان کوئی غصب کر کے استعمال کرے) تو اس کے استعمال پر عرف کے مطابق کرایہ دینا لازم ہوگا۔(1180)
- **غصب شدہ چیز کی بڑھوتری ضائع کر دے:** اگر غصب شدہ چیز میں بڑھوتری ہو جائے اور غاصب اسے ضائع کر دے، مثلاً جانور بچے جن دے اور غاصب اس کو بیچ دے، یا اس کا دودھ استعمال کرے تو اس صورت میں غاصب پر اس بڑھوتری کی قیمت لازم ہوگی۔(1181)
- **مسئلہ:** ضمان کی ادائیگی کس دن کے حساب سے کی جائے گی؟ اس حوالے سے مختلف آراء ہیں، حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ غصب کی تمام صورتوں میں غصب کے دن کی قیمت لگائی جائے گی یہ رائے دلائل کے لحاظ سے مضبوط اور عمل کے لحاظ سے آسان ہے، لہٰذا اس کو اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے۔(1182)

(3) دونوں قسم (غصب شدہ چیز لینے/ قیمت لینے) کے اختیار ہوں گے

- **غصب شدہ چیز میں ایسی تبدیلی ہو جائے کہ نام بدل جائے:** اگر غصب شدہ چیز میں خود بخود کوئی ایسی بڑی تبدیلی ہو جائے جس کی وجہ سے اس کا نام تبدیل ہو جائے، جیسے: انگور سے شیرہ بن جائے، کھجور سے چھوارے بن جائیں۔ تو اس صورت میں مالک کو اختیار ہوگا چاہے تو وہی چیز واپس لے لے چاہے تو اس کی قیمت لے لے۔ (1183)

(4) مالک کو بعینہ چیز لے کر فرق وصول کرنے کا اختیار ہے

- **غصب شدہ چیز میں معمولی تبدیلی ہو جائے:** اگر غاصب نے مغصوبہ چیز میں کوئی ایسی تبدیلی کر دی جس کی وجہ سے اس کا کوئی وصف تبدیل ہو گیا ہو اور اس کی قیمت میں ایک چوتھائی سے کم تک کمی آ گئی ہو، جیسے: کوئی غلام تھا وہ اپنا ہنر بھول گیا تو اس صورت میں مالک وہ چیز واپس لینے کا پابند ہوگا، البتہ غاصب سے نقصان کا عوض الگ سے وصول کرنے کا مجاز ہوگا، اس صورت میں مالک کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ اس چیز کے لینے سے انکار کر کے اس چیز کی پوری قیمت کا غاصب سے مطالبہ کرے۔ بلکہ فرق وصول کرے گا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن اس چیز کو صحیح سالم حالت میں غصب کیا تھا اس دن کی قیمت اور اس چیز کی موجودہ قیمت کے درمیان تناسب کو دیکھا جائے گا جو کمی ہوگی وہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔(1184)

(5) دونوں قسم (چیز لے کر فرق وصول کرے/ صرف قیمت لے لے) کے اختیار ہوں گے

- **غصب شدہ چیز میں بڑی تبدیلی ہو جائے:** اگر غاصب نے مغصوبہ چیز میں کوئی ایسی تبدیلی کر دی جس کی وجہ سے اس

کا کوئی وصف تبدیل ہوگیا اور اس کی قیمت میں ایک چوتھائی سے زیادہ تک کمی آ گئی ہو، تو اس صورت میں مالک کو اس چیز کے واپس لینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اسے اختیار ہوگا کہ یہ چیز اس تغیر اور نقصان کے تاوان کے ساتھ قبول کرے یا اس کو غاصب کے پاس چھوڑ کر اس کی پوری قیمت غاصب سے وصول کرے۔(1185)

- مسئلہ: اگر چوتھی اور پانچویں صورت میں مالک نے قیمت کے بجائے اس چیز کو واپس لینے کا فیصلہ کرلیا تو پھر اگر یہ تغیر غاصب کے کسی اضافہ کرنے کی وجہ سے ہوا ہو تو اس چیز کا مالک غاصب کو اس اضافے پر آنے والے اخراجات ادا کرنے کا پابند ہوگا، مثلاً کسی نے کپڑا غصب کیا ہو اور اس کو رنگ دیا ہو تو اگر کپڑے کا مالک یہ کپڑا واپس لے گا تو اس رنگ کے جو اخراجات اور قیمت ہے وہ غاصب کو دے گا، غاصب کو اس قیمت کی ادائیگی نہ کرنا ایک ظلم ہوگا جس کی اجازت نہیں، البتہ اگر غصب شدہ چیز میں یہ اضافہ طبعی طور پر (Naturally) از خود ہوا ہو تو غاصب اس کی الگ سے قیمت وصول نہیں کرسکتا اگرچہ اس اضافے میں غاصب کی محنت یا مال بھی بالواسطہ استعمال ہوا ہو، مثلاً گائے غصب کی تھی اور اس کو چارہ کھلایا جس کی وجہ سے وہ صحت مند ہوگئی تو اس کا الگ سے عوض غاصب وصول نہیں کرسکے گا۔(1186)

(6) جن صورتوں میں غاصب پر کچھ بھی لوٹانا ضروری نہیں

- زمین بلا تعدی ضائع ہوجائے: اگر کسی نے زمین غصب کرلی پھر وہ زمین کسی آسمانی آفت کی وجہ سے خراب ہوگئی، مثلاً زلزلے کی وجہ سے، سیلاب کی وجہ سے تو غاصب پر تاوان لوٹانا ضروری نہیں ہوگا۔(1187)
- غصب شدہ چیز مال غیر متقوم ہو: اگر مغصوبہ چیز مال غیر متقوم ہو، جیسے: شراب، خنزیر تو اس کے ضائع ہونے کی صورت میں غاصب پر ضمان نہیں آئے گا۔(1188)
- غصب شدہ چیز کی بڑھوتری خود بخود ضائع ہوجائے: اگر غاصب نے کوئی چیز غصب کرلی اور اس چیز میں بڑھوتری ہوگئی، مثلاً: جانور نے بچے جن دئے یا جانور کا دودھ وغیرہ، اور بعد میں وہ بڑھوتری خود بخود ضائع ہوجائے تو غاصب پر اس کا ضمان نہیں آئے گا۔(1189)

(3) غصب شدہ چیز (حرام خالص غیر مخلوط) کے استعمال وتصرف کے احکام

- غصب شدہ چیز خود استعمال کرنا: غاصب کے لیے غصب شدہ چیز کو خود استعمال کرنا اس سے فائدہ اٹھانا اور اگر کھانے پینے کی چیز ہو تو اس کا کھانا پینا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ بعد میں اس کے تاوان ادا کرنے کی نیت ہو۔(1190)
- غصب شدہ چیز کسی اور کو دینا (ہدیہ، فروخت وغیرہ): غاصب کے لیے غصب شدہ چیز آگے فروخت کرنا، کرایہ پر دینا، عاریت پر دینا، رہن رکھوانا، ہدیہ میں دینا جائز نہیں۔(1191)
- غصب شدہ چیز کے حاصلات/آمدنی استعمال کرنا: اگر غصب شدہ چیز سے غاصب نے کمائی کی ہو مثلاً غصب کی زمین

میں زراعت کر کے غلہ حاصل کیا ہو یا غصب کی چیز کرایہ پر دے کر کرایہ حاصل کیا ہو یا غصب شدہ چیز آگے فروخت کر کے منافع حاصل کیا ہو۔ پھر غصب شدہ چیز ضائع ہوگئی ہو اور غاصب نے اس کا تاوان ادا کر دیا ہو یا غاصب نے یہ جانتے ہوئے کہ آگے فروخت کرنا حرام ہے فروخت کر دی اور مالک اس معاملہ کو برقرار رکھتے ہوئے غاصب سے تاوان وصول کر لے۔ تو وہ چیز پہلے دن سے (یعنی غصب کے دن سے) غاصب کی ملکیت بن جائے گی (جسے اصطلاح میں ملکِ مستند کہا جاتا ہے) لہٰذا تاوان کی ادائیگی کے بعد یہ حاصلات اور آمدنی غاصب کی اپنی مملوکہ چیز کی آمدن اور اس کی قانونی ملکیت شمار ہوگی اور مالک کو اس کے مطالبے کا قانونی حق حاصل نہیں ہوگا۔

البتہ اس مسئلے میں آگے ایک ذیلی اختلاف ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب غاصب تاوان ادا کرے گا تو اس غصب شدہ چیز کے حاصلات وآمدن اس غاصب کی ملک ہونے کے ساتھ اس کے لیے استعمال کرنا بھی جائز ہوگا، جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک غاصب کے لیے (ملکیت ہونے کے باوجود) ان حاصلات وآمدن کا استعمال جائز نہیں ہوگا، کیونکہ تاوان کی ادائیگی سے ماضی میں غصب شدہ چیز سے متعلق غاصب کی ملکیت اگرچہ ثابت ہوجاتی ہے لیکن وہ ناقص و ناکافی ملکیت ہے جس کی وجہ سے اس غصب شدہ چیز کے منافع وآمدن ملک تو بن جاتی ہیں لیکن ان میں ایک قسم کا شبہ رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کا استعمال جائز نہیں ہوتا بلکہ صدقہ کرنا یا اصل مالک ہی کو دینا دیانتاً ضروری قرار پاتا ہے اور یہی قول فقہ حنفی کی رو سے عمل کے لیے متعین ہے، لہٰذا اس قول کی رو سے مغصوب منہ کو توان حاصلات وآمدن کے مطالبے کا قانونی حیثیت نہیں لیکن غاصب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اسے یہ آمدن بھی دے، اگر اسے نہیں دیتا تو پھر اسے صدقہ کر دے اور چونکہ غاصب کی ایک گونہ ملکیت اس چیز میں آچکی ہے، لہٰذا اس کو اس صدقہ کرنے سے کچھ نہ کچھ ثواب ملنے کی بھی امید ہے۔ **(1192)**

نوٹ: اصل حکم تو یہی ہے کہ ان حاصلات اور آمدنی کو تاوان ادا کرنے کے بعد یا مالک کو دیدے یا صدقہ کر دے تاہم دو صورتوں میں اپنے استعمال میں لانا بھی جائز ہے۔

(1) اگر غصب شدہ چیز ضائع ہوگئی ہے تو اس کے تاوان میں ان حاصلات اور آمدنی کو دیدے۔ **(1193)**

(2) غاصب فقیر ہے ان حاصلات کے علاوہ اس کے پاس کھانے پینے میں خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں تو خود استعمال کر سکتا ہے۔ **(1194)**

- **غصب شدہ نقدی سے کوئی چیز لینا:** اگر غاصب غصب شدہ رقم سے کوئی چیز خرید لے تو اس کی تین صورتیں ہوں گی

(1) غصب شدہ نقدی دکھلا کر معاملہ کیا گیا ہو کہ اس رقم کے بدلے فلاں چیز دیدو

(2) غصب شدہ نقدی دکھلا کر معاملہ نہیں کیا گیا ہو بلکہ یوں کہا کہ اتنے روپیہ کی فلاں چیز دیدو اور قیمت میں روپیہ مطلق تھا پھر قیمت کو مال حرام سے نقد ادا کیا گیا ہو۔

(3) سامان ادھار خریدا گیا ہو پھر قیمت حرام نقدی سے ادا کی گئی ہو۔

پہلی صورت میں غاصب کے لیے اس چیز کو استعمال کرنا جائز نہیں، دوسری اور تیسری صورت میں اس کا استعمال کرنا جائز ہے، تاہم تاوان ادا کرنا بہر حال لازم ہے۔(1195)

- **غصب شدہ چیز غاصب سے لینا:** اگر کسی کو علم ہو کہ فلاں چیز غصب کی ہے تو اس کے لیے اس چیز کو خریدنا یا کرایہ پر لینا یا اس کو ہدیہ میں یا میراث میں قبول کرنا جائز نہیں ہے۔(1196)
- **ورثاء کو ترکہ میں غصب شدہ مال مل جائے:** تو اس کی درج ذیل صورتیں ہوں گی:

(1) خالص مال حرام: مال حرام خالص ہونے کے ساتھ ورثاء کو علم بھی ہو کہ یہ حرام ہے تو ورثاء کے لیے اس مال کو لینا شرعاً حرام ہے جیسے کہ مورِث کے لیے حرام تھا۔ اگر اس مال کے مالکان معلوم ہوں تو اُن تک پہنچانا ضروری ہے، اگر مالکان معلوم نہ ہوں تو بلا نیت صدقہ فقراء کو دینا ضروری ہے۔(1197)

(2) مال حرام مخلوط غیر ممیز: مال تو حرام ہو لیکن ورثاء کو معین طور پر معلوم نہ ہو کہ کونسا حرام ہے تو ورثاء کے لیے اس ترکہ کو لینا تقسیم کرنا شرعاً جائز ہے۔ لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ فقراء کو دیا جائے۔(1198)

(3) مال حرام مخلوط ممیز: حلال کے ساتھ حرام مال بھی مخلوط ہو اور ورثاء کو اس کا علم بھی ہو تو مال کے جس حصے کے بارے میں حرام ہونے کا علم ہو تو اس میں شرعاً وراثت جاری نہ ہو گی حرام ہونے کی وجہ سے، اسے مالکان تک پہنچانا ضروری ہے اگر مالکان معلوم ہوں، اگر معلوم نہ ہوں تو فقراء پر تقسیم کریں۔ اور جس مال کے بارے میں حلال ہونے کا علم ہو اس میں وراثت جاری ہو گی اس کو تقسیم کیا جائے۔(1199)

نوٹ: یہی احکام تمام بیوع باطلہ، چوری، خیانت، رشوت، سود، جوا کے بھی ہیں۔(1200)

❑ غصب شدہ چیز (حرام مخلوط) کے استعمال وتصرف کے احکام

(1) حلال وحرام مخلوط ہو لیکن علیحدہ علیحدہ ہوں

- **خود استعمال کرنا/کسی کو دینا:** حلال مال کو خود استعمال کرنا یا کسی دوسرے کو دینا جائز ہے، حرام مال کو خود استعمال کرنا کسی دوسرے کو دینا جائز نہیں ہے۔(1201)
- **حلال وحرام مخلوط (ممیز) آمدنی والے سے کوئی چیز لینا:** (1) اگر معلوم ہو اور اعتماد ہو کہ حلال مال سے کوئی چیز ہدیہ میں دے رہا ہے تو اس کا لینا جائز ہے۔(1202)

(2) اگر معلوم ہو کہ حرام مال سے دے رہا ہے تو اس کا لینا ناجائز ہے۔(1203)

(3) اگر معلوم نہ ہو کہ حلال مال سے دے رہا ہے یا حرام مال سے دے رہا ہے لیکن اتنا پتہ ہو کہ اس کی غالب

اور اکثر آمدنی حلال ہے تو اس کا ہدیہ لینے کی گنجائش ہے۔اور اگر اکثر آمدنی حرام ہو تو ہدیہ لینا ناجائز ہے۔(1204)

(2) حلال وحرام علیحدہ علیحدہ نہ ہوں

حکم: غاصب کے لیے غصب شدہ چیز کو اپنے مال کے ساتھ ملانا یا دوسری غصب شدہ چیزوں کے ساتھ ملانا جائز نہیں ہے۔(1205)

- **خود استعمال کرنا یا کسی کو دینا:** غاصب اس مال کو بقدر حلال خود بھی استعمال کرسکتا ہے کسی اور کو بھی دے سکتا ہے۔خواہ وہ حلال قلیل ہو یا کثیر، غالب ہو یا مغلوب۔(1206) اور ضمان ادا کرنے کے بعد پورے مال کو استعمال کرسکتا ہے، تاہم احتیاط بہتر ہے۔(1207)
- **حلال وحرام مخلوط (غیر ممیز) آمدنی والے سے کوئی چیز لینا:** (1) لینے والے کو معلوم ہو کہ اتنی مقدار حلال ہے اتنی حرام اور جو کچھ مجھے دیا جارہا ہے وہ بقدر حلال ہے تو اس کو لینا جائز ہے بشرطیکہ غاصب نے اتنی مقدار خود استعمال نہ کی ہو۔(1208)

(2) معلوم ہو کہ مقدار حلال سے زیادہ دیا جارہا ہے یا بقدر مقدار حلال ہے لیکن غاصب خود پہلے اتنی مقدار استعمال کر چکا ہے تو لینا جائز نہیں ہے۔(1209)

(3) اگر یہ معلوم نہیں ہے کہ کتنی مقدار حلال ہے کتنی حرام تو اگر غالب گمان یہ ہے کہ جتنی مقدار دی جارہی ہے اتنی حلال مقدار تو غاصب کے پاس ہوگی تو لینے کی گنجائش ہے تاہم بچنا افضل ہے۔(1210)

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب معلوم نہ ہو کہ حلال وحرام علیحدہ ہے یا نہیں ہے۔

(4) غاصب اور مالک میں اختلاف کی صورت میں احکام

اگر غاصب اور مالک میں اختلاف ہوجائے غصب شدہ چیز کی مقدار میں، معیار میں، ضائع ہونے نہ ہونے میں، قیمت میں وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں درج ذیل تفصیل ہوگی:

(1) جس کے پاس گواہ ہوں: غاصب یا مالک میں سے جس کے پاس گواہ ہوں اس کی بات قبول ہوگی۔

(2) دونوں کے پاس گواہ ہوں تو جس کے گواہ زیادتی ثابت کریں: اگر فریقین میں سے ہر ایک کے پاس گواہ ہوں تو ایسی صورت میں پہلے دونوں گواہوں میں تطبیق کی کوشش کی جائے گی جب تطبیق ممکن نہ رہے تو پھر اُس فریق کے گواہوں کو ترجیح دی جائے گی جو زیادہ چیز ثابت کریں، مثلاً اگر مالک گواہ قائم کرے کہ غصب شدہ چیز غاصب کے پاس ہلاک ہوچکی ہے اور غاصب گواہ قائم کرے کہ میں نے فلاں تاریخ کو فلاں جگہ چیز مالک کو واپس کی تھی تو اس صورت میں یوں تطبیق ممکن ہے کہ غاصب نے ایک بار چیز غصب کی تھی پھر لوٹائی تھی پھر دوبارہ غصب کی تھی اور پھر اس کے پاس ہلاک ہوگئی لہٰذا اس تطبیق

کے نتیجے میں غاصب پر ضمان کا فیصلہ کیا جائے گا۔اسی طرح اگر مالک گواہ قائم کرے کہ غصب شدہ چیز غاصب کے پاس ہلاک ہوچکی ہے اور غاصب گواہ قائم کرے کہ وہ چیز میں نے لوٹائی تھی اور مالک کے پاس ہی ہلاک ہوچکی ہے تو اس صورت میں بھی تطبیق یوں ممکن ہے کہ مالک کے گواہوں نے ظاہر حال (استصحاب حال) کے مطابق گواہی دی ہو یہ سمجھ کر کہ جب غاصب نے غصب کا عمل کیا تھا اور چیز اپنی تحویل میں لی تھی تو ہلاک بھی اس کے پاس ہی ہوگئی ہوگی، لیکن غاصب کے گواہ ظاہر حال کے بجائے حقیقت حال کے مطابق گواہی دے رہے ہوں کہ غاصب نے چیز غصب تو کی تھی لیکن ہلاکت کا واقعہ اس کے ہاں پیش نہیں آیا بلکہ مالک کو واپس کرنے کے بعد مالک کے ہاں پیش آیا ہے، لہٰذا اس صورت میں نتیجتاً غاصب پر ضمان کا حکم نہیں لگے گا۔(1211)

(3) کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو غاصب کی بات قبول ہوگی: اگر اختلاف کی صورت میں نہ مالک کے پاس گواہ ہوں نہ غاصب کے پاس تو اس صورت میں غاصب کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔مثلاً

1) اگر غصب کی چیز ضائع ہوگئی ہو جس کے نتیجے میں غاصب پر قیمت دینا طے ہوا ہو تو ایسی صورت میں اگر غاصب اور مالک کے درمیان غصب شدہ چیز کی قیمت کی مقدار میں اختلاف ہو یعنی غاصب کم قیمت بتائے اور مالک زیادہ قیمت بتائے اور مالک کے پاس کوئی گواہ اور دلیل موجود نہ ہو تو غاصب کی بات مانی جائے گی۔مالک اگر اس سے اس کی بات کی سچائی پر قسم لینا چاہے تو غاصب قسم اٹھانے کا پابند ہوگا۔

2) اگر اس بات میں اختلاف ہو کہ غصب شدہ چیز موجود ہے یا ہلاک ہوگئی ہے، غاصب کہتا ہو کہ ہلاک ہوگئی ہے، لہٰذا میں اس کی قیمت دوں گا اور مالک کہتا ہو کہ چیز موجود ہے غاصب اسے اپنے استعمال میں لانا چاہتا ہے اور جھوٹا بہانہ کر رہا ہے تو ایسی صورت میں فقہاء احناف کے ہاں اگر وہاں کوئی مسلمان قاضی میسر ہو اور اس کے دائرہ اختیار میں یہ بات آتی بھی ہو تو قاضی اس غاصب کو جیل میں ڈال دے جس کی وجہ سے غاصب اگر جھوٹا ہو تو وہ غصب والی چیز ظاہر کرنے پر آمادہ ہوجائے، اگر اس کے باوجود چیز برآمد نہ ہوسکی تو پھر غاصب کے اوپر ضمان کا حکم لگایا جائے۔

3) اگر غصب شدہ چیز کی مقدار یا معیار میں اختلاف آجائے تو جس کے پاس گواہ ہوں اسی کی بات مانی جائے گی ورنہ اصل صورت میں بھی غاصب کی بات مانی جائے گی، اسی طرح اگر دونوں کے پاس گواہ ہوں اور کوئی ترجیحی وجہ بھی نہ ہو تو بھی یہی حکم ہوگا، البتہ نمبر 2 و نمبر 3 دونوں میں اگر مالک غاصب سے اس کی بات کی سچائی پر قسم لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔

4) اگر اس میں اختلاف ہو کہ غصب شدہ چیز مالک کو واپس کی گئی تھی یا نہیں؟ تو ایسی صورت میں اگر مالک کے پاس گواہ موجود نہیں تو غاصب کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔

5) اگر غصب کی چیز ضائع ہونے کے بعد اس میں اختلاف آجائے کہ آیا اس میں کوئی ایسا عیب تھا جو قیمت کی کمی کا باعث

تھا یا نہیں تھا تو اس صورت میں بھی غاصب کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔ (1212)

(5) بیعانہ غصب کرنے کا حکم

اس زمانے میں بکثرت ایسا ہونے لگا ہے کہ لوگ سودا کر کے کچھ دنوں کے بعد انکار کر دیتے ہیں جس سے فروخت کنندہ کا نقصان ہو جاتا ہے تو تلافی نقصان کے لیے احسن الفتاویٰ (501/6) میں مندرجہ ذیل تجاویز مذکور ہیں:

(1) خریدار پوری قیمت ادا کر کے مال پر قبضہ کر لے پھر فروخت کنندہ بقدر بیعانہ کم قیمت پر خریدار سے واپس خرید لے۔

(2) فروخت کنندہ خریدار کی اجازت سے مال کو دوسری جگہ فروخت کر دے اگر پہلی قیمت سے کم قیمت پر فروخت ہوا تو یہ نقصان بیعانہ سے وصول کرے اور زیادہ قیمت مل گئی تو زیادتی پہلے خریدار کو واپس کر دے۔

(3) اگر خریدار کسی طرح بھی قابو نہ آئے تو فروخت کنندہ حاکم مسلم کو درخواست دے وہ مال کو فروخت کر کے نمبر 2 میں مذکور تفصیل کے مطابق فیصلہ کرے۔

اگر حاکم مسلم سے یہ کام نہ لیا جا سکے تو علماء کی مجلس میں پیش کر کے تفصیل مذکور کے مطابق فیصلہ کروایا جا سکتا ہے۔ (1213)

- موجودہ دور میں چونکہ بیعانہ والے معاملے کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے اس لیے بعض علماء نے بوقت ضرورت فقہ حنبلی کے مذہب کو اختیار کرتے ہوئے بیعانہ والا معاملہ کرنے کی گنجائش دی ہے۔

البتہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر بعد میں قبضہ نہ لیا جائے تو اس کے ذریعے صرف حقیقی نقصان کو پورا کرنے کی اجازت ہے، زائد رقم واپس کر دینی چاہیے۔

مثال: کمپنی A نے ایک لاکھ روپے کا مال زید کو فروخت کیا اور اس کا دس ہزار روپے بیعانہ وصول کیا، زید نے مال اٹھانے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے کمپنی کو یہ مال دوسری جگہ بیچنا پڑا۔

اگر یہ مال ایک لاکھ روپے یا اس سے اوپر میں فروخت ہوا تو کمپنی پر لازم ہے کہ وہ پورے دس ہزار روپے زید کو واپس کرے اگر یہ مال مثلاً 95 ہزار روپے میں فروخت ہوا تو کمپنی بیعانہ میں سے 5 ہزار روپے رکھ کر باقی رقم واپس کرے ہاں اگر 90 ہزار روپے میں فروخت ہوا تو کمپنی بیعانہ کی پوری رقم رکھ سکتی ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر بیچنے والا سامان دینے کے لیے تیار نہ ہوا تو اسے دوگنا بیعانہ واپس کرنا پڑتا ہے تو ایسا کرنا ناجائز ہے بلکہ اصولی طور پر بیچنے والے کے لیے سامان دینے سے انکار کرنا ہی جائز نہیں اور چونکہ بیع پہلے سے ہو چکی ہے اب سامان دینے سے انکار کرنا گویا یکطرفہ طور پر بیع کو ختم کرنا ہے جس کا بیچنے والے کو شرعاً اختیار نہیں بلکہ اس پر لازم ہے کہ عقد کے تقاضے کے مطابق مطلوبہ سامان خریدار کے حوالے کرے۔ (1214)

مشق: لوٹ مار، غصب

(1) غصب کرنے والے کے لیے بندوں کے حق سے بری الذمہ ہونے کی چار صورتیں کون کونسی ہیں؟

1) ____________________

2) ____________________

3) ____________________

4) ____________________

(2) غصب شدہ چیز یا اس کی قیمت لوٹانے سے متعلق درج ذیل صورتوں میں کیا احکام ہوں گے؟

1) غصب شدہ چیز بعینہٖ موجود ہو ____________________

____

2) غاصب نے غصب شدہ چیز آگے فروخت کر دی ____________________

____

3) غصب شدہ موجود ہو حاصلات موجود نہ ہو ____________________

____

4) غصب شدہ چیز مثلی ہو اور وہ ضائع ہو جائے ____________________

____

5) غصب شدہ کی قیمت میں کمی آ گئی ہو ____________________

____

6) غصب شدہ چیز قیمی ہو اور وہ ضائع ہو جائے ____________________

____

7) غاصب سے غصب شدہ چیز آگے کوئی اور غصب کرے ____________________

____

8) غصب شدہ چیز میں کوئی ایسی تبدیلی آ جائے کہ نام بدل جائے ____________________

____

9) غصب شدہ چیز کی بڑھوتری خود بخود ضائع ہو جائے ____________________

المرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(3) غصب شدہ چیز کے استعمال اور تصرف سے متعلق کی درج ذیل صورتوں میں کیا احکام ہوں گے؟

1) غصب شدہ چیز کسی اور کو دینا ____________________

____

2) غصب شدہ چیز حاصلات، آمدنی استعمال کرنا ____________________

____

3) غصب شدہ نقدی سے کوئی چیز لینا ____________________

____

4) غصب شدہ چیز غاصب سے خریدنا ____________________

____

5) ورثاء کو ترکہ میں غصب شدہ مال مل جائے ____________________

____

(4) بیعانہ غصب کرنے کا حکم بیان کریں ____________________

____

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:۔2

سود کی حقیقت اور احکام

(1) قرض کے معاملات میں سود (2) تجارتی معاملات میں سود

(1) قرض کے معاملات میں سود کے احکام

❑ قرض لینے کا کیا حکم ہے؟

دو شرطوں کے ساتھ قرض کا معاملہ کرنا درست ہے۔

پہلی شرط: قرض کا معاملہ ایسی چیز میں ہو کہ اس جیسی چیز قرض میں لے کر واپس بھی کی جا سکتی ہو۔ مثلاً

- سونا چاندی اور کرنسی ہو
- تول کر بیچی جانے والی اشیاء ہوں، مثلاً لوہا، تانبہ وغیرہ
- ناپ کر بیچی جانے والی اشیاء ہوں، جیسے دودھ، پیٹرول وغیرہ
- ایسی عددی اشیا ہوں جن میں باہم تفاوت نہیں ہوتا، جیسے انڈے وغیرہ

قرض کا معاملہ ایسی چیز میں نہ ہو کہ جسے قرض میں لے کر اس جیسی چیز واپس نہ کی جا سکتی ہو، مثلاً

- تمام وہ عددی اشیاء جن میں باہم تفاوت ہوتا ہے جیسے جانور
- تمام چیزوں کے منافع، انسانوں کی خدمت۔ **(1215)**

دوسری شرط: جو چیز قرض کے طور پر لی گئی ہے اس کی مقدار اور وصف معلوم ہو۔ جیسے کتنے روپے لیے ہیں، یا کونسی کوالٹی کی گندم قرض کے طور پر لی ہے۔ **(1216)**

❑ سودی قرض کی کیا تعریف ہے؟

قرض پر مشروط یا معروف اضافہ: یعنی قرض دیتے وقت شرط لگا کر اضافی رقم لینا، اگر شرط نہ لگائی لیکن عرف عام اور رواج یہی ہے کہ اضافہ کے ساتھ ہی قرض واپس ہوتا ہے تو یہ بھی شرط کی طرح ہے اور حرام ہے۔

نیز مشروط یا معروف اضافہ بھی عام ہے خواہ نقدی اور سامان کی صورت میں ہو یا کسی چیز کے منافع اور خدمات کی صورت

میں ہوخواہ یہ اضافہ قرض لینے سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔(1217)

جیسے اس شرط پر قرضہ دینا کہ مقروض اپنا مکان مفت استعمال کے لیے قرض دینے والے کو دے گا، یا قرضہ دینے سے پہلے شرط لگا کر مقروض کے مکان سے نفع اٹھانا۔

یا مقروض سے قرض کی وجہ سے کوئی چیز سستے داموں خریدنا یا رعایت کے ساتھ کرایہ پر لینا۔

حدیث میں آتا ہے:

كُلُّ قَرضٍ جَرَّ مَنفَعَةً فَهُوَ وَجهٌ مِن وُجُوهِ الرِّبَا۔(1218)

ہر ایسا قرض جو نفع کھینچے وہ ربا کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔

حضرت ابو بردہ ؓ سے روایت ہے:

قَدِمتُ المدينة فَلَقِيتُ عبدَ الله بنَ سلام فقال: ألا تجيء فأُطعمَك سَويقاً وتمراً وتدخل في بيت، ثم قال إنك بأرضٍ الربا فيها فاشٍ فإذا كان لك على رجل حقٌ فأهدى إليك حِملَ تِبنٍ أو حِملَ شعيرٍ أو حمل قَتٍّ فلاتأخذه فإنه ربا۔(1219)

میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تو میں نے عبداللہ بن سلام ؓ سے ملاقات کی، انہوں نے کہا، آؤ تمہیں میں ستو اور کھجور کھلاؤں گا اور تم ایک (باعظمت) مکان میں داخل ہوگے (کہ رسول اللہ ﷺ بھی اس میں تشریف لے گئے تھے) پھر آپ ؓ نے فرمایا تمہارا قیام ایک ایسے ملک میں ہے جہاں سودی معاملات بہت عام ہیں اگر تمہارا کسی شخص پر کوئی حق ہو اور پھر وہ تمہیں ایک تنکے یا جو کے ایک دانے یا ایک گھاس کے برابر بھی ہدیہ دے تو اسے قبول نہ کرنا کیونکہ وہ بھی سود ہے۔

البتہ اگر اضافہ صراحۃً مشروط یا عرفاً مروج نہ ہو بلکہ مقروض بغیر کسی سابقہ معاہدے، شرط یا عرف ورواج کے ویسے ہی کوئی چیز قرض دینے والے کو ہدیہ میں دے تو یہ سود نہیں۔(1220)

(2) تجارتی معاملات میں سود کے احکام

❑ اشیاء کے تبادلہ کی صورتیں

تجارتی لین دین اور اشیاء کے تبادلے کی پانچ مختلف صورتیں ہوتی ہیں، سود کے اعتبار سے ان کے احکام میں فرق ہے جو کہ آگے تعریف سے معلوم ہوگا۔

(1) سونا، چاندی اور نقدی کا تبادلہ

(2) وزن سے بکنے والی چیزوں کا تبادلہ، جیسے: لوہا، تانبہ، روئی، ترکاری وغیرہ

(3) پیمانے سے ناپ کر بکنے والی چیزوں کا تبادلہ، جیسے: دودھ، پیٹرول وغیرہ

(4) گز سے ناپ کر بکنے والی چیزوں کا تبادلہ، جیسے: کپڑا وغیرہ

(5) وہ چیزیں جو گنتی کے حساب سے بکتی ہیں ان کا تبادلہ، جیسے: انڈے، جانور وغیرہ

❑ تجارتی سود کی قسمیں

تجارتی سود کی دو قسمیں ہیں:

(1) اشیاء کے تبادلہ میں ایک طرف سے یقینی یا احتمالی اضافہ (ربا الفضل/ ربا حقیقی)

(2) اشیاء کے تبادلہ میں ادھار کا معاملہ (مال متعین نہ کرنا/ قبضہ نہ کرنا) (ربا النسیئۃ/ ربا حکمی)

❑ تجارتی سود کی تعریف

• یک طرفہ اضافہ والے سود (ربا الفضل) کی تعریف/حکم

مخصوص چیزوں کے ہم جنس تبادلہ میں مخصوص اضافہ: یعنی تجارتی معاملات مالی لین دین میں ہر قسم کا اضافہ سود نہیں بلکہ مخصوص چیزوں میں مخصوص اضافہ سود ہے جس کی وضاحت یہ ہے۔

مخصوص چیزیں

(1) سونا چاندی/ کرنسی کے ہم جنس تبادلہ میں یک طرفہ اضافہ ہو

(2) وزن کی جانے والی چیزوں کے ہم جنس تبادلہ میں یک طرفہ اضافہ ہو

(3) وزن کے پیمانے سے (نہ کہ گز سے) ماپ کر بیچی جانے والی چیزوں کے ہم جنس تبادلہ میں یک طرفہ اضافہ ہو

ان مذکورہ تین طرح کی چیزوں (نقدی، وزنی/ کیلی، ناپ والی) کے علاوہ گزوں کے ذریعہ پیمائش کی جانے والی یا عددی (گن کر دیجانے والے) چیزوں کے آپس کے ہم جنس تبادلہ میں یک طرف اضافہ سود نہیں (یعنی ربا الفضل نہیں، ہاں ادھار والا سود اس میں ہوسکتا ہے) چنانچہ سو اخروٹ کا تبادلہ دوسو اخروٹ کے ساتھ یا سو انڈوں کا تبادلہ دوسو انڈوں کے ساتھ اسی طرح دس گز کپڑے کا تبادلہ دو گز کپڑے کے ساتھ جائز ہے۔**(1221)**

مخصوص اضافہ

(1) اضافہ یک طرفہ بلاعوض ہو (یعنی اس اضافہ کے مقابلہ میں کوئی عوض نہ ہو)

(2) اضافہ یک طرفہ مشروط ہو (یعنی باقاعدہ طے کر کے وہ اضافہ لیا ہو)

چنانچہ جس اضافہ کے مقابلہ میں کوئی نہ کوئی عوض ہو وہ سود نہیں اور جو اضافہ مشروط نہ ہو اس میں یہ تفصیل ہے کہ

اگر تبادلہ کی جانے والی چیز ایسی ہو کہ کئی حصوں میں بلا تکلف تقسیم ہو سکتی ہو، مثلاً ایک کلو گندم ایک سے زائد حصوں میں آسانی سے تقسیم ہو سکتی ہے تو اس میں ادائیگی کے وقت جو اضافی مقدار دی جائے اس کے جواز کے لیے دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ اس کے بارے میں وضاحت کے ساتھ یہ کہا جائے کہ یہ اضافی حصہ اصل معاملہ میں شامل نہیں، بلکہ ہبہ اور بخشش ہے، دوسری شرط یہ کہ اس اضافی مقدار کو بالکل الگ کر کے دیا جائے، اگر ان دو شرائط میں سے کوئی شرط نہیں پائی گئی تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اگر تبادلہ کی جانے والی چیزیں ایک ہی جنس کی ہوں لیکن انہیں ٹکڑوں میں تقسیم نہ کیا جا سکتا ہو جیسا کہ سونا یا چاندی کے بنے ہوئے برتن یا زیور تقسیم نہیں کیے جا سکتے، کیونکہ تقسیم کرنے سے ان کا سابقہ استعمال اور فوائد باقی نہیں رہ سکتے تو ایسی صورت میں اگر شرط لگائے بغیر ایک جانب اضافہ ہو جائے اور اس اضافہ کے بارے میں یہ وضاحت بھی کی جائے کہ یہ اصل معاملہ کا حصہ نہیں ہے، بلکہ اضافی بخشش ہے تو بھی یہ معاملہ سود سے نکل جائے گا اور ہبہ کے اصول کے تحت درست تصور ہوگا۔

اگر مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں اضافی مقدار دینے کی شرط تو نہ ہو لیکن اضافہ کے بارے میں یہ وضاحت بھی نہ ہو کہ یہ اصل معاملہ کا حصہ نہیں اور ایک اضافی بخشش ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ اضافہ سابقہ معاملہ کا حصہ بن جائے گا جس کی بناء پر اسے مشروط اضافے کی حیثیت دی جائے گی اور اس کی وجہ سے سابقہ معاملہ سودی بن جائے گا جسے ختم کرنا لازم ہوگا اور نئے سرے سے اس اضافہ کے بغیر معاملہ کرنا لازم ہوگا۔ جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اس اضافہ کو اصل معاملہ کے سودی بن جانے کا سبب تو نہیں قرار دیتے، لیکن اس اضافہ کو معتبر بھی نہیں مانتے، بلکہ وہ اس اضافہ کو لغو قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اضافہ دینے والا اس بات کا پابند نہیں کہ وہ یہ اضافہ ضرور دوسرے فریق کے حوالہ کر دے اور اگر کر دے تو واپس اس کا مطالبہ نہ کر سکے، کیونکہ اس اضافہ کی کوئی لازمی حیثیت نہیں۔ (1222)

(3) اضافہ مقدار میں ہو یعنی یک طرفہ وہ اضافہ حرام ہے جو مقدار میں ہو۔ وصف اور کوالٹی میں اگر اضافہ ہو وہ سود نہیں مثلا ایک طرف عمدہ کھجور ہو دوسری طرف اتنی ہی کھجور ہو لیکن کوالٹی میں کم درجے کی ہو۔ (1223)

(4) اضافہ بوقت عقد ہو یعنی یک طرفہ اضافہ یا کمی وہ حرام ہے جو بوقت عقد ہو جو کمی یا اضافہ عقد کے بعد ہوا ہو وہ حرام نہیں جیسے چھوارے کے بدلے میں تازہ کھجور لی، پھر بعد میں وہ تازہ کھجور خشک ہو کر کم ہو گئی۔ (1224)

نوٹ: جس طرح یقینی اضافہ سود ہے اسی طرح احتمالی اضافہ بھی سود ہے یعنی جن چیزوں کے ہم جنس باہمی تبادلے کی صورت میں اضافہ کی ممانعت ہے ان چیزوں کا باہمی تبادلہ اندازے سے بھی کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ احتمال ہوتا ہے کہ ایک طرف سے اضافہ ہو، جیسے: گندم کے ڈھیر کو جس کی مقدار معلوم نہ ہو گندم کے دوسرے ڈھیر کے بدلے فروخت کرنا۔ (1225)

نوٹ: اگر کسی واقعی ضرورت سے ہم جنس چیزوں کے تبادلہ کی ضرورت پیش آئے۔ مثلاً ایک کسان کے پاس معمولی گیہوں

ہے، اور اس کو بونے کے لیے عمدہ گیہوں درکار ہے، اور وہ جید اور ردی کا تفاوت بھی ملحوظ رکھنا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ کہ دو بیعیں کی جائیں۔ وہ اپنے معمولی گیہوں نقد کسی کو بیچ دے پھر اس رقم سے عمدہ گیہوں خرید لے۔(1226)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صاحب کو عامل بنا کر خیبر بھیجا۔ وہاں سے وہ عمدہ کھجوریں لائے۔آپ ﷺ نے دریافت کیا:

أكُلّ تمر خَيبَر هكذا قال: إنا لنأخذُ الصاعَ بالصاعين والصاعين بالثلاث قال: لا تفعل: بِعِ الجَمع بالدراهم ثم ابتَع بالدراهمِ جَنِيبًا۔(1227)

کیا خیبر میں سب ایسی ہی عمدہ کھجوریں ہوتی ہیں؟ ان صاحب نے کہا: نہیں! بلکہ ہم عمدہ کھجوروں کا ایک صاع معمولی کھجوروں کے دوصاع سے، اور دوصاع تین صاع سے بدل لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، مخلوط کھجوریں دراہم کے عوض بیچ دو، پھر دراہم سے عمدہ کھجوریں خریدلو۔

حضرت بلال ؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں برنی کھجوریں لائے۔آپ ﷺ نے دریافت کیا:

مِنْ أَيْنَ هٰذا فَقَالَ بِلَالُ: كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيءٌ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بَيْعًا آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ۔(1228)

''یہ کہاں سے لائے؟'' انہوں نے کہا کہ میرے پاس ردی کھجوریں تھیں۔ میں نے اس کے دوصاع ایک صاع کے بدل بیچ دیے۔آپ ﷺ نے فرمایا: بعینہ سود! بعینہ سود! ایسا نہ کرو، جب تمہیں اچھی کھجوریں خریدنی ہوں تو پہلے اپنی ردی کھجوریں بیچ دو، پھر ان کی قیمت سے دوسری کھجوریں خریدلو۔

اس حدیث میں ہم جنس تبادلہ کی صورت میں کمی بیشی کے جواز کی جو صورت تجویز کی گئی ہے یہ حیلہ کی تعلیم نہیں، بلکہ قانون کی لچک کا بیان ہے۔ قانون اگر لوہے کا ڈنڈا ہوگا تو لوگ اس کو توڑنے پر مجبور ہوں گے۔ اور اگر قانون میں باہری راہ (By pass) ہوگی تو لوگ بوقت ضرورت اس کو اختیار کریں گے۔ مگر یہ لچک قطعی محرمات میں نہیں ہوتی، جو چیزیں سدّ ذرائع کے طور پر ممنوع ہوتی ہیں انہی میں جواز کی یہ صورتیں تجویز کی جاتی ہیں۔

حدیث میں مذکورہ صورتِ حیلہ اس وقت ہوگی کہ جس سے عمدہ کھجوریں خریدنی ہیں اسی کے ہاتھ ردی کھجوریں بیچنا ضروری ہو۔ جبکہ ایسی کوئی پابندی نہیں۔ ردی کھجوریں کسی کے بھی ہاتھ بیچی جاسکتی ہیں۔(1229)

• ادھار والے سود (ربا النسیئۃ) کی تعریف و حکم

ہم جنس چیزوں کے باہمی تبادلہ میں ہر حال میں ادھار سود ہے خواہ چیزیں کوئی بھی ہوں اور غیر جنس چیزوں کے تبادلہ میں ادھار اس وقت سود ہے جبکہ تبادلہ مخصوص چیزوں میں ہو رہا ہو (یعنی تول کر یا وزن کے پیمانہ سے ناپ کر (کیلی/موزونی) بکنے والی اشیاء میں ہو رہا ہو یا سونا چاندی یا کرنسی میں ہو رہا ہو)۔**(1230)**

• **ادھار کی وضاحت:** تول کر اور ناپ کر بیچی جانے والی چیزوں میں ادھار کے منع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی طرف سے مال غیر معین نہ ہو، یہ مطلب نہیں کہ مجلس عقد میں ہر ایک اپنے مال پر قبضہ بھی کر لے۔ چنانچہ اگر گندم کو گندم کے بدلے فروخت کیا اور فریقین نے اپنی اپنی گندم تول کر الگ الگ رکھ دی کہ دیکھو یہ رکھے ہیں، جب چاہو لے جانا۔ پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے۔ یا ایک کی گندم معاملے کے وقت تو موجود ہے دوسرے کی موجود تو نہیں لیکن متعین ہے۔ تو بھی عقد درست ہوگا، ہاں اگر معاملہ کرتے وقت ادھار کی شرط لگائی تو معاملہ درست نہیں ہوگا۔

اور سونا چاندی میں ادھار منع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی طرف سے مال بغیر قبضہ کے نہ رہ جائے بلکہ عقد میں جانبین سے قبضہ بھی ہو۔**(1231)**

خلاصہ

نمبر شمار	جہت	مثال	حکم
1	تبادلہ میں دونوں طرف کی نہ جنس ایک ہو نہ مخصوص چیزیں (کیلی + کیلی، وزنی + وزنی، سونا + سونا، چاندی + چاندی) ہوں	کپڑے (مزروعی) کو چائے کی پتی (وزنی) کے ساتھ، کیلے (عددی) کو مالٹے (عددی) کے ساتھ، ایک کلو گندم اور سو روپے کا تبادلہ، دو کلو گندم سو روپے سے	اس کا سود کی دونوں قسموں سے تعلق نہیں اس میں اضافہ اور ادھار دونوں حلال ہیں **(1232)**
2	تبادلہ میں دونوں طرف کی جنس بھی ایک ہو چیزیں بھی مخصوص (سونا + سونا، چاندی + چاندی، کیلی + کیلی، وزنی + وزنی) ہوں	سونے کو سونے، گندم کو گندم، دودھ کو دودھ کے ساتھ	اضافہ (ربا الفضل) ادھار (بلا تعین/ بلا قبض) دونوں حرام ہیں
3	تبادلہ میں دونوں طرف کی جنس ایک ہو لیکن چیزیں مخصوص (کیلی + کیلی، وزنی + وزنی، سونا + سونا، چاندی + چاندی) نہ ہوں	ہم جنس کپڑوں کا باہمی تبادلہ، انڈوں کا انڈوں کے ساتھ تبادلہ	اضافہ (ربا الفضل) جائز ہے ادھار (ربا النسیئۃ) حرام ہے
4	تبادلہ میں دونوں طرف کی جنس مختلف ہو چیزیں مخصوص (سونا + سونا، چاندی + چاندی، کیلی + کیلی، وزنی + وزنی) ہوں	سونے کا چاندی، گندم کا جو، دودھ کا پیٹرول کے ساتھ تبادلہ	اضافہ (ربا الفضل) جائز ہے ادھار (بلا تعین/ بلا قبض) حرام ہے

❑ تجارتی سود کی تعریف سے متعلق اہم وضاحتیں:

سوال: آپ نے کہا کہ مخصوص چیزوں (وزنی، کیلی) کے ہم جنس تبادلہ میں اضافہ سود ہے تبادلہ میں برابری ضروری ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایک چیز ایک زمانے میں کیلی تھی اب موزونی بن گئی، جیسے گندم تو تبادلہ کے وقت برابری کس حساب سے دیکھی جائے گی، وزن کے اعتبار سے یا کیل کے اعتبار سے؟

اسی طرح ایک چیز ایک علاقہ میں وزن کے حسان سے بیچی جاتی ہے جبکہ دوسرے علاقہ میں عدد کے حساب سے، جیسے: مالٹے کینوں، تو کیا اب تبادلہ کے وقت برابری ضروری نہیں ہوگی کیونکہ وہ اب ان مخصوص چیزوں (وزنی، کیلی) میں سے نہیں رہی جن میں تبادلہ کے وقت برابری ضروری ہے۔

جواب: کسی چیز کے وزنی یا کیلی وغیرہ ہونے میں اور ان میں سود کے جاری ہونے نہ ہونے کا مدار عرف پر ہے، عرف میں جو چیز جہاں وزن کی جاتی ہو تو اسے موزونی قرار دیا جائے گا اور جس چیز کو جہاں گز کے ذریعے فروخت کیا جاتا ہے تو اسے پیائش کی جانے والی چیز قرار دیا جائے گا۔ تو جہاں جس چیز کو جس طریقے سے بیچا جاتا ہو اس جگہ اور اس مارکیٹ میں اس چیز کی خرید وفروخت کے احکام بھی اس طریقے کے مطابق ہوں گے۔ لہٰذا جس مارکیٹ میں کپڑا وزن کے حساب سے فروخت ہوتا ہو اس مارکیٹ میں ایک ہی برانڈ اور کمپنی کے کپڑوں میں تفاضل جائز نہ ہوگا اور جہاں یہی کپڑا گز کے حساب سے فروخت ہوتا ہو وہاں اس میں تفاضل اور اضافہ جائز ہوگا۔(1233)

سوال: آپ نے کہا کہ مخصوص چیزوں (کیلی وزنی) کے ہم جنس تبادلہ میں اضافہ اور ادھار سود ہے، اب سوال یہ ہے کہ کون کونسی چیزیں ہم جنس شمار ہوں گی، اور ان میں اضافہ وادھار حرام ہوگا۔ کونسی چیزیں ایک جنس کی شمار نہیں ہوں گی اور ان میں اضافہ اور ادھار حرام نہیں ہوگا۔

جواب:

- یہ چیزیں مختلف جنس کی کہلائیں گی

(1) جن دو چیزوں کا اصل اور حقیقت کے اعتبار سے نام ہی مختلف ہو، جیسے گندم اور جو، انار اور کھجور، لوہا اور پیتل۔(1234)

(2) جن دو چیزوں کا نام تو ایک ہی ہو لیکن ان کے مأخذ، اصل (Source) الگ الگ ہوں، جیسے انگور کا سرکہ، کھجور کا سرکہ، گائے کا گوشت، بکری کا گوشت، بکری کا دودھ، گائے کا دودھ،، عطر گلاب، عطر عنبر، ان چیزوں کے مأخذ اصل (Source) الگ الگ ہیں یعنی کھجور اور انگور، گائے اور بکری، گلاب، عنبر۔ لہٰذا ان سے حاصل شدہ چیزیں بھی الگ الگ جنس شمار ہوں گی۔(1235)

(3) جن دو چیزوں کا نام بھی ایک ہو، ان کا اصل، ماخذ (Source) بھی ایک ہو لیکن مقاصد اور اغراض الگ الگ ہوں تو وہ الگ الگ جنس شمار ہوں گی، جیسے بکری کے بال اور دنبہ کے بال (اون) ان دونوں کے گوشت اور دودھ وہ ایک جنس شمار ہوں گے، کیونکہ ان کے مقاصد اور اغراض مختلف نہیں۔ (1236)

(4) جن دو چیزوں کا اصل و مأخذ (Source) تو ایک ہو لیکن انسانی کاریگری کی وجہ سے اس کی شکل اور اس کے نام اس طور پر تبدیل ہو گئے ہوں کہ اب اس کا اصل مادہ میٹریل بعینہ موجود نہ ہو تو وہ دو چیزیں الگ الگ جنس شمار ہوں گے، جیسے: روٹی اور آٹا، روئی اور کپڑا، پھل فروٹ اور ان کے شربت اور مربے، خالص زیتون کا تیل اور خوشبودار زیتون کا تیل۔ (1237)

(5) جن دو چیزوں کا اصل، مأخذ، میٹریل بھی ایک ہو اور دونوں میں انسانی کاریگری کی گئی ہو لیکن دونوں میں انسانی کاریگری مختلف ہو، جیسے ہروی کپڑا اور مروی کپڑا، مختلف کمپنیوں کی مختلف گاڑیاں۔ (1238)

- **یہ چیزیں ایک جنس کی شمار ہوں گی**

جن دو چیزوں کا اصل اور حقیقت کے اعتبار سے نام بھی ایک ہو، جیسے گندم اور گندم۔
اصل مأخذ اور میٹریل بھی ایک ہو، جیسے انگور کا سرکہ۔
اغراض مقاصد بھی ایک ہوں، جیسے بکری کا گوشت، دنبہ کا گوشت۔
اور اس میں انسانی کاریگری کی وجہ سے کوئی ایسی تبدیلی بھی نہ آئی ہو جس کی وجہ سے اس کا اصل مادہ میٹریل بعینہ باقی نہ رہا ہو یا تبدیل ہو گیا ہو، جیسے گندم اور گندم کا آٹا۔
تو اس طرح کی دو چیزیں ہم جنس شمار ہوں گی۔ (1239)

سوال: آپ نے کہا تھا کہ اگر کیلی چیزوں کا تبادلہ کیلی چیزوں کے ساتھ یا موزونی چیزوں کا تبادلہ موزونی چیزوں کے ساتھ ہو تو پھر ادھار لین دین کرنا سود ہے اب سوال یہ ہے کہ کیلی چیزوں کے پیمانے اور وزن کی جانے والی چیزوں کے اوزان بہت مختلف ہوتے ہیں، مثلاً پیٹرول اور عطر مشک دونوں کیلی ہیں لیکن پیٹرول کا پیمانہ الگ ہے، عطر مشک کا الگ ہے، لوہا اور سونا دونوں موزونی ہیں لیکن لوہے کو وزن کرنے کا آلہ الگ ہے سونے کو وزن کرنے کا آلہ الگ ہے۔
تو کونسی چیزیں ہم کیلی اور کونسی چیزیں ہم وزنی شمار ہوں گی کہ جس کی وجہ سے ادھار لین دین سود ہو؟

جواب: مختلف ہلکی بھاری چیزوں کے مختلف اوزان اور پیمانے مقرر ہیں، جیسے تولے ماشے کے اوزان اور منوں کے اوزان یہ ہم وزن شمار نہیں ہوں گے۔ ایسے ہی کیل اور پیمانے میں دودھ، پیٹرول اور عطر کے پیمانے ہم کیل شمار نہیں ہوں گے۔ ایسے مختلف اوزان اور کیل کی چیزوں کو اگر آپس میں فروخت کیا جائے تو ادھار سود شمار نہیں ہوگا۔ (1240)

سوال: اگر کسی نے سودی معاملات کر لیے تو اب اس معاملہ کے احکامات کیا ہوں گے آیا غصب، چوری اور باطل معاملات سے لیے گئے مال حرام جیسے ہوں گے یا فاسد معاملات والے احکام ہوں گے؟

جواب: فاسد معاملات والے احکام ہوں گے۔(1241)

(تفصیل کے لیے دیکھیں ''مالی معاملات اور شرعی تعلیمات'')

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مشق: سود

(1) قرض کا معاملہ دو شرطوں کے ساتھ درست ہے

1)______________________________

2)______________________________

(2) سودی قرض کی تعریف کریں

جواب______________________________

(3) اشیاء کے تبادلے کی پانچ صورتیں ہیں

1)______________________________

2)______________________________

3)______________________________

4)______________________________

5)______________________________

(4) تجارتی سود کی دو قسمیں ہیں

1)______________________________

2)______________________________

(5) تجارتی سود کی تعریف کریں

جواب______________________________

(6) کون سے چیزیں ایک جنس کی شمار ہوگی؟

جواب______________________________

المیزان مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(7) درست جواب کا انتخاب کریں

نمبر شمار	صورت	حکم		
		اضافہ ناجائز	ادھار ناجائز	کچھ نہیں
1	دو تولہ سونا دو تولہ سونے کے بدلے میں	❑	❑	❑
2	چار تولہ چاندی چھ تولہ چاندی کے بدلہ میں	❑	❑	❑
3	ایک تولہ سونا چھ تولہ چاندی کے بدلہ میں	❑	❑	❑
4	ایک کلو گندم دو کلو گندم کے بدلے	❑	❑	❑
5	ایک کلو چھوارے کے بدلے دو کلو گندم لینا	❑	❑	❑
6	کپڑے کے ایک تھان کے بدلے گندم لینا	❑	❑	❑
7	ایک درجن کیلے دو درجن کیلوں کے بدلے میں	❑	❑	❑
8	ایک درجن انڈے دو درجن کیلے کے بدلے میں	❑	❑	❑
9	کپڑے کو چائے کی پتی کے بدلے میں	❑	❑	❑
10	گندم کو جو کے بدلے میں	❑	❑	❑
11	کپڑے کو کپڑے کے بدلے میں	❑	❑	❑
12	لوہے کو تانبہ کے بدلے میں	❑	❑	❑
13	چاول کو چاول کے بدلے میں	❑	❑	❑
14	آٹے کو آٹے کے بدلے میں	❑	❑	❑
15	ایک بکری دو بکریوں کے بدلے میں	❑	❑	❑
16	ایک سیب کو دو انڈوں کے بدلے	❑	❑	❑
17	گندم کا تبادلہ گندم کے آٹے کے ساتھ	❑	❑	❑

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:۔3

جوے کی حقیقت اور احکام

سوال: جوے کی حقیقت اور حکم بیان کریں۔

جواب: صاحب احکام القرآن فرماتے ہیں:

حَقِیقَتُہٗ تَمْلِیکُ الْمَالِ عَلَی الْمُخَاطرۃ۔(1242)

یعنی قمار کی حقیقت اور تعریف یہ ہے کہ جس معاملہ میں کسی مال کا مالک بنانے کو ایسی شرط پر موقوف رکھا جائے جس کے وجود وعدم دونوں جانبین مساوی ہوں اور اس بناء پر خالص نفع یا خالص تاوان برداشت کرنے کی دونوں جانبیں بھی برابر ہوں۔**(1243)**

مثلاً یہ بھی احتمال ہے کہ زید پر تاوان پڑ جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ خالد پر تاوان پڑ جائے اس کی جتنی قسمیں اور صورتیں پہلے زمانے میں رائج تھیں یا آج رائج ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گی وہ سب میسر اور قمار اور جوا کہلائے گا۔**(1244)**

اس تعریف کی روشنی میں قمار اور جوے کے لازمی عناصر یہ ہیں:

(1) قمار دو یا دو سے زیادہ فریقوں کے درمیان معاملہ ہوتا ہے۔

(2) اس معاملہ میں کسی دوسرے کا مال حاصل کرنے کی غرض سے اپنا کچھ مال داؤ پر لگایا جاتا ہے۔

(3) قمار میں دوسرے کا جو مال حاصل کرنا منظور ہو، اس کا حصول کسی ایسے غیر یقینی اور غیر اختیاری واقعے پر موقوف ہوتا ہے، جس کے پیش آنے کا بھی احتمال ہو، اور پیش نہ آنے کا بھی۔

(4) قمار میں جو مال داؤ پر لگایا جاتا ہے، یا تو وہ بغیر کسی معاوضے کے دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں داؤ پر لگانے والے کا خالص نقصان ہوتا ہے، یا پھر دوسرے کا کچھ مال اس کے پاس بغیر معاوضے کے آجاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کا خالص نقصان ہوتا ہے۔

جس کسی معاملے میں یہ چار عناصر پائے جائیں گے وہ قمار اور جوے میں داخل ہوگا اور شرعاً حرام ہوگا۔**(1245)**

باب:۔3

خرچ کرنے کے احکام

المیزان مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:1 بیوی پر خرچ کرنے کے احکام
فصل:2 اولاد پر خرچ کرنے کے احکام
فصل:3 والدین پر خرچ کرنے کے احکام
فصل:4 قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے احکام
فصل:5 حاجت مندو پر خرچ کرنے کے احکام
فصل:6 اپنی ذات پر خرچ کرنے کے احکام
فصل:7 اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے حکم

فصل :1

بیوی پر خرچ کرنے کے احکام

مہر کا حکم نفقہ کا حکم نفقہ واجب ہونے کی شرائط نفقہ میں کیا داخل ہے؟ نفقہ کی مقدار

❑ مہر کا حکم

سوال: مہر کا حکم بیان کریں۔

جواب: نکاح کے بعد بیوی کو مہر دینا شوہر کے ذمہ واجب ہے خواہ شوہر مالدار ہو یا غریب، بالغ ہو یا نابالغ، موجود ہو یا غائب، صحیح ہو یا معذور۔ اور عورت چاہے مالدار ہو یا غریب۔ قرآن کریم میں ہے:

وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم (نساء:24)

ان عورتوں (محرمات) کو چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور مہر) خرچ کر کے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو

یہاں تک کہ اگر عقد نکاح میں مہر کا ذکر بھی نہ کرے یا شوہر مہر دینا سے صاف انکار کرے تب بھی نکاح ہو جائے گا اور شوہر پر مہر لازم ہوگا۔ **(1246/1)**

❑ نفقہ کا حکم

سوال: بیوی کے اخراجات، ضروریات کا حکم بیان کریں۔

جواب: بیوی کے اخراجات اور ضروریات کا پورا کرنا شوہر کے ذمہ واجب ہے، شوہر خواہ مالدار ہو یا غریب، بالغ ہو یا نابالغ، موجود ہو یا غائب، صحیح ہو یا معذور۔ اور عورت چاہے مالدار ہو یا غریب، صحت مند ہو یا بیمار، نکاح میں ہو یا عدت میں ہر حال میں لازم ہے۔ بعض صورتوں میں تو عورت کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ **(1246/2)**

- قرآن کریم میں ہے:

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيهِ رِزقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجعَلُ اللّٰهُ بَعدَ عُسرٍ يُسرًا ۔(طلاق:7)

ہر وسعت رکھنے والا اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے۔ اور جس شخص کے لیے اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو، تو جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے وہ اسی میں سے نفقہ دے، اللہ نے جس کو جتنا دیا ہے،

اس پر اس سے زیادہ کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ کوئی مشکل ہو تو اللہ اس کے بعد کوئی آسانی بھی پیدا کر دے گا۔

- **ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (بقرۃ:233)

اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے۔

- **ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ۔ (طلاق:6)

ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اسی جگہ رہائش مہیا کرو جہاں تم رہتے ہو۔

- **نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں سے متعلق یہ ارشاد فرمایا:**

معروف طریقے پر ان کے کھانے اور لباس کا خرچہ تمہارے ذمے ہے۔ **(1247)**

- **ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ۔ (النساء:34)

مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہے۔

- **ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:**

بیویوں کا تمہارے او پر حق ہے کہ تم کپڑے اور کھانے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ **(1248)**

- **ایک اور حدیث میں ہے:**

اپنی ذات سے ابتداء کرو اور اس پر خرچ کرو اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل کے لیے اگر تمہارے اہل سے بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں کے لیے اور اگر تمہارے رشتہ داروں سے بھی کچھ بچ جائے تو اس اس طرح اور اپنے ہاتھوں سے آپ ﷺ اپنے دائیں اور بائیں اشارہ کرتے تھے (یعنی خوب خوب خرچ کرو)۔ **(1249)**

بیوی کے اخراجات اور ضروریات کا پورا کرنا شوہر کے ذمے لازم ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ (1250)

❑ نفقہ واجب ہونے کی شرائط

(1) نکاح صحیح ہو: چاہے رخصتی ہوئی ہو یا نہیں (البتہ اگر مرد رخصتی کرانا چاہے پھر بھی رخصتی نہیں ہوئی تو نفقہ کی حقدار نہیں) **(1251)**

(2) بیوی صحبت کے قابل ہو: اتنی چھوٹی نہ ہو کہ جس سے صحبت (قبلہ، لمس، تفخیذ) نہ ہو سکے۔ اگر بیوی بہت چھوٹی ہو تو نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی۔ چاہے شوہر کے گھر میں ہو یا نہ ہو۔ البتہ اگر مرد نے کام کاج یا اپنا دل بہلانے کے لیے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا تو نفقہ کی حقدار ہوگی۔ **(1252)**

(3) جن چیزوں میں بیوی پر شوہر کی فرمانبرداری ضروری ہے ان میں بیوی فرمانبردار ہو، نافرمان (ناشزہ) نہ ہو اگر بیوی ناشزہ (نافرمان) ہو تو نافرمانی کی مدت میں نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی۔ **(1253)**

جیسے: بیوی بلاوجہ شرعی اور بغیر کسی عذر کے شوہر کے گھر سے چلی جائے۔ البتہ گھر میں ہوتے ہوئے بیوی اگر شوہر کو اپنے پاس نہ آنے دے تو اس صورت میں نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔

پھر اگر بیوی کسی عذرِ شرعی (بیماری میں والدین کے گھر چلی جائے) یا کسی جائز مطالبہ کے حصول کے لیے (مہر نہ ملنے کی وجہ سے، الگ گھر نہ ہونے کی وجہ سے) گھر سے چلی جائے یا شوہر کی اجازت سے چلی جائے تو ان سب صورتوں میں بیوی نفقہ کی حقدار رہوگی۔ **(1254)**

بیماری میں بیوی نفقہ کی حقدار ہوگی یا نہیں، اس میں یہ تفصیل ہے:

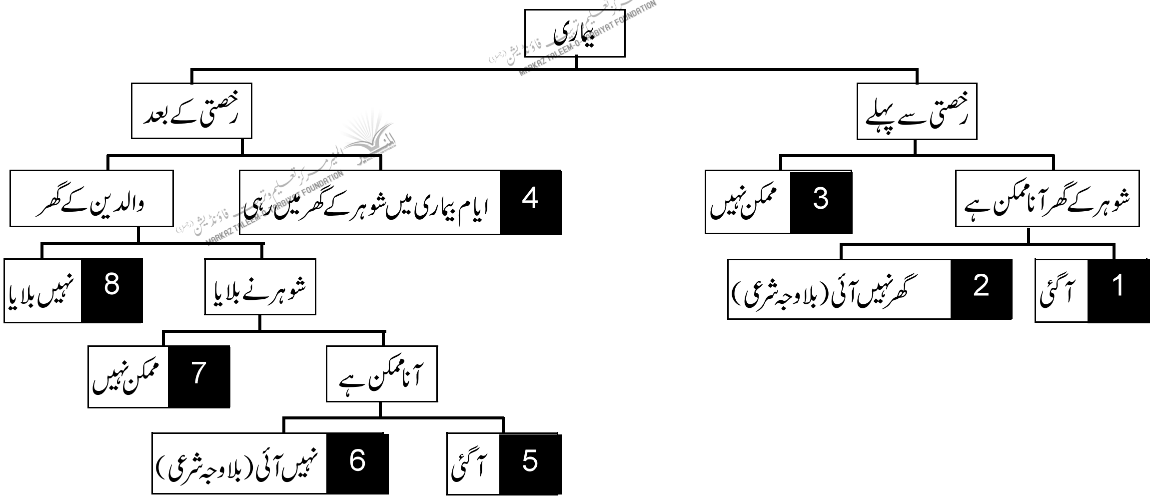

صورت نمبر 2، 3 اور 6 میں نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی۔ باقی سب صورتوں میں حقدار رہوگی۔ **(1255)**

(4) ہر وہ جدائی جو شوہر کی طرف سے ہو (طلاق، ارتدادِ زوج) اس کی عدت میں بھی عورت نفقہ کی حقدار ہوگی۔ اور اگر جدائی بیوی کی طرف سے ہو تو اس کی عدت میں بیوی نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی۔ **(1256)**

❑ نفقہ میں کیا کیا داخل ہے؟

سوال: بیوی کے اخراجات اور نان نفقہ میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں؟

جواب: کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا، بچھونا، نہانے دھونے کے سامان۔ (1257)

البتہ شوہروں پر بیوی کے علاج معالجہ کا خرچہ بھی گو فقہاء کی تصریحات کے مطابق قانونِ شرعی کی رُو سے لازم اور ضروری نہیں ہے، لیکن دیانۃً اور اخلاقاً اس کے ذمہ ضرور لازم ہے، خصوصاً اس دور میں جب کہ بیماریاں اس قدر بڑھ گئی ہیں، اور علاج معالجہ اس قدر مہنگا ہو گیا ہے کہ اگر شوہر علاج کا خرچہ نہ اٹھائے اور بیوی کے پاس مال نہ ہو تو وہ علاج معالجہ کس طرح کرائے گی، اور اس سے امور خانہ کس حد تک متاثر ہوں گے، یہ کسی ذی شعور پر مخفی نہیں ہے۔ (1258)

❑ نفقہ کی مقدار

سوال: کھانے پینے، پہننے اوڑھنے وغیرہ اخراجات میں کس کی حیثیت کا اعتبار ہو گا؟

جواب: روٹی کپڑے میں دونوں کی رعایت کی جائے گی۔ اگر دونوں مالدار ہوں تو امیروں کی طرح کا کھانا کپڑا ملے گا۔ اور اگر دونوں غریب ہوں تو غریبوں کی طرح کھانا کپڑا ملے گا۔ اور اگر شوہر بالکل غریب ہو اس کے پاس پیسے کچھ نہ ہوں تو قاضی بیوی کے لیے خرچہ مقرر کرے گا، پھر بیوی قرض لے کر اپنے خرچے پورا کرے گی بعد میں شوہر پر قرضہ ادا کرنا لازم ہو گا، اگر بیوی کو کوئی قرضہ دینے کے لیے تیار نہ ہو تو شوہر کے رشتہ داروں پر قرضہ دینا لازم ہو گا۔

اور اگر ایک امیر دوسرا غریب ہو تو درمیانی درجے کا روٹی کپڑا ملے گا یعنی امیری سے کم اور غریبی سے زیادہ۔ (1259)

- **کھانا پینا**

خرچہ یومیہ دیا جائے گا یا ہفتہ واری اور ماہانہ اس کے لیے شوہر کے حال، پیشہ اور سہولت کو دیکھا جائے گا۔ اس کے لیے جس طرح آسانی ہو اور جس طرح وہ راضی ہو۔ (1260)

کھانے پینے کا خرچہ ایک سال کا یا اس سے کم زیادہ پیشگی دے دیا تو اب اس میں سے کچھ لوٹایا نہیں جا سکتا ہے۔ (1261)

اگر بیوی بیمار ہو اور گھریلو کام نہیں کر سکے یا بیوی ایسے بڑے گھرانے کی ہو کہ وہ اپنے ہاتھ سے کھانا پکانے کا کام نہیں کرتی تو شوہر پر لازم ہے کہ اس کے لیے پکا پکایا کھانے کا انتظام کرے۔ (1262)

- **کپڑا**

بیوی سال میں دو جوڑے لینے کی حقدار ہے، ایک گرمی کا ایک سردی کا اور ہر جوڑا اس کے موسم آنے سے پہلے دینا ضروری ہو گا۔ (1263)
بیوی کو اس سے زیادہ کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہے۔ البتہ اگر سال پورا ہونے سے پہلے کپڑا از زیادہ استعمال کی وجہ سے

پھٹ گیا تو دوسرا جوڑا دیا جائے گا۔(1264)

• سکنی رہائش

مرد کے ذمہ واجب ہے کہ گھر میں سے ایک کمرہ عورت کے لیے الگ کردے تاکہ وہ اپنا گھریلو سامان اس میں حفاظت سے رکھے اور خود اس میں رہے، اور اس کا تالا چابی اپنے پاس رکھے کسی اور کا اس میں عمل دخل نہ ہو صرف بیوی ہی کے قبضے میں رہے۔(1265)

اور اگر بیوی الگ گھر کا مطالبہ کرے تو اس میں یہ تفصیل ہے:

(1) ساس سسر وغیرہ سے جھگڑا رہتا ہے تو بیوی کو الگ گھر دینا ضروری ہوگا خواہ شوہر مالدار ہو، غریب ہو یا متوسط۔ (1266)

(2) اور اگر ساس سسر وغیرہ سے جھگڑا نہیں رہتا تو

1) اگر شوہر مالدار ہے تو الگ گھر بیوی کا حق ہے اس کو دینا ضروری ہے۔

2) اور اگر شوہر متوسط ہے تو الگ گھر دینا تو ضروری نہیں البتہ الگ کچن وغیرہ دینا ضروری ہے۔

3) اور اگر شوہر غریب ہو تو بس وہی ایک الگ کمرہ دینا کافی ہے، اس سے زیادہ کچن وغیرہ دینا اس پر لازم نہیں۔(1267)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:2

اولاد پر خرچ کرنے کے احکام

سوال: اولاد پر خرچ کرنے کی تفصیل کیا ہے؟

جواب:

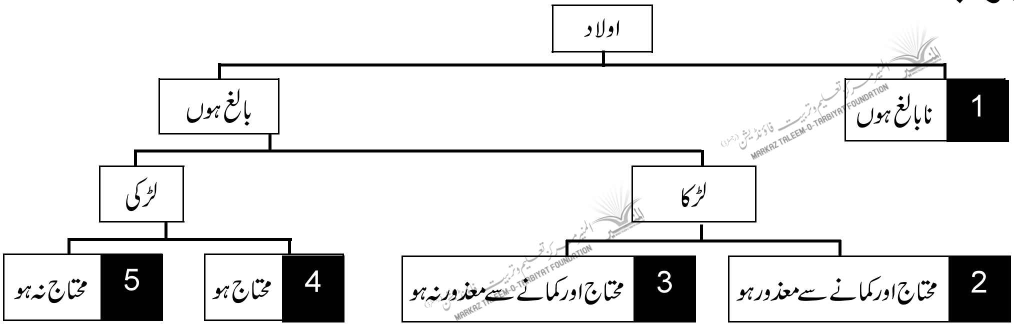

(1) نابالغ اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے چاہے اولاد مذکر ہو یا مؤنث ہو، نیز چاہے میاں بیوی میں جدائی ہوگئی ہو یا دونوں ساتھ ہوں۔ البتہ اگر بچوں کے پاس اپنا ذاتی مال ہو تو اسی سے ان پر خرچ کیا جاسکتا ہے باپ کے ذمہ اپنے مال سے نفقہ لازم نہ ہوگا۔ **(1268)**

(2) اولاد اگر بالغ لڑکا ہو اور معذور ہو کما نہیں سکتا ہو مثلاً اپاہج ہو تو اس صورت میں اس کا نفقہ والدین کے ذمہ ہوگا، دو تہائی باپ کے ذمہ ہوگا ایک تہائی ماں کے ذمہ ہوگا۔

(3) لڑکا اگر بالغ ہو اور معذور بھی نہ ہو تو اس صورت میں اس کا نفقہ باپ کے ذمہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ محتاج ہو اس کے پاس پیسہ وغیرہ نہ ہو۔ **(1269)**

(4) بالغ لڑکی اگر محتاج ہو تو اس کا خرچہ باپ کے ذمہ ہوگا اگرچہ وہ معذور نہ ہو صحیح ہو۔ **(1270)**

(5) اگر بالغ لڑکی محتاج نہ ہو اس کے پاس ذاتی طور پر کھانے پینے، پہننے کا بندوبست ہو تو اس کا نان نفقہ باپ کے ذمہ نہ ہوگا۔

نوٹ: جن صورتوں میں اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے یہ اس وقت ہوگا جب باپ کے اندر خرچ کرنے کی استطاعت

ہوا گر باپ کی مالی حالت خود کمزور ہو اور خرچ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو پھر اولاد کا نفقہ اس کے ذمہ لازم نہ ہوگا۔ اس صورت میں اولاد کا نفقہ دوسرے قریبی رشتہ داروں پر لازم ہوگا۔ **(1271)**

- **اولاد کو ہدیہ دینے میں برابری کرنا**

اولاد کو ہدیہ دینے میں بہتر اور افضل صورت یہ ہے کہ سب میں برابری کریں، یعنی جتنا حصہ ایک بیٹے کو دیں اتنا حصہ بیٹی کو بھی دیں، تاہم اگر کسی وجہ سے کسی کو زیادہ یا کسی کو کم دیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ **(1272)**

المنیر مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

فصل:3

والدین پر خرچ کرنے کے احکام

❑ نفقہ واجب ہونے کی شرائط

سوال: اولاد کے ذمہ والدین کا نفقہ کب لازم ہوتا ہے؟

جواب: ماں باپ کا نفقہ (خواہ ماں باپ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہوں) دو شرطوں کے ساتھ اولاد پر لازم ہوگا۔

(1) ماں باپ محتاج ہوں ان کے پاس خرچ کرنے کے لیے ذاتی مال نہ ہو، اگرچہ وہ کمانے پر قادر ہوں۔ **(1273)**

(2) اولاد مالدار ہو یعنی بیوی بچوں پر خرچ کرنے کے بعد والدین پر خرچ کرنے کی بھی استطاعت ہو، اگر اولاد میں اپنے بیوی بچوں کے ضروری اخراجات میں خرچ کرنے کے بعد والدین پر خرچ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو والدین کا خرچہ اس کے ذمہ نہ ہوگا۔

- سوتیلا باپ اور سوتیلی ماں اس طرح منہ بولے ماں باپ، اور ناجائز (زنا کے) ماں باپ کا خرچہ اولاد کے ذمہ نہ ہوگا۔
- دادا، دادی بھی ماں باپ کے حکم میں ہیں۔
- اگر غریب ماں باپ ہوں اور ان کے ماں باپ (دادا، دادی) بھی موجود ہوں اور ان کی اولاد (بیٹے) بھی ہوں تو نفقہ اولاد کے ذمہ ہوگا۔

مندرجہ بالا صورت میں اگر اولاد نہ ہو بلکہ پوتے ہوں تو نفقہ باپ کے ذمہ ہوگا، اسی طرح اگر باپ بھی نہ ہو اور اولاد بھی نہ ہو بلکہ دادا، پوتا ہو تو دونوں کے ذمہ نفقہ ہوگا بقدر میراث یعنی ایک تہائی دادا کے ذمہ ہوگا باقی پوتے کے ذمہ ہوگا۔ **(1274)**

فصل:4

قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنے کے احکام

نفقہ واجب ہونے کی شرائط
نفقہ میں کیا کیا داخل ہے؟
دو قسم کے رشتہ دار ہوں ایک وارث ایک غیر وارث
دو قسم کے رشتہ دار ہوں دونوں وارث ہوں

❑ نفقہ واجب ہونے کی شرائط

سوال: قریبی رشتہ داروں پر کب خرچ کرنا لازم ہوگا؟

جواب: قریبی رشتہ داروں پر خرچہ درجہ ذیل پانچ شرائط کے ساتھ لازم ہوگا:

(1) رشتہ دار غریب محتاج ہوں اور کمانے سے عاجز ہوں، جیسے: چھوٹا بچہ ہو، عورت ہو، نابینا ہو، اپاہج ہو وغیرہ وغیرہ۔

(2) خرچ کرنے والا خود بھی مالدار ہو یعنی بیوی بچوں اور والدین پر خرچ کرنے کے بعد غریب رشتہ دار پر بھی خرچ کرنے کی استطاعت ہو، اگر اپنے بیوی، بچوں اور والدین کے ضروری اخراجات میں خرچ کرنے کے بعد اس کے اندر غریب رشتہ دار پر خرچ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو اس پر غریب رشتہ دار کا نفقہ لازم نہ ہوگا۔**(1275)**

(3) غریب رشتہ دار مسلمان ہو، اگر غریب رشتہ دار غیر مسلم ہو تو اس کا نفقہ لازم نہ ہوگا ہاں احسان کرنا ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا ہر حال میں بہتر ہے اس کے لیے کوئی قانون اور دستور نہیں ہے۔

(4) غریب رشتہ دار، قریبی رشتہ دار ہو اور محرم ہو یعنی جن سے پردہ نہیں، جیسے: بہن بھائی، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ۔

اگر قریبی رشتہ دار تو ہو لیکن محرم نہ ہو یعنی ان سے پردہ ہو، جیسے: چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں وغیرہ کی اولادیں، تو ان کا نفقہ لازم نہ ہوگا۔

اسی طرح وہ رشتہ دار جو محرم تو ہو لیکن قریبی رشتہ دار نہ ہو، جیسے رضاعی بہن بھائی، ان کا نفقہ بھی لازم نہ ہوگا۔

اسی طرح سسرالی رشتے، جیسے سالہ سالی، ساس سسر وغیرہ کا نفقہ بھی لازم نہ ہوگا۔ البتہ ان سب کے ساتھ احسان خیر خواہی کا برتاؤ کرنا ہر حال میں بہتر ہے اس کے لیے کوئی قانون اور دستور نہیں۔**(1276)**

(5) رشتہ داروں کا نفقہ قاضی کے فیصلہ پر موقوف ہے، یعنی قاضی کے فیصلے سے پہلے اگر کسی غریب رشتہ دار کے ہاتھ میں

مالدار رشتہ دار کا مال آجائے تو اس کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا۔ جبکہ اصول اور فروع کا نفقہ قاضی کے فیصلہ پر موقوف نہیں۔ (1277)

❑ نفقہ میں کیا کیا داخل ہے؟

سوال: غریب رشتہ دار کے نفقہ میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں؟

جواب: غریب رشتہ دار کے نفقہ میں کھانا، پینا، کپڑے اور رہائش بقدر ضرورت داخل ہے اور اگر دودھ پیتا بچہ ہو تو اس کی انا کی اجرت بھی داخل ہوگی۔ اور اگر معذور ہو تو اس کو کسی خادم یا نوکر کی ضرورت ہو تو خادم نوکر رکھنے کے اخراجات بھی لازم ہوں گے۔ (1278)

سوال: غریب رشتہ دار کے اخراجات کس رشتہ دار پر کتنے لازم ہوں گے؟

جواب: غریب رشتہ دار کے نفقہ میں میراث کا حساب ہوگا (یعنی رشتہ دار اگر مرتا تو اس کی میراث کا جتنا حصہ جس رشتہ دار کو ملنا تھا اسی تناسب سے یہ خرچہ بھی لازم ہوگا) مثلاً دو بھائی مالدار ہیں اور بہن محتاج ہے تو بہن کا نفقہ دونوں پر آدھا آدھا لازم ہوگا اور اگر ایک بھائی اور ایک بہن مالدار ہو دونوں کی ایک بہن محتاج ہو تو اس بہن کا دو تہائی نفقہ بھائی کے ذمہ ہوگا اور ایک تہائی مالدار بہن کے ذمہ ہوگا۔ (1279)

❑ دو قسم کے رشتہ دار ہوں ایک وارث ایک غیر وارث

- اگر کسی غریب رشتہ دار کے باپ، دادا، نانا وغیرہ بھی ہوں اور دیگر قریبی رشتہ دار بھی ہوں تو نفقہ غریب رشتہ دار کے اصول (باپ، دادا) پر آئے گا۔ خواہ وہ وارث ہوں یا نہ ہوں اور قریبی رشتہ دار کے ذمہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ وارث ہوں، جیسے: کسی غریب کے نانا ہیں اور چچا ہے تو نفقہ نانا کے ذمہ ہوگا۔
- اگر اصول (باپ، دادا، نانا وغیرہ) متعدد ہوں تو ان پر میراث کے بقدر نفقہ لازم ہوگا، جیسے: اگر ایک آدمی کے دادا اور دادی بھی ہوں چچا، اور والد کے چچا بھی موجود ہوں تو نفقہ دادا اور دادی پر لازم ہوگا، چھٹا حصہ دادی کے ذمہ ہوگا، باقی دادا کے ذمہ اور چچا اور باپ کے چچا پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔
- جن صورتوں میں باپ دادا کے ذمہ نفقہ آرہا ہو اگر باپ دادا غریب ہوں تو پھر نفقہ دوسرے رشتہ داروں کے ذمہ لازم ہوگا۔ وہ رشتہ دار خرچ کریں گے بعد میں جب باپ مالدار ہو جائے تو اس سے سارے اخراجات وصول کیے جائیں گے۔ (1280)

❑ دو قسم کے رشتہ دار ہوں دونوں وارث ہوں

باپ، دادا وغیرہ اور دوسرے رشتہ داروں پر ان کے میراث کے حصہ کے تناسب سے لازم ہوگا، جیسے: ایک آدمی کی ماں بھی ہو اور چچا بھی، تو ماں پر ایک تہائی نفقہ لازم ہوگا اور چچا پر دو تہائی لازم ہوگا۔ **(1281)**

- اگر ایک غریب آدمی کے بچے، پوتے وغیرہ بھی ہوں اور دوسرے رشتہ دار بھی ہوں تو اس کا خرچہ اس کے بچوں پوتوں پر لازم ہوگا، رشتہ داروں پر کچھ نہیں ہوگا۔ اگرچہ رشتہ دار وارث بن رہے ہوں، جیسے: ایک آدمی کی بہن بھی ہو اور بیٹی بھی ہو تو نفقہ اس کی بیٹی کے ذمہ ہوگا۔ بہن کے ذمہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح ایک آدمی کا بھائی بھی ہو اور نواسہ بھی تو نفقہ نواسہ کے ذمہ ہوگا اگرچہ وہ وارث نہیں ہے اور بھائی کے ذمہ کچھ نہیں ہوگا۔ اگرچہ اس کو میراث ملے گی۔ **(1282)**
- اگر کسی غریب آدمی کی اولاد بھی ہو، باپ دادا اور دوسرے رشتہ دار بھی ہوں تو اس کا نفقہ بچوں اور باپ دادا کے ذمہ ہوگا دوسرے رشتہ داروں کے ذمہ کچھ نہیں ہوگا۔

بچوں اور باپ دادا وغیرہ میں پھر قریب اور بعید کا اعتبار ہوگا، باپ اور بیٹے کی موجودگی میں بیٹے کے ذمہ لازم ہوگا، باپ اور دادا کی موجودگی میں باپ کے ذمہ لازم ہوگا۔ **(1283)**

نوٹ: رشتہ داروں میں اگر یتیم یا بیوہ ضرورت مند ہو تو اس کا حق دوسرے ضرورت مند رشتہ داروں پر مقدم ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا“ (فجر:19-17)

ہرگز ایسا نہیں چاہیے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے، اور میراث کا مال سمیٹ سمیٹ کر کھا جاتے ہو

امتیازی شرائط ایک نظر میں

نمبر شمار	صنف	امتیاز
1	بیوی	● شوہر غریب ہو تب بھی بیوی کا نفقہ لازم ہوگا۔ **(1284)** ● بیوی مالدار ہو تو بھی شوہر پر نفقہ لازم ہوگا۔ **(1285)**
2	والدین	● والدین اگرچہ کمانے پر قادر ہوں پھر بھی اولاد پر نفقہ لازم ہے۔ **(1286)**
3	رشتہ دار	● رشتہ دار مسلمان ہوں تو دوسرے رشتہ دار پر نفقہ لازم ہوگا۔ **(1287)** ● دوسرے رشتہ پر نفقہ لازم ہونے کے لیے قاضی کا فیصلہ ضروری ہے۔ **(1288)**

فصل:5

حاجت مندوں پر خرچ کرنے کے احکام

سوال: حاجت مندوں پر خرچ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مالدار زکوٰۃ دے کر بے فکر اور بے رحم نہ ہو جائے کہ اب میرے ذمے کسی کی کوئی ہمدردی لازم نہیں رہی۔ زکوٰۃ تو ایک بندھا ہوا حق ہے باقی بہت سے متفرق کام ایسے بھی ہیں کہ موقع پر ان میں مال خرچ کرنا اور جس کے پاس مال نہ ہو یا اس میں مال کا کام نہ ہو تو جان سے مدد کرنا بھی ضروری ہے باقی ضرورت کا درجہ، اس کی تحقیق علما سے ہو سکتی ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔ (الذاریات:19)

اور ان کے مال و دولت میں سائلوں اور محروم لوگوں کا (با قاعدہ) حق ہوتا تھا۔

یعنی یہ کہ سائل کو اور قرض مانگنے والے کو محروم نہ کرے عام استعمال کی چیز مانگنے والے کو دینے سے انکار نہ کرے پانی نمک آگ وغیرہ معمولی چیزیں ویسے ہی دیدے۔ **(1289)**

نوٹ: پڑوسی (رہائشی ہو یا کاروباری) اہل محلہ اگر ضرورت مند ہوں تو اس کا حق دوسرے ضرورت مندوں سے مقدم ہوگا۔ **(1290)**

نیز ماتحت ضرورت مند نوکر خادم اگر ضرورت مند ہو تو اس کا حق دوسرے ضرورت مندوں سے مقدم ہوگا۔

فصل: 6

اپنی ذات پر خرچ کرنے کے احکام

(1) کیا خرچ کرنا ہے؟ (2) کتنا خرچ کرنا ہے؟

(1) کیا خرچ کرنا ہے؟

سوال: اپنی ذات پر خرچ کرنے کا حکم بیان کریں

جواب: اپنی جان، صحت عزت اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے خرچ کرنا، اپنی ذات کا حق ہے اور انسان پر لازم اور واجب ہے۔ جیسے ضرورت کے کھانے پینے، رہائش اور لباس پر خرچ کرنا، اور جہاں علاج کرنے کی صورت میں شفاء کا غالب گمان ہو وہاں علاج میں خرچ کرنا۔ **(1291)**

سوال: انسان کی بنیادی ضروریات کیا ہیں؟

جواب: انسان کی بنیادی ضروریات سات ہیں:

(1) کھانا، پینا (2) لباس (3) مکان اور گھریلو سامان (4) سواری

(5) نکاح (6) اگر ذمہ میں قرض ہو تو قرض کی ادائیگی (7) دینی تعلیم **(1292)**

- قرآن وحدیث کی تفصیلی تعلیمات کی روشنی میں علماء نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کے حرفہ معاشی مشغلہ اور منصب کے اعتبار سے حد اعتدال میں رہ کر مذکورہ بالا ضروریات اور ان کے لوازمات ہر شخص کی حوائج اصلیہ ہیں۔ **(1293)**
- عہد حاضر کے علماء معاشیات انسانی حوائج کی اولاً تین قسمیں کرتے ہیں:

(1) ضروریات (2) آسائشات (3) تعیّشات

(1) ضروریات: پھر ضروریات کی تین قسمیں کرتے ہیں:

1) ضروریات برائے زندگی: وہ اشیاء جو انسان کی بقاء کے لیے ضروری ہوں۔ 2) ضروریات برائے کارکردگی: وہ اشیاء جو انسان کو چاق وچوبند اور کام کرنے کے قابل رکھیں۔ 3) ضروریات رسمی: وہ غیر فطری ضروریات زندگی جس کا انسان عادی ہو چکا ہو۔

(2) آسائشات: وہ اشیاء جو کارکردگی میں اضافہ تو کریں مگر ان پر خرچ کارکردگی کے اضافہ کی بنسبت زیادہ ہو۔
(3) تعیّشات: وہ اشیاء جن کا صرف غیر ضروری بھی ہو اور کارکردگی میں اضافہ بھی مطلق نہ ہو بلکہ مضر ہو، فرق صرف یہ ہے کہ علماء اسلام نے حرام حلال اور مباح کے اصول کو سامنے رکھ کر تقسیم کی ہے اور علماء معاشیات نے منفعت و مضرت کو سامنے رکھا ہے۔**(1294)**

(2) کتنا خرچ کرنا ہے؟

سوال: ایک انسان اپنی ذاتی ضروریات، خواہشات میں کہاں کہاں کس حد تک اور کتنا خرچ کر سکتا ہے؟

جواب: اجمالی جواب یہ ہے کہ مال کو ناجائز خواہشات میں نہ لگائے اور جائز خواہشات میں بھی اسراف و بخل سے بچتے ہوئے اعتدال سے کام لے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

☐ **انسان کے لیے اپنی ناجائز خواہشات، ناحق جگہوں میں مال خرچ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔(1295)**

● قرآن کریم میں ہے:

وَ لَا تُبَذِّر تَبذِيرًا إِنَّ المُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخوَانَ الشَّيَاطِينِ وَ كَانَ الشَّيطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا۔(اسراء:27-26)

اور اپنے مال کو بے ہودہ کاموں میں نہ اڑاؤ۔ یقین جانو کہ جو لوگ بے ہودہ کاموں میں مال اڑاتے ہیں، وہ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔

● قرآن کریم میں ہے:

كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقنَاكُم وَ لَا تَطغَوا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيكُم غَضَبِي وَ مَن يَحلِل عَلَيهِ غَضَبِي فَقَد هَوَى۔(طٰہٰ:81)

جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ، اور اس میں سرکشی نہ کرو جس کے نتیجے میں تم پر میرا غضب نازل ہو جائے۔ اور جس کسی پر میرا غضب نازل ہو جاتا ہے وہ تباہی میں گر کر رہتا ہے۔

☐ **اپنی جائز ضروریات اور خواہشات میں بھی حد اعتدال سے زیادہ خرچ کرنا ناجائز، حرام اور اسراف ہے۔ (1296)**

● قرآن کریم میں ہے:

وَ كُلُوا وَ اشرَبُوا وَ لَا تُسرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ المُسرِفِينَ۔(اعراف:31)

اور کھاؤ اور پیو، اور فضول خرچی مت کرو۔ یاد رکھو کہ اللہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

● **ایک حدیث میں ہے:**

اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتیں پسند نہیں کرتا۔ بلاوجہ کی گپ شپ، فضول خرچی اور لوگوں سے بہت مانگنا۔(1297)

اسراف کا حکم: اسراف حرام ہے۔(1298)

اسراف کی حقیقت: جائز ضروریات میں ضرورت سے زائد (جس کی شریعت کی طرف سے اجازت نہ ہو) خرچ کرنا۔(1299)

❑ اسراف کی شکلیں

1) خریدنے اور خرچ کرنے میں اسراف:

● **حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ فرماتے ہیں:**

اسراف کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ جب کوئی چیز خریدنا چاہو تو سوچ لو کہ ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر فوراً ضرورت ذہن میں آجائے تو خریدلو اگر فوراً ضرورت ذہن میں نہ آئے تو نہ خریدو۔ کیونکہ جس ضرورت کو آدھا گھنٹہ تک سوچ سوچ کر پیدا کیا جائے وہ ضرورت نہیں، اگر دل میں بہت تقاضہ ہو اس چیز کے خریدنے کا اور قابل اعتبار ضرورت سمجھ میں نہ آئے تو ایسی صورت میں چیز خریدلو اور اطمینان سے بیٹھ کر سوچتے رہنا اگر اسراف نہ ہونا متحقق ہوجائے تو رکھ لو ورنہ خیرات کردو۔

ضرورت کی دو قسمیں ہیں ایک تحصیل منفعت (یعنی آرام اور نفع بخش) دوسری دفع مضرت (جس سے تکلیف دور ہو)(1300)

نیز مزید فرماتے ہیں:

خرچ کرنے سے قبل دو امر کا التزام کرلیں: ایک یہ کہ پہلے سوچا کریں کہ اگر اس جگہ خرچ نہ کروں تو آیا کچھ ضرر ہے یا نہیں، اگر ضرر نہ ہو تو اس کو ترک کردیں اور اگر ضرر معلوم ہوتا ہو تو پھر کسی منتظم سے مشورہ کریں کہ یہ خرچ خلافِ مصلحت اور نامناسب تو نہیں وہ جو بتلادے اس پر عمل کریں۔ ضرر سے مراد ضررِ واقعی اور حقیقی ہے جس کا معیار شریعت ہے، وہمی و خیالی ضرر مراد نہیں۔

اہل اللہ کا مذہب (یعنی طریق) رکھیں، وضع دار لوگوں کا نہ رکھیں رسم و رواج کے ذرا بھی مقید نہ ہوں۔ سب سے پہلے انتخاب گھر کا کریں جتنی چیزیں کام میں آتی ہیں رہنے دیں، اور جتنی چیزیں کام میں نہ آئیں خارج کردیں، یا بیچ دیں، یا مساکین کو دے دیں، نفلی صدقہ دینے کی ہمت نہ ہو تو زکوٰۃ ہی میں دے دیں۔(1301)

2) کھانے پینے، پہننے و دیگر ضروریات میں ہر وقت خواہش کی پیروی کرنا۔(1302)

کھانے پینے میں اسراف سے متعلق روایات

● حدیث میں آتا ہے:

إِنَّ مِنَ السَّرَفِ أَنْ تَأْكُلَ كُلَّ مَا اشْتَهَيْتَ۔(1303)

جس چیز کو جی چاہے اسے کھانا اسراف ہے۔

● ایک روایت میں ہے:

حضرت عمرؓ اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کے پاس تشریف لے گئے، ان کے پاس گوشت رکھا ہوا تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ گوشت کہاں سے آیا؟ عبداللہ بن عمرؓ نے جواب میں کہا میرا دل گوشت کھانے کا چاہا تو میں نے خرید لیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا جس چیز کا تمہارا دل چاہے گا تم وہ کھاؤ گے؟ آدمی کے اسراف کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ جس چیز کا اس کا دل چاہے وہ کھا لے۔**(1304)**

ایک اور روایت میں آتا ہے:

حضرت عمرؓ نے حضرت جابرؓ کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا اے جابر اس درہم سے کیا کرو گے؟ حضرت جابر نے کہا میں اپنے گھر والوں کے لیے گوشت خریدنا چاہتا ہوں، ان کے زیادہ اصرار کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا جو بھی تمہارا دل چاہے گا تم خرید لو گے، پھر اس آیت کا کیا ہوگا؟ "أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا" (تم نے اپنے حصے کی اچھی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں ختم کر ڈالیں۔اور ان سے خوب مزہ لے لیا۔)**(1305)**

● حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت ہے:

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اور میں ڈکار لے رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ڈکار کو روکو اس لیے کہ جو دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرے گا، قیامت کے دن سب سے لمبی بھوک والا ہوگا۔**(1306)**

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے، اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔**(1307)**

لباس میں اسراف سے متعلق آیات واحادیث

● قرآن کریم میں ہے:

يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ۔(اعراف:26)

اے آدم کے بیٹو! اور بیٹیو! ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا ہے جو تمہارے جسم کے ان حصوں کو چھپا سکے جن کا کھولنا برا ہے، اور جو خوشنمائی کا ذریعہ بھی ہے۔اور تقوی کا جو لباس ہے وہ سب سے بہتر ہے۔

● ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُم مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَ جَعَلَ لَکُم مِنَ الجِبَالِ أَکنَانًا وَ جَعَلَ لَکُم سَرَابِیلَ تَقِیکُمُ الحَرَّ وَ سَرَابِیلَ تَقِیکُم بَأسَکُم کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعمَتَہُ عَلَیکُم لَعَلَّکُم تُسلِمُونَ۔(نحل:81)

اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے تمہارے لیے سائے پیدا کیے، اور پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گاہیں بنائیں، اور تمہارے لیے ایسے لباس پیدا کیے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں، اور ایسے لباس جو تمہاری جنگ میں تمہیں محفوظ رکھتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی نعمتوں کو تم پر مکمل کرتا ہے تا کہ تم فرمانبردار بنو۔

● ایک حدیث میں آتا ہے:

ایسا لباس اختیار کرو جس میں اسراف اور تکبر نہ ہو۔**(1308)**

● ایک اور حدیث میں آتا ہے:

جس نے شہرت اور نام وری کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اسی طرح کا لباس پہنائے گا۔ پھر اس کے کپڑے میں آگ لگا دی جائے گی۔**(1309)**

● ایک حدیث میں آتا ہے:

جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال ہی کو پسند کرتا ہے تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔**(1310)**

● ایک حدیث میں آتا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتا ہے۔**(1311)**

مکان میں اسراف سے متعلق روایات

● قرآن کریم میں ہے:

وَ اذکُرُوا إِذ جَعَلَکُم خُلَفَاءَ مِن بَعدِ عَادٍ وَ بَوَّأَکُم فِی الأَرضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَ تَنحِتُونَ الجِبَالَ بُیُوتًا فَاذکُرُوا آلَاءَ اللّٰہِ وَ لَا تَعثَوا فِی الأَرضِ مُفسِدِینَ۔(اعراف:74)

اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قوم عاد کے بعد جانشین بنایا، اور تمہیں زمین پر اس طرح بسایا کہ تم اس کے ہموار علاقوں میں محل بناتے ہو، اور پہاڑوں کو تراش کر گھروں کی شکل دے

دیتے ہو۔لہٰذا اللہ کی نعمتوں پر دھیان دو، اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

● **حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں:**

گھر مکان سب کا سب ہر عمارت باعث وبال ہے، میں نے کہا: اس مکان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، جسے بنائے بغیر چارہ نہیں انہوں نے کہا: نہ اس میں کوئی اجر ہے اور نہ کوئی گناہ۔**(1312)**

● **ایک حدیث میں آتا ہے:**

نفقہ سب کا سب اللہ کی راہ میں ہے سوائے اس نفقہ کے جو گھر بنانے میں صرف ہوتا ہے کیونکہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔**(1313)**

● **حضرت عبداللہ رومیؓ فرماتے ہیں:**

میں ام طلق کے گھر میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ اس کی گھر کی چھت ٹوٹی ہوئی ہے، میں نے پوچھا یہ کس نے توڑی؟ ام طلق نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کو یہ پیغام جاری کیا کہ تمہارے علاقے میں کوئی بلند عمارتیں نہ بنائے۔اس لیے کہ تمہارے بدترین دن وہی ہوں گے جب تمہاری عمارتیں بلند ہونے لگیں۔**(1314)**

● **حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے:**

میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو خط لکھا جس میں گھر بنانے کی اجازت مانگی حضرت عمرؓ نے جواب دیا: اے بیٹے! ایسا گھر بناؤ جو تمہیں دھوپ اور بارش سے بچائے اس لیے کہ دنیا تو ضرورت پوری کرنے کی جگہ ہے۔**(1315)**

● **حضرت سفیانؓ فرماتے ہیں:**

عمر بن الخطابؓ کو خبر پہنچی کہ ایک آدمی نے پکی اینٹوں سے گھر بنایا، تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ میرا خیال نہیں تھا کہ اس امت میں بھی فرعون کے طرح لوگ ہوں گے (جس طرح فرعون نے بلند عمارت بنانے کا حکم دیا تھا، اس امت میں بھی لوگ بنائیں گے)۔**(1316)**

● **ایک حدیث میں آتا ہے:**

زیادہ عیش وعشرت والی زندگی سے بچو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے عیش وعشرت والے نہیں ہوتے۔**(1317)**

● **حضرت سالم بن عبداللہؒ فرماتے ہیں:**

میری شادی کے موقع پر میرے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو بھی دعوت دی۔میرے گھر کی عورتوں نے میرے گھر کو سبز پردوں سے چھپایا ہوا تھا۔جب حضرت ابوایوب انصاریؓ تشریف لائے گھر میں پردے لٹکے ہوئے دیکھے تو والد صاحب سے پوچھا:

اے عبداللہ! تم لوگوں نے دیواریں کیوں چھپائی ہیں والد صاحب نے شرماتے ہوئے جواب دیا : کہ ہم پر عورتیں غالب ہوگئیں تو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا: مجھے یہ ڈر تھا کہ عورتیں غالب ہوجائیں گی لیکن آپ کے بارے میں یہ ڈر نہیں تھا کہ آپ کے اوپر بھی غالب ہوجائیں گی۔ نہ میں تمہارے گھر میں داخل ہوں گا اور نہ کھانا کھاؤں گا۔(1318)

- ایک حدیث میں آتا ہے:

قیامت قائم نہیں ہوگی تا آنکہ لوگ مسجدوں پر فخر ومباہات کریں۔(1319)

- ایک اور حدیث میں ہے:

مجھے مسجد کو آراستہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا

ابن عباس کہتے ہیں: ''کہ ہم ان کو اس طرح آراستہ کریں جیسا کہ یہود ونصاری نے آراستہ کیا''(1320)

اسراف کا طریقہ علاج

موت کو کثرت سے یاد کیا کریں، اور مدتوں کے لیے منصوبے اور سامان نہ کریں اور نہ سوچیں، خدا تعالیٰ کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلیں گو بتکلف سہی، خدا تعالیٰ کی اطاعت میں اثر خاص ہے کہ اس سے فکر پیدا ہوگی اور فکر کے پیدا ہونے سے تمام کام درست ہوجائیں گے۔(1321)

☐ **اپنی ضروریات اور حقوق واجبہ میں بخل سے کام لینا بقدر ضرورت خرچ نہ کرنا بھی ناجائز ہے۔**

- قرآن کریم میں ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا۔

(فرقان:67)

اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ ان کا طریقہ اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال کا طریقہ ہے۔

- ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا۔ (اسراء:29)

اور نہ تو (ایسے کنجوس بنو کہ) اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ کر رکھو، اور نہ (ایسے فضل خرچ کہ) ہاتھ کو بالکل ہی کھلا چھوڑ دو جس کے نتیجے میں تمہیں قابل ملامت اور قلاش ہو کر بیٹھنا پڑے۔

- ابوالاحوص سے روایت ہے کہ میرے والد نے فرمایا:

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا آپ نے میری حالت بری دیکھی (یعنی میلے کچیلے کپڑے)

آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے میں نے کہا ہاں ہر طرح کا مال اللہ نے مجھے دیا ہے آپ نے فرمایا جب تیرے پاس مال ہے تو تجھ پر دِکھنا چاہیے (یعنی مال کا اثر تیرے اوپر ظاہر ہو اچھے صاف کپڑے پہنے۔ اچھے صاف مکان میں رہے۔) (1322)

بخل کی تعریف: جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروۃً ضروری ہو اس میں تنگ دلی کرنا بخل ہے۔ **(1323)**

بخل کی حقیقت: اس کے دو درجے ہیں: ایک خلاف مقتضائے شریعت اور اور یہ معصیت ہے، دوسرا خلاف مقتضائے مروت اور یہ معصیت نہیں (لیکن خلاف اولی ہے) فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس مقتضا کی مخالفت کی جائے، لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بات نہیں۔ (اور اگر باوجود استطاعت کے اس پر عمل کیا تو بعض کے نزدیک یہ بھی بخل ہے، اس لیے کہ) جو ضرورتیں اتفاقیہ پیش آ جائیں ان کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''جس مال کے ذریعہ سے آدمی اپنی آبرو کو بچائے وہ بھی صدقہ ہے۔'' مثلاً کسی مالدار کو اندیشہ ہو کہ یہ شاعر (یا ڈوم یا ہیجڑا) میری ہجو کرے گا، اور اگر میں اس کو کچھ دے دوں تو اس کا منہ بند ہو جائے گا، اور باوجود اس علم کے اگر اس کو کچھ نہ دے تو وہ شخص بخیل سمجھا جائے گا، کیوں کہ اس نے اپنی آبرو محفوظ رکھنے کی تدبیر نہ کی اور بدگو کو بدگوئی کا موقع دیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَا يَحسَبَنَّ الَّذِينَ يَبخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضلِهِ هُوَ خَيرًا لَهُم بَل هُوَ شَرٌّ لَهُم سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَومَ القِيَامَةِ۔ (آل عمران:180)

اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو (ضروری موقعوں پر) ایسی چیز (کے خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لیے کچھ اچھی ہوگی، (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت ہی بری ہے (کیونکہ اس بخل کا انجام یہ ہوگا کہ) وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیے جائیں گے اس (مال) کا (سانپ بنا کر) جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

اس طوق پہنائے جانے کی کیفیت حدیثِ بخاری میں آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس کو خدا تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کا وہ مال قیامت کے روز ایک زہریلا سانپ بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس شخص کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، تیرا سرمایہ ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت بالا پڑھی۔'' پس حدیث میں تخصیص زکوٰۃ کی تمثیلاً ہے حصراً نہیں۔ اس سے ایسے ہی حقوق واجبہ (مثل) زکوٰۃ وغیرہ مراد ہیں۔ چنانچہ ''روح المعانی'' میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس میں ایسی ہی وعید ذی رحم کو نہ دینے پر آئی ہے، کیونکہ ذی وسعت پر ذی رحم عاجز کی اعانت بھی واجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بخل کی وجہ سے لوگ حرام کو حلال کر لیا کرتے ہیں، بخل کے سبب سے فسق و فجور پھیلتا ہے۔''

اور فرمایا: ''اسلام کو جتنا بخل مٹاتا ہے اتنی کوئی چیز نہیں مٹاتی۔''

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ کہ اس نے پہلی امتوں کو ہلاک کر دیا۔ پس مسلمان کو شایاں نہیں کہ بخل کرے اور جہنم میں جائے۔ اور چوں کہ بخل درحقیقت مال کی محبت ہے اور مال کی محبت دنیا کی طرف متوجہ کر دیتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا علاقہ ضعیف اور کمزور ہو جاتا ہے۔ اور بخیل مرتے وقت حسرت بھری نظروں سے اپنا جمع کیا ہوا محبوب مال دیکھتا اور جبراً وقہراً آخرت کا سفر کرتا ہے، اس لیے کہ اس کو خالق جل جلالہ کی ملاقات محبوب نہیں ہوتی، اور حدیث میں آیا ہے کہ ''جو شخص مرتے وقت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہ کرے وہ جہنمی ہے۔''

بخل سے نجات کا طریق کار: بخل کے نقصانات معلوم کریں کہ آخرت کی تباہی اور دنیا کی بدنامی دونوں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ مال بخیل کے ساتھ جانے والا نہیں ہے، دنیا میں جو مال انسان کو دیا گیا ہے وہ صرف اس غرض سے دیا گیا ہے کہ وہ اس کو اپنی ضرورتوں میں خرچ کیا کرے، (لہٰذا) جو چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو اپنی طبیعت پر زور ڈال کر وہ چیز کسی کو دے دیا کریں، اگرچہ نفس کو تکلیف ہو مگر ہمت کر کے اس تکلیف کو سہار لیں، جب تک کہ کنجوسی کا اثر بالکل دل سے نہ نکل جائے یوں ہی کیا کریں۔

طریقہ علاج: مال کی محبت دل سے نکالیں۔ طریقہ علاج اسراف کے طریقہ علاج میں مذکور ہے۔ **(1324)**

مال کو صحیح جگہ خرچ کرنے کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہیں

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَسْتَطِیْعُ اِلَّا اَنْ نَفْرَحَ بِمَا زَیَّنْتَہٗ لَنَا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ اُنْفِقَہٗ فِیْ حَقِّہٖ۔

اے اللہ جس چیز سے تو نے ہمیں زینت بخشی ہے، ہم اس سے خوش ہوتے ہیں، اے اللہ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ میں اس کو مناسب طور پر خرچ کروں۔ **(1325)**

☐ **اپنی ذات پر خرچ کرنے میں تبذیر (ناحق خرچ کرنا) اسراف (زائد از ضرورت خرچ کرنا) اور بخل (خرچ میں بلاوجہ تنگی، کمی کرنا) سے بچتے ہوئے میانہ روی اختیار کرنے کا حکم ہے اور اعتدال میں رہتے ہوئے حسب حال ضروریات میں وسعت کرنا (آسائش) جائز ہے، زینت و آرائش (نہ کہ نمائش) میں خرچ کرنا بھی جائز ہے بلکہ بعض جگہ تو اس کا حکم ہے۔ (1326)**

- قرآن کریم میں ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا۔

(فرقان:67)

اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ ان کا طریقہ اس (افراط

وتفریط) کے درمیان اعتدال کا طریقہ ہے۔

● ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَجعَل یَدَکَ مَغلُولَةً إِلَی عُنُقِکَ وَلَا تَبسُطهَا کُلَّ البَسطِ فَتَقعُدَ مَلُومًا مَحسُورًا۔ (اسراء:29)

اور نہ تو (ایسے کنجوس بنو کہ) اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ کر رکھو، اور نہ (ایسے فضول خرچ کہ) ہاتھ کو بالکل ہی کھلا چھوڑ دو جس کے نتیجے میں تمہیں قابل ملامت اور قلاش ہو کر بیٹھنا پڑے۔

● حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا

یا رسول اللہ! میری توبہ (غزوہ تبوک میں نہ جانے کی) قبول ہونے کا شکرانہ یہ ہے کہ میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کے راستے میں دیدوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اپنے مال کا ایک حصہ اپنے پاس ہی باقی رکھو تو تمہارے حق میں یہ بہتر ہے، میں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنا خیبر کا حصہ اپنے پاس محفوظ رکھتا ہوں۔ **(1327)**

● ایک حدیث میں آتا ہے:

بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد آدمی مالدار رہے۔ **(1328)**

● حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے سال میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں سخت بیمار تھا میں نے کہا میرا مرض شدت اختیار کر چکا ہے میرے پاس مال و اسباب بہت ہے اور میری صرف ایک لڑکی ہے جو وارث ہوگی تو کیا میں اپنا دو تہائی مال خیرات کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے کہا آدھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ایک تہائی کر دو اور یہ بھی بہت ہے۔ اگر تم اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہوگا کہ محتاجی میں انہیں اس طرح چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں سے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ **(1329)**

● ایک حدیث میں آتا ہے:

خرچ کرنے میں میانہ روی اور اعتدال آدھی معیشت (کمائی) ہے۔ **(1330)**

● قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُل مَن حَرَّمَ زِینَةَ اللهِ الَّتِی أَخرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّیِّبَاتِ مِنَ الرِّزقِ قُل هِیَ لِلَّذِینَ آمَنُوا فِی الحَیَاةِ الدُّنیَا خَالِصَةً یَومَ القِیَامَةِ کَذَلِکَ نُفَصِّلُ الآیَاتِ لِقَومٍ یَعلَمُونَ (اعراف:32)

کہو کہ: آخر کون ہے جس نے زینت کے اس سامان کو حرام قرار دیا ہو جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اور (اسی طرح) پاکیزہ رزق کی چیزوں کو؟ کہو کہ: جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان

کو یہ نعمتیں جو دنیوی زندگی میں ملی ہوئی ہیں، قیامت کے دن خالص انہی کے لیے ہوں گے۔ اسی طرح ہم تمام آیتیں ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم سے کام لیں۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُم وَلَا تَعتَدُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ المُعتَدِينَ۔ (مائدة:87)

اے ایمان والو! اللہ نے تمہارے لیے جو پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام قرار نہ دو، اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقین جانو کہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

- **حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:**

جب خوارج نکلے تو میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے کہا تم ان لوگوں کے پاس جاؤ تو میں یمن کا سب سے عمدہ جوڑا پہن کران کے پاس گیا، انہوں نے کہا خوش آمدید اے ابن عباس! اور پوچھا یہ کیا پہنے ہو؟ میں نے کہا تم مجھ میں کیا عیب نکالتے ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچھے سے اچھا جوڑا پہنے دیکھا ہے۔ **(1331)**

- **ایک حدیث میں آتا ہے:**

اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتا ہے۔ **(1332)**

- **ابوالاحوص سے روایت ہے کہ میرے والد نے فرمایا:**

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا آپ نے میری حالت بری دیکھی (یعنی میلے کچیلے کپڑے) آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے میں نے کہا ہاں ہر طرح کا مال اللہ نے مجھے دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تیرے پاس مال ہے تو تجھ پر دکھنا چاہیے (یعنی مال کا اثر تیرے اوپر ظاہر ہو اچھے صاف کپڑے پہنے۔ اچھے صاف مکان میں رہے۔) **(1333)**

کن اوقات واحوال میں خاص طور سے وسعت مطلوب ہے؟

1) جمعہ اور عیدین میں

- **حدیث میں آتا ہے:**

اگر میسر ہو سکے تو تمہارے لیے کوئی حرج کی بات نہیں کہ تم میں سے ہر ایک اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے جمعہ کے لیے بنا رکھے۔ **(1334)**

ایک روایت میں آتا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عید کو 'حبرۃ' کی چادر زیب تن فرماتے تھے، ("حبرۃ" یمن میں روئی سے بننے والے سرخ وسفید رنگ کے کپڑے کو کہا جاتا ہے)۔ **(1335)**

2) رمضان میں

• حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور خاص طور پر رمضان میں جب جبرئیل ؑ آپ ﷺ سے ملتے تو آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی ہو جاتے تھے اور جبرائیل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے اور قرآن کا دور کرتے، نبی ﷺ بھلائی پہنچانے میں ٹھنڈی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔(1336)

3) عاشوراء کے دن

• حدیث میں آتا ہے

جس نے عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر وسعت کی اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں پورے سال وسعت فرمائیں گے۔(1337)

فصل:7

اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے حکم

سوال: اپنے مملوکہ حیوانات پر خرچ کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اپنے مملوکہ حیوانات کے کھانے پینے اور آرام کا خیال رکھنا مالک پر لازم اور ضروری ہے۔(1338)

مشق: بیوی پر خرچ کرنا

(1) بیوی کا نان نفقہ واجب ہونے کی تین شرائط ہیں:

1)______________________________

2)______________________________

3)______________________________

(2) بیوی کے نان نفقہ میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں؟

جواب______________________________

____

____

المرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

مشق: اولاد اور والدین پر خرچ کرنا

(1) درست جواب کا انتخاب کریں

	صحیح	غلط
1) نابالغ اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے______	☐	☐
2) بالغ، معذور لڑکے کا نفقہ باپ کے ذمہ نہیں ہے______	☐	☐
3) بالغ لڑکی اگر محتاج نہ ہو تب بھی اس کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے______	☐	☐
4) اولاد کو ہدیہ دینے میں بہتر صورت یہ ہے کہ بیٹی کو زیادہ دیا جائے______	☐	☐
5) سوتیلے ماں باپ کا نفقہ بھی اولاد کے ذمہ ہے______	☐	☐
6) دادا، دادی بھی ماں باپ کے حکم میں ہے______	☐	☐

(2) ماں باپ کا نفقہ دو شرطوں کے ساتھ اولاد پر لازم ہوگا

1)______________________________

2)______________________________

مشق: قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا

(1) قریبی رشتہ داروں پر خرچہ درج ذیل پانچ شرائط کے ساتھ لازم ہوگا

1)______

2)______

3)______

4)______

5)______

(2) دو قسم کے رشتہ دار ہوں، ایک وارث اور ایک غیر وارث تو نفقہ کس کے ذمہ واجب ہوگا؟

جواب______

مشق: اپنی ذات پر خرچ کرنا

(1) انسان کی بنیادی ضروریات سات (7) ہیں

1)______

2)______

3)______

4)______

5)______

6)______

7)______

(2) ایک انسان اپنی ضروریات خواہشات میں کہاں کہاں کس حد تک اور کتنا خرچ کر سکتا ہے؟

1)______

2)______

3)______

4)______

حوالہ جات

حوالہ جات

(1/1) (ترمذی، الزھد، رقم:2376)

حضرت شیخ علی متقیؒ فرماتے ہیں: ''طمع'' اسے کہتے ہیں کہ اس مال کی امید رکھی جائے جس کے حاصل ہونے میں شک ہو، اگر اس کے حاصل ہونے کا یقین ہو جیسے کسی کا کوئی حق یا کسی نے سچا وعدہ کیا ہو، اور یا کسی سے اتنی شدید محبت ہو کہ وہ اس کی ہر خواہش کو ضرور پورا کرتا ہو، تو ایسی صورت میں توقع رکھنے کو طمع نہیں کہتے۔ (مظاہر حق 625/2)

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: ''ماشیء أذھب لعقول الرجال من الطمع'' (مردوں کی عقلوں کو سب سے زیادہ اڑانے والی طمع ہے)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ یا حضرت عبد بن زبیرؓ نے حضرت کعبؓ سے پوچھا: ''مایذھب العلم من صدور الرجال بعد أن علموہ:'' (وہ کیا چیز ہے جو آدمیوں کے سینوں سے علم کو ختم کر دیتی ہے ان کے علم حاصل کر لینے کے بعد؟) حضرت کعب نے فرمایا: ''الطمع و طلب الحاجات الی الناس'' (ایک طمع دوسرا لوگوں سے اپنی حاجتوں کو مانگنا)

(1/2) (مسلم، رقم:2578)

(1/3) (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم:5452)

(1/4) (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث:136)

(1/5) (شعب الایمان للبیھقی، رقم:10350)

(1/6) (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث:5112)

(2) (موجودعالمی معاشی بحران اور اسلامی تعلیمات، ص:11-5 بتغییر)

(3) (قصص القرآن، حفظ الرحمن سیوہاردی، قصہ قوم شعیب)

(4) (ابو داود، الزکاۃ، الشح، رقم:1694)

(5) (بخاری مع الفتح، بدء الخلق، خیرُ مالِ المسلم غنم۔۔۔۔رقم:3302)

(6) (بخاری مع الفتح، بدء الخلق، خیرُ مالِ المسلم غنم۔۔۔۔رقم:3302)

(7) (نضرۃ النعیم، قساوۃ)

(8) (جامع الاصول، رقم:8136)

(9) (کتاب الجغرافیہ:118-117، مفتی ابو لبابہ صاحب)

(10) (جامع الاصول، رقم:7507)

(11) (نصر الباری:489، بخاری، اشربۃ، فیمن یستحل الخمر، رقم:5590)

(12) (مؤطاء امام مالک، رقم:476)

(13) (مشکوۃ، کتاب الحدود، رقم:28، مظاھر حق:595/3، مسند احمد)

(14) (جامع الاصول، رقم:8136)

(15) (ابو داود الجھاد، فی الجرأۃ و الجبن، رقم 2511)

(16) (معارف الحدیث:190/2)

(17) (جامع الاصول، رقم:2598، مشکوٰۃ، رقم:5162)

(18) (مظاھر حق:633-34/4)

(19) (مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث عمرو بن العاص، رقم:17763)

(20) (آسان ترجمہ قرآن، توبہ:55، نضرۃ النعیم، الطمع، مضار الطمع)

(21)(ہم سے عہدلیا گیا، عہد:116، ص:296)
(22)(ترمذی، الزھد، لو کان لابن آدم، رقم 2337)
(23)(نضرة النعیم/مضار الطمع)
(24)(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، رقم:7928)
(25)(بخاری، الرقاق الغنی غنی النفس۔ رقم:6446)
(26)(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم:1643)
(27)(معارف الحدیث:187/2)
(28)(بخاری، وصایا، تاویل قولہ من بعد وصیة، رقم: 2750)
(29)(مسلم، قبول الصدقة من الکسب الطیب، رقم:1015)
(30)(بیان القرآن، مومنون:51)
(31)(بیان القرآن)
(32)(جامع الاحادیث للسیوطی ﷺ:55/20)

● شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”مؤرخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعا لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اس کے لیے بددعا کرتے وہ ہلاک ہوجاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہوگیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہوگئی۔

(فضائل رمضان:28، اسلام میں حلال وحرام: مولانا نعیم الدین صاحب:34)

● **حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کا واقعہ:** علامہ شہاب الدین احمد قلیوبی شافعی رحمہ اللہ (متوفی 1029ھ) فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ (متوفی 163ھ) کے متعلق حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ جب کہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ انہوں نے ایک شخص سے کھجوریں خریدیں۔ اتفاق سے دو کھجوریں ان کے پاؤں کے درمیان زمین پر گر پڑیں۔ انہوں نے یہ سوچ کر کہ میری خریدی ہوئی کھجوروں میں سے گری ہوگی وہ کھجوریں زمین سے اُٹھا کر کھالیں۔ پھر بیت المقدس تشریف لے گئے، وہاں آپ "قُبَّةُ الصَّخرَة" میں داخل ہوئے (دوسرے لوگ چلے گئے) اور آپ تنہا وہاں رہ گئے، وہاں دستور یہ تھا کہ قبہ میں جو کوئی ہوتا اُسے وہاں سے عصر سے پہلے نکال کر خالی کر دیا جاتا تھا تاکہ وہ عصر کے بعد سے لے کر رات بھر فرشتوں کے لیے مخصوص رہے، چنانچہ منتظمین نے لوگوں کو قبہ سے نکال دیا۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ چھپ گئے اور لوگ انہیں نہ دیکھ سکے، اس طریقہ سے آپ رات اس قبہ کے اندر ہی رہے۔ رات کو فرشتے آئے تو بولے کہ یہاں کوئی بنی آدم (انسان) معلوم ہوتا ہے، اُن میں سے ایک نے کہا کہ خراسان کے عابد ابراہیم بن ادہم معلوم ہوتے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ہاں وہی ہیں، تیسرا بولا یہ وہی شخص ہیں کہ ہر روز ان کے اعمال قبول ہو کر اوپر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ چوتھا بولا بات تو یہی ہے، مگر ایک سال سے ان کی عبادت (اوپر جانے) سے موقوف ہوگئی ہے اور اتنی مدت ان کی دعا بھی قبول نہیں ہوئی اور سبب اس کا وہ دو کھجوریں بنی ہیں (جو انہوں نے مکہ مکرمہ میں اپنی سمجھ کر زمین سے اُٹھا کر کھالی تھیں) پھر یہ فرشتے اپنی عبادت میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی اور دربان آیا اُس نے قبہ کا دروازہ کھولا، جناب ابراہیمؒ نکلے اور سیدھے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر اس دکان کے دروازے پر آئے دیکھا کہ ایک نوجوان کھجوریں بیچ رہا ہے، آپ نے اس سے فرمایا کہ پچھلے سال یہاں ایک بڑے میاں کھجوریں بیچتے تھے وہ کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ وہ تو فوت ہوگئے آپ نے اُسے سارا قصہ سنایا، اس نے کہا کہ ان دونوں کھجوروں میں سے میرا حصہ تو آپ کے لیے حلال ہے (یعنی میں نے معاف کیا) البتہ میری ایک بہن اور والدہ ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ گھر میں ہیں۔ آپ اُن کے گھر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک بڑی بی لاٹھی سے سہارا لیتی ہوئی باہر نکلیں۔ آپ نے انہیں سلام کیا۔ بڑی بی نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ آپ نے انہیں بھی سارا قصہ سنایا۔ بڑی بی نے کہا کہ میرا حصہ بھی آپ کے لیے حلال ہے۔ پھر آپ نے اس کی بیٹی سے بھی اس کا حصہ حلال کروایا، اور پھر بیت المقدس تشریف لے گئے، اور اسی طرح قبہ میں داخل ہو کر رات گزاری۔ فرشتے آئے اور آپس میں کہنے لگے یہ ابراہیم بن ادہم ہیں جن کے ایک سال سے اعمال اوپر جانے موقوف ہوگئے تھے اور اُن کی دعا قبول نہیں ہوتی تھی، اب جب کہ

یہ وہ کھجوریں معاف کرا آئے ہیں تو اُن کے اعمال بھی قبول ہونے لگے اور دُعا بھی، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اُن کے درجہ کی طرف لوٹا دیا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ یہ سن کر خوشی کے مارے رو پڑے اور آپ کا یہ حال ہو گیا کہ آپ پے در پے روزے رکھنے لگے صرف ساتویں دن رزق حلال سے روزہ کھولتے تھے۔ (اسلام میں حلال وحرام: مولانا نعیم الدین صاحب: 34)

● **اسم اعظم:** حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (متوفی 725ھ) فرماتے ہیں: حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کو اسم اعظم معلوم ہے بیان فرمائیے کونسا نام اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے؟ آپؒ نے جواب دیا: ''معدہ کا لقمہ حرام سے خالی رکھنا اور دل کو محبت دنیا سے خالی کرنا ہی اسم اعظم ہے۔ اس کے بعد جس نام سے اللہ تعالیٰ کو پکارو گے وہی اسم اعظم ہوگا۔'' (اسلام میں حلال وحرام: مولانا نعیم الدین صاحب: 42)

(33) (مجمع الزوائد للهيثمي: 148/4)

(34) (مسند احمد: 321/3، مستدرک حاکم: 141/4)

(35) (اسلام میں حلال و حرام: مولانا نعیم الدین صاحب، نضرۃ النعیم / اکل الحرام)

● **اعمال صالحہ کی حلاوت نصیب نہیں ہوتی:** علامہ شہاب الدین احمد بن احمد بن سلامہ قلیوبی شافعی رحمہ اللہ (متوفی 1029ھ) تحریر فرماتے ہیں:

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ (متوفی 261ھ) کے بارے میں یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ اُنہوں نے کئی سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی لیکن عبادت کا مزہ اور لذت نہ پائی تو والدہ کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ اماں جان مجھے عبادت وطاعت میں حلاوت محسوس نہیں ہوتی، آپ ذرا غور کیجیے کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ جب میں پیٹ میں تھا یا دودھ پیتا تھا۔ اس زمانہ میں آپ نے کوئی حرام چیز کھالی ہو؟ انہوں نے بہت دیر سوچنے کے بعد فرمایا کہ بیٹا جب تم میرے پیٹ میں تھے تو ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں چھت پر چڑھی تو وہاں ایک مرتبان نظر پڑا جس میں پنیر تھا۔ میرا پنیر کھانے کو جی چاہا تو میں نے اس میں سے انتہائی معمولی سا پنیر اُس کے مالک کی اجازت کے بغیر کھالیا تھا، حضرت بایزیدؒ نے کہا کہ بس یہی وجہ ہے مجھے عبادت میں حلاوت محسوس نہ ہونے کی، برائے کرم آپ مرتبان کے مالک کے پاس جائیے اور اسے یہ سارا قصہ سنایئے، چنانچہ وہ اس کے پاس گئیں اور اُسے سارا قصہ سُنایا، اُس نے کہا کہ وہ میں نے تمہارے لیے حلال کیا (یعنی معاف کردیا) آپ نے واپس آکر اپنے صاحبزادے (حضرت بایزید بسطامیؒ) کو اس کی اطلاع دی، اس کے بعد آپ کو طاعت وعبادت میں حلاوت محسوس ہونے لگی۔ (اسلام میں حلال وحرام: 31)

● **حرام سے بجائے اچھے اعمال کے بُرے اعمال کا داعیہ پیدا ہوتا ہے:** حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ (المتوفی 1302ھ 1884ء) فرماتے تھے کہ ایک رئیس کے یہاں سے لڈو آئے ایک میں نے کھالیا، وہ کھاتے ہی قلب میں سخت ظلمت پیدا ہوئی اور ہر وقت یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ کوئی خوبصورت عورت ملے کہ اس سے زنا کرو، اسی حالت میں ایک مہینہ گزر گیا میں روتا اور توبہ کرتا تھا کہ الٰہی یہ کیا ہو گیا۔ (انتہائی عبرت کا مقام ہے کہ حرام کے ایک لڈو سے یہ حالت پیدا ہوئی۔ ہمارا کیا حال ہوگا کہ ہم تو مبتلا ہی مشکوک ومشتبہ رزق میں ہیں۔ یہ تو چونکہ اللہ والے تھے انہیں اس چیز کا ادراک ہو گیا۔ ہمارے قلوب میں چونکہ ظلمت بھری ہوئی ہے اس لیے ہمیں اس چیز کا ادراک نہیں ہوتا۔) (اسلام میں حلال وحرام: 37)

عجیب وغریب واقعہ: جب میں استاد کے ساتھ تھا تو میرے استاد نے مجھے مزدوری پر لگادیا، میں بحری جہازوں میں لوڈنگ کرتا تھا، میں سارے دن کی محنت کے بعد جتنے پیسے کماتا تھا میرے استاد ان میں سے دو وقت کے کھانے کی رقم رکھ کر میری باقی کمائی خیرات کر دیتے تھے، میں نے ان سے ایک دن اس حکمت کی وجہ پوچھی وہ مسکرا کر بولے ''تم گیارہ مہینے یہ کام کرو میں تمہیں اس کے بعد اس کا جواب دوں گا۔''

میں گیارہ مہینے لوڈنگ کرتا رہا میرا وظیفہ مکمل ہو گیا تو میرے استاد نے مجھ سے کہا ''تم آج مزدوری کے لیے جاؤ کام شروع ہو جائے تو تم جھوٹ موٹ کے بیمار پڑ جانا، سارا دن کام کو ہاتھ نہ لگانا شام کو اپنا معاوضہ لینا اور واپس آجانا'' میں نے شیخ کے حکم پر عمل کیا میں سارا دن پیٹ میں درد کا بہانہ بنا کر گودی پر لیٹا رہا شام کو معاوضہ لیا اور استاد کے پاس آگیا۔ استاد نے فرمایا ''تم اب دو وقت کے کھانے کے پیسے رکھ کر باقی خیرات کر دو'' آپ یقین کریں وہ گیارہ ماہ میں پہلا دن تھا جب میرا دل خیرات کو نہیں چاہ رہا تھا، میں نے اس دن خوب سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن میری بھوک ختم نہیں ہوئی، میں نے اس رات پہلی بار اپنے کمرے کی کنڈی لگائی، میں گھوڑے بیچ کر سویا لیکن میری نیند مکمل نہیں ہوئی۔ مجھے اگلے دن اپنے جسم سے بو آئی اور مجھے پہلی مرتبہ اپنے کپڑوں پر پرفیوم لگانا پڑا اور مجھے پہلی مرتبہ

نماز میں لذت محسوس نہیں ہوئی۔

میں نے شیخ کو اپنی ساری کیفیت بتائی وہ ہنس کر بولے ''بیٹا حرام کا کمال ہے، حرام آپ کی زندگی کی تمام نعمتوں کا جوہر اڑا دیتا ہے آپ انسان سے جانور بن جاتے ہیں'' میرے استاد نے بتایا ''جلال الدین! حرام ہمیشہ آپ کی بھوک بڑھا دیتا ہے یہ آپ کی نیند میں اضافہ کرتا ہے یہ آپ کے جسم میں بو پیدا کرتا ہے یہ آپ کا دل تنگ کر دیتا ہے یہ آپ کی سوچ کو چھوٹا کر دیتا ہے یہ آپ کی نیند کو پھیلا دیتا ہے اور یہ آپ کی روح سے سکون کھینچ لیتا ہے'' میرے شیخ نے مجھے بتایا ''آپ کو آج ایک دن کا حرام چالیس دن ستائے گا، آپ ان چالیس دنوں میں جھوٹ کی طرف بھی مائل ہوں گے، آپ غیبت بھی کریں گے، آپ کے دل میں لالچ بھی آئے گا، آپ دوسروں کو دھوکہ بھی دیں گے اور آپ کے اندر امیر بننے کی خواہش بھی پیدا ہو گی''

میں ڈر گیا اور میں نے استاد سے پوچھا میں اگر حرام کے ان برے اثرات سے بچنا چاہوں تو مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ فرمایا ''روزہ رکھو اور خاموشی اختیار کرو یہ دونوں تمہیں اندر سے پاک کر دیں گے'' پھر شیخ نے سر ہلایا اور فرمایا: ''میں نے چالیس کی ریاضت کے بعد جو سیکھا وہ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ یہ کائنات ایک صندوق ہے اس صندوق پر اسرار کا موٹا تالا پڑا ہے یہ تالا ایک اسم اعظم سے کھلتا ہے اور وہ اسم اعظم ہے حلال، آپ زندگی میں حلال بڑھاتے جاؤ کائنات کا صندوق کھلتا چلا جائے گا''

میں نے عرض کیا حرام کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا: ''دنیا کی ہر وہ چیز جسے دیکھنے سننے چکھنے اور چھونے کے بعد آپ کے دل میں لالچ پیدا ہو جائے وہ حرام ہے آپ اس حرام سے بچو۔ یہ آپ کے وجود کو قبرستان بنا دے گا، بے قیمت کر دے گا گھر میں اپنے پڑوس میں اور پوری دنیا میں، پھر معاشرے میں آپ کی کوئی اہمیت ہی نہ رہے گی اور آپ کے چہرے کی رونق ختم ہو جائے گی۔

● **حرام مال جس راستے سے آتا ہے اُسی راستے نکل جاتا ہے:** حضرت علی بن سلطان محمد القاری الحنفی (متوفی 1014ھ) تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے شیخ عارف باللہ ولی کامل حضرت شیخ علی متقیؒ (متوفی 875ھ) ایک واقعہ ذکر فرماتے تھے کہ ایک نیک وصالح آدمی کاروبار کیا کرتا تھا اور اپنی آمدنی کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا تھا۔ ایک تہائی حصہ اپنی ضروریات میں صرف کرتا تھا اور ایک تہائی حصہ کاروبار کی ترقی میں لگا تا تھا۔ ایک دفعہ اس نیک انسان کے پاس ایک دنیادار شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں کچھ صدقہ کرنا چاہتا ہوں کوئی مستحق بتلا دیں۔ اُس اللہ والے نے کہا کہ پہلے حلال طریقے سے مال حاصل کرو پھر خرچ کرو۔ اس طرح وہ مال خود بخود صحیح مصرف میں پہنچ جائے گا۔ اس دنیادار نے بہت اصرار کیا کہ ضرور کوئی مستحق بتلائیں۔ اس اللہ والے نے کہا کہ جا رستے میں جب تیری کسی سے ملاقات ہو اور تیرا دل اسے خیرات دینے کو چاہے تو اسے دے دو، چنانچہ وہ دنیادار شخص چلا، اس نے ایک نابینا بوڑھے فقیر کو دیکھا اور وہ صدقہ اسے دے دیا، دوسرے دن اس دنیادار کا اس بوڑھے پر گزر ہوا تو اس نے سُنا کہ بوڑھا اپنے ہمنشین شخص سے کہہ رہا ہے کہ کل مجھے ایک شخص نے اتنی رقم دی تھی جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور اس رقم سے میں نے گزشتہ رات فلاں رنڈی کے ساتھ شراب نوشی میں گزاری، یہ دنیادار شخص پھر اس نیک وصالح انسان کی خدمت میں پہنچا اور سارا واقعہ اس کے گوش گزار کیا، اس نیکوکار انسان نے اپنی کمائی کے روپوں میں سے ایک روپیہ اس دنیادار کے حوالہ کیا اور اس سے کہا کہ جب تو گھر سے نکلے تو جس شخص پر تیری پہلی نگاہ پڑے اس شخص کو یہ روپیہ دے دو، چنانچہ وہ دنیادار شخص اس کے گھر سے نکلا تو اُس نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ہیئت اچھی ہے اور مالداری کے آثار اس سے ظاہر ہو رہے ہیں اس دنیادار کو وہ روپیہ اس شخص کو دینے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوئی لیکن چونکہ اس نیکوکار کا حکم تھا اس لیے اس شخص کو وہ روپیہ دے دیا، جب یہ شخص وہ صدقہ لے کر جانے لگا تو یہ دنیادار بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اس دنیادار نے دیکھا کہ وہ شخص ایک ویران جگہ میں داخل ہوا اور دوسرے دروازے سے نکل کر شہر آ گیا۔ اس دنیادار نے بھی ایسے ہی کیا اور ویران جگہ داخل ہوا وہاں اس نے ایک مرا ہوا کبوتر دیکھا یہ دیکھ کر پھر اس شخص کے پیچھے ہو لیا اور اُسے قسم دے کر پوچھا کہ سچ سچ بتلا یہ کیا قصہ ہے؟ اس شخص نے کہا کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے شدت بھوک سے بے تاب و مضطرب تھے، میں ان کی بے تابی کی وجہ سے خوراک کی تلاش میں نکلا تو مجھے اس مردار کبوتر کے علاوہ کچھ نہ ملا وہ لے کر میں چلا تو مجھے اللہ کی طرف سے کچھ رقم مل گئی تو یہ مردار کبوتر میں نے جہاں سے اٹھایا تھا وہیں پھینک دیا۔ اس واقعہ کے سننے کے بعد اس دنیادار پر اس نیک وصالح شخص کے کلام کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ (اسلام میں حلال وحرام: 38)

● **حرام کھانے کا اولاد پر بُرا اثر پڑتا ہے:** حضرت شیخ ابراہیم شبرخیتی مالکیؒ فرماتے ہیں:

ایک شخص ایک ولی اللہ کی زیارت کے ارادہ سے چلا جب وہ ان کے قیام گاہ پر پہنچا تو اندر سے ایک نوجوان متکبرانہ ہیئت میں باہر نکلا۔ اس نو وارد نے اس نوجوان

کوسلام کیا مگر اس نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اُس شخص کو تعجب ہوا لوگوں سے اس کے بارمیں پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت شیخ کا صاحبزادہ ہے۔ جب وہ شخص باہر تشریف لائے تو اس شخص کو ان کی تواضع اور حسنِ اخلاق دیکھ کر بیحد تعجب ہوا۔ دل میں کہنے لگا کہ ایسی بزرگ شخصیت کا ایسا بیٹا؟ اس سے رہا نہ گیا اور شیخ سے بیٹے کی بداخلاق کے متعلق استفسار کیا، شیخ نے فرمایا حیران مت ہو (قصہ یہ ہے کہ) میں کئی دنوں سے بھوکا تھا میرے پڑوسی کو اس کی اطلاع ہوگئی جو بادشاہ کے مقربین میں سے تھا وہ بادشاہ کے گھر سے میرے لیے کھانا لے آیا۔ میں نے وہ کھانا کھایا تو اس سے صحبت کرنے کی شدید خواہش ہونے لگی۔ (میں نے بیوی سے صحبت کی) یہ لڑکا اسی خوراک کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ (اسلام میں حلال وحرام: 37)

(36) (صحیح بخاری، المذارعة، قبیل رقم الحدیث: 2321)

(37) (صحیح بخاری، المذارعة، رقم الحدیث: 2321)

(38) (کنزل العمال: 4/4)

(39) (جامع الاصول، رقم: 2598، بخاری، رقم: 6427)

(40) (تفسیر کبیر، ھود: 86)

(41) (مفہوم تفسیر کبیر: 338/7، تدبر القرآن)

(42) (ابوداؤد، رقم: 2511)

(43) (مشکوۃ، رقاق، رقم: 5204)

● **برکت کی حقیقت:** برکت کے اصل معنی ہمیشگی اور پختگی کے ہیں۔ یہ بڑھوتری، نشوونما اور خیرِ کثیر کا نام ہے۔

"**اَلْبَرَکَةُ: هِیَ الزِّیَادَةُ وَالنَّمَاءُ مِنْ حَیْثُ لَایُوْجَدُ بِالْحِسِّ ظَاهِرًا۔**" (الفروق اللغویة، حرف الباء، باب الفرق بین البرء والخلق: 96/1) (برکت ایسی زیادتی اور بڑھوتری کو کہتے ہیں جس کا ظاہری حواس سے پتا نہیں لگایا جاسکتا)

برکت ایسی زیادتی کو کہتے ہیں جس میں تقدس کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس مقدس زیادتی کی کئی صورتیں ہیں: چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیق صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: برکت کا ظہور دنیا میں دو طرح سے ہوتا ہے کبھی تو **اصل چیز واقع میں بڑھ جاتی ہے**، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے **معجزات** میں **ایک معمولی برتن** کے پانی سے پورے قافلہ کا سیراب ہونا یا تھوڑے سے کھانے سے ایک **مجمع** کا شکم سیر ہوجانا روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگرچہ ظاہری طور پر اس چیز میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی **مقدار وہی رہی جتنی تھی**، لیکن **اس سے کام اتنے نکلے کہ جتنے اس سے دوگنی چگنی چیز سے نکلتے ہیں** اور اس کا مشاہدہ عام طور سے کیا جاتا ہے کہ کوئی برتن، کپڑا، گھر یا گھر کا سامان ایسا مبارک ہوتا ہے کہ اس سے عمر بھر آدمی راحت اٹھاتا ہے اور وہ پھر بھی قائم رہتا ہے اور بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ بناتے ہی ٹوٹ گئیں یا سالم بھی رہیں مگر ان سے نفع اٹھانے کا موقع ہاتھ نہیں آیا یا نفع بھی اٹھایا مگر پورا نفع نہ اٹھا سکے۔ اور یہ برکت: (1) انسان کے مال میں (2) جان میں (3) کام میں (4) اور وقت میں بھی ہوتی ہے۔

بعض مرتبہ ایک لقمہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی قوت اور صحت کا سبب بن جاتا ہے اور بعض اوقات بڑی بڑی طاقت ور غذا اور دوا کام نہیں دیتی، اسی طرح بعض اوقات وقت میں برکت ہوجاتی ہے تو ایک گھنٹہ میں اتنا کام ہوجاتا ہے کہ دوسرے اوقات میں چار گھنٹوں میں بھی نہیں ہوتا، ان سب صورتوں میں اگرچہ مقدار کے اعتبار سے نہ مال بڑھا ہے نہ وقت، مگر برکت کا ظہور اس طرح ہوا کہ اس سے کام بہت نکلے۔

(معارف القرآن: 4/15-14، الاعراف: 95، بحوالہ: برکت کیسے ملے: 35-33)

● **مبارک ہو:** "مبارک ہو" ایک ایسا جملہ ہے جو ہم دن رات بیشمار مواقع پر استعمال کرتے ہیں، شادی بیاہ ہو یا خوشی کی دوسری تقریبات، بچے کی ولادت ہو یا عقیقہ، امتحان میں کامیابی ہو یا ملازمت کا حصول، کوئی تجارتی فائدہ حاصل ہوا ہو، یا کوئی عہدہ ومنصب، غرض ہر خوشی کے موقع پر یہ جملہ بے ساختہ زبانوں پر آتا ہے، اور اسی کے ذریعے دوسرے کی خوشی میں اپنی شرکت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ جملہ اتنی کثرت سے ایک رسمی جملے کے طور پر استعمال ہونے لگا ہے کہ اب وہ اپنی معنوی اہمیت کھو بیٹھا ہے، اور اب ہمیں اس کا صرف محلّ استعمال یاد رہ گیا ہے، اس کے ٹھیک ٹھیک معنی یاد نہیں رہے، یا کم از کم ان کا دھیان نہیں رہا۔

''مبارک ہو'' درحقیقت ایک دعا ہے، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ خوشی کا جو سبب تمہیں حاصل ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا کرے۔

''برکت'' کیا چیز ہے؟ آج مادّی اسباب وسائل کی اُدھیڑ بن میں اس سوال کا جواب اتنا دھندلا گیا ہے کہ بہت کم لوگ اس سے واقف رہ گئے ہیں، اس لیے اس کی تشریح کے لیے تھوڑی سی تفصیل اور وضاحت درکار ہے۔

اس دنیا میں راحت و آرام کے جتنے مادی وسائل کی تلاش میں ہم دن رات سرگرداں ہیں، وہ راحت و آرام کے وسائل و اسباب ضرور ہیں، لیکن بذاتِ خود راحت و آرام نہیں ہیں، خواہ وہ روپیہ پیسہ ہو، زمین جائیداد ہو، کوٹھی بنگلے ہوں، نوکر چاکر ہوں، کاریں اور ہوائی جہاز ہوں، بیوی بچے اور عزیز رشتہ دار ہوں، یہ سب چیزیں راحت و آرام یا سکون و اطمینان حاصل کرنے کا ذریعہ تو ہیں، لیکن ان میں لازمی طور پر ہمیشہ آرام پہنچانے اور سکون عطا کرنے کی بذاتِ خود طاقت نہیں ہے، لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کو یہ تمام چیزیں میسر ہوں، اسے ہر حال میں ان کا آرام ضرور نصیب ہو، کتنے لوگ ہیں جن کے پاس روپے پیسے کی ریل پیل ہے، جو عالی شان کوٹھیوں میں رہتے اور پرشکوہ کاروں میں سفر کرتے ہیں، لیکن ان تمام اسباب راحت کے باوجود ان کی اندرونی زندگی میں جھانک کر دیکھیے تو انہیں آرام و سکون میسر نہیں، وہ کسی ایسے کرب میں مبتلا ہیں جس نے مال و دولت کے ان تمام مظاہر کو ان کے حق میں بیکار بنا کر رکھ دیا ہے۔

ایک شخص کے دسترخوان پر انواع و اقسام کے قیمتی کھانے چنے ہوئے ہیں، تازہ اور لذیذ پھلوں کا انتخاب مہیا ہے، صاف ستھرے برتن سجے ہوئے ہیں، ماحول پرکیف خوشبو سے معطر ہے، تو لذت کے سارے اسباب بظاہر موجود ہیں، لیکن اگر اس کا معدہ خراب ہے تو لذت کے یہ سارے اسباب مل کر بھی اسے لذت عطا نہیں کرسکتے، یا اگر معدہ بھی ٹھیک ہے، لیکن کوئی شدید ذہنی پریشانی لاحق ہے جس نے بھوک اڑا رکھی ہے، تو یہ تمام لذیذ کھانے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، اور اسے لذت کی نعمت عطا نہیں کرسکتے۔

ایک شخص کے پاس رہنے کا عالی شان مکان ہے، اس کی خواب گاہ آرام و راحت کے جدید ترین ساز و سامان سے آراستہ ہے، انتہائی دلکش مسہری پر نرم و گداز بستر بچھا ہوا ہے، گرمی کو دور کرنے کے لیے کمرے میں ائیرکنڈیشنر چل رہا ہے، لیکن جب وہ اس خواب آور ماحول میں پہنچ کر بستر پر لیٹتا ہے تو نیند غائب ہے، ہزاروں جتن کرنے کے بعد بھی وہ سو نہیں سکتا، اور ساری رات بستر پر کروٹیں بدل کر گذار دیتا ہے، اس شخص کے پاس آرام و آسائش کے ظاہر اسباب پوری طرح موجود تھے، لیکن اسے آرام نہ مل سکا، اور پوری رات آنکھوں میں کاٹنی پڑی۔

دوسری طرف ایک محنت کش مزدور یا کسان ہے، وہ چار پانچ گھنٹے کی مشقت اٹھانے کے بعد جب کھانے کے لیے اپنی گٹھڑی کھولتا ہے، تو بظاہر اس میں صبح کی پکی ہوئی معمولی ساگ روٹی ہے، لیکن اس کا معدہ صحت مند اور اس کی بھوک بھرپور ہے، اسے یقیناً اس بھوک کے عالم میں سادی روٹی سے وہ لذت حاصل ہوجاتی ہے جو بیمار معدے کے دولت مند شخص کو انواع و اقسام کے کھانوں میں نصیب نہ ہوسکی، پھر جب رات کے وقت وہ کھلے آسمان کے نیچے اپنی کھردری چارپائی پر پہنچتا ہے تو نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہیں، اور وہ اس ننگی چارپائی پر لیٹتے ہی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوجاتا ہے، اور آٹھ گھنٹے کی بھرپور نیند لیکر صبح کو چاق و چوبند اٹھتا ہے، اس کے پاس نہ مسہری تھی نہ نرم بستر تھا، نہ ائیرکنڈیشنڈ کمرہ تھا، نہ روم اسپرے کی مہک تھی، لیکن اس کھری چارپائی پر بھی اسے وہ راحت میسر آگئی جو اس دولت مند کو ائیرکنڈیشنڈ خواب گاہ میں بھی میسر نہیں آئی تھی۔

اس قسم کی دسیوں مثالیں روزمرہ ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں جن میں ایک شخص لذت اور راحت کے سارے اسباب ہونے کے باوجود لذت اور راحت سے محروم ہوتا ہے، اور دوسرا شخص بہت معمولی ساز و سامان کے باوجود اس سے کہیں زیادہ ذہنی سکون اور اطمینان سے سرشار۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا میں راحت و آسائش کے جتنے وسائل ہیں ان سے واقعۃً لذت اور راحت حاصل ہونا کچھ ایسے عوامل پر موقوف ہے جو انسان کی قدرت اور اختیار سے باہر ہیں، انسان روپیہ خرچ کرکے راحت کے اسباب تو خرید سکتا ہے، لیکن وہ عوامل پیسے سے نہیں خریدے جاسکتے، جن کی وجہ سے ان اسباب میں حقیقی راحت و آرام عطا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

انسان دن رات ایک کرکے دولت کما سکتا ہے، بنگلے بنا سکتا ہے، کاریں خرید سکتا ہے، بلیں کھڑی کرسکتا ہے، لیکن ان چیزوں سے حقیقی لطف اور واقعی آرام حاصل کرنے کے لیے جو صحت درکار ہے جن پرسکون گھریلو تعلقات کی ضرورت ہے، اور جو ذہنی سکون ناگزیر ہے، وہ نہ تو روپے پیسے کے بل پر حاصل کیا جاسکتا ہے، نہ اسے کوئی مشین تیار کرسکتی ہے، وہ کلّی طور پر انسان کی حدودِ اختیار سے ماوراء ہے، وہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اور اس عطا میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ اگر چاہے تو پھونس کے جھونپڑے کو جنت بنادے، اور اگر چاہے تو یہ چیزیں سلب کرکے عالیشان محل کو انگاروں کے فرش میں تبدیل کردے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ عطا جو بلا شرکتِ غیر اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، اسی کا نام ''برکت'' ہے، یہ ''برکت'' حاصل ہو تو تھوڑی چیز بھی کافی ہو جاتی ہے، اور اس سے مطلوبہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے، اور ''برکت'' مفقود ہو تو دولت کے ڈھیر بھی انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

اسی ''برکت'' کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اگر دنیا کے کسی ساز و سامان سے وقتی طور پر کچھ راحت مل بھی رہی ہے تو اس کا انجام بھی بخیر ہو، اگر ایک ڈاکو لاکھوں روپیہ لوٹ کر تین دن تک خوب مزے اڑائے اور چوتھے دن جیل میں پہنچ جائے تو وہ تین دن کے مزے کس کام کے؟ لہٰذا دنیا کا ہر لطف، لذت اور آرام اسی وقت قابلِ قدر ہے جب اس کا انجام کسی بڑی تکلیف کی صورت میں ظاہر نہ ہو، اور ''برکت'' کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے۔

اب ''برکت'' دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہوئی، ایک یہ کہ راحت کا جو ظاہری سبب ہمیں نظر آ رہا ہے، وہ واقعۃً لذت یا آرام پہنچائے، اور کوئی ایسی حالت پیدا نہ ہو جس اس کا مزہ کرکرا کر ڈالے، اور دوسرے یہ کہ اس کا انجام بھی بخیر ہو، اور اس سے حاصل ہونے والی ظاہری لذت یا آرام کا نتیجہ خراب نہ ہو۔

لہٰذا جب کسی کو خوشی کا کوئی سبب حاصل ہوتا ہے، اور ہم اسے مبارکباد دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوشی کے اس سبب میں برکت پیدا کرے، یعنی وہ تمہارے لیے حقیقی خوشی اور راحت کا باعث بنے، اور بالآخر دنیا اور آخرت میں اس کا انجام بھی درست ہو۔

جب کسی کی شادی کے موقع پر ہم اس سے کہتے ہیں کہ ''مبارک ہو'' تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ تم نے اپنی سی کوشش کر کے اپنے لیے بہتر رشتہ ڈھونڈا ہے، لیکن اس رشتے کی کامیابی کچھ ان دیکھتے حالات پر موقوف ہے جو ہمارے تمہارے اختیار سے باہر ہیں، اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، ہم اسی سے دعا کرتے ہیں کہ یہ رشتہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ثابت ہو۔

جب کوئی شخص گاڑی خریدتا ہے اور ہم اسے مبارکباد دیتے ہیں تو اس میں یہ اعتراف پنہاں ہے کہ یہ گاڑی اگرچہ بظاہر آرام دہ ہے، لیکن یہ بات آنے والے غیر اختیاری حالات ہی بتا سکتے ہیں، کہ یہ واقعی آرام پہنچائیگی یا روز روز گیرج میں کھڑی رہ کر ایک نیا دردِ سر پیدا کریگی، یہ غیر اختیاری حالات چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں، اس لیے اسی سے دعا ہے کہ وہ اس گاڑی میں برکت پیدا کر کے حالات کو ایسا سازگار بنا دے کہ یہ گاڑی واقعی تمہیں آرام پہنچائے، اور اس کا انجام بھی بخیر ہو۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہوئی ہوگی کہ مبارکباد کے ہر فقرے میں ہم ہر بار یہ اعتراف کرتے ہیں کہ دنیا کے ہر آرام دہ ساز و سامان اور خوشی کے ہر واقعے میں اصل اہمیت ''برکت'' کو حاصل ہے، وہ ہے تو سب کچھ ہے، اور وہ نہیں تو کچھ بھی نہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ''برکت'' کا حصول ہمارے اختیار میں نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن چونکہ مبارکباد کے فقرے، ہم صرف ایک رسم پوری کرنے کے لیے بے سوچے سمجھے بولتے رہتے ہیں اس لیے ان جیتے جاگتے حقائق کی طرف ہمارا دھیان نہیں جاتا، اور ''مبارکباد'' کا فقرہ درحقیقت ''برکت'' کی جس اہمیت کا اعتراف ہے، اپنی عملی زندگی میں ہم نے ''برکت'' کو اُتنا ہی غیر اہم قرار دے رکھا ہے، چونکہ ''برکت'' ایسی چیز نہیں جو گنتی میں آ سکے، یا جسے مادی پیمانوں سے ناپا جا سکے، اس لیے ہماری ساری دوڑ دھوپ راحت و لذت کے اسباب حاصل کرنے پر تو صرف ہو رہی ہے، لیکن ان اسباب میں ''برکت'' خالصۃً اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے تو وہ ایسے ساز و سامان میں کیسے پیدا ہو سکتی ہے جو اُس کی نافرمانی کر کے حاصل کیا گیا ہو، جس سے اس کے بندوں کے حقوق پامال ہوئے ہوں، اور جس کی بنیاد ہی ظلم اور ناانصافی پر رکھی ہو؟

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم مال و دولت اور ساز و سامان کی گنتی بڑھانے میں دن رات منہمک ہیں، لیکن یہ حساب لگانے کی ہمیں فرصت نہیں کہ گنتی کے اس اضافے نے حقیقی راحت میں کتنا اضافہ کیا؟ اگر ایک شخص دوسروں کے حقوق پامال کر کے یا رشوت کا گناہِ عظیم اپنے سر لے کر دس بیس ہزار روپے گھر لے آیا تو وہ اس بات پر مگن ہے کہ میں نے اپنی دولت میں اضافہ کر لیا، لیکن اگر چند ہی دنوں کے عرصے میں حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ اس سے زیادہ روپے کسی ہسپتال کا بل ادا کرنے یا کسی مقدمہ بازی میں خرچ کرنے پڑے تو یہ حساب کوئی نہیں لگاتا کہ انجام کار مجھے دردسر کے سوا کیا ملا؟ اور اگر میں دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر یہ رقم نہ لاتا تو کچھ بعید نہ تھا کہ میری حلال کمائی کے تھوڑے پیسوں سے ہی مجھے وہ راحت مل جاتی جو اس بڑی رقم سے نہیں مل سکی۔

بعض مرتبہ دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو بہت سے ظالم اور بددیانت لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے مزے کی زندگی گزار رہے ہیں، اور ظلم اور بددیانتی نے ان کی لذت و راحت میں کوئی کمی نہیں کی۔ لیکن اول تو بسا اوقات یہ بات سوچتے وقت ہم ایک بار پھر وہی غلطی کرتے ہیں کہ اسباب راحت ہی کو راحت سمجھ بیٹھتے ہیں، یعنی کسی بددیانت شخص کا شاندار بنگلہ، خوبصورت کار اور رہنے بسنے کا قیمتی سامان دیکھ کر یہ فرض کر لیتے ہیں کہ وہ بڑے مزے میں ہوگا۔ حالانکہ لذت و راحت تو درحقیقت ایک اندرونی کیفیت کا نام ہے جس کا سُراغ کوٹھی بنگلے سے نہیں لگایا جا سکتا، جب تک کوئی شخص اس کے سینے میں اتر کر نہ دیکھے

اسے ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں چل سکتا کہ اس کے دل پر کیا گذر رہی ہے؟ دنیا بھر میں خودکشی کرنے والوں کا اوسط ان گھرانوں میں زیادہ ہے جو کھاتے پیتے کہلاتے ہیں، اور جن کے پاس اسباب راحت کی کوئی خاص کمی نہیں ہے، خود میرے ذاتی تجربے میں ایسی ان گنت مثالیں ہیں کہ محفلوں میں قہقہے لگانے والے دولت مند افراد نے جب تنہائی کے وقت اپنا دل میرے سامنے کھول کر رکھا تو وہ دکھوں سے چور اور زخموں سے چھلنی تھا۔

دوسرے یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ''برکت'' کے مفہوم میں صرف وقتی راحت ہی داخل نہیں، بلکہ اس راحت کا انجام بخیر ہونا بھی ضروری ہے، لہٰذا اگر کسی بد دیانت شخص کو بالفرض وقتی راحت میسر آ بھی جائے تو بالآخر اس کا انجام کبھی درست نہیں ہو سکتا، اکثر تو بد دیانتی کی سزا اس دنیا ہی میں مل جاتی ہے، اور اس بری طرح ملتی ہے کہ وہ راحت اس کے آگے کالعدم ہو جاتی ہے، بعض اوقات انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں اپنے کس فعل کی سزا بھگت رہا ہوں، لیکن درحقیقت اس کی زندگی میں آنے والے مصائب خود اسی کے اعمال کی سزا ہوتے ہیں، اور بالآخر آخرت میں تو ظلم و زیادتی کی سزا ملنی ہی ملنی ہے جس سے کوئی مفر ممکن نہیں، جب تک ظلم و تکبّر کا نشہ چڑھا ہوا ہے، انسان اپنے انجام سے غافل ہے، لیکن جس روز موت دروازے پر دستک دے کر یہ نشہ اتار دے گی تو آنکھیں بند ہوتے ہیں وہ دہکتے ہوئے انگارے نظر آ جائیں گے جنہیں دولت کے ڈھیر سمجھ کر وہ ان کی خاطر حق و انصاف کا خون کرتا رہا، قرآنِ کریم نے یہی حقیقت ان الفاظ میں یاد دلائی ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا۔ (نساء:10)

(جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ نگل رہے ہیں، اور یقیناً وہ دہکتی آگ میں داخل ہو کر رہیں گے۔)

(ذکر و فکر مفتی تقی عثمانی صاحب:110-103)

● **برکت کو بیان نہیں محسوس کیا جا سکتا ہے:** جب آپ آمدنی و اخراجات کے حساب کتاب کے چکر میں پڑے بغیر اور بنا کسی تناؤ کے اپنا کچن چلا رہے ہوں تو اسے برکت کہتے ہیں۔ پھر چاہے آپ کی آمدنی ایک لاکھ ہو یا ایک ہزار۔ برکت کی سب سے بڑی نشانی دل کا اطمینان ہوتا ہے جو کہ بڑے بڑے سیٹھوں اور سامایہ داروں کو نصیب نہیں ہوتا۔ اگر برکت دیکھنی ہو تو سخت گرمیوں میں روڈ کھودتے کسی مزدور کو کھانے کے وقفہ میں دیکھ لیں جب وہ دیوار کی اوٹ لے کر اپنی چادر پھیلا کر بیٹھتا ہے اپنا ٹفن کھول کر اس پر روٹی بچھاتا ہے، پھر اچار کی چند قاشیں نکال کر اس پر ڈال دیتا ہے اور بسم اللہ پڑھ کر نوالہ توڑتا ہے۔ اس کیفیت میں جو قرار اور دلی اطمینان اس کو محسوس ہو رہا ہوتا ہے وہ کسی لکھ پتی کو میک ڈونلڈ اور کے ایف سی کے مہنگے برگر کھا کر بھی نصیب نہیں ہوتا۔

برکت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گھر کے افراد کو کسی بڑی بیماری یا مصیبت سے محفوظ رکھتا ہے۔ انسان ہسپتال اور ڈاکٹروں کے چکر سے بچا رہتا ہے۔ یوں اس کی آمدنی پانی کی طرح بہہ جانے سے محفوظ رہ جاتی ہے۔

برکت ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ کی بیوی قناعت پسند اور شکر گزار ہے۔ وہ تھوڑے پر راضی ہو جاتی ہے، کپڑوں، میک اپ اور دیگر فرمائشوں سے آپ کی جیب پر بوجھ نہیں بنتی، یوں آپ کو اطمینان قلب کے ساتھ ساتھ مالی مشکلوں سے بھی بچا لیتی ہے۔

برکت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نیک اور شکر گزار اولاد عطا کی ہے۔ وہ اپنے دوستوں کی دیکھا دیکھی آئے دن آپ سے نئی نئی فرمائشیں مثلاً موبائل، کپڑے جوتے وغیرہ نہیں کرتی بلکہ قانع اور شاکر رہتی ہے۔

برکت کا تعلق مادی ذرائع کے برعکس اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد سے ہے۔ ایسی غیبی امداد جو نہ صرف آپ کے قلب کو اطمینان کا سرور دے بلکہ آپ کی ضروریات بھی آپ کی آمدنی کے اندر اندر پوری ہو جائیں۔ یہ تو تھی مال اور آمدنی میں برکت۔

اسی طرح وقت اور زندگی میں برکت ہوتی ہے۔ وقت میں برکت یہ ہے کہ آپ کم وقت میں زیادہ اور نتیجہ خیز کام کر سکیں۔ آپ کا وقت ادھر ادھر فضول چیزوں میں ضائع نہ ہو۔ اسی طرح عمر میں برکت یہ ہے کہ آپ کی زندگی برے کاموں میں خرچ نہ ہو رہی ہو بلکہ اچھے کاموں میں ہو رہی ہو۔

کم کھانا زیادہ افراد میں پورا پڑ جانا بھی برکت ہے۔ آپ کی کم محنت کا پھل زیادہ آمدن یا پیداوار کی صورت میں نکلنا بھی برکت ہے۔ یوں سمجھیں کہ برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کے لیے ''خاص انعام'' ہے۔

برکت کے حصول کا نہایت آسان طریقہ صدقہ کرنا ہے یا کسی یتیم کی کفالت کرنا ہے۔ آپ اپنے خاندان میں یا محلہ میں دیکھیں کوئی یتیم ہو اس کو اپنا بیٹا یا بیٹی بنا لیں، اس کی پرورش اسی طرح کریں جیسے اپنی سگی اولاد کی کی جاتی ہے، پھر دیکھیں کس طرح برکت آپ کے گھر چھپر پھاڑ کر آتی ہے۔

بھول جائیں کہ جس گھر میں لوگ دن چڑھے تک سوتے رہتے ہوں وہاں کبھی برکت آئے گی ۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ میری امت کے لیے دن کے اولین حصے میں برکت رکھ دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ لباس اور جسم کی پاکی اور حلال ذریعہ آمدن برکت کے حصول کے لیے لازم وملزوم ہیں۔کوئی سودی اور ناجائز کاروبار میں ملوث ہو یا جسم اور کپڑوں کو ناپاک رکھتا ہو پھر برکت کی امیدوار ہوتو اس کی سادہ لوحی پر حیران ہی ہوا جاسکتا ہے۔

● البرکۃفی المال یتناول کمیته و کیفیته بان یکون صاحبه موفقا فی تحصیله بمداخل حسنة شرعا وعقلا ومصارف حسنة فیکون کمزرعۃالآخرۃ کمایکون له صیانةعن الذل فی الدنیاو التعب فی المعاش حتی لایکون مضیعا لحقوق اللہ تعالیٰ و حقوق خلقه فیه بل یکون مؤدیا ایاها واجبا او نفلا و لایقتصر فی ماله علی النفقات الواجبۃ بل تجاوز عنه الی النفل فان اداء الزکویۃ وان صانه عن ذمیمۃ البخل لکن هو کانه اداء دین علیه وان له اداءها مع الاعطاء نفلاًیجعله موصوفا بصفۃ الکرم وان الصلوٰۃ النافلۃ کمایجمع مع الفرض ینبغی ان یجمع اختها اعنی الزکوٰۃ مع النوافل من الصدقات (حاشیہ بخاری:1787/4، ط بشریٰ)

(44) (سیرت النبیؐ، شبلی نعمانی:240/5)

(45) (ترمذی، البیوع، التجار، وتسمیۃ النبی ﷺ ایاهم، رقم:1210، ابن ماجه، التجارات، التوقی فی التجارۃ، رقم:2146)

(46) (مسنداحمد، حدیث الاعرابی، رقم:20739)

(47) (الفوائد لابن قیم:107)

(48) (روضۃ المحبین:445)

(49) (جامع الاصول:7822، مشکوٰۃ، رقم:4938، بخاری، اجارہ، باب من استاجر اجیر اًفترک اجرہٗ، رقم:2272)

(50/1) (مسنداحمد، رقم:6652)

(50/2) (معارف القرآن:6/16-315)

(51) (تفسیر ابن کثیر:21/1، المعجم الأوسط للطبرانی:310/6)

(52) (تفسیر ابن کثیر:1/21-20)

(53) (نظرۃ النعیم، أکل حرام، فقرہ:10)

(54) (فضائل حج:82 بحوالہ طبرانی فی الاوسط)

(55) (اسلام میں حلال وحرام: مولانا نعیم الدین صاحب، نظرۃ النعیم/أکل حلال)

● **اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور اخلاق رذیلہ سے نفرت ہوتی ہے: شاہ افغانستان کا ایک سبق اموز واقعہ**

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’مجھے ایک بات یاد آئی، دیکھنے میں تو معمولی ہے لیکن سمجھدار کے لئے سبق آموز ہے وہ یہ کہ افغانستان کے بادشاہ امیر دوست محمد خاں صاحب جو امیر عبدالرحمن خاں صاحب کے والد اور امان اللہ خاں کے دادا تھے ۔ بہت دین دار بادشاہ تھے۔ ان کی دینی باتیں ضرب المثل تھیں ایک روز وہ شاہی محل سرائے میں آئے تو چہرہ اداس سا تھا، بیگم نے پوچھا کہ آج آپ کے چہرہ پر غمگینی اور اداسی کیوں ہے، انہوں نے کہا کہ ایک بہت بڑے حادثے کی اطلاع آئی ہے جس کی بنا پر مغموم ہوں اور پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ افغانستان پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو میں نے اپنے شہزادے کو فوج دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا تھا۔ آج سرحد سے خبر آئی ہے کہ شہزادے کو شکست ہوگئی ہے اور وہ دوڑتا ہوا آرہا ہے اور دشمن اس کے پیچھے پیچھے ملک کو فتح کرتا ہوا آرہا ہے، تو دوغم مجھے لاحق ہیں ایک تو ملک ہاتھ سے گیا وہ دوسروں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ میرا شہزادہ شکست کھا کے آیا اور بزدلی دکھائی۔ یہ داغ میرے اوپر مرتے دم تک باقی رہے گا کہ میرا شہزادہ کمزور اور بزدل ہے۔ ان دوغموں کی وجہ سے میرا چہرہ اداس ہے۔ بیگم نے کہا یہ سب جھوٹی باتیں ہیں اور غلط خبر ہے میرا شہزادہ شکست کھا کر نہیں آسکتا یہ تو ہوسکتا ہے کہ وہ شہید ہوجائے لیکن دشمن کو پشت دکھا کے آئے یہ ممکن نہیں یہ خبر جھوٹی ہے، بادشاہ نے کہا کہ سرکاری پرچہ نویسوں کی اطلاع ہے۔ اس نے کہا کہ وہ پرچہ نویس بھی جھوٹا ہے، انہوں نے کہا کہ خالص بادشاہی دفتر کی اطلاع ہے اس نے کہا کہ دفتر بھی جھوٹا ہے تو امیر نے کہا کہ اب کون اس عورت سے چھگل باول کرے۔ مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے جاوے گی، نہ اسے سرکاری حکومت کے حالات کی اطلاع نہ دفاتر کی نہ سرکاری کاغذات کی اس نے سب کو جھوٹا قرار دے دیا گھر میں بیٹھنے والی عورت ہے اسے کون سمجھاوے، واپس چلے آئے۔ اگلے دن گھر

گئے تو چہرہ بہت ہشاش بشاش تھا بیگم نے کہا کہ کیا بات ہے آج تو بہت خوش ہیں۔ کہا کہ تم نے جو بات کہی تھی وہی صحیح نکلی۔ وہ تو صورت یہ ہے کہ دشمن کو بھگا دیا شہزادے نے اور فتح کے شادیانے بجاتا ہوا آ رہا ہے۔ فاتح بن کر آ رہا ہے۔ دشمن کو دور تک بھگا دیا ہے۔ بیوی نے کہا الحمدللہ خدا نے میری بات سچی کر دی۔ اس پر امیر نے پوچھا کہ آخر تم نے اتنی قوت سے کیسے دعویٰ کیا وہ شکست کھا کر نہیں آ رہا ہے۔ کیا تمہیں الہام ہوا تھا اس نے کہا کہ میں عورت ذات ہوں مجھے الہام سے کیا تعلق اور پھر شاہی بیگم، سارے عیش کے سامان میسر ہیں میں ایسی ولی کہاں سے بن گئی کہ مجھ پر الہامات خداوندی ہوں امیر نے کہا پھر آخر ایسی قوت سے تم نے کیسے دعویٰ کیا کہ ساری خبریں جھوٹی ہیں اور واقعی وہ نکلی جھوٹی۔ یہ کیا بات ہے؟

بیگم نے کہا یہ ایک راز ہے جسے میں ظاہر کرنا نہیں چاہتی، اب امیر مصر ہوئے کہ ایسا کون سا راز ہے بیوی کا جو خاوند سے چھپا رہے خاوند سے زیادہ راز دار کون ہے بیوی کا وہ پوچھنے پر مصر ہیں اور یہ چھپا رہی ہیں امیر نے کہا کہ میں بہر حال تم سے پوچھ کر رہوں گا اب وہ مجبور ہوئی تو اس نے کہا میں نے عمر بھر یہ بات ظاہر نہیں کہ آج میں وہ راز کھولے دیتی ہوں جب آپ بے حد مصر ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جب شہزادہ میرے پیٹ میں آیا تو میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ کوئی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں نہیں جائے گا تو میں نے سلطنت کے خزانے سے ایک پائی نہیں لی اور جو تنخواہ آپ کو ملتی تھی نہ اس سے میں نے کوئی پائی لی، اپنے ہاتھ سے ٹوپیاں بناتی تھی ان کو بکواتی تھی اس سے میں نے اپنے پیٹ پالا ہے تو مین نے نو (9) مہینے میں انتہائی تقویٰ سے کامل حلال غذا استعمال کی اس کے بعد جب یہ پیدا ہوا تو میں نے بجائے دودھ پلانے والیوں کے سپرد کرنے کے کسی انا کا دودھ پینے میں نے خود ہی دودھ پلایا اس عہد کو قائم رکھا کہ دو برس تک کوئی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں نہیں جائے گا اسی طرح میں نے اپنی دستکاری سے محنت سے کمایا اسے کھایا اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا کہ جب یہ دودھ پینے کے لئے روتا تو میں پہلے وضو کرتی پھر دو رکعت نماز نفل پڑھتی اور دعا مانگ کر پھر دودھ پلاتی تھی پاک صاف ہو کر۔

● **عبادت میں دل لگتا ہے: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا واقعہ**

حضرت حکیم الاسلام فرماتے ہیں: ’’امام شافعی رحمہ اللہ پر جب بڑھاپا غالب آیا اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو ان کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبلؒ ہیں امام وقت ہیں اور ایک جلیل القدر امام کے شاگرد ہیں تو امام احمدؒ کو لکھا کہ۔۔۔ میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں، اب سفر کے قابل نہیں رہا تم سے ملے عرصہ ہو گیا ہے ملنے کو جی چاہتا ہے اگر تم تکلیف کر کے مصر کا سفر کر لو تو تمنا پوری ہو جائے گی۔

حضرت امام احمدؒ نے لکھا کہ حضرت میں حاضر ہو رہا ہوں اور تاریخ متعین کر کے لکھ دی کہ فلاں تاریخ کو مصر پہنچوں گا جب وہ تاریخ آئی تو اما شافعیؒ کے گھر میں خوشی ہی خوشی ہے بچیاں اچھلتی کودتی پھر رہی ہیں کہ ایک امام وقت ہمارے مہمان ہوگا، امام وقت آنے والا ہے اور تمام مصر میں خوشی ہی خوشی ہو رہی ہے، امام شافعیؒ استقبال کے لئے مصر سے کئی میل فوراً باہر نکل گئے اور جب وہ نکلے تو مصر کے تمام علماء ساتھ نکلے اور جب تمام علماء ساتھ نکلے تو تمام فوجی حکام بھی ساتھ ہو گئے اور جب وہ ساتھ ہوئے تو بادشاہ وقت نے بھی کہا میں ساتھ چلتا ہوں مصر کی حکومت اور قوم سب مل کر امام احمدؒ کو لے کر آئے اور امام شافعیؒ کے یہاں مہمان ہوئے۔ امام شافعیؒ کی مہمان نوازی ضرب المثل ہے اس قدر مہمان نواز کہ یوں چاہتے تھے کہ سارا گھر مہمان کے پیٹ میں داخل کر دوں، انتہائی مدارات اور تکریم کی بہت سی قسم کے کھانے پکوائے اب شام کا وقت ہوا دستر خوان بچھا کر اما احمدؒ کو بلایا گیا امام احمدؒ نے اس طرح گر پڑ کر کھایا جیسے کوئی سات وقت کا بھوکھا کھانا کھا رہا ہو اتنا زیادہ کھایا کہ دوسرے لوگوں کو تحیر پیدا ہو کہ اتنا کھانا تو متقی کے شان سے بعید ہے کہ آدمی اپنے کو ناک تک بھر لے۔ جب امام شافعیؒ گھر میں پہنچے تو چونکہ فقہ و تقوی کا زمانہ تھا بچیوں نے امام شافعیؒ کا دامن پکڑا کہ یہ کیسا امام ہے جو پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہے یہ تو متقیوں کی شان سے بعید ہے یہ کس قسم کا امام ہے جس کی آپ تعریف کرتے تھے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جواب نہ بن پڑا اس لئے کہ مجھے خود ناگوار ہو رہا تھا تو بچیوں سے فرمایا کہ یہ خلجان میرے دل میں بھی ہے کہ احمد بن حنبلؒ نے امام وقت ہوتے ہوئے اتنا کیوں کھایا مگر میں بول نہیں سکتا تھا اس لئے کہ میں میزبان ہوں اگر میں کہتا کہ تم کم کھاؤ تو اس کا مطلب ہے کہ میں اپنا کھانا بچاتا ہوں میرا موقعہ نہ تھا مگر میرے دل میں میرے بھی خلجان ہے اس لئے چپ ہو گئے۔

اس کے بعد دونوں امام عشاء کی نماز کیلئے تشریف لے گئے امام شافعیؒ کی صاحبزادیوں نے بستر ہ کیا اور چار پائی کے قریب لوٹا پانی کا بھر کر رکھا تا کہ اخیر شب میں اٹھنے میں وضو وغیرہ کرنے میں دشواری نہ ہو عشاء سے فراغت پر دونوں امام آ کر اپنے اپنے مقام استراحت پر آرام فرما ہوئے صبح کا وقت ہوا دونوں حضرات صبح کی نماز کو مسجد میں تشریف لے گئے صاحبزادیوں نے آ کر بستر ہ لپیٹا تو دیکھا کہ لوٹا اسی طرح پانی سے بھرا ہوا رکھا ہے اب تو ان کے غصہ کا پارہ اور تیز ہو گیا اور امام شافعیؒ نماز فجر سے فراغت پر گھر تشریف لائے تو بچیوں نے دامن پکڑ کر کہا کہ یہ کیسا امام ہے پیٹ بھر کر کھاتا ہے رات کا تہجد اسے نصیب نہ ہو وضو اس نے

نہیں کیا یہ کیسا امام ہے جس کی آپ تعریف کر رہے تھے یہ امام کی شان نہیں یہ تو ایک معمولی مسلمان کی شان ہے کہ بہت سے بہت پانچ وقت کی نمام پڑھ لی امام کا رتبہ تو بہت بلند ہے۔ امام شافعیؒ سے صبر نہ ہوسکا بہر حال استاد تھے، امام احمد بن حنبلؒ سے آکر کہا کہ اے حمد بن حنبلؒ یہ تغیر تم میں کب سے پیدا ہوا کھانا کھانے بیٹھے تو تم نے انسٹھ کھایا میرے بولنے کا موقع نہ تھا مگر دل میں خلجان ضرور رہا اس کے بعد لوٹا بھرا رکھا رہا معلوم ہوا کہ تم تہجد کے لئے نہیں اٹھے، امام احمد بن حنبلؒ مسکرائے اور فرمایا حضرت واقعہ وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں واقعہ کچھ اور ہے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کیا واقعہ ہے امام احمدؒ نے فرمایا کہ جب کھانا چنا گیا تو اس کھانے پر اس قدر انوار و برکات کی بارش تھی کہ میں نے دنیا میں اتنی حلال کی کمائی آج تک نہیں دیکھی جتنا آپ کے گھر کا کھانا تھا، اس لئے میں نے چاہا کہ جتنا کھا سکتا ہوں کھالوں چاہے بعد میں سات روزے رکھنے پڑیں، مگر یہ کھانا پھر مجھے نہیں ملے گا۔ یہ وجہ تو زیادہ کھانا کھانے کی ہے میں نے اس کھا کو زیادہ کھالیا۔ پھر اس کھانے پر انوار و برکات کی بارش دیکھی اور اتنا بابرکت اور حلال لقمہ میں نے عالم میں آج تک نہیں دیکھا اور فرمایا کہ اس کی دو برکتیں ظاہر ہوئیں ایک علمی اور ایک عملی۔ علمی برکت تو یہ ظاہر ہوئی کہ رات چارپائی پر لیٹ کر قرآن کی ایک آیت سے فقہ کے سوا سو مسئلے استخراج کئے میرے اوپر علم کا ایک دروازہ کھل گیا اور عملی برکت یہ عشاء کے وضو سے تہجد پڑھی اور اسی وضو سے نماز فجر پڑھی اس لئے جدید وضو کی ضرورت پیش نہیں ہوئی، امام شافعیؒ کھل گئے اور بچیوں سے کہا کہ دیکھا ہمارے یہاں امام وقت مہمان ہے، بچیوں کی خوشی کی بھی انتہا نہ رہی۔

● **قلب میں نور معرف پیدا ہوتی ہے اور دلوں میں نرمی پیدا ہوتی ہے: عبداللہ شاہ دیوبندیؒ کا واقعہ:**

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''دیوبند میں ایک بزرگ تھے شاہ جی عبداللہ شاہ گزراوقات کے لئے انہوں نے گھاس کھودنے کا مشغلہ اختیار کیا تھا، گھاس کھود کر گھٹڑی بناتے اسے بیچتے اور اس سے گزراوقات کرتے اور گھٹڑی کی قیمت متعین تھی چھ پیسے سے نہ کم لیتے تھے نہ زیادہ بارہ مہینے ایک ہی قیمت تھی دیوبند کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ جو لوگ اپنے جانوروں کے لئے گھاس خریدنے آتے تھے تو ہر ایک کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ شاہ جی کی گھٹڑی میں خریدلوں حالانکہ سیکڑوں گھسیارے اپنی اپنی گھٹڑیاں لئے بیٹھے رہتے تھے لیکن ان سے کوئی نہ خریدتا تھا بلکہ شاہ جی کو ترجیح دیتے تھے کہ اس میں ہمارے جانوروں کے لئے بھی برکت ہوگی اور ہمارے گھر میں بھی اس اس لئے پہلے سے انتظار میں کھڑے رہتے تھے جیسے دیکھا کہ شاہ جی سر پر گھٹڑی لئے آرہے ہیں تو سب لوگ خریدنے کو دوڑتے تھے جس نے گھٹڑی پر پہلے ہاتھ رکھ دیا بس گھٹڑی اسی کی ہوجاتی تھی اور وہیں پر گھٹڑی ڈال دیتے تھے۔ چھ پیسے لئے اور کہہ دیا کہ لے جاؤ اپنی گھٹڑی پھر ان چھ پیسوں میں ان کے یہاں یہ طریقہ تھا کہ دو پیسے تو وہیں صدقہ کردیے اور دو پیسے گھر کا خرچہ تھا، ایک کوڑی کی لکڑی لی ایک پائی کا تیل لیا ایک ادھیلہ کا آٹا لیا (سستائی کا زمانہ تھا، دو پیسے میں خاندان کا گزر ہوتا تھا) اور دو پیسے جمع کرلیا کرتے تھے، سال بھر میں جب آٹھ دس روپے جمع ہوجاتے تو ہمارے اکابر کی دعوت کیا کرتے تھے جن میں مثلاً حضرت نانوتویؒ حضرت مولانا یعقوبؒ وغیرہ ہوتے تھے۔ حضرت مونا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ سال بھر ہمیں انتظار رہتا کہ کب وہ وقت آئے کہ شاہ جی کے گھر دعوت کھائیں اور فرماتے کہ جس دن ان کے گھر کی دعوت کھاتے تو چالیس چالیس دن قلب میں ایک نور رہتا ہے اور طبیعت میں امنگ رہتی ہے کہ یہ بھی نیکی کرلوں اور نفلیں بھی پڑھ لوں اور تلاوت کرلوں یہ ذکر بھی کرلوں چوبیس گھنٹے یہ جذبہ ابھرتا ہے یہ اس اکل حلال کی برکت ہے۔

● **حضرت مولانا مظفر حسین کاندہلویؒ کا واقعہ:** مولانا احتشام الحسن کاندہلویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ (حضرت مولانا مظفر حسین متوفی ۱۲۸۳/۱۸۶۶) کسی گاؤں کی ویران مسجد میں ٹھہرے، وہاں مغرب کے تھوڑی دیر بعد ایک غریب آدمی آیا اور جلدی جلدی مغرب کی نماز پڑھی نماز کے بعد آپ کو دیکھا تو آپ اپنے گھر گیے اور تین روٹی روکھی آپ کو لا کردیں۔ آپ نے تناول فرمایا اور سو گئے رات کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور عجیب وغریب انوارات اور برکات ظاہر ہوئے اس لئے اگلے دن آپ پھر وہیں ٹھہر گئے دن بھر کوئی نہ آیا بعد مغرب وہی شخص آیا اور آپ کو بیٹھا دیکھ کر اپنے گھر سے دو روٹی بغیر سالن کے لاکردیں یہ رات بھی پہلی رات کی طرح گزری اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے آپ اگلے دن پھر وہیں ٹھہرے رہے بعد مغرب وہی شخص آیا اور آپ کو دیکھ کو گھر سے ایک روٹی لایا اور کہا بھائی مسافر اب جاؤ یہاں نہ ٹھہرنا، حضرت مولا نے فرمایا میرے ٹھہرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہاری روٹی میں عجیب لذت وحلاوت محسوس کرتا ہوں اور عجیب وغریب انوارات اور برکات کا مشاہدہ کررہا ہوں تم حقیقت حال بتاؤ تب جاؤں گا۔ اس شخص نے کہا: میں بہت غریب آدمی ہوں دن بھر محنت کرکے جو پیسے ملتے ہیں اس کا تھوڑا آٹا لے آتا ہوں جس مین تین روٹیاں پکتی ہیں ایک میرے دوسری بیوی کی اور تیسری بچے کی، پہلے دن ہم تینوں نے فاقہ کیا اور تینوں روٹیاں تمہیں لادیں، دوسرے دن بچے کی حالت نہ دیکھی گئی اس لئے ایک روٹی

اس کو دے دی اور دو تمہیں لا دیں آج بھوک کی وجہ سے بیوی بے تاب تھی اس کے حصہ کی روٹی اس کو دے دی اور اپنے حصہ کی لے آیا اور اب کل کو مجھ میں بھی فاقہ کی طاقت نہیں اس لئے مجبوراً مجھے تمہیں کہنا پڑا۔ حضرت مولانا نے فرمایا سچ ہے اسی اکل حلال اور ایثار کے اثرات اور برکات ہیں۔

● امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا دل کیسے نرم ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: حلال کھانے سے (الحلية:182/9)

(56)(ترمذی، رقم:2416)

(57)(ترمذی، وتر، ماجاء فی فضل الصلوۃ علی النبیؐ، رقم:478، والبسط فی الموسوعة الفقهية الكويتية، ربا، فقرة: 7، كسب، فقرة :6، تفسير القرطبی:352/3)

(58)(ترمذی، الوتر، فضل الصلوۃ علی النبی، رقم:487)

(59)(مسند احمد، رقم:7588)

(60)(بخاری رقم:2061)

(61/1)(بخاری، رقم:2225)

(61/2)(بخاری، الزکاۃ، رقم:1466)

(61/3)(بخاری، رقم:5568)

(61/4)(بخاری، رقم:1489)

(61/5)(بخاری، رقم:1493)

(61/6)(بخاری، رقم:5007)

(61/7)(بخاری، رقم:2497)

(61/8)(بخاری، رقم:1824)

(62)(الموسوعة الفقهية الكويتية، جهل، فقرة:5)

(63/1)(ملفوظات حکیم الامت:39/1)

(63/2)(حیات المسلمین روح دوم)

(64)(جامع بیان العلم، رقم:217)

(65)(ترمذی، الزهد فی التوكل علی الله، رقم:2345)

(66)(البخاری، العلم، من یرد الله به خیرا، رقم:71)

(67)(مسلم، الذکر والدعاء، فضل الاجتماع علی تلاوت القرآن وعلی الذکر، رقم:2699)

(68)(مشکوۃ، کتاب العلم، الفصل الاول، رقم:249)

(69)(احیاء العلوم 129/2)

(70)(بخاری، ایمان، من الایمان أن یحب لأخیه مایحب لنفسهٖ، رقم:13)

(71)(مسند أحمد، مسند الأنصار، حدیث أبی أمامة الباهلی، رقم:22291)

(72)(بخاری، الایمان، الدین یسر، رقم:39)

(73)(مسند أحمد، مسند المکیین، حدیث اعرابی، رقم:15936، والبسط فی معلمة زاید للقواعد الفقهية:325/3، رقم القاعده:15 "وضع الشرائع انما هو لمصالح العباد" ورقم القاعدة:17 "الأوامر تتبع المصالح والنواهی تتبع المفاسد)

(74)(اسلامی معیشت کی خصوصیات اور صنعتی تعلقات، مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ:52-50)

(75)(معجم کبیر للطبرانی، رقم:9993)

(76)(ترمذی: البیوع، التجار وتسمیة النبیﷺ ایاهم، رقم:1209)

(77)(سنن ابن ماجه، من کان مفتاحا للخیر، رقم:238)

(78)(طبرانی،ترغیب،دعوت:704)
(79)(مجمع الزوائد:520/7)
(80)(ابو داؤد،فی الدال علی الخیر،رقم:5129)
(81)(ترمذی،ماجاءان الاسلام بداغریبا،رقم:2630)
(82)(بخاری،الشرکۃ،هل یقرع فی القسمۃ والاستهام فیه،رقم:2493)
(83)(المعجم الکبیر للطبرانی،رقم:343،مجمع الزوائد:528/7)
(84)(بخاری،الفتن،یاجوج وماجوج،رقم:7135)
(85)(ابو داؤد،الملاحم،الامر والنهی،رقم:4336)
(86)(ترمذی،الفتن،ماجاءفی نزول العذاب اذالم یغیر المنکر،رقم:2168)
(87)(ترمذی،الفتن،ماجاءفی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر،رقم:2169)
(88)(مشکاۃ،الامر بالمعروف،فصل ثالث،رقم:5152)
(89)(مشکاۃ المصابیح،رقم:5207،بیهقی فی شعب الایمان،ابو نعیم فی الحلیة)
(90)(المعجم الکبیر للطبرانی:282)
(91)(الموسوعة الفقهية الکویتیه،الکسب،فقرۃ:6، مجالس ابرار،مجلس:69، هم سے عهد لیاگیاهے ، عهد:110، احیاء علوم:158/2)
(92)(ابو داؤد،الزکوٰۃ/ماتجوز فیه المسألة،رقم:1640)
(93)(ابن ماجه،التجارات،بیع المزایدۃ،رقم:2198،ابو داود،صدقات رقم:1641،ترمذی،رقم:653،مسند احمد:114/3)
(94)(ترمذی،الاحکام،ماجاءان الوالدیاخذمن مال ولده،رقم:1358،ابن ماجه،تجارات،للرجل من مال ولده،رقم:2290)
(95)(بخاری،البیوع،کسب الرجل وعمل بیده،رقم:2072)
(96)(مسند احمد،رقم:1414)
(97)(ترمذی،الزکاۃ،من تحل له الزکاۃ،رقم:650)
(98)(بخاری،البیوع،کسب الرجل وعمل بیده،رقم:2070)
(99)(بخاری،رقم:2048)
(100)(ترمذی،الفتن،ماجاءفی النهی عن سب الریاح،رقم:2254)
(101)(مشکوٰۃ،رقم:5290)
(102)(مجالس الابرار،مجلس:74،ص:536)
(103)(مشکوٰۃ،رقم:5207،احیاء العلوم:158/2،الموسوعة الفقهیة الکویتیه،الکسب،فقرۃ:5،مجالس ابرار،مجلس:69،هم سے عهد لیاگیاهے،عهد:110)
(104)(احیاء العلوم:158/2 مجالس ابرار،مجلس:69)
(105)(مشکوٰۃ،رقم:5207،الموسوعة الفقهیة الکویتیه،الکسب،فقرۃ:5،مجالس ابرار،مجلس:69)
(106)(بخاری،تفسیر،سورۃ البرائة:الَّذِينَ يَلمِزُونَ المُطَّوِّعِينَ،رقم:4669)
(107)(الموسوعة الفقهیة الکویتیة،کسب،فقرۃ:6،ترغیب المسلمین،مولانا عاشق الٰهی رحمة الله علیه:26)
(108)(ترمذی،الزهد،التوکل علی الله،رقم:2344)
(109)(بخاری،القدر،لامانع لماأعطی الله،رقم:6615)
(110)(نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول،التکاثر وحب الدنیا)
(111)(بخاری،الشرب،بیع الحطب والکلاءِ،رقم:2373)

(112)(بخاری،البیوع،کسب الرجل وعملہ بیدہ،رقم:2071)
(113)(احیاءعلوم دین:63/2،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،توکل،فقرۃ:6)
(114)(مسنداحمد،مسندعبداللہ ابن عمر،رقم:5114،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ،توکل،فقرۃ:6)
(115/1)(آسان ترجمہ،روم:37)
(115/2)(معارف القرآن)
(116)(انوارالبیان)
(117)(ترمذی،فضائل الجھادوالمجاھدوالناکح والمکاتب:1655،جامع الاصول:7341)
(118)(ابوداود،الاستعفاف:1644)
(119)(جامع الاصول: 9739،مسلم:فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن،رقم: 2699 ، ترمذی، القراء ات عن رسول اللہ ﷺ،رقم:2945،أبوداود،الصلوۃ،فی ثواب قراءۃ القرآن،رقم:1455)
(120)(مجالس الابرار،مجلس:69)
(121)(مجالس الابرار،مجلس:69،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ،کسب،فقرہ:7)
(122)(ترمذی،الزھد،ماجاءمثل الدنیامثل اربعۃ نفر،رقم:2325)
(123)(مجالس الابرار،مجلس:69،ہم سے عہدلیا گیا:287)
(124)(مسلم،الزھدوالرقاق،المؤمن امرہ کلہ خیر،رقم:2999)
(125)(ہم سے عہدلیا گیا،عہد:130)
(126)(مفہوم مجالس الابرار،مجلس:69)
(127)(مفہوم،حیات المسلمین)
(128/1)(مشکاۃ المصابیح،رقم:5300،شعب الایمان للبیہقی)
(128/2)(بخاری،قدر،رقم:6601)
(129)(مفہوم حیات المسلمین،تفسیر تدبر قرآن،نحل:112)
(130)(مشکاۃ المصابیح،رقم:5207،بیہقی فی شعب الایمان،ابونعیم فی الحلیۃ)
(131)(المعجم الکبیر للطبرانی:282)
(132)(مرقاۃ،تحت الحدیث،رقم:5207،مجالس ابرار:69)
(133)(ترمذی،الزھد،ماجاءمثل الدنیامثل اربعۃ نفر،رقم:2325)
(134)(مشکاۃ المصابیح،رقم:5207،بیہقی فی شعب الایمان،ابونعیم فی الحلیۃ)
(135)(مظاہر حق:666/4،تحت الحدیث مشکوٰۃ،رقم:5207)
(136)(نضرۃ،تکاثر:14،احیاءعلوم الدین:291/3)
(137)(نضرۃ النعیم،التکاثر:4،مسنداحمد،رقم:8094)
(138)(مسلم،الزھدوالرقاق،رقم:2958)
(139)(مشکوٰۃ:ادب/ظلم:رقم5132)
(140)(مشکوٰۃ:ادب،ظلم:رقم5127،مظاہر حق:597/4)
(141)(مشکوٰۃ:ادب،ظلم:رقم5126،مظاہر حق:597/4)
(142/1)(مشکوٰۃ:ادب،ظلم،رقم:5125،مظاہر حق:596/4)
(142/2)(سیر اعلام النبلاء:222/3)
(143)(مجالس ابرار:مجلس69،کویتیہ،ثواب فقرہ:8)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(144)(رواہ الطبرانی فی الکبیر، وابو نعیم فی الحلیۃ وھو حدیث حسن، الجامع الصغیر 1/358)
(145)(ترمذی، رقم:413)
(146/1)(بخاری، رقم:3472)
(146/2)(بخاری، رقم:2291)
(146/3)(حیاۃ الصحابہ:769/2۔اخرجہ احمد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وتفرد بہ احمد و اسامہ بن زید ھو ا الھیثمی من رحال مسلم کذا فی البدایۃ:59/2)
(146/4)(حیاۃ الصحابہ:770/2۔المنتخب:36/4، اخرجہ احمد فی الزھد))
(146/5)(حیاۃ الصحابہ:771/2۔اخرجہ ابی نعیم فی الحلیۃ:31/1)
(146/6)(حیات الصحابہ:322/2)
(146/7)(حیاۃ الصحابۃ:323/2بحوالہ طبقات ابن سعد:196/3)
(146/8)(کنزل العمال:79953)
(146/9)(حیاۃ الصحابہ:771/2-386)
(146/10)(اسد الغابہ فی معرف الصحابہ:228/3)
(146/11)(تاریخ امت مسلمۃ:545/1)
(146/12)(مصنف ابن ابی شیبہ)
(146/13)(تاریخ بغداد:167/10)
(146/14)(اسلام میں امانت داری کی حیثیت اور مقام:30، وعظ: حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب بحوالہ بکھرے موتی:77)
(147)(فضائل صدقات: حصہ دوم 657)
(148)("فضائل تجارت" از شیخ الحدیث، التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الاخرۃ للقرطبی: ص 312، باب القصاص، شامی، باب شروط الصلاۃ)
(149)(رحمۃ اللہ الواسعۃ 6/605-603)
(150)(احیاء العلوم:148/2، سیرت النبیؐ شبلی:318/6)
(151)(ترغیب، البیوع، ترغیب التجار فی الصدق، رقم:1782 ترمذی: رقم 1209)
(152)(ترغیب: رقم 1783، البیوع، ترغیب التجار فی الصدق، ابن ماجہ: رقم 2139)
(153)(ترغیب: رقم 1785، البیوع، ترغیب التجار فی الصدق، ابن ماجہ: رقم 2146، ترمذی:1210)
(154)(بخاری، رقم:2088، البیوع، باب البیعان بالخیار مالم یتفرقا)
(155)(الترغیب: رقم:1798، طبرانی کبیر، رقم:123، کنز العمال: رقم، 9432)
(156)(بخاری، البیوع، النجش، رقم:2142)
(157)(بخاری رقم:2150-2140)
(158)(مشکوٰۃ رقم:55۔مسلم، بخاری)
(159)(مشکوٰۃ رقم:4843، ترمذی)
(160)(مشکوٰۃ، الآداب، حفظ اللسان، رقم: 4861)
(161)(بخاری، البیوع، باب النجش)
(162)(عطر ھدایہ:51)
(163)(مجالس الابرار عربی: 561,567، فقہ البیوع: 208/1، اسلامی معیشت کے بنیادی اصول، عبدالسلام چاٹگامی صاحب:

330)

(164)(بخاری، تحت الباب اذا بین البیعان ولم یکتما و نصحا)

(165)(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:299)

(166)(مجالس الابرار 71، 505-501، رحمۃ اللہ الواسعہ 585/4)

(167)(مسنداحمد:141)

(168)(سبل السلام شرح بلوغ المرام 4/3)

(169)(مسلم:526/7)

(170)(نسائی، البیوع، الترغیب التجارۃ الصدق:86/5)

(171)(مسلم، وعید من اقتطع حق مسلم، رقم:303)

(172)(ترغیب، بیوع، ترغیب التجار فی الصدق، مجمع الزوائد، رقم:6335)

(173)(ترغیب، بیوع، ترغیب التجار فی الصدق، مسند احمد، 4/444-428)

(174)(ابو داود، البیوع، فی التجارۃ یخالطھا الحلف واللغو، ابن ماجہ، رقم:2145۔ نسائی: رقم 3797۔ ترمذی، رقم:1208)

(175)(ابو داود، البیوع، التجارۃ۔ یخالطھا الحلف واللغو، رقم:3326، ابن ماجہ: رقم:2145)

(176/1)(ترمذی، البیوع، التجار وتسمیۃ النبی ﷺ ایاھم، رقم:1208)

(176/2)(بخاری، رقم:6899)

• **عدالت میں جھوٹی قسم کھانا تباہی لاتا ہے:** ایک سچا واقعہ ہے کہ ایک مسلمان کا ایک بنیے کے ساتھ ایک زمین کے سلسلہ میں جھگڑا تھا، میرٹھ کی عدالت میں مقدمہ تھا اور جج انگریز تھا، جس دن فیصلہ ہونا تھا بنیا رومال میں کوئی چیز لپیٹ کر لے گیا اور جج کے سامنے اس کو کھول کر کہا: یہ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن ہے اگر یہ شخص اس کتاب کو ہاتھ میں لیکر قسم کھا کر کہہ دے کہ یہ زمین میری ہے تو میں اس سے دستبردار ہو جاؤں گا، اس بندۂ خدا نے جھوٹی قسم کھالی اور جج نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ ایک سال کے اندر اندر اس مسلمان کے گھر کے سب افراد مر گئے کوئی نہیں بچا۔ یہ اس جھوٹی قسم کا وبال ہے۔

(تحفۃ الالمعی شرح ترمذی، مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب:196/4)

(177)(بخاری، البیوع، مایکرہ من الخداع فی البیع، رقم:2117)

(178)(مسلم، البیوع، من یخدع فی البیع، رقم:3860)

(179)(ترمذی، البیوع، ماجاء فیمن یخدع فی البیع، رقم:1250)

(180)(ترغیب: رقم 1775، ابن ماجہ: رقم 2246، ارواء الغلیل: رقم 1321، مستدرک حاکم، بیوع:10/2)

(181)(ابن ماجہ، رقم:2241)

(182)(مسلم، ایمان، رقم:296، معارف الحدیث 516/7، تجارت 81-79)

(183)(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:330)

(184)(ابن ماجہ، رقم:2247)

(185)(بخاری، البیوع، البیعان بالخیار مالم یتفرقا، رقم:2088)

(186)(عطر ھدایہ: 111، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، خیار عیب، فقرۃ: 4، 5، 30، 31، امداد الاحکام: 418/3، امداد الفتاویٰ 43/3)

(187)(ملخص از فقہ البیوع 2/832-827)

(188)(ابو داود، بیوع، باب فی بیع المضطر، رقم:3382۔ فقہ البیوع 203/1، معارف الحدیث 515)

(189)(فقہ البیوع:203/1)

(190)(سنن ابن ماجہ، الأحکام/من بنی فی حقہ مایضر بجارہ، رقم:2340، شرح المجلۃ:24/1)

(191)(تجارت کی کتاب:78، کویتیہ، ضرر، فقرہ:4)
(192)(ترمذی، البر والصلة/ماجاءفی الخیانةوالغش، رقم:1940، مشکوۃ مع مظاہر:541/4)
(193)(ترمذی، البر والصلة/ماجاءفی الخیانةوالغش، رقم:1941)
(194)(مشکوۃ مع مظاہر:541/4)
(195)(ابن ماجہ، الزھد/الورع والتقویٰ، رقم:4218)
(196)(بخاری، العتق، أی الرکاب افضل، رقم:2518)
(197)(تفصیل کے لیے دیکھیں: تجدید معاشیات، مولانا عبدالباری ندوی)
(198)(بخاری، اللباس/عذاب المصورین یوم القیامة، رقم:5950)
(199)(بخاری، اللباس/من کرہ القعود علی الصور، رقم:5958)
(200)(تجارت کی کتاب:78)
(201)(مسلم، بیع، رقم:3788)
(202)(الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:153-124، رحمة اللہ الواسعة:576/4)
(203)(الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:153، فقه البیوع:981/2)
(204)(الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:154، شامی:101/5)
(205)(الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:125)
(206)(الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:123، بدائع الصنائع، بیع:480/4 ط:دار الاحیاء، شامی، بیوع:101/5، ہدایہ، فقه البیوع:985/2)
(207)(بخاری، بیوع/لایبیع علی بیع أخیه، رقم:5143)
(208)(مسلم، نکاح/تحریم الخطبة علی خطبة أخیه، رقم:1414)
(209)(الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:153-124، رحمة اللہ الواسعة:576/4، فقه البیوع:981/2)
(210)(الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:154، شامی:101/5)
(211)(الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:125)
(212)(الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:118، فتح القدیر، شامیة:101/5، فقه البیوع:986/2)
(213)(بخاری، بیوع، نجش، رقم:2142)
(214)(بخاری، بیوع، نجش، رقم:2140)
(215)(مسلم، بیوع، تحریم تلقی الجلب، رقم:1519)
(216)(بخاری، رقم:2166)
(217)(بخاری، بیوع، البیع حاظر لباد، رقم:2158)
(218)(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول، مفتی عبدالسلام چاٹگامی: 331)
(219)(مسائل بہشتی زیور:41، الموسوعة الفقھیة الکویتیة، بیع منھی عنه، فقرة:130، فقه البیوع:995/2، شامیة)
(220)(مسلم:1605، المساقاة/تحریم الاحتکار فی الاقوات، ابوداود: رقم 3447، ابن ماجہ: رقم 2145)
(221)(ابن ماجہ: رقم 2153)
(222)(ابن ماجہ: رقم 2155)
(223)(اسلامی معاشیات: سید مناظر احسن گیلانی۔ص: 353)
(224)(مسند احمد:33/2، رقم 4648)
(225/1)(معارف الحدیث:517)

(225/2)(مسلم،بیوع،تحریم تلقی الجلب،رقم:1519)

(225/3)(بخاری،رقم:2166)

(225/4)(بخاری،بیوع،یبیع حاضر لباد،رقم:2158)

(226)(فتح القدیر:438/6،فقہ البیوع:993/2،رحمۃ اللہ الواسعۃ:576/4،الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ،بیع حاضر للبادی،فقرۃ:2)

(227/1) (فتح القدیر: 438/6ط:دار الکتب العلمیۃ،بدائع الصنائع،بیع: 480/4ط:دار الاحیاء، شامیۃ: 102/5، فقہ البیوع:993/2، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ،بیع حاضر للبادی،فقرۃ:3)

(227/2)(بخاری،بیوع/من کرہ أن یبیع الحاضر لباد بأجر،رقم:2159)

(227/3)(مسلم،بیوع/تحریم بیع الحاضر للبادی،رقم:1522)

(227/4)(بخاری:2161،مسلم،رقم:1523)

(227/5)(جدید تجارت،کمال الدین راشدی صاحب:154)

(227/6)(مسلم،بیوع/تحریم بیع الحاضر للبادی،رقم:1522)

(227/7)(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ،تسعیر،فقرۃ:5،جدید تجارت،کمال الدین راشدی صاحب:153-152)

(227/8)(فقہ البیوع:999/2)

(228)(سنن ابن ماجہ،رقم:1956)

(229)(معارف القرآن،سورۃ المطففین ،694/4)

(230)(ترمذی:تفسیر/سورۃ الأنبیاء،رقم:3165)

(231) (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، اجارۃ،فقرۃ:106، شرح المجلہ:586/2،مادہ:425،فتاویٰ حقانیہ: 250/6، درمختار: 70/6،فتاویٰ محمودیہ،59/17)

(232)(ہندیہ:416/4،امداد الفتاویٰ:3/56-355،فتاویٰ حقانیہ:251/6،فتاویٰ محمودیہ:573/16)

(233)(شرح المجلہ،مادہ:422،درمختار، فتاویٰ محمودیہ،572/16،عطر ہدایہ:245)

(234) (شرح المجلۃ، مادۃ: 610-7-608-574، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، اجارۃ، فقرۃ: 107،خطاء،فقرۃ: 52، عطر ہدایہ:264-258،فتاویٰ رحیمیہ:305/9)

(235)(اسلام کا نظام تقسیم دولت:41)

(236)(عبدالرحمن جامی،نفحات الانس:395،لکھنؤ،نول کشور 1915ء)

(237)(شرح المجلۃ،مادۃ:572-571،الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ،اجارۃ،فقرۃ:103،فتاویٰ حقانیہ:250/6)

(238) (مجمع البحار،طاہر پٹنی، کویتیہ ، رشوۃ، فقرہ:10،تفسیر محیط:533/4، دستور العلماء:136/2،عطر ہدایہ:262، ماہنامہ الخیر، جمادی الاولیٰ:1440)

(239) (معارف القرآن ، سورۃ النحل 396/5، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ، شہادۃ،فقرۃ:39، فتاوی حقانیہ:273/6، اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:152)

(240)(عطر ہدایہ:264)

(241)(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:150)

(242)(عطر ہدایہ:263)

(243)(عطر ہدایہ:264)

(244)(احکام القرآن:433/2)

(245)(احکام القرآن:433/2)

(246)(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:153-152)

(247) (مظاہر حق:176/2، آپ کے مسائل اور ان کا حل:178/6، الموسوعة الفقهية الكويتية، الامامة الكبرىٰ، فقرة:30، تحقيق القضية فى الفرق بين الرشوة والهديه للنابلسى، هديه اور رشوت كتاب وسنت اور سيرت طيبه كى روشنى ميں، مولانا محمد رحمت الله الندوى ششماهى السيرة شماره:27، فتاوىٰ حقانيه:268/6، قاضى خان، هندية، شرح المجلة)

(248) (ترغيب:228، ابن ماجه:2313، مسند احمد:212/2)

(249) (سيرت النبى ﷺ:636/6)

(250) (ابو داؤد:3580، ابن ماجه:2313، ترمذى:1336)

(251) (مشكوٰة:3581، حدود/فصل ثالث)

(252) (مظاہر حق:595/3)

(253/1) (مؤطا مالک: كتاب المساقات، سيرت النبى ﷺ:636/6)

(253/2) (ابو داود: كتاب الاقضية و كتاب الجهاد)

(254) (بخارى و مسلم، مشكوٰة:1779، زكوٰة/فصل اول)

(255) (مظاہر حق:176/2، آپ کے مسائل اور ان کے احکام:178/6)

(256) (ابو داود، بيوع، رقم:3541)

(257) (احكام القرآن:433/2، اسلامى معيشت كے بنيادى اصول:151-150)

(258) (امداد الفتاوىٰ:356/3، فتاوىٰ رحيميه:287/9، آپ کے مسائل اور ان کا حل:157/8، عطر هدايه:243)

(259) (اصلاحى خطبات:191/3)

(260) (فتاوىٰ محموديه:128/17، فتاوىٰ دار العلوم ديوبند:345/15)

(261) (بخارى، العتق:2408، جامع الاصول:5903)

(262) (مسند احمد:639/2)

(263) (ترمذى:تفسير/سورة الأنبياء، رقم:3165، مشكوٰة، صفة القيامة والجنة والنار والحساب والقصاص والميزان، رقم:5561)

(264) (عطر هدايه:247)

(265) (هندية:455/4، عطر هدايه:246/7، شرح المجلة، مادة:574-554)

(266) (عطر هدايه:259)

(267/1) (ترمذى، البر والصلة، رقم:1921، مشكوٰة مع مظاہر حق:501/4)

(267/2) (ابو داود، رقم:4868)

(267/3) (ابو داود، رقم:4869)

(267/4) (الموسوعة الفقهية الكويتيه، مجلس، فقرة:10، احياء علوم دين:132/3)

(268) (ترمذى، الادب، المستشار مؤتمن، رقم:2822)

(269) (ترمذى، البر والصلة، ماجاء فى النصيحه، رقم:1926)

(270/1) (عطر هدايه:263)

(270/2) (مسلم، رقم:1825)

(270/3) (بخارى، رقم:2260)

(270/4) (بخارى، رقم:2261)

(270/5) (ابو داود، رقم:499)

(270/6) (الترغيب والترهيب:، رقم:3345)

(270/7) (بخارى، رقم:6496)

(271)(تفصیل کے لیے دیکھیں: محسن انسانیت کی مزدور پالیسی ص:284)
(272)(جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، رقم:6058)
(273)(المعجم الکبیر للطبرانی:114/11)
(274)(مستدرک حاکم:62/4، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، وظیفۃ، فقرۃ:4)
(275)(بخاری، العلم، من سئل علما وھو مشتغل فی حدیثہ، رقم:59)
(276)(تفصیل کے لیے دیکھیں "مالی معاملات اور شرعی تعلیمات، نیز مالی معاملات اور اخلاقی تعلیمات میں خریدار اور فروخت کنندہ کے حقوق)
(277)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، وکالۃ، فقرۃ:141)
(278)(بخاری، الاجارات، استجار الرجل الصالح، رقم:2260)
(279)(بخاری، رقم:2294، مشکوٰۃ، رقم:3983)
(280)۔(مشکوٰۃ، رقم:3983، ترمذی، رقم:1585)
(281/1)(مظاہر حق، جہاد، الامان، فصل ثانی:924/3)
(281/2)(بخاری مع حاشیۃ، رقم:5975)
(282)(ترمذی: تفسیر/سورۃ الأنبیاء، رقم:3165، مشکوٰۃ، صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، الحساب والقصاص والمیزان، رقم:5561)
(283)(مشکوٰۃ، رقم:55، بخاری)
(284)(مشکوٰۃ، رقم:4843، ترمذی)
(285)(مشکوٰۃ، الاداب/حفظ اللسان، رقم:4861)
(286)(فتاویٰ حقانیہ:247/6)
(287)(فتاویٰ محمودیہ:615/16)
(288)(فتاویٰ عثمانی:319/3)
(289)(فتاویٰ عثمانی:319/3)
(290)(مسلم، رقم:1658، مشکوٰۃ، رقم:3556)
(291)(مرقاۃ/عون المعبود)
(292)(ابوداود، فی حق المملوک، رقم:5163، جامع الاصول، رقم:5886، مشکوۃ، رقم:3359)
(293)(نضرۃ النعیم، فوائد حسن المعاملہ، فائدہ:3، عدل:2793/7)
(294)(مظاہر حق:439/3)
(295)(جامع الاصول:7822، مشکوٰۃ، رقم:4938، بخاری، رقم:2272)
(296)(ترمذی، رقم:2494، مشکوٰۃ، رقم:330)
(297)(جامع الاصول، رقم:5885، ترمذی، رقم:1946، مشکوٰۃ، رقم:3358، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، رق، فقرۃ:29)
(298)(ابوداود، رقم:2594، مشکوٰۃ، رقاق/فضل الفقر وما الا من عیش النبی، رقم:5246، جامع الاصول:2780)
(299)(مشکوٰۃ، رقم:5232، بخاری، جامع الاصول:2781)
(300)(جامع الاصول:8111)
(301)(جامع الاصول، رقم:8109)
(302)(شرح التلویح علی التوضیح:378/1، فصل التکلیف بما لا یطاق غیر جائز، ط: صبیح بمصر)
(303)(مسلم، کتاب الامارۃ، رقم:1828، مشکوٰۃ، کتاب الامارۃ)
(304)(ترمذی، البر والصلۃ/ماجاء فی الخیانۃ والغش، رقم:1940، مشکوٰۃ مع مظاہر:541/4)

(305) (ترمذی،البر والصلة/ماجاءفی الخیانةوالغش،رقم:1941)
(306) (مشکوۃ مع مظاہر:541/4)
(307) (الھیثمی،نورالدین علی بن ابی بکر(الحافظ)م 807ھ،مواردالظمآن الی زوائد ابن حبان دارالکتب العلمیة بیروت، حدیث نمبر:1204)
(308) (اسلام کانظام تقسیم دولت،مفتی شفیع ؒصاحب:75-25،38،26)
(309) (اسلام کااقتصادی نظام،حفظ الرحمن سیوہاروی:578)
(310) (بخاری، العتق،رقم:2545، مسلم أیمان،رقم:1661، ابوداؤد، الادب،رقم:5158، الموسوعة الفقھیة الکویتیة،رفق، فقرة:9،رق،فقرة:13، تیسیر،فقرة:62)
(311) (اسلامی معاشیات،مناظراحسن گیلانی ؒ:363)
(312) (اسلامی معاشیات،مناظراحسن گیلانی ؒ:364)
(313) (سبل السلام،شرح البلوغ المرام:177/3،مسلم،رقم:1662، جامع الاصول:5890)
(314) (جامع الاصول:5892)
(315) (الموسوعة الفقھیة الکویتیة،رق،فقرة:13، الموطابشرح الباجی:305/7)
(316) (صحیح ابن خزیمة:رقم:1887)
(317) (فضائل رمضان از شیخ الحدیث ؒ:12، تحت الحدیث،رقم:1)
(318) (ابوداود،خراج،رقم:3052، جامع الأصول:1139)
(319) (ابوداؤد،الجهاد،رقم:2549)
(320) (جامع الأصول،رقم:2631، ابوداود،الجھادرقم:2548)
(321) (ابوداود،الجھاد،رقم:2567، جامع الأصول،رقم:2632)
(322) (مسنداحمد،مسندمعاذ،رقم:15629)
(323) (تفصیل کے لیے دیکھیں،محسن انسانیت کی مزدور پالیسی:318)
(324) (رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات،مجمع الزوائد:436/4، کویتیہ،رق،فقرہ:23)
(325) (ترمذی:تفسیر/سورۃ الأنبیاء،رقم:3165،مشکوۃ،صفة القیامةوالجنةوالنار،الحساب والقصاص والمیزان،رقم:5561)
(326) (ابوداود،رقم:5161،مشکوۃ،رقم:3368، کویتیہ،رق،فقرہ:32، مجالس الابرار،مجلس:76ص:543)
(327) (مجالس الابرار،مجلس:76ص:543)
(328) (جامع الاصول،رقم:5896،ترمذی،رقم:1948، ابوداود،رقم:5159، مجالس الابرار،مجلس:76ص:543، الموسوعة الفقھیة الکویتیة،رق،فقرة:29)
(329) (جامع الاصول،رقم:5894، ابوداود،رقم:1568)
(330) (مسلم،رقم:4299)
(331) (جامع الاصول،رقم:5895، مسلم،رقم:4301، ابوداود،رقم:5167)
(332) (مسلم،أیمان،رقم:1658)
(333) (جامع الاصول،رقم:5893، ترمذی،رقم:1951، مجالس الابرار،مجلس:76ص:544)
(334) (مجالس الابرار،مجلس:76ص:544)
(335) (جامع الاصول،رقم:5887، ابوداود،رقم:5164، ترمذی،رقم:1949، مجالس الابرار،مجلس:76ص:544)
(336) (مسلم،رقم:2328)
(337) (بخاری،رقم:6038، جامع الاصول،رقم:8831)

(338)(رواہ ابن عساکر علی بن حسن بن ھبۃ اللہ)
(339)(شرح المجلۃ،مادۃ:10-09-08-607،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:142)
(340)(ابن ماجۃ،رقم:3691)
(341)(الادب المفرد:176،نضرۃ النعیم،تکریم،تکریم الخادم والأجیر)
(342)(نیل الاوطار:94/5)
(343)(مجالس الابرار،مجلس:76ص:549)
(344)(جامع الاصول،رقم:5898، ابوداود،رقم:5165،نسائی،رقم:1947،کویتیہ،رق، فقرہ:126،مجالس الابرار،مجلس:76ص:549)
(345)(جامع الاصول،رقم:5899،مجالس الابرار،مجلس:76ص:549)
(346) (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ،الصیال،فقرۃ:5، المماثلۃ،فقرۃ:5،استیفاء،فقرۃ :18-17،ظفربالحق، فقرۃ:11، المعاییر الشرعیۃ:462،روح المعانی:150/3،جامع الاحکام للقرطبی:355/2)
(347)(بخاری،بیوع،اثم من باع حرّاً،رقم:2114)
(348)(فتح الباری:526/4)
(349)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،ظلم،فقرۃ:4،نضرۃ النعیم:ظلم/انواع الظلم)
(350)(الکبائر)
(351)(مسلم،الزکوۃ،فَضلِ النَّفَقَۃِ عَلَی العِیَالِ وَالمَملُوکِ وَإثمِ مَن۔۔۔حَبَسَ نَفَقَتَھُم عَنھُم،رقم:996)
(352)(مسنداحمد:72/5)
(353)(ابوداود،الادب/من اخذ الشئ من مزاح،رقم:5003)
(354)(بخاری:رقم67،العلم/قول النبی رب مبلغ اوعیٰ من سامع،مسلم:1679،ابوداؤد:1948)
(355)(مشکوۃ:ادب/ظلم:رقم5132)
(356)(مظاھرحق:597/4،مشکوۃ:ادب/ظلم:رقم5127)
(357)(مظاھرحق:597/4،مشکوۃ:ادب/ظلم:رقم5126)
(358)(مظاھرحق:596/4،مشکوۃ:ادب/ظلم:رقم5125)
(359)("فضائل تجارت"از شیخ الحدیث ، التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الاخرۃ للقرطبی: 312، باب القصاص،شامی، باب شروط الصلاۃ)
(360)(تفسیر ابن کثیر،انعام:152،نضرۃ النعیم،ظلم،انواع من حیث الکیفیۃ)
(361)(معارف القرآن:94/8-693)
(362)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،تطفیف،فقرۃ:3)
(363)(موطاامام مالک علیہ الرحمۃ،ماجاء فی الغلول:476)
(364)(ابن ماجہ،فتن،رقم:4019)
(365)(محسن انسانیت کی مزدور پالیسی:279)
(366)(سنن کبریٰ بیھقی:121/6،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،تعجیل،فقرۃ:7)
(367)(ترمذی،رقم:1312،نضرۃ النعیم،ظلم)
(368)(مشکوۃ،رقم:35)
(369)(بخاری،الاجارۃ،اجر السمسرۃ،ترجمۃ الباب)
(370)(بخاری،ایمان،علامات المنافق،رقم:34)

(371)(بخاری،الشهادات،اليمين بعد العصر،رقم:2672)
(372)(جامع الاصول:8466،مسلم،البر والصلة والآداب،تحريم الظلم،رقم:2577)
(373)(مسلم،الجنة والصفة نعيمها وأهلها،الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة،رقم:2865)
(374)(سنن ابن ماجه،الأحكام/من بنى في حقه مايضر بجاره،رقم:2340)
(375)(ابوداؤد،الجهاد،في من يغزو ويلتمس الدنيا،رقم:2515،الموسوعة الفقهية الكويتية،تيسير،فقرة:61)
(376)(سنن ابی داؤد،بیوع،شرکة،رقم:3383)
(377)(مظاہر حق،بیوع،شرکة:163/3)
(378)(ابوداؤد،كراهية المراء،رقم:4836)
(379)(مشكوة،رقم:4963،بخاری،الادب،الوصاة بالجار،رقم:6014)
(380)(المعجم الكبير للطبرانی،رقم:7523)
(381)(معارف الحديث:306/6)
(382)(مستدرک حاکم:المنذری فی الترغيب:355/3)
(383)(سنن الترمذی،ماجاء فی حق الجوار،رقم:1944)
(384)(الهيثمی فی المجمع:163/8،مسند احمد،رقم:15372)
(385)(بخاری،الآدب،من کان يؤمن بالله واليوم الآخر فلايؤذی جاره،رقم:6019)
(386)(سنن الترمذی،الزهد،من اتقی المحارم،رقم:2305)
(387)(مسلم،الايمان،تحريم ايذاء الجار،رقم:46)
(388)(مسند احمد،مسند ابو هريرة،رقم:9675)
(389/1)(بخاری،الشفعة،عرض الشفعة علی صاحبها،رقم:2258)
(389/2)(بخاری،قدر،رقم:6601)
(390)(ابن ماجه،الزهد،الثناء الحسن،رقم:4223)
(391)(الموسوعة الفقهية الكويتية،جوار،فقرة:2،نضرة النعيم بحواله فتح الباری:442/10)
(392)(نضرة النعيم،اثار العلماء:14 بحواله فتح الباری)
(393)(الموسوعة الفقهية الكويتية،جوار،فقرة:2،نضرة النعيم،حق الجار،اصطلاحًا بحواله فتح الباری:442/10)
(394)(معارف القرآن بحواله روح المعانی:413/2،تفسير سعدی:177/1،نضرة النعيم،آثار العلماء:9،بخاری مع الفتح)
(395)(بخاری،الادب،من لايأمن جارهم،رقم:6016)
(396)(الموسوعة الفقهية الكويتية،جوار،فقرة:3)
(397)(مسند أحمد،رقم:23854)
(398)(جامع الاصول،رقم:4916،ابوداؤد،الادب،حق الجوار،رقم:5153)
(399)(مسند احمد،مسند ابو هريرة،رقم:9675)
(400/1)(ہم سے عهد لیا گیا عهد:112ص:289)
(400/2)(نضرة النعيم،حق الجار بحواله المجمع للهيثمی:167/8)
(401)(نضرة النعيم،حق الجار بحواله المجمع للهيثمی:167/8)
(402)(اصلاحی خطبات:156/16)
(403)(الموسوعة الفقهية الكويتية،دخان،فقرة:5)
(404)(جامع الاصول،رقم:87،ابوداؤد،الصيام،صوم الدهر،رقم:2425)

(405) (جامع الاصول، رقم:52، ابن ماجة، نكاح، حق المرأة على زوجها، رقم:1851)
(406) (معجم الاوسط، رقم:8764)
(407) (جامع الاصول، رقم:855، بخاری، رقم:5216)
(408) (جامع الاصول، رقم:9095، مسلم، الرضاع، قسمة بين الزوجات، رقم:1462)
(409) (الموسوعة الفقهية الكويتيه، تعليم وتعلم، فقرة:11)
(410) (جامع الاصول، رقم:87)
(411) (جامع الاصول، رقم:3940، بخاری، الجمعة، الجمعة في القرى والمدن، رقم:893)
(412) (الموسوعة الفقهية الكويتية، تعليم وتعلم، فقرة:11، طلب العلم، فقرة:8، صغر، فقرة:6-8)
(413) (سورہ مدثر:13، معارف القرآن:615/8)
(414) (جامع الاصول، رقم:7300، بخاری، مواقيت الصلوٰة، فضل الصلوة لوقتها، رقم:527)
(415) (جامع الاصول، رقم:195، بخاری، الجهاد، الجهاد باذن الأبوين، رقم: 3004)
(416) (جامع الاصول، رقم:195، أبو داؤد، الجهاد، الرجل يغزو وأبواه كارهان، رقم:2528)
(417) (جامع الاصول، رقم:196، أبو داؤد، الجهاد، الرجل يغزو وبواه كارهان، رقم:2530)
(418) (الموسوعة الفقهية الكويتية، دعوة، فقرة:44)
(419) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ارحام، فقرة:9، الطحطاوی علی الدر:205/4)
(420) (جامع الاصول، رقم:6826، مسلم، فضائل الصحابة، فضائل اويس القرنی، رقم:2542)
(421) (ذكره المنذری فی الترغيب والترهيب وعزاه لأبی يعلیٰ:335/3-335)
(422) (مجمع الزوائد، رقم:13459)
(423) (حقوق الاسلام تهانوی رحمہ اللہ، كويتيه، ارحام، فقره:9-11)
(424) (حيات المسلمين، روح:10، كويتيه، كسب، فقرة:6)
(425) (جامع الاصول، رقم:87، ابو داؤد، صلوٰة، ابواب قيام الليل، رقم:1369)
(426) (جامع الاصول، رقم:9351، ترمذی، الفتن، رقم:2254)
(427) (الموسوعة الفقهية الكويتية، كفاية، فقرة:17، انتحار، فقرة:5)
(428) (جامع الاصول، رقم:5933، مسلم، الزكوٰة، الابتداء فی النفقة بالنفس، رقم:997)
(429) (جامع الاصول، رقم:2754، ترمذی، الزكوٰة، ماجاء من لاتحل له الصدقة، رقم:652، ابو داؤد، الزكوٰة، من يعطى من الصدقة وحد الغنی، رقم:1634)
(430) (الموسوعة الفقهية الكويتية، تيسير، فقرة:51)
(431) (جامع الاصول، رقم:88، بخاری، صوم، صوم شعبان، رقم:1970)
(432) (جامع الاصول، رقم:88، بخاری، الرقاق، القصد والمداومة على العمل، رقم:6467)
(433) (جامع الاصول، رقم:92، ابو داؤد، الادب، فی الحسد، رقم:4904)
(434) (جامع الاصول، رقم:93، بخاری، تهجد، مايكره من التشديد فی العبادة، رقم:1150)
(435) (جامع الاصول، رقم:4589، بخاری، الصوم، ليس من البرِ الصومُ فی السفر، رقم:1946)
(436) (الموسوعة الفقهية الكويتية، تيسير، فقرة:52)
(437) (مسند أحمد، مسند الانصار، حديث ابی الدرداء، رقم:21695)
(438) (عطر هداية:59، شرح المجلة:264/1، الموسوعة الفقهية الكويتية، كسب، فقرة:17، اطعمة، فقرة:13، ربا، فقرة:15، حق، فقرة:18)

مرکز تعلیم و تربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(439)(جامع الاصول، رقم:53، بخاری، الحج، الخطبة ایام منی، رقم:1742)
(440)(مسند أحمد، مسند الأنصار، حدیث ابو حمید الساعدی، رقم:23605)
(441)(جامع الاصول، رقم:3037، ترمذی، باب ماجاء فی النهی عن نکاح الشغار، رقم:1133)
(442)(جامع الاصول، رقم:9369، مشکوٰۃ، ایمان، کبائر، رقم:53)
(443)(جامع الاصول، رقم:5535، بخاری، لقطة، لاتحتلب ماشیة أحد، رقم:2435)
(444)(جامع الاصول، رقم:5997، ابو داؤد، بیوع، تضمین العاریة، رقم:3561)
(445)(جامع الاصول، رقم:8526، ترمذی، فتن، رقم:2161)
(446)(مسند احمد، مسند خولة بنت ثابت، رقم:27318، بخاری، الجهاد، سورة الانفال، رقم:3118)
(447)(جامع الاصول، رقم:2551، بخاری، الحوالات، ان احال دین المیت علی رجل جاز، رقم:2289)
(448)(معارف الحدیث:499/7)
(449)(جامع الاصول، رقم:7221، مشکوٰۃ: جهاد، الفصل الاول: رقم3805)
(450)(معارف الحدیث:497/7)
(451)(جامع الاصول، رقم:7218، مشکوٰۃ: جهاد، الفصل الاول: رقم3804)
(452)(مسند احمد، رقم:22493)
(453)(جامع الاصول، رقم:2534، بخاری: باب من اخذ اموال الناس: رقم2387)
(454)(جامع الاصول، رقم:2532، ابو داؤد، البیوع، التشدید فی الدین، رقم:3342)
(455)(جامع الاصول، رقم:8713، ترمذی، جنائز، رقم:1079-1078)
(456)(جامع الاصول، رقم:337، ابو داؤد، اجارة، العربان، رقم:3502، ابن ماجه، تجارت، بیع العربان، رقم:2192، مؤطا:609)
(457)(جامع الاصول، رقم:6210، بخاری، المظالم والغصب، اثم من ظلم شیئامن الارض، رقم:2454)
(458)(جامع الاصول، رقم:6209، بخاری، المظالم والغصب، اثم من ظلم شیئامن الارض، رقم: 2454-2452)
(459)(مسند احمد، مسند الشامیین، رقم:17558، مشکوٰۃ، البیوع، غصب والعاریه، رقم:2958)
(460)(مسند احمد، مسند الشامیین، رقم:17571، مشکوٰۃ، البیوع، غصب، رقم:2959)
(461)(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:126)
(462)(جامع الاصول، رقم:8229، مشکوٰۃ، ایمان، الکبائر وعلامات النفاق، رقم:54)
(463)(ابن ماجة، الوصایا، الحیف فی الوصیة، رقم:2703، رواه البیهقی فی شعب الایمان)
(464)(جامع الاصول، رقم:8401، مسلم، ایمان، بیان حال إیمان من رغب عن أبیه وهو یعلم، رقم:61)
(465)(جامع الاصول، رقم:9291، مسلم، ایمان، وعید من اقتطع حق مسلم، رقم:137)
(466)(جامع الاصول، رقم:7677، مسلم، أقضیة، الحکم بالظاهر واللحن بالحجة، رقم:1713)
(467)(جامع الاصول، رقم:9369، مشکوٰۃ، ایمان، کبائر، رقم:53)
(468)(جامع الاصول، رقم:104، مشکوٰۃ: رقم2934، ابو داؤد: رقم3534، ترمذی: رقم1264)
(469)(جامع الاصول، رقم:1076، مشکوٰۃ، جهاد، القتال فی الجهاد، رقم:3956)
(470)(جامع الاصول، رقم:7666، مشکوٰۃ، امارة والقضاء، رزق الولاة وهدایاهم، رقم3750)
(471)(جامع الاصول، رقم:8144، مشکوٰۃ، امارة والقضاء، رزق الولاة وهدایاهم، رقم:3748)
(472)(جامع الاصول، رقم:2737، مشکوٰۃ، امارة والقضاء، رزق الولاة وهدایاهم، رقم:3752)
(473)(جامع الاصول، رقم:9369، مشکوٰۃ، ایمان، کبائر، رقم:53)
(474)(جامع الاصول، رقم:1227، مشکوٰۃ، جهاد، قسمة الغنائم والغلول فیها، رقم:4022)

(475)(جامع الاصول،رقم:1211،مشکوٰۃ،جہاد/قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:3995)

(476)(جامع الاصول،رقم:8017،مشکوٰۃ،احوال قیامۃ،حوض وشفاعۃ،رقم:5575-5607)

(477)(جامع الاصول،رقم:7631،مشکوٰۃ،جہاد،قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:4016)

(478)(سیرت النبی ﷺ:595/6،مسند احمد،بیہقی،منذری:باب الترغیب فی انجاز الوعد)

(479)(جامع الاصول،رقم:9445،مشکوٰۃ،آداب،شفقۃ ورحمۃ علی الخلق،رقم:4959)

(480)(جامع الاصول،رقم:1214،مشکوٰۃ،جہاد،قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:3996)

(481)(جامع الاصول،رقم:1215،مشکوٰۃ،جہاد،قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:3997)

(482)(جامع الاصول،رقم:1219،مشکوٰۃ،جہاد،قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:4033)

(483)(جامع الاصول،رقم:1217،مشکوٰۃ،جہاد،قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:4010)

(484)(جامع الاصول،رقم:1213،مشکوٰۃ،جہاد،قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:4011)

(485)(جامع الاصول،رقم:6172،مشکوٰۃ،جہاد،قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:4024)

(486)(جامع الاصول،رقم:1228،مشکوٰۃ،جہاد،قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:4018)

(487)(جامع الاصول،رقم:1212،مشکوٰۃ،جہاد،قسمۃالغنائم والغلول فیہا،رقم:4013)

(488/1)(جامع الاصول،رقم:102،مشکوٰۃ،الفتن،الفصل الاول،رقم:5380)

(488/2)(مسلم،ایمان،رفع الامانۃ،رقم:367)

(489)(جامع الاصول،رقم:7456،مشکوٰۃ،الفتن،الفصل الثانی،رقم:5397،مظاہر:850/4)

(490)(جامع الاصول،رقم:9392،مشکوٰۃ،الرقاق،تغییر الناس،رقم:5369)

(491)(جامع الاصول،رقم:6355،مشکوٰۃ،المناقب،مناقب الصحابہ،رقم:6009،،مظاہر حق:592/5)

(492)(جامع الاصول،رقم:9185،مشکوٰۃ،ایمان،الکبائر وعلامات المنافق،رقم55)

(493)(مشکوٰۃ،آداب،حفظ اللسان،رقم:4860،مظاہر:436/4)

(494/1)(مشکوٰۃ،ایمان،الفصل الثانی،رقم:35،مظاہر:118/1)

(494/2)(موطاامام مالک،بیوع،جامع البیوع،رقم:2524)

(495)(جامع الاصول،رقم:379،مسلم،مساقاۃ،نہی عن بیع الورق بالذہب دینا،رقم:4071)

(496)(جامع الاصول،رقم:378)

(497)(جامع الاصول،رقم:373،بخاری،بیوع،بیع الخلط من التمر،رقم:2080)

(498)(جامع الاصول،رقم:380)

(499)(سیرۃ النبیؐ شبلی:91/2)

(500)(جامع الاصول،رقم:1123،ابوداؤد،خراج والاماراۃ،أخذ الجزیۃ،رقم:3041)

(501)(جامع الاصول،رقم:1796،مسلم،حج،حجۃ النبی ﷺ،رقم:1218)

(502)(جامع الاصول،رقم:8864،بخاری،تفسیر،بقرۃ،رقم:4544)

(503)(الموسوعۃ الاجماع:429/1)

(504)(ابن ماجہ،التغلیظ فی الرباء،رقم:2274)

(505)(مسند احمد،مسند انصار،رقم:21957)

(506)(تفسیر ابن کثیر:716/1)

(507)(مسند بزار)

(508)(مسند ابی یعلی،رقم:4981)

المنیر مرکز تعلیم وتربیت فاؤنڈیشن MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(509)(جامع الاصول،رقم:8229،مشکوۃ،ایمان،الکبائر وعلامات النفاق،رقم:54)
(510)(مسنداحمد،مسندعمروبن عاص،رقم:17822)
(511)(مسنداحمد،مسندعبداللہ بن مسعود،رقم:3754)
(512)(مستدرک حاکم،رقم:2260)
(513)(جامع الاصول،رقم:1011،بخاری،الصلوۃ،ماقیل فی اولادالمشرکین،رقم:1386)
(514)(مسنداحمد،مسندابی ہریرۃ،رقم:8640)
(515)(مسنداحمد،مسندالانصار،حدیث عبادہ بن صامت،رقم:22790)
(516)(رسالہ سود،انجمن خدام القرآن)
(517)(احسن الفتاویٰ 153/7)
(518)(جامع الاصول،رقم:368)
(519)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،ربا،فقرۃ:37،فقہ البیوع:770/2،فتوی بنوری ٹاؤن،معاملات،سود،ہندوستان میں سودی لین دین،عطرہدایۃ:330،مسائل بھشتی زیور:88/2)
(520)(مفہوم احسن الفتاویٰ:166/7)
(521)(سودپر تاریخی فیصلہ:49)
(522)(مجالس الابرار،مجلس:73)
(523)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،ربا،فقرۃ:7،مجالس،مجلس:73)
(524)(آسان الفقہ المعاملات:227/1)
(525)(مسنداحمد،رقم:6547)
(526)(جامع الاصول،رقم:9313)
(527)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،میسرۃ،فقرۃ:8)
(528)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،میسرۃ،فقرۃ:8،احکام القرآن:329)
(529)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،میسرۃ،فقرۃ:8)
(530)(مائدۃ:90)
(531)(بقرۃ:219)
(532)(بقرۃ:188/2،معارف القرآن:535/1،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،میسر،فقرۃ:8)
(533)(معارف القرآن:534/1)
(534)(معارف القرآن:534-35/1)
(535)(معارف القرآن:536/1)
(536)(مسائل بھشتی زیور:292،اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:229،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،سبق،فقرۃ:12، رھان، فقرۃ:6،فتاویٰ دارالعلوم زکریا:455/5)
(537)(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:475-477/5،فتوی بنوری ٹاؤن،معاملات،جوے کے احکام)
(538)(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:467/5،مال حرام اور اس کے شرعی مصارف واحکام:159)
(539)(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:462/5،فتاویٰ عثمانی:342/3،شامی:403/6)
(540/1)(جامع الاصول،رقم:2573)
(540/2)(بخاری،بیوع،بیع حاضر لباد،تحت الباب)
(541)(جامع الاصول۔رقم:9349ترمذی 2008)

(542)(مسند أحمد، مسند جابر بن عبداللہ، رقم:14584)
(543/1)(ابو داؤد، الزکوۃ، حقوق المال، رقم:1663، جامع الاصول، رقم:3007)
(543/2)(شرح فتح الباری، بیوع، اذا بین البیعان ولم یکتما و نصحا)
(544)(احیاء العلوم:152/2)
(545)(جامع الاصول، رقم:245، ترمذی 1320)
(546)(جامع الاصول، رقم:246)
(547)(مسلم، جامع الاصول، رقم:4700)
(548)(جامع الاصول، رقم:247)
(549)(مشکوۃ، رقم:5358)
(550)(مسند احمد، رقم:15618)
(551)(مشکاۃ المصابیح، رقم:3425، مظاہر حق:479/3)
(552)(مشکاۃ المصابیح، رقم:4248، ترمذی، مظاہر حق:120/4)
(553)(جامع الاصول، رقم:2546، بخاری، رقم:2390)
(554)(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عباس، رقم:2233)
(555)(جامع الاصول، رقم:340)
(556)(جامع الاصول، رقم:5889، بخاری، عتق، اذا أتاه خادمه، رقم:2557)
(557)(جامع الاصول، رقم:5889)
(558)(مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ رقم:14863، جامع الاصول، رقم:3008)
(559)(جامع الاصول، رقم:7505)
(560)(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم:7976)
(561)(احیاء العلوم:154/2)
(562)(احیاء العلوم:156/2)
(563/1)(بخاری، رقم:2377)
(563/2)(جامع الاصول، رقم:2045، بخاری، رقم:3603)
(564)(جامع الاصول، رقم:6159)
(565)(جامع الاصول، رقم:1257)
(566)(جامع الاصول، رقم:250)
(567)(الموسوعة الفقهية الکویتیة، اقالة، فقرة:7، فقه البیوع:1129/2)
(568)(انعام الباری:128/6)
(569)(جامع الاصول، رقم:2540، بخاری، رقم:2078)
(570)(جامع الاصول، رقم:2543)
(571)(احیاء العلوم:152/2)
(572/1)(ہم سے عہد لیا گیا ہے، عہد:114)
(572/2)(حیاۃ الصحابة:336/2)
(573/1)(مرقاۃ تحت رقم:4967)
(573/2)(مناقب موفق:174)

(573/3)(بخاری،رقم:2099)
(574)(احیاءالعلوم:252-254/2)
(575)(عطر هداية:54)
(576)(كيف عاملهم:174-179)
(577)(جامع الاصول،رقم:8296)
(578)(جامع الاصول،رقم:340)
(579)(سنن ابن ماجه،تجارت،رقم:2221)
(580)(جامع الاصول،رقم:2546،بخاری،رقم:2390)
(581)(جامع الاصول،رقم:2543)
(582)(جامع الاصول،رقم:2544)
(583)(جامع الاصول،رقم:2541)
(584)(جامع الاصول،رقم:2539)
(585)(جامع الاصول،رقم:2536)
(586)(جامع الاصول،رقم:2545)
(587)(جامع الاصول،رقم:7842)
(588)(مسنداحمد،مسندعمران بن حصين،رقم:19977)
(589)(جامع الاصول،رقم:2540)
(590)(انوار البيان:414/1)
(591)(بيان القرآن:180/1،كشف الرحمن،معارف القرآن)
(592)(انوار البيان:655/3،كشف الرحمن،تفسير مظهرى،تفسير ماجدى،معارف القرآن)
(593)(المعجم الكبير طبرانى مجمع الزوائد:293/3)
(594)(جامع الاصول،رقم:725)
(595)(جامع الاصول،رقم:8473)
(596)(جامع الاصول،رقم:1107)
(597)(جامع الاصول،رقم:4676،بخاری،رقم:1422)
(598)(جامع الاصول،رقم:4664)
(599)(جامع الاصول،رقم:7317)
(600)(جامع الاصول،رقم:4646،ترمذى ابواب تفسير القرآن،رقم:3369)
(601)(انوار البيان:405/1)
(602)(جامع الاصول،رقم:15،ابو داود،الزكوة،زكوة السائمة،رقم:1582)
(603)(جامع الاصول،رقم:2645)
(604)(مسنداحمد،مسندشاميين،حديث شدادبن اوس،رقم:17140)
(605)(مسنداحمد،مسندشاميين،حديث شدادبن اوس،رقم:17120)
(606)(المعجم الاوسط للطبرانى،رقم:2603)
(607)(ابن ماجه،من لبس شهرة من الثياب،رقم:3607)
(608)(جامع الاصول،رقم:2657،بخاری،التفسير،فمن يعمل مثقال،رقم:4962)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(609)(مسنداحمد،رقم:27574)
(610)(حیاۃالصحابہ:744/2)
(611)(جامع الاصول،رقم:7528)
(612)(مسلم،رقم:8،جامع الاصول،رقم:2)
(613)(ابن ماجۃ،رقم:1915)
(614)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،زکوٰۃ،فقرۃ:134،الفقہ الاسلامی وأدلتہ:896/2ط:دارالفکر،سیرۃالنبیﷺ:160/5)
(615)(أحیاءالعلوم:46/1)
(616)(بحوالہ انوارالبیان تحت الآیۃ)
(617)(جامع الاصول،رقم:200)
(618)(جامع الاصول،رقم:4683)
(619)(جامع الاصول،رقم:7926)
(620)(جامع الاصول:2980)
(621)(رحمۃاللہ الواسعۃ:544/1)
(622/1)(رحمۃاللہ الواسعۃ:561/1)
(622/2)(بخاری مع حاشیۃ،رقم:5975)
(623)(جامع الاصول،رقم:229)
(624)(معارف الحدیث325/4)
(625)(المعجم الکبیرللطبرانی:2-34-33)
(626)(جامع الاصول،رقم:2598)
(627/1)(جامع الاصول،رقم:9248)
(627/2)(بخاری،رقم:7163)
(627/3)(بخاری،رقم:3798)
(627/4)(نسائی،رقم:2527،مسنداحمد،رقم:8929)
(627/5)(بخاری،رقم:3673)
(627/6)(مرقات المفاتیح:3875/9)
(628)(جامع الاصول:2980)
(629)(معارف الحدیث:326/4)
(630)(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)
(631)(جامع الاصول،رقم:4660)
(632)(مسنداحمد،مسندالانصار،حدیث ابی امامہ الباھلی،رقم:22288)
(633/1)(معارف الحدیث:330/4)
(633/2)(مسلم،رقم:2588)
(634)(جامع الاصول،رقم:8470)
(635)(جامع الاصول،رقم:7256)
(636)(جامع الاصول،رقم:7254)
(637)(جامع الاصول،رقم:458)

(638)(جامع الاصول،رقم:5491)
(639/1)(جامع الاصول،رقم:7475)
(639/2)(سنن ترمذی،رقم:1984،مسند احمد،رقم:1338)
(639/3)(مراسیل ابی داود،رقم:105ص:127)
(640)(جامع الاصول،رقم:4269)
(641)(جامع الاصول،رقم:7255)
(642)(معارف الحدیث:329/4)
(643/1)(جامع الاصول،رقم:662)
(643/2)(مسند احمد،رقم:14746)
(643/3)(مسند احمد،رقم:22962)
(643/4)(التیسیر بشرح الجامع الصغیر:370/2)
(643/5)(صحیح ابن حبان،رقم:3113)
(643/6)(المعجم الکبیر،رقم:788/17)
(643/7)(بخاری،رقم:3595)
(643/8)(مسلم،رقم:1014)
(643/9)(بخاری،قم:1410)
(643/10)(مسند عبد بن حمید،رقم:1081)
(643/11)(فیض القدیر شرح جامع الصغیر،رقم:6353)
(644)(جامع الاصول،رقم:8298)
(645)(جامع الاصول،رقم:8298)
(646)(جامع الاصول،رقم:8830)
(647)(ہم سے عہد لیا گیا ہے،عہد نمبر:102ص:277)
(648)(جامع الاصول،رقم:4648)
(649)(معارف الحدیث:321/4)
(650)(جامع الاصول،رقم:1960)
(651)(مسند احمد،مسند الانصار،حدیث رجل،رقم:23490)
(652/1)(معارف الحدیث:329/4)
(652/2)(بخاری،رقم:660)
(653)(جامع الاصول،رقم:231)
(654)(جامع الاصول،رقم:8852)
(655/1)(مسند احمد،طبرانی،ترغیب:165،فضائل حج:16)
(655/2)(مسند احمد،بیہقی)
(656)(جامع الاصول،رقم:7201)
(657)(جامع الاصول،رقم:227)
(658)(جامع الاصول،رقم:221)
(659/1)(جامع الاصول،رقم:223)

(**659/2**)(مسند احمد، رقم:19025)

(**660/1**)(مشکوۃ، العتق، الفصل الثانی، رقم:3384)

(**660/2**)(شعب الایمان للبیھقی، رقم:7274)

(**660/3**)(مسند احمد، رقم:23046)

(**661**)(جامع الاصول، رقم:7330)

(**662**)(جامع الاصول، رقم:7253)

(**663/1**)(جامع الاصول، رقم:7295)

(**663/2**)(مسند احمد، رقم:23784)

(**664/1**)(جامع الاصول، رقم:2627)

(**664/2**)(جامع الاصول، رقم:6475)

(**665**)(سنن ابی داود، رقم:1682)

(**666/1**)(جامع الاصول، رقم:3737)

(**666/2**)(مسند احمد، رقم27506)

(**667/1**)(آسان ترجمہ قرآن)

(**667/2**)(مسلم، رقم:1036، ترمذی، رقم:2343)

(**672/3**)(سنن ابو داود، رقم:1667، سنن ترمذی، رقم:665، مسند احمد، رقم:27148)

(**668**)(مسلم، رقم:2984)

(**669**)(جامع الاصول، رقم:7258)

(**670**)(جامع الاصول، رقم:1897، بخاری، رقم:3666)

(**671**)(جامع الاصول، رقم:6187، بخاری، رقم:4415)

(**672/1**)(جامع الاصول، رقم:4650)

(**672/2**)(بخاری، رقم:2566)

(**672/3**)(ابو داود، رقم:166، مسند احمد، رقم:27148، ترمذی، رقم:665)

(**673**)(جامع الاصول، رقم:2982)

(**674**)(جامع الاصول، رقم:1184)

(**675**)(جامع الاصول، رقم:8712)

(**676**)(حیات المسلمین، روح:15)

(**677**)(جامع الاصول، رقم:9248)

(**678**)(جامع الاصول، رقم:4690)

(**679**)(جامع الاصول، رقم:228)

(**680**)(جامع الاصول، رقم:7297)

(**681**)(احیاء العلوم:220/1)

(**682**)(جامع الاصول، رقم:4966)

(**683**)(احیاء العلوم بتغیر 404/1، سیرۃ النبی شبلی نعمانی 122/5، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، زکوۃ، فقرۃ:136)

(**684**)(احیاء العلوم بتغیر 398/1، سیرۃ النبی شبلی نعمانی 161/5، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، زکوۃ، فقرۃ:134)

(**685**)(جامع الاصول، رقم:4677)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(**686**)(جامع الاصول،رقم:106)
(**687**)(جامع الاصول،رقم:4682)
(**688/1**)(ابن ماجہ،رقم:204)
(**688/2**)(تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب ''صدقہ کے فضائل''، مفتی رضوان صاحب ادرہ غفران راولپنڈی)
(**689/1**)(جامع الاصول،رقم:2598)
(**689/2**)(جامع الاصول،رقم:7825،بخاری،رقم:3464،مسلم،رقم:7431)
(**690**)(جامع الاصول،رقم:450)
(**691**)(جامع الاصول،رقم:4687)
(**692**)(جامع الاصول،رقم:7256)
(**693**)(جامع الاصول،رقم:9268)
(**694**)(جامع الاصول،رقم:7579)
(**695/1**)(معارف القرآن بحوالہ مظہری:4/428-426)
(**695/2**)(مسلم،رقم:1061،بخاری،رقم:1443)
(**696**)(جامع الاصول،رقم:2379)
(**697**)(مسند احمد، مسند شامیین،رقم:17313)
(**698/1**)(جامع الاصول،رقم:9376)
(**698/2**)(مسلم،رقم:2578)
(**699**)(المعجم الکبیر للطبرانی:11/184،رقم:11439)
(**700**)(جامع الاصول،رقم:2979)
(**701**)(جامع الاصول،رقم:9384)
(**702**)(مسند احمد،رقم:9526)
(**703**)(مسند احمد، مسند انس بن مالک،رقم:12476،بخاری،رقم:4918)
(**704**)(مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ،رقم:14800)
(**705**)(زوائد البزار:1/8059)
(**706**)(جامع الاصول،رقم:7188)
(**707/1**)(جامع الاصول،رقم:452)
(**707/2**)(سنن دارمی،رقم:526)
(**707/3**)(مسلم،رقم:223)
(**708/1**)(جامع الاصول،رقم:7924)
(**708/2**)(موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان،رقم:1886)
(**709**)(ابن ماجہ، الادب، بر الوالد،رقم:3666)
(**710**)(جامع الاصول،رقم:7262)
(**711**)(جامع الاصول،رقم:9251)
(**712**)(مسند احمد، حدیث ابی عبیدۃ بن جراح،رقم:1690)
(**713**)(جامع الاصول،رقم:5891)
(**714**)(جامع الاصول،رقم:4654)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(715)(جامع الاصول،رقم:4669)
(716)(جامع الاصول،رقم:4675)
(717)(جامع الاصول،رقم:7261)
(718/1)(جامع الاصول،رقم:211)
(718/2)(مسند احمد،رقم:17586)
(719)(الموسوعة الفقهية الكويتية،نفقة،فقرة:51)
(720)(جامع الاصول،رقم:191)
(721)(معارف الحديث:337/2)
(722)(جامع الاصول،رقم:4689)
(723)(جامع الاصول،رقم:4688)
(724)(تهذيب الأثار لابن جرير)
(725)(جامع الاصول،رقم:4667)
(726)(جامع الاصول،رقم:189)
(727)(جامع الاصول،رقم:4559)
(728)(جامع الاصول،رقم:4676)
(729)(جامع الاصول،رقم:4673)
(730)(جامع الاصول،رقم:4703)
(731)(جامع الاصول،رقم:4673)
(732)(احياء العلوم:220/1)
(733)(المعجم الكبير للطبرانی،رقم:2343)
(734)(جامع الاصول،رقم:4659)
(735)(معارف الحديث:324/4)
(736)(جامع الاصول،رقم:4663)
(737)(جامع الاصول،رقم:2598)
(738)(المعجم الاوسط للطبرانی،رقم:7473)
(739)(جامع الاصول،رقم:4792)
(740)(مشكوٰة،الشفقة والرحمة على الخلق،رقم:4996)
(741)(جامع الاصول،رقم: 8507)
(742)(جامع الاصول،رقم:3007)
(743)(جامع الاصول،رقم:9359)
(744)(جامع الاصول،رقم:7825)
(745)(جامع الاصول،رقم:7329)
(746)(مسند احمد،حديث ابی عبيدة بن جراح،رقم:1690)
(747)(جامع الاصول،رقم:9203)
(748)(جامع الاصول،رقم:841)
(749)(بخاری،رقم:6268)

(750)(جامع الاصول، رقم:5933، مسلم، الزکوٰۃ، الابتداء فی النفقۃ بالنفس، رقم:997)

(751)(جامع الاصول، رقم:87، ابوداؤد، صلوٰۃ، ابواب قیام اللیل، رقم:1369)

(752)(جامع الاصول، رقم:4669)

(753)(معارف الحدیث:334/4)

(754)(مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث المقدام بن معدیکرب، رقم:17179)

(755)(جامع الاصول، رقم:7114)

(756)(جامع الاصول، رقم:2630)

(757)(مسند احمد، رقم:22453)

(758)(جامع الاصول، رقم:2627)

(759)(جامع الاصول، رقم:2627)

(760)(جامع الاصول، رقم:2999)

(761)(جامع الاصول، رقم:4270)

(762)(الترغیب والترهیب:41/2)

• **حدیث پر یقین رکھنے والے تاجر کا ایمان افروز واقعہ:** اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ وہ ایک تاجر سے قرض لیا کرتے تھے، پھر جب ان کی تنخواہ آجاتی تھی تو وہ اس سے ادا کر دیا کرتے۔ اسود نے ایک بار تاجر سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس بار آپ کی رقم واپسی میں کچھ تاخیر کرلوں؟ کیونکہ اس دفعہ تنخواہ سے کچھ واجبات ہیں۔ تاجر کہنے لگا، میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ اسود نے انہیں ان کے پیسے تھما دیئے۔ تاجر نے انہیں پکڑا اور پھر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ یہ لے لیجئے۔ اسود کہتے ہیں کہ میں نے اس تاجر سے پوچھا کہ میں نے آپ سے یہی فرمائش کی تھی تو آپ نے انکار کر دیا تھا، اب کیا ہوا؟ تاجر نے کہا کہ آپ نے ہمیں سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک حدیث سنائی کہ ''جس شخص نے کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دیا تو اس میں سے ایک بار صدقہ کرنے کے برابر اجر ہوگا۔''

(الاحسان فی صحیح ابن حبان، رقم:5040)

(763)(الترغیب والترهیب:40/2)

(764)(معارف القرآن:616/8)

(765)(رواہ الدارقطنی، الترغیب والترهیب:606-607/2)

(767)(جامع الاصول، رقم:9251)

(768)(ابن ماجہ، وصایا، الوصیۃ بثلث، رقم:2710)

(769)(دارقطنی:150/3، الموسوعۃ الفقهیۃ الکویتیۃ، وصیۃ، فقرۃ:7)

(770)(جامع الاصول، رقم:4673)

(771)(جامع الاصول، رقم:8712)

(772)(جامع الاصول، رقم:7442)

(773)(السنن الکبریٰ للبیهقی، رقم:5374)

(774)(السیرۃ النبویۃ لابن هشام:18/1)

(775)(بخاری، رقم:6726)

(776)(تکملۃ فتح الملهم:84/2)

(777)(بخاری، رقم:2764)

(778)(بخاری، رقم:2769)

(779)(بخاری، رقم:2756)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(780) (السنن الکبریٰ للبیھقی:160/6)
(781) (احکام الاوقاف للخصاف)
(782) (السنن الکبریٰ للبیھقی:161/6)
(783) (اسلام کا نظام اوقاف تاریخ، اھمیت اور احکام، مؤلف: مولانا ڈاکٹر خلیل احمد اعظمی)
(784) (حاشیہ اسلامی معاشیات:357 مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمۃ)
(785) (جدید معاملات، احسان اللہ شائق 82/1، فتاویٰ محمودیہ 86/16، شامیۃ/بدائع)
(786) (فقہ البیوع 213/1، شامیۃ، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، استرداد، فقرۃ:19)
(787) (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ استحقاق فقرۃ 14، استرداد 21، شرح المجلۃ 469/2، 461/2)
(788) (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، استرداد، فقرۃ:21، استحقاق، فقرۃ:14)
(789) (شرح المجلۃ 469/2، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، استحقاق، فقرۃ:15)
(790) (شرح المجلۃ 459/2)
(791) (شرح المجلۃ 458/2۔461، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، استرداد، فقرۃ:22)
(792) (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، استرداد، فقرۃ:23)
(793) (البحر الرائق:312/5، فتاویٰ جامعۃ الرشید، فتویٰ نمبر:64770/58)

● **تم نے کپڑے کی تعریف کردی:** عبدالحلیم جندی نے لکھا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اپنی دکان میں تھے، ایک شخص نے ریشمی کپڑا طلب کیا، آپ نے اپنے فرزند حماد سے کپڑا دکھانے کو کہا۔ وہ کپڑا لائے اور دکھاتے وقت انہوں نے "صل علی محمد" کہا۔ عرب ممالک میں یہ مبارک جملہ مقام تحسین میں بولا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں برصغیر میں افراد کو ایسے موقع پر "ماشاء اللہ کیا کہنا" کہتے سنا ہے۔ حضرت امام صاحبؒ نے جب اپنے فرزند سے یہ کلمۂ تحسین سنا تو فرمایا "مدحتہ" ہائیں، تم نے اس کپڑے کی تعریف کردی۔ اب تم اس کو اٹھاؤ اور اس گاہک کے ہاتھ فروخت نہیں کیا۔ (ابوحنیفہ بطل الحریۃ:51)

● (استفتاء) اگر فروخت خریدار کو دھوکہ دے کر یا بہکا کر غیر معمولی نفع لے لے تو خریدار کو سودا ختم کرنے کا حق ہوتا ہے جیسا کہ شرح المجلہ کے مادۃ 356 کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے نیز فقہ کی کتابوں میں خیار غبن کی ابحاث سے بھی یہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر فروخت کنندہ ضرورت بیان کرنے میں غلط بیانی کرے یعنی ایک چیز کا گاہک کی ضرورت نہیں اس کی ضرورت بتا کر اس سے غلط بیانی کرنا جیسے بعض ڈاکٹر ٹیسٹ کرواتے ہیں جیسے میکینک ریپئرنگ کرتے ہوئے صحیح پارٹس اور پرزوں کو خراب بتا کر تبدیلی کرواتے ہیں تو ایسی صورت میں حق فسخ یا قیمت کی کمی وغیرہ کے اعتبار سے کیا احکام ہوں گے؟ اور اگر اسی خریدی ہوئی چیز میں تبدیلی ہو چکی مثلاً اس میں اضافہ یا کمی وغیرہ ہو گئی ہو تو کیا احکام ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ڈاکٹر کا مریض سے بلاضرورت ٹیسٹ کروانا اور مکینک کا بلاضرورت کسی چیز کے پرزے بدلوانا دھوکہ دہی اور غلط بیانی ہے جو ناجائز اور حرام ہے اور دھوکہ دینے والا سخت گناہ کا مرتکب ہے۔ لیکن محض دھوکہ دینے کی وجہ سے سوال میں مذکور ڈاکٹر اور مکینک کی مثال میں فسخ عقد کا اختیار ثابت نہیں ہوگا کیونکہ بلاضرورت ٹیسٹ کروانے اور پرزے بدلوانے کو زیادہ سے زیادہ فقہی اصطلاح میں "تغریر" کہا جا سکتا ہے اور محض "تغریر قولی" سے ائمہ احنافؒ کے نزدیک فسخ عقد کا خیار حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ دھوکہ کے ساتھ فروخت شدہ سامان "غبن فاحش" یعنی مارکیٹ ریٹ سے بہت زیادہ قیمت پر فروخت ہو، ایسی صورت میں "غبن فاحش" سے متاثر شخص (وہ چاہے خردار ہو یا فروخت کنندہ) کو فسخ بیع کا خیار حاصل ہوتا ہے، جبکہ مذکورہ صورت میں ڈاکٹر اور مکینک سے صرف دھوکہ دیا ہے، کوئی چیز فروخت نہیں کی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خیار تغریر کا تعلق بیع سے ہے جبکہ مذکورہ مثالوں میں متاثرہ شخص کا اصل معاملہ ڈاکٹر اور مکینک کے ساتھ "عقد اجارہ" کا ہے، جس میں خیار تغریر کی وجہ سے فسخ عقد ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ مذکورہ مثالوں میں جب ڈاکٹر نے معائنہ کرلیا اور مکینک نے مرمت کا کام مکمل کرلیا تو ان کے ساتھ کیا ہوا عقد اجارہ پورا ہو گیا، اس کے بعد متاثرہ شخص نے ٹیسٹ کروانے کے لیے لیبارٹری والے کے ساتھ اور پرزے خریدنے کے لیے سپیئر پارٹس والے کے ساتھ جو معاملہ کیا یہ معاملہ ڈاکٹر اور مکینک کے معاملے سے الگ ایک مستقل عقد ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر اور مکینک کے دھوکہ کی وجہ سے لیبارٹری والے اور سپیئر پارٹس والے کے ساتھ

معاملے کو فسخ نہیں کیا جاسکتا اور متاثرہ شخص لیب اور سپیئر پارٹس والے کی قیمت کی ادائیگی کا پابند ہوگا۔

البتہ اس صورت میں دھوکہ کی وجہ سے کیا ڈاکٹر اور مکینک کے ٹیسٹ رپوٹ اور پرزے کی رقم کے ضامن ہوں گے؟ اس کے بارے میں متعدد کتب احناف میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ عقد معاوضہ کے ضمن میں اگر کوئی شخص دوسرے فریق کو قصداً دھوکہ دے اور اس کی وجہ سے دوسرے فریق کو واقعۃً کوئی ضرر لاحق ہوجائے دھوکہ دینے والے پر شرعاً اس کا ضمان آئے گا، چاہے وہ ضمان مشروط فی العقد ہو یا نہ ہو، لأن عقد المعاوضة نفسه يقتضي السلامة، و التغرير يفوتها، اور مذکورہ صورتوں میں ڈاکٹر اور مکینک کے ساتھ گاہک کا معاملہ ''اجارہ'' کا ہے جس میں دونوں امین ہوتے ہیں اور بلاضرورت ٹیسٹ لکھوانا یا پرزے تبدیل کروانا ان کی طرف سے تعدی ہے۔ متعدد کتب فقہ احناف میں مذکورہ بالا اصول کی صراحت کی گئی ہے۔ (ردالمحتار: 170/4)

لیکن مذکورہ بالا اصول کے مطابق ضمان جب آئے گا جب فریق مخالف کو واقعۃً کوئی مالی نقصان ہوا ہو، کیونکہ ضمان کی تعریف میں فریق مخالف کو ایسا ضرر لاحق ہونا ہے جو یا تو اس چیز کے ہلاک ہونے کی صورت میں ہو یا اس کے اکثر یا بعض منافع ہلاک ہونے کی صورت میں ہو یعنی ضمان کی تعریف فی الجملہ ہلاک کے مفہوم میں داخل ہے (المدخل الفقهي العام: 1017، نظریہ الضمان)

چنانچہ فقہاء نے جہاں جہاں ضمان کے وجوب کا قول کیا ہے وہاں فریق مخالف کو واقعۃً کوئی مالی ضرر لاحق ہوا ہے، تتبع کے بعد ہمیں حضرات فقہاء کی ذکر کردہ مثالوں میں کوئی ایسی تصریح نہیں مل سکی جس میں محض دھوکہ دے کر بے ضرورت چیز دلانے کی وجہ سے وجوب ضمان کا قول اختیار کیا گیا ہو، جبکہ صورت مسئولہ میں ڈاکٹر اور مکینک نے صرف زبانی دھوکہ دیا ہے اور ان کے دھوکہ کی وجہ سے فریق مخالف کو کوئی مالی ضرر نہیں پہنچا ہے اس لیے مذکورہ صورتوں میں رقم ٹیسٹ کرانے اور نئے پرزہ پر خرچ ہوئی ہے، اور ٹیسٹ رپورٹ فی نفسہ مال متقوم اور کارآمد چیز ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے دھوکہ کی وجہ سے متاثرہ شخص کی رقم ایک ایسی چیز پر خرچ ہوئی جس کی اسے فی الواقع ضرورت نہیں تھی، اور بلاضرورت کوئی چیز خریدنا ضرر مالی نہیں ہے۔ لہٰذا محض غلط بیانی کی وجہ سے ڈاکٹر اور مکینک کو مذکورہ ٹیسٹ رپورٹ اور پرزوں کا ضامن نہیں قرار دیا جاسکتا۔ البتہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسے ڈاکٹر اور مکینک کے خلاف سخت تادیبی اور تعزیری کاروائی کرے جو بے ضرورت قصداً ٹیسٹ لکھوانے یا پرزے بدلوانے کے عادی ہوں۔

(درر الحكام على حيدر آفندى: 369/1، فقه البيوع: 897/2، مجمع الضمانات: ,208, 156, 145, 147 360، الضمان فى الفقه الاسلامى ، مجمع الفقه الاسلامى بجدة ضمن قرار بعنوان الشرط الجزائى 1421ھ، الفعل الضار: 92, 53، الدر مع الرد: 144,201,332/5، بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع: 321/2، لسان الحكام: 278، الفتاوىٰ الهندية: 277/3، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق و حاشية الشبلى: 101/4، فتاوىٰ دار العلوم كراچى، فتوىٰ نمبر: 2158/39)

(794) (شرح المجلة مادة: 370، الموسوعة الفقهية الكويتية، فقرة: 9، خطا، فقرة: 49، بهشتى زيور حصه پنجم، باب هشتم 355، دار الاشاعت)

(795) (شرح المجلة مادة: 310، فقه البيوع: 2/879-1/208، بيع على البرنامج: 372/1، بيع العلب المعباة: 373/1)

(796) (در مختار، شرح المجلة للاتاسى، مادة: 255)

(797) (شرح المجلة مادة: 312)

(798) (امداد الاحكام بتغير: 455/3)

(799) (عطر هدايه: 107، شرح المجلة: 89/2)

(800) (شرح المجلة، مادة: 311)

(801) (شرح المجلة للاتاسى: 254/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، البيع الفاسد، فقرة: 12، عطر هداية: 163)

(802) (تسهيل بهشتى زيور 180/ فتاوىٰ عباد الرحمن 162/4، امداد الاحكام 378/3، الموسوعة الفقهية الكويتية: مرابحة، ظهور الخيانة فى المرابحة/ فقرة: 13 و فى فقه البيوع احكام الخيانة فى المرابحة: 3/643-1172)

(803) (مسائل بهشتى زيور 248/2)

(804) (مسائل بهشتى زيور 248/2)

(805) (عطر هدايه: 234-232-199، شرح المجلة، مادة: 356، 341، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار غبن، فقرة: 9)

(806)(فقه البيوع:209/1)
(807)(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول: عبدالسلام چاٹگامی 330)
(808)(فقه البيوع 901/2)
(809)(الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع منهى عنه/نجش)
(810)(الموسوعة الفقهية الكويتية، نجش، فقرة:6)
(811)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار غبن المساومة 9/13، شرح المجلة مادة:356)
(812)(الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع، فقرة:46، شرح المجلة: مادة 217، فقه البيوع 371-2/1)
(813)(شرح المجلة، مادة 227-228، نیز شرح المجلة 135/2، 136/2)
(814)(شرح المجلة، مادة:223، نیز 129/2)
(815)(شرح المجلة:129/2)
(816)(شرح المجلة:129/2)
(817)(شرح المجلة:134/2)
(818)(شرح المجلة، مادة:225-226، نیز:130/2)
(819)(شرح المجلة۔ مادة 226، 133/2)
(820)(شرح المجلة، مادة 226-224، 130/2-129)
(821)(شرح المجلة، مادة:227، 135/2)
(822)(شرح المجلة، مادة:223)
(823)(شرح المجلة، مادة:228)
(824)(شرح المجله:129/2)
(825)(شرح المجلة، مادة:227، 135/2)
(826)(شرح المجلة، مادة-229226، عطر هدایه 88، فتاویٰ محمودیة 173/16)
(827)(عطر هدایه، 88۔ شرح المجلة، مادة 224، 229)
(828)(شرح المجلة، مادة 229-226، عطر هدایه 88، فتاویٰ محمودیة 173/16)
(829)(عطر هدایه، 88۔ شرح المجلة، مادة:224، 229)
(830)(شرح المجلة: مادة:229، 129/2)
(831)(شرح المجلة، مادة:227، 135/2)
(832)(شرح المجلة، مادة:337 بتغیر)
(833)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب فقرة:7، شرح المجلة، مادة:337)
(834)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:17، شرح المجلة، مادة:337)
(835)(شرح المجلة 291/2۔307، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:19)
(836)(عطر هدایه 108، شرح المجلة، مادة:342، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة 20)
(837)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:9، فتح القدير:2:6)
(838)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:-10 7، شرح المجلة، ماده: 354-353-346، 338، عطر هداية: 107۔
شرح المجلة 2/6-294، فقه البيوع 833/2)
(839)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:15، شرح المجلة:291/2)
(840)(خانية 201/2، شرح المجله للاتاسی 291/2)

(841)(شرح المجلة، مادة340-339، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:12)
(842)(شرح المجلة، مادة:516-515۔الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:12، اجارة، فقرة74، عطر هداية237)
(843)(شرح المجلة:301/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:62)
(844)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:13، شرح المجلة للاتاسى:311)
(845)(شرح المجلة، مادة:343-341)
(846)(شرح المجلة:291/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة19، جامع الفصولين، شاميه، فقه البيوع:840/2)
(847)(شرح المجلة، مادة:342، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:20، عطر هداية:108)
(848)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:23، شرح المجلة305/2)
(849)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:23، فقه البيوع:2/6-845)
(850)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:23، فقه البيوع:847/2، شرح المجلهل للاتاسى:305/2)
(851)(فقه البيوع:871/2)
(852)(فقه البيوع:872/2)
(853)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:28 شرح المجلة307/2، فقه البيوع:841/2)
(854)(شرح المجله:291/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقه البيوع:856/2)
(855)(فقه البيوع:855/2)
(856)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:54 بدائع)
(857)(شرح المجلة307/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:55، بدائع556/4 مكتبه دار احياء التراث العربى)
(858)(شرح المجلة، مادة:344)
(859)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:58، فقه البيوع:860/1)
(860)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة59-3۔فقه البيوع:868/1)
(861)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:58، فقه البيوع:860/2)
(862)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة59، فقه البيوع:868/2)
(863)(شرح المجلة:293/2، ملتقى الابحر، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:32)
(864)(شرح المجلة:293/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:72)
(865)(بدائع560/4، فقه البيوع:861/1، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:47)
(866)(شرح المجلة:319/2)
(867)(فقه البيوع:865/2، فتح القدير:13/6، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب: فقرة 46، شرح المجلة، مادة: 349، 319/2)
(868)(شرح المجلة:319/2)
(869)(فقه البيوع:867/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:46)
(870)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:47، شرح المجلة319/2۔مادة350)
(871)(فقه البيوع:863/2)
(872)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:47، شرح المجلة319/2)
(873)(فقه البيوع:2/4-863، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:47)
(874)(شرح المجلة:311/2)
(875)(شرح المجلة، مادة:345، 311/2)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(**876**)(شرح المجلة:311/2)
(**877**)(شرح المجلة:311/2)
(**878**)(شرح المجلة:312/2)
(**879**)(شرح المجلة:317/2)
(**880**)(شرح المجلة، مادة:348)
(**881**)(شرح المجلة:311/2)
(**882**)(شرح مجلة:312/2)
(**883**)(شرح المجلة، مادة:345، 311/2)
(**884**)(شرح المجلة:317/2)
(**885**)(شرح المجلة، مادة:347، مادة:24)
(**886**)(شرح المجلة:316/2)
(**887**)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:44-45)
(**888**)(جديد تجارت کمال الدین راشدی صاحب:52، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:43)
(**889**)(فقه البيوع:868/1)
(**890**)(فقه البيوع:874/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:63)
(**891**)(الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:54)
(**892**)(شرح المجلة:293/2، ملتقى الابحر، الموسوعة الفقهية الكويتية، خيار عيب، فقرة:32)
(**893**)(شرح المجلة:2/326-325_/873، فقه البيوع:873/2)
(**894**)(فقه البيوع:873/2، شرح المجلة:2/6-325، 329/2-3298)
(**895**)(فقه البيوع :203/1، شرح المجلة، مادة: 72-371، 366نیز 361/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع الفاسد، فقرة:22، عطر هدایہ:166)
(**896**)(فقه البيوع:203/1)
(**897**)(فقه البيوع:206/1)
(**898**)(شرح المجلة:105/2، الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع منهى عنه، فقرة:9)
(**899**)(شرح المجلة، مادة:370، 347/2، بہشتی زیور:355/5، الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع باطل، فقرة:13-5)
(**900**)(مجالس الابرار:536، الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع باطل، فقره:10-9)
(**901**)(الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع باطل، فقره:10-9)
(**902**)(فتاویٰ دار العلوم زکریا:203/5، فقه البيوع:308/1)
(**903**)(جدید تجارت کمال الدین راشدی صاحب:129)
(**904**)(فتح القدير:106/6، فقه البيوع:318/1-192)
(**905**)(الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع منهى عنه، فقرة:153، فقه البيوع:981/2)
(**906**)(الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع منهى عنه، فقرة:154، شامی:101/5)
(**907**)(فتاویٰ دار العلوم زکریا:171/5)
(**908**)(فقه البيوع:319/1، فتاویٰ دار العلوم زکریا:170/5)
(**909**)(فقه البيوع:192/1-190)
(**910**)(جواهر الفقه:512/7، الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع منهى عنه، فقرة:106، فقه البيوع:25/1-324، حاشیہ کفایت

المفتی:11/50-49، شامیہ:454/6)

(911)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع منھی عنہ، فقرۃ:107، فقہ البیوع:324/1)

(912)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع منھی عنہ، فقرۃ:116)

(913)(فتاویٰ دار العلوم زکریا: 85/5، فقہ البیوع: 320/1، جدید تجارت کمال الدین راشدی: 84-124، زیورات کے مسائل:229)

(914)(فقہ البیوع:324/1)

(915)(فقہ البیوع:324/1، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع منھی عنہ، فقرۃ:116، فتاویٰ دار العلوم زکریا:234/5)

(916)(فقہ البیوع:324/14، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع منھی عنہ، فقرۃ:08-107)

(917)(جدید تجارت کمال الدین راشدی صاحب:131، فتاویٰ محمودیہ، عزیز الفتاویٰ:748، کفایت المفتی:248/13، حاشیہ کفایت المفتی:254/13، فتاویٰ دار العلوم زکریا:144/5)

(918)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع منھی عنہ، فقرۃ:110، فقہ البیوع:194/1)

(919)(عطر ہدایہ:159)

(920)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ، بیع منھی عنہ، فقرچۃ:116)

(921)(فقہ البیوع:324/1، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع منھی عنہ، فقرۃ:116)

(922)(فقہ البیوع:190/1)

(923)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع منھی عنہ، فقرۃ:106)

(924)(فقہ البیوع:322/1، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع منھی عنہ، فقرۃ:110-108-107)

(925)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، احتکار، اشرف التوضیح)

(926تا929)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع منھی عنہ، فقرۃ:130، فقہ البیوع:995/2)

(930)(رحمۃ اللہ الواسعۃ:575/4)

(931تا934)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، بیع حاضر للبادی، فقرۃ:15-14)

(935 تا 939)(ہدایۃ: 4/ 72-471، جدید تجارت، کمال الدین راشدی صاحب: 154، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، تسعیر، فقرۃ:9، فقہ البیوع:1000/2)

(940)(الدر مع الرد: 70/6، فتاویٰ والوالجیۃ: 331/3ط:بیروت، النتف فی الفتاویٰ: 338ط: دار الکتب بیروت، شرح المجلۃ، مادۃ:568-425، نیز:2/6-585، عطر ہدایہ:257-253-246، فتاویٰ دار العلوم زکریا: 635/5، فتاویٰ دار العلوم دیوبند:283/5، فتاویٰ محمودیہ:573/16، شرح ریاض الصالحین لابن العثیمین:104/3)

(941)(عطر ہدایہ:249)

(942)(شرح المجلۃ، مادۃ:425، عطر ہدایہ:249، امداد الفتاویٰ:349/3، فتاویٰ عثمانی:387/3، فتاویٰ رحیمیہ:300/9، فتاویٰ محمودیہ:576/16، فتاویٰ حقانیہ:274/6، أحسن الفتاویٰ:283/7، فتاویٰ دار العلوم دیوبند:271/15)

(943)(تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب "محسن انسانیت ﷺ کی مزدور پالیسی":305)

(944)(امداد الفتاویٰ:347/3، فتاویٰ دار العلوم دیوبند:277/15)

(945)(عطر ہدایہ:258)

(946)(عطر ہدایہ:255، رد المحتار، اجارۃ، لیس للاجیر ان یصل النافلۃ:70/6، مجلہ مادۃ:495)

(947)(عطر ہدایہ:255، عالمگیری)

(948)(عطر ہدایۃ:254، فتاویٰ محمودیہ:573/16)

(949)(عطر ہدایہ:264)

(**950**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ضمان، فقره: 61-60، اجارة، فقره: 107، خطاء، فقره: 52، شرح المجلة، مادة: 08-607، عطر ہدایہ: 257-242، فتاویٰ دار العلوم زکریا: 232/5، فتاویٰ حقانیہ: 252/6)

(**951**) (دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی فتویٰ نمبر: 60/1048)

(**952**) (شرح المجلة، مادة: 571/2-481، فتاویٰ حقانیہ: 250/6، عطر ہدایہ: 258-242)

(**953**) (امداد الفتاویٰ: 356/3، عطر ہدایہ: 243)

(**954**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، رد، فقرة: 16)

(**955**) (عطر ہدایہ: 258)

(**956**) (عطر ہدایہ: 258، مجلہ، مادہ: 602-557)

(**957**) (عطر ہدایہ: 259)

(**958**) (مجلہ، مادہ: 10-09-08-607، الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة: 142)

(**959**) (مجلہ، مادة: 610، 718/2)

(**960/1**) (الموسوعة الفقهية الكويتية ، وكالة، فقرة: 164)

(**960/2**) (مسند احمد، رقم: 8266)

(**960/3**) (ترمذی، رقم: 2822)

(**960/4**) (الموسوعة الفقيهة الكويتية، غش/غش في المشورة، فقرة: 18)

(**961**) (فتاویٰ جامعہ بنوری ٹاؤن، فتاویٰ نمبر: 142707200014)

(**962**) (مسلم، الأيمان، رقم: 102)

(**963**) (فتاویٰ جامعہ بنوری ٹاؤن، فتاویٰ نمبر: 1427072000125)

(**964**) (الموسوعة الفقهية الكويتية ، وكالة، فقرة: 70، مجلہ، مادة: 1494، نیز مجلة: 460/4)

(**965**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 93، مجلة: 461/4)

(**966**) (مجلة، مادة: 1479)

(**967**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 79، مجلة: 486/4)

(**968**) (الموسوعة الفقهية الكويتية ، وكالة، فقرة: 89)

(**969**) (الموسوعة الفقهية الكويتية ، وكالة، فقرة: 77، مجلة، مادة: 1496)

(**970**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 77، مجلة، مادة: 97-1496)

(**971**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 91، شرح المجلة، مادة: 1499، 490/4، المبسوط... ، البدائع، الهندية، البحر، البزازية، تكملة فتح القدير، تكملة ابن عابدين)

(**972**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 111، مبسوط، مجلة: 495/4)

(**973**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 81، بدائع، بزازيه، مبسوط)

(**974**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 81، مبسوط)

(**975**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 82، مبسوط، الهندية، مجلة مادة: 1498)

(**976**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 88-87، مبسوط، تكملہ ابن عابدين، الهندية، بدائع، مجلة: 495/4)

(**977**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 110، مبسوط، البزازية)

(**978**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 92، البدائع)

(**979**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 84، الهندية، بدائع)

(**980**) (الموسوعة الفقهية الكويتية، وكالة، فقرة: 85، بدائع، الهندية، تكملہ ابن عابدين)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(981)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:86،بدائع،الھندیۃ،مجلۃ،مادۃ:1495)
(982)(مجلۃ:486/4،مجلۃ،مادۃ:1479)
(983)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:103،بدائع،مجلۃ،مادۃ:1480)
(984)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:104،بدائع،مجلۃ،مادۃ:1480)
(985)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:110،بدائع،مبسوط،بزازیۃ)
(986)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ: 97،بدائع،الھندیۃ)
(987)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:96،بدائع،الھندیۃ)
(988)(مجلۃ،مادۃ:1484)
(989)(مجلۃ،مادۃ:1485)
(990)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:94،مجلۃ،مادۃ:488)
(991)(مجلۃ:472/4)
(992)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:100،مجلۃ،مادۃ:1470،بدائع،ھندیۃ)
(993)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:101،مجلۃ:455/4)
(994)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:106،ھندیۃ،خانیۃ،مجلۃ،مادۃ:1489)
(995)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:98،بدائع،بحر،تکملۃ،ابن عابدین،تکملہ فتح القدیر،مجلۃ،مادۃ:1483)
(996)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:98،بدائع،بحر،تکملۃ ابن عابدین،تکملہ فتح القدری،مجلۃ،مادۃ:1483)
(997)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:99،بدائع،بحر،ھندیۃ،مجلۃ مادۃ:1482)
(998)(مجلۃ،مادۃ:1505)
(999)(مجلۃ،مادۃ:498/4نیز مادۃ:1493)
(1000)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:162،البحر تکملۃ فتح القدیر،مجلۃ:490/4)
(1001)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:163،بدائع)
(1002)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:169،تکملہ ابن عابدین،درر الاحکام شرح المجلۃ الاحکام)
(1003)(مجلۃ:474/4-455)
(1004)(مجلۃ،مادۃ:1463)
(1005)(دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی،فتویٰ نمبر:530/67,544/14)
(1006)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:120-119،مجلۃ،مادۃ:1515)
(1007)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،وکالۃ،فقرۃ:120-119،مجلۃ،مادۃ:1515)
(1008)(مجلۃ،مادۃ:1520)
(1009)(دار الافتاء جامعہ دار العلوم کرچی،فتویٰ نمبر:1414/49)
(1010)(فتاویٰ محمودیہ:615/16،فتاویٰ عثمانی:39/3،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،رد،فقرہ:16)
(1011)(فتاویٰ حقانیہ:247/6)
(1012)(عطر ھدایہ:253،مجلۃ،مادۃ:495)
(1013)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،تیسیر،فقرہ:62مجلۃ،مادۃ:495)
(1014)(مجلہ،مادۃ:465-442،فتاویٰ بنوری ٹاؤن:143611200018)
(1015)(مفہوم فتاویٰ بنوری ٹاؤن:143612200021)
(1016)(دار الافتاء دار العلوم کراچی،فتویٰ نمبر:1048/60)

(**1017**)(مفہوم عطر ھدایہ:253)
(**1018**)(جامع الاصول،رقم:5888، ابو داود،رقم:1561،مشکوۃ،رقم:3368،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،رق، فقرۃ:32، مجالس الابرار،مجلس:76،ص:543)
(**1019**)(جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ:489،الموسوعۃ الفقیہۃ الکویتیۃ،اجارہ،فقرہ:60،بدائع)
(**1020**)(عطر ھدایۃ:276،الموسوعۃ الفقیہۃ الکویتیۃ،اجارۃ،فقرۃ:60)
(**1021**)(شرح المجلۃ:518/2،نیز مادۃ:580-443)
(**1022**)(شرح المجلۃ:518/2،الموسوعۃ الفقیہۃ الکویتیۃ،اجارہ،فقرۃ:67-66)
(**1023**)(الموسوعۃ الفقیہۃ الکویتیۃ،اجارہ،فقرۃ:64)
(**1024**)(شرح المجلۃ:519/2،نیز:605)
(**1025**)(الموسوعۃ الفقیہۃ الکویتیۃ،اجارۃ،فقرۃ:69)
(**1026**)(جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ:499، فتاویٰ حقانیہ:263/6-247، محسن انسانیت کی مزدور پالیسی:275)
(**1027**)(مفہوم عطر ھدایہ:276،الموسوعۃ الفقیہۃ الکویتیۃ،اجارہ،فقرۃ:67)
(**1028**)(شرح المجلۃ:519/2،الموسوعۃ الفقیہۃ الکویتیۃ،اجارہ،فقرۃ:70)
(**1029**)(محسن انسانیت کی مزدور پالیسی:275)
(**1030**)(شرح المجلۃ:524/2-521-519،الموسوعۃ الفقیہۃ الکویتیۃ،اجارہ،فقرۃ:67)
(**1031**)(جدید اجارۃ:504،المغنی:26/6،ھندیہ:416/4)
(**1032**)(جدید معاشی نظام،مفتی زبیر اشرف صاحب:504/4-501،ھندیہ:416/4،مزید حوالہ جات کے لیے دیکھیں "صورت نمبر:4")
(**1033**)(عطر ھدایہ:276،جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ:491،فتاویٰ حقانیہ:9/6-278،احسن الفتاویٰ:282/7)
(**1034**)(جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ:499)
(**1035**)(عطر ھدایۃ:276)
(**1036**) (دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن،فتویٰ نمبر:478،بتاریخ 27 محرم 1434ھ، الدر مع الرد:61/4، البحر الرائق:44/5،مجلۃ،مادۃ:25-424، کویتیۃ،تعزیر،فقرۃ:20،عطر ھدایہ:242،حقانیہ:242/6)
(**1037**)(ردالمحتار:525/3)
(**1038**)(فتاویٰ حقانیہ:279/6)
(**1039**)(عطر ھدایہ:249)
(**1040**)(مجلۃ مادہ:425،عطر ھدایۃ:249، امداد الفتاویٰ:349/3، فتاویٰ عثمانی:387/3، فتاویٰ رحیمیہ:300/9، فتاویٰ حقانیہ:247/6،احسن الفتاویٰ:283/7،فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:271/15)
(**1041**)(مجلۃ الاحکام،مادۃ:567،ص:305، کتاب الاجارۃ الفصل الرابع فی اجارۃ الآدمی، حقانیۃ:261/6،ردالمحتار:70/6)
(**1042**)(مجلۃ الاحکام:158/1،احسن الفتاویٰ:295/7-286-282،فتاویٰ حقانیۃ:278/6،فتاویٰ عثمانی:410/3)
(**1043**)(شرح المجلۃ:489/2)
(**1044**)(فتاویٰ عثمانی:386/3، ترمذی،رقم:1235،حاشیۃ السندی علی ابن جامۃ:422/4،محسن انسانیت کی مزدور پالیسی:299)
(**1045**)(فتاویٰ عثمانی:386/3،ترمذی،رقم:1235،حاشیۃ السندی علی ابن جامۃ:422/4)
(**1046**)(شرح المجلۃ،مادۃ:25-242،عطر ھدایۃ:242،فتاویٰ بنوری ٹاؤن:143611200018)

(**1047**)(الدر المختار مع رد المحتار:69/6، امداد المفتیین:862، مسجل الفتاوی بدار العلوم کراتشی:,274/351045/14)

(**1048**)(الموسوعة الفقیهة الکویتیة، مطل، فقرة:7-6)

(**1049**)(الموسوعة الفقیهة الکویتیة، مطل، فقرة:16-9)

(**1050**)(الموسوعة الفقیهة الکویتیة، مطل، فقرة:10-14)

(**1051**)(الموسوعة الفقیهة الکویتیة، مطل، فقرة:8)

(**1052**)(جامع الاصول، رقم:2537)

(**1053**)(الموسوعة الفقیهة الکویتیة، وعده، فقره:5، الاشباه والنظائر:344، فتاوی بزازیة:3/6، مجلة الاحکام العدلیه، ماده:84، شرح المجلة للاتاسی:238/1، شامیة:22/4)

(**1054**)(حاشیه حموی علی الاشباه:110/2، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، وعده، فقره:5)

(**1055**)(حاشیه حموی علی الاشباه:110/2، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، وعده، فقره:5)

(**1056**)(مجله، ماده:1060، کویتیه، شرکة فقره:1)

(**1057**)(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، مضاربة، فقرة:1)

(**1058**)(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، شرکة، فقرة:-5-4، عطر هدایه:216، مجله، مادة:1075)

(**1059**)(الموسوعة الفقهیه الکویتیة، شرکة، فقره:6، مجلة:1072,1088، عطر هدایه:216)

(**1060**)(مجلة، مادة:1088، کویتیه، شرکة:8-7، عطر هدایه:216)

(**1061**)(مجلة:215-1088، کویتیه، شرکة:7)

(**1062**)(مسائل بهشتی زیور:145، کویتیه، شیوع، فقره:11)

(**1063**)(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، شیوع، فقره:11، هبة، فقره:19، مسائلب بهشتی زیور:145، منحة الخالق:190/7)

(**1064**)(مسائل بهشتی زیور:111، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، قسمة، فقره:52، مجله، ماده:1117)

(**1065**)(مسائل بهشتی زیور:111، مجله، ماده:1118)

(**1066**)(مجله، مادة:1072-1183)

(**1067**)(شامی، اجارة، 48/6، مسائل بهشتی زیور:128، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، شیوع، فقره:12، هندیه، مجله)

(**1068**)(مجله، ماده:1175-1187، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، مهایاة، فقره:4، قسمت، فقره:57)

(**1069**)(مجله، ماده:1176، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، مهایاة، فقره:5، قسمة، فقره:60)

(**1070**)(مجله، ماده:1183)

(**1071**)(مجله، ماده:1181)

(**1072**)(مجله، مادة:1181، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، قسمة، فقره:58-57)

(**1073**)(مجله، مادة:1081-1079-1078-1075-1071، شامی:319/4، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، شرکة، فقره:9)

(**1074**)(مسائل بهشتی زیور:107، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، شرکة، فقره:12-11)

(**1075**)(الموسوعة الفقیهة الکویتیة، شرکة، فقره:12)

(**1076**)(الموسوعة الفقیهة الکویتیة، شرکة، فقره:12-11)

(**1077**)(مجلة، مادة:1100-1101، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، شرکة، فقره:14)

(**1078**)(مجلة، مادة:1102)

(**1079**)(مجلة، مادة:1106، الموسوعة الفقیهة الکویتیة، شرکة، فقره:4)

(**1080**)(مجلة، مادة:1103)

(**1081**)(مجلة، مادة:1104-1108)

(1082)(مجلۃ، مادۃ:1110، الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ، فقرہ:16)
(1083)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ، فقرہ:5/ضمان، فقرہ:51، البدائع، الدر المختار ورد المحتار)
(1084)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:6، مجلۃ، مادۃ:1332)
(1085)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:84-7، مجلۃ، مادۃ:1332)
(1086)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:8، مجلۃ، مادۃ:1332)
(1087)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:63)
(1088)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:63-22-10، مجلۃ، مادۃ:1331)
(1089)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:38، شرکت ومضاربت عصر حاضر میں ڈاکٹر عمران اشرف:219)
(1090)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:48، بدائع:68/6ط:ایچ ایم سعید)
(1091)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:49)
(1092)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:50، بدائع:68/6ط:ایچ ایم سعید)
(1093)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:51، مجلۃ، مادۃ:1386)
(1094)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:52، بدائع:69/6ط:ایچ ایم سعید)
(1095)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:53، بدائع:69/6ط:ایچ ایم سعید)
(1096)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:54)
(1097)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:55)
(1098)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:57-56)
(1099)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:76)
(1100)(مجلۃ، مادۃ:1333)
(1101)(عطر ہدایہ:220)
(1102)(شامی:326/4، عطر ہدایہ:220)
(1103)(شرح المجلۃ، مادۃ:1334، الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:73-65)
(1104)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:63)
(1105)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:75-67)
(1106)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:69)
(1107)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:70)
(1108)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:81)
(1109)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:81)
(1110)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:81)
(1111)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:41-40، مجلۃ، مادۃ:1350)
(1112)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:48)
(1113)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:47، مجلۃ، مادۃ:1383)
(1114)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:95)
(1115)(مسائل بہشتی زیور:109، الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، شرکۃ العقد، فقرہ:99)
(1116)(عطر ہدایۃ:228-222)
(1117)(الموسوعۃ الفقیھۃ الکویتیۃ، وعدہ، فقرۃ:5، الاشباہ والنظائر:344، فتاوی بزازیہ:3/6، مجلۃ الاحکام العدلیہ، مادۃ:84،

شرح المجلة:238/1،شامیہ:22/4)
(1118)(عطر ہدایہ:228)
(1119)(مشترکہ ترکہ کے شرعی احکام:179،تبویب دار العلوم کراچی:8/41،العقود الدرایة:93/1)
(1120)(مشترکہ ترکہ کے شرعی احکام:181،تبویب فتاویٰ دار العلوم:8/41)
(1121)(مشترکہ ترکہ کے شرعی احکام:181،فتاویٰ ہندیہ:346/2،الهدایہ:376/3،الموسوعة الفقیهة الکویتیة،شرکة العقد،فقرة:105)
(1122)(مشترکہ ترکہ کے شرعی احکام:190،فتاویٰ خیریہ:111/1،جامع الفصولین:266/2)
(1123)(آسان فقه المعاملات:48/2)
(1124)(بخاری،الاجارۃ،شرکت و مضاربت عصر حاضر میں،مولانا محمد عمران اشرف صاحب:231)
(1125)(آسان فقه المعاملات:48/2)
(1126)(عطر ہدایہ:228-221)
(1127)(عطر ہدایہ:228-221)
(1128)(عطر ہدایہ:222)
(1129)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:33)
(1130)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:7،مجلة،مادة:1407)
(1131)(عطر ہدایہ:225)
(1132)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:46)
(1133)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:10-46)
(1134)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:1)
(1135)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:46،مجلة:1422-1421)
(1136)(عطر ہدایہ:224،الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:50،مجلة:1428-1427)
(1137)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:53،شركة العقد،فقرة: 99،مجلة،مادة:1426)
(1138)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة:32،مجلة،مادة:1414)
(1139)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:36)
(1140)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:34)
(1141)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:35،مجلة،مادة:1415)
(1142)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:42)
(1143)(الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:43)
(1144)(عطر ہدایہ:225،مجلہ،مادة:1419 الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:47)
(1145)(عطر ہدایہ:224،الموسوعة الفقهية الكويتية،مضاربة،فقرة:48)
(1146)(مجلة،مادة:1424)
(1147)(هداية:264/3)
(1148)(الموسوعة الفقهية الكويتية،جوار،فقرة:6)
(1149)(ذکر و فکر:133،مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)
(1150)(تفسیر فتح القدیر:130/6)
(1151)(جامع الاصول،رقم:7826،بخاری،البیوع،التجارة فی البحر،رقم:2063)

(1152)(فتاویٰ عثمانی:244/1،فتاویٰ دار العلوم زکریا:437/4، فقهی مقالات:234/1،فتاویٰ محمودیه:592/18، فتاویٰ رحیمیه:238/8)
(1153)(جامع الاصول،رقم:4968)
(1154)(جامع الاصول،رقم:2523)
(1155)(معالم السنن للخطابی:437/3)
(1156)(تهذیب السنن ابن قیم:437/3)
(1157)(تکمله رد المحتار:101/1،فقهی مقالات:235/1)
(1158)(مفهوم فتاویٰ بنوری ٹاؤن،فتاویٰ نمبر:144001200602)
(1159)(فتاویٰ عثمانی:90/3،الموسوعة الفقهية الكويتية،تقية،فقرة:9،حياة،فقرة:9-8، خطر،فقرة:2،نفس،فقرة:5-4)
(1160)(الموسوعة الفقهية الكويتية،أطعمة،فقرة:8)
(1161)(حياة المسلمين،روح:10)
(1162)(فتاویٰ حقانیه:255/6،محمودية:148/16،كويتيه،احتراف،فقرة:8)
(1163)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقره:25-15،صدقة،فقره:21،كسب،فقرة:17،مال،فقرة:13، فقه البيوع:1006/2،اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:344،مال حرام اور اس کے شرعی احکام:281،عطر هدايه:260-60)
(1164)(اعلاء السنن:194/16،اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:250)
(1165/1)(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:343)
(1165/2)(اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:345،عطر هدایه:306)\
(1166)(فقه البيوع:1048/2،اسلامی معاشیات کے بنیادی اصول:251)
(1167)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:18-16،اتلاف،فقرة:51،مجلة،مادة:890)
(1168)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:29)
(1169)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:18،ضمان،فقرة:23،استرداد،فقرة:21)
(1170)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:18)
(1171)(الموسوعة الفقهية الكويتية،قيمة،فقرة:7،غصب،فقرة:23-20-19،ضمان،فقرة:91مجلة،مادة:891)
(1172)(الموسوعة الفقهية الكويتية،ضمان،فقرة:25،غصب،فقرة:27،مجلة،مادة:900)
(1173)(الموسوعة الفقهية الكويتية،ضمان،فقرة:22،غصب،فقرة:18،منفعة،فقرة:6)
(1174)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:18-16،مؤنه،فقرة:10،رد،فقرة:17،مجلة،مادة:890)
(1175)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:20،مجلة،مادة:895-891)
(1176)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:29)
(1177)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:29،مجلة،مادة:910)
(1178)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:21،ضمان،فقرة:97،تلف،فقرة:24،استرداد،فقرة:24،انقاض،فقرة:4، تكملة فتح القدير:379/7،الاميريه بولاق،مجلة،مادة:912-906)
(1179)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:26،استرداد،فقرة:23،فقه البيوع:1054/2،مجلة،مادة899)
(1180)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:18)
(1181)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:18،مجلة،مادة:903)
(1182)الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:24،ضمان،فقرة:92،قيمة،فقرة:9-8،مجلة الاحكام العدلية،مادة:891)
(1183)(الموسوعة الفقهية الكويتية،غصب،فقرة:26،تغيير،فقرة:9،مجلة،مادة:897)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(1184) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:27-26، تلف:24، استرداد، فقرة:22، ضمان، فقرة:24، مجلة، مادة:900)
(1185) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:27، ضمان، فقرة:24، مجلة، مادة:900)
(1186) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:26، استرداد، فقرة:21، بدائع:167/7، مجلة، مادة:898)
(1187) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:27-23-10-8)
(1188) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:13)
(1189) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:18، مجلة، مادة:903)
(1190) (الموسوعة الفقهية الكويتية، مال، فقرة:13، كسب، فقرة:17، اطعمة، فقرة:13، غصب، فقرة:30، فقه البيوع: 1006-1049-1052/2)
(1191) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:29-18-16، فقه البيوع:1008/2)
(1192) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:30-29-22، فقه البيوع:1042-1053/2)
(1193) (فقه البيوع:1044/2)
(1194) (فقه البيوع:1045-1049-1055/2)
(1195) (امداد الاحکام:243/3، فتاویٰ دار العلوم زکریا:764/1، مسائل بهشتی زیور:49/2، خطبات حکیم الامت:392/7، فقه البیوع:1010-1052/2، عطر هداية:68)
(1196) (الموسوعة الفقهية الكويتية، كسب، فقرة:17، فقه البيوع:1052/2)
(1197) (مشترکہ ترکہ کے شرعی احکام:131-130، مال حرام اوراس کے شرعی احکام:370، امدادالفتاویٰ:350/4، الموسوعة الفقهية الكويتية، كسب، فقره:17)
(1198) (مشترکہ ترکہ کے شرعی احکام:133، مال حرام اوراس کے شرعی احکام:370، امدادالفتاویٰ:350/4، کویتیه، کسب، فقره:17، امدادالاحکام:625/4)
(1199) (مشترکہ ترکہ کے شرعی احکام:131، امدادالاحکام:625/4، الدر مع الرد:98/5)
(1200) (الموسوعة الفقهية الكويتية، بيع باطل، فقرة:10، فقه البيوع:1005-1055/2، اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:241)
(1201) (فقه البيوع:1031-1032-1054/2، عطر هداية:61)
(1202) (الموسوعة الفقهية الكويتية، مكس، فقرة:11، فقه البيوع:1021//2، اسلامی معیشت کے بیادی اصول:253)
(1203) (الموسوعة الفقهية الكويتية، مكس، فقرة:11، فقه البيوع:1021/2)
(1204) (فقه البيوع:1021-1032/2، اسلامی معیشت کے بنیادی اصول:254)
(1205) (فقه البيوع:1023/2، عطر هداية:62)
(1206) (فقه البيوع:1032-1054/2)
(1207) (فقه البيوع:1024-1253/2، عطر هداية:62)
(1208) (فقه البيوع:1037-1038-1054/2)
(1209) (فقه البيوع:1037-1038/2)
(1210) (فقه البيوع:1038-1054/2)
(1211) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:28، بدائع:163/7)
(1212) (الموسوعة الفقهية الكويتية، غصب، فقرة:28، جنس، فقرة:5)
(1213) (جدید معاملات کے شرعی احکام:56/1)
(1214) (فقه البيوع:113/1)
(1215) (الموسوعة الفقهية الكويتية، قرض، فقرة:15-14، شرح المجلة:437/2)

(1216)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،قرض،فقرۃ:14)
(1217)(عطرھدایہ:302)
(1218)(السنن الکبرئ للبیھقی،رقم:10933)
(1219)(جامع الاصول،رقم:6626،بخاری،مناقب الانصار،مناقب عبداللہ بن سلام،رقم:3814)
(1220)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،سفتجۃ،فقرۃ:3تسھیل بھشتی زیور:182/2)
(1221)(عطرھدایہ:180،الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،ربا،فقرۃ:14-12،شرح المجلۃ:442/2)
(1222)(شرح المجلۃللأتاسی:443/2)
(1223)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،ربا،فقرۃ:27)
(1224)(فقہ البیوع:680/2)
(1225)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،جزاف،فقرۃ:8،فقہ البیوع:678/2،شرح المجلۃ:4444-122)
(1226)(رحمۃاللہ الواسعۃ:547/4)
(1227)(جامع الاصول،رقم:374)
(1228)(جامع الاصول،رقم:373)
(1229)(رحمۃاللہ الواسعۃ:555/4)
(1230)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،ربا،فقرۃ:12)
(1231)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،قبض،فقرۃ:40-39،مجالس الابرار،مجلس:73،فقہ البیوع:681/2،مسائل بھشتی زیور:75/2،شرح المجلۃ:446/2)
(1232)(عطرھدایۃ:176،مسائل بھشتی زیور:79/2)
(1233)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،ربا،فقرۃ:27،فقہ البیوع:672/2،عطرھدایۃ:181،شرح المجلۃ:4444/2)
(1234)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،ربا،فقرۃ:29،جنس،فقرۃ:3،عطرھدایہ:178،فقہ البیوع:667/2،شرح المجلۃ:445/2)
(1235)(شرح المجلہ:445/2،فقہ البیوع:667/2،عطرھدایہ:179)
(1236)(شرح المجلۃ:446/2،فقہ البیوع:667/2)
(1237)(شرح المجلہ:445/2،فقہ البیوع:669/2،عطرھدایہ:180)
(1238)(شرح المجلہ:445/2،فقہ البیوع:669/2)
(1239)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،اتحادالجنس والنوع،فقرۃ:1،مجالس الابرار،مجلس:73)
(1240)(عطرھدایہ:180،فقہ البیوع:677/2)
(1241)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،ربا،فقرۃ:15)
(1242)(احکام القرآن:465/2)
(1243)(شامی:355/5)
(1244)(معارف القرآن:533/1،بقرۃ:218)
(1245)(مال حرام اوراس کے شرعی مصارف واحکام:157)
(1246/1)(الموسوعۃالفقھیہ الکویتیہ،مھر فقرۃ:3،تسھیل بھشتی زیور:35/2)
(1246/2)(الأحوال الشخصیۃلقدری پاشا،مادہ:204،الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،فقرۃ:6،عطرھدایۃ:344)
(1247)(جامع الاصول،رقم:1796)
1248(جامع الاصول،رقم:52)
(1249)(جامع الاصول،رقم:5933)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

(1250)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،فقرۃ:4، الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:160، 379/1)
(1251)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،فقرۃ:6-5، الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:401-380،تسہیل بہشتی زیور:72/2)
(1252)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،فقرۃ:19-6، الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:166، 380/1)
(1253)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نشوز،فقرۃ:7،نفقۃ،فقرۃ:7،عطر ھدایۃ:342،الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:171، 399/1)
(1254)(الاحوال الشخصیۃ:382/1،مادۃ:163، الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،فقرۃ:21-20، مسائل بہشتی زیور:689/1)
(1255)(الأحوال الشخصیۃلقدری پاشا،مادۃ:163، الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،21-20،مسائل بہشتی زیور:489/1)
(1256)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،فرقۃ،فقرۃ:17)
(1257)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،فقرۃ:13-10، الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:188)
(1258)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،فقرۃ:12، بنوری ٹاؤن ایپ،فتویٰ نمبر:144001200404)
(1259) (الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،استدانۃ،فقرۃ: 9نفقۃ،فقرۃ: 9،کسوۃ،فقرۃ، 3، سکنی،فقرۃ: 9، یسار،فقرۃ: 6، اعسار،فقرۃ:18، الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:179-172، نیز:422/1، مسائل بہشتی زیور:488)
(1260)(الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:175)
(1261)(تسہیل بہشتی زیور:73/2، الاحوال الشخصیہ،مادۃ:203)
(1262)(المسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،خدمۃ،فقرۃ:7،ھندیۃ:548/1، در مختار:290/5،تسہیل بہشتی زیور:73/2)
(1263)(المسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،کسوۃ،فقرۃ:2، مسائل بہشتی زیور:488، الاحوال الشخصیہ،مادۃ:181)
(1264)(الاحوال الشخصیہ،مادۃ:183)
(1265)(مسائل بہشتی زیور:73/2، الاحوال الشخصیہ،مادۃ:426/1،مادۃ:185)
(1266)(الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:186)
(1267)(الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:184)
(1268)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،حضانۃ،فقرۃ:16، نفقۃ،فقرۃ:58-55، اعسار،فقرۃ:18، ولد،فقرۃ:25، نیت،فقرۃ:6)
(1269)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،بطالۃ،فقرۃ:5)
(1270)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،کسب،فقرۃ:15، بنت،فقرۃ:6)
(1271)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،فقرۃ:55)
(1272)(شامی 696/5)
(1273)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،کسب،فقرۃ:13)
(1274)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیۃ،نفقۃ،فقرۃ:58-52،عطر ھدایۃ:343)
(1275)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،نفقۃ،فقرۃ،66)
(1276)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،نفقۃ،فقرۃ،59،ارحام،فقرۃ:20، صلۃ،فقرۃ:5، عطر ھدایۃ:343)
(1277)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،نفقۃ،فقرۃ:69-68-60)
(1278)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،نفقۃ،فقرۃ:57)
(1279)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،نفقۃ،فقرۃ:58،عطر ھدایۃ:343)
(1280)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،نفقۃ،فقرۃ:67)
(1281)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،نفقۃ،فقرۃ:62)
(1282)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،نفقۃ،فقرۃ:64)
(1283)(الموسوعۃالفقھیۃالکویتیہ،نفقۃ،فقرۃ:65)
(1284)(الاحوال الشخصیۃ،مادۃ:160)

(1285)(الاحوال الشخصية، مادة:160)
(1286)(الموسوعة الفقهية الكويتيه، كسب، فقرة:13)
(1287)(الموسوعة الفقهية الكويتيه، نفقة، فقرة:60)
(1288)(الموسوعة الفقهية الكويتيه، نفقة، فقرة:60)
(1289)(حياة المسلمين، روح:15)
(1290)(نساء:36، الموسوعة الفقهية الكويتية، جوار، فقرة:3)
(1291)(الموسوعة الفقيهة الكويتية، انتحار، فقرة:3، كسب، فقرة:5، ضرويات، فقرة:5، نضرة النعيم تكريم الانسان)
(1292)(احياء العلوم: 4/329-3/354، الموسوعة الفقيهة الكويتية، ضروريات، فقره: 5-1، اسلامی معاشیات کا بنیادی خاکہ:31 مولانا ادریس میرٹھی علیہ الرحمہ)
(1293)(اسلامی معاشیات بنیادی خاکہ:32 مولانا ادریس میرٹھی علیہ الرحمہ)
(1294)(اسلامی معاشیات بنیادی خاکہ:32، فتح القدير)
(1295)(اسلامی معاشیات مناظر احسن گیلانی:440، مجلة:511/3، نضرة النعيم تبذير)
(1296)(الموسوعة الفقيهة الكويتية، اسراف، فقرة:13، نضرة النعيم اسراف)
(1297)(جامع الاصول، رقم:3063)
(1298)(مجلة:511/3، شامية:147/6)
(1299)(مجلة:511/3، شامية:760/6-759)
(1300)(حقوق المال:29، ارضاء الحق:123، ملحقه تسليم ورضاء)
(1301)(شریعت اور طریقت:162، حقوق المال:30، التبليغ:113/15)
(1302)(شامية:341/2)
(1303)(ابن ماجة، رقم:3352)
(1304)(حياة الصحابه389/2)
(1305)(حياة الصحابه389/2)
(1306)(ترمذی، رقم:2478)
(1307)(جامع الاصول، رقم:5474، الموسوعة الفقهية الكويتية، توسعة، فقرة:9)
(1308)(ابن ماجه، لباس، البس ماشئت، رقم:3605)
(1309)(جامع الاصول: رقم8287)
(1310)(جامع الاصول: رقم8210، الموسوعة الفقهية الكويتية، اسراف، فقرة:14، نضرة النعيم، اسراف)
(1311)(جامع الاصول: رقم8289، الموسوعة الفقهية الكويتية، توسعة، فقرة:11، البسة، فقرة:6)
(1312)(ترمذی، ابواب صفة القيامة، رقم:2480)
(1313)(جامع الاصول، رقم:464)
(1314)(حياة الصحابة:391/2)
(1315)(حياة الصحابة:391/2)
(1316)(حياة الصحابة:392/2)
(1317)(مسند احمد، مسند الانصار، حديث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، رقم:22105)
(1318)(حياة الصحابة:392/2)
(1319)(جامع الاصول، رقم:8762)

(**1320**)(جامع الاصول،رقم:8761،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،توسعۃ،فقرۃ:15-13)
(**1321**)(شریعت اور طریقت:184-162)
(**1322**)(جامع الاصول،رقم:8288)
(**1323**)(نضرۃ النعیم،اسراف،مظاھر الاسراف)
(**1324**)(شریعت اور طریقت:165-163)
(**1325**)(بخاری،رقاق،باب قول النبی ﷺ ھذا المال خضرۃ حلوۃ،قبیل رقم الحدیث: 6427)
(**1326**)(اصلاحی خطبات از مفتی تقی عثمانی صاحب: 55/2)
(**1327**)(جامع الاصول،رقم:662)
(**1328**)(جامع الاصول،رقم:4665)
(**1329**)(جامع الاصول،رقم:9251)
(**1330**)(شعب الایمان للبیھقی)
(**1331**)(جامع الاصول،رقم:8901)
(**1332**)(جامع الاصول:رقم8289)
(**1333**)(جامع الاصول،رقم:8288)
(**1334**)(جامع الاصول،رقم:8291،الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،توسعۃ،فقرۃ:6)
(**1335**)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،توسعۃ،فقرۃ:6)
(**1336**)(جامع الاصول،رقم:8852)
(**1337**)(الترغیب والترھیب 77/2)
(**1338**)(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ،حیوان،فقرۃ:8،نفقۃ،فقرۃ:71)

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

اخلاقی خود احتسابی جائزہ

نوٹ: اس پرچہ میں اخلاق سنوارنے سے متعلق 11 اصولی باتیں ہیں اور ہر بات کے سامنے تیس (30) خانے ہیں۔ اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرنے کے لیے روزانہ اپنا محاسبہ کریں کہ ''آج کا دن کیسا گزرا'' بہت بہتر کے لیے یہ ✓✓✓ نشان لگائیں کافی کے لیے ✓✓ معمولی کے لیے ✓ یہ نشان لگائیں۔ اگر عمل نہ کیا ہو تو X کا نشان لگا دیں۔

اس مذکورہ طریقہ سے روزانہ اپنا اخلاقی محاسبہ کریں، بہتر ہے کہ یہ پرچہ اپنے مربی کو بھی دیکھاتے رہیں۔

❑ **بدخواہی، نقصان، حق تلفی سے بچنا ہے، سب کے ساتھ خیر خواہی کرنی ہے:** میں پختہ ارادہ کرتا ہوں کہ میں ان شاء اللہ کسی کے ساتھ بدخواہی نہیں کروں گا۔ لہٰذا کسی کو کسی طرح بھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، نہ جانی نہ مالی نہ ذہنی نہ قلبی۔ کسی کی حق تلفی نہیں کروں گا، ہر حق والے کا حق ادا کروں گا، پورا پورا ادا کروں گا، بروقت ادا کروں گا، ٹال مٹول نہیں کروں گا۔ سب کے ساتھ خیر خواہی، احسان، نرمی کی بنیاد پر معاملہ کروں گا، مفادی نہیں معادی سوچ، لینے کے بجائے دینے کا جذبہ اختیار کروں گا۔ سب کو قابل اہمیت اور عزت سمجھوں گا، جو اپنے لیے پسند کروں گا وہی دوسروں کے لیے پسند کروں گا، جو اپنے لیے ناپسند کروں گا وہی دوسروں کے لیے ناپسند کروں گا۔ محبت نفرت، لینا دینا تمام معاملات میں اخلاص اور اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھوں گا۔ لہٰذا آج کا دن میں اس طرح گزاروں گا/گزاروں گی کہ:

1	❑ **دوسروں کو اذیت/نقصان نہ دینا:** نفسانی غصہ کی وجہ سے نہ کسی کو ماروں گا۔ ● ذاتی مفاد کے لیے کسی سے خیانت نہیں کروں گا، دھوکہ نہیں دوں گا، جھوٹ نہیں بولوں گا۔ کوئی ایسا رویہ/عادت/بول اختیار نہیں کروں گا جس سے کسی کی بے عزتی ہو یا کسی کو ذہنی اذیت ہو یا دل دکھے۔ ● مخالف کے ساتھ کوئی بھی رویہ اختیار کرتے ہوئے اس بات کو سوچوں گا کہ اس رویہ کا باعث اور محرک انتقامی جذبہ تو نہیں؟ اگر ایسا ہوا تو توبہ واستغفار کروں گا۔	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15
		16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30
	❑ **ہر حق والے کا حق پہچاننا:** ہر حق والے کے حق کی ادائیگی کہ اللہ کے، اللہ کے مخلوق کے مجھ پر کیا حقوق ہیں؟ ان کو سیکھوں گا، دارالافتاء سے معلوم کروں گا۔ ● خاص طور سے اگر کسی کے ساتھ اختلاف ہو جائے تو اپنے حق پر ہونے اور سامنے والے کے ناحق ہونے کا فیصلہ خود نہیں کروں گا بلکہ دارالافتاء یا کسی مفتی صاحب کے سامنے رکھوں گا، وہ جو بتائیں گے اس کو دل سے قبول کروں گا اگرچہ میرے مفاد کے خلاف ہو اس یقین کے ساتھ کہ اسی میں میری کامیابی ہے	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15
		16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30

	❑ **اذیت برداشت کرنا:** حتی الامکان اس بات کی کوشش کروں گا کہ لوگوں کی اذیتوں، حق تلفیوں، برے رویوں کو برداشت کروں، درگزر اور اعراض کروں، شکوے شکایتیں نہ کریں، احسان اور ایثار سے کام لوں، بدلہ نہ لوں، جھگڑا نہ کروں۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30
	❑ **برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا:** کوشش کروں گا کہ اپنی مغفرت کے لیے اللہ کا مقرب بننے اور اخلاق کا اعلی درجہ حاصل کرنے کے لیے برائی کا بدلہ اچھائی سے دوں۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30
2	❑ **دوسروں کو نفع پہنچانا:** اپنی جان، مال، وقت، صلاحیت، تجربہ اور تعلقات کے ذریعہ دوسروں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ فائدہ وراحت پہنچاؤں گا، لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کروں گا مشکلیں نہیں۔	
	● جس کی اعلی شکل یہ ہے کہ اگر کوئی جان، مال، عزت اور آبرو کے اعتبار سے کسی مشکل میں، پریشانی میں خود ہو یا اس کے متعلقین میں سے کوئی ہو تو میں اس کا محافظ اور مددگار بنوں گا۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30
	● اور اگر میری جان مال، وقت، صلاحیت، تجربہ اور تعلقات کے ذریعہ کسی کا بھلا ہوسکتا ہو تو اس کے ساتھ بھلائی کروں گا۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30
	● میری سفارش سے اگر کسی کا کوئی جائز کام بنتا ہو اور دوسروں کو تکلیف نہ ہو تو اس کا اہتمام کروں گا۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30
	● پریشان حال لوگوں کے لیے دعائیں کروں گا اور کرواؤں گا۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30
	● کچھ نہ ہوسکا تو اپنے اچھے بولوں (حوصلہ افزائی، تسلی، مشورہ) سے دوسروں کو فائدہ پہنچاؤں گا۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30
3	❑ **دوسروں کے ساتھ ایثار کا معاملہ کرنا:** کوشش کروں گا کہ اپنی جان، مال، وقت، صلاحیت، تجربہ اور تعلقات کے ذریعہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں ایثار سے کام لوں۔	
	● دوسروں کی خواہش کی وجہ سے اگر اپنی ضرورت کو بھی قربان کرنا پڑا تو دریغ نہیں کروں گا۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30
	● دوسروں کی ضرورت کی وجہ سے اگر اپنی ضرورت کو بھی قربان کرنا پڑا تو دریغ نہیں کروں گا۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30
	● دوسروں کی خواہش کی وجہ سے اگر اپنی خواہش کو بھی قربان کرنا پڑا تو دریغ نہیں کروں گا۔	1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

	● کچھ نہ ہوسکا تو یہ ضرور کروں گا کہ دوسروں کی ضرورت کی وجہ سے اپنی خواہش کو قربان کردوں۔	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15
		16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30
4	❑ **صحبت:** احادیث اور اللہ والوں کی جو کتابیں اخلاق، کردار میں معاون ہوں ان کو اپنے مطالعہ میں رکھوں گا۔	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15
		16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30
	● اللہ والوں اور اخلاق والوں کی صحبت اختیار کروں گا، بداخلاق لوگوں کی صحبت سے بچوں گا۔	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15
		16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30
	❑ **دعا:** بااخلاق بننے کے لیے دعاؤں کا اہتمام کروں گا۔	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15
	● اس دعا کو اپنا معمول بناؤں گا۔ **اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَایَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَآ اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَایَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَآ اِلَّا اَنْتَ۔** (سنن ابوداؤد، رقم:760) اے اللہ! مجھے اچھے اخلاق نصیب فرما۔ تیرے علاوہ اچھے اخلاق کوئی عطا نہیں کرسکتا اور برے اخلاق مجھ سے دور فرما تیرے علاوہ مجھ سے کوئی برے اخلاق دور نہیں کرسکتا۔	16	17	18	19	20	21	22	23	24	25	26	27	28	29	30

MARKAZ TALEEM-O-TARBIYAT FOUNDATION

آیئے ہم ایک دوسرے کے مددگار بنیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی قدر محترم جناب ____________ امید ہے کہ مزاج بخیر وعافیت ہوں گے

آپ اور آپ کی آراء ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ بہت خوشی ہوگی کہ آپ اس کتاب سے متعلق اپنی کوئی قیمتی رائے، کوئی تجویز اور مفید بات بتائیں۔

یقیناً آپ اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون فرما کر ان شاء اللہ تعالیٰ ادارے کی کتب کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے میں مددگار بنیں گے۔

امید ہے جس جذبے سے یہ گزارش کی گئی ہے، اسی جذبے کے تحت اس کا عملی استقبال بھی کیا جائے گا اور آپ ضرور ہمیں جواب لکھیں گے۔

☆ کورس کا تعارف کیسے ہوا؟

☆ کیا آپ نے اپنے محلہ کی مسجد، لائبریری یا مدرسہ/ اسکول میں اس کتاب کو وقف کر کے یا کسی رشتہ دار وغیرہ کو تحفہ میں دے کر علم پھیلانے میں حصہ لیا؟ نہیں تو آج ہی یہ نیک کام شروع فرمائیں

☆ کتاب پڑھ کر آپ نے کیا فائدہ محسوس کیا؟

☆ کتاب کی کمپوزنگ، جلد اور کاغذ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

معمولی ہے ☐ بہتر ہے ☐ اعلیٰ ہے ☐

☆ کتاب کی قیمت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سستی ہے ☐ مناسب ہے ☐ مہنگی ہے ☐

☆ کتاب کی تیاری میں مدد کرنے والوں اور پڑھنے والوں کے لیے دعائیں تو کرتے ہوں گے

ہاں ☐ نہیں ☐ کبھی کبھی ☐

دوران مطالعہ اگر کسی غلطی پر مطلع ہو جائیں تو ان نمبروں پر میسیج یا اطلاع فرمائیے:

0331-2607207 - 03312607204

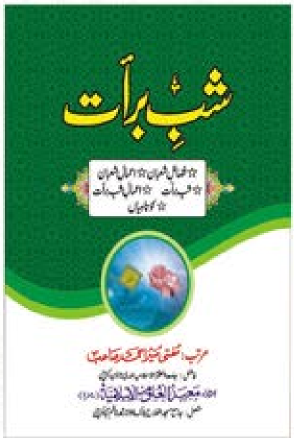
شبِ برأت
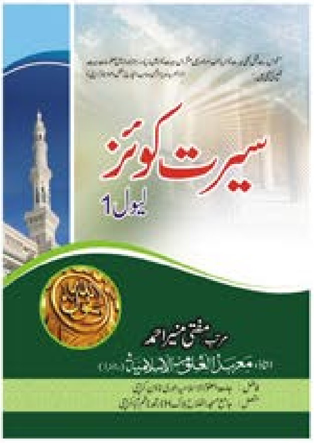
سیرت کوئز
لیول 1
مرتب مفتی منیر احمد
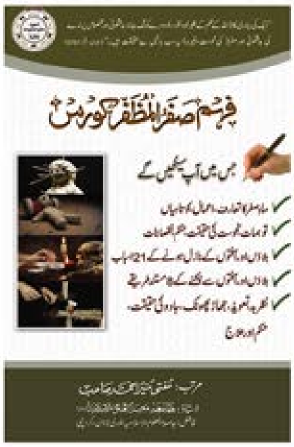
فہم صفر المظفر کورس
جس میں آپ سیکھیں گے
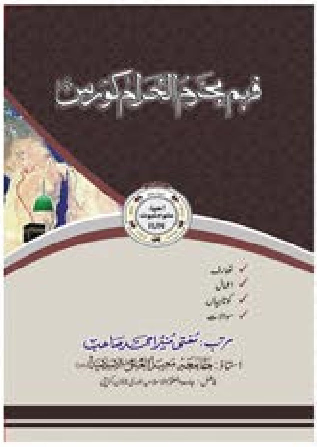
فہم محرم الحرام کورس
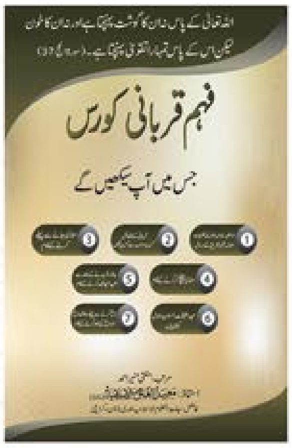
فہم قربانی کورس
جس میں آپ سیکھیں گے
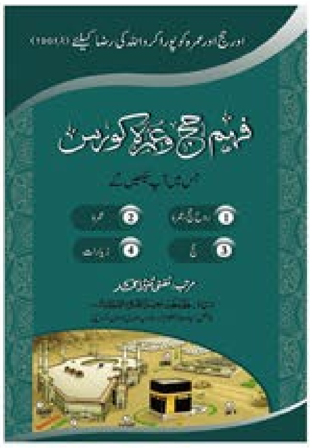
فہم حج وعمرہ کورس
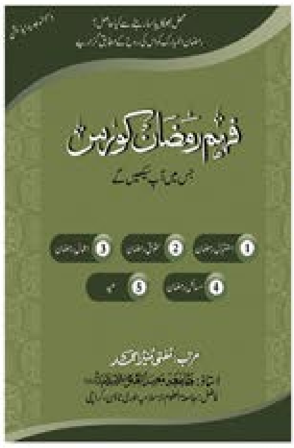
فہم رمضان کورس
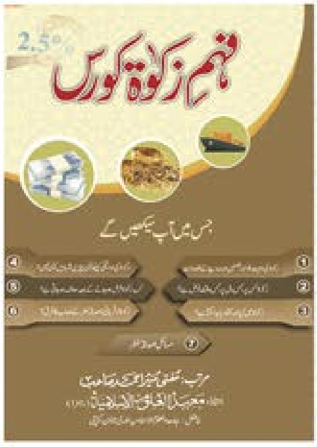
فہم زکوٰۃ کورس
2.5%
جس میں آپ سیکھیں گے
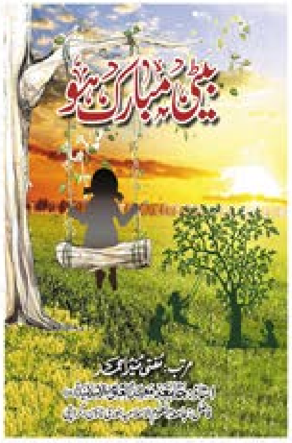
بیٹی مبارک ہو
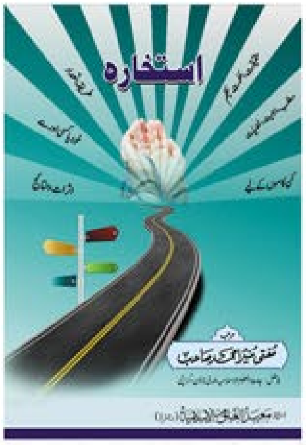
استخارہ
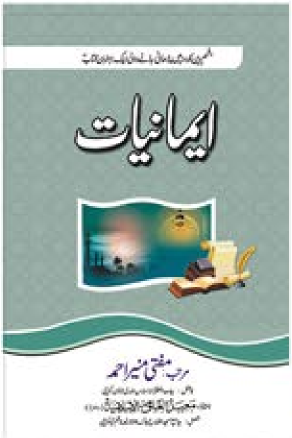
ایمانیات
مرتب مفتی منیر احمد
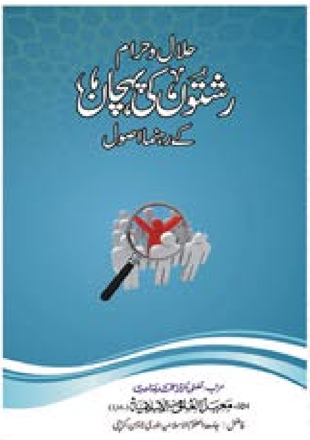
حلال وحرام
رشتوں کی پہچان
کے رہنما اصول